

DUE DATE

Cl No. Acc No

Late Fine Ordinary books 25 Paise per day Text Book Re. 1/- per day. Over Night book Re. 1/- per day



ایک ماہوار مذہبی و اصلاحی رسالہ

سالانہ چندہ دو روپے | ایڈیٹر: سید عزیز حسن بقائی | قیمت فی پرچہ ۳ر

کاتب قسمت کی پوشیدہ تحریر

غیبی نوشتے

[illegible]

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ [illegible]

BASHIR

اولاد حاصل کرنے کا نیا طریقہ





دوا کے ذریعے عورت کو حمل ٹھہر سکتا ہے

جس عورت کو حمل نہ ٹھہرتا ہو اور جو عورت اولاد کے لئے ترستی ہو وہ اگر چاہے تو ہر سال اس کے ہاں اولاد ہو سکتی ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ مسلسل سات رات عورت کو ایک ایک خوراک دوا "محافظ اولاد" کھلاؤ۔ ان سات روز تک اس کا مرد اس سے الگ رہے ٹھیک آٹھویں رات یہ عورت مرد .... تو اسی رات عورت کو حمل رہ جائے گا۔ کیونکہ سات روز کے اندر یہ دوا عورت کے اندرونی جسم (یعنی بچہ دانی) کو اس قابل کر دیتی ہے کہ جب آٹھویں رات عورت مرد ...... تو اسی رات عورت کو حمل ٹھہر جاتا ہے۔

ایک شیشی دوا "محافظ اولاد" میں ایک عورت کیلئے پوری سات خوراک دوا ہوتی ہے اس کی قیمت ڈیڑھ روپے آٹھ آنے ہے۔

لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی بکس ۳۴ دہلی کو خط لکھ کر بذریعہ وی پی پارسل منگالیں۔ پارسل پر محصول سات آنے لگے گا۔

اس کو نہ پڑھئے

اگر پڑھئے تو اس سے فائدہ اُٹھائیے

الحمد للہ۔ برادران ملت پر کھلی ہوئی بات ہے کہ آج کل اشتہاری ادویات کا اعتبار اُٹھ چکا ہے مگر پانچوں انگلیاں یکساں نہیں۔ اگر آپ متردد نہ ہونے کے باوجود اشتہاری دوا منگانے سے ڈرتے ہیں تو ایک بار خدا کا نام لیکر ہمارے یہاں سے دوا منگائیے۔ انشاء اللہ خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے مگر اطمینان بخش اور فائدہ مند ثابت نہ ہوں تو ہم دیں گے انعام اور قیمت واپس ہمارا یہ اعلان ڈھونگ کی چوٹ ہے ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر اور اس کی ذات پر قطعی بھروسہ کر کے آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے اشتہار میں ذرہ برابر مبالغہ یا دھوکہ نہیں اگر ہم آپ سے دھوکہ کریں تو خدا اور رسول کو کیں حقیقتاً ہماری یہ ادویات بے حد کامیاب ہیں تجربہ ضرور کیجئے اور خدا اور رسول کے بھروسہ پر استعمال کیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہوگی اور آپکی بدگمانی قطعی دور ہو جائے گی اور کسی دوا کے استعمال کی ضرورت نہ رہیگی۔

سائنٹفک آئل رجسٹرڈ۔ اس صدی کا لاثانی تحفہ ہے اور موسم گرما کا خاص تحفہ ہے۔ اس حیرت انگیز تیل کی تاثیر سے فائدہ اٹھائیے نہ ہاں باندھنے کی ضرورت نہ کپڑا لپیٹنے کی حاجت نہ آبلہ کا ڈر لگتے ہی جذب ہو کر اثر کرتا ہے اور خوابیدہ جذبات میں طوفان عظیم پیدا ہو جاتا ہے ایک شیشی کا استعمال تمام نقائص خواہ وہ کسی سبب سے کیوں نہ پیدا ہو گئے ہوں مثلاً کجی، نرمی، لاغری، ناطاقتی، کمزوری، رگوں کے پھول جانے کو دور کر کے کندن فولاد بنا دیتا ہے۔ یقین مانئے اس سے بہتر آئل آپ کو دیکھنے میں نہ آئیگا اس کے استعمال سے رگیں پٹھوں میں غضب کی سختی ناقابل برداشت تیزی پیدا ہو جاتی ہے جس کے اظہار سے تہذیب مانع ہے سب باتیں لکھ نہیں سکتے اظہار کا کام دیتا ہے۔ ہر عمر اور ہر موسم میں استعمال ہو سکتا ہے تمام نقائص دور کر کے ناکارہ سے ناکارہ آدمی کو قابل فخر مرد بنا دیتا ہے۔ قیمت دو روپے (۲) علاوہ محصول۔ اس کے استعمال کے بعد ہمیشہ کے لئے مردانہ شکایات دور ہو جاتی ہیں نہایت بے ضرر اور قطعی خوش کن نئے برابر طبیعت کے بغیر نئی روح اور نئی جوانی پیدا کرتا ہے۔ یہ دوا دہلی مارکیٹ میں اول نمبر ہے۔

دافع جریان واحتلام رجسٹرڈ۔ یہ جادو اثر قرص ہر قسم کے شدید سے شدید جریان اور کثرت احتلام کو بفضل تعالیٰ دعویٰ کے ساتھ دور کرتے ہیں پیشاب سے پہلے یا بعد سفید رطوبت کا آنا مادہ کا پتلا پڑ جانے کو دور کر کے توت مردمی کا معاون ہوتا ہے جسم میں تر و تازگی و فربہی لاتا ہے اور چہرہ کو مثل لعل بدخشاں سرخ کرتا ہے اس کے چند روز کے استعمال سے جسم میں مادہ کافی غلیظ اور مضبوط ہو کر کافی تعداد میں پیدا ہوتا ہے اس کے استعمال کے بعد شکایات تمام لڑکے یہ دعویٰ کے ساتھ جاتی رہتی ہے۔ ہزار ہا مریضوں کا تجربہ ہے۔ قیمت فی شیشی اسی قرص دو روپیہ (۲) علاوہ محصول ڈاک۔ ہماری یہ دوا جواہرات سے تولنے کے قابل ہے جس نے ہزاروں نامرادوں کو بامراد کر دیا غیر ملکوں تک اس دوا کی دھوم مچی ہے جریان کا قلع قمع کرنے کے لئے ہم ہندوستان کے ہر دواخانہ کو چیلنج کرتے ہیں کہ جس کا دل چاہے آزمائے اس کے استعمال کے بعد بدن میں توانائی طبیعت میں تیزی دل میں جوانی کی امنگ اور نطفہ میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت آ جاتی ہے۔

محبوب عشرت رجسٹرڈ۔ یہ گولیاں انتہائی ممسک ہیں خاص وقت کی پشیمانی سے بچالیتی ہیں سرعت انزال کی شکایت بالکل نہیں ہوگی۔ مغرور معشوق بے خودی میں چور ہو کر دلدادہ اور بے دام غلام بن جاتی ہے قیمت ایک درجن دو روپیہ (۲) ہزار ہا آدمیوں کی آزمودہ گولیاں ہیں۔ منشی اور مضر صحت اجزاء سے پاک ہیں۔ اور مستقل امساک پیدا کرتی ہیں۔ محصول بذمہ خریدار دو یا دو سے زیادہ دوائیں یکجا منگانے پر محصول ڈاک معاف۔

دہلی کا نامور گورنمنٹ رجسٹرڈ دواخانہ **پتہ: جرمن کیمیکل ورکس رجسٹرڈ دواخانہ جامع مسجد دہلی** (دواخانہ ہذا کا کسی دوسری کمپنی سے کوئی تعلق نہیں)

[illegible]

امرتسر میں سونا دو(۲) روپے تولہ ہوگیا

ناظرین دیکھئے اس سونے کے متعلق دنیا کیا کہتی ہے۔ جس کو ہم نے یہ اصلی امریکن نیو گولڈ [illegible] فرمائش آئی۔ یہ سونا ایک لاجواب چیز ہے۔ اصلی سونے اور اس سونے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔

جناب لالہ رام پرکاش صاحب ساکن دہلی سے [illegible] نومبر کو تحریر فرماتے ہیں آپ کا امریکن نیو گولڈ کا پارسل ملا۔ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی چیز واقعی کمال کی ہے آپ کے امریکن نیو گولڈ اور اصلی سونے میں کوئی فرق نہیں [illegible] اس کے بعد آپ [illegible] بالکل اصلی سونے کے برابر ہے [illegible] صراف بھی [illegible] آجکل کے فیشن کے مطابق تیار ہو سکتے ہیں مندرجہ بالا فرمائش کو غلط ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ قیمت [illegible] دس سال [illegible] بطور انعام دی جاوے گی۔

[illegible] قیمت [illegible] ہوگی جلدی [illegible] ختم ہونے پر [illegible]

مغل لائن لمیٹڈ

مسلمانوں کی قائم کردہ واحد حج لائن

بمبئی اور کراچی سے مختصر وقفوں کے بعد عدن، پورٹ سوڈان، جدہ اور سویز کو جہاز روانہ ہوتے ہیں

مسافروں اور مال کے جہاز بمبئی اور کراچی سے عدن، پورٹ سوڈان اور سویز کو روانہ ہوتے ہیں۔ اور بمبئی اور کراچی سے پورٹ لوئی اور مارلیشس کو بھی جاتے ہیں

جہازوں کی روانگی اور تاریخ بغیر کسی اطلاع کے منسوخ کی جا سکتی ہے

تفصیلات کیلئے اس پتہ پر لکھئے:۔ ٹرنر مارین اینڈ کو لمیٹڈ ۱۶ بنک اسٹریٹ بمبئی

بڑے پیر کی گیارھویں

بغداد کی سب سے زیادہ مستند اور سب سے بڑی [illegible] بڑی مشہور ہے جس میں حضور غوث پاک کی مدح پاک کو ثواب پہنچانے کے لئے محفل گیارھویں منعقد کرنے کی ترکیب ہے۔ آپ کے دل میں بھی خواہش ہوگی کہ زندگی مبارک حضور غوث پاک کے حالات معلوم کریں [illegible] انہیں سے آکر کیا ہے اس حلقہ کو کامل کرنے کیلئے [illegible] [illegible] صفحات [illegible] قیمت [illegible]

تاریخ شاہان تغلق

مرتبہ مولانا [illegible] خاں صاحب نجیب آبادی کی وہ مقبول کتاب ہے جو آئینہ حقیقت نما کے نام سے [illegible] حصہ جو شاہان تغلق کی تاریخ ہے بہت مقبول ہے کیونکہ اسی زمانہ میں ہندوستان کا نقشہ [illegible] [illegible] [illegible] اللہ [illegible] [illegible] اس کتاب [illegible] قیمت [illegible]

کربلا کے بعد
ایک ہزار سالہ خونی تاریخ

حضور سرور کائنات کے عہد مبارک اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے مفصل حالات اور شاہان بنو امیہ کے مظالم آل رسول پر کربلا کے بعد کیا ہوئے [illegible] اور بنو عباس کی حکومت اور [illegible] مظالم سادات بنو فاطمہ [illegible] [illegible] صفحات [illegible] قیمت [illegible]

اعجاز نما پارہ سورہ [illegible] وظائف

[illegible] خوش خط ترجمہ [illegible] [illegible] القرآن [illegible] شان نزول [illegible] قرآن [illegible] [illegible] اعمال اور وظائف [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

زبان کا چٹخارہ

جب تک کہ اسلامی تہذیب کے گہوارہ بادشاہوں کی پیاری نگری دہلی کے رنگ برنگے لذیذ کھانوں سے واقف نہ ہوں۔ دہلی کا مکمل باورچی خانہ [illegible] جس میں قدیم امرا اور شرفاء دہلی کے تمام لذیذ اور [illegible] کھانوں کی تفصیل اور ان کے پکانے کے آسان طریقے درج ہیں [illegible] اور [illegible] حصہ اسلامی دسترخوان [illegible] اچھی کھائی چھپائی [illegible] کاغذ صفحات [illegible] قیمت [illegible]

کربلا کے ریگستان میں آل رسول کے خون کا چھڑکاؤ

اور سرزمین نینوا کے جلتے ہوئے ریگستان میں فاطمی شہیدوں کی بے گور و کفن لاشوں کے [illegible] مرقع اگر دیکھنا ہو تو کتاب

مظلوم کربلا [illegible] جس میں حضرت امام مظلوم شہید اعظم کی نایاب تقریریں بھی [illegible] تلاش و تحقیق کے بعد درج کی گئی ہیں۔ قیمت [illegible]

تسخیر القلوب

کسی کو اپنی دل بستگی جس مرتبہ تک چاہیے ... کسی کا ہو مرد کا ہو عورت ... خاوند کا ہو بیوی کا ہو حاکم کا ... کا ہو آشنا کا ہو چھوٹے کا ... بڑے کا ہو بزرگ کا ہو ہم ... کہہ سکتے ہیں کہ آپ اسیر ... تسخیر القلوب ... ہیں جس سے سب حال ہو گئے تو احباب ... مسخر ... کا صحیح کرنا ... کا اپنے حسب منشا فیصلہ کرانا اس ... معمولی بات ہے قیمت

خلفاء راشدینؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت مولا علیؓ، حضرت امام حسنؓ کی پیدائش سے لیکر وفات تک کے مکمل حالات، ان کے ملفوظات اور ... اور خطبات اور فتوحات کے مفصل حالات ... مطالعہ تاریخ کا محققانہ ... اچھی لکھائی چھپائی ضخامت پانسو صفحے ... کاغذ ... مجلد ... اعلیٰ ایڈیشن سفید چکنا کاغذ ... مجلد ... مجلد ... پانچ ...

ضروریات دین

دفتر پیشوا نے ایک فاضل دینیات سے اس کتاب کو مرتب کرایا ہے جس میں اصول ... کو نہایت سلیس اور عام فہم اردو میں ... ان مسائل کو لیا گیا ہے جن سے واقفیت حاصل کئے بغیر کسی مسلمان کا اسلام قائم نہیں رہ سکتا۔ ... ہر مسلمان تقسیم کرنا چاہیے۔ دینی ضروریات ... وکیل، تجارت پیشہ، مذہب سے ناواقف، زمیندار ... مسلمانوں کو ... تاکہ بہت کم وقت میں اصل اصول اسلام سے واقفیت ہو جائے۔ ضخامت ... صفحے قیمت ...

معلومات نماز

نئی تشریحات کے ساتھ بالکل نئے انداز میں نماز کو بہترین عبادت ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ صحیح معنوں میں نماز پڑھی جائے تو وہ انسان کو بہترین انسان بنا دیتی ہے۔ چند عنوان یہ ہیں: مذہب، اسلامی عبادت کی حکمت، احکام عبادت، عبادات کے ... معجزات ... نماز کے احسان ... عبادت ... عبادت نماز کے وقتوں کا قرآن شریف سے ثبوت، اس کے بعد تمام نمازوں کی ... اور ترجمہ ... قیمت

بچی کی استانی

... بڑا عذاب ہے اگر اس عذاب سے ... ڈپٹی نذیر احمد صاحب ... کی کتاب بچی کی استانی ہے ... پڑھنے لکھنے میں مصروف ... سلیقہ مند ... اس کے مطالعہ سے ... سلیقہ آ جاتا ہے ... سفید چکنا کاغذ ... صفحے قیمت ...

پھوہڑ دلہن

جس گھر میں ... آ جائے اس گھر کا اطمینان اور ... بد سلیقہ ... بیوی کی تربیت کیلئے ... ڈپٹی نذیر احمد صاحب ... کی لکھی ہوئی کتاب گھر والی کی تربیت پڑھاؤ جس میں ... پھوہڑ دلہن کیونکر ... بن سکتی ہے اور ... شریف بیبیاں کیونکر اپنے گھروں کو جنت بنا سکتی ہیں ... انداز بیان ... ختم کئے سے پہلے آپ کے ہاتھ سے نہیں ... کی ضخامت ... صفحے قیمت ...

تعلیم خانہ داری

... عورتیں ... کی جہالت سے برباد ہیں ... عورت گھر کو چاہے تو جنت بنا سکتی ہے ... سوائے ان خاندانوں کے ... باتیں باوجود کوشش کے بھی اپنے گھر کو سلیقہ سے نہیں چلا سکتیں۔ اگر بڑی وجہ ... ہے کہ انکو معلوم ہی نہیں کہ سلیقہ کس کو کہتے ہیں۔ ایک ... گھر کو ... سکتی ہے ... تعلیم خانہ داری ... ایک ... بیوی کے مطالعہ سے ... اچھی لکھائی چھپائی سفید چکنا کاغذ ... ۲۰۰ صفحے قیمت ...

تقدیر کا راز

معلوم ہو سکتا ہے اگر تم بزرگان اسلام کے بتائے ہوئے اور آزمائے ہوئے طریقہ سے ہر کام سے پہلے روحانی فال ... قرآنی فالنامہ، پیغمبری فالنامہ، ... فالنامہ، ... فالنامہ، ... کا فالنامہ، اسلامی ... فالنامہ، ... کا فالنامہ ... فالنامہ ... کا فالنامہ، اعضاء کے ... فالیں اور روحانی عملیات ... قیمت ...

اعمال قرآنی

... قرآن ... حضرت ... مولانا ... اشرف علی تھانوی ... کی ... بہت ... دینی و دنیاوی ... اس کی ... معاملات کی ... قیمت ...

زندگی کو جنت کی کھیتی بنالو

کھیتی خواہ دنیا کی ہو خواہ دین کی ... کی کھیتی ... ہے کہ تم ... اس سانچہ میں ڈھال دو جس میں اللہ نے ... بتانے کیلئے قرآن نازل فرمایا اور ... زندگی کا یہ سانچہ اس طرح تیار ہو سکتا ہے کہ تم معلومات قرآن کا مطالعہ کرو ... تم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کلام اللہ کی تلاوت کرو ... کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ... کا مقصد ... قیمت ...

کلید قرآن

جو بچے کئی برس کی محنت کے بعد کلام الٰہی نہ پڑھ سکے، انکو کلید قرآن پڑھا دیجئے ... مہینہ میں قرآن مجید پڑھنے لگے ... آ جائیگا جو بڑے اپنے بچپن میں قرآن مجید کی نعمت سے محروم رہے، انکو کلید قرآن پڑھا دیجئے ... مہینہ میں کلام اللہ پڑھنے لگے ... ہو جائیگا۔ کلید قرآن دنیا میں سب سے پہلی کتاب ہے جس کے مصنف کا دعویٰ ہے کہ اس کے پڑھنے سے دو مہینے میں قرآن پڑھنا آ جاتا ہے۔ آپ بھی ... قیمت ...

لباب التعویذات

... روحانی ... نواب محمد صدیق حسن خان ... کی ... ایک سو سے زیادہ کتابوں کا ... روحانی علاج ہے۔ اس کے ... کی تمام سورتوں کے اعمال اور ... ہر ... کی ضرورت ... کا علاج یا تعویذ اس کتاب ... مصنف کی قابلیت اور ... اور ... قیمت ...

قرآن عنبر منگانے اور مدارس میں تقسیم کرنے میں صرف ناظرین پیشوا کیلئے بڑی آسانی ہوگئی اب آپ اس ہدیہ پر ترجمہ قرآن لے سکتے ہیں جو بڑے بڑے تاجروں کی لاگت

سے بھی کم ہو، لیکن یہ رعایت صرف ناظرین پیشوا کے لئے ہے اور یہ ان کے احسان کا ادنیٰ کرشمہ ہے جو کہ پیشوا کی ہر اپیل کو گوش شنوا سے سنتے اور پیشوا کی بروقت امداد فرماتے ہیں۔ خدا کے فضل سے آپ کی امداد اور میری محنت سے ایک دوسرا قرآن عربی مترجم و مفسر تیار ہو گیا ہے۔ اور اس مرتبہ میں نے بفکر رفع نقل ایزدی اور باستثناء رعایت پیشوا جیسا کر لیا ہے کہ کم حالات اجازت دیتے ہیں قرآن ترجمہ بالکل رعایتی ہدیہ پر ناظرین پیشوا کو دیدوں جو خالص میرا خرچ ہے۔ حتیٰ کہ اشتہار و اشاعت کا بھی کوئی خرچ آپ سے نہ لوں مگر یہ سب کچھ پیشوا کے خریداروں کے ساتھ ہوگا جن کے پتے ان کا نمبر خریداری لکھوانا ضروری ہے۔ بہ عزیزوں کے لئے

آسان ترجمہ والا قرآن مجید

ہے، ترجمہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا ہے۔ سب سے اوپر انہی کی تفسیر موضح القرآن ہے۔ بڑی تقطیع ہے۔ شروع میں پہلے شاندار چھوٹوں کا دیباچہ ہے جس میں سات باب ہیں۔ پہلے باب میں مذہب کی اور مذہبی کتابوں کی ضرورت ثابت کی گئی ہے۔ اور دوسرے باب میں قرآن کے نزول اور حفاظت اور ترتیب پر بحث کی گئی ہے تیسرے باب میں قرآن حکیم کی تلاوت کے احکام اور فضائل بتلائے گئے ہیں۔ چوتھے باب میں اوقاف اور استعارات قرآنی کی تشریح ہے۔ پانچویں باب میں قرآن شریف کی ہر سورت کے مجرب اوراد و وظائف لکھے گئے ہیں، جن کی ہر مسلمان کو قدم قدم پر ضرورت رہتی ہے چھٹے باب میں قرآن حکیم کی ہر سورت کا نقش اور کلام اللہ کے تعویذ لکھے گئے ہیں۔ ساتویں باب میں پورے کلام اللہ کی فہرست مضامین بطور ابواب کے لکھی گئی ہے قلم جلی ہے۔ صحت کلیس ... اور کاغذ ... ہے۔ سفید نادر ... کاغذ ہے قیمت مجلد نقرئی کار ۱۲ر رعایتی ... بلا جلد ۱۲ر مجلد نقرئی کار ۱۴ر محصول ڈاک ۱۲ر

اعجاز نما قرآن مجید مترجم و مفسر

ترجمہ اعجاز نما قرآن مجید میں شیخ الہند حضرت علامہ اشرف علی صاحب محدث تھانوی کا ہے جو لفظی ہونے کے باوجود بامحاورہ ہے اور ... تشریح سے بے نیاز ہے۔ حاشیہ پر شیخ العرب والعجم حضرت علامہ فرید وجدی مصری کی سب سے بڑی ... تفسیر ... پوری کی پوری دیدی گئی ہے۔ جو ... زمانہ حال کے مسلمانوں کو قرآن مجید کا مفہوم سمجھانے کے لئے سالہا سال کی محنت کے بعد لکھا تھا۔ یہ تفسیر عربی میں تھی، اس کا اردو ترجمہ حضرت علامہ آغا رفیق صاحب سے کرایا گیا ہے۔ حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند اور دیگر اکابر علماء اس ترجمہ و تفسیر کو پسند فرما چکے ہیں۔ مقدمہ اعجاز نما قرآن مجید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کے متعلق اتنے علمی و تاریخی اور دینی مضامین کا ذخیرہ آپ کو کسی دوسرے مقدمہ میں نہیں ملے گا۔ یہ مقدمہ پچاس سالہ مطالعہ کلام اللہ اور صدہا کتب متعلق توضیح کلام اللہ پر محققانہ غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ کتابت کے اعتبار سے بھی اعجاز نما قرآن مجید لاثانی و بے مثل ہے۔ ہندوستان کے مشہور نستعلیق خطاط جناب حاجی عبدالغنی صاحب خوش نویس نزہت رقم دہلوی خلیفہ ارشد حضرت مولانا حاجی ممتاز علی صاحب ... نے اعجاز نما قرآن مجید کو لکھا ہے۔ اور اپنے کمال فن کا آخری نمونہ پیش کیا ہے جس کو پڑھنے کے بعد آپ کا جی خوش ہوگا۔ یہ واقعہ ہے اور اس میں مبالغہ ذرہ برابر بھی نہیں کہ قرآن مجید کا ایسا ایڈیشن دنیائے اسلام نے آج تک شائع نہیں کیا۔ آخر میں یہ بتا دینا بھی ضروری ہوگا کہ اعجاز نما قرآن مجید کی صحت اکیلی حیثیت حافظوں اور عالموں نے کی ہے جن کی بہرہ قرآن مجید پر ثبت ہیں۔ قیمت بلا جلد ... مجلد ... سفید ... کاغذ ... مجلد چرمی کامل نقرئی کار ... اعلیٰ ایڈیشن مجلد چرمی نقرئی کار ... مجلد قسم اعلیٰ ... محصول ڈاک ۱۳ر

إِلَّا قَلِيلًا ○ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ○

بہت کم ٹھہرنے پاتے جیسا ان صاحبوں کے باب میں قاعدہ رہا ہے جنکو آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے قاعدے میں تغیر نہ پاویں گے

ف مقدمہ ایک قصہ کی طرف آیات وان کادوا لیفتنونک الخ میں اشارہ ہے اور ایک قصہ کی طرف وان کادوا لیستفزونک الخ میں لیکن تعیین قصہ میں اقوال مختلف ہیں اور اسی بنا پر ان آیات کے کی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے کیونکہ بعض قصے مکہ میں واقع ہوئے اور بعض مدینہ میں، چنانچہ مکہ میں جو قصے واقع ہوئے ان میں ایک یہ ہے کہ قریش نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اگر آپ ہماری طرف رسول ہوکر آئے ہیں تو ان غربا اور عوام کو اپنے پاس سے بالکل ہٹا دیجئے کہ ہم آپ کے تابع اور اصحاب ہو جاویں اور دوسرا یہ ہے کہ اہل مکہ نے دار الندوہ میں مشورہ کیا تھا کہ آپ کو مکہ سے جبراً نکال دینا چاہیئے جس کا ذکر سورۂ انفال کی ان آیات میں ہے واذ یمکر بک الذین کفروا الخ اور مدینہ میں جو قصے واقع ہوئے ایک ان میں یہ ہے کہ قبیلۂ ثقیف نے آپ سے درخواست کی کہ ہم کو اسلام لانے کے لئے ایک سال کی مہلت دیجئے ذرا اس سال بتوں پر چڑھاوے کی آمدنی ہم وصول کرلیں پھر مسلمان ہو جاویں گے اور دوسرا یہ ہے کہ یہود نے آپ سے براہِ شرارت عرض کیا کہ انبیا آپ نبی ہیں تو چونکہ مسکن اکثر انبیاء کا رہا ہے یعنی ملک شام آپ بھی وہاں جا کر رہیئے چنانچہ آپ کو کچھ خیال ہوگیا۔ پس پہلی آیتیں تو قصہ اول یا سوم سے متعلق ہیں اور پچھلی آیتیں قصہ دوم یا چہارم کے متعلق ہیں اب تفسیر لکھی جاتی ہے۔

تفسیر:۔ وان کادوا سے تحویلا تک۔ اور یہ (کافر) لوگ (اپنی قوت کید کی وجہ سے) آپ کو اس چیز سے بچلانے (اور ہٹانے) ہی لگے تھے جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے (یعنی اس کی کوشش میں لگے تھے کہ آپ ہمارے حکم کے خلاف کریں کہ مسلمانوں کو ہٹا دیں یا مسلمان ہونے کے لئے ایک سال کی مہلت دیدیں کہ دونوں امر خلاف شرع ہیں اور ان کی کوشش اس لئے تھی) تاکہ آپ اس (حکم وحی) کے سوا ہماری طرف (عملاً) غلط بات کی نسبت کردیں (کیونکہ نبی کا فعل خلاف شرع ہوتا نہیں پس نعوذ باللہ اگر آپ اس درخواست کے موافق عمل کرتے تو اس کی نسبت حکم الٰہی ہونے کا دعویٰ لازم آتا اور یہ افترا ہوتا)

۴۸۱ اور ایسی حالت میں آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے اور (ان کی یہ تدبیر اور شرارت ایسی تیز تھی کہ) اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا (اور معصوم نہ کیا ہوتا جو کہ لازمۂ نبوت ہے) تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے (اور) اگر ایسا ہوتا (یعنی کچھ قرب رجحان و میلان ہو جاتا) تو ہم آپ کو (بوجہ اس کے کہ مقربان را بیش بود حیرانی) حالت حیات میں (دنیا میں) اور بعد موت کے (برزخ یا آخرت میں) دوہرا عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے (مگر چونکہ آپ کو معصوم اور ثابت قدم بنایا اس لئے کسی قدر قرب میلان بھی نہیں ہوا اور ضعف الحیوٰۃ وضعف الممات سے بھی بچ گئے) اور (نیز) یہ (کافر) لوگ اس سرزمین (مکہ یا مدینہ) سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے (خواہ جبراً یا خداعاً) تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور اگر ایسا (واقع) ہو جاتا تو آپ کے (جانے کے) بعد یہ بھی بہت کم (یہاں) ٹھہرنے پاتے جیسا ان صاحبوں کے باب میں (ہمارا) قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا تھا (کہ جب ان کی قوم نے ان کو وطن سے نکالا تو ان کو بھی رہنا نصیب نہ ہوا) اور آپ ہمارے (اس) قاعدے میں تغیر (وتبدل) نہ پاویں گے (ربط اوپر کفار کی مخالفت وعداوت کا ذکر تھا جو کہ نفسِ سبب تعلق خاطر نبوی ہو سکتا تھا، آگے اقم الصلوٰۃ الخ میں اشتغال بالعبادۃ اور قل رب ادخلنی الخ میں التجا و تفویض الی اللہ کا حکم اور عسیٰ ان یبعثک میں بعض بشارات اخرویہ کا وعدہ صراحۃً اور جاء الحق میں بعض بشارات دنیویہ کا وعدہ اشارۃً ارشاد فرماتے ہیں تاکہ ان امور میں مشغول ہونے سے وہ تعلق خاطر جو موجب حزن ہوتا نہ ہو یا نہ رہے پھر زیادت تسلیہ کے لئے ننزل من القرآن الخ میں استدلال علی النبوۃ کے ساتھ لا یزید الخ میں کفار کی بداستعدادی بیان فرمادی تاکہ ان کے ایمان سے مایوسی موجب قلت قلق ہو جاوے پس اس مضمون کا بھی رسالت سے تعلق ہوا۔

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے اور صبح کی نماز بھی بیشک صبح کی نماز حاضر ہونے کا

كَانَ مَشْهُودًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﷺ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا

وقت ہے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لئے زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو

مَّحْمُوْدًا ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ

مقام محمود میں جگہ دیگا اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے

لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ

ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو اور کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا واقعی باطل چیز تو یوں

كَانَ زَهُوْقًا ۝ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ

ہی آتی جاتی رہتی ہے اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہے اور ناانصافوں کو

اِلَّا خَسَارًا ۝

اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے

تفسیر:- اقم الصلوٰۃ سے الا خسارا تک۔ آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے (اس میں ظہر عصر مغرب عشا چار نمازیں آگئیں جیسا کہ حدیث سے اس اجمال کی تفصیل ہوگئی) اور صبح کی نماز بھی (ادا کیا کیجئے) بیشک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے (جیسا حدیثوں میں ہے کہ عصر اور فجر کے وقت ملائکہ کی جو کہ انسان پر حفاظت یا کتابت کے لئے مقرر ہیں بدلی ہوتی ہے اور چونکہ صبح کا وقت نیند سے اٹھنے کا تھا اس لئے اس کا حکم بھی الگ کیا اور ایک خاص بزرگی بھی بیان کی) اور کسی قدر رات کے حصے میں بھی (نماز ادا کیجئے) سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لئے (پنجگانہ نمازوں کے علاوہ) زائد چیز ہے (خواہ فرض زائد ہو یا نفل ہو کہ وہ زائد ہوجاتی ہے دونوں قول ہیں آگے بشارت ہے کہ) امید (یعنی وعدہ) ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں (کہ مقام شفاعۃ کبریٰ ہے) جگہ دے گا اور یہ تو عبادت کا حکم اور بشارت اخرویہ کا وعدہ تھا آگے تفویض کا حکم ہے کہ) آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب (مکہ سے جانے کے بعد) مجھ کو (جہاں لیجانا ہو) خوبی (یعنی راحت) کے ساتھ پہنچائیو اور (جب کہ سے لے جانا ہو تو) مجھ کو خوبی (یعنی راحت) کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے (ان کفار پر) ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ (آپ کی) نصرت (اور مدد) ہو (جس سے وہ غلبہ بڑھتا ہی جاوے ورنہ عارضی غلبہ تو کفار کو بھی ہوجاتا ہے مگر وہ منصور من اللہ نہیں ہوتے اس لئے جلد زائل ہوجاتا ہے اس میں تفویض کا حکم ہوگیا) اور (آگے بشارت دنیویہ ہے کہ ان دعاؤں کے قبول ہونے کی خبر دینے کے طور پر بھی) کہہ دیجئے کہ (بس اب دین) حق (غالب ہونے کو) آیا اور باطل (دین) گیا گذرا ہوا (اور) واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے (یعنی آپ ان مضامین میں نظر کیجئے اور مغموم نہ ہوجیئے چنانچہ ہجرت کے بعد مکہ فتح ہوا اور سب وعدے پورے ہوگئے) اور (زیادت تسلیہ کے لئے یوں کہئے کہ) ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو (موجب) شفا اور رحمت ہے (کیونکہ وہ اس کو مانتے ہیں اور عمل کرتے ہیں جس سے حق تعالیٰ کی رحمت ان پر ہوتی ہے اور عقائد و اعمال فاسدہ سے شفا ہوتی ہے) اور ناانصافوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے (کہ وہ مانتے نہیں زیادہ مغضوب و مستحق عذاب ہوتے ہیں جبکہ ان کی یہ حالت ہے پھر ان سے امید قبول اور مغموم ہونا لغو ہے پھر ان سے کیا فائدہ ہے) ف تہجد پہلے سب پر فرض تھا پھر امت سے فرضیت منسوخ ہوگئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں دو قول ہیں ایک یہ کہ آپ پر فرض رہا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ پر بھی فرض نہ رہا تھا۔ قول اول پر نافلہ کے معنے لغوی ہوں گے یعنی فریضہ زائدہ لک اور تطبیق دونوں میں اس طرح ہو سکتی ہے کہ اول نسخ صرف امت کے لئے ہوا ہو

(اور مقام محمود کا بیان احادیث میں شفاعت کبریٰ)

پھر آپ کے لئے بھی ہو گیا ہو اور یہی صحیح ہے کہ آپ پر بھی فرض نہ تھا اور دوسرے قول پر وجہ تخصیص لک کی یہ ہوگی کہ فضیلت زائدہ یہ آپ ہی کے ساتھ خاص ہے بخلاف امت کے کہ ان کے لئے کبھی کفارۂ سیئات بھی ہوتی ہے اور آپ چونکہ معصوم ہیں اور مقام محمود کی یہ تفسیر حدیث صحیح میں آئی ہے اور شفاعت کبریٰ وہ ہے کہ جس میں تمام خلائق کے حساب و کتاب شروع ہونے کی شفاعت ہوگی اور بعض روایات میں جو مقام محمود کی تفسیر میں شفاعت لامتی آیا ہے مراد اس سے غیر امت کی نفی نہیں ہے اور ادخلنی واخرجنی کی تفسیر ہجرت کے ساتھ ترمذی میں آئی ہے اور قل جاء الحق میں فتح مکہ کی طرف اشارہ حدیث صحیحین میں آیا ہے کہ آپ فتح مکہ میں یہ آیت پڑھ کر بتوں کو گرا رہے تھے اور باطل کو جو زہوق فرمایا مراد اس سے عام ہے اب یا پھر یا نفس کو ظہور نہ ہوا ہو پس باطل کا چند روز رہ جانا موجب شبہ نہ رہا (ربط) اوپر کفار کی مخالفات اور قرآن سے ان کے منتفع نہ ہونے کا بیان تھا اور اس کے ساتھ مومنین کا اس سے منتفع ہونا مذکور تھا آگے واذا انعمنا الخ میں کفار کی اس مخالفت اور عدم قبول کی علت کا کہ تکبر اور قسوت اور بے تعلقی حق تعالیٰ سے ہے بیان ہے اور قل کل الخ میں بعموم الفاظ کفار اور مومنین دونوں کے اعمال اور احوال کے تفاوت کی علت اور جزا اجمالاً مذکور ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۝

اور آدمی کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہو جاتا ہے

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰی سَبِيْلًا ۝

آپ فرما دیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر کام کر رہا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک رستہ پر ہو

۳ تفسیر:- واذا انعمنا سے سبیلا تک۔ اور (بعض) آدمی (یعنی کافر ایسا ہوتا ہے کہ اس) کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو (ہم سے اور ہمارے احکام سے) منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو (بالکل رحمت سے) نا امید ہو جاتا ہے (اور یہ دونوں امر دلیل ہیں اللہ سے بے تعلقی کے اور یہی بے تعلقی اصل سبب ہے ہدایت کی طرف متوجہ نہ ہونے کا اور حق میں غور نہ کرنے کا اور اسی سے کفر وغیرہ پیدا ہوتا ہے) آپ فرما دیجئے کہ (مومنین اور کفار اور اشرار و اخیار میں سے) ہر شخص اپنے طریقہ پر (جو کہ مقتضا اس کی عقل صحیح یا جہل قبیح کا ہے نیک یا بد) کام کر رہا ہے (اس میں اشارہ ہے علت کی طرف کہ عقل صحیح یا جہل قبیح اعمال خیر و شر کی علت ہے) سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک رستہ پر ہو (اور اسی طرح جو ٹھیک رستہ پر نہ ہو، ہر ایک کو اس کے موافق جزا دے گا یہ نہیں کہ بے دلیل شرعی جس کا دل چاہے اپنے کو ٹھیک رستہ پر سمجھنے لگے) (ربط) اوپر سے آیات عدیدہ میں رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کا معاملہ کہ مباحث متعلقہ رسالت سے ہے چلا آرہا ہے آگے بھی رسالت کے امتحان کے لئے جو آپ سے کفار نے سوال کیا تھا اس کا جواب ہے جیسا صحیحین میں ہے کہ یہود نے آپ سے امتحاناً روح کا سوال کیا اور نسائی اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہود کے مشورہ کے قریش نے یہ سوال کیا تھا اور اسی بنا پر اس آیت کے مکی و مدنی ہونے میں اختلاف ہو گیا کہ قریش تو مکہ میں تھے اور یہود کا سوال مدینہ میں تھا

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اور یہ لوگ آپ سے روح کو پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے

تفسیر:- ویسئلونک سے قلیلا تک۔ اور یہ لوگ آپ سے (امتحاناً) روح (کی حقیقت) کو پوچھتے ہیں آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ روح (کے متعلق بس اس قدر اجمالاً جان لو کہ وہ ایک چیز ہے جو) میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور (باقی اس کی مفصل حقیقت سو) تم کو بہت تھوڑا علم (بقدر تمہاری فہم کے اور وہ بھی صرف ضرورت کا) دیا گیا ہے (اور چونکہ اس کا علم

غرضیات سے نہیں ہے اور نہ تمہارے فہم میں آسکتا ہے اس لئے مخفی رکھا گیا) ف ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی روح کے متعلق سوال تھا جس سے انسان زندہ ہے کیونکہ جب مطلق روح بولتے ہیں یہی مفہوم ہوتی ہے اور جواب سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ نصوص میں اس کی حقیقت ظاہر نہ کرنے کی وجہ بتلائی ہے اور ضروری عقیدہ اس کے حدوث کا ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اب یہ امر کہ کسی دوسرے طریقہ سے اس کا انکشاف ہو سکتا ہے یا ہوتا ہے آیت اس کے اثبات و نفی دونوں سے ساکت ہے پس دونوں امر محتمل ہیں اور کوئی شق معارض نص کے نہیں اور یہاں جو علم کو قلیل فرمایا تو بہ نسبت علم الٰہی کے اور دوسری آیت میں جو علم کو خیر کثیر فرمایا تو بہ نسبت متاع دنیا کے پس دونوں میں تصادم نہیں رلیط اوپر وننزل من القرآن الخ میں تنزیل قرآن عموماً اور قل الروح الخ میں تنزیل جواب خصوصاً دال ہیں نبوت محمدیہ پر آگے ان علوم وحی کے ابقا سے احسان وتسلیہ کے ساتھ تقریر نبوت پر بھی دلالت ارشاد فرمائی جاتی ہے پس یہ مضمون بھی متعلق رسالت کے ہے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًاۙ

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کر لیں پھر اس کے لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا

مگر آپ کے رب ہی کی رحمت ہے بیشک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے

امتنان بعطاء وحی

تفسیر:- ولئن شئنا سے کبیرا تک۔ اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر ہم نے وحی بھیجی ہے سب سلب کر لیں (یعنی نہ خارج میں نہ ذہن میں کہیں نہ رہے) پھر اس (وحی) کے (واپس لانے کے) لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے مگر (یہ)
٦٨٤ آپ کے رب ہی کی رحمت ہے (کہ ایسا نہیں کیا) بیشک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے (مطلب یہ کہ آپ نبوت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کر کے خوش رہیے اور کسی کی مخالفت کا غم نہ کیجئے) رلیط اوپر خاص مضامین سے رسالت کی تقریر تھی اگلے مضمون اعجاز قرآن میں بھی اسی کی تقریر ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ہو جاویں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے

بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جاوے

اعجاز قرآن

تفسیر:- قل لئن سے ظہیرا تک۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ہو جاویں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جاوے (اور یہ اجتماع آثار ہے تو بدون مدد کے تو بدرجۂ اولیٰ عاجز رہیں گے گو اجتماع ظاہری کو تصمیم عزم میں پھر بھی دخل ہوگا پس اگر یا کمال اجتماع نہ ہو تو ادنیٰ سے بھی ادنیٰ درجہ میں عجز ہوگا ف شاید جن کا ذکر اس لئے کیا ہو کہ وہ جنات کی عبادت کرتے تھے مطلب یہ ہوگا کہ اگر تمہارے خدا بھی آجاویں تب بھی نہ بنا سکو اور یا یوں کہا جاوے کہ چونکہ جن بھی مکلف ہیں اس لئے ان کا ذکر کیا گیا۔
رلیط آگے آپ کی تقریر رسالت کے لئے قرآن کا کافی شافی ہونا اور کفار کا عناد کہ باوجود اس کے اس کو نہیں ملتے مذکور ہے اور اسی کے قریب اوپر کے مضامین ہیں۔

مطالبات کفار [illegible]

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے

تفسیر: ولقد سے کفورا تک. اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے۔ ربط آگے بھی تقریر رسالت کے لئے مشرکین کے ایک شبہ متعلقہ نبوت کا جواب ہے کہ انہوں نے محض براہ عناد کچھ بے سرو پا فرمائشیں کی تھیں اس شبہ کو آیت میں دفع کیا گیا ہے۔ اخرجہ ابن جریر عن ابن عباس کذا فی اللباب اور اوپر بھی تقریر رسالت کا مضمون تھا۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کردیں یا خاص آپ کیلئے کھجور انگوروں کا

نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا

کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کردیں یا جیسا آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ

كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا ۝ اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى

گرادیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے نہ لا کھڑا کردیں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان

۱۸۵ فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ

پر نہ چڑھ جاویں اور ہم تو آپ کے چڑھنے کا بھی کبھی باور نہ کریں جب تک کہ آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لادیں جس کو ہم پڑھ بھی لیں آپ

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں پیغمبر ہوں اور کیا ہوں

[illegible] جواب [illegible]

تفسیر: وقالوا لن سے رسولا تک. اور یہ لوگ (باوجود اس کے کہ اعجاز قرآن سے آپ کی نبوت ثابت ہوچکی ایمان نہیں لاتے بلکہ یوں) کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک آپ ہمارے لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کردیں یا خاص آپ کے لئے کھجور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کردیں یا جیسا آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرادیں (جیسا اس آیت میں ہے ان نشا نخسف بهم الارض او نسقط علیهم کسفا من السماء) یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے نہ لا کھڑا کردیں (کہ ہم کھلم کھلا دیکھ لیں) یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر ہمارے سامنے نہ چڑھ جاویں اور ہم تو آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا بھی کبھی باور نہ کریں جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لادیں جس کو ہم پڑھ بھی لیں (اور اس میں آپ کے آسمان پر پہنچنے کی تصدیق بطور رسید لکھی ہوئی ہو) آپ (ان سب خرافات کے جواب میں) فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں (مگر) پیغمبر ہوں اور کیا ہوں (کہ ان فرمائشوں کا پورا کرنا میری قدرت میں ہو پس بشریت کہ بالذات عجز کو مقتضی ہے متحقق ہے اور بالعرض قدرت کو کوئی امر مقتضی نہیں اور رسالت گو میری صفت ہے مگر وہ اس کو مقتضی نہیں اور اگر اس کو مقتضی کہا جاوے تو محض غلط ہے کیونکہ اس کا مقتضا صرف اس قدر ہے کہ کوئی دلیل صحیح سالم عن المعارض اس پر قائم ہو سو اس کو بارہا تم لوگوں کے سامنے پیش کرچکا ہوں اور اب تک اس پر کوئی قدح نہیں کیا گیا اس لئے بالعرض قدرت کو بھی

کوئی امر مقتضی نہ رہا پس ان آیات کو بشر یا رسول سے تو کوئی تعلق نہ رہا اب رہ گیا یہ امر کہ حق تعالیٰ نے باوجود عدم ضرورت کے ظاہر کر دیں سو اس کی حکمت کو وہ جانیں کسی کو اس فرمائش کا حق نہیں چنانچہ بعض حکمتیں معلوم بھی ہو گئی ہیں کہ فرمائش کے پورا ہونے پر ایمان نہ لاتے تو استیصال ہی ہو جاتا جیسا کئی بار گذر چکا ہے) ربط اوپر بعض شبہات متعلقہ رسالت کا جواب تھا آگے بھی بعض شبہات متعلقہ رسالت کا جواب ہے، وہ شبہ یہ تھا کہ رسول بشر نہ ہونا چاہیئے فرشتہ ہونا چاہیئے جواب کا حاصل یہ ہے کہ رسول اور مرسل الیہم میں مناسبت ضروری ہے اگر مرسل الیہم فرشتے ہوتے تو رسول بھی فرشتہ ہوتا جبکہ مرسل الیہم بشر ہیں تو رسول بھی بشر ہونا چاہیئے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا

اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ

کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان

لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝

پر آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے

تفسیر:۔ وما منع الناس سے رسولا تک۔ اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت (یعنی دلیل صحیح رسالت کی مثل اعجاز قرآن کے) پہنچ چکی (جس کا مقتضا یہ تھا کہ ایمان لے آتے) اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی (قابل التفات) بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے (بشریت اور رسالت میں تنافی سمجھی جس کے سبب یہ) کہا کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے (یعنی ایسا نہیں ہو سکتا) آپ (جواب میں ہماری طرف سے) فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے (رہتے) ہوتے کہ اس میں (مثل دیگر سکان ارض کے) چلتے بستے (اور بمقتضائے حکمت وتبدیل خاصیت ملکیت آسمانوں پر نہ جاتے) تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے **ف** اگر وسوسہ ہو کہ جب مناسبت کی ضرورت سے مجانست کی رعایت ہوتی تو پھر رسول کے پاس کہ بشر ہوتا ہے فرشتہ کیسے آتا ہے اور کیونکر فیض ہوتا ہے، جواب یہ ہے کہ رسول میں چونکہ شان ملکیت بھی ہوتی ہے اس لئے اس کو فرشتہ اور بشر دونوں سے مناسبت ہوتی ہے کہ فرشتے سے وحی لے کر بشر کو پہنچا دے بخلاف عوام بشر کے ان میں شان ملکیت کی نہیں ہوتی اس لئے مجانست شرط مناسبت ہے اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ اگر فرشتہ آدمی کی شکل میں بن کر آجاتا تو عوام کو بھی مناسبت ہو جاتی، اس کے دو جواب ہیں ایک تو وہ جو کہ سورۂ انعام کے رکوع اول کے آخر میں آیت ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا میں گذر چکا ہے دوسرا یہ کہ شکل بدلنے سے فرشتہ کی خاصیت نہیں بدلتی پھر بھی مناسبت نہ ہوتی اور اگر یہ وسوسہ ہو کہ پھر آپ کی بعثت جنات کی طرف کس طرح ہوئی جواب یہ ہے کہ آپ میں وصف جامعیت ہے اس لئے ان کو بھی آپ سے فیض ممکن ہے اور یمشون مطمئنین کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ان کو عروج کی اجازت ہوتی تو ارسال رسول کی ضرورت نہ ہوتی ربط اوپر قل لئن اجتمعت میں رسالت کی دلیل قطعی کا اور بعد کی آیتوں میں اس کے متعلق شبہات کے جوابوں کا بیان تھا چونکہ معاندین ان پر بھی نہیں مانے اس لئے آگے آخری خطاب اور اس کے ساتھ قیامت کے روز وعید عذاب اور اس کے ضمن میں قیامت کے متعلق شبہ کا جواب ارشاد ہے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا خوب دیکھتا ہے

۴ جواب بعض شبہات متعلقہ رسالت

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۗ وَ

اور اللہ جس کو راہ پر لادے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کردے تو خدا کے سوا آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے

نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۗ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ كُلَّمَا

اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا گونگا بہرا کرکے منہ کے بل چلاویں گے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ

خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا

جب ذرا دھیمی ہونے لگیگی تب ہی ہم ان کیلئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں کہا

عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

تھا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کرکے اٹھائے جاوینگے۔ کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا

نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کردے اور ان کے لئے ایک میعاد معین

رَيْبَ فِيْهِ ۗ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

کر رکھی ہے کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں اس پر بھی بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے

تفسیر:۔ قل کفٰی باللہ سے کفورا تک۔ (جب یہ لوگ باوجود قیام ادلہ و دفع شبہات کے بھی نہیں مانتے تو) آپ (اخیر بات) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالےٰ میرے اور تمہارے درمیان (کے اختلاف میں) کافی گواہ ہے (یعنی خدا جانتا ہے کہ میں واقع میں رسول ہوں تم نہیں مانتے مت مانو ایک روز بھگتو گے کیونکہ) وہ اپنے بندوں (کے احوال) کو خوب جانتا خوب دیکھتا ہے (تمہارے عناد کو بھی دیکھتا جانتا ہے تم کو اس کی سزا دیگا) اور (واقعی بات یہ ہے کہ) اللہ جس کو راہ پر لادے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کردے تو خدا کے سوا (جتنے ہیں جن کی مدد کا ان کو بھروسہ ہے ان میں سے) آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے (اور خدا کی مدد سے بوجہ کفر کے محروم رہے یعنی جب تک خدا کی طرف سے دستگیری نہ ہو نہ ہدایت ہو سکتی ہے نہ عذاب سے بچ سکتا ہے چنانچہ یہ لوگ باوجود اجتماع اسباب ہدایت کے بوجہ مخذول ہونے کے ہدایت تک نہ پہنچ سکے) اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا گونگا بہرا کرکے منہ کے بل چلائیں گے (پھر) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے (اور وہاں کے شدت عذاب کی یہ کیفیت ہوگی کہ) وہ (یعنی اس کی آگ) جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی ہم ان کے لئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور (ہڈیاں بھی کیسی کہ) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کرکے (قبروں سے) اٹھائے جاویں گے کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر (بدرجہ اولیٰ) قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کردے اور (منکرین کو شاید یہ وسوسہ ہو کہ ہزاروں مر گئے مگر اب تک یہ وعدہ بعث عام کا پورا ہوا نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) ان کے (دوبارہ پیدا کرنے کے) لئے ایک میعاد معین کر رکھی ہے کہ اس (میعاد کے آنے کے وقت دوبارہ پیدا کرنے) میں ذرا بھی شک نہیں اس پر بھی بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے (ربط اوپر کفار کا آپ کی نبوت پر انکار کرنا اور آپ سے عداوت رکھنا مذکور ہوا ہے آگے بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ اگر نبوت تمہارے اختیار میں ہوتی تم تو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیتے مگر وہ تو فضل خاص خدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے تمہاری کراہت و عداوت مانع نہیں ہو سکتی نیز اس سے ان کے اس قول کا جواب بھی نکل آیا

جو کہا کرتے تھے لولا نزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم جس کا جواب اس جگہ ان لفظوں میں دیا ہے اہم یقسمون رحمت ربک پس دونوں آیتوں کا مضمون قریب قریب ہو گیا چنانچہ یہاں بھی لفظ رحمت مذکور ہے جس کی تفسیر نبوت ہے۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مختار ہوتے تو اس صورت میں تم خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور ہاتھ روک لیتے اور آدمی ہے بڑا

تفسیر:- قل لو سے قتورا تک۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) کے خزانوں (یعنی کمالات) کے مختار ہوتے (کہ جس کو چاہتے دیتے جس کو چاہتے نہ دیتے جیسا تمہارے بیجا تحکمات سے مترشح ہوتا ہے مثلاً یہ کہنا لولا نزل الخ اور مثلاً اقتراح آیات اور مثلاً دعویٰ منافات بشریۃ و نبوت) تو اس صورت میں تم (اس کے) خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور ہاتھ روک لیتے (یعنی کبھی بھی کسی کو نہ دیتے باوجودیکہ وہ چیز ایسی ہوتی کہ دینے سے بھی نہ گھٹتی مگر خود اس کے دینے ہی کو مثل خرچ کرنے کے سمجھ کر کسی کو بھی نہ دیتے جیسے بعض لوگ علم کی بات غایت بخل سے نہیں بتلایا کرتے) اور آدمی ہے بڑا تنگدل (کہ ایسی نہ گھٹنے والی چیز کے عطا کرنے سے بھی دریغ کرتا ہے جس کی وجہ بخل و عداوت نبویہ کے ساتھ یہ بھی شاید ہوتی کہ اگر کسی کو نبی بنا لیا تو پھر پابندی احکام کرنا پڑے گی جیسے اتفاق کر کے کسی کو بادشاہ قرار دے لینے پر یہی امر مرتب ہوتا ہے) ربط اوپر رسالت محمدیہ اور دلیل رسالت یعنی اعجاز قرآن کا اثبات اور عناد کفار کا بیان تھا آگے بطور تنظیر کے رسالت موسویہ اور معجزات موسویہ کا ذکر اور عناد فرعون کا بیان ہے جس سے آیات مقترحہ کے عدم ظہور کی حکمت بھی مفہوم ہو گئی کہ یہ مثل فرعون کے ضرور انکار کرتے اور مستوجب عذاب ہوتے اور تسلیہ کے لئے عناد فرعون کا اور صبر بنی اسرائیل کا انجام مذکور ہے تاکہ ان معاندین کے انجام کو اس پر قیاس کر لیا جاوے اور مسلمانوں کو استقلال سہل ہو اور نظیر مذکور کا بیان کر کے آیت و بالحق انزلناہ الخ سے پھر اصلی
٦٨ مدعا یعنی تحقیق تقریر رسالت و دلیل رسالت کی طرف عود ہے اور قل آمنوا الخ میں تسلیہ کے لئے عدم مبالاۃ کی تصریح ہے پس تمام تر کلام سے مقصود تحقیق رسالت ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ

اور ہم نے موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے جبکہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھئے تو فرعون نے

اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ

ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے موسیٰ نے فرمایا تو خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص آسمان اور زمین کے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ فَاَرَادَ اَنْ

پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے لئے ذرائع ہیں اور میرے خیال میں ضرور تیری کمبختی کے دن آگئے ہیں پھر اس نے چاہا کہ

يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۙ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ

بنی اسرائیل کا اس سرزمین سے قدم اکھاڑ دے سو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو

اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝

کہہ دیا کہ تم اس سرزمین میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آ جاوے گا تو ہم سب کو جمع کر کے حاضر لا کریں گے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواجۂ بزرگ
حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ

تمہید

(از حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری)

حضرت خواجہ بزرگؒ دنیائے اسلام کے ان بزرگوں میں سے ہیں جن کی ذاتِ گرامی سے اسلام اور مسلمانوں کو غیر معمولی تقویت حاصل ہوئی ہے، اور جن کی تبلیغی مساعیٔ جمیلہ نے ہندوستان کو سوادالاسلام بنایا ہے۔

ایسے جلیل القدر بزرگ کے حالات کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیئے، اور خدا کا شکر ہے کہ مسلمان اہل قلم حضرات نے اس جانب کافی توجہ کی ہے اور بلا مبالغہ سیکڑوں کتابیں حضرت خواجۂ بزرگ کے حالات میں لکھی جا چکی ہیں۔

رسالہ پیشوا کے خواجہ غریب نواز نمبر کے لئے جب مجھ سے یہ خواہش کی گئی کہ میں حضرت خواجہؒ کے صحیح و مستند حالات مرتب کر دوں تو مجھ کو ایسی کی ان کتابوں پر نظر ڈالنی پڑی جو حضرت خواجۂ بزرگ کے حالات میں لکھی گئی ہیں۔ بیسیوں کتابیں دیکھیں اور بہت سے مختصر رسالے بھی نظر سے گذرے، لیکن ان سے مجھ کو کوئی معقول فائدہ حاصل نہ ہو سکا۔

مجھ کو افسوس کے ساتھ اس موقع پر یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ حضرت خواجۂ بزرگؒ کے حالات میں جو کتابیں میری نظر سے گذری ہیں، ان کا زیادہ حصہ رطب و یابس حالات اور غیر مستند روایات پر مشتمل ہے، اور صرف چند ہی کتابیں ایسی ہیں جن سے اس کام میں مجھ کو کچھ مدد مل سکی ہے۔

مشرقی علوم و فنون کی ترقی کے زمانہ میں اگرچہ فن تاریخ نے کافی ترقی حاصل کی تھی، اور بہت سی بلند پایہ کتابیں وجود میں آئی تھیں، لیکن اس کے حصہ سوانحات نے اس دور میں کوئی ترقی نہیں کی اور معتقدات نے اس حصہ میں ایسے اجزاء شامل کر دیئے جن کو نہ تو سوانحات سے کوئی خاص تعلق تھا اور نہ وہ اس شخص کی حقیقی عظمت کو ظاہر کرتے تھے۔

سوانحات میں سالکان طریقت کے حالات میں معتقدات کا جتنا حصہ شامل ہے، اتنا غالباً صحیح واقعات کا نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ معتقدین کے سوا اس سلسلہ کی کتابوں کو بہت کم لوگوں نے ہاتھ لگایا، اور اہل علم طبقہ میں ان کی زیادہ قدر نہ ہوئی۔ حالانکہ ان بزرگوں کے صحیح حالات کا مطالعہ اس قدر مفید اور ضروری ہے کہ کسی مسلمان کو اس سے چارہ نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس دور انحطاط میں ان کا مطالعہ ضروریات زندگی میں سے ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ بزرگان دین کے حالات کو غور اور توجہ سے پڑھے۔ اور ان سے اپنی زندگی کے لیے سبق حاصل کرے۔

17

بزرگان طریقت کے صحیح و مستند حالات کا جو سلسلہ میں مرتب کرنا چاہتا ہوں، غالباً ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے خداوند تعالٰی جس وقت اس کی توفیق مرحمت فرمائے گا اس کو مرتب کروں گا، اور کافی تحقیقات اور غور و خوض کے بعد مرتب کروں گا سر دست، اس مختصر مضمون سے میں آج اس سلسلہ کی ابتدا کرتا ہوں۔

ارادہ تھا کہ حالات لکھنے سے پہلے ولایت کے معنی و مفہوم کی دل نشین بحث لکھوں، اور یہ بتاؤں کہ ولایت حقیقت میں کیا چیز ہے، اور اس کے کتنے درجات ہیں۔ لیکن اس مختصر مضمون میں میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس بحث کو کسی دوسرے وقت پر اٹھا رکھتا ہوں۔ اور چند ضروری باتیں حوالہ قلم کر کے حالات کا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔

مقدمہ

بزرگانِ طریقت کے حالات کا مطالعہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ چند ضروری باتیں معلوم کر لی جائیں، تاکہ انہی کی روشنی میں جناب تذکرہ کی زندگی کی حقیقت نظر کے سامنے رہے۔

ولایت بزرگانِ طریقت کے اکابر کو ولی اللہ (خدا کا دوست) کہا جاتا ہے۔ اہلِ تصوف نے ولایت کے درجات مقرر کئے ہیں، اور یہ بھی بتایا ہے کہ ولی اللہ حقیقت میں کس شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اصطلاحاتِ تصوف کی الجھنوں میں ہم کو پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خداوند بزرگ و برتر کے کلام پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور یہ بتلاتے ہیں کہ خدا کی نظر میں خدا کا دوست کون ہے؟

سورۂ بقرہ رکوع ۳۴ میں ارشاد ہوا ہے:-

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور — اللہ ایمان لانے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور ان کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر نور (اسلام) کی طرف لاتا ہے۔

سورۂ آل عمران رکوع ۷ میں ارشاد ہوا ہے:-

18 واللہ ولی المومنین — خداوند تعالےٰ مومنوں کا دوست ہے

سورۂ جاثیہ رکوع ۲ میں ارشاد ہوا ہے۔

واللہ ولی المتقین — اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے

قرآن مجید میں اس قسم کی بہت سی آیات ہیں اور تقریباً ان سب کا مفہوم یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ مومنوں اور پرہیزگاروں کا دوست ہے۔

مومن اور پرہیزگار کون لوگ ہیں۔

وہ لوگ جو ایمان و اسلام کی تمام باتوں پر پورا پورا عمل کرتے ہیں یعنے جن امور کا خداوند تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ ان کو خوبی کے ساتھ پوری طرح ادا کرتے ہیں۔ اور ان کی ادائیگی میں ذرہ برابر غفلت و سستی نہیں کرتے اور جن امور سے خداوند تعالےٰ نے منع فرمایا ہے ان کی جانب توجہ بھی نہیں کرتے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مومن اتقا اور پرہیزگاری میں جتنا بڑھا ہوا ہوگا، اتنا ہی اس کو خداوند تعالےٰ سے قرب حاصل ہوگا اور پرہیزگاری میں جتنی کمی ہوگی، اتنی ہی قربت میں دوری ہوگی۔

واقعہ یہ ہے کہ ولایت کامل حقیقت میں انتہائی پرہیزگاری کا نام ہے۔ چنانچہ آیات ذیل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

۱- ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم — تم میں سے خدا کی نظر میں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو انتہا درجہ کا پرہیزگار ہے۔

۲- ان اولیاؤہ الا المتقون — خدا کے دوست (یا متولی) صرف پرہیزگار ہیں۔

۳- لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم — خدا کے پاس نہ تو قربانی کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے

حضور صلعم کا ارشاد ہے:-

الناس کلھم بنو آدم وآدم من تراب لا فضل لاحد علی احد الا بالدین والتقویٰ — تمام آدمی آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں اس لئے کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں البتہ دین اور پرہیزگاری کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔

ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر مومن اور پرہیزگار خدا کا دوست ہے، اور ایمان و تقویٰ میں انسان کا درجہ جتنا بلند ہوگا اتنی ہی اس کو عظمت و بزرگی حاصل ہوگی۔

قرآن و حدیث کے بتائے ہوئے معیار پر اولیاء اللہ کو جانچئے اور ان کی عظمت و بزرگی کا فیصلہ آسانی سے کیجئے۔ تصوف کی الجھنوں اور اصطلاحات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

خواجہ بزرگ رح کے حالات پڑھو، آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اوامر و نواہی کی پابندی، اور زہد میں گذرا ہے۔ اور ولی اللہ میں جو باتیں ہونی چاہئیں، وہ بدرجہ اتم آپ کی زندگی میں موجود ہیں۔

ولی معصوم نہیں ہوتا ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ ولایت کے مراتب مختلف ہیں، جو مومن جس قدر زیادہ تقویٰ اختیار کرے گا یعنی اوامر و نواہی باری تعالےٰ پر پورا پورا عمل کرے گا، اسی قدر اس کی ولایت کا مرتبہ بلند ہوگا اور جس قدر اس معاملہ میں کمزور ہوگا، اسی قدر اس کی ولایت کمزور ہوگی۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ ولی معصوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ایک پرہیزگار میں دس باتیں اچھی ہوں، اور ایک بری ہو تو اس بری بات کی وجہ سے اس کی ولایت میں کوئی فرق نہیں آئیگا اس لئے کہ بے عیب خدا کی ذات ہے۔ اور انسان عیب سے خالی نہیں ہے۔

علمائے حق کی رائے ہے کہ اگر کسی ولی، نبی یا پرہیزگار

میں اکثر وہ میں شریعت کے موافق پائی جائیں، اور ایک بات شریعت کے خلاف ہو تو اس ایک بات کی وجہ سے ان کے زہد پر طعن نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ تقوے کے خلاف کہا جا سکتا ہے۔

ولی کا صاحب کرامت ہونا ضروری نہیں

انبیاء علیہم السلام کو خدا کی طرف سے اس لئے معجزات عطا ہوتے تھے کہ معجزات کے ذریعہ بندوں کی ہدایت مقصود تھی۔ لیکن ولی کے لئے کرامت ضروری نہیں اس لئے کہ کرامت پر ولایت نہ تو موقوف ہے، اور نہ ولی کے لئے کرامت کے ذریعہ ولایت کا یقین دلانا ضروری ہے۔

ان الفاظ سے ہمارا مقصود یہ نہیں ہے کہ اولیاء اللہ سے کرامت کا صدور ناممکن ہے، یا کرامت ان سے ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ کرامت ولایت کی علامت نہیں ہے ولی اللہ سے کرامت کا صدور ممکن ہے۔ اور بعض اکابر اولیاء سے کراماتوں کا صدور ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلا باب

ابتدائی حالات

حضرت خواجہ بزرگ اولیاء اللہ میں خاص شان رکھتے ہیں۔ کمالات علمی و روحی اور مجاہداتِ نفسی میں آپ کا درجہ نہایت بلند ہے۔ آپ کے صوری و معنوی کمالات میں سب سے بڑا کمال وہ تبلیغی مساعی ہیں، جن کی بدولت ہندوستان نورِ اسلام سے روشن ہوا اور شرک و کفر کی وہ تاریکی جو صدہا سال سے اس پر چھائی ہوئی تھی آپ کی قوت ولایت سے دور ہوئی۔ آپ کی انہیں خدمات اور مساعی کے سبب آپ کو سلطان الہند، ہندالولی[ع] اور وارث النبی فی الہند کہتے ہیں۔

پہلی فصل ـــــ خاندان پیدائش

حضرت خواجہ بزرگ صحیح النسل سادات حسینی سے ہیں اور صرف چندہ واسطوں سے آپ کا نسب حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مل جاتا ہے۔ اور بعض اشخاص نے لکھا ہے کہ آپ کا نسب نامہ گیارہ واسطوں سے اور بعض کے نزدیک اس سے بھی کچھ کم واسطوں سے حضرت علیؓ سے مل جاتا ہے۔

جو نسب نامے تاریخوں، سوانحات اور تذکروں میں ملتے ہیں، ان کو ہم یہاں درج کئے دیتے ہیں۔ تاریخی تحقیقات سے ان میں سے کسی ایک نسب نامے کی صحت کا فیصلہ کرنا طوالت کو چاہتا ہے۔ یہ فرض کسی دوسرے موقع پر ادا کیا جائے گا۔

نسب نامہ حضرت خواجہ بزرگ کے والد ماجد خواجہ غیاث الدین تھے، ان کے والد سید حسین احمد، ان کے والد سید طاہر، ان کے والد سید ابراہیم، ان کے والد سید مہدی، ان کے والد امام حسن عسکریؓ، ان کے والد امام علی نقیؓ، ان کے والد امام محمد تقیؓ، ان کے والد امام علی رضاؓ، ان کے والد امام موسیٰ کاظمؓ، ان کے والد امام جعفر صادقؓ، ان کے والد امام محمد باقرؓ، ان کے والد امام زین العابدینؓ، ان کے والد حضرت امام حسینؓ اور ان کے والد حضرت علیؓ تھے۔

اس نسب نامہ میں حضرت خواجہ بزرگ رح صرف پانچ واسطوں سے امام حسن عسکریؓ سے جا ملتے ہیں۔

دوسرا نسب نامہ یہ ہے، حضرت خواجہ بزرگؒ کے والد غیاث الدین احمد، ان کے والد سید احمد حسن سنجری، ان کے والد سید حسین احمد، ان کے والد سید حسین احمد، ان کے والد سید نجم الدین طاہر، ان کے والد سید خواجہ عبدالعزیز حسینی، ان کے والد سید محمد مہدی، ان کے والد امام [illegible]۔

اس نسب نامہ میں حضرت خواجہ بزرگ کا سلسلہ سات واسطوں سے حضرت امام حسن عسکریؓ سے ملتا ہے یعنی اس میں سید غیاث الدین اور سید حسین احمد کے درمیان ایک اور واسطہ سید احمد حسن کا بتایا گیا ہے۔ اور سید طاہر کے بعد ایک واسطہ کی زیادتی اور ناموں میں فرق پایا جاتا ہے۔

تیسرا نسب نامہ یہ ہے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ کے والد سید غیاث الدین حسن، ان کے والد سید کمال الدین حسین، ان کے والد سید نجم الدین طاہر، ان کے والد سید عبدالعزیز، ان کے

ع ہندالولی کی ترکیب بلحاظ عام محاورات کے خلاف ہے بعض اصحاب نے اس کی توجیہ یوں کی ہے، کہ اگرچہ خواجہ بزرگ رح تمام دنیا کے ولی تھے لیکن انکسار کے سبب جو فقراء کا خاصہ ہے صرف ہندوستان کا ولی کہا گیا ہے۔ اور مراد اس سے ولی جہان ہے بعض کہتے ہیں کہ ہندوستان چونکہ تمام ولایات و ممالک کا سرتاج ہے، اس لئے ہندالولی سے مراد سارا جہان ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ ہندالولی سے مراد اگرچہ ولی ہند ہے، اور صحیح ترکیب ولی ہند ہی ہے لیکن ہند کو ولی پر اس لئے مقدم کر دیا گیا ہے کہ اس سے حصر پیدا ہو جائے۔ یعنے ہندالولی سے مراد یہ ہے کہ ساری دنیا کے ولی صرف خواجہ بزرگ ہی تھے اور سارے جہان کی اس ولایت سے مراد قطبیت ہے۔ یعنے حضرت خواجہ بزرگؒ قطب عالم تھے۔ اور قطب از جا نمی جنبد کی مثل مشہور ہے مطلب یہ ہوا کہ خواجہ بزرگ زمین کے سب سے بڑے قطب تھے بعض کہتے ہیں ہندالولی میں ہندل ایک لفظ ہے اور ولی دوسرا۔ ہندل کے معنی بڑا ہندوستان، اس زمانہ میں چونکہ ہندوستان مختلف حصوں میں منقسم تھا، اور جدا جدا ملکوں میں بٹا ہوا تھا، اس لئے ہند سے مراد صرف ایک علاقہ یا ایک حصہ لیا جاتا تھا ہندل سے اس کی عظمت کو بڑھایا گیا، اور مراد اس سے ہندوستان یا جہان کا سارا حصہ لیا گیا۔ یہ توجیہات کہاں تک درست ہیں، اس کا فیصلہ ناظرین کے ذوقِ سلیم پر چھوڑا جاتا ہے۔

۱۲ مولف

والد حضرت ابراہیمؒ، ان کے والد امام علی رضاؒ، ان کے والد امام موسیٰ کاظمؒ، ان کے والد امام جعفر صادقؒ، ان کے والد امام محمد باقرؒ، ان کے والد امام زین العابدینؒ، ان کے والد حضرت امام حسینؓ اور ان کے والد حضرت علیؓ تھے۔

اس نسب نامہ میں ناموں کا اختلاف ہے، اور سب سے بڑی چیز جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ اس میں حضرت امام حسن عسکریؒ کا نام نہیں آتا۔

قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ پہلا نسب نامہ قرین صحت و صواب ہے۔ اور اکثر مورخین نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ اگر ائمہ اثنا عشر کی اولاد کی تحقیقات کی جائے تو بہت تھوڑی محنت سے خواجہ بزرگ کے نسب نامہ کی تحقیق ہو سکتی ہے۔

پیدائش قرین قیاس اور تقریباً صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ ۱۴۔ رجب المرجب روز دو شنبہ ۵۳۶ھ کو سنجر یا سنجرستان میں پیدا ہوئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ۹ جمادی الثانی ۵۳۳ھ کو پنجشنبہ کے دن پیدا ہوئے۔ بعض کا خیال ہے، حضرت خواجہ بزرگ اصفہان میں پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ بزرگ کی پیدائش کے وقت ممالک اسلامیہ کی حالت یہ تھی کہ بغداد کی عباسی خلافت مضمحل ہو چکی تھی۔ خاندان خلافت میں عام خلفشار تھا۔ اور ترک سرداروں نے ملک پر قبضہ کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ خلافت کے مقبوضات میں بہت سی چھوٹی بڑی خود مختار حکومتیں قائم ہو گئی تھیں۔

اس وقت بغداد کے تخت خلافت پر المقتفی لامر اللہ جلوہ فرما تھا۔ جس نے ۲۴ سال تک بغداد پر حکومت کی تھی۔ اس خلیفہ کے عہد میں ملک کا وہ اتحاد اور نظم و نسق ابتری کی صورت میں تبدیل ہو گیا تھا، جس کو آل سلجوق نے قائم و مرتب کیا تھا، اور ملک کے بہت سے حصوں پر ترک سردار قابض ہو کر خود مختار ہو گئے تھے۔

المقتفی لامر اللہ کے عہد حکومت میں مقبوضات خلافت کے اندر جا بجا خود مختار حکومتیں قائم ہوئیں، ان میں دولت اتابکیہ قابل ذکر ہے۔ اس حکومت کے بانی خاندان سلجوق ہی سے تھے۔ اور یہ حکومت مختلف ناموں سے مختلف مقامات پر قائم تھی۔ مثلاً خاندان خوارزم کے نام سے خوارزم میں۔ خوارزم شاہ اتابک تسنر حکمران تھا اور اسی حکومت نے خراسان کی دولت سلجوقیہ کا خاتمہ کیا تھا۔

دوسری حکومت دولت اتابکیہ تھی۔ جو مقامات کیفا اور دیار بکر میں قائم تھی۔ تیسری حکومت اتابکیہ دمشق تھی جس کا خاتمہ آل زنگی نے کیا تھا۔ چوتھی حکومت موصل میں تھی۔ حضرت خواجہ بزرگ کی پیدائش کے وقت اتابکی حکومتیں صرف یہی تھیں۔ بعد کو ان میں اضافہ ہوا اور شام و سنجر وغیرہ کے علاقوں میں اور بہت سی حکومتیں قائم ہو گئیں۔

افغانستان کے علاقوں میں اور ہندوستان کے بعض مقامات پر بھی چھوٹی چھوٹی اسلامی سلطنتیں قائم تھیں۔ اور ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کا سلسلہ جاری تھا۔

دوسری فصل ——— تعلیم و تربیت

حضرت خواجہ بزرگ کے ایام طفولیت میں آپ کے مقام پیدائش سنجر یا سنجرستان کا انتظام ترک سرداروں کے ہاتھ میں تھا۔ اور بعض مورخین کا بیان ہے کہ سنجر کا علاقہ خوارزم کی حکومت میں شامل تھا۔ ملک کے اندر امن و امان تھا، اور ہر قسم کی آسائش حاصل تھی۔ اسی عہد میں حضرت خواجہ بزرگ نے والدین کے سایۂ عاطفت میں تربیت حاصل کی اور سن شعور کو پہنچنے پر تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔

کسی مستند ذریعہ سے معلوم نہیں ہوا کہ حضرت خواجہ بزرگ کی ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا۔ ممکن ہے اس زمانہ کے دستور ۲۱
کے مطابق محلے کے مکتب میں آپ کو پڑھایا گیا ہو، یا آپ کے والد ماجد نے جو ایک ذی علم بزرگ تھے، خود تعلیم دی ہو گی۔

بعض سوانح نگار اصحاب نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ اپنی عمر کی ابتدائی منزلیں طے کر رہے تھے کہ علاقہ سنجر میں تاتاریوں کا فتنہ رونما ہوا۔ اور سنجر کا حکمران تاتاریوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ حضرت خواجہ بزرگ کے والد ماجد نے فتنہ و فساد سے محفوظ رہنے کے لئے سنجر کی سکونت ترک کر دی اور خراسان میں اقامت اختیار کی۔

ہمارے خیال میں یہ روایت قرین قیاس نہیں ہے۔ اس لئے کہ خلافت کے ایرانی مقبوضات میں تاتاریوں کے فتنہ کی ابتدا ۶۱۲ھ میں ہوئی ہے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ کی ابتدائی زندگی کا تعلق ۵۳۶ھ سے ۵۵۱ھ تک رہا ہے۔ ممکن ہے تاتاری فتنہ سے مراد صاحب تذکرہ کی خوارزم شاہ اور اس کی اولاد کا فتنہ مراد ہو جنہوں نے ممالک محروسہ پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے انتہائی تشدد اختیار کر رکھا تھا۔ اور مخالفوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے میں ان کو ایک لمحہ کے لئے بھی تامل نہ ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں خوارزم کے علاقہ پر جس میں غالباً سنجر بھی شامل تھا خوارزم

شاہ کا بیٹا حکمراں تھا۔ ممکن ہے سنجر کے باشندوں یا وہاں کے حاکم سے کوئی مخالفانہ فعل سرزد ہوا ہو اور خوارزم شاہ کے بیٹے نے سنجر کو تباہ و برباد کرا دیا ہو اور حضرت خواجہ بزرگ کے والد ماجد سنجر سے ترک وطن کرکے خراسان چلے گئے ہوں جہاں اس زمانہ میں سلطان سنجر کی اولاد حکمراں تھی۔

خراسان کا بادشاہ خاندان سلجوق کی یادگار سلطان سنجر تھا۔ جس کے عہد میں حضرت خواجہ بزرگ اور ان کے والد ماجد عیش و آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے کہ ملک میں پھر ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ممکن ہے یہ فتنہ فرقہ باطنیہ کا پیدا کردہ ہو، جو اس زمانہ میں اس علاقہ کے اندر ہر جگہ پھیلا ہوا تھا اور جس نے معقول طاقت حاصل کر لی تھی۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس علاقہ میں باطنی فرقہ نے مصر میں فاطمی خلافت قائم ہوجانے کے بعد اپنی تحریک کو فروغ دیا تھا اور بہت تھوڑے عرصہ میں ان کی یہ تحریک کامیاب ہوگئی تھی۔ اس علاقہ کا داعی اکبر احمد بن عبدالملک بن عطاش تھا جس نے اپنی طاقت سے قہستان اور طبس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا اور کئی قلعے پہاڑوں پر بنا لیے تھے۔ ان لوگوں نے قرب حاصل کرکے امرا، وقت اور علماء عصر کو فریب سے قتل کرنا شروع ۲۲ کیا اور بہت سے بڑے بڑے سرداروں، افسروں، وزیروں اور علماء کو قتل کر ڈالا۔ ممکن ہے خراسان میں بھی انہیں لوگوں نے فتنہ برپا کیا ہو۔

عام روایت یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ پانچ چھ سال کی عمر میں سنجر سے خراسان آئے۔ اور تیرہ سال کی عمر تک اس علاقوں کے عام فتنوں میں خاموشی کے ساتھ تعلیم و تربیت حاصل کی۔

اس زمانہ میں ابتدائی تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ محلوں میں مکاتب و مدارس قائم تھے، اور انہیں میں بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم حضرت خواجہ بزرگ نے انہیں مدارس میں حاصل کی اور علوم و فنون مروجہ میں مناسب دستگاہ حاصل کرلی۔

خراسان اس زمانہ میں علوم و فنون کا مرکز خیال کیا جاتا تھا، اور بڑے بڑے علماء وہاں درس دیتے تھے۔ جن میں امام الحرمین ابو المعالی خاص عظمت رکھتے تھے۔ ممکن ہے حضرت خواجہ بزرگ کو آپ کے حلقۂ درس میں بھی شامل ہونے کا موقع ملا ہو۔

تیسری فصل ——— علوم و فنون کی تکمیل

مورخین کا بیان ہے کہ صحیح روایت کے بموجب حضرت خواجہ بزرگ کے والد ماجد سید غیاث الدین احمد نے ۵۵۱ھ میں انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی کیونکہ آپ ۵۳۶ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ بعض اصحاب نے خواجہ بزرگ کے والد کا سن وفات تو یہی لکھا ہے لیکن حضرت خواجہ کی عمر ۱۱ یا ۱۴ سال بتائی ہے، جو قطعاً غلط ہے۔

حضرت خواجہ بزرگ کو باپ کے ترکہ میں سے ایک سرسبز و شاداب باغ اور ایک پن چکی ملی تھی، حضرت خواجہ صاحب نے انہیں کو ذریعہ معاش قرار دیا، اور باغ کی نگہداشت خود کرنے لگے۔

حضرت خواجہ ایک روز باغ میں تشریف فرما تھے کہ ایک مجذوب تشریف لائے، جن کا نام ابراہیم تھا اور قندوز کے رہنے والے تھے۔ یہ مجذوب کہیں قرب و جوار میں پڑے رہتے تھے اور مخلوق خدا سے بے تعلق تھے۔ وہ باغ میں تشریف لائے تو حضرت خواجہ بزرگ نے ان کی تعظیم کی اور ان کو صاف ستھری جگہ پر بٹھا کر پھر انگور کے خوشے توڑ کر لائے اور پیش کئے۔ ابراہیم قندوزی حضرت خواجہ رح کی اس خاطر و مدارات سے بہت خوش ہوئے جیب سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکال کر اپنے دانتوں سے اس کا ایک حصہ توڑ کر اور چبا کر حضرت خواجہ کے منہ میں ڈال دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت خواجہ کو دنیا سے نفرت ہوگئی۔ قلب روشن ہوگیا۔ اور ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی جس نے آپ کو طریقت کی راہ پر ڈال دیا۔

منقول ہے کہ ابراہیم قندوزی تو اپنا کام کرکے چلے گئے لیکن حضرت خواجہ بزرگ کو اضطراب میں مبتلا کرگئے۔ اور اس اضطراب کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند روز میں حضرت خواجہ نے اپنی املاک (باغ اور پن چکی) کو فروخت کر ڈالا، اور اس سے جو زر نقد حاصل ہوا اس کو فقراء و مساکین پر تقسیم فرما دیا۔

معاشی تعلق خاطر سے نجات حاصل کرکے حضرت خواجہ رح نے خراسان کو خیرباد کہا اور سیر و سیاحت کے ارادہ سے سمرقند و بخارا کی جانب روانہ ہوگئے۔

مورخین اور تذکرہ نویسوں نے حضرت خواجہ بزرگ کی سیر و سیاحت کے جو حالات حوالۂ قلم کئے ہیں، انھوں نے واقعات کے تقدم و تاخر کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ بعض نے بغداد کے واقعات اور حضرت غوث اعظم سے ملاقات کے حالات کو اول بیان کیا ہے۔ اور بعض نے آخر میں۔ واقعات کے اس خلط ملط نے بعض مشکلات پیدا کردی ہیں، جن کا ذکر اس موقع پر مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے۔

ہم نے حضرت خواجہ بزرگ رح کی سیر و سیاحت کے حالات لکھنے میں مناسب ترتیب کو اختیار کیا ہے! اور کوشش کی ہے کہ ترتیب میں کوئی الجھن واقع نہ ہو۔

یہ واقعہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رح خراسان سے بخارا تشریف لے گئے اور علوم ظاہری کی تکمیل کو مقدم خیال کر کے حضرت مولانا حسام الدین کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اس وقت حضرت خواجہ رح کی عمر سولہ سترہ سال کی تھی۔ عام روایات سے معلوم ہوا ہے کہ چھبیس سال کی عمر تک حضرت خواجہ رح علوم ظاہری کی تکمیل میں مشغول رہے۔ اور اسی اثنا میں کلام مجید بھی حفظ کیا۔

چوتھی فصل ——— خواجہ عثمان ہارونی رح سے بیعت

تکمیل علوم و فنون ظاہری کے بعد حضرت خواجہ بزرگ رح پر پھر وہ کیفیت طاری ہوا، جو ابراہیم قندوزی کے کھلی کے ٹکڑے نے طاری کیا تھا اور آپ اپنے باطن کو آراستہ کرنے کے لئے کاملین وقت کی تلاش میں روانہ ہوئے۔

اس زمانہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح طریقت کے کاملین میں مشہور تھے، اور قطب وقت مانے جاتے تھے حضرت خواجہ بزرگ رح بخارا سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے، اور بغداد پہنچ کر حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح حضرت جنید بغدادی رح کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت خواجہ بزرگ رح آپ کو تلاش کرتے ہوئے مسجد میں پہنچے، اور پہلی ہی ملاقات میں مرشد کامل نے قابل مرید کو سلوک کی منزلیں طے کرادیں۔

حضرت خواجہ بزرگ رح نے اپنی ملاقات کے واقعہ کو اپنی کتاب انیس الارواح میں لکھا ہے، اور وہ تمام باتیں بتائی ہیں، جو اس وقت وقوع و ظہور میں آئیں۔ ہم اس موقع پر حضرت خواجہ بزرگ رح کا بیان اس سلسلہ میں درج کردینا مناسب سمجھتے ہیں حضرت خواجہ بزرگ تحریر فرماتے ہیں کہ

> "بغداد شریف میں خواجہ جنید بغدادی رح کی مسجد میں مجھ کو حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی قدم بوسی کی دولت حاصل ہوئی میں نے سر نیاز خم کیا، حکم ہوا کہ دو رکعت نماز اس طرح پڑھو کہ پہلی رکعت میں ہزار بار سورۂ فاتحہ اور ایک بار سورۂ اخلاص اور دوسری رکعت میں اس کے برعکس یعنی ایک بار سورۂ فاتحہ اور ہزار بار سورۂ اخلاص۔ میں نے ارشاد کی تعمیل کی، جب فارغ ہوا تو فرمایا کہ قبلہ رو ہو کر ایک بار سورۂ بقرہ اور اکیس اکیس بار درود شریف اور سبحان اللہ پڑھو میں نے حکم کی تعمیل کی، اس کے بعد حضرت خواجہ کھڑے ہوئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر جناب باری سے یہ التجا کی کہ اے رب العالمین! معین الدین کو قبول فرما۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے اپنے سر مبارک سے کلاہ چار گوشہ[عہ] (جس کو کلاہ ترکی بھی کہتے ہیں) اتار کر میرے سر پر رکھی۔ پھر اپنا خاص کمبل مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھو۔ جب میں تعمیل ارشاد کر چکا تو فرمایا کہ ہمارے خاندان میں ایک شب و روز کا مجاہدہ ہے۔ آج دن و رات اور عبادت کرو جب ارشاد میں عبادت میں مشغول رہا۔ دوسرے روز خدمت میں حاضر ہوا تو بیٹھنے کا اشارہ کیا، جب میں بیٹھ گیا تو حکم دیا کہ ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھو میں نے ارشاد عالی کی تعمیل کی۔ پھر فرمایا آسمان کی جانب دیکھو۔ میں نے آسمان پر نظر ڈالی، دریافت فرمایا "کیا نظر آیا" میں نے عرض کیا "عرش اعظم تک (تمام عالم) مجھ کو نظر آتے ہیں"۔ پھر فرمایا "زمین کی طرف دیکھو"۔ میں نے زمین پر نظر ڈالی"۔ پوچھا "کیا نظر آتا ہے"۔ میں نے عرض کیا "تحت الثریٰ تک دکھائی دیتا ہے"۔ پھر ارشاد ہوا "دوبارہ اوپر دیکھو"۔ میں نے اوپر نظر ڈالی پوچھا "کیا دکھائی دیتا ہے"۔ میں نے عرض کیا "حجاب عظمت تک اب کوئی درمیانی پردہ باقی نہیں رہا ہے"۔ پھر فرمایا، "آنکھیں بند کر" میں نے آنکھیں بند کرلیں، ایک لمحہ کے بعد آنکھیں کھولنے کا حکم دیا، اور آپ نے اپنی دو انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا "ان کے درمیان کیا نظر آتا ہے"۔ میں نے عرض کیا "یہ انگلیاں

عہ سیر فسیر الارواح میں ہے کہ حضرت خواجہ رح قصبہ ہارون واقع نیشاپور میں پہنچ کر خواجہ عثمان رح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

عہ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ کلاہ چار گوشہ سر پر رکھنے سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ سالک کو چار چیزیں ترک کردینی چاہئیں یعنی مصرعہ ترک دنیا، ترک عقبیٰ، ترک ہستی، ترک شرک۔ ۱۲ مؤلف

جام جہاں نما ہیں جن کے درمیان ہژدہ ہزار عالم کی کیفیات نظر آتی ہیں۔" یہ سنکر حضرت خواجہ رح بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "معین الدین! تیرا کام پورا ہوا۔" اس کے بعد حضرت خواجہ رح نے چاندی یا سونے کی ایک اینٹ مجھ کو مرحمت فرمائی اور حکم دیا کہ "اس کو مساکین و فقراء پر تقسیم کر دو۔" میں نے ارشاد عالی کی تعمیل کی۔" اس کے بعد مجھ کو حکم دیا کہ چند روز یہاں ٹھہرو۔ میں نے اقامت اختیار کی اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری کو فخر خیال کیا۔ چند روز بعد حضرت خواجہ رح نے مکہ معظمہ کی زیارت کا قصد فرمایا، اور مجھ کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے۔ خانۂ کعبہ میں پہنچ کر مرشد برحق نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دیوار کعبہ کے قریب کھڑے ہوکر جناب باری میں یہ دعا کی کہ "خدایا معین الدین کو قبول فرما۔" دیر کیا تھی خدا کا فضل شامل حال تھا، غیب سے یہ آواز آئی کہ "ہم نے قبول کیا۔" اس کے بعد حضرت خواجہ رح نے مدینہ منورہ کا قصد فرمایا، اور روضۂ نبوی پر حاضر ہوکر مجھ کو حکم دیا کہ "سلام کر۔" میں نے سلام عرض کیا تو آواز آئی کہ "وعلیک السلام یا قطب المشائخ۔"

بعض مورخین کا بیان تو یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رح جب بغداد سے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کے ساتھ سفر حج کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں بہت سے بزرگوں سے آپ نے ملاقات کی، اور بعض کا بیان یہ ہے کہ سفر حج سے واپس پہلے بزرگان طریقت سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ یہ دونوں روایات صحیح ہو سکتی ہیں۔ یعنی حضرت خواجہ بزرگ نے خانۂ کعبہ کے سفر اور واپسی میں بہت سے بزرگان طریقت سے ملاقات کی، اور بعض بزرگوں سے باطنی فیض بھی حاصل کیا، لیکن جن بزرگوں سے حضرت خواجہ بزرگ کی ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے، اُن سے حضرت خواجہ بزرگ رح کی ملاقات غالباً اُس سفر میں ہوئی ہے جس کو حضرت خواجہ بزرگ رح نے اپنے پیر و مرشد کے حکم سے اختیار کیا تھا۔ یعنی خرقۂ خلافت ملنے کے بعد۔

ملفوظ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح نے شیخ تاج الدین سے بیان فرمایا کہ "میں اس وقت خانۂ کعبہ میں موجود تھا اور یہ واقعہ میں نے اپنے کانوں سے سنی [illegible] ۱۲ مولف

تصوف کی مستند کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رح اپنے پیر و مرشد کے ساتھ بیس سال سفر میں رہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ اس تمام عرصہ میں حضرت خواجہ بزرگ رح اپنے پیر و مرشد کا بستر سر پر اور چھاگل ہاتھ میں لئے پھرے۔ اور خادم خاص کی طرح پیر و مرشد کی خدمت کی اور باطنی کمالات حاصل کرتے رہے۔

حضرت خواجہ بزرگ رح نے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ "(حضرت پیر و مرشد کی ہمراہی میں) سفر کرتا ہوا میں بغداد میں آیا (کچھ دنوں بعد) حضرت پیر و مرشد معتکف ہوئے (یعنی گوشہ نشینی اختیار کی) مجھ سے فرمایا کہ "تم روزانہ چاشت کے وقت ہمارے پاس آیا کرو تاکہ تم کو ضروری باتیں بتاتا رہوں" اور تم طریق سلوک سے واقف ہو جاؤ۔"

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح اٹھائیس دن اعتکاف میں رہے اور ان ایام میں روزانہ حضرت خواجہ بزرگ رح خدمت پیر و مرشد میں حاضر ہوتے رہے اور حضرت پیر و مرشد کے ارشادات عالیہ تحریر فرماتے رہے۔ یہی وہ تمام ارشادات عالیہ ہیں جن کو حضرت خواجہ بزرگ رح نے اپنی کتاب انیس الارواح میں درج فرمایا ہے۔

بعض اشخاص کا بیان تو یہ ہے کہ حج کے سفر کے سلسلہ میں حضرت خواجہ بزرگ رح اپنے پیر و مرشد کے ساتھ بیس سال تک سفر میں رہے۔ اور بعض نے بیان کیا ہے کہ حج کے سفر کے سلسلہ میں دس سال تک مختلف مقامات کی سیر کی اور اس کے بعد بغداد تشریف لائے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح نے اعتکاف کیا اور اعتکاف کے بعد پھر سفر کو روانہ ہوئے اور دس سال تک سفر کرتے رہے، اور پھر بغداد پہنچ کر گوشہ نشینی اختیار کی، اور حضرت خواجہ بزرگ رح کو ملفوظات لکھائے، دونوں روایات درست ہو سکتی ہیں، اور دونوں سے بیس سال تک سفر کرنا معلوم ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت خواجہ بزرگ رح نے تقریباً بیس سال پیر و مرشد کی خدمت میں بسر کئے اور باطنی کمالات حاصل کئے۔ پھر جب حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ حضرت خواجہ بزرگ رح مدارج سلوک طے کر چکے ہیں تو ان کو خرقۂ خلافت عطا فرما دیا اور حکم دیا کہ اب تم تنہا سفر کرو۔ بعض اشخاص نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح نے حضرت خواجہ بزرگ رح کو اسم اعظم بھی تعلیم فرمایا جو سینہ بسینہ چلا آتا تھا۔ خرقۂ خلافت مل جانے کے بعد حضرت خواجہ بزرگ رح نے

چھپہ ٹکڑا دا کیا، اور پیر و مرشد سے رخصت ہو کر ماوراالنہر کی طرف روانہ ہوئے۔

چوتھی فصل ——— خاندانِ چشت کے حالات

حضرت خواجہ بزرگ رح چشتیہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں مناسب ہے کہ اس موقع پر خاندان چشت کے سلسلہ کے بزرگوں کے حالات بھی لکھ دیئے جائیں۔ تاکہ حضرت خواجہ بزرگ کے سلسلہ بسلسلہ تمام بزرگوں کے حالات پیش نظر رہیں۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح

حضرت خواجہ بزرگ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی ہیں۔ آپ مقام ہارون واقع نیشاپور میں سنہ [illegible]ھ میں پیدا ہوئے علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد باطنی کمالات کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے، اور حضرت خواجہ مخدوم حاجی شریف زندنی رح کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر ریاضات و مجاہدات شاقہ کے بعد باطنی کمالات حاصل کیئے۔ آخر عمر میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور عرصہ دراز تک معتکف رہے۔

حضرت خواجہ بزرگ رح فرماتے ہیں کہ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ

"جو شخص تین خصلتیں رکھتا ہو، خدا اس کو دوست رکھتا ہے، ایک تو دریا کے مانند سخاوت، دوسرے آفتاب کے مانند شفقت، اور تیسرے زمین کی مانند تواضع"۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کی کرامات میں ایک کرامت بہت مشہور ہے اور اکثر اہل طریقت نے اس کا ذکر کیا ہے ناظرین کی دلچسپی کے لئے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ عثمان رح آتش پرستوں کے ایک مقام پر پہنچے، جہاں بڑا آتش کدہ تھا، اور ہر روز دس من لکڑیاں روزانہ اس میں جلائی جاتی تھیں۔ حضرت خواجہ رح نے اسی آتش کدہ کے قریب قیام کیا، چونکہ حضرت خواجہ رح روزے سے تھے، قریب مغرب خدام نے افطار اور کھانے کا انتظام کیا، اور ایک خادم آگ لینے کے لئے آتش کدہ کی جانب بڑھا۔ آتش کدہ کے متعلقین نے ایک مسلمان کو قریب آتے دیکھا اور آگے بڑھ کر اس کو روک دیا۔ خادم واپس چلا آیا۔ اور حضرت خواجہ رح سے واقعہ عرض کیا حضرت خواجہ رح نے واقعہ سنکر وضو کیا، اور آتش کدہ کے قریب پہنچ کر اس کے متولی سے جو اپنی گود میں بچہ لئے ہوئے تھا پوچھا "تم لوگ آگ کو کیوں پوجتے ہو، اور ما لک نور و نار کی پرستش سے کیوں اعراض کرتے ہو؟" متولی نے کہا "آتش پرستی ہماری نجات کی موجب ہے، اور آخرت میں آتش جہنم ہم پر اثر نہ کرے گی" حضرت خواجہ رح نے فرمایا "تمہارے اس عقیدہ کا اعتراف ہم اس وقت کر سکتے ہیں، جبکہ تم اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دو، اور آگ تمہارے ہاتھ کو نہ جلائے"۔ متولی اس کے جواب سے عاجز رہا گویا اس نے حضرت سعدی رح کے اس شعر کا مفہوم اپنی خاموشی سے ادا کیا۔

اگر صد سال گبر آتش فروزد ۔۔۔ چو یکدم اندر آں افتد بسوزد

حضرت خواجہ رح نے اس کو خاموش پا کر بچہ اس کی گود میں سے لے لیا اور "قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراہیم" پڑھتے ہوئے آگ میں گھس گئے، اور چند ساعت لوگوں کی نظروں سے غائب رہے اور پھر صحیح و سالم مع بچہ کے آگ کے اندر سے نکل آئے جن لوگوں نے اس واقعہ کو دیکھا، وہ فوراً مسلمان ہو گئے ان میں آتش کدہ کا متولی بھی تھا، اور چند روز بعد اس آتش کدہ کو مسلمانوں نے برباد کر کے یہاں ایک مسجد عہ تعمیر کر دی۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح نے پانچویں یا چھٹی شوال [illegible]ھ یا [illegible]ھ میں انتقال فرمایا۔ اور مکہ معظمہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات تاج الاصفیا کے جملے سے نکلتی ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کے بے شمار مرید تھے۔ لیکن آپ نے چار بزرگوں کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا تھا یعنی (۱) حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری کو (۲) شیخ نجم الدین صغری کو (۳) شیخ سعدی لنکوچی کو (۴) اور شیخ محمد ترک رح کو، ان چاروں خلفاء میں سے آپ حضرت خواجہ بزرگ کی مریدی پر فخر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "معین الدین حق محبوب حق ہے"۔

خواجہ حاجی شریف زندنی رح

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح کے پیر حضرت خواجہ حاجی شریف الدین شریف زندنی رح تھے۔ اہل تصوف کا بیان ہے کہ حضرت حاجی صاحب کی ریاضات اور مجاہدات انتہا درجے تک پہنچ گئی تھیں، اور وہ جاہ و جلال آپ کے چہرہ سے ٹپکتا تھا کہ لوگ خوف سے آپ کی طرف دیکھ نہ سکتے تھے۔ آپ موضع زندنہ

عہ سیر العارفین کے مصنف کا بیان ہے کہ میں نے اس مسجد کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، مسجد کے قریب شیخ عبد اللہ (یعنی متولی آتش کدہ) اور شیخ ابراہیم (متولی کا بیٹا) کے مزارات ہیں، مگر افسوس ہے مصنف مذکور نے مقام کا نام نہیں بتایا۔ ۱۲ مولف

واقع بخارا میں پیدا ہوئے اور علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد حضرت خواجہ مودود چشتی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر کمالات باطنی حاصل کئے۔ توحید کے مسئلہ پر آپ کا تبحر مسلّم تھا تفرید و تجرید کے اس قدر شائق تھے کہ چالیس سال تک جنگل و بیابان میں گوشہ نشین رہے، اور درختوں کے پتوں اور پھلوں پر گذر کی۔ بعض اشخاص کا بیان ہے کہ جو شخص حضرت حاجی صاحب کا پس خوردہ کھالیتا مجذوب ہوجاتا تھا۔

عبادت الٰہی کے آپ اس قدر شائق تھے کہ دم بھر کو عبادت سے غافل نہ ہوتے تھے اور ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے حکم کو ہر وقت پیش نظر رکھتے تھے۔

۳ رجب یا ۲ شوال ۵۸۳ھ کو یا ۱۳ رجب ۵۸۳ھ کو آپ نے وفات پائی اور ملک شام یا قریۂ زندنہ اپنے وطن میں دفن ہوئے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ نے ہندوستان میں وفات پائی اور شہر قنوج میں دفن ہوئے۔ یہ بیان درست نہیں ہے، اس لئے کہ کتب سیر و تاریخ سے آپ کا ہندوستان میں تشریف لانا ثابت نہیں ہوتا۔

۲۶ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جب کوئی شخص نقد رقم پیش کرتا تو آپ فرماتے "تم کو درویشوں سے کیا عداوت ہے کہ تم ان کے سامنے وہ چیز پیش کرتے ہو جو خدا کی دشمن ہے۔"

آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی تھے، کتب تصوف میں آپ کے اور کسی خلیفہ کا ذکر نہیں۔

خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ کے والد اور پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی تھے، آپ صحیح روایت کے بموجب ۴۳۰ھ میں اور بقول بعض ۴۳۲ھ میں پیدا ہوئے چھ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ اس کے بعد علوم ظاہری کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت تھوڑی عمر میں ان سے فراغت حاصل کرلی، اس کے بعد علوم باطنی کے حصول کی کوشش شروع کی اور اپنے والد ماجد خواجہ ابو یوسف رح کے مرید ہوئے باطنی کمالات حاصل کرنے کے بعد ۲۶ سال کی عمر میں خرقۂ خلافت پہنا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جو شخص آپ کی خانقاہ میں تین روز رہتا صاحب کرامت ہوجاتا۔ آپ کو فاقہ کشی بہت پسند تھی، اور فرمایا کرتے تھے کہ "درویش کو فاقہ کشی سے کشائش حاصل ہوتی ہے۔" کشف قلوب اور کشف ارواح میں آپ کو خاص دخل تھا۔

اہل تصوف کا بیان ہے کہ تمام مشائخ وقت حضرت خواجہ مودود چشتی رح کے کمالات صوری و معنوی کے قائل تھے۔ آپ نے ۹۷ سال کی عمر پائی اور ۵۲۷ھ یا ۵۳۲ھ کو وفات پائی اور مقام چشت میں مدفون ہوئے۔

کتب سیر میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے خلفاء بہت سے تھے، جن میں سے مشہور یہ ہیں (۱) حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ خواجہ عثمان رومی۔ خواجہ ابوالحسن خرقانی۔ خواجہ شیخ حسن تبتی خواجہ احمد بدرون۔ ابو نصر شکیبانی۔ شیخ حسین خواجہ سبز پوش خواجہ محمد شام رح۔

خواجہ ناصر الدین چشتی

حضرت خواجہ مودود چشتی کے پیر اور والد حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی تھے، آپ ۳۷۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۴ سال کی عمر پائی۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد سمعان تھا، جن کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت امام زین العابدین ؑ تک پہنچتا ہے۔

حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رح کے ماموں خواجہ محمد ابدال چشتی تھے، بچپن سے آپ ماموں ہی کے پاس رہے اور انہیں سے علوم ظاہری و باطنی کو حاصل کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ خواجہ ابو یوسف رح نے اپنے ماموں کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر ریاضات شاقہ کیں، اور بارہ برس تک خلوت میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔

منقول ہے کہ خواجہ ابو محمد ابدال رح کی وفات کے بعد خواجہ ابو یوسف ماموں کی مسند ارشاد و ہدایت پر جلوہ فرما ہوئے۔ اور سالکان طریقت کی رہنمائی کی خدمت انجام دینے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ بچپن میں آپ کو حفظ قرآن کا موقع نہیں ملا تھا جس سے اکثر آپ کی طبیعت آزردہ رہتی تھی۔ ایک دن رفع تردد و آزردگی کے لئے پیر و مرشد کی روح سے مشورہ کیا۔ پیر و مرشد نے ہدایت کی کہ سوتاں سورۂ فاتحہ پڑھو۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور حفظ قرآن میں مشغول ہوئے۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ کہا جاتا ہے کہ حفظ قرآن کے بعد آپ رات دن میں پانچ قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ ایک رات کو آپ نے ارادہ کیا کہ دو رکعت میں قرآن ختم کروں گا۔ اس ارادہ کے بعد ہی آپ کو نیند آگئی اور قرآن ختم نہ کرسکے۔ اس غفلت کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اس روز آپ نے مقدار سے زیادہ پانی پیا تھا

اس واقعہ کے بعد آپ نے پانی کی مقدار [illegible] کر دی۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بھتیجے خواجہ قطب الدین مودود رح کو تحصیل و تکمیل علوم کی وصیت کی، اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ ۴۵۹ھ میں آپ نے وفات پائی اور مقام چشت میں مدفون ہوئے۔

خواجہ ابو محمد ابدال چشتی رح

حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رح کے ماموں اور پیر و مرشد تھے۔ قصبہ عاشغدہ کو ۳۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ سترہ برس کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد خواجہ ابو احمد چشتی رح کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

منقول ہے کہ بیعت کے بعد آپ مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہوئے۔ اور بارہ برس تک خلوت میں باطنی کمالات حاصل کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس عرصہ میں آپ ساتویں روز تھوڑا سا کھاتے تھے، اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کے چہرۂ مبارک اور آنکھوں میں وہ نور پیدا کیا تھا کہ جس کی نظر آپ کے چہرے اور آنکھوں پر پڑتی تھی، اسلام قبول کر لیتا تھا، یہاں تک کہ اس شہر میں جہاں آپ کا قیام تھا ایک شخص بھی غیر مسلم باقی نہ رہا تھا۔

بعض اہل سیر کی تحقیق یہ ہے کہ آپ محمود سبکتگین کے ہمراہ سومنات کے جہاد میں شریک ہوئے تھے۔ اور آپ کی دعا سے سبکتگین نے سومنات کو فتح کر لیا تھا۔ ستر سال کی عمر میں آپ نے ۴ ربیع الاول یا یکم جمادی الثانی یا یکم رجب ۴۱۱ھ میں انتقال فرمایا۔

منقول ہے کہ آپ کے والد ماجد خواجہ ابو احمد چشتی رح نے آپ کو اپنے وصال کے وقت خلافت عطا فرمائی۔ اور اپنا جانشین مقرر کیا۔

خواجہ ابو احمد چشتی رح

خواجہ ابو محمد ابدال کے والد اور پیر و مرشد خواجہ ابو احمد چشتی ہیں۔ خواجہ ابو احمد رح ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سلطان فرسنافہ ہے۔ اور آپ کا سلسلۂ نسب آٹھ واسطوں سے حضرت حسن مثنیٰ رض کے ذریعہ امام حسن رض تک پہنچتا ہے۔

خواجہ ابو احمد چشتی رح کے والد ماجد سلطان فرسنافہ شاہ [illegible] چشت [illegible] ولایت میں سے تھے۔ ظاہر ہے کہ امیر گھرانے میں آپ کی تربیت و تعلیم کتنی بہتر ہوئی ہوگی۔

منقول ہے کہ آپ کی عمر بیس سال کی تھی کہ ایک روز آپ اپنے والد کے ہمراہ شکار کو گئے، اور شکار کی تلاش میں بیٹا باپ سے جدا ہو گیا۔ خواجہ ابو احمد رح باپ سے جدا ہو کر ایک پہاڑ پر پہنچے جہاں قطب وقت شیخ ابو اسحٰق شامی رح چالیس رجال الغیب کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ خواجہ ابو احمد رح کی نظر شیخ ابو اسحٰق رح پر پڑی اور شیخ ابو اسحٰق رح سے نظر ملتے ہی ان میں ایک انقلاب رونما ہوا۔ یعنی مشاغل دنیا سے ان کو نفرت ہو گئی، اور جذب الٰہی آپ پر غالب ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے سب کو چھوڑ کر شیخ ابو اسحٰق رح کی رفاقت اختیار کی۔ اور چند روز میں واصل باللہ ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی مرحمت فرمایا تھا، اور آپ علانیہ اسرار غیبی بیان کرنے لگے تھے۔ لیکن حضرت شیخ کی صحبت نے آپ کو اسرار باطنی کے افشا سے باز رکھا۔

بعض اشخاص کا بیان ہے کہ آپ کی ملاقات حضرت شیخ ابو اسحٰق شامی سے تیرہ سال کی عمر میں ہوئی، اور آپ فوراً حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے، اور اس کے بعد تیس سال تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے نہ تو کبھی سیر ہو کر کھانا کھایا اور نہ پانی پیا۔ اور نہ ایک لمحہ کو بے وضو رہے۔

آپ کو سماع کا شوق تھا، اور حالت وجد میں جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی تھی، وہ کامل ہو جاتا تھا۔

آپ کی ایک کرامت بہت مشہور ہے، منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا گذر ایک آتش کدہ پر ہوا، جہاں کثرت سے آتش پرست جمع تھے۔ آپ کو دیکھ کر آتش پرستوں نے کہا کہ "مسلمان عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ کلمہ گو پر آگ اثر نہیں کرتی۔ کیا یہ سچ ہے؟" حضرت خواجہ رح نے فرمایا "بیشک یہ درست ہے۔ آگ کافروں کے لئے مخصوص ہے اور انہیں کو جلائے گی۔ کلمہ گو پر آگ اثر نہیں کرے گی۔" آتش پرستوں نے یہ سن کر کہا "اگر یہ سچ ہے، تو آپ اس آتش کدہ میں تشریف لے جائیے۔" حضرت خواجہ نے فوراً اپنا مصلیٰ لیا، اور آگے بڑھ کر آتش کدہ میں بچھا لیا اور اس پر بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ آتش پرستوں نے آگ کو خوب بھڑکایا لیکن آگ نے آپ پر اثر نہیں کیا۔ آتش پرست یہ دیکھ کر حیران ہو گئے اور سب نے اسلام قبول کر لیا۔

آپ نے یکم جمادی الثانی ۳۵۵ھ میں وفات پائی اور چشت میں دفن ہوئے۔

خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی رح

حضرت خواجہ ابو احمد چشتی رح

کے پیر و مرشد حضرت ابو اسحٰق شامی چشتی ہیں۔ آپ کا لقب شریف الدین تھا۔ آپ ملک شام میں پیدا ہوئے۔ اور چشت میں تربیت و تعلیم حاصل کی۔

سن شعور کو پہنچ کر آپ کو عبادت و ریاضت کا شوق پیدا ہوا، دن کو روزہ رکھتے اور چند لقموں سے افطار کرکے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ اس قدر قلیل غذا کیوں استعمال فرماتے ہیں، جواب میں آپ نے فرمایا کہ "بھوک میں۔ میں وہ نعمت و لذت پاتا ہوں کہ کسی چیز میں وہ نعمت و لذت میسر نہیں ہوتی"۔

جب آپ نے کسی بزرگ سے بیعت ہونے کا ارادہ کیا تو استخارہ کے ذریعہ معلوم کیا کہ کس بزرگ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوں، خواب میں اور بقول بعض ندائے غیب سے آپ کو ہدایت ہوئی کہ خواجہ علو ممشاد دینوری کی خدمت میں حاضر ہو۔ یہ ہدایت پاکر آپ بغداد پہنچے، اور حضرت خواجہ ممشادؒ دینوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ حضرت خواجہ دینوری رحؒ نے آپ سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے"؟ خواجہ ابو اسحٰق رحؒ نے عرض کیا "بندہ کو ابو اسحٰق شامی کہتے ہیں"۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "آج سے لوگ ۲۸
تم کو ابو اسحٰق چشتی کہیں گے۔ چشت کی مخلوق تم سے ہدایت پائیگی اور جو لوگ تمہارے سلسلہ میں داخل ہوں گے چشتی کہلائیں گے"۔

انہیں خواجۂ ابو اسحٰق رحؒ سے سلسلۂ چشت جاری ہوا اور بعض اشخاص کا بیان ہے کہ اس سلسلہ کو سلسلۂ چشت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سلسلہ کے چار بزرگ خاک چشت عـــہ میں آسودہ ہیں۔

حضرت خواجۂ دینوری رحؒ نے حضرت ابو اسحٰق شامی کو تربیت کے بعد خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور چشت کی جانب روانہ کیا اور بعض اشخاص کا یہ بیان ہے کہ حضرت خواجہ دینوری رحؒ نے آپ کو آخر وقت میں خرقۂ خلافت عطا کیا، اور اپنا جانشین بنایا۔

منقول ہے کہ آپ کی توجہ اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، اور آپ کی خدمت میں رہتا اس سے کبھی معصیت کا صدور نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ عرصۂ دراز تک بارش نہیں ہوئی اور امساک باراں سے مخلوق پریشان رہنے لگی، لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر دعا کی استدعا کی، آپ نے فرمایا مجلس سماع منعقد کرو۔ چنانچہ مجلس سماع منعقد کی گئی۔ سماع میں آپ پر کیفیت طاری ہوئی اور معاً بارش شروع ہوگئی۔

۱۴ ربیع الاول ۳۲۹ھ کو آپ نے وفات پائی، اور مقام عکہ واقع شام میں مدفون ہوئے۔

خواجہ علو ممشادؒ دینوری

حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی رحؒ کے پیر و مرشد خواجہ ممشاد علو دینوری ہیں، آپ دینور میں پیدا ہوئے، جو ہمدان اور بغداد کے درمیان ایک شہر ہے، اور بغداد میں تربیت و تعلیم حاصل کی۔

خواجہ علوؒ دینوری بڑے پایہ کے بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کے کمالات صوری و معنوی کا تمام زمانہ معترف تھا اور مشائخ طریقت میں آپ شان عظیم رکھتے تھے۔ بغداد میں عام طور پر آپ کو کریم الدین منعم کہا جاتا تھا، اس لئے کہ آپ دولتمند تھے، اور ضرورت مند کے ساتھ سلوک کرتے رہتے، جب آپ پر محبت الٰہی کا غلبہ ہوا، آپ نے تمام دولت راہِ خدا میں خیرات کردی اور تعلقات زر و مال سے آزاد ہوگئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تھی، اور حضرت خضرؑ ہی کے اشارہ سے آپ خواجہ ہبیرہ بصری رحؒ کے مرید ہوئے تھے۔

بیعت کے بعد آپ نے ریاضات شاقہ شروع کیں، اور بہت تھوڑے عرصہ میں باطنی کمالات حاصل کر لئے۔ حضرت خواجہ ہبیرہ بصری نے آپ کے کمال کے اعتراف میں ایک روز فرمایا کہ "اے علو! تمہارا کام ہمیشہ علو کے ساتھ رہے گا۔ میں حق تعالےٰ سے چاہتا ہوں کہ تم میری جگہ پیشوائے خلق ہو اور مخلوق کو اپنے ہاتھ پر بیعت دو"۔ حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رحؒ کا یہ فرمانا تھا کہ حضرت خواجہ علو کی نگاہوں کے سامنے سے تمام حجابات اٹھ گئے اور اسرار غیبی منکشف ہوگئے۔

آخر عمر میں حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رحؒ نے حضرت خواجہ علو کو وہ کمبل جو ان کو اپنے بزرگوں سے پہنچا تھا، مرحمت فرمایا اور خرقۂ خلافت پہنا کر اپنا جانشین بنا دیا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک بت خانے کی جانب جا نکلے، اور بت پرستوں کے اجتماع کو مخاطب کرکے فرمایا "تم کو شرم نہیں آتی، خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو"۔ آپ کے اس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ تمام کافر مسلمان ہوگئے۔

عـــہ چشت نام کے دو مقام ہیں۔ ایک خراسان کے علاقہ میں واقع ہے اور اسی چشت میں چار بزرگان چشت آسودہ ہیں۔ دوسرا چشت ہندوستان میں واقع ہے، جو مقامات ملتان اور اوچ کے درمیان واقع ہے۔ ۱۲ مؤلف

۱۴ محرم ۲۸۱ھ کو آپ نے وفات پائی۔ مزار قصبہ دینور میں ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ بصرہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے تین خلیفہ ہیں، خواجہ ابو اسحٰق شامی رح، شیخ ابو عامر اور شیخ احمد اسود دینوری رح۔

حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رح

حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری کے پیر و مرشد حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رح بصرہ میں پیدا ہوئے۔ اولیاء و علماء دونوں جماعتوں میں آپ کا اکتسار قائم تھا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے ریاضات شاقہ شروع کیں، اور تیس سال تک ریاضت و عبادت میں مشغول رہے۔ اس کے بعد آپ حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ حضرت خواجہ حذیفہ رح کو آپ کی ریاضات شاقہ کا علم ہوا، تو آپ نے فرمایا "ہبیرہ! جو مجاہدہ بلا واسطہ اور اپنی خودی سے ہوا ہے وہ فائدہ مند نہیں ہے"۔ حضرت پیر و مرشد کا یہ ارشاد سنکر حضرت ہبیرہ بصری رح نے پھر تیس سال تک ریاضات شاقہ کیں۔ اور اس کے بعد پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے پیر و مرشد نے باطنی توجہ سے کام لیا، اور صرف ایک ہفتہ میں تمام منازل سلوک طے کرادیں، اور پھر ایک سال بعد آپ کو خرقہ خلافت مرحمت فرما دیا گیا۔

حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رح امراء و ملوک کی صحبت کو سالک کے لئے زہر قاتل سمجھتے تھے، اور عام مخلوق سے بھی آپ زیادہ میل جول کو پسند نہ کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں ذکر الہٰی کے سوا اور کوئی ذکر نہ ہوتا تھا۔

آپ نے ایک سو تیس سال کی عمر پائی، اور ۷ یا ۸ شوال ۲۸۷ھ کو وفات پائی، اور بصرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت حذیفہ مرعشی رح

حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رح کے پیر و مرشد حضرت حذیفہ مرعشی رح مرعش واقع دمشق میں پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا تھا، اور سولہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کر لی تھی، محبت الہٰی کا ذوق بڑھا تو آپ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔

منقول ہے کہ مرید ہونے کے بعد حضرت حذیفہ رح صرف چھ مہینے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہے، اور صرف اتنی ہی مدت میں تمام باطنی کمالات حاصل کر لئے حضرت خواجہ ابراہیم رح نے آپ کو خلافت مرحمت فرمادی اور آپ کے حق میں دعا کی اور رخصت کرتے وقت فرمایا کہ حذیفہ! بندگان دین میں تمہارا مرتبہ بلند ہوگا۔

پیر و مرشد سے رخصت ہوکر حضرت حذیفہ رح نے سیر و سیاحت کی۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حج ادا کیا۔ اور پھر حضور صلعم کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوئے۔ آپ تجرید و تفرید میں یکتا تھے، اور عبادت سے اتنا ذوق رکھتے تھے کہ روزانہ رات کو ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ خلوت آپ کو پسند تھی۔ ٹاٹ کا لباس پہنتے۔ اور خوف خدا سے اکثر روتے رہتے تھے۔

آپ کے پیش نظر فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر کی خداوندی ہدایت ہر وقت رہتی تھی۔ اور رو رو کر فرمایا کرتے تھے کہ دیکھئے ہمارا شمار کس فریق میں ہوگا۔ ایک معترض نے آپ کا یہ جملہ سنکر عرض کیا "شیخ! جب تم کو اپنے ہی حال کی خبر نہیں تو دوسروں کو تم صاحب حال کیونکر بنا سکتے ہو"۔ معترض کے اس جملہ سے آپ اس قدر متاثر ہوئے کہ بے اختیار آپ کی زبان سے چیخ نکل گئی، اور آپ بے ہوش ہوگئے۔ اسی حال میں آپ نے منادی غیب کو یہ کہتے سنا کہ "اے خدا کے دوست! خوف نہ کر، قیامت کے روز حضور رح کے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا"، یہ ندائے غیبی سنکر حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ شہر میں اس کا عام چرچا ہوا، اور اسی روز چھ سو کافروں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔

ماہ شوال کی ۲۴ تاریخ سنہ ۲۵۲ھ کو آپ نے وفات پائی اور بصرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رح

حضرت حذیفہ مرعشی رح کے پیر و مرشد حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی شاہان بلخ میں سے تھے۔ شاہی خاندان میں پیدا ہوئے بہترین تربیت و تعلیم حاصل کی، اور اپنی آبائی سلطنت پر ممتاز ہوئے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رح کی ترک سلطنت کے دو واقعے کتابوں میں مذکور ہیں، ایک تو یہ کہ ایک روز آپ شکار کی تلاش میں پھر رہے تھے کہ غیب سے آپ کے کان میں یہ آواز پڑی کہ "اے ابراہیم! تجھ کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے"۔ یہ آواز سنکر آپ پر خوف طاری ہوگیا، اور آپ نے سلطنت ترک کردی دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات کو آپ اپنے محل کی چھت پر آرام کر رہے تھے کہ ایک شخص آپ کے قریب سے گذرا، آپ نے پوچھا "تم کون ہو"؟ اس شخص نے کہا "میرا اونٹ کھو گیا ہے اس کو تلاش کرتا پھر رہا ہوں"۔ آپ نے فرمایا "چھت پر اونٹ

کیوں کر آسکتا ہے۔" اس شخص نے کہا "تم تخت شاہی پر آرام کر رہے ہو، اور خدا کی طلب رکھتے ہو، یہاں پر خدا کیسے مل سکتا ہے۔" اسی وقت سے آپ کو سلطنت سے نفرت ہوگئی، اور آپ نے حکومت کو ترک کردیا۔

مختصر یہ کہ آپ نے سلطنت چھوڑ دی، اور خدا کی جانب متوجہ ہوگئے اور خدا کے مقبول بندوں میں داخل ہوگئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت امام اعظم رح سے علم دین پڑھا تھا اور امام ممدوح آپ کو سیدنا ابراہیم کے لقب سے پکارتے تھے۔

ترک سلطنت کے بعد آپ نے سیاحت اختیار کی، اور بزرگان دین کی خدمت میں حاضر ہو کر مجاہدات کئے۔ آخر حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کی خدمت میں پہنچے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔

کافی عرصہ تک پیر و مرشد کی خدمت میں رہے، اور باطنی کمالات حاصل کرکے آپ نے پیر و مرشد سے خرقۂ خلافت حاصل کرلیا۔

منقول ہے کہ سیاحی کے زمانہ میں حضرات خضر ع و الیاس ع آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے، اور آپ حضرات سفیان ثوری رض

۳۰ اور ابو یوسف رض کی صحبت میں بھی رہے تھے حضرت امام محمد باقر رض سے بھی آپ نے خرقۂ خلافت پایا تھا۔

حضرت جنید بغدادی نے آپ کو مفاتیح العلوم ابراہیم بن ادہم کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ حضرت امام اعظم رح نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ "ابراہیم بن ادہم ہر وقت مشغول بخدا ہیں اور میں اور کاموں میں بھی مشغول رہتا ہوں۔"

حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رح فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم نے نیشاپور کے ایک غار میں نو سال مجاہدہ کیا ہے۔ جمعرات کے دن آپ غار سے باہر آتے، جنگل سے سوکھی لکڑیاں جمع کرتے اور جمعہ کے دن شہر میں جاکر لکڑیاں فروخت کردیتے، جو پیسے آپ کو ملتے، ان میں سے آدھے آپ فقراء و مساکین پر تقسیم فرمادیتے، اور جمعہ کی نماز ادا کرکے بقیہ پیسوں سے ضروریات خرید فرماتے، اور غار میں واپس چلے آتے۔ نو سال گذر جانے پر جب لوگوں نے آپ کو پریشان کیا تو آپ نے وہ جگہ چھوڑ دی اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر کا بیان ہے کہ میں نے اس غار کو دیکھا ہے، اب تک اس میں سے خوشبو آتی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم کی بہت سی کرامات مشہور ہیں طوالت کے خیال سے ان کا ذکر مناسب نہیں سمجھا گیا۔ ایک کرامت کا ذکر البتہ اس موقع پر کیا جاتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ کسی بزرگ کے ساتھ پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے کہ اس بزرگ نے آپ سے پوچھا "مرد کے کمال کی علامت کیا ہے؟" آپ نے فرمایا "کامل اگر پہاڑ سے چلنے کو کہے تو چلنے لگے۔" اس کے بعد آپ نے پہاڑ کو اشارہ کیا اور وہ چلنے لگا۔

بعض اہل سیر کا خیال تو یہ ہے کہ آپ ایک سو بیس سال کی عمر میں غائب ہوگئے تھے، اور پھر آپ کی کوئی خبر نہ ملی، لیکن اولیاء چشتیہ میں لکھا ہے کہ آپ نے ۵ جمادی الاول سنہ ۲۶۱ھ میں وفات پائی اور بغداد میں حضرت امام حنبل رح کے پہلو میں مدفون ہیں صاحب سفینۃ الاولیاء کا بیان یہ ہے کہ آپ کی وفات چھبیس جمادی الاول کو ہوئی، اور آپ کا مزار شام کے کسی پہاڑ میں ہے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رح حضرت ابراہیم ادہم بلخی رح کے پیر و مرشد

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رح سمرقند میں پیدا ہوئے، اور چار سال میں تعلیم و تربیت حاصل کی علم تفسیر و حدیث کے امام تھے امام اعظم رح سے آپ نے فیض صحبت حاصل کیا، اور حضرت عبد الواحد بن زید رض سے خرقۂ خلافت پایا۔

آپ کی نسبت یہ واقعہ مشہور ہے کہ جوانی کے ایام میں آپ نے مرو کے اطراف میں ایک جنگل میں خیمہ کھڑا کر رکھا تھا جس میں آپ عبادت کیا کرتے تھے جسم پر ایک کمبل پڑا رہتا تھا اور سر پر ایک ریشمی ٹوپی رہا کرتی تھی۔ چور اور رہزن آپ کے یار غار تھے۔ جو کچھ مال و اسباب چرا کر یا لوٹ کر لاتے آپ کے سامنے رکھ دیتے، اور آپ اس کو تقسیم کردیتے تھے، یہ چور اور ڈاکو بھی نماز کے پابند تھے۔ ایک مرتبہ ایک قافلہ ادھر آیا، اور اس کو یہ معلوم ہوا کہ اس علاقہ میں چور اور ڈاکو رہتے ہیں۔ قافلہ کے سردار نے قافلہ والوں سے کہا کہ اپنے تمام زر نقد کو کہیں زمین میں دفن کردو، جب چور، ڈاکو کہیں چلے جائیں گے ہم اپنا زر نقد نکال لیں گے، یہ ارادہ کرکے زر نقد کو فراہم کیا اور سردار زمین میں دفن کرنے کے لئے ایک طرف روانہ ہوا، تاگہاں اس کی نظر خیمہ پر پڑی، سردار بے تکلف خیمہ میں چلا گیا، اور وہاں ایک کمبل پوش بزرگ کو دیکھ کر دل میں کہا کہ "خوش قسمتی سے یہ بزرگ مل گئے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ زر نقد کو ان کے پاس امانت رکھدیا جائے، چنانچہ اس نے بزرگ سے عرض کیا کہ "حضرت یہ زر نقد امانت رکھ لیجئے۔" آپ نے فرمایا "ایک جانب رکھدیجئے

سامان نقد لیکر چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چند ڈاکو قافلہ میں آ گئے اور قافلہ کا سب اسباب لوٹ لے گئے، ان کے جانے کے بعد سردار خیمہ میں اپنا زر نقد لینے گیا، خیمہ کے اندر داخل ہو کر دیکھا تو تمام ڈاکو وہاں موجود تھے اور لوٹا ہوا مال تقسیم کر رہے تھے، سردار نے یہ دیکھ کر دل میں کہا "افسوس! میں نے اپنا زر نقد اپنے ہی ہاتھوں سے چوروں کو دے دیا" حضرت فضیل بن عیاض رح کی نظر سردار پر پڑی تو آپ نے فرمایا کہ "پریشان نہ ہو جو امانت تم نے رکھی ہے، وہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔ اس میں دست اندازی نہ ہوگی تم اپنی چیز لے جاؤ" سردار خوش خوش اپنا زر نقد لے آیا چوروں نے آپ سے عرض کیا "اس قافلہ میں سے ہم کو زر نقد کچھ نہیں ملا، آپ نے اس زر نقد کو کیوں واپس دے دیا؟" آپ نے فرمایا "اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا ہے میں بھی اللہ تعالےٰ پر نیک گمان کرتا ہوں، تاکہ خداوند تعالےٰ اپنے کرم سے میرے گمان کو بھی درست کر دے، آپ کے یہ الفاظ سنکر تمام چور اور ڈاکو تائب ہو گئے۔

صاحب سفینۃ الاولیا کا بیان ہے کہ ایک روز آپ اپنے لڑکے کو پیار کر رہے تھے کہ لڑکے نے آپ سے فرمایا "ابا جان آپ مجھ کو بھی دوست رکھتے ہیں اور خدا کو بھی، یہ کیونکر ممکن ہے ایک دل میں دو دوست جمع نہیں ہو سکتے" آپ نے اس لڑکے کے قول کو تائید غیبی خیال کیا، اور خدا کی محبت میں سب کچھ چھوڑ کر گھر سے نکل گئے، اور خواجہ عبدالواحد بن زید رض کے مرید ہو کر مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ تمام باطنی کمالات کو حاصل کر لیا، اور پیر و مرشد سے خرقۂ خلافت پایا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید عباسی خلیفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو قیمتی نصیحتیں فرمائیں، ہارون رشید آپ کے ارشادات سے بہت خوش ہوا اور عرض کیا "آپ کو کسی کا کچھ قرض دینا ہے" آپ نے فرمایا "خداوند تعالیٰ کا قرض دار ہوں، اور قرض کو ادا کرنے میں مشغول ہوں حق تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائیں" رخصت ہوتے وقت ہارون رشید نے ہزار دینار کی تھیلی نذر کی۔ آپ نے فرمایا "سلطان میں نے تم کو اس قدر نصیحتیں کیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں تم کو نجات کا راستہ بتاتا ہوں اور تم مجھ کو بلا میں گرانا چاہتے ہو" ہارون رشید یہ سنکر بہت رویا، اور راستے میں وزراء سے کہا "فضیل بن عیاض تو فرشتہ ہیں"

امام احمد بن حنبل رض سے آپ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ "جس نے ریاست کی وہ خوار ہوا" حضرت بشر حافی نے آپ سے پوچھا تھا کہ "زہد بہتر ہے یا رضا" آپ نے فرمایا "رضا اور وہ اس لئے بہتر ہے کہ راضی شخص حالت موجودہ میں خوش رہتا ہے اور کسی چیز کی خواہش نہیں کرتا" بوعلی راوی فرماتے ہیں کہ میں نے خواجہ فضیل رح کو فرزند کی وفات پر مسکراتے ہوئے پایا تو مسکرانے کا سبب دریافت کیا، آپ نے فرمایا "جس کام کو خدا نے پسند کیا میں بھی اس سے خوش ہوں"

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے کہ قاری نے آپ کے سامنے سورۃ قارعہ پڑھی، آپ نے سنکر ایک نعرہ مارا اور جان مشاہدہ حق میں حق کے سپرد کر دی۔ تیسری ربیع الاول ۱۸۷ھ کو آپ نے وفات پائی، اور حضور ص کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے روضہ کے متصل مدفون ہوئے۔

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رح

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رض کے پیر و مرشد

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رض مشائخ طریقت میں خاص درجہ رکھتے ہیں۔ کتب تصوف میں آپ کے مجاہدات و ریاضات اور سیر و سیاحت کے حالات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

آپ بصرہ میں اقامت پذیر تھے، چالیس سال کے ٣١
مجاہدہ کے بعد آپ نے حضرت خواجہ حسن بصری رح کے ہاتھ پر بیعت کی۔

امام عبداللہ نے تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ چالیس سال تک آپ نے فجر کی نماز کو عشاء کے وضو سے پڑھا ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ نے علوم ظاہر و باطن کو حضرت امام حسن ع سے بھی حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رح نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا کیا۔ ۲۷ صفر ۱۷۷ھ میں آپ نے وفات پائی، اور بصرہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رح

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے پیر و مرشد حضرت حسن بصری رض

۲۱ھ میں مدینہ منورہ کے اندر پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جس وقت آپ پیدا ہوئے آپ کو حضرت عمر رض کی خدمت میں لے جایا گیا، حضرت عمر رض نے آپ کو دیکھ کر فرمایا "خوبصورت بچہ ہے۔ اس کا نام حسن رکھو" چنانچہ آپ کا نام حسن رکھا گیا۔ بعض روایات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رض کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ ایک روز آپ رو رہے تھے اور آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف تھیں کہ حضرت ام سلمہ رض

نے آپ کے منہ میں لعاب دہن دے دیا۔ ممکن ہے کچھ قطرات آپ کے دہن مبارک سے شکم میں گئے ہوں، اور انہیں کی یہ برکت ہے کہ آپ کو خداوند تعالٰی نے علوم ظاہری و باطنی کا کامل بنا دیا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضؓ نے ایک سو تیس صحابہ کو دیکھا، اور تابعی کا شرف حاصل کیا تھا، آپ کو حضرت امام حسنؓ اور خواجہ کمیل بن زیاد رضؓ کی صحبت کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملی۔ اور آپ نے حضرت علیؓ ہی سے خرقۂ خلافت پایا۔ نواسی برس آپ کی عمر ہوئی اور یکم رجب یا ۲ محرم الحرام ؁ میں ہشام بن عبدالملک کے عہد خلافت میں وفات پائی، آپ کے مشہور خلفاء یہ ہیں (۱) شیخ عبدالواحد بن زید رضؓ (۲) ابن رزین (۳) شیخ حبیب عجمی (۴) شیخ عتبہ بن العلام (۵) محمد واسع رحمہم اللہ۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے واقعہ کے بعد آپ بصرہ تشریف لے گئے تھے، وہیں وفات پائی۔ بصرہ سے تین میل کے فاصلہ پر آپ کا مزار ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

مشائخ طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ درویشی کا خرقہ حضرت رب العزت
۳۲ سے حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کو عطا ہوا۔ اور آنحضرتؐ نے وہ خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مرحمت فرمایا اور دس حضرات کو راہِ عرفان کا سلسلہ بڑھانے کے لئے بیعت کیا یعنی حضرات ابوبکر صدیق رضؓ۔ عمر فاروق رضؓ۔ عثمان غنی رضؓ۔ حضرت علیؓ۔ طلحہ رضؓ۔ زبیر رضؓ۔ ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ۔ سعد بن ابی وقاص رضؓ۔ سعید رضؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ۔

انہیں حضرات سے طریقت کا سلسلہ جاری ہوا ہے خصوصاً حضرات علیؓ اور ابوبکر رضؓ سے۔ چنانچہ منقول ہے کہ چار پیر پنجتن گروہ اور چودہ خانوادوں کا سلسلہ حضرت علیؓ سے وابستہ ہے اور خاندان نقشبندیہ کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پوتے قاسم بن محمد رضؓ سے جاری ہوا ہے۔

حضرت علیؓ نے حسب بیان مشائخ طریقت چار پیر مقرر کئے تھے۔ اول پیر حضرت امام حسنؓ۔ دوسرے پیر حضرت امام حسینؓ تیسرے پیر حضرت خواجہ کمیل بن زیاد رضؓ، چوتھے پیر حضرت خواجہ حسن بصری رضؓ، اور بعض مشائخ نے اول پیر حضرت خواجہ حسن بصری رضؓ کو مانا ہے۔ دوسرا پیر خواجہ کمیل بن زیاد کو۔ تیسرا پیر خواجہ اویس قرنی رضؓ کو، چوتھا پیر خواجہ حسن سری سقطی کو، اور بعض نے اول پیر خواجہ حسن بصری کو قرار دیا ہے۔ دوسرا پیر خواجہ کمیل بن زیاد کو تیسرا پیر عبدالواحد زید کو اور چوتھا پیر عبداللہ مکی کو۔

پانچویں فصل —— بزرگانِ طریقت سے استفادہ

حضرت خواجہ بزرگؒ جیسا کہ مشہور ہے۔ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحؒ سے خرقۂ خلافت اور تبرکات پاکر ۵۲ سال کی عمر میں پیر و مرشد سے رخصت ہوتے، اور بغداد سے نکل کر ماوراءالنہر کے راستے سے قصبہ اوش کی طرف روانہ ہوئے۔

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کا قیام اوش میں کتنے عرصہ رہا ممکن ہے کافی عرصہ تک رہے ہوں، اس لئے کہ اسی مقام پر آپ سے حضرت خواجہ قطب الدین رحؒ نے باطنی فیض حاصل کیا۔ اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر مجاہدات و ریاضات شروع کیں۔

اوش سے روانہ ہو کر بقول بعض حضرت خواجہ بزرگؒ جیلان پہنچے، اور حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضؓ سے ملاقات فرمائی، حضرت غوث اعظم نے آپ کو تعظیم و تکریم سے لیا اور پانچ مہینے سات روز اپنا مہمان رکھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ اوش سے خواجہ بزرگؒ قصبہ سنجان میں تشریف لے گئے، اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحؒ سے فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرت غوث اعظم رحؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چلہ کشی کی، اور عرصہ دراز تک حضرت غوث اعظم رحؒ سے فیض حاصل کیا۔

جیلان سے روانہ ہو کر حضرت خواجہ بزرگؒ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر بن محمد البکری السہروردی رحؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور بہت دنوں تک ان کی صحبت سے فائدہ اٹھایا۔ یہاں سے روانہ ہو کر شیخ اوحدالدین کرمانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کافی روحانی فیض حاصل کیا۔ شیخ ممدوح نے آپ کو خرقۂ خلافت مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد خواجہ بزرگ ہمدان تشریف لے گئے۔ اور حضرت یوسف سے ملاقات کی۔ پھر تبریز جاکر شیخ ابوسعید تبریزی (پیر و مرشد شیخ جلال الدین تبریزی) سے ملاقی ہوئے۔ یہاں سے خواجہ بزرگ اصفہان پہنچے اور شیخ محمد، شیخ ابوسعید ابوالخیر، شیخ ناصر الدین، شیخ ابوالحسن خرقانی اور شیخ ابوالمظفر سے ملاقات کی۔ اور ان میں سے ہر ایک کی خدمت میں رہ کر معرفت الٰہی کا سرمایہ حاصل کیا۔

بعض روایات سے حضرت خواجہ بزرگؒ کا بلخ جانا بھی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ سیر العارفین میں سفر بلخ کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ وہاں ایک باکمال حکیم رہتا تھا۔ جو علم تصوف اور صوفیوں سے کوئی عقیدت نہ رکھتا تھا۔ حضرت خواجہ بزرگؒ کو حکیم نے دیکھا، اور حضرت بزرگ کی نظر اس پر پڑی تو وہ بے اختیار

خواجہ بزرگ کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا پس خوردہ اس کو عطا فرمایا، اس میں سے اس نے چند ہی لقمے کھائے تھے کہ اس کا سینہ فلسفیات کے زنگ سے صاف ہو گیا اور نورِ باطن سے قلب منور ہو گیا۔ فلسفہ کی تمام کتابیں اس نے دریا میں ڈال دیں، اور آپ کے حلقہ بیعت کر لی۔ حضرت خواجہ بزرگ نے اس کو کامل بنا کر خرقہ خلافت مرحمت فرمایا اور شہر بلخ میں متعین فرما دیا۔

ایک واقعہ منقول ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ ایک سفر میں ایک ایسے جنگل سے گذرے، جہاں ڈاکوؤں کی جماعت رہتی تھی، رہزنی ان کا پیشہ تھا، جو مسافر اس جنگل سے گذرتا اس کو لوٹ لیتے، اور مسافر مسلمان ہوتا تو مار بھی ڈالتے۔ آپ نے رہزنوں کی اس جماعت کو دیکھا اور رہزنوں نے آپ پر نظر ڈالی، اور دونوں اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے یعنی رہزن آپ کو لوٹنے کے لئے آگے بڑھے، اور خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی نگاہوں سے نگاہ ملا کر ان کے دل و دماغ کی اصلاح کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رہزنوں پر لرزہ طاری ہو گیا، اور ادب کے ساتھ انہوں نے خواجہ بزرگ کی خدمت میں عرض کیا کہ "ہم لوگ آپ کے غلام ہیں"۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان کیا اور ان کو سچا مسلمان بنا دیا۔

ایک اور واقعہ اسی سیر و سیاحت میں حضرت خواجہ بزرگ سبزوار بھی تشریف لے گئے۔ سبزوار کا حاکم شیعہ مذہب کا پابند اور انتہا درجہ کا ظالم و جابر تھا، اس کا ایک باغ تھا جس کے اندر ایک حوض تھا۔ اور حوض میں صاف و شفاف پانی بھرا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ بزرگ اس باغ میں پہنچے، اور حوض پر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر گذری ہوگی کہ حاکم کے آنے کی خبر ملی۔ حضرت خواجہ بزرگ کے ہمراہ جو درویش تھے انہوں نے عرض کیا "حضور! حاکم شہر آرہا ہے"۔ آپ نے فرمایا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، تم لوگ کسی درخت کی آڑ میں ہو جاؤ اور تماشہ دیکھو۔ وہ لوگ چلے گئے اور درختوں کی آڑ میں چھپ رہے۔

تھوڑی دیر میں حاکم شہر کے خدام آئے، اور حوض کے کنارہ فرش بچھایا، اور [illegible] حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہاں سے اٹھ جاؤ اور کہیں اور جا بیٹھو۔ چند ہی لمحے گذرے ہوں گے کہ حاکم آ گیا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ بدستور تلاوت قرآن میں مشغول رہے اور حاکم کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، حاکم دیر تک خاموش خواجہ بزرگ کو دیکھتا رہا۔ یکایک حضرت خواجہ بزرگ کی نظر اس پر پڑی اور وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ حاکم خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا، اور جب اس کو ہوش آ گیا تو فرمایا "اصحاب رسول اللہ صلعم کو تبرا نہ کہنا۔ حضور صلعم نے اپنے اصحاب کے متعلق فرمایا ہے :-

اصحابی کالنجوم بایھم	میرے اصحاب ستاروں کے
اقتدیتم اھتدیتم	مانند ہیں۔ ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کرو گے، راہ راست پاؤ گے۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کا حاکم پر غیر معمولی اثر ہوا اور اس نے عرض کیا "اصحاب رسول اللہ صلعم کو تبرا کہنا حقیقت میں ہمارا ایک برا فعل ہے، میں اس سے توبہ کرتا ہوں"۔

بلخ تشریف لے جانے کی روایت یہ ہے کہ خواجہ بزرگ سبزوار سے بلخ تشریف لے گئے۔ شیخ احمد خضرویہ کے ہاں ٹھہرے اور مولانا ضیاء الدین سے جو مدرسہ میں پڑھاتے تھے، ملاقات کی اور اپنی توجہ سے مولانا ضیاء الدین کے خیالات کی اصلاح کی جو فلسفہ میں غلو ہونے سے خراب ہو گئے تھے۔

مختصر یہ کہ اسی طرح سیر و سیاحت کرتے ہوئے حضرت خواجہ ۴۴
بزرگ رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظمہ پہنچے اور حج ادا کیا، اور مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، اور عرصہ دراز تک حضرت سرور کائنات کی روح مبارک سے فیض حاصل کیا۔

ایک روز حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ روضہ مبارک حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ پر حاضر تھے کہ غیب سے آپ کے کانوں میں یہ آواز آئی :-

"معین الدین حسن! ولایت ہند تم کو بخشی گئی، تم اجمیر جاؤ اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرو، اس لئے کہ اس سرزمین پر کفر و ضلالت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ خداوند تعالیٰ تمہاری ذات سے اسلام کو ترقی دے گا"۔

حضرت خواجہ بزرگ اس ہدایت غیبی سے بہت متاثر ہوئے اور مدینہ منورہ سے غزنی کے راستہ ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔

چھٹی فصل خواجہ بزرگ کی آمد سے پہلے ہند کی حالت

حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ [illegible] میں ہندوستان تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہندوستان کی کیا حالت

تھی اور ہندوستان کے کن کن علاقوں میں اسلام کی روشنی پہنچ چکی تھی۔ اس کی مختصر کیفیت بیان کرنی ضروری ہے، تاکہ آئندہ واقعات آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔

مورخین کا بیان ہے کہ عرب کی تجارت قدیم سے دور و دراز مقامات سے جاری تھی، اور عراق، عرب کے تاجروں کے تعلقات جنوبی ہند تک تھے۔ حضور کے عہد مبارک میں عرب تاجروں کے قافلے جنوبی ہند کے سواحل تک آتے، اور یہاں کی آبادیوں میں اسلام کے ظہور اور اشاعت کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رض کے عہد میں غالباً عراق عرب کے کچھ لوگ سواحل ہند اور خصوصاً سراندیپ میں آئے اور یہیں اقامت اختیار کرلی۔ یہاں کے لوگوں نے ان مسلمانوں کے اخلاق و عادات کو دیکھا۔ ان کی دینداری، دیانت اور سچائی پر نظر ڈالی اور اسلام کی طرف مائل ہونے لگے، یہاں تک کہ بتدریج بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمر فاروق رض اور حضرت عثمان رض کے عہد خلافت میں عراق، عجم (ایران) کے مقبوضات مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگئے اور مسلمان فتوحات کرتے ہوئے سندھ تک پہنچ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس علاقہ کے سواحل عرب تاجروں کے لئے کھل گئے، اور سیستان و بلوچستان کے علاقوں میں اسلامی لشکر رہنے لگا، اور یہاں کے لوگوں میں اسلام کی تحریک شروع ہوگئی۔ ممکن ہے اس زمانہ میں ان علاقوں کے کچھ لوگ مسلمان بھی ہوگئے ہوں۔

حضرت عثمان رض کے عہد خلافت میں حکیم بن جبلۃ العبدی ہندوستان آئے، اور حضرت علی رض کے عہد میں حارث بن مرہ عبدی ہندوستان میں داخل ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رض کے عہد میں مہلب بن ابی صفرہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ملتان تک علاقوں کو فتح کرتے ہوئے پہنچ گئے، لیکن اس فتح سے انہوں نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا یعنی چند روز اس علاقہ میں رہ کر لشکر اسلام کے ساتھ ایران واپس چلے گئے۔

عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ کے عہد میں عراق، عرب کا والی (حاکم) حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔ اس کے عہد حکومت میں یہ واقعہ رونما ہوا کہ سراندیپ کے اندر جو عرب تاجر آکر آباد ہوتے تھے، ان میں سے بعض کا انتقال ہوگیا۔ اور ان کے اہل و عیال بے یار و مددگار رہ گئے۔ سراندیپ کے راجہ کو ان کا حال معلوم ہوا تو اس نے ان کو ایک کشتی میں سوار کرا کے کوفہ کی جانب روانہ کردیا، اور حجاج بن یوسف کی خدمت میں بہت سے ہدایا و تحائف ان کے ہاتھوں بھیجے۔ یہ کشتی مقام دیبل واقع سندھ کے قریب پہنچی تو اس علاقہ کے لوگوں نے اس کو لوٹ لیا۔ حجاج بن یوسف کو اس کی اطلاع ملی تو وہ غضب ناک ہوگیا، اور فوراً اس علاقہ کے لوگوں سے بدلہ لینے کے لئے اس نے اپنے بھتیجے قاسم بن محمد کو چھ ہزار فوج دے کر سنہ ۹۳ھ میں سندھ کی جانب روانہ کردیا۔

سندھ اس زمانہ میں راجہ داہر کے قبضہ میں تھا۔ راجہ داہر نے قاسم بن محمد سے مقابلہ کے لئے کافی فوج جمع کی اور مقابلہ شروع ہوگیا۔ مسلمانوں نے راجہ کو مار ڈالا، اور اس کے تمام علاقہ پر جو دریائے اٹک تک تھا قابض ہوگئے۔

قاسم بن محمد نے راجہ داہر کے ملک پر قابض ہوکر رعایا سے بہترین سلوک کیا یعنی وہاں کی رعایا سے مروجہ زر مال گذاری وصول کیا، اور جن مسلمانوں کو زمینداریاں دی گئی تھیں، ان سے اصول اسلام کے مطابق پیداوار کا دسواں حصہ لیا۔ ہندوؤں کے مندروں کو علیٰ حالہٖ باقی رکھا۔ البتہ اتنی اصلاح کی کہ مندروں میں جو مخرب اخلاق امور ہوتے تھے، ان کو بند کردیا۔ پجاریوں کو حکومت سے جو وظائف ملتے تھے وہ بدستور جاری رکھے۔

مورخین کا بیان ہے کہ سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ۹۳ھ سے ۱۲۸ھ تک یعنی چھتیس برس تک رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ہشام بن عبدالملک رض کے عہد خلافت میں دربار خلافت کی طرف سے جو لوگ سندھ آئے، انہوں نے دیکھا کہ یہاں کے مسلمانوں کی حالت ہندو راجوں کے ظلم و ستم سے بہت خراب ہوگئی ہے، اور وہ سندھ کے تمام علاقوں سے سمٹ کر ایک مقام پر آباد ہوگئے ہیں، جہاں اپنی زندگی خوف و خطر کی حالت میں بسر کر رہے ہیں۔

اموی خلافت کا آخری دور چونکہ انتشار و اضطراب کا دور تھا، اس لئے وہ دور دراز مقامات کے انتظام کو قائم نہ رکھ سکے، اور چند روز بعد انقلاب وقوع میں آگیا یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رض (حضور کے چچا زاد بھائی) کے خاندان نے اموی خلافت کو الٹ کر عباسی خلافت قائم کرلی۔

بدہر سخلیفہ عباسی منصور کے عہد میں مغلس عبدی مقرر ہوکر آیا، اس نے سندھ میں ایک شہر منصورہ کے نام سے آباد کیا اور نظم و نسق کو درست کرکے مسلمانوں کی حالت سنبھال لی۔

مختصر یہ کہ سندھ کے ملک پر مختلف حاکم مقرر ہوکر آتے رہے، یہاں تک کہ جب عباسی خلافت کمزور ہوگئی تو سندھ کے بڑے حصہ پر ہندوؤں نے قبضہ کرلیا، اور بہت تھوڑا حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔

ملیبار میں مسلمانوں کے ورود کا واقعہ یہ ہے کہ تقریباً ہندیہ

کچھ عرب مہم کے چند درویش حضرت آدم علیہ السلام کے قدم گاہ کی زیارت کی غرض سے کشتی میں سوار ہو کر سراندیپ کی طرف روانہ ہوئے۔ مخالف ہوا ہونے کے سبب ان کی کشتی سراندیپ کے بجائے مالابار کے ساحل پر پہنچ گئی۔ یہ لوگ کشتی سے اترے اور شہر کرانگانور میں پہنچے، یہاں کے راجہ نے ان لوگوں کو طلب کیا اور ان سے اسلام کی حقیقت دریافت کی، ان درویشوں نے اسلام کے محاسن و فضائل بیان کئے، اور راجہ مسلمان ہو گیا۔

یہاں سے یہ درویش سراندیپ گئے، اور پھر مالابار واپس آکر راجہ سے ملے۔ راجہ ان کے ہمراہ حج ادا کرنے کے لئے روانہ ہوا، لیکن راستہ ہی میں وہ بیمار ہو کر مر گیا۔ مرتے وقت اس نے اپنے ہمراہیوں کو وصیت کی کہ مالابار میں جا کر اسلام کی اشاعت کرنا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اشاعت اسلام میں معقول حصہ لیا۔

یہ واقعہ غالباً سنہ ھ کا ہے۔

اس کے دو سال بعد چند عرب اہل و عیال کے ساتھ مالابار میں سکونت کی غرض سے آئے، اور یہاں کے راجہ نے ان کو زمینیں اور باغات عطا کئے، اور عبادت کے لئے ایک مسجد بھی یہاں ان لوگوں نے بنالی۔

مختصر یہ کہ اس کے بعد عرب لوگ مالابار میں آتے رہے اور سکونت اختیار کرتے رہے، اور اسلام کی تبلیغ میں بھی مصروف رہے، یہاں تک کہ مالابار میں مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔

مختصر یہ کہ ہندوستان کے مختلف گوشوں میں اسلام ترقی کر رہا تھا اور بعض بعض مقامات پر اسلامی حکومتیں بھی قائم ہو گئی تھیں، مثلاً ملتان اور سندھ کے شہر منصورہ میں۔

عباسی خلافت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان کے ہندو راجوں نے مسلمانوں پر زیادتی شروع کی، ان کے مقبوضات کو چھین لیا، اور ان پر طرح طرح کے ظلم کرنے لگے۔

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت عثمان رضہ کے عہد میں ایران فتح ہو چکا تھا۔ اور مسلمان بلوچستان اور افغانستان تک پہنچ گئے تھے، لیکن افغانستان میں بہت کم مسلمانوں نے اقامت اختیار کی، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کو فتح کر کے انہوں نے چھوڑ دیا، اور پھر انقلابات کی وجہ سے دوبارہ اس جانب توجہ نہ کی جا سکی۔

ایران میں اسلامی حکومتیں قائم تھیں۔ اور کابل کے قریب غزنی پر سلطان سبکتگین اور اس کا بیٹا محمود حکمران تھا، اسی زمانہ میں پنجاب کے راجہ جے پال نے بلا وجہ سرحد کے علاقہ پر حملہ کر دیا، سبکتگین نے فوج بھیج کر ہندوؤں کو شکست دی اور راجہ کو گرفتار کر لیا۔ راجہ نے ایک لاکھ درہم اور پچاس ہاتھی دینے کا عہد کر کے رہائی حاصل کی لیکن واپس آکر بد عہدی کی اور کچھ نہ بھیجا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سبکتگین لشکر جرار لے کر ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا ہندوستان کے تمام راجوں نے مل کر مقابلہ کیا، لیکن سب نے شکست کھائی اور مسلمانوں نے پھر راجہ جے پال کو گرفتار کر لیا۔

مختصر یہ کہ سبکتگین اور اس کے بیٹے محمود نے متواتر ہندوستان پر بارہ حملے کئے، اور ہندو راجوں کو معقول سبق دیا۔ اسی سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ سومنات کا مشہور مندر بھی محمود ہی نے فتح کیا تھا، اور یہاں جو بدکاریاں ہوتی تھیں، ان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا تھا۔

سلطان محمود کی سلطنت غزنی پر عرصہ دراز تک رہی آخر بادشاہ نے غزنی کو چھوڑ دیا اور لاہور کو دارالسلطنت بنایا، اور غزنی پر سلطان غیاث الدین بادشاہ غور کے بھائی سلطان شہاب الدین نے قبضہ کر لیا، اور اس کے بعد ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور سندھ و ملتان کو فتح کرتا ہوا لاہور تک پہنچ گیا۔

ہندوستان کے راجوں نے شہاب الدین غوری کے اثر و اقتدار کو مٹانے اور مسلمانوں کو ہندوستان سے باہر نکال دینے کی تدبیریں شروع کیں، لیکن شہاب الدین غوری کے عزم و استقلال ۳۵
کے مقابلہ میں وہ اپنی تدبیروں میں کامیاب نہ ہو سکے، شہاب الدین غوری اس قدر عزم و استقلال رکھتا تھا کہ ہندو راجوں سے شکست کھاتا تھا، اور واپس چلا جاتا تھا، اور پھر تیار ہو کر ہندوستان پر حملہ آور ہوتا تھا۔

غرض اس وقت ہندوستان کی یہ حالت تھی، اور ہندوستان میں مسلمان بہت ہی مظلومی کی حالت میں تھے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہندو راجے مسلمانوں سے ہندوستان کو صاف کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

ساتویں فصل —— خواجہ بزرگ کی ہندوستان میں آمد

حضرت خواجہ بزرگ رح مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر غزنی پہنچے اور غزنی سے لاہور ہوتے ہوئے دہلی میں تشریف لائے دہلی اس زمانہ میں کفر و شرک کا مرکز تھا۔

اس وقت دہلی پر کھانڈے راؤ حکمران تھا۔ اجمیر پر پرتھی راج کی حکومت تھی، اور قنوج پر جے چند حکومت کرتا تھا۔ پرتھی راج اور جے چند دونوں اپنے شہنشاہ ہونے کے مدعی تھے۔

حضرت خواجہ بزرگ نے دہلی پہنچ کر پرتھی راج کے خاص مندر اور محل خاص کے درمیان اقامت اختیار کی۔ یہ ہم عقیدہ اور ہم خیالوں

کو اس کا حال معلوم ہوا تو وہ کھانڈے راؤ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اس پاپی مسلمان کو یہاں سے نکالو زمین کے دیوتا ناراض ہو رہے ہیں۔ اول تو کھانڈے راؤ نے چند آدمیوں کو بھیج کر حضرت خواجہ بزرگ کو اس جگہ سے نکلوا دینا چاہا، لیکن جب یہ دیکھا کہ جو شخص ان کے پاس جاتا ہے، خاص اثر لے کر آتا ہے تو اس نے خواجہ بزرگؒ کے قتل کا حکم دیدیا۔ لیکن جو شخص بھی قتل کے ارادہ سے خواجہ بزرگ کے پاس گیا، آپ کے اخلاق و عادات اور ارشادات سے اتنا متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔

خواجہ بزرگؒ اس عرصہ میں پوری قوت سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے اور چند روز میں بہت سے ہندو اور راجپوت مسلمان ہو گئے۔ کھانڈے راؤ کو اس کا علم ہوا، تو وہ غضب ناک ہو گیا، اور ساتھ ہی دل میں یہ خطرہ بھی پیدا ہوا کہ اگر اسلام لانے والوں کی تعداد اسی طرح بڑھتی رہی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان میرے دارالسلطنت پر قبضہ کر لیں، اور مجھ کو دہلی سے نکال دیں۔ اس خطرے کو محسوس کر کے کھانڈے راؤ نے حالات سے پرتھی راج کو آگاہ کیا۔ پرتھی راج یہ اطلاع پا کر دہلی آیا، اور اپنی آنکھوں سے حضرت خواجہ بزرگؒ کے دربار کو دیکھا، جہاں سیکڑوں مسلمان جمع تھے، اور سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر پرتھی ۳۶
راج گھبرا گیا، اور حضرت خواجہ بزرگؒ کو دہلی سے نکال دینے کی تدبیریں شروع کیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ پرتھی راج نے ایک موقع پر حضرت خواجہ بزرگؒ کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ "تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ" اور خواجہ بزرگؒ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ "تین دن کے اندر تجھ کو معلوم ہو جائے گا کہ کون اس شہر سے نکلتا ہے یعنی میں یا تو"

ایک اور روایت یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کی آمد سے بہت پہلے اجمیر کے راجہ رائے پتھورا کی ماں نے جو نجوم و سحر کے فن میں کمال رکھتی تھی، اپنے بیٹے رائے پتھورا کو آگاہ کیا تھا کہ "ایک درویش ہندوستان میں آئے گا، تیرے دین کو مٹا دے گا، اور اپنے دین اسلام کو روشن کرے گا، تم اس سے عجز و الحاح اور منت و ملجت سے پیش آنا اور اس کی تواضع و تعظیم کرنا، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو تمہاری جان ضائع ہو جائے گی" یہ کہہ کر اس نے حضرت خواجہ بزرگ کا حلیہ اور تمام علامات و نشانات بتائے۔ رائے پتھورا نے یہ سنکر اپنے مقبوضات کے تمام علاقوں کے حاکموں کو خواجہ بزرگ کا حلیہ لکھ کر بھیجا اور حکم دیا کہ اس حلیہ کا جو شخص تمہارے علاقہ میں آئے، اس کو نرمی و ملاطفت کے ساتھ اجمیر پہنچا دو۔

حضرت خواجہ بزرگؒ جب غزنی سے روانہ ہو کر لاہور ہوتے ہوئے قصبہ سمانا حوالئ پٹیالہ میں پہنچے، تو راجہ کے آدمیوں نے آپ کی شکل و شباہت کو حلیہ کے مطابق پا کر اپنی نگرانی میں لے لیا اور آپ سے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ ہم نے آپ کی اقامت کے لئے ایک بہترین جگہ تجویز کی ہے، بہتر ہے کہ اس مقام پر چل کر قیام فرمائیں۔

حضرت خواجہ بزرگؒ نے رائے پتھورا کے آدمیوں کی یہ درخواست سنکر مراقبہ کیا اور مراقبہ میں آپ کو ہدایت ہوئی کہ آپ ان اشخاص کی باتوں پر ہرگز عمل نہ کریں، ان کی نیت میں فساد ہے۔ اس ہدایت کے بعد حضرت خواجہ بزرگؒ نے رائے پتھورا کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ ہم درویش لوگ ہیں کسی ایک جگہ قیام نہیں کرتے، اس لئے آپ کی درخواست منظور نہیں کی جا سکتی۔ اور اس کے بعد حضرت خواجہ بزرگؒ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جن کی تعداد چالیس بتائی جاتی ہے دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس واقعہ کے سلسلہ میں حضرت خواجہ بزرگؒ سے ایک کرامت کا ظہور بھی ہوا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ رائے پتھورا نے چونکہ اپنے اعلان میں یہ ہدایت بھی کی تھی کہ اگر وہ درویش اس طرف آنے پر آمادہ نہ ہو یا اس سے خطرناک امور کا اقدام ہو تو پھر جس طرح ممکن ہو اس کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ جب خواجہ بزرگ دہلی کی طرف روانہ ہوئے تو ایک شخص بغل میں چھرا دبا کر آپ کو شہید کرنے کی نیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو آثار و قرائن اور باطنی بصیرت سے اس شخص کے ارادہ کا علم ہو گیا، اور آپ نے اس سے فرمایا "تم جس ارادہ سے آئے ہو اس کام کو پورا کرو" حضرت خواجہ بزرگ کے یہ الفاظ سنکر وہ شخص کانپنے لگا، اور چھرا اس کی بغل سے نکل کر زمین پر گر پڑی۔ مختصر یہ کہ اس شخص نے اپنی جرأت کی معافی طلب کی، آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، اور آپ کے ہمراہیوں میں شامل ہو گیا۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ آپ غزنی سے لاہور میں تشریف لائے، اور حضرت خواجہ مخدوم علی ہجویریؒ کے مزار پر معتکف ہوئے اور ایک مہینہ تک اعتکاف میں مشغول رہ کر باطنی فیوض حاصل کیے اور اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے۔

دہلی کا ایک اور واقعہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ خواجہ بزرگؒ دہلی میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں مشغول تھے کہ ایک روز جبکہ مسلمانوں کے حلقہ کے درمیان حضرت خواجہ بزرگؒ تشریف فرما تھے، ایک شخص مضطرب و مغموم صورت میں حاضر ہوا اور حضرت خواجہ بزرگؒ سے عرض کیا۔

جو شہر کے ظالم حاکم نے میرے بیٹے کو بلا وجہ اور بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا ہے۔ آپ منصف ہیں اور خدا نے آپ کو انصاف پر مامور فرمایا ہے۔ اس لئے آپ سے انصاف کا طالب ہوں۔

حضرت خواجہ بزرگ کو اس کے حال پر بڑا رحم آیا۔ اور اس سے فرمایا کہ "مجھ کو اپنے مقتول بیٹے کی نعش پر لے چل" یہ شخص حضرت خواجہ کو اپنے ہمراہ لے گیا، اور مقتول بیٹے کی نعش پر سے جا کر کھڑا کر دیا حضرت خواجہ بزرگؒ نے مقتول کے سر کو نعش سے ملا کر رکھا، اور پھر فرمایا "ظالم حاکم نے تجھ کو ناحق قتل کیا ہے، حکم الٰہی سے تو زندہ ہو جا"۔ یہ آواز سنتے ہی مقتول زندہ ہو گیا۔

مختصر یہ کہ حضرت خواجہ بزرگؒ دہلی میں تبلیغ و اشاعت اسلام میں مصروف رہے۔ کھانڈے راؤ اور پرتھی راج نے ہر قسم کی ممکن کوششیں کیں، لیکن وہ نہ تو حضرت خواجہ رحؒ کو تبلیغ و اشاعت اسلام سے روک سکے اور نہ اپنی رعایا کو مسلمان ہونے سے باز رکھ سکے۔

بظاہر یہ بات قرین عقل و قیاس نظر نہیں آتی کہ کھانڈے راؤ اور پرتھی راج جو اس زمانے کے طاقتور بادشاہ تھے، اور ہر قسم کا سامان اپنے پاس رکھتے تھے، حضرت خواجہ بزرگؒ کی تحریک کو نہ روک سکے۔ یا محض بے بس مسلمانوں کو موت کے گھاٹ نہ اتار سکے۔ واقعہ یہ ہے کہ خداوند تعالٰی کی قدرت سب سے برتر ہے، اور جب وہ کوئی کام کسی سے لینا چاہتا ہے، تو تمام مخالف طاقتوں کو اس کی راہ سے ہٹا دیتا ہے، کھانڈے راؤ اور پرتھی راج حضرت خواجہ بزرگؒ کی راہ میں ضرور حائل ہوئے، لیکن خدا نے ان کی تدبیروں کو ناکام بنا دیا اور وہ اپنی کوششوں میں ناکام رہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کھانڈے راؤ اور پرتھی راج نے اس خیال سے حضرت خواجہ بزرگ کو کوئی جسمانی آزار پہنچانے کی کوشش نہ کی ہو کہ اس زمانہ میں تارک الدنیا فقیروں کو چھیڑتے ہوئے بڑے بڑے بادشاہ اور با اختیار حکمران ڈرتے تھے، اور اس لئے ڈرتے تھے کہ کہیں یہ بظاہر بے حقیقت انسان ان کی حکومت کا تختہ نہ الٹ دیں یا اپنی کرامت یا روحانی قوت سے ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیں۔ یہ خیال اس واقعہ سے تقویت حاصل کرتا ہے، کہ پرتھی راج کی ماں نے اپنے بیٹے کو ایک ایسے درویش کی آمد سے آگاہ کر رکھا تھا جو اس کی جان کے لئے خطرناک تھا۔ ممکن ہے اسی خیال سے پرتھی راج نے حضرت خواجہ بزرگ رحؒ کو جسمانی آزار پہنچانے سے باز رکھا ہو۔ اور اس نے حضرت خواجہ رحؒ کو صرف دھمکایا ہو کہ وہ دہلی چھوڑ دیں، اور کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔

ساتویں فصل ——— بعض تاریخی حقائق

اس سے پہلے کہ ہم اجمیر میں حضرت خواجہ بزرگ کی تشریف آوری کے حالات حوالۂ قلم کریں، یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ غزنی کی سلطنت میں انقلاب رونما ہونے کے بعد غور کے بادشاہ محمد شہاب الدین نے ہندوستان کو فتح کر کے وہاں اسلام پھیلانے کی کیا کوششیں کی تھیں، اور اس موقع پر اس لئے ان واقعات کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کی تبلیغی مساعی سے ان کا خاص تعلق ہے۔

ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے بعد غزنی میں اس کی اولاد کی حکومت ڈیڑھ سو سال تک رہی، محمود کے آخری جانشین سے غزنی کو غور کے بادشاہ سلطان غیاث الدین نے لے لیا اور اس پر اپنے بھائی سلطان شہاب الدین کو جو اس کی فوج کا سپہ سالار تھا، حاکم مقرر کر دیا۔

غزنوی سلطنت کے آخری تاجدار غزنی سے ہندوستان چلے گئے تھے، اور لاہور میں حکومت کرتے تھے، سلطان شہاب الدین غوری اپنے بھائی غیاث الدین کی تحریک سے فوج لے کر ہندوستان کی جانب بڑھا، سندھ اور ملتان میں اس زمانہ میں قرمطی مذہب کے لوگوں کی حکومت تھی، شہاب الدین نے غزنی سے روانہ ہو کر اول سندھ اور ملتان پر حملہ کیا اور وہاں کے حکمرانوں کو شکست دے کر ان پر قبضہ کر لیا، پھر پنجاب کی طرف روانہ ہوا اور اس کو بھی غزنویوں کے ہاتھوں سے چھین لیا، اور اس کے بعد چوہان خاندان کے مشہور راجہ پرتھی راج کے دارالسلطنت اجمیر کی طرف روانہ ہوا۔

اجمیر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عہد اسلام سے بہت پہلے راجہ آج نے اس شہر کو اپنے نام پر آباد کیا تھا، اور آج میر نام رکھا تھا۔ میر ہندی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں، اور بعض اشخاص کا بیان ہے کہ میر ایک خاص پہاڑ ہے، جس پر راجہ آج سکونت پذیر تھا۔ نام کی یہ ترکیب بتاتی ہے کہ یہ مقام راجہ آج کا پہاڑ تھا، اور اسی کے نیچے شہر بسایا گیا تھا اسی خاندان کے ایک اور شخص انک نے شہر سانبھر کو آباد کیا تھا۔

چند جملے راجہ پرتھی راج کی نسبت بھی اس موقع پر لکھنا مناسب ہیں۔ تاریخ پرتھی راج، اکبر نامہ اور طبقات ناصری وغیرہ کا بیان ہے کہ راجہ آج کی اولاد عرصہ دراز تک اجمیر کے علاقہ پر حکمران رہی آٹھویں پشت پر اس خاندان کا اقتدار ختم ہو گیا، اور راجہ اہر سنگھ اجمیر پر قابض ہو گیا، راجہ اہر سنگھ کا بیٹا بلدیو سنگھ تھا جو انتہا درجہ کا

جابر ظالم حکمران ہوا ہے۔

ہندی کتابوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ بلدیو سنگھ کا چال چلن بھی خراب تھا، ایک مرتبہ اس نے ایک لڑکی کو دیکھا جو بتوں کی پرستش یا عبادت میں مشغول رہا کرتی تھی، اور اس پر اس کی طبیعت آگئی، نہ بکتی تھا اس نے اس سے زنا کیا، اور اس کی عصمت خراب کی، اس عورت کا نام گورجا بتایا جاتا ہے۔ گورجا نے راجہ کے حق میں بددعا کی اور اس سے کہا کہ سات دن کے بعد تجھ کو سانپ کاٹے گا، تو مر جائے گا، اور مردم خوار دیو کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ اجمیر واپس آکر جب راجہ نے گورجا کی بد دعا پر غور کیا تو خوف اس پر غالب آگیا، وہ اپنے افعال پر نادم ہوا، اور گورجا کے پاس جا کر عذر معذرت کی، اور عفو تقصیر کی درخواست کی، گورجا نے کہا کہ بددعا تو قبول ہو چکی، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ تیرے نطفہ سے میرے یہاں جو اولاد پیدا ہوگی، وہ تجھ کو راہِ راست پر لے آئے گی۔ گورجا نے جو بد دعا کی تھی، وہ پوری ہوئی ساتویں روز بلدیو سنگھ کو سانپ نے کاٹا اور وہ مر گیا، جب اس کی نعش جلائی گئی، تو آگ کے شعلوں سے ایک بلند شعلہ نمودار ہوا اور دیو کی شکل میں تبدیل ہو کر حاضرین میں سے کئی آدمیوں کو کھا گیا۔

گورجا نے بلدیو سے کہا تھا کہ تو مردم خوار دیو بن جائے گا، وہ مردم خوار دیو بن گیا اور روزانہ دو چار آدمیوں کو کھانے لگا، یہاں تک کہ اس کی مردم خواری نے شہر اجمیر کو تباہ و برباد کر دیا، کچھ لوگ تو اس کی خوراک بنے اور بہت سے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ۴۳

مردم خوار دیو نے کوہ میر پر سکونت اختیار کی، اور اس کا نام عوام میں ڈھنڈو دیو مشہور ہو گیا، اسی اثنا میں گورجا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے انا رکھا۔

ہندوؤں میں اسوج کے مہینے میں کثرت سے خیرات کی جاتی ہے خصوصاً متوفی بزرگوں کے نام، اس رسم کے مطابق انا نے سن شعور کو پہنچ کر اپنی ماں سے اپنے باپ کا نام دریافت کیا تاکہ اس کے نام پر خیرات کرے، گورجا اس کی ماں نے ہر چند اس کو ٹالا، اور اس کے باپ کا نام نہ بتایا، لیکن اس کا اصرار جب حد سے گذر گیا تو اس نے تمام واقعہ بیان کر دیا، اور وہ مقام بھی بتا دیا جہاں اس کا باپ مردم خوار دیو کی شکل میں رہتا تھا۔

انا ماں کے بتائے ہوئے پتہ پر اپنے باپ کے پاس گیا اس کے باپ ڈھنڈو دیو نے انا سے کہا "کیا تو زندگی سے بیزار ہے جو یہاں آیا ہے" انا نے کہا "میں گورجا کے بطن سے پیدا ہوا ہوں اور میرا نام انا ہے" ڈھنڈو دیو نے یہ سنکر کہا "تب تو، تو میرا بیٹا ہے، اور تیری ماں گورجا کے بیان کے مطابق تجھ سے مجھ کو نجات و ہدایت نصیب ہوگی" انا نے کہا "درست ہے اب تم کاشی چلے جاؤ، وہیں سے تم کو راہِ راست حاصل ہوگی" ڈھنڈو دیو یہ سنکر کاشی کی طرف روانہ ہو گیا، اور اس کے سارے مال و اسباب پر انا نے قبضہ کر لیا اور اجمیر کی حکومت ہاتھ میں لے کر شہر اجمیر کو آباد کیا۔

انا کے بعد اس کا بیٹا انندی تخت نشین ہوا اور شہر پشکر کو آباد کیا۔ انندی کا بیٹا راجہ سومیر ہوا۔ اور راجہ سومیر کا بیٹا پرتھی راج۔

پرتھی راج ایک متعصب ہندو راجہ تھا تخت حکومت پر قابض ہو کر اس نے مسلمانوں کو ہندوستان سے باہر نکال دینے کی پوری کوشش کی، اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کو ستایا جانے لگا تاکہ وہ تنگ آکر بھاگ جائیں۔ؔ

ہندوستان کے اندر مسلمانوں پر حد سے زیادہ ظلم و ستم ہو رہا تھا کہ سلطان شہاب الدین غوری نے پنجاب پر قبضہ کر کے اجمیر کی طرف بڑھا، بیان کیا جاتا ہے کہ بیکانیر کے مقام پر سلطان شہاب الدین اور پرتھی راج کی فوجوں کے درمیان معرکہ ہوا پرتھی راج کی فوج چونکہ اپنے ملک میں لڑ رہی تھی۔ تعداد میں بھی زیادہ تھی، اور سازو سامان بھی کافی رکھتی تھی، اس لئے اس نے سلطان شہاب الدین کی فوج کو شکست دے کر سلطان کو گرفتار کر لیا، پرتھی راج اور سلطان شہاب الدین کے درمیان راجپوتانہ کے ملک میں یہ پہلی لڑائی تھی۔ پرتھی راج نے اس خیال سے کہ شکست خوردہ بادشاہ کو دیکھ کر اس کی رعایا آئندہ جنگ پر آمادہ نہ ہوگی، شہاب الدین غوری کو اس کے دار السلطنت غزنی میں پہنچا دیا۔ اور ممکن ہے کہ سلطان غیاث الدین نے اپنے بھائی کا زر فدیہ ادا کر کے اس کو رہا کرا لیا ہو۔

دس سال کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے پھر ہندوستان پر حملہ کیا اور یہ دوسری لڑائی پانی پت کے میدان میں ہوئی، اس جنگ میں بھی سلطان کو شکست ہوئی، نہ صرف شکست بلکہ پرتھی راج نے اس کو گرفتار بھی کر لیا۔ اس دفعہ بھی سلطان نے جزیہ دے کر رہائی حاصل کر لی۔

ؔ مذکورہ بالا واقعات ہندو راویوں کے بیانات ہیں جن کو ہندو مسلمان اور انگریز مورخین نے اپنی تاریخوں میں لکھا ہے، عقل و قیاس کی روشنی میں ان پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (مولف)

بعض مؤرخین کا بیان تو یہ ہے کہ پرتھی راج نے اسی طرح سلطان شہاب الدین کو سات مرتبہ شکست دیکر گرفتار کیا، اور زر معاوضہ لیکر رہا کر دیا۔ اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ دو مرتبہ ایسا ہوا، اور بعض کہتے ہیں کہ پرتھی راج نے صرف ایک مرتبہ شکست دی تھی۔

بہر نوع سلطان شہاب الدین دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ یا آٹھویں مرتبہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر پرتھی راج سے مقابلہ کرنے کے لئے آیا، اور لاہور میں قیام کر کے پرتھی راج کے پاس اپنا سفیر بھیج کر ان مقامات کے تخلیہ کا مطالبہ کیا، جن کو مسلمان حکمرانوں سے اس نے چھین لیا تھا۔ پرتھی راج نے مطالبہ پورا کرنے سے انکار کر دیا اور تھانیسر کے مقام پر اپنی فوجیں سلطان شہاب الدین سے مقابلہ کرنے کے لئے جمع کریں۔ سلطان شہاب الدین بھی اپنی فوج لے کر لاہور سے تھانیسر کی جانب روانہ ہو گیا۔

آٹھویں فصل ———— خواجہ بزرگؒ اجمیر میں

عام روایت تو یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ غزنی سے لاہور اور لاہور سے دہلی تشریف لائے، اور دہلی سے اجمیر تشریف لے گئے، لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ مدینہ منورہ سے بشارت پاکر براہ راست اجمیر کی طرف روانہ ہوئے۔

بعض کتابوں میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ مدینہ منورہ میں جب حضور صلعم کی طرف سے آپ کو یہ ہدایت ہوئی کہ اجمیر جاکر دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرو تو حضرت خواجہ بزرگؒ نے عالم رویا میں حضورؐ سے عرض کیا کہ میں اجمیر کے مقام سے ناواقف ہوں۔ حضورؐ نے عالم رویا ہی میں ایک انار حضرت خواجہ بزرگؒ کو مرحمت فرمایا، اور حکم دیا کہ اس انار پر غور سے نظر ڈالو حضرت خواجہؒ نے انار کو غور سے دیکھا تو اس میں ہندوستان اور ہندوستان کے تمام مشہور شہروں کے مقامات نظر آنے لگے۔

مختصر یہ کہ حضرت خواجہ بزرگ رحؒ دہلی سے اجمیر کی طرف روانہ ہوئے، اور عام روایت کی بنا پر ۱۰ محرم الحرامؑ ۵۶۱ھ[عـ] کو اجمیر کے علاقہ میں پہنچے اور شہر سے باہر ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام فرمانے کا ارادہ کیا۔ ابھی سامان رکھنے نہ پائے تھے کہ ایک شخص نے رعونت آمیز آواز میں کہا "یہاں سامان مت اتارو، کہیں اور جاکر ٹھہرو، یہ جگہ سرکاری اونٹوں کے بیٹھنے کی ہے"۔ حضرت خواجہ بزرگؒ نے ان الفاظ کو سنا اور فرمایا "اونٹوں سے ہم کو کیا غرض، وہ یہاں بیٹھے ہی رہیں گے، ہم جاتے ہیں"۔ یہ کہہ کر حضرت خواجہ بزرگ رحؒ نے ہمراہیوں سے کہا، پہاڑی پر چلو۔ چنانچہ حضرت خواجہ رحؒ اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس پہاڑ پر تشریف لے گئے، جہاں آپ کا چلہ بنا ہوا ہے اور جو اناساگر (تالاب) کے اوپر واقع ہے۔

ایک اور روایت یہ بھی نظر سے گذری ہے کہ دہلی کے قیام میں حضرت خواجہ بزرگ رحؒ نے ہزاروں آدمیوں کو حلقۂ اسلام میں داخل کر لیا تھا، اور آپ کے لئے ان نومسلموں نے قطب مینار کے قریب ایک خانقاہ تعمیر کر دی تھی، جس میں آپ کافی عرصہ تک رہے تھے، اور یہیں آپ نے اپنے عزیز مرید حضرت خواجہ قطب الدین اوشی کو خرقۂ خلافت مرحمت فرمایا تھا۔ خواجہ قطب الدین اوشی کو حضرت خواجہ بزرگؒ نے اوش میں مرید کیا تھا۔ ممکن ہے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کے بعد وہ آپ کے ہمراہ ہی ہندوستان آئے ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد اوش سے روانہ ہو کر آپ کے پاس پہنچ گئے ہوں۔ اسی راوی کا بیان یہ ہے کہ ۳۹
۵۸۹ھ میں حضرت خواجہ بزرگ رحؒ نے خواجہ قطب الدین رحؒ کو دہلی میں اپنا خلیفہ مقرر کیا اور دہلی سے اجمیر تک کے درمیانی سفر میں جن جن مقامات پر خواجہ بزرگؒ نے مزید دن بھی، اسلام کے مبلغ مقرر کئے اور اس سفر میں ہزاروں کافروں کو حلقۂ اسلام میں داخل کیا۔

اسی راوی کا بیان ہے کہ اجمیر میں داخل ہو کر حضرت خواجہ بزرگ رحؒ نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ شام کو اس جگہ پر راجہ کے اونٹ آئے، اور ساربانوں نے آپ سے کہا کہ یہ جگہ سرکاری اونٹوں کے بیٹھنے کی ہے، تم یہاں سے اٹھ جاؤ۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا "لیجئے ہم تو جاتے ہیں، اونٹ بیٹھے ہی رہیں گے"۔ حضرت خواجہ رحؒ یہ فرما کر اناساگر کے کنارے پہاڑ پر چلے گئے، اور اونٹوں کی یہ حالت ہوئی کہ اس جگہ بیٹھے تو بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ ساربان یہ حال دیکھ کر

عـ حضرت خواجہ بزرگ کی پیدائش ۵۳۷ھ میں بتائی گئی ہے اور ۵۲ سال کی عمر میں آپ کا ہندوستان تشریف لانا بتایا گیا ہے۔ اگر ۵۳۷ھ کو درست مانا جائے تو حضرت خواجہ بزرگ رحؒ (بقیہ نوٹ کالم عـ۲ میں)

(بقیہ نوٹ کالم عـ۱) کا ۵۶۱ھ میں تشریف لانا غلط ٹھہرتا ہے۔ اس حساب سے صحیح سنہ حضرت خواجہ بزرگ رحؒ کے ہندوستان تشریف لانے کا ۵۸۹ھ ٹھہرتا ہے۔ بعض محققین نے ہندوستان میں تشریف آوری کا سال ۵۸۸ھ لکھا ہے۔

حضرت خواجہ رحمہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور بہت عاجزی اور الحاح و زاری کی۔ حضرت خواجہ رحمہ نے فرما دیا "جاؤ خدا کے حکم سے اونٹ اٹھ بیٹھے"۔

خزینۃ الاصفیا اور دبستان معرفت میں لکھا ہے کہ "حضرت خواجہ بزرگ نے انا ساگر کے قریب جس پہاڑ پر اقامت اختیار کی تھی، اس کے اطراف میں بہت سے بُت خانے تھے، جن میں روزانہ کئی من پھول، اور کئی من تیل صرف ہوا کرتا تھا۔ ان مندروں میں سے بعض میں گایوں کی مورتیاں بھی تھیں جن کی پرستش کی جاتی تھی۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمہ نے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں ان مندروں کے قریب اپنی قیام گاہ میں ایک گائے ذبح کرائی، اور اس کے پارچوں کو آگ پر بھنوا کر اپنے تمام ہمراہیوں کو کھلایا۔ اجمیر کے ہندو اور مندروں کے پجاری یہ خبر پاکر غضب ناک ہو گئے اور بقول بعض ہندوؤں کا بڑا مجمع آپ پر چڑھ آیا۔ آپ نے مٹھی بھر خاک ان لوگوں پر پھینک دی، جس سے سب کے جسم خشک ہو کر رہ گئے۔ حضرت خواجہ بزرگ کی یہ کرامت دیکھ کر اجمیر کے بہت سے لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور بعض اشخاص کا بیان یہ ہے کہ ہندوؤں اور پجاریوں نے خود کوئی کارروائی نہیں

۴۰

کی، بلکہ راجہ کے پاس پہنچ کر اس سے واقعہ بیان کیا۔ راجہ نے اول تو مداخلت کو مناسب نہ سمجھا لیکن جب زیادہ اصرار کیا گیا تو چند آدمیوں کو یہ حکم دیا کہ ان لوگوں کو مندروں کے قریب سے ہٹا دو۔ یہ آدمی حضرت خواجہ رحمہ کے پاس آئے، حضرت خواجہ رحمہ نے تھوڑی سی مٹی زمین سے اٹھائی اور اس پر آیۃ الکرسی پڑھ کر ان کی طرف پھینک دی، بہت سے آدمی تو خشک ہو کر زمین پر گر پڑے اور باقی نے بھاگ کر جان بچائی، اور راجہ کو واقعہ سے آگاہ کیا۔

نویں فصل ——— شہاب الدین اور پرتھی راج کی جنگ

سلطان شہاب الدین غوری اور پرتھی راج کی آخری جنگ کب ہوئی؟ یعنی حضرت خواجہ بزرگ کے قیام دہلی کے زمانہ میں یا قیام اجمیر کے زمانہ میں؟ اس کی نسبت کوئی مستند روایت نہیں ملتی۔ البتہ قرائن و قیاسات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ دہلی ہی میں تشریف فرما تھے کہ شہاب الدین غوری اور پرتھی راج کے درمیان تلاوڑی کے مشہور میدان میں فیصلہ کن جنگ چھڑ گئی، چنانچہ قیام دہلی کے اس واقعہ سے اس کی تائید ہوتی ہے جو پرتھی راج کے دہلی آنے پر وقوع میں آیا تھا۔ یعنی جب پرتھی راج حضرت خواجہ رحمہ کے پاس پہنچا اور نومسلموں کی بڑی تعداد کو حضرت خواجہ رحمہ کی خدمت میں دیکھا تو اس نے بہت بھرے لہجہ میں حضرت خواجہ رحمہ سے کہا کہ ہمارے شہر سے تم باہر نکل جاؤ، اور اس کے جواب میں حضرت خواجہ رحمہ نے یہ فرمایا تھا کہ "تین دن کے اندر تجھ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ کون یہاں سے نکلتا ہے، یعنی میں یا تو"۔ اس واقعہ کے تین دن بعد ہی جنگ چھڑی اور پرتھی راج اس جنگ میں مارا گیا جس کا واقعہ مورخین نے یہ بیان کیا ہے کہ

جب سلطان شہاب الدین ایک لاکھ بیس ہزار فوج لیکر تھانیسر کے میدان میں پہنچا تو دیکھا کہ پرتھی راج نے ہندوستان کے تمام راجوں کو مدد کے لئے بلا لیا ہے، اور دشمنان اسلام کی تعداد چار اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے، تو اس نے اتمام حجت کے طور پر ایک مرتبہ پرتھی راج کو پھر مصالحت کا پیام بھیجا اور ملتان کے مخصوص علاقوں کو واپس طلب کیا۔ پرتھی راج نے آخری پیام مصالحت پر غور کرنا چاہا تھا، لیکن اس کے ساتھیوں نے اس کو غور کرنے کا موقع نہیں دیا، اور جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

سلطان شہاب الدین غوری مصالحت کی کوشش میں ناکام رہا تو دوسرے دن صبح ہی سے اس نے جنگ شروع کر دی یعنی جانبازان اسلام کو اپنی سرداری میں لے کر آگے بڑھا اور دشمنان اسلام راجوں کی فوج پر حملہ کر دیا۔ یہ جنگ بڑی سخت تھی، صرف اس وجہ سے نہیں کہ ہندو راجے مسلمانوں کا استیصال کرنے کی فکر میں آئے تھے اور مسلمان ہندوؤں سے ملک کو پاک کرنے کا جذبہ رکھتے تھے بلکہ اس سبب سے بھی کہ اب کی مرتبہ پرتھی راج اور تمام ہندو راجوں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں سے ملک کو بالکل صاف کر دیا جائے۔ اور دوسری جانب مسلمانوں نے کئی مرتبہ کی شکستوں کے بعد یہ عہد کر لیا تھا کہ ہندوستان فتح کر کے دم لیں گے، یا اسی کوشش میں فنا ہو جائیں گے۔

ہندو راجوں اور مسلمانوں دونوں کا خیال یہ تھا کہ جنگ کا سلسلہ دیر تک جاری رہے گا، لیکن صبح کو جب مسلمانوں نے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر شہادت کی آرزو میں ہندوؤں پر حملہ شروع کیا ہے تو جنگ کی حالت ہر لمحہ دوسری نظر آتی تھی یعنی مغلوب گروہ دم لے کر پھر میدان میں آجاتا تھا، اور غالب جماعت فتح کے نشہ میں سرشار برابر آگے قدم بڑھاتی تھی۔

صبح سے شام تک سخت معرکہ جاری رہا، مسلمانوں نے اس جنگ میں حیرت انگیز کارنامے دکھائے اور ہندوؤں کے ٹڈی دل پر اس قدر سخت حملے کئے کہ وہ ان کو روکنے سے عاجز رہے۔ یہاں تک کہ غروب آفتاب سے پہلے پہلے مسلمانوں نے ہندوؤں کو

ذلت آمیز شکست دیکر بھگا دیا اور پرتھی راج کو گرفتار کر لیا۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس جنگ میں پرتھی راج گرفتار نہیں ہوا، بلکہ کسی سپاہی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ دہلی کے راجہ کھانڈے راؤ نے بھاگ کر جان بچانی چاہی تھی، وہ بھی اس کوشش میں ناکام رہا اور مسلمانوں نے تعاقب کر کے اس کو پکڑ لیا اور مار ڈالا۔

تعاقب سے ہندوستان کے تمام ہندو راجوں کو شکست دیکر سلطان شہاب الدین غوری نے اطراف کے قلعوں کو فتح کیا اور پھر اجمیر کی جانب بڑھا۔ اجمیر میں پرتھی راج کے قتل کے بعد کسی میں ہمت تھی جو مسلمانوں سے مقابلہ کرتا، اجمیر میں امن و امان سے داخل ہو کر شہاب الدین نے پرتھی راج کے بڑے بیٹے کھیت راؤ کو طلب کیا اور اپنا باجگذار بنا کر اجمیر کے دار السلطنت کا حکمراں قرار دیا۔

کچھ عرصہ بعد شہاب الدین غوری نے گوالیار، بندھیل کھنڈ، بہار اور بنگال کے علاقوں پر حملہ کیا اور ان کو بھی فتح کر لیا ہندوستان میں یہ پہلا موقع تھا کہ اسلامی سلطنت نے اتنا اقتدار حاصل کیا تھا کہ اس کے تمام بڑے بڑے علاقوں پر مسلمان قابض تھے، اور ہندوستان کو ایک بڑی اسلامی حکومت بننا میسر ہوا تھا۔

اجمیر کا انتظام کر کے سلطان شہاب الدین نے دہلی کا حکمراں پرتھی راج کے چھوٹے بیٹے کو قرار دیا اور پھر لاہور میں قطب الدین ایبک کو اپنا نائب مقرر کر کے غزنی چلا گیا۔

حضرت خواجہ بزرگ رح جس زمانہ میں دہلی سے اجمیر تشریف لائے ہیں، اس وقت وہاں کا راجہ پرتھی راج کا بڑا بیٹا کھیت راؤ تھا۔ اور جو واقعات حضرت خواجہ بزرگ کی تشریف آوری کے بعد اجمیر میں پیش آئے وہ سب کھیت راؤ کے عہد حکومت میں پیش آئے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ بعض واقعات میں ہندوؤں کے جس تشدد کا مظاہرہ کیا گیا ہے، وہ قرین عقل و قیاس نہیں ہے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ کھیت راؤ باجگذار راجہ تھا اور سلطان شہاب الدین کے ماتحت تھا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ مسلمانوں نے اس ملک کو حال میں فتح کیا تھا اور ہندو رعایا مسلمانوں کی محکوم ہو جانے کے سبب مسلمانوں کو صاحب اختیار و اقتدار خیال کرتی تھی۔ ایسی حالت میں رعایا کی طرف سے خواجہ بزرگ رح اور ان کے ہمراہیوں یا عام مسلمانوں کے خلاف کوئی موثر کوشش اور کارروائی کرنا کسی طرح عقل و قیاس کے موافق نہیں ہے۔

تاہم اس زمانہ کے لوگوں نے جو واقعات لکھے ہیں، ان کے بیانات کو مشتبہ قرار نہیں دیا جا سکتا، لہذا چند واقعات ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

دسویں فصل — اجمیر کے چند خاص واقعات اور کرامات

۱۔ خواجہ بزرگ رح کے ہمراہیوں میں سے چند درویش ٹہلتے ہوئے اجمیر کے دوسرے مشہور تالاب پنسلہ پر پہنچے۔ پانی کو دیکھ کر ان درویشوں نے غسل کا ارادہ کیا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ تالاب میں اتر کر غسل کریں، برہمنوں نے جو کنارہ پر بیٹھے تھے، درویشوں کو نہلانے سے منع کر دیا۔ درویش واپس گئے اور حضرت خواجہ بزرگ رح سے واقعہ عرض کیا۔ حضرت خواجہ بزرگ رح نے اپنے خادم خاص کو طلب فرمایا اور ایک صراحی دے کر حکم دیا کہ اس میں پنسلہ اور اناساگر (تالابوں) کا پانی بھر لاؤ، خادم گیا اور دونوں تالابوں سے صراحی میں پانی بھر لایا۔ حضرت خواجہ بزرگ رح نے کرامت سے دونوں تالابوں کے پانی کو اس صراحی میں بند کر دیا یعنی آپ کی کرامت سے دونوں تالابوں کا تمام پانی صراحی کے اندر آ گیا۔ دریا بکوزہ کا مصداق ہو گیا۔ اور دونوں تالاب خشک ہو گئے، نہ صرف تالاب بلکہ شہر کے اندر جس قدر حوض اور کنوئیں تھے، وہ بھی خشک ہو گئے۔ یہاں تک کہ عورتوں اور چارپایوں کا دودھ بھی خشک ہو گیا۔

راجہ اجمیر کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایک درویش اجمیر میں آئے ہیں، اور ان کی کرامت سے سرکاری اونٹ میٹھے کے میٹھے رہ گئے ہیں، تالابوں، کنوؤں اور حوضوں کا پانی خشک ہو گیا ہے، اور رعایا پیاسی مر رہی ہے تو وہ بہت گھبرایا اور اپنی ماں سے جا کر واقعہ بیان کیا۔ اس کی ماں نے کہا کہ یقیناً یہ وہی فقیر ہے جس کی آمد کی خبر تمہاری دادی نے دی تھی۔ بہتر یہ ہے کہ اس درویش کو کوئی اذیت نہ پہنچاؤ، نہ صرف یہ بلکہ تعظیم و تکریم سے پیش آؤ کہ تیرا فائدہ اسی میں ہے۔

اجمیر کے راجہ نے ماں کی بات کو لغو قرار دیا، اور جو واقعات اجمیر میں پیش آتے تھے، ان کی تمام کیفیت اپنے گرو کو جو ایک جوگی تھا اور فن سحر میں کمال رکھتا تھا، مشورہ کی غرض سے لکھ بھیجی۔ جوگی نے جس کا نام اجے پال تھا جواب میں لکھ بھیجا کہ یہ درویش (معاذ اللہ) جادوگر ہے اور میں اس کے دفعیہ کی تدبیر کر کے جلد سے جلد حاضر ہوتا ہوں۔

اجے پال جوگی نے اپنے چیلوں کو جمع کیا، اور مرگ چھالا پر بیٹھ کر ان کے ساتھ اجمیر کی طرف روانہ ہوا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جوگی اجمیر سے باہر اقامت رکھتا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہندوستان کے کسی دوسرے مقام پر تھا۔ بہر نوع اجے پال جوگی اس شان و اہتمام سے اجمیر میں داخل ہوا کہ اس کے کئی ہزار چیلے

جادو کے شیروں پر سوار تھے، جادو کے اژدہے ان کے ساتھ دوڑتے تھے۔ اور زہریلے سانپوں کے کوڑے ان کے ہاتھوں میں تھے، وہ آگ برساتے اور شور مچاتے اجمیر میں پہنچے، اجمیر کی مخلوق ان کے جادو کا تماشا دیکھنے کے لئے امنڈ پڑی، اور اناساگر کے کنارے جمع ہوگئی۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کو اجے پال جوگی اور اس کے چیلوں کی آمد کی خبر ملی اور اپنے ہمراہیوں کو پریشان سا پایا تو آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کر کے حصار کھینچ لیا، یعنی سب کو حصار کے اندر لے لیا۔ اجے پال اور اس کے ساتھیوں نے اناساگر کے کنارہ پر پہنچ کر حضرت خواجہ بزرگؒ اور آپ کے ہمراہیوں پر آگ برسانی شروع کی اور ان تمام سانپوں اور اژدہوں کو جو جادو کے زور سے انہوں نے بنائے تھے حضرت خواجہ بزرگ کی طرف چھوڑ دیا۔ اژدہے اور سانپ پھنکارتے ہوئے حصار کی طرف بڑھے، اور ساتھ ہی اجے پال کے ساتھی جادوگر بھی ان میں سے جو اژدہے اور سانپ یا جادوگر حصار کے اندر داخل ہو گئے، وہ فوراً ہی گر کر مر گئے۔ اور جو حصار کے قریب پہنچے، وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ مختصر یہ کہ اجے پال جوگی اور اس کے تمام ساتھی اپنے سحر و جادو کی تدبیروں میں ناکام رہے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ رح کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے افعال سے توبہ کی اور مسلمان ہوگئے۔

شاہ جہاں بادشاہ کی بیٹی جہاں آرا بیگم نے حضرت خواجہ بزرگؒ کے حالات میں ایک کتاب مونس الارواح لکھی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اجے پال جوگی اور اس کے چیلوں نے جو سحر حضرت خواجہؒ اور آپ کے رفقاء پر کیا وہ بے اثر رہا، اس نے جادو کے زور سے آگ کے چکر بنائے تھے جو حضرت خواجہ اور آپ کے رفقاؒ کے سروں پر گردش کر رہے تھے۔ لیکن صرف یہی نہیں کہ ان سے حضرت خواجہ رح اور آپ کے رفقاء کو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ بلکہ حضرت خواجہؒ کی کرامت سے وہ تمام چکر لوٹ کر جاتے اور اجے پال کے چیلوں پر آگ برسا کر ان کو ہلاک کر دیتے تھے۔

مشہور ہے کہ اجے پال جوگی کے یہ چکر سو سو کوس تک جاتے تھے اور مخالفوں کا سر کاٹ ڈالتے تھے۔ مختصر یہ کہ جب اجے پال اور راجہ نے یہ دیکھا کہ سحر و جادو حضرت خواجہ رح اور آپ کے رفقاؒ پر کوئی اثر نہیں کرتے تو وہ بہت نادم ہوئے، اور اپنی دادی کی بات اسے یاد آگئی۔ اور دونوں حضرت خواجہ بزرگؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کے طالب ہوئے۔ حضرت خواجہ رح نے اجے پال کو حکم دیا کہ ہماری صراحی کو اٹھالا۔ اجے پال صراحی کو اٹھانے لگا لیکن نہ اٹھا سکا۔ حضرت خواجہ بزرگؒ نے اجے پال کو زور لگاتے دیکھ کر فرمایا، یہ تیرا سحر و جادو نہیں ہے، بلکہ مردان خدا کی صراحی ہے، اس کے بعد حضرت خواجہ رح نے شادی دیو کو جس کو حال ہی میں مسلمان کیا تھا حکم دیا کہ صراحی اٹھالاؤ، وہ صراحی اٹھالایا اور حضرت خواجہ رح نے اس میں سے تھوڑا سا پانی تالابوں کی طرف پھینک دیا معاً خدا کے حکم سے تمام تالاب، حوض اور کنوئیں پانی سے لبریز ہوگئے اور پھر حضرت خواجہ رح کی دعا سے سرکاری اونٹ بھی اٹھ کر چلنے لگے۔

اجمیر کی رعایا نے حضرت خواجہ رح کی یہ کرامتیں دیکھیں، تو وہ راجہ اور اجے پال کو بے حقیقت خیال کرنے لگے۔ اور جوق جوق حاضر ہو کر حضرت خواجہ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے لگی، لیکن راجہ کو ایمان نصیب نہیں ہوا، اور وہ باوجود سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے ایمان کی دولت سے محروم رہا۔

۲۔ شادی دیو کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی عجیب و غریب ہے بیان کیا جاتا ہے کہ شادی دیو کا اصلی نام رام دیو تھا۔ اور وہ اجمیر کے بت خانوں کا افسر یا مہنت تھا، جب حضرت خواجہ بزرگ پہاڑ پر پہنچ کر اقامت پذیر ہوئے تو رام دیو نے پجاریوں اور عقیدت مند رعایا کو جمع کر کے حضرت خواجہ رح پر یورش کی۔ جونہی یہ لوگ حضرت خواجہ رح کے قریب پہنچے، ان کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا اور قدم آگے بڑھنے سے رک گئے۔ رام دیو یہ دیکھ کر نیک نیتی سے حضرت خواجہ رح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قدموں پر سر رکھ دیا اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا حضرت خواجہ رح نے اس کو مسلمان کر کے پانی منگوایا اور ایک گھونٹ اس میں سے نوش کر کے رام دیو کو دے دیا۔ اس پانی کے پیتے ہی رام دیو کا دل آئینہ کی طرح صاف ہوگیا۔ اور انوار ربانی نے اس کے قلب کو روشن کر دیا اور وہ حضرت خواجہ رح کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگیا۔ حضرت خواجہ رح نے اس کا نام شادی دیو رکھا۔

جہاں آرا بیگم کا بیان یہ ہے کہ شادی دیو اصل میں ایک جن تھا جس کی پرستش اجمیر کا بادشاہ اور تمام دولت مند لوگ کیا کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمارے پاس جو دولت ہے وہ اسی جن کے طفیل سے ملی ہے۔ راجہ کی طرف سے اس کو معافی میں گاؤں ملے ہوئے تھے۔ اجمیر میں آفتاب اسلام طلوع ہوتے ہی یہ جن حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔ حضرت خواجہ رح نے اس کا نام شادی دیو رکھا اور اپنی خدمت میں رکھ لیا۔

۳۔ منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ بزرگؒ اناساگر کی قریب والی پہاڑی پر جا کر اقامت پذیر ہوئے تو حضرت خواجہؒ کا ایک

خادم لکڑی کا ایک پیالہ لے کرانا ساگر کے کنارے پر پہنچا اور پانی بھرنا چاہا۔ بت خانہ کے پجاریوں نے اس کو روکا اور پانی نہ بھرنے دیا۔ خادم نے واپس جاکر واقعہ حضرت خواجہ رحمۃ سے بیان کیا حضرت خواجہ رحمۃ واقعہ سن کر اٹھے اور خود اناساگر پر پانی بھرنے کے لئے پہنچے اور رام دیو مہنت کو جو کنارہ پر بیٹھا تھا مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ ان مورتوں کو جن کو انسانوں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے کیوں پوجتے ہو، اس ذات کو کیوں نہیں پوجتے جس نے تم کو اور ساری دنیا کو بنایا ہے۔ رام دیو مہنت نے عرض کیا" ہم ان مورتوں (بتوں) کو خدا اور اپنا معبود خیال کرتے ہیں۔ اور معبود سمجھ کر ہی ان کی پرستش کرتے ہیں"۔ حضرت خواجہ رح نے فرمایا " اگر تم ان بتوں کو خدا جانتے ہو تو پھر ان سے کوئی درخواست کرو! یہ تمہارے سامنے موجود ہیں، تمہاری بات کو سنیں گے، اور تمہاری درخواست کو قبول کریں گے"۔ رام دیو نے عرض کیا" یہ بت پتھر کے ہیں کیونکر بول سکتے ہیں"۔ حضرت خواجہ رح نے فرمایا" ہمارا دین برحق ہے، اور ہمارا خدا سچا ہے۔ دیکھو ہم خدا کے حکم سے تمہارے بتوں کو بلاتے ہیں، وہ ضرور ہماری طلب پر ہمارے پاس حاضر ہو جائیں گے" یہ فرماکر حضرت خواجہ بزرگ رح نے سب سے بڑے بت کی طرف دیکھ کر فرمایا، اگر ہمارا دین اور ہمارا خالق کونین خدا سچا ہے، تو اے بت تو خدا کے حکم سے بول اور ہماری طرف چلا آ" حضرت خواجہ رح کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ فوراً اس بت نے حرکت کی، اور چند قدم چل کر حضرت خواجہ رح کے قریب پہنچ گیا اور عرض کیا " آپ کا خدا سچا، اور آپ کا دین برحق ہے اور آپ خدا کے حکم سے یہاں تشریف لائے ہیں اور کافروں کا دین بالکل جھوٹا ہے"۔ حضرت خواجہ بزرگ رح کی یہ کرامت دیکھ کر رام دیو مہنت فوراً مسلمان ہو گیا۔

بعض اشخاص یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جو بت حضرت خواجہ بزرگ رح کی طلب پر اپنی جگہ سے حرکت کر کے حضرت خواجہ رح کے قریب آگیا تھا حضرت خواجہ رح نے اس کے لئے خدا سے یہ دعا کی کہ اے اللہ! تو اس میں جان ڈال دے، آپ کی یہ دعا قبول ہوئی، پتھر کی مورت نے انسانی قالب اختیار کر لیا اور اس میں روح آگئی۔ اس نے فوراً کلمۂ طیب پڑھا اور مسلمان ہو کر حضرت خواجہ رح کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔ حضرت خواجہ رح نے اس کا نام عبد اللہ بیابانی رکھا اور درجۂ کمال کو پہنچا دیا۔

بعض اصحاب نے یہ بتایا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رح نے عبد اللہ بیابانی نام اجے پال جوگی کا رکھا تھا، اور اس کی خواہش کے مطابق اس کو عمر جاوید عطا فرمادی تھی، اور اجمیر کے پہاڑوں میں رہنے کا حکم دیکر اس کے ذمہ یہ خدمت مقرر کی تھی کہ جو شخص ہماری زیارت کو آئے اور راستہ بھول جائے، اس کو راستہ بتادیا، اور جو ضرورت کسی مسافر کو پیش آئے اس کو انجام پر پہنچانا، چنانچہ عبد اللہ بیابانی برابر اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں، اور اس سلسلہ میں یہ مثل عام طور پر مشہور ہوگئی ہے کہ جو شخص یہ الفاظ کہہ کر مدد طلب کرے گا کہ

" یا عبد اللہ بیابانی بھوکے کو اَن اور پیاسے کو پانی"

عبد اللہ بیابانی اس کی مدد کو پہنچیں گے، اور اس کی ضرورت کو پورا کر دیں گے۔

گیارھویں فصل — اجمیر میں اقامت

حضرت خواجہ بزرگ رح نے مذکورہ بالا واقعات کے بعد شہر اجمیر کو اپنی مستقل قیام گاہ بنایا، اور پہاڑ سے اتر کر اس مقام پر تشریف لائے جہاں اس وقت آپ کا مزار ہے۔ ایک مسجد اور خانقاہ تعمیر کرائی اور تبلیغ واشاعت اسلام کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔

مذکورہ بالا واقعات نے نہ صرف اجمیر اور راجپوتانہ کے علاقوں میں بلکہ سارے ہندوستان میں حضرت خواجہ رح کے نام کو روشن کر دیا تھا، اور آپ کے کمال درویشی سے متاثر ہو کر اطراف ۱۴۰
و جوانب سے لوگ جوق جوق خدمت عالی میں حاضر ہونے لگے تھے۔

کوئی دن ایسا خالی نہ جاتا تھا جس میں غیر مسلموں کی کوئی بڑی تعداد دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوتی ہو۔ حضرت خواجہ بزرگ رح تبلیغ واشاعت اسلام کی خدمت تنہا انجام نہیں دے رہے تھے بلکہ اپنے مخلص مریدین کی بڑی تعداد آپ نے ہندوستان کے مشہور شہروں اور اطراف وجوانب کے علاقوں میں مامور کر رکھی تھی، جو شب و روز تبلیغ واشاعت اسلام کی خدمت میں لگی رہتی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان شہاب الدین نے اگر ملک کو فتح کر کے وہاں اسلامی جھنڈا لہرایا تھا، تو حضرت خواجہ بزرگ رح ہندوستان کو اسلام کی دولت عطا فرما رہے تھے، اور ہندوستان کی آبادی میں اسلام روز افزوں قبولیت حاصل کر رہا تھا۔

کسی صحیح روایت سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضرت خواجہ بزرگ رح کے دست حق پرست پر کتنے آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا لیکن قرائن و آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رح کی زندگی میں ہندوستان کے اندر خصوصاً کفرستان راجپوتانہ میں مسلمانوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رح کی خدمات نے

اسلام کو غیر معمولی قوت بخشی، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے ہندوستان کو ایک حد تک اسلامستان بنا دیا۔

ولی کی سب سے بڑی شان یہ ہے کہ اس نے خدا کو اپنا دوست بنایا ہے تو وہ دوست کے دین کی اشاعت کرے، ولی کی شان یہ نہیں ہے کہ خرق عادات امور سے اپنی ولایت کو نمایاں کرے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ نے اپنی ولایت کو نمایاں کرنے کے لئے کبھی کرامت کی طاقت سے کام نہیں لیا۔ بلکہ جب کبھی کسی کرامت کے نمایاں کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اشاعت اسلام کے سلسلہ میں اس سے کام لیا اور کرامت کا اثر ڈال کر لوگوں کے قلوب میں اسلام کی محبت پیدا کی۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کو بارگاہ نبوتؐ نے اشاعتِ دین کی خدمت پر مامور کیا تھا۔ حضرت خواجہ بزرگؒ نے اس خدمت کو خوبی کے ساتھ ادا کیا اور کفرستان ہند کو بہت تھوڑے عرصہ میں نور اسلام سے روشن کر دیا۔

اسلام میں انبیاء اور صحابۂ کرام کے بعد جن دو بزرگ ہستیوں کو سب سے بڑا مانا جاتا ہے، ان میں ایک حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحؒ ہیں، اور دوسرے حضرت خواجہ بزرگ رحؒ۔ اور ان کی عظمت و بزرگی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات نے لاکھوں انسانوں کو دولت اسلام سے مالا مال کر کے اپنے فرائض کو ادا کیا ہے، اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اصحاب تصوف کے نزدیک یہ دونوں بزرگ ہم پایہ سمجھے جاتے ہیں، اور ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی جاتی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اجمیر میں حضرت خواجہ بزرگؒ نے قیام اختیار کر کے اسلام کی جو خدمات انجام دی ہیں، وہ اپنی نظیر اور مثل نہیں رکھتیں۔ اسی کے ساتھ آپ کی روحانی تعلیم نے ہندوستان میں جو کام کیا ہے، وہ بھی اپنی مثال اور نظیر نہیں رکھتا۔

حضرت خواجہ بزرگؒ نے اجمیر میں اپنی زندگی کے کتنے سال بسر کئے، اس کے متعلق کوئی صحیح روایت نظر سے نہیں گذری عام روایت یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ ۱۰ محرم الحرام ۵۸۲ھ یا ۵۸۹ھ کو اجمیر میں تشریف لائے تھے، اور ۶۳۳ھ میں آپ نے وصال فرمایا تھا۔ اس حساب سے آپ کے قیام اجمیر کی مدت اکیاون سال یا چوالیس سال قرار پاتی ہے، اور اگر آپ کے سن پیدائش ۵۳۶ھ اور تاریخ وفات ۶۳۳ھ سے حساب لگایا جائے تو آپ کی کل عمر ستانوے سال قرار پاتی ہے۔ اس میں سے باون سال آپ نے عراق، عرب وغیرہ میں بسر فرمائے اور ۴۵ سال ہندوستان میں، ممکن ہے ایک سال آپ نے لاہور اور دہلی میں گذارا ہو اور ۴۴ سال اجمیر میں۔

مختصر یہ کہ حضرت خواجہ بزرگ نے اجمیر کے چوالیس سالہ قیام میں اپنے وقت کا زیادہ حصہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں صرف فرمایا، اور ساتھ ہی روحانی فیوضات کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خواجہؒ کے قیام اجمیر کے زمانہ میں اسلامی سلطنت کے متعدد ارکان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی تھی، جن میں تاراگڈھ اور اجمیر کے نائب حاکم سید وجیہ الدین، اور میر سید حسین کا نام قابل ذکر ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خود شہاب الدین غوری اور اس کے نائب قطب الدین ایبک نے بھی آپ سے بیعت کی تھی۔ یہ روایت اگر درست نہ ہو تو اس میں تو شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ یہ دونوں حضرات خواجہ رحؒ کے معتقد تھے، اور خاص ارادت رکھتے تھے۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کی تبلیغی خدمات کے سلسلہ میں ایک اور بات اس موقع پر بھی مناسب معلوم ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ مسیحی مورخ عموماً اور ہندو مورخ خصوصاً اپنی کتابوں اور مضامین میں یہ ظاہر کیا کرتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت تلوار کے زور سے ہوئی ہے، یعنی مسلمانوں نے اپنے دین کو تلوار کی طاقت سے پھیلایا ہے، اور غیر مسلم قومیں تلوار کے خوف سے اسلام کے حلقہ میں داخل ہوئی ہیں، ان مورخین کے اس خیال کی تردید حضرت خواجہؒ کی تبلیغی خدمات سے ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اخبار مبلغ اسلام دہلی میں اس موضوع پر چند الفاظ شائع ہوئے ہیں، جن کا مفہوم یہ ہے کہ

"اگر ہندوستان میں (بلکہ ساری دنیا میں) اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا تو جتنے برہمن، اور اچھوت اقوام (نیز دنیا کی تمام کمزور قوموں) میں سے آج ایک شخص بھی ایسا نہ ملتا جو اپنے آبائی مذہب پر قائم ہوتا۔ یعنی یہ تمام اقوام (آج) مسلمان ہوتیں کیونکہ دنیا میں سب سے زیادہ بزدل اور مرعوب ہونے والی قومیں یہی مانی گئی ہیں (یعنی تلوار کے خوف سے یہ ساری قومیں مسلمان ہو گئی ہوتیں، اور ان میں سے ایک شخص بھی غیر مسلم نہ ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ یہ قومیں کروڑوں کی تعداد رکھتی ہیں۔" اور غیر مسلم موجود ہیں) برخلاف اس کے بہادر

اور غیور راجپوتوں میں سے آج ایک بھی مسلمان نظر نہ آتا، اس لئے کہ یہ قوم تلوار سے خوف زدہ نہیں ہوتی، اور طاقت سے مرعوب ہونا تو جانتی ہی نہیں ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان راجپوت آج موجود ہیں جو سب کے سب حضرت خواجہ بزرگ رح کی روحانیت سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اگر اب بھی بہادر راجپوتوں کی نسبت یہ کہا جائے کہ وہ مسلمانوں کی تلوار کے خوف سے مسلمان ہوئے تھے، تو یہ بہادر راجپوتوں کی انتہائی تذلیل و توہین ہے۔"

اس کھلی ہوئی دلیل کے بعد متعصب مسیحیوں اور ہندوؤں کا خیال قطعی باطل ٹھہرتا ہے، اور یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کی حقانیت اس کے اصول اور مسلمانوں کے اخلاق و عادات سے غیر مسلموں پر ظاہر ہوتی ہے۔

بارھویں فصل —— خواجۂ بزرگ کی متاہل زندگی

سلطان قطب الدین ایبک کے داروغہ سید حسین مشہدی اگرچہ شیعہ تھے، لیکن روحانیت کا ذوق اور صحابۂ کرام سے محبت رکھتے تھے، حضرت خواجۂ بزرگ ان کے ہاں قیام پذیر تھے، اور سید ممدوح آپ سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ بعض حضرات نے سید حسین مشہدی المعروف بہ خنگ سوار کو اجمیر کا حاکم بتایا ہے مختصر یہ کہ سید ممدوح نے حضرت خواجۂ بزرگ رح کے حالات کا مطالعہ کیا، اور اپنے چچا سید وجیہ الدین مشہدی کی بیٹی بی بی عصمت سے آپ کا نکاح کر دیا۔

دوسرا عقد حضرت خواجۂ بزرگ نے بی بی امۃ اللہ سے کیا جو راجپوتانہ کے ایک راجہ کی بیٹی تھیں، اور مال غنیمت میں آئی تھیں۔ پہلے نکاح کی نسبت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ اجمیر میں اقامت کے کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ بزرگ نے خواب میں حضرت رسالت مآب صلعم کو دیکھا، حضور نے آپ سے فرمایا کہ "معین الدین! تم نے احکام الٰہی کی بجا آوری میں دل و جان سے کوشش کی، مگر آج تک تم نے ایک بڑی سنت نبوی پر عمل نہیں کیا، اس کی کیا وجہ ہے۔ سنت نبوی پر عمل کرنا تمہارے لئے ضروری ہے"! اس خواب کے مشاہدہ کے بعد حضرت خواجہ بزرگ نے یکے بعد دیگرے دو عقد کئے۔ پہلے نکاح کی نسبت یہ روایت بھی نظر سے گذری کہ بی بی عصمت کے والد ماجد سید وجیہ الدین مشہدی نے حضرت خواجہ رح کے ارادہ نکاح کے ایک شب بعد خواب میں دیکھا کہ حضرت امام جعفر صادق رح تشریف فرما ہیں، اور سید وجیہ الدین کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح معین الدین سے کر دو۔ صبح کو سید وجیہ الدین نے حضرت خواجۂ بزرگ رح سے یہ خواب بیان کیا اور خواجہ رح نے قبول فرما لیا۔

ان دونوں بیویوں سے حضرت خواجۂ بزرگ رح کے تین لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، یعنی بی بی عصمت کے بطن سے خواجہ محی الدین محمد پیدا ہوئے، اور بی بی امۃ اللہ کے بطن سے خواجہ ضیاء الدین ابوالخیر اور خواجہ حسام الدین اور جمال بی بی پیدا ہوئیں۔ سید محمد گیسو دراز کی تحقیق یہ ہے کہ تینوں لڑکے بی بی عصمت کے بطن سے پیدا ہوئے، اور لڑکی بی بی امۃ اللہ کے بطن سے۔

بعض حضرات نے حضرت خواجۂ بزرگ رح کی اولاد کے نام شیخ ابوسعید، شیخ فخرالدین اور شیخ حسام الدین بتلائے ہیں۔ اور شیخ حسام الدین کی نسبت لکھا ہے کہ یہ رجال الغیب کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے۔

تیرھویں فصل —— خواجۂ بزرگ کی وفات

حضرت خواجہ بزرگ رح نے اجمیر میں اپنی زندگی کے کتنے سال بسر فرمائے، اس کے متعلق کوئی مستند روایت نہیں ملتی۔ بعض کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ آپ نے چالیس سال اجمیر میں بسر فرمائے ۴۵
ایک روایت یہ ہے کہ نکاح کے بعد حضرت خواجۂ بزرگ رح صرف سات سال زندہ رہے، اور بقول بعض دوسرے نکاح کے بعد ۷ برس زندہ رہے، اور عمر شریف آپ کی ایک سو سات برس کی ہوئی۔ صحیح روایت بظاہر یہ ہے کہ آپ نے ستانوے سال کی عمر پائی۔ ۴۵ سال آپ نے ہندوستان میں بسر فرمائے، اور غالباً ان میں سے چالیس۔ بیالیس سال اجمیر میں گذرے۔ ایک اور روایت سے معلوم ہوا ہے کہ ۴۹ برس آپ نے اجمیر میں قیام فرمایا۔

حضرت خواجہ بزرگ رح کی وفات کا واقعہ کیونکر ہوا، اس کے متعلق دو روایات ہیں جو تقریباً یکساں ہیں، ہم ان روایتوں کو یہاں درج کئے دیتے ہیں۔

۱۔ عام روایت یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رح نے چند روز پہلے اپنے وصال کی خبر مریدین و معتقدین کو دیدی تھی۔ اور شیخ علی سنجری رح سے خلافت نامہ لکھا کر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو مرحمت فرما دیا تھا۔ اور ساتھ ہی عمامۂ خاص زیب سر کرا کے خرقۂ اسلاف چشت ان کے سپرد کر دیا تھا۔ پھر قطب جہاں کا خطاب مرحمت فرما کر دہلی جانے کی اجازت دیدی تھی۔

اس واقعہ کے بیس روز بعد حضرت خواجہ بزرگ رح عشاء

کی نماز کے بعد حجرۂ مبارک کے اندر تشریف لے گئے۔ اور تمام عوام و خواص کو حجرہ کے اندر آنے کی ممانعت فرماکر حجرہ کا دروازہ بند کر لیا۔ رات بھر خدام حجرہ کے اندر حضرت خواجہ بزرگؒ کے قدموں کی آواز سنتے رہے۔ خواجہ بزرگؒ کے قدموں کی رفتار اور آواز سے یہ محسوس کیا کہ آپ پر وجد کی حالت طاری ہے اور آپ حجرہ کے طول و عرض میں گویا دوڑ رہے ہیں۔ آخر شب میں خواجہ بزرگؒ کے قدموں کی آواز بند ہو گئی۔ صبح کی نماز کے وقت خدام نے دروازہ پر دستک دی۔ مگر جواب نہ ملا۔ آخر کافی انتظار کے بعد دروازہ کھولا گیا۔ دیکھا تو حضرت خواجہ بزرگؒ واصل بحق ہو چکے تھے ۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ کو آپکا وصال ہوا۔ وصال کے بعد آپ کی مبارک پیشانی پر یہ الفاظ لکھے نظر آئے: "ہذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ"

۲۔ حضرت خواجہ بزرگؒ کی عمر جب ۹۶ سال کی ہوئی تو جمادی الثانی ۶۳۳ھ کی آخری رات میں عشا کی نماز کے بعد اس حجرہ میں جس کو چلہ کہتے ہیں اور جو انا ساگر کے قریب واقع ہے آپ تشریف لے گئے اور اندر سے حجرہ کا دروازہ بند کر لیا اور مشغول بخدا ہوئے۔ ۶ رجب ۶۳۳ھ کو یعنی ساتویں روز ڈیڑھ پہر دن چڑھے حجرہ کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ خادم اندر گئے تو ۴۶
دیکھا آپ واصل بحق ہیں۔ اور پیشانی مبارک پر یہ جملہ بخط واضح تحریر تھا: "انت حبیب اللہ مات فی حب اللہ" چونکہ آپ کے وصال کی صحیح تاریخ معلوم نہیں اسی وجہ سے چاند رات سے چھٹی رجب تک آپ کا عرس شریف ہوتا ہے۔

اکبر نامہ میں مخبر الواصلین سے آپ کی وفات کی یہ منظوم تاریخ نقل کی گئی ہے۔

جمعہ و ششم رجب بودہ — کز جہاں خواجہ نقل فرمودہ
نود و ہفت سال عمرش بود — کاں زماں نقل از جہاں فرمود
سال نقلش بعزت و تمکیں — گو معراج جناں معین الدین
روضۂ پاک اوست در اجمیر — زائرش جن و انس از در و شہر

چودھویں فصل —— خواجہ بزرگؒ کی عبادت و ریاضت

سیر الاقطاب اور خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کی ساری عمر عبادت و ریاضت اور مجاہدات میں بسر ہوئی۔ برسوں آپ نے عشا کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی یعنی عشا کی نماز کے بعد برابر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے یہاں تک کہ صبح ہو گئی، اور فجر کی نماز آپ نے اسی وضو سے ادا کی۔ مجاہدہ کی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ مسلسل سات دن کے روزے رکھتے تھے۔ اور مغرب کے وقت صرف افطار پر قناعت کرتے تھے۔ بعض اشخاص نے لکھا ہے کہ آپ سات دن کے بعد روزہ افطار کرتے تھے، یہ غلط ہے۔ اس طرح کے روزے رکھنا شرعاً ممنوع ہیں۔ اور خواجہؒ جیسا بزرگ شرع کے خلاف نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ساتویں روز افطار کے بعد آپ خشک روٹی جو بہت تھوڑی تعداد میں ہوتی تھی پانی میں بھگو کر استعمال فرمایا کرتے تھے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ نے قصبہ جیلان میں ایک حجرہ تیار کرایا تھا، جس میں مدتوں تک اعتکاف کی حالت میں رہے تھے۔ یہ حجرہ اب بھی موجود ہے، اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کے قیام اجمیر کے زمانہ میں جو لوگ اجمیر اور اطراف و جوانب سے حج کو جایا کرتے۔ وہ واپس آکر بیان کرتے کہ ہم نے حضرت خواجہؒ کو خانۂ کعبہ میں طواف کرتے دیکھا۔ خدام و حاضرین جواب دیتے کہ جب سے حضرت خواجہؒ اجمیر میں تشریف لائے ہیں، کبھی حج کو تشریف نہیں لے گئے، اور ہمیشہ حجرۂ مبارک میں معتکف رہے ہیں۔ غرض یہ کہ جب حجاج کی بڑی تعداد نے یہ واقعہ بیان کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہؒ روزانہ رات کے وقت طواف کعبہ کو تشریف لے جاتے ہیں، اور صبح کی نماز واپس آکر اجمیر میں ادا فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا بیان ہے کہ میں بیس سال تک حضرت خواجہ بزرگؒ کی خدمت میں رہا ہوں۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ حضرت خواجہ بزرگؒ نے اپنی صحت و عافیت کی دعا کبھی مانگی ہو، بلکہ اکثر آپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "اے اللہ! مجھ کو وہ مصیبت عطا فرما جس سے تیری یاد کبھی فراموش نہ ہو" یہ دعا سنکر ایک مرتبہ میں نے عرض کیا "حضور! یہ کیا دعا ہے؟" آپ نے فرمایا: "بلاشبہ خداوند تعالیٰ ارحم الراحمین ہے، وہ جب اپنے کسی بندہ کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تو محض درستی ایمان کے لئے اور مصیبت میں پڑ کر انسان ایسا پاک ہو جاتا ہے، جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت پاک تھا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ نے ریاضت و مجاہدہ کے ایام میں ستر برس تک آرام نہیں کیا۔ یعنی پہلوئے مبارک کو زمین پر استوار کرکے استراحت نہیں کی۔ ان ایام میں آپ آنکھ بند کئے ہوئے ہمیشہ مراقبہ میں رہتے تھے۔ اور جب کبھی آپ اس

مراقبہ کی حالت میں آنکھ کھولتے تھے، جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی تھی واصل بحق ہوتا تھا، یعنی ولی اللہ بن جاتا تھا، اور جس فاسق پر نگاہ پڑتی تھی وہ اسی وقت اپنے تمام افعال بد سے توبہ کر لیتا تھا اور پھر گناہ نہ کرتا تھا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ چونکہ حافظ قرآن تھے، اس لئے ختم قرآن کا آپ کو بہت شوق تھا اور روزانہ ذوق و شوق بلکہ وجد کی سی کیفیت میں قرآن شریف پڑھتے، اور اکثر دو ختم فرمایا کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خواجہؒ کے ہر ختم قرآن پر غیب سے یہ آواز آتی تھی کہ ہم نے تیرے ختم کو قبول کیا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ نے بعد الفراغ تعلیم و تلقین باون برس تک سیاحت کی، اور اس عرصہ میں صائم الدہر اور قائم اللیل رہے، یعنی دن کو ہمیشہ روزہ رکھا، اور رات بھر ہمیشہ عبادت کی۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ سماع کا ذوق بھی رکھتے تھے، اور سماع کے وقت اکثر آپ پر بیخودی، محویت اور استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔ آپ کی مجلس سماع میں علما بھی شریک ہوتے تھے اور مشائخ بھی۔ آپ کی مجلس سماع میں ایک خاص کمال یہ تھا کہ جو لوگ محض تماشا سمجھ کر بزم سماع میں آجاتے تھے، ان میں ذوق و شوق کی لہر دوڑ جاتی تھی، ان کے قلوب کفر و معصیت کے زنگ سے صاف ہو جاتے تھے، اور حضرت خواجہؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو جاتے تھے۔

بعض اصحاب نے حضرت خواجہ بزرگ کے سماع کی ایک عجیب روایت لکھی ہے، جس کا ثبوت کسی معتبر ذریعہ سے نہیں ملتا، لیکن واقعہ چونکہ دلچسپ ہے، اس لئے یہاں لکھ دینا مناسب ہے۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ جن ایام میں جیلان کے اندر عبادت و ریاضت میں مشغول تھے، ان ایام میں ایک روز حضرت غوث اعظمؒ نے آپ کی دعوت کی۔ حضرت خواجہ بزرگؒ نے دعوت کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ "میں چشتی ہوں، اگر آپ دعوت کامل فرمائیں یعنی جسمانی غذا کے ساتھ روحانی غذا کا بھی انتظام فرمائیں تو میں خوشی سے آپ کی دعوت قبول کروں گا۔" حضرت غوث اعظمؒ نے اس شرط کو قبول فرما لیا اور کہا کہ "اگرچہ ہمارے مشرب میں سماع جائز نہیں ہے، لیکن آپ کی خاطر سے منظور ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ نے اس دعوت کا خاص انتظام کیا تھا، اور حضرت خواجہ بزرگؒ کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگ اس میں شریک تھے۔ کھانے کے بعد مجلس سماع ترتیب دی گئی۔ ہر شخص کو اس کے مرتبہ کے موافق مناسب مقام پر بٹھایا گیا۔ حضرت خواجہ بزرگؒ نے قوالی شروع ہوتے ہی خادم خاص کو بلایا اور اپنی خاص چادر مرحمت فرما کر حکم دیا کہ جب ہم مجلس سے اٹھ کر باہر چلے جائیں، ہماری یہ چادر ہمارے خاص حجرہ میں بچھا دینا اور حجرہ کے کواڑ بند کر دینا۔ چنانچہ مجلس سماع گرم ہوتے ہی حضرت خواجہ بزرگؒ مجلس سے اٹھے اور باہر تشریف لے گئے۔ خادم نے فوراً چادر حجرہ میں بچھا دی، اور حجرہ کے کواڑ بند کر دیئے ادھر حجرہ کے کواڑ بند ہوئے، اور ادھر . . . انواع و اقسام کے راگوں اور سازوں کی آوازیں حجرہ کے اندر سے آنا شروع ہو گئیں۔ ان راگوں اور سازوں کی آوازوں نے مجلس سماع کو گرم کر دیا، اور حاضرین اس قدر محظوظ و متاثر ہوئے کہ آج تک نہ ہوئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مجلس میں حضرت غوث اعظمؒ عصائے مبارک کے سہارے کھڑے تھے، اور اس کیفیت میں جو سماع سے حاضرین پر طاری تھی، اس قدر زور عصائے مبارک پر لگا رہے تھے کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا تھا۔

مختصر یہ کہ حاضرین بیخودی کی حالت میں تھے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ تشریف لے آئے، اس وقت آپ کی صورت پر غیر معمولی نور اور جلال تھا، اور ایک خاص کیفیت آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہی تھی، آپ اس کیفیت میں جس طرف دست مبارک اٹھاتے یا جس جانب چشم و ابرو کا اشارہ فرماتے، شور قیامت برپا ہو جاتا۔ ۴۷
غرض یہ کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کی توجہ اور کیف نے سینکڑوں حاضرین کو بیخود کر دیا۔ بیسیوں آدمی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بہت سے زخمی ہوئے، اور بعض واصل بحق ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت غوث اعظمؒ نے حضرت خواجہ بزرگؒ کی طرف اشارہ سماع کے بند کر دینے کا کیا، اور حضرت خواجہ بزرگؒ کے اشارہ سے مجلس سماع برخاست کر دی گئی، جب لوگوں کے ہوش و حواس درست ہوئے تو ایک شخص نے حضرت غوث اعظمؒ سے پوچھا "آپ مجلس میں کیوں تشریف فرما ہوئے اور مجلس کے باہر عصائے مبارک کے سہارے کیوں کھڑے رہے؟" حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا "میں اپنے عصا سے زمین کو دبائے ہوئے تھا، اس خیال سے کہ سماع سے کہیں زمین پر لرزہ طاری نہ ہو جائے، اور مخلوق الٰہی کی جان و مال کو نقصان پہنچے۔"

مذکورہ بالا روایت کی تصدیق و تکذیب کرنے یا صحت و عدم صحت پر دلائل قائم کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ یہ کام ہم ناظرین کے ذوق پر چھوڑتے ہیں۔ البتہ چند باتیں قابل گذارش

ہیں۔ اول یہ کہ حضرت غوث اعظم رح انتہا درجہ کے محتاط اور متبع شریعت تھے، اور اسی وجہ سے صوفیوں کی ایک بڑی جماعت آپ کی دشمن تھی یہ بات قرین عقل و قیاس نظر نہیں آتی کہ آپ نے سماع کی اجازت دی ہوگی یا سماع کی مجلس میں شرکت کی ہوگی، خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ آپ اپنے مواعظ میں سماع کو ناجائز قرار دے کر اس کی مذمت فرمایا کرتے تھے۔ البتہ یہ امر قرین قیاس ہے کہ حضرت غوث اعظم رح نے دعوت کی ہوگی اور مجلس سماع کے انعقاد پر سکوت فرمایا ہوگا اور حضرت خواجہ بزرگ کے ہم مشرب بزرگوں نے مجلس سماع منعقد کی ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ بزرگ رح نے روحانی دعوت کا مطالبہ کیا تھا تو حضرت غوث اعظم رح نے یہ فرمایا تھا کہ "میرے مشرب میں سماع ناجائز ہے" آپ کے اس ارشاد کی روشنی میں واقعہ پر نظر ڈالی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس سماع کی ترتیب کا اہتمام خود آپ نے نہ فرمایا ہوگا، اس لئے کہ عقیدہ کے خلاف حضرت غوث اعظم رح سے کسی فعل کا سرزد ہونا ممکن نہیں ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ آپ کے حلقہ میں جو لوگ چشتی مشرب کے ہوں انہوں نے حضرت خواجہ بزرگ رح کی خاطر داشت میں اس مجلس کو ترتیب دیا ہو۔

بہر نوع مجلس کا انعقاد ہوا اور وہ سب کچھ وقوع میں آیا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، لیکن یہ امر قرین عقل و قیاس نہیں کہ حضرت غوث اعظم رح نے اس مجلس میں شرکت کی ہو، یا اس میں کوئی حصہ لیا ہو۔ ۴۸

پندرھویں فصل　خواجہ بزرگ کے اخلاق و عادات

حضرت خواجہ بزرگ رح کے اخلاق و عادات پر کتب سیر و تاریخ میں بہت کم لکھا گیا ہے، اور جس قدر لکھا گیا ہے، وہ کرامات، خوارق عادات اور واقعات کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے، اس لئے اخلاق و عادات پر سیر حاصل بحث نہیں کی جا سکتی، جو باتیں نظر سے گذری ہیں، صرف انہیں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت خواجہ بزرگ رح علوم ظاہری و باطنی کے کامل تھے، ظاہر ہے کہ ایسے کامل بزرگ کے اخلاق و عادات شریعت حقہ کے موافق ہوں گے۔ حضرت عائشہ رض ام المومنین سے کسی صحابی نے دریافت کیا تھا کہ حضور صلعم کے اخلاق و عادات کیسے تھے، اس کے جواب میں حضرت عائشہ رض نے نہایت معقول الفاظ فرمائے تھے یعنی یہ کہ خلقہ القرآن، حضور کے اخلاق قرآن کے بیان کئے ہوئے اخلاق تھے، یا یہ کہ حضور کا خلق قرآن تھا، یعنی جس خلق کی قرآن نے تعلیم کی ہے، وہی بعینہٖ آپ میں تھا، اسی اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رح کو چونکہ قدرت نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مامور فرمایا تھا، اس لئے آپ کے اخلاق و عادات ایک مبلغ اسلام ہی کے سے اخلاق و عادات ہوں گے۔

۲۔ منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ بزرگ رح دہلی سے اجمیر کی طرف روانہ ہوئے تو ہر منزل اور ہر قیام گاہ پر اطراف و جوانب کے لوگوں کا حضرت خواجہ رح کی زیارت کے لئے ہجوم ہو جاتا تھا اور جو شخص حضرت خواجہ بزرگ رح سے ملتا تھا، اپنے دل پر ایک خاص اثر لے کر جاتا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس کا قلب معرفت الہی کے ذوق سے آشنا ہو جاتا تھا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت خواجہ بزرگ رح کے اخلاق و عادات اور زہد و بندگی کا عوام پر اتنا اثر ہوتا تھا کہ وہ ایک منزل سے دوسری منزل تک حضرت خواجہ کی ہمراہی کو شرف خاص خیال کرتے تھے۔ اور حضرت خواجہ رح کی صحبت کو دین و دنیا کی بہتری سمجھتے تھے۔

۳۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح حضرت خواجہ بزرگ رح کے خلیفہ خاص فرماتے ہیں کہ میں تقریباً بیس سال حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں رہا۔ لیکن میں نے کبھی آپ کو کسی پر خفا ہوتے یا غضبناک ہوتے نہیں دیکھا، البتہ ایک روز آپ کے غیض و غضب کا منظر نظر سے گذرا جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بزرگ رح کہیں تشریف لے جا رہے تھے، آپ کے خادم خاص شیخ علی آپ کے ہمراہ تھے، راستہ میں ایک شخص نے شیخ علی کا دامن پکڑ لیا، اور ان کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضرت خواجہ بزرگ رح نے یہ واقعہ دیکھ کر اس شخص سے جو شیخ علی کا دامن پکڑے ہوئے تھا، پوچھا "تم نے ان کا دامن کیوں پکڑ رکھا ہے، اور کیوں ان کو برا بھلا کہہ رہے ہو" اس شخص نے عرض کیا، حضرت جی! ان پر میرا قرض چاہیئے ہے، اور یہ ادا کرنے کا نام نہیں لیتے" حضرت خواجہ بزرگ رح نے فرمایا "اچھا اب ان کو چھوڑ دو، یہ جلد ادا کر دیں گے" حضرت خواجہ بزرگ رح کے ارشاد پر اس شخص نے توجہ نہ کی اور شیخ علی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، اس پر حضرت خواجہ بزرگ رح کو غصہ آ گیا۔ چادر مبارک زمین پر ڈال دی، اور اس شخص سے فرمایا "جس قدر روپیہ تیرا واجب ہے اس چادر کے نیچے سے لے لے۔ یاد رکھنا اگر مطالبہ سے زیادہ لیا تو تجھ کو نقصان پہنچ جائے گا" اس شخص نے مطالبہ سے زیادہ روپیہ چادر کے نیچے سے اٹھا لیا، جس ہاتھ سے اس نے روپیہ لیا تھا، وہ فوراً خشک ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر وہ شخص حضرت خواجہ رح کے قدموں میں گر پڑا اور فریاد و زاری کی، اور آخر یہ عرض کیا "حضرت جی! میری توبہ ہے۔ اب میں اپنا مطالبہ بھی طلب نہیں کرتا، آئندہ کبھی ایسی غلطی نہ ہوگی" حضرت خواجہ رح کو اس کی

فریاد و زاری پر رحم آگیا، اور اس کا قصور معاف فرمایا، اور اسی وقت اس کا ہاتھ درست ہو گیا۔

۴۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ایک شخص بغل میں چھری چھپا کر حضرت خواجہ رحہ کے قتل کے ارادہ سے حاضر ہوا تھا اور حضرت خواجہ رحہ کو اس کے ارادہ کا علم ہو گیا تھا لیکن آپ نے نہ تو مدافعت کی کوئی تدبیر کی، اور نہ شخص مذکور کو ملامت کی، بلکہ یہ فرمایا "تم جس کام کو آئے ہو اس کو پورا کرو"

حضرت خواجہ بزرگ رح کے ان الفاظ کا اس شخص پر یہ اثر ہوا کہ وہ خوف سے کانپنے لگا اور پھر عرض کیا کہ "فلاں شخص نے مجھ کو حضور کے قتل کے لیے بھیجا تھا میرا قصور معاف فرما دیجئے" حضرت خواجہ بزرگ رح نے اس کا قصور معاف فرما دیا، اس نے توبہ کی، اور حضرت خواجہ کا مرید ہو گیا، اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگا بعض مخلصین نے حضرت خواجہ رحہ سے اس شخص کا نام جس نے اس شخص کو بھیجا تھا دریافت کیا، تو حضرت خواجہ رحہ نے نام بتانے سے انکار کر دیا۔ اور اس شخص کو بھی ہدایت کر دی کہ وہ نام نہ بتائے۔

۵۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رح اجمیر میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک کاشتکار خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "میرے کھیت یہاں کے حاکم نے ضبط کر لئے ہیں، اور کہتا ہے کہ جب تک تو فرمان شاہی پیش نہ کرے گا کھیت تجھ کو نہ ملیں گے، حضور کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ اس کام میں حضور مجھ کو مدد دیں"

جس زمانہ کا یہ واقعہ ہے، اس زمانہ میں اجمیر کا علاقہ حکومت دہلی کے ماتحت تھا، اور دہلی کی حکومت کا نائب وہاں رہتا تھا، اور ممکن ہے پنجاب کے حاکم کے ماتحت ہو۔ حضرت خواجہ بزرگ رح نے اس شخص کی درخواست سنکر فرمایا "اگر تجھ کو بادشاہ کا استمراری (دائمی) فرمان مل جائے تب تو حاکم تجھ سے جھگڑا نہ کرے گا" کاشتکار نے عرض کیا "اگر حضور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح اپنے خلیفۂ خاص کو سفارشی گرامی نامہ لکھ دیں تو استمراری فرمان مل جانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی، کیونکہ دہلی کا بادشاہ سلطان شمس الدین التمش اُن کا مرید و معتقد ہے جو کچھ وہ بادشاہ سے فرما دیں گے وہ اس کو قبول کرے گا" حضرت خواجہ بزرگ رح نے فرمایا "سفارش سے اگرچہ تیرا کام ہو سکتا ہے لیکن میں اس کام کو خود کروں گا، کیونکہ خدا نے اس کام پر مجھ کو مامور فرمایا ہے، تو میرے ساتھ چل" یہ فرما کر حضرت خواجہ بزرگ رح نے کاشتکار کو ساتھ لیا اور دہلی کی جانب روانہ ہو گئے۔

قاعدہ حضرت خواجہ بزرگ رح کا یہ تھا کہ جب آپ دہلی تشریف لے جانے کا قصد کرتے، حضرت خواجہ قطب الدین رحہ کو اپنی تشریف آوری کی اطلاع دے دیتے تھے، اور دہلی پہنچنے کی تاریخ بھی متعین فرما دیتے تھے، اور حضرت خواجہ قطب الدین رحہ تاریخ مقررہ پر بادشاہ دہلی کو جو آپ کا مخلص مرید تھا ساتھ لے کر استقبال کو آیا کرتے تھے، اب کی مرتبہ حضرت خواجہ بزرگ نے اپنی تشریف آوری دہلی کی نہ تو اطلاع دی اور نہ آمد کی تاریخ معین کی۔

مختصر یہ کہ حضرت خواجہ بزرگ رح اپنے مخلصین اور کاشتکار کے ساتھ اجمیر سے روانہ ہو کر دہلی کے قریب پہنچے۔ راستہ میں ایک شخص نے آپ کو دیکھا، اور فوراً دہلی پہنچ کر اطلاع دیدی کہ حضرت خواجہ بزرگ رح دہلی تشریف لا رہے ہیں۔ خواجہ قطب الدین رح حیرت اور تعجب میں تھے کہ اب کی مرتبہ خواجہ بزرگ رح نے معمول کے خلاف یہ اچانک سفر کیوں اختیار فرمایا، اور اس امر کا خوف بھی تھا کہ خدا جانے کیوں پیر و مرشد نے تشریف آوری کی اطلاع نہ دی۔

غرض خواجہ قطب الدین رح فوراً بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے اور خواجہ بزرگ رح کی تشریف آوری کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے فوراً فوج کو طلب کر لیا، اور خواجہ بزرگ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا، حضرت خواجہ بزرگ رح تشریف لائے، فوج، بادشاہ اور عام اشخاص نے شاندار استقبال کیا، خواجہ قطب الدین رح پریشان تھے اور حضرت خواجہ بزرگ رح سے اچانک تشریف آوری کا سبب دریافت کرنا چاہتے تھے لیکن ہجوم میں موقع نہ ملا، جب سب لوگ چلے گئے تو خواجہ قطب الدین رح نے اس معمول کو بیان کیا، جس پر اب تک عمل ہو رہا تھا، اور پھر اچانک تشریف آوری کا سبب حضرت خواجہ بزرگ رح سے پوچھا حضرت خواجہ بزرگ رح نے فرمایا کہ "میں اس شخص (کاشتکار) کے کام سے آیا ہوں" یہ فرما کر حضرت خواجہ بزرگ رح نے کاشتکار کا واقعہ خواجہ قطب الدین رح سے بیان کیا حضرت خواجہ قطب الدین رح نے عرض کیا حضرت جی! آپ کے تکلیف فرمانے کی ضرورت نہ تھی، آپ ایک خادم کو بھیج دیتے، اور وہ بادشاہ سے آپ کا ارشاد بیان کر دیتا۔ یا خود یہ کاشتکار حاضر ہو کر بادشاہ سے فرمان عالی نقل کر دیتا، تو بادشاہ کو انکار کی مجال نہ تھی، وہ فوراً حضور کی خواہش کے مطابق کام کر دیتا۔ حضرت خواجہ بزرگ رح نے فرمایا "بیشک ایسا ہونا ممکن تھا لیکن میں ایک خاص واقعہ کی بنا پر آیا ہوں حقیقت یہ ہے کہ جب انسان ذلت و غربت یا مظلومی کی حالت میں ہوتا ہے، تو اس کو حق تعالے سے قربت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ کاشتکار جس وقت میرے پاس آیا ہے، انتہا درجہ کا پریشان اور ملول تھا، میں نے اس کی حالت دیکھ کر مراقبہ کیا، حق تعالےٰ کی طرف سے مجھ کو 49

بتائید ہوئی کہ اس شخص کے رنج وغم میں شریک ہونا عین طاعت وعبادت ہے۔ میں نے اس ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے رنج وغم میں شرکت کی اور خود اس کو یہ کہہ کر یہاں تک آیا۔ یہ شخص اجمیر سے روانہ ہو کر جو قدم دہلی کی طرف رکھتا تھا اس کی خوشی بڑھتی جاتی تھی، اور اس کی مسرت وخوشی پر مجھ کو اس قدر ثواب ملتا تھا کہ میرا دل بھی مسرور ہو جاتا تھا۔ میں اگر دہلی سے سفارش کر دیتا تو مجھ کو یہ ثواب نہ ملتا۔"

مختصر یہ کہ کاشتکار کا کام حضرت خواجہ بزرگ کی توجہ سے حسب دلخواہ ہو گیا۔ اور خواجہ بزرگ چند روز دہلی میں مقیم رہ کر اجمیر واپس تشریف لے آئے۔

۶۔ حضرت خواجہ بزرگ کے اخلاق وعادات کا صحیح اندازہ آپ کی تبلیغی خدمات سے ہو سکتا ہے۔ آپ کوئی سیاسی طاقت نہ رکھتے تھے، دولت مند نہ تھے، اور نہ کوئی دنیوی اثر واقتدار رکھتے تھے، بایں ہمہ جو شخص خدمت عالی میں حاضر ہوتا، آپ کی باتیں سنتا، آپ کے چہرۂ مبارک کی زیارت کرتا، اتنا اثر پذیر ہوتا کہ فوراً مسلمان ہو جاتا، اور تبلیغ واشاعت اسلام کی خدمت پر خود کمربستہ ہو جاتا۔ واقعہ یہ ہے کہ روحانی طاقت کے ساتھ ہی اس چیز میں آپ کے اخلاق وعادات کو بھی بڑا دخل تھا، اور آپ کے اخلاق
۵۰ عالیہ ہی سے عوام زیادہ متاثر ہوتے تھے۔

۷۔ حضرت خواجہ بزرگ کو جیسا کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے سماع سے ذوق تھا، اور اس ذوق کے سلسلہ میں آپ کبھی کبھی کچھ اشعار بھی موزوں فرما لیا کرتے تھے، آپ کے نام سے فارسی کا ایک دیوان بھی مشہور ہے، لیکن تحقیق سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ حضرت خواجہ کو شاعری کا معمولی سا ذوق سماع کے سلسلہ میں تھا۔ شعر وسخن کے شغل سے آپ کو دلچسپی نہ تھی۔ یہ دیوان وہ آپ کا نہیں بلکہ ملا معین کاشفی کا ہے جو حضرت خواجہ بزرگ کی وفات کے کئی سو سال بعد پیدا ہوئے تھے اور اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ تھے۔ مشہور شعرائے فارسی کے تذکرہ آتش کدہ آذر میں لکھا ہے کہ

خواجہ معین الدین چشتی رح	خواجہ معین الدین چشتی رح
از اکابر صوفیہ و از سلسلہ عالیہ چشتیہ۔ مرید او سلطان شہاب الدین غوری و سلطان شمس الدین و مرقدش در دیار اجمیر است ازوست۔	اکابر صوفیہ و سلسلہ عالیہ چشتیہ میں سے ہیں، ان کے مرید سلطان شہاب الدین غوری اور سلطان شمس الدین التمش تھے مرقد ان کا شہر اجمیر میں ہے

یہ اشعار انہیں کے ہیں

عاشق ہمہ دم فکر رخ دوست کند   معشوق کرشمہ کہ نیکو است کند
ما جرم وخطا کنیم او لطف وعطا   ہر کس چیزے کہ لائق اوست کند

۸۔ حضرت خواجہ بزرگ انتہا درجہ کے متوکل تھے، اور زہد وقناعت گویا آپ کی فطرت تھی، آپ کے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح اگرچہ بادشاہ وقت کے مرشد تھے، اور بادشاہ ان کا معتقد تھا لیکن حضرت خواجہ رح نے کبھی اس کی پروا نہ کی، آپ کو جو ہدایا وتحائف امراء وغیرہ سے ملتے تھے وہ سب کے سب آپ غربا میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ رح کے اخلاق وعادات میں سب سے بڑی چیز زہد تھا، کھانے پینے کی چیزوں میں آپ بہت احتیاط فرماتے تھے اور مشتبہ کھانے سے ہمیشہ گریز کرتے تھے۔ ایام سفر میں آپ نے تیر وکمان کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا، آبادیوں سے باہر ویرانوں اور قبرستانوں میں قیام فرماتے اور اکثر شکار کے گوشت پر قناعت فرماتے تھے۔

سولھویں فصل   خواجہ بزرگ رح کے کرامات

کرامت کے متعلق چند الفاظ ہم مقدمہ میں لکھ چکے ہیں، اس موقع پر مناسبت کے لحاظ سے چند الفاظ اور لکھنا ضروری ہیں۔

آجکل کا تعلیم یافتہ طبقہ عادت وفطرت کے خلاف امور کے ظہور میں آنے کو ناممکن خیال کرتا ہے، یعنی انبیاء کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامات کو عقل وقیاس کے خلاف قرار دیتا ہے۔ ہم ممکن وناممکن کی بحث کے الجھاؤ میں پڑنا نہیں چاہتے، صرف اتنا بتا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز ممکن ہے، اور خدا کی قدرت سے ہر ناممکن ممکن ہو سکتا ہے، اب سے کچھ عرصہ پہلے بہت سی چیزیں ایسی تھیں جنکو ناممکن سمجھا جاتا تھا لیکن وہ ممکن بن کر وجود وظہور میں آئیں اور بہت سی وہ چیزیں جو آج ناممکن خیال کی جاتی ہیں، آئندہ ممکنات میں شامل ہوں گی۔

ہماری عقول محدود ہیں اور قدرت کے اسرار کو سمجھنے سے عاجز ہیں۔ بھلا محدود عقل کی ہستیاں غیر محدود قدرت کے اسرار کو کیونکر سمجھ سکتی ہیں۔ معجزہ اور کرامت بھی ایسی ہی چیزیں ہیں، جن کو عقل کی محدود وسعت سمجھنے سے عاجز ہے۔

اب ایک ایسی چیز فطرت ہے، یعنی قدرت نے کسی چیز کے وجود وظہور میں آنے کے جو اصول مقرر کر دیئے ہیں، ان کی خلاف ورزی ممکن نہیں ہے، یہ بالکل صحیح ہے لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ قدرت نے جو اسباب اشیاء کے وجود وظہور کے مقرر کئے ہیں، وہ کیا ہیں، ممکن ہے اسباب کے تغیر وتبدل سے وجود وظہور میں فرق آ جائے، یا اصول فطرت بدل جائے، معجزہ اور کرامت کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے، یعنی جو بات ہم کو فطرت یا عادت

کے خلاف نظر آتی ہے، وہ اسباب موضوعہ کی تبدیلی یا توازن میں تغیر و تبدل سے فطرت کے خلاف وجود و ظہور میں آجاتے، اور ہم کو اس تبدیلی کا علم نہ ہو۔

بہر نوع معجزہ اور کرامت حق ہے اور ہماری عقول اس کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہیں، خدا نے انبیا علیہم السلام اور اولیا کرام کو وہ قوتیں عطا فرمائی ہیں جن سے وہ عادت و فطرت کے خلاف امور کو وجود و ظہور میں لاسکتے تھے، اور یہ قوتیں اس لئے خدا نے بخشی تھیں کہ لوگوں پر ان کا اثر پڑے، اور وہ دین الہٰی کو قبول کریں، یا نعمت الہیہ پر ایمان لے آئیں۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی چند کرامتیں اس موقع پر درج کی جاتی ہیں، جن سے واضح ہوگا کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو جس اہم خدمت پر مامور فرمایا تھا، اس کی بجا آوری کے لئے خاص قوتیں بھی مرحمت فرمائی تھیں۔

۱۔ حضرت خواجہ بزرگ نے اجمیر میں لنگر قائم کیا تھا، اور سینکڑوں اشخاص روزانہ لنگر سے کھانا کھاتے تھے، لیکن کسی کو نہ یہ معلوم تھا کہ لنگر خانہ کا خرچ کیونکر چلتا ہے، اور نہ کسی نے اپنی آنکھ سے اس مد میں حضرت خواجہ رح کی خدمت میں کسی کو زر نقد پیش کرتے دیکھا تھا، حضرت خواجہ بزرگ نے اپنے خادم خاص کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ جب خرچ کی ضرورت پیش آئے مجھ سے لے جانا۔ چنانچہ جب وہ خرچ لینے آتا حضرت خواجہ بزرگ اپنے مصلے کا ایک گوشہ اٹھا دیتے اور خادم سے فرماتے جس قدر ضرورت ہو لے جاؤ، خادم بقدر ضرورت ہی لیتا اور زائد کو ہاتھ نہ لگاتا تھا۔

۲۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں ملک شام کے سات آتش پرست حاضر ہوئے جو اپنی ریاضت میں مشہور و معروف تھے، اور بہت سے لوگ ان کے معتقد تھے حضرت خواجہ بزرگ کے چہرہ پر ان کی نظر پڑی تو سب پر لرزہ طاری ہو گیا، اور اس قدر ہیبت چھائی کہ بے اختیار حضرت خواجہ بزرگ کے قدموں پر گر پڑے، حضرت خواجہ بزرگ نے ان سے پوچھا "نادانو! آگ کیوں پوجتے ہو، خداوند تعالیٰ کی پرستش کیوں نہیں کرتے" انہوں نے عرض کیا "حضرت جی! دوزخ کی آگ سے ہم بہت ڈرتے ہیں، اور اسی خوف سے آگ کو پوجتے ہیں" حضرت خواجہ نے فرمایا "آگ تو حکم الہی کے تابع ہے کہ اس کے حکم کے بغیر کسی کو نہیں جلا سکتی" آتش پرستوں نے عرض کیا "حضرت جی! آپ تو خدا کی بندگی کرتے ہیں تو کیا آگ آپ کو نہیں جلائے گی۔

حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا "خدا کے حکم کے بغیر آگ تو معین الدین کی جوتیوں کو بھی نہیں جلا سکتی" یہ فرما کر حضرت خواجہ بزرگ نے اپنی جوتیاں آگ میں ڈال دیں، اور خدا کے حکم سے آگ نے جوتیوں پر ذرا بھی اثر نہیں کیا۔ آتش پرستوں نے حضرت خواجہ رح کی یہ کرامت دیکھی تو صدق دل سے ایمان لے آئے، اور کافی عرصہ تک حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں رہ کر ولایت حاصل کی۔

۳۔ حضرت خواجہ بزرگ کی کرامات میں ایک عجیب و غریب کرامت یہ ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ رح کے خلیفہ خاص خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مع بادشاہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے قلعہ کے اندر ٹہل رہے تھے، اور امرا و ارکین دولت ساتھ تھے کہ ایک بدصورت عورت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ "یہ قطب صاحب جو آپ کے ہمراہ ہیں، ان سے مجھ کو حرام کا حمل ہے، حضور ان کو سمجھا دیں کہ یہ مجھ سے نکاح کریں، فعل حرام کو روا نہ رکھیں" اس عیارہ مکارہ کی یہ باتیں سنکر حضرت خواجہ قطب الدین رح کو پسینہ آگیا اور بادشاہ کو اس پر بڑا تعجب ہوا، مگر سب خاموش تھے اور ندامت سے گردنیں خم کئے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین رح نے اس بہتان کو سنکر اپنے پیر و مرشد کی روح
۵۱ کی طرف توجہ کی، اور امداد طلب فرمائی، حضرت خواجہ قطب الدین مراقبہ میں تھے کہ حضرت خواجہ بزرگ تشریف لے آئے اور اپنے خلیفہ خاص حضرت خواجہ قطب الدین رح سے پوچھا "تم نے مجھ کو کیوں یاد کیا ہے" حضرت خواجہ قطب الدین رح شدت تاثر سے اس کا جواب نہ دے سکے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ حضرت خواجہ بزرگ رح کے قلب پر اپنے خلیفہ کو رنجیدہ دیکھ کر غیر معمولی اثر ہوا، آپ نے مکارہ و عیارہ عورت کی طرف دیکھ، ایسی نظر سے دیکھا کہ جس سے تمام حاضرین خوفزدہ ہوگئے، اور دل میں کہنے لگے کہ دیکھئے اس تہمت تراشی کا انجام کیا ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ رح نے عورت کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا "جو بچہ تیرے پیٹ میں ہے، اس کی شہادت سن" اس کے بعد حضرت خواجہ رح نے پیٹ کے بچہ کو مخاطب کرکے فرمایا "اے بچے! سچ سچ کہدے، جو تہمت تیری ماں نے لگائی ہے، جھوٹ ہے یا سچ ہے، اور واقعہ کی اصلیت کیا ہے" حضرت خواجہ بزرگ رح کے الفاظ سنکر بچہ نے ماں کے پیٹ میں سے جواب دیا کہ "حضور والا! جو تہمت لگائی گئی ہے، بے اصل ہے حضرت خواجہ قطب الدین رح کے دشمنوں اور حاسدوں نے یہ بہتان تراشا ہے، اور میری ماں کو بہکا کر یہ الزام ناحق حضرت خواجہ رح پر لگایا ہے، اور یہ اس لئے کہ حضرت بادشاہ کی نظروں میں جو

عظمت و عزت حضرت خواجہ کی ہے" وہ جاتی رہے گی۔ بچہ کی اس شہادت سے عورت پر حیرت چھا گئی، اور بادشاہ اور ارکان دولت حضرت خواجہ بزرگ رح کی اس کرامت سے تعجب میں رہ گئے۔

۴۔ مشہور ہے کہ جو شخص حضرت خواجہ بزرگ رح کی خدمت میں حاضر ہوتا، اور صرف تین روز بھی حضرت والا کی خدمت میں رہتا، وہ مومن ہوتا یا کافر، ولی اللہ ہو جاتا تھا۔ خواجہ بزرگ رح کی یہ کرامت تمام مقبوضہ ممالک میں پھیل گئی تھی، اور ہزاروں لوگ اس کرامت کی بدولت ولایت کے درجہ پر فائز ہو چکے تھے، ایک فاسق و فاجر شخص حضرت والا کی خدمت میں امتحان کے لئے حاضر ہوا، آپ نے اس سے توبہ کرائی، اور خالص مسلمان بنا کر ولی کامل کے درجہ پر پہنچا دیا۔

۵۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بزرگ رح کسی بت خانے میں بت پرستوں کی ہدایت کی غرض سے تشریف لے گئے، اس وقت بت خانہ میں صرف سات آدمی تھے، جو شہر کے ودوت مند لوگوں میں شمار ہوتے تھے، حضرت خواجہ بزرگ رح نے ان پر نظر توجہ ڈالی اور وہ فوراً قدموں پر گر پڑے، اور پھر اسلام قبول کر لیا۔

۶۔ ایک روز حضرت خواجہ بزرگ رح تشریف فرما تھے، اور عقیدت مند و خدام حلقہ باندھے ہوئے تھے کہ ایک مرید پریشان ۵۴
حال حاضر ہوا، اور حضرت خواجہ بزرگ رح سے عرض کیا یہ حضرت جی! شہر کے حاکم نے مجھ کو تنگ کر رکھا ہے، میں اس کی زیادتی سے بہت پریشان ہوں، آج اس نے مجھ کو شہر بدر کر دیا ہے۔ حالانکہ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔" حضرت خواجہ بزرگ رح یہ سنکر چند لمحے توجہ میں صرف رہے اور پھر گردن اٹھا کر فرمایا "شہر کے حاکم کا حال مجھ کو معلوم نہیں اور نہ یہ پتہ ہے کہ وہ کہاں ہے، بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ وہ عدم آباد کو راہی ہوا" یہ سنکر وہ شخص چلا گیا۔ شہر کے اندر پہنچا تو یہ شور سنا کہ حاکم شہر گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے"

۷۔ منقول ہے کہ ایام سیر و سیاحت میں غالباً علاقہ غور میں حضرت خواجہ بزرگ رح کہیں تشریف لئے جاتے تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رح اور شیخ اوحدالدین رح کرمانی آپ کے ہمراہ تھے کہ ایک نو عمر بچہ تیر و کمان لئے ہوئے حضرت خواجہ بزرگ رح کے سامنے سے گذرا، حضرت خواجہ بزرگ رح نے اس کو طلب فرمایا اور پوچھا "تیرا نام کیا ہے؟" لڑکے نے عرض کیا "میرا نام شہاب الدین[عہ] ہے" حضرت خواجہ بزرگ رح نے فرمایا "یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ ہوگا" حضرت خواجہ بزرگ رح کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور شہاب الدین غوری دہلی کا بادشاہ ہوا۔

۸۔ غالباً دہلی کے قیام کا واقعہ ہے کہ ایک مسلمان پرتھی راج کے ملازموں میں سے حضرت خواجہ بزرگ رح کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت خواجہ بزرگ رح نے اس کی بیعت کو قبول نہیں فرمایا، وہ نامراد واپس گیا اور پرتھی راج سے اس کی شکایت کی۔ پرتھی راج نے اپنے ایک معتمد کو حضرت خواجہ بزرگ رح کی خدمت میں بھیج کر دریافت کرایا کہ آپ نے فلاں شخص کو بیعت سے کیوں ممتاز نہیں فرمایا۔ حضرت خواجہ بزرگ رح نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ "میں نے تین وجوہ سے اس کو مرید نہیں کیا، ایک تو یہ کہ یہ شخص انتہا درجہ کا فاسق و فاجر ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ میرے اطاعت گذار اشخاص میں سے نہیں، غیر جنس اشخاص میں سے ہے، تیسرے اس وجہ سے کہ لوح محفوظ پر اس کے حال میں یہ لکھا ہوا ہے کہ "یہ بے ایمان مرے گا" پرتھی راج یہ جواب سنکر غضب ناک ہو گیا، اور حاضرین سے کہا کہ "یہ فقیر غیب دانی کا دعوی کرتا ہے، اور میرا حکم نہیں مانتا، اس سے کہہ دو کہ میری حکومت کے حدود سے باہر نکل جائے" حضرت خواجہ بزرگ رح کو پرتھی راج کا یہ حکم ملا تو آپ نے کہلا بھیجا کہ "تین دن کے اندر تجھ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہاں سے میں نکلتا ہوں، یا تو نکلتا ہے" اس واقعہ کو تین روز نہ گذرے تھے کہ سلطان شہاب الدین آ پہنچا، اور پرتھی راج سے جنگ شروع کر دی اور صرف ایک دن کی لڑائی میں فتح حاصل کر کے پرتھی راج کو مار ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شخص جو بیعت کے لئے حاضر ہوا تھا دریا میں ڈوب کر مر گیا۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رح نے اسی کرامت کو ان الفاظ میں لکھا ہے کہ پرتھی راج کی گرفتاری سے ایک روز پہلے میں حضرت خواجہ بزرگ رح کی خدمت میں میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین رح حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اور حضرت خواجہ بزرگ رح سے عرض کیا کہ پرتھی راج یوں کہتا ہے کہ آپ ہماری عملداری سے باہر نکل جائیں۔ حضرت خواجہ بزرگ رح نے یہ سنکر فرمایا "ہم نے پرتھی راج کو گرفتار کر لینے کا لشکر اسلام کو حکم دیدیا ہے" اس واقعہ کے بعد ہی لشکر اسلام نے پرتھی راج کو زندہ گرفتار کر لیا۔

۹۔ حضرت خواجہ بزرگ رح سفر میں تھے کہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جو کافروں کا مسکن تھا، کافروں کو یہ اطلاع ملی کہ یہاں مسلمان آ گئے ہیں تو ان میں سے ایک جماعت تلواریں لے کر آگے بڑھی اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہا، جونہی ان کافروں کی نظر حضرت خواجہ بزرگ رح

عہ بعض روایات میں شمس الدین التمش کا نام لکھا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ واقعہ کسی دوسری جگہ کا ہے۔ ۱۲ مؤلف۔

کے چہرہ پر پڑی، سب کے سب حضرت خواجہ بزرگؒ کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا یہ حضور والا! ہم آپ کے خادم ہیں، آپ ہم پر لطف و شفقت فرمائیں، حضرت خواجہ بزرگؒ نے ان کو سامنے بٹھا لیا اور کلمۂ طیب پڑھا کر سب کو مسلمان کر لیا، کہا جاتا ہے کہ اس روز اور بہت سے کافر مسلمان ہوئے اور کفرستان کا یہ علاقہ نور اسلام سے روشن ہو گیا۔

۱۰۔ حضرت خواجہ بزرگؒ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے ہندوستان میں پہنچ کر کفرستان (اجمیر) میں قیام فرمایا، جہاں مسلمانوں کو قدم رکھنے کی بھی اجازت نہ تھی اور مسلمانوں کو معاذ اللہ اس قدر ناپاک اور بے دین سمجھا جاتا تھا کہ کفار اپنی زمین پر ان کا قدم رکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے، یہاں تک کہ شاہان اسلام بھی اس خاص خطہ (اجمیر) میں حملہ آور ہوتے ڈرتے تھے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ تقریباً چالیس آدمیوں کے ساتھ اجمیر میں تشریف لائے، اور تنہا اپنی روحانی قوت سے اس کفرستان کے عوام و خواص بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ راجہ اور پرجا دونوں سے مقابلہ کیا، اور بہت تھوڑے عرصہ میں کفرستان میں اسلامستان بنا دیا۔

اگر غور کیا جائے تو بزرگان دین کی تمام کرامات حضرت خواجہ بزرگؒ کی اس ایک کرامت کے مقابلہ میں بے حقیقت ہیں، اور حضرت خواجہ بزرگؒ کا درجہ صرف اسی ایک اسلامی خدمت نے اتنا بلند و برتر کر دیا ہے کہ اس سے بڑا درجہ صحابۂ کرام کے سوا کسی دوسرے بزرگ کو نصیب نہیں ہوا۔

۱۱۔ بعض مورخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کی تشریف آوری ہند سے پہلے شہاب الدین غوریؒ سات مرتبہ ہندوستان پر حملہ کر چکا تھا، اور ہر دفعہ اس کو شکست ہوتی تھی اور سخت نقصان اٹھا کر اور آخری حملہ میں سخت زخمی ہو کر اپنے ملک کو واپس گیا تھا، آخری حملے کی وہ تیاریاں کر رہا تھا کہ اس نے خواب میں یہ دیکھا کہ "حضرت خواجہ بزرگؒ تشریف فرما ہیں، مجھ کو طلب فرمایا ہے، اپنے ہاتھوں سے میری کمر میں پٹکہ باندھ کر میرے سر پر تاج رکھا ہے، پرتھی راج کو سرنگوں کر کے میرے سامنے کھڑا کیا ہے، مجھ کو تلوار مرحمت فرمائی ہے، اور یہ حکم دیا ہے کہ تم اس کا سر قلم کر دو، چنانچہ حضرت خواجہ بزرگؒ کے حکم سے میں نے پرتھی راج کا سر کاٹ دیا ہے۔" اس خواب کو دیکھ کر سلطان شہاب الدین غوری کی ہمت بندھ گئی اور اس کو یقین ہو گیا کہ اب کی مرتبہ حضرت خواجہؒ کی توجہ سے میں ضرور ہندوستان کو فتح کروں گا۔ چنانچہ وہ فوج لے کر ہندوستان کی جانب روانہ ہوا، اور حضرت خواجہ بزرگؒ دہلی ہی میں تشریف فرما تھے کہ اس نے تھانیسر کے میدان میں پرتھی راج کے لشکر کو شکست دے کر اس کو گرفتار کر لیا اور قتل کر ڈالا، حضرت خواجہ بزرگؒ کا یہ باطنی تصرف حقیقت میں حضرت خواجہؒ کی بہترین کرامت ہے۔

۱۲۔ حضرت خواجہ بزرگؒ کی کرامات میں اجے پال جوگی سے حضرت خواجہ کا روحانی مقابلہ ایک خاص کرامت ہے، اور بہت مشہور ہے، اس سحر کی نسبت تعلیم یافتہ گروہ کچھ اچھا خیال نہیں رکھتا، ارادہ تھا کہ اس کے ممکن ہونے پر کچھ بحث کی جائے، لیکن بے فائدہ سمجھ کر اس ارادہ کو ترک کر دیا گیا، اور محض نقل واقعہ پر اکتفا کر کے ممکن و ناممکن کے فیصلہ کو روحانی ذوق پر چھوڑ دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اجے پال جوگی اپنی شعبدہ بازی اور ڈھیٹ بندی میں ناکام رہا اور حضرت خواجہ بزرگؒ اور آپ کے ہمراہیوں کو مرعوب نہ کر سکا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اجمیر میں اس کے عمال سحر کی ہوا اکھڑ گئی، اور عوام میں اس کی نسبت بے اعتقادی پھیل گئی تو اجے پال نے اپنے اقتدار کو بحال کرنے کے لئے دوسری تدبیر اختیار کی، یعنی حضرت خواجہ بزرگ سے روحانی مقابلہ شروع کیا، ایک ہرن کی کھال کو اس نے ہوا میں اچھالا اور ہوا میں اس کو جادو کے زور سے روک کر ایک جست لگائی اور مرگ چھالا یعنی ہرن ۵۴
کی کھال پر بیٹھ کر بلند ہونے لگا، حضرت خواجہ بزرگؒ اس وقت مراقبہ میں تھے، آپ نے سر اٹھا کر حاضرین سے پوچھا "اجے پال کہاں تک پہنچا" حاضرین نے عرض کیا "ایک پرندہ کے مثل نظر آتا ہے" حضرت خواجہ بزرگ یہ سنکر خاموش ہو گئے، اور تھوڑی دیر تک رہ کر پھر دریافت کیا "اب اجے پال کہاں ہے؟" خدام نے عرض کیا حضرت جی! اب تو وہ نظر نہیں آتا، یہ سنکر حضرت خواجہ بزرگؒ نے اپنی جوتیوں کی طرف اشارہ فرمایا، وہ ہوا میں بلند ہوئیں اور اس قدر بلند ہوئیں کہ اجے پال تک پہنچ کر اس کے سر پر بلا تواتر پڑنے لگیں، جوتوں کی آواز اور اجے پال کے نالہ و فریاد کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی، اور حاضرین حیرت میں تھے کہ اسی حالت میں اجے پال مرگ چھالا پر سوار نیچے اترا اور حضرت خواجہ بزرگؒ کے قدموں پر گر کر اپنے قصور کی معافی طلب کی، اور حضرت خواجہ بزرگؒ نے اس کے قصور کو معاف فرما دیا۔

کہا جاتا ہے کہ معافی حاصل کرنے کے بعد اجے پال جوگی نے حضرت خواجہ بزرگؒ سے یہ درخواست کی کہ آپ بھی اپنی روحانیت کا کچھ کمال دکھائیں، حضرت خواجہ بزرگؒ نے اول تو انکار کیا، آخر اس کے اصرار پر مراقب ہوئے، اور روح مبارک نے عالم ملکوت

کی طرف پرواز شروع کی، یہ دیکھ کر اجے پال کی روح بھی جادو کے زور سے حضرت خواجہ بزرگؒ کی روح مبارک کے پیچھے روانہ ہوئی، دونوں روحیں آگے پیچھے آسمان اول تک پہنچیں، حضرت خواجہ بزرگؒ کی روح تو آسمان اول سے گذر کے آگے روانہ ہوئی، لیکن اجے پال کی روح آسمان اول کے نیچے ہی بھٹکتی رہی، اور آسمان اول سے آگے نہ بڑھ سکی، جب اس کو آگے جانے کا کوئی رستہ نہ ملا تو اس نے حضرت خواجہ بزرگؒ کی روح سے ہمراہی کی درخواست کی اور بہت کچھ عجز و انکسار کا اظہار کیا، حضرت خواجہ بزرگؒ نے اس پر رحم کھا کر اس کی روح کو اپنے ساتھ لیا، اور دونوں روحیں عرش بریں تک پہنچیں، اور ملائکہ نے وہاں ان کا استقبال کیا، اجے پال کی روح حضرت خواجہ بزرگؒ کے اس مرتبہ کو دیکھ کر حیران رہ گئی، اس کے بعد حضرت خواجہ بزرگؒ کی روح عازم لامکان ہوئی، اجے پال کی روح نے پھر ہمراہی کی درخواست کی، حضرت خواجہ بزرگؒ نے فرمایا: "اب اس سے آگے تم نہیں جا سکتے۔ آگے جانا اسلام کے بغیر ناممکن ہے"، اسی مقام پر اجے پال کی روح نے کلمہ طیب پڑھا اور اسلام کے حلقہ میں داخل ہوگئی اور پھر حضرت خواجہ بزرگؒ کی روح کے ساتھ لوح و قلم، عرش و کرسی، بہشت و دوزخ اور تمام عجائبات قدرت الٰہی کی سیر کی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ بزرگؒ کی روح اجے پال کی روح کو ساتھ لیکر عالم اجسام کی طرف واپس ہوئے، اور پھر مراقبہ سے سر اٹھا کر اور آنکھیں کھول کر اجے پال کی طرف دیکھا۔ اجے پال نے دوبارہ حلاوت ایمان کا ذائقہ حاصل کرنے کے لئے کلمہ طیب پڑھا اور مخلص مسلمان بن گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ سے چار ہزار چھ سو خوارق عادت امور ظہور میں آئے، ممکن ہے اس مقدار میں کچھ مبالغہ ہو، ہم نے جو کرامتیں مشہور عام تھیں ان کو نقل کر دیا ہے، اور ان میں سے بھی بعض کو اس لئے ترک کر دیا ہے کہ وہ شریعت حقہ کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

(باقی دارد)

شذرات

(عزیز حسن بقائی)

۵۴

پیشوا کا خواجہ غریب نوازؒ نمبر

خدا کا شکر ہے کہ حضور خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے کل حالات پیشوا کی اس اشاعت میں شائع ہوگئے اگرچہ ابھی بہت کچھ باقی ہے، خصوصاً تعلیم، ملفوظات، عملیات، روضہ شریف کے حالات، لیکن ان سب کو آپ کتاب "خواجہ غریب نواز" میں ملاحظہ فرمائیے گا۔

پیشوا کے دبی قدردان

جن کے ایک خط کا اقتباس اور دس روپے کی امداد کا پیشوا کی گذشتہ اشاعت میں تذکرہ کر چکا ہوں، انہوں نے اپنے خط کا دوسرا جواب پڑھ کر پھر پانچ روپے کا منی آرڈر اسی تاکید کے ساتھ روانہ کیا ہے کہ میرا نام اور ضلع ظاہر نہ کیا جائے، اور اس روپے کے رسول نمبر بھی غربا میں مفت تقسیم کر دیئے جائیں۔

بہت اچھا آپ کے ارشاد کی تعمیل ہو جائے گی، اور ۵۰ رسول نمبر مفت تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ پیشوا کے وہ ہزاروں پڑھنے والے کہاں ہیں جو پیشوا کو پڑھتے ہیں، اس کی ربانی کے معترف ہیں، اس کے فوائد کو سراہتے ہیں، لیکن جب کاغذ کی گرانی اور کساد بازاری نے پیشوا کا گلا گھونٹ دیا ہے تو وہ خاموش کیوں ہیں؟

آخر وہ کس دن کے منتظر ہیں، کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ پیشوا گمنامی کے قبرستان میں دفن ہو جائے؟ اور سولہ سال سے جس پودے کو میں نے خون جگر سے سینچا ہے، وہ باد مخالف کے ایک ہی جھونکے سے سرنگوں ہو جائے، جس رسالہ کے لئے میں نے اپنی جیب کی آخری پونجی صرف کر دی، اور جس رسالہ کی مصروفیت کی وجہ سے میری صحت برباد ہوگئی، اس کو آسانی سے فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

آخر ان میں اس عاشق اسلام کی طرح پیشوا کی امداد کی تڑپ کیوں نہیں پیدا ہوتی؟ کیا مسلمانوں کا مذہبی احساس اتنا مردہ ہو گیا ہے کہ وہ اپنے ایک سولہ سالہ اسلامی خادم کو موت کے اژدہے کے منہ میں آسانی سے جانے دیں گے؟

اٹھو! اور جتنی جلدی ہو سکے، متفقہ کوشش سے پیشوا کو موت کے منہ میں جانے سے بچا لو اور اس کے زندہ رکھنے کیلئے صرف دو باتوں کی ضرورت ہے۔

(۱) ہر خریدار کم سے کم دو نئے خریداروں سے سالانہ قیمت وصول کرکے اسی ہفتہ منی آرڈر کے ذریعہ فوراً بھیج دیں۔

(۲) کم سے کم دو روپے کی کتابیں مطبوعات پیشوا میں سے ہر خریدار بھائی اس ہفتہ خرید لیں تاکہ پیشوا موت کے منہ میں جانے سے بچ جائے۔

اگرچہ یہ اپیل بار بار کی گئی ہے، لیکن عمل اس پر ایک فیصدی خریداروں نے بھی نہیں کیا ہے۔ لہٰذا اگر اس مرتبہ بھی لاپروائی برتی گئی، تو پیشوا کا جنازہ

(سید عزیز حسن بقائی اڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے کمال بندھو پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ پیشوا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا)

برتھ کنٹرول باتصویر

عورت کی شباب آفریں لذت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جبکہ تم اس کے حسن وجمال کے خزانہ کو محفوظ رکھنے کا راز سمجھ لو اولاد کی کثرت سے شعوذ گلشن کے باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہے بلکہ غریب والدین کے لئے ان کی پرورش سوہان روح ہو جاتی ہے اور انبساطی ذوق و لذت سے محروم ہو جاتا ہے برتھ کنٹرول ایک حیرت انگیز طلسمی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے عورت کی زندگی کی حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کا بیان ہے ساتھ اولاد کی پیدائش نہ ہونے کیلئے یقینی ہوتی قیمت عہ

محبت کے پیغام

اگر آپ کو کسی سے محبت ہے اور اس سے آپ اپنے عاشقانہ جذبات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اور مہذب عاشقانہ جذبات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں جسے دیکھ کر پڑھنے والا تڑپ اٹھے تو ہماری نئی کتاب محبت کے پیغام پڑھئے۔ اس میں عاشق مزاج بیوی کے وہ خطوط ہیں جن سے پر لطف بیتابی اور بے چینی ٹپکتی ہے اور تمام خطوط نہایت مہذب اور شائستہ ہیں۔ متعدد حسین جمیل بلاک ہیں۔ لکھائی چھپائی بہت عمدہ۔ قیمت صرف ۸ ر

مصری افسانے

مصر کے بین الاقوامی شہرت کے مالک علامہ منفلوطی کے شاہکار افسانوں کا عربی سے اردو میں حضرت مولانا سید سجاد صاحب ... نے ترجمہ کیا ہے، جو لوگ اچھے مذہبی، معاشرتی، اصلاحی افسانے چاہتے ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ کچھ فائدہ بھی ہو اور آپ اپنے گھر دیں ان کو بے تکلف رکھ سکیں وہ یہ مصری افسانے ملاحظہ کیجئے یہ افسانے فوٹو بلاک کی تصاویر سے مزین ہیں جس کی ... قیمت صرف ۸ روپے۔

بہشتی زیور

یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو چکی ہے اس کے کل گیارہ حصے ہیں ایک عام عورت کو ایک صحیح مسلمان عورت بنانے کے لئے عقائد اخلاق معاملات، زرافض، خانگی کاروبار اور زنانہ امراض وغیرہ کے متعلق جس قدر بھی علم ضروری ہے وہ سب کے سب ان گیارہ حصوں میں آگیا ہے۔ یہ کتاب مسلمان عورتوں کے لئے ایک مکمل اسلامی کتب خانہ کا علم رکھتی ہے۔ تمام حصوں کی قیمت مجلد چرمی پشتہ ے رعلاوہ محصول

دلائل الخیرات

دلائل الخیرات حل مشکلات کیلئے بڑی اکسیر چیز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے مندرجہ شرائط کے ساتھ ہی پڑھی جائے، اس کے اوصاف بیان کرنے کیلئے وقت کے دفتر درکار ہیں جو شخص دلائل الخیرات کا عامل ہے اس کی ضرورت کبھی اٹکی نہیں رہتی، اس کے عامل رسول ؐ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں پھر بھلا ایسی ہی نعمت کیا کم ہے۔ وظائف اور دعا کے سلسلے میں بے نظیر کتاب ہے اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر لاکو سے چھپی ہے جس کی قیمت ۶ ار روپے معمولی اڈیشن قیمت ۱ ار

مسدس حالی

عالم اسلامیہ ہند میں ہنگامہ ڈال دینے والی کتاب جس کے متعلق سر سید مرحوم نے کہا تھا کہ خدا کے سامنے صرف یہی کتاب لے کر جاؤں گا، یہ مسدس اسلام کی جو شیلی تاریخ اور مد و جزر اسلام ہے، لاکھوں سے زائد چھپی اور فروخت ہوئی، نیا اشتہار اڈیشن اعلیٰ کاغذ اور چھوٹی تقطیع کا ہے۔ ابتدا میں بڑا دیباچہ ہے جس میں گویا نثر مسدس ہے، اور خواجہ الطاف حسین حالی کی سوانحعمری ہے بچوں کو یہ مسدس یاد کرایا جائے تو ان میں ابتدا سے جوش اسلامی پیدا ہوتا ہے قیمت ۶ ر

جواہر خمسہ

عملیات مصریہ کی مخصوص کتاب ہے جو ہر عامل کیلئے تیر بہدف ہے۔ اس کے چار حصے ہیں اور یکجا ہی جگہ ہیں ... دل میں ختم قرآن، بسم اللہ اور سورہ یٰسین کے مجرب اعمال اور نقوش ہیں حصہ دوم میں اسمائے باری تعالیٰ، ختم خواجگان اور قرآن شریف کی ہر سورۃ کے اعمال و خواص حصہ سوم میں موکلات کے تابع ... کے اعمال و اوراد ... حصہ چہارم اذکار کیلئے مخصوص ہے جس میں تمام ... پانچویں حصہ میں اشغال ... بڑی مجرب ہے قیمت ۱۰ ار

حضرت علیؓ کی شہادت

کہاں ہوئی اور کیونکر ہوئی۔ اس کا جواب جرجی زیدان کی مشہور کتاب ۱۷۔ رمضان میں ملے گا جس میں بتایا گیا ہے کہ شہادت حضرت علیؓ امیر معاویہ اور عمرو بن عاص کے قتل کی سازش میں کون کون شریک تھے۔ خارجی کون لوگ ہیں اور انہوں نے کیا فتنہ و فساد برپا کئے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے دردناک واقعات، ابن ملجم وغیرہ کو عبرتناک انجام قطام کی شقاوت اور اس کا قتل تاریخی باتیں علمی تنبیہات سوز و ساز ذیل و بیحد حیرت انگیز کارنامہ قیمت عہ

دوشیزہ سے لطف باتصویر

حاصل کرنے کیلئے دوشیزہ کو مطالعہ میں رکھئے۔ یہ وہ نایاب کتاب ہے جس میں شب عروسی سے لیکر آخر تک کی تمام کیفیات نہایت کھلے الفاظ میں درج ہیں یہ کتاب جملہ مشرقی و مغربی کتابوں کا عطر ہے، یہ وہ کتاب ہے جس میں ڈیڑھ سو کے قریب فوٹو بلاک اور بلاک تصاویر میں تمام دنیا کی عورتوں کے ... فوٹو ہیں جس میں ... تمام جسمانی حصوں کی مفید اور ... لکر ... تصاویر ہیں، اردو میں آج تک ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ قیمت تین روپے

آفتاب رسالتؐ

مورخ اعظم آغا رفیق صاحب بلند شہری نے سرکار دو جہاں رسول خدا کے بہت مبسوط حالات دو حصوں میں لکھے ہیں، پہلا حصہ ۲۰ صفحات اس میں زیادہ حصہ تاریخ عرب اور بعثت رسول ؐ سے پہلے کے حالات ہیں اور کچھ ولادت و طفولیت رسول ؐ حصہ دوم ۲۲۴ صفحات اس میں پوری رسالت کے حالات ہیں مثل ہجرت، شادی، تبلیغ، غزوات اور ... تبصرات ... واقعات کے تذکرے۔ آخر میں حضور ؐ کی معاشرت اور ازواج مطہرات کے حالات ہیں قیمت ۱۲ ر

سہاگن کا سہاگ

سات سہیلیوں کا جھرمٹ سات مست شباب لذت ... کی ... داستانیں ان میں سب کچھ ہے ... لذت میں ہو کتاب سہیلیوں کی پر لطف کہانیوں ... کی خاص زبان سے شب عروسی کی داستانیں، ازدواجی زندگی کے اہم ترین پوشیدہ راز غرض کہ سہاگن کا سہاگ رنگین ... حرکات ... کتاب ہے جس کو شادی ... میں سات دلہنوں نے بیان کیا ہے بڑی نایاب اور پر کیف کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ

سائیں انکھیاں پھیریاں سو بیری ملک جہان

اگر بہ کبیر داس کے اس دوہے کی سچی تصویر دیکھنا ہو تو کتاب

آہ مظلوم

پڑھیئے۔ بدنصیب عورتوں کی المناک زندگی کا خونچکاں منظر ہے۔ آہ جس عورت کے سر سے اس کے تاج کا سایہ اٹھ گیا، اس کیلئے سوائے گوشہ لحد کے کہیں ٹھکانا نہیں مظلوم بیوہ کی داستان غم سنکر کلیجہ پھٹ جائیگا حضرت مولانا عبدالرشید النصیری کی تصنیف قیمت ۸ ر

تفسیر موضح القرآن

اردو تفسیروں کے مصنف اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی کی مرتب کردہ یہ کا شاندار کارنامہ ہے جس کو بہترین تفسیر ایک تفسیر کا درجہ دیا ہے، اب بھی ویسی ہی چھپی ہے، جیسی پہلے تھی۔ اس کے قدردان اب بھی اسی کو ڈھونڈھتے ہیں، الکھو اور سب جس سے ہو جاتی ہے۔ اتنی سستی پھر قرآن شریف کی اور کوئی تفسیر نہیں۔ پیشوا سے پوری دو گنی تقطیع کے ۴۰۴ صفحے ہیں۔ قیمت رعایتی ۲ر محصولڈاک عمر

اسلام کے سورما پاہی

پیشوا اور تاریخی کتاب جناب پیشوا ... عزیز حسن بقائی ایڈیٹر رسالہ پیشوا کے ... سالہ مطالعہ تاریخ کا نتیجہ ہے پیشوا کے پڑھنے والے اڈیٹر صاحب پیشوا کے پر جوش اور خطیبانہ بیان سے خوب واقف ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مسلمانوں میں اتحاد کی ایک غیر فانی لہر پیدا ہو جائیگی، وہ خانہ جنگی کے طوق لعنت کو گلے سے اتار کر پھینک دیں گے اور پوری قوت اور کامل تنظیم کیساتھ ہندوستان میں باعزت رہنے کا ثبوت دینگے، بچوں، طالب علموں اور مردوں کو ... صفحات تقریباً ... قیمت

فردوس آسیہ

رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر قرن حضور ہی کا ہے۔ اسلام نے جو نمایاں ترقی قرون اولیٰ میں طے کئے وہ دوسرے قرنوں میں اس شدومد کے ساتھ نہیں ہوئے۔ اگر آپ اسلام کی ابتدائی ترقیوں سے واقف ہونا چاہتے ہیں تو تاریخ قرون اولیٰ فردوس آسیہ ملاحظہ فرمائیے اس تاریخ میں پیدائش رسالت مآب سے لیکر آپ حضرت کی وفات پھر خلفائے راشدین کے حالات مدترقی اسلام غزوات اسلامی فتوحات اسلامی نظام حکومت سب بالتفصیل درج ہیں۔ آخر میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کی ... قیمت

دروس معاشرت

ایک نامور انشا پرداز کے قلم سے ... دلچسپ کہانیوں اور افسانوں کا دلکش مجموعہ ہے ہر ایک افسانہ اسلام کے طرز معاشرت کی اصلی تصویر ہے افسانہ کے پیرایہ میں مسلمانوں کو نہایت موثر الفاظ میں اصلاح رسوم کی عملی تعلیم دی گئی ہے کسی مسلمان کا گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیئے کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ، ضخامت ۸۰ صفحے، باوجود اتنی خوبیوں کے قیمت صرف ۸ر رکھی ہے۔

معلم عربی

ہر مسلمان کی قدرتی طور خواہش ہوتی ہے کہ وہ اتنی عربی ضرور جان جائے جس سے وہ قرآن کو سمجھ کر پڑھے۔ اگر معانی نہیں معلوم تب بھی الفاظ کے معنی ضرور معلوم ہو جائیں عربی پڑھنے کا قدیم طریقہ بہت دیر طلب تھا۔ اس کے ابتدائی صرف و نحو ہی چھڑا دیتے ہیں۔ معلم عربی میں صرف و نحو کے طویل سلسلہ سے چھڑا کر عربی پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ ہر شخص اگر تھوڑے تامل سے ایک ایک سبق روزانہ پڑھے تو تین مہینہ میں وہ خاص قرآن کا مفہوم سمجھ سکتا ہے اور اس کے بعد نماز میں کیسی پرکیف ہوتی ہے اس کا اندازہ کیجئے قیمت

شرح رباعیات عمر خیام

مشرق کے سب سے بڑے ادیب و فلسفی اور نامور شاعر حکیم عمر خیام کی بے مثل رباعیات یورپ اور امریکہ میں مختلف طریقوں اور رنگ برنگ کے ایڈیشنوں کے ساتھ شائع ہوئیں لیکن اس نامور حکیم کے مبسوط اور مفصل سوانح حیات ابھی تک گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے۔ اب بڑی تلاش و جستجو سے عمر خیام کے حالات فراہم کئے ہیں اور ہر رباعی کے تحت میں عمر خیام کی سات سو رباعیوں کی شرح نہایت روح پرور انداز میں لکھی ہے شروع میں عمر خیام کا فوٹو اور تقریباً ایک درجن رباعیوں کو مصور کیا گیا ہے جو اردو میں پہلی چیز ہے۔ قیمت ۶ر

فن خطابت

اگر خدانخواستہ آپ تقریر کی جادو بیانی سے محروم ہیں، اگر آپ کی گفتگو لوگوں کو مسحور کرنے کی قوت نہیں رکھتی، اگر آپ کی گفتگو میں شیرینی نہیں ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں جادو کا اثر ہو تو کتاب فن خطابت کا مطالعہ کیجئے اور اس کی ہزاروں ہدایتوں پر عمل کیجئے، پھر دیکھئے کہ آپکی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ طلسم بن جائینگے آپ کی گفتگو میں انتہا درجہ کی شیرینی پیدا ہو جائیگی اور مجلس کے لوگ آپکو اپنی آنکھوں پر بٹھائیں گے اور ہزاروں کے مجمع میں آپ تقریر کر سکیں گے۔ قیمت صرف ۸ر

اسکول ماسٹر

جو انگریزی اخبارات پڑھنے سے عاری ہیں جو طلبا انگریزی میں کمزور ہیں، جو ہندوستانی کے انگریزی میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور جو تجارت پیشہ انگریزی خط و کتابت نہیں کر سکتے ان کو یہ کتاب ضرور منگانی چاہیئے تاکہ وہ سوسائٹی میں ممتاز، مدرسوں میں اول بچے، طالب علم میں جہاں اور کاروبار میں ہوشمند بن جائیں اب تو قدم قدم پر انگریزی کی ضرورت ہے اور مدرسہ میں داخل ہو کر پڑھنا بہت طول عمل ہے پھر آپ کیوں نہیں یہ کتاب منگا لیتے جو اپنے انداز تعلیم میں یگانہ اور بالکل ... قیمت

مناجات مقبول

ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دعاؤں کی مقبول کتاب ہے۔ اور بات دل کی اردو نظم میں بہت میٹھا سنا جاتی ہیں دعا مانگنے کے طریقے اور ادعیات سے نظام کی قبولیت دعا کی حکایتیں پھر قرآن کریم سات دن کی ادعیہ کرام کی محبوب دعائیں جو کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے جمع کیا ہے پھر اشغال منزل پھر دعائے استخارہ، شجرہ امدادیہ نظم مترجم درود شریف منظوم ... مولوی ... کی ... قیمت ۶ر

تفسیر سورہ یٰسین

یہ تفسیر اس زمانہ میں لکھی گئی ہے جو کہ الحاد و طغیان کا زمانہ ہے اور قدم قدم پر مذہب کے لئے عقلی دلائل مانگے گئے ہیں۔ یہ تفسیر اس لحاظ سے بہت شاندار ہے کہ ہر بات کو معقول طریقہ پر سمجھایا گیا ہے۔ یہ تفسیر ملا عبید اللہ کی تفسیر القرآن سے ماخوذ ہے اور ایسے عجیب غریب پیرایہ میں مذہب کے اعمال کو ذہن نشین کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر بہت اہم ہے، اور ایک ایک واقعہ کو بہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے گویا بہت سی تفاسیر کا عطر ہے۔ قیمت ۸ر

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کے حالات پڑھنے ہر حنفی مسلمان کیلئے ضروری ہیں، کیونکہ جن کی نسبت پر وہ فخر کرتے ہیں ان کے حالات سے بے خبر رہنا بہت ہی بے موزوں ہے۔ سیرۃ النعمان علامہ شبلی مرحوم کی تصنیف ہے، امام صاحب کے حالات علمی کارنامون مناظروں اور دقیق مسائل معلوم کرنے کیلئے سب سے بہتر کتاب ہے فقہ کی تدوین کے سلسلہ میں ایسے نکات علمی بیان ہوئے ہیں جس سے دل ششدر رہ جاتا ہے اور حقیقت میں امام صاحب کا مابہ الامتیاز یہی فن ہے۔ قیمت ۶ر

سیرت باقی

سالار نقشبندیہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رض بخاری کی مفصل سوانح عمری، حضرت خواجہ کے تمام خاندان کا تذکرہ اولاد خواجہ کا تذکرہ، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی روحانی تعلیم، تزکیہ نفس کے سہل طریقے مجرب المجرب اوراد و وظائف حضرت خواجہ نقشبندی کی صوفیانہ قرآن حکیم کی تفسیر پڑھنی چاہئے ہو تو سیرت باقی کا مطالعہ کیجئے جس کے مصنف جناب سید ... عزیز حسن بقائی نبیرہ خواجہ باقی باللہ و ایڈیٹر رسالہ پیشوا دہلی ہیں ...

ملنے کا پتہ :- منیجر رسالہ پیشوا جامع مسجد - دہلی

رسالہ پیشوا دہلی رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۰۰ جلد سالانہ

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب)

پیشوا

انجمن تہذیب الصحیفہ

6(1)

انجمن

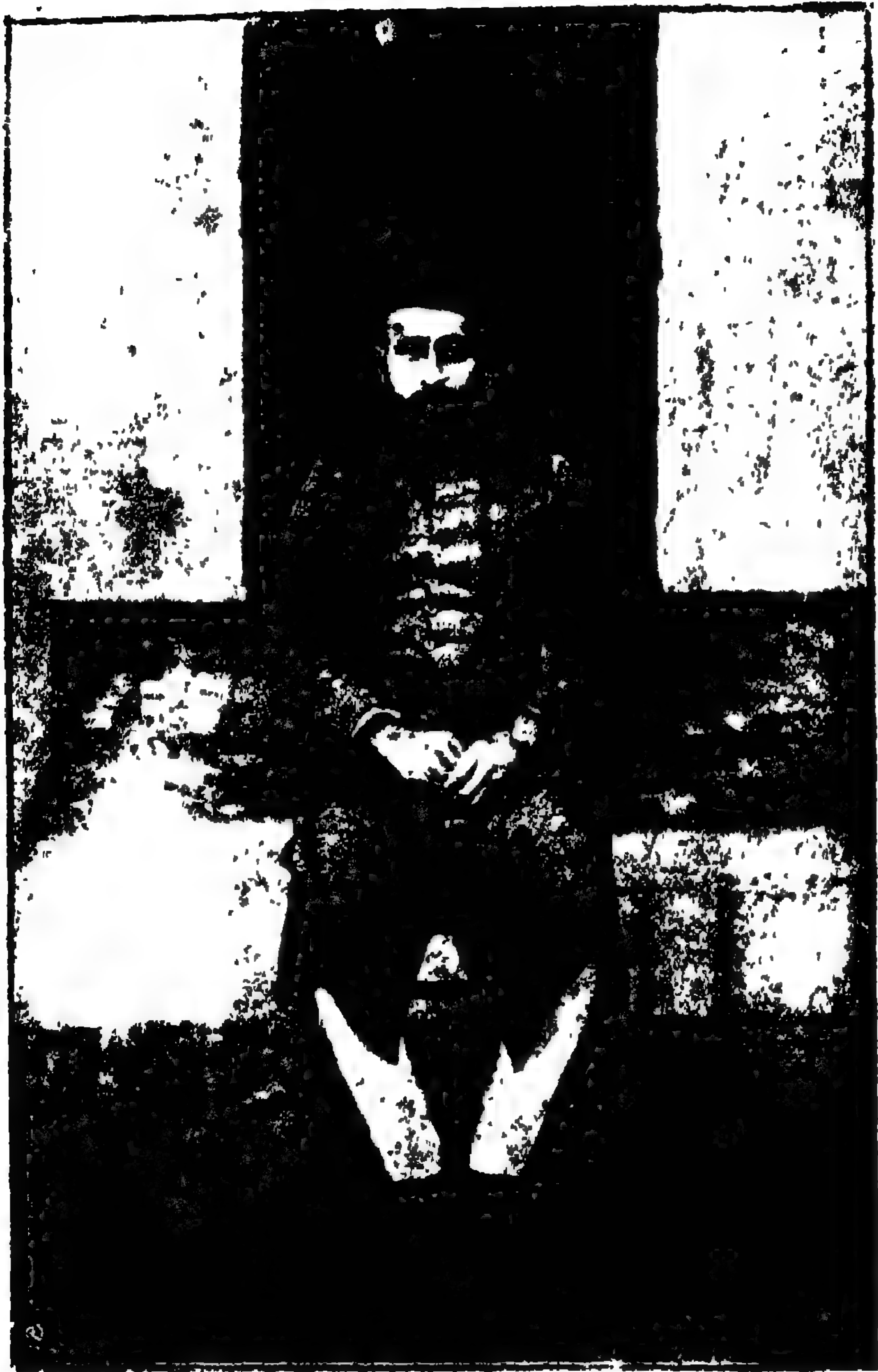
انجمن تہذیب الاخلاق



ایڈیٹر سید عزیز حسن بقائی

سالانہ چندہ دو روپیہ

قیمت فی پرچہ تین آنہ



فرزند حاذق الملک اول اور جانشین مسیح الملک مرحوم
مجدد طب عالی جناب حکیم محمد احمد خان صاحب مد ظلہ •



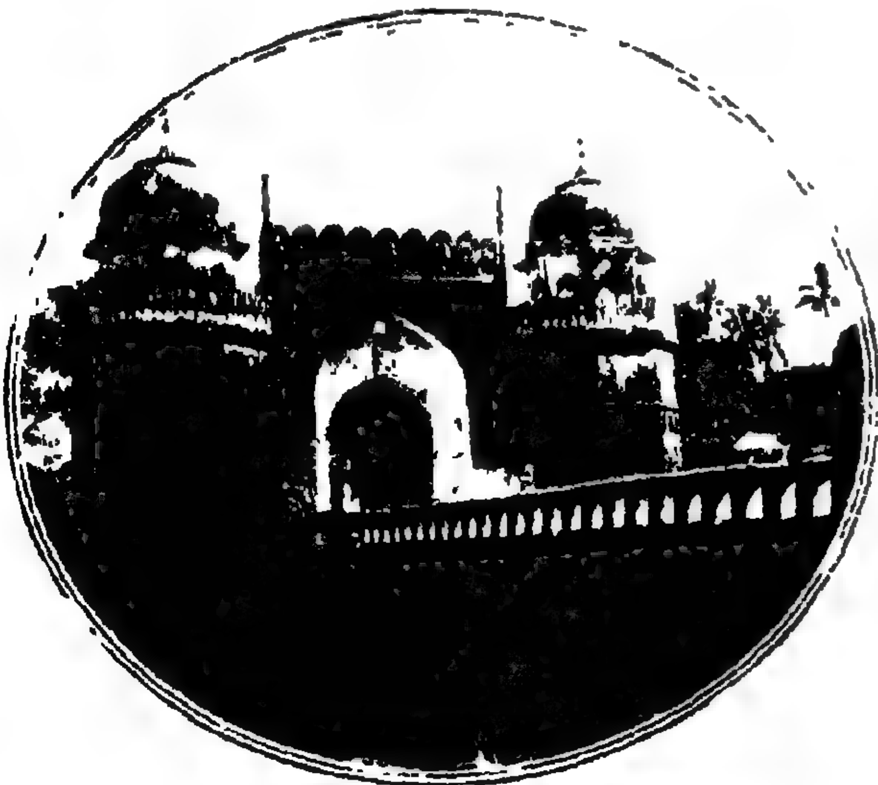
مسٹر رحمان حلمہوں نے لاسلکی لہروں کے متعلق جدید نظریہ دریافت کیا۔



پانسو بیویوں کا خاوند، اور فرانسیسی عورت سے نئی شادی کرنے کے لئے تیار۔



مسٹر سہروردی جو سائمن کمیشن کے ساتھ ہندوستان کا دورہ کررہے ہیں۔



اورنگ آباد دکن کا مشہور ترین دروازہ

دل والوں کے لئے

پھول کے دینی و دنیوی اشارے

(١) [illegible] صاحب جانشین مسیح الملک مرحوم (٢) مسٹر جان [illegible] مشہور [illegible] (٣) ترکی کا آخری تاجدار سلطان [illegible] (٤) مسٹر [illegible] ہندو مہاسبھا [illegible] (٥) اور نگ آباد دکن کا مشہور [illegible] (٦) آنریبل مسٹر شاستری ہندوستانی ایجنٹ جنرل جنوبی افریقہ (٧) [illegible] آغا خاں (٨) ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور (٩) دنیا کا سب سے موٹا انسان جس کی عمر ابھی ٢٢ سال کی ہے (١٠) سر جان سائمن صدر سائمن کمیشن (١١) سر [illegible] احمد [illegible] بیرسٹر [illegible] وائس چانسلر پٹنہ یونیورسٹی (١٢) پرنس آف ویلز (١٣) نواب قاضی عزیز الدین سی آئی ای او بی ای [illegible]



شذرات

(عزیز حسن بقائی)

متوسلین درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ ارحم

۲۰ دسمبر کے پیشوا میں لکھا گیا تھا کہ "جدی حضرت خواجہ باقی باللہ کے آستانہ پر اعلیحضرت نے حاضری نہیں دی۔ اور نہ اس آستانہ اور اس کے متوسلین کا کچھ سرکار نظام سے مقرر ہے"۔

اس بیان کی تردید حیدرآباد کے احباب اور میرے حقیقی عم زاد بھائی جناب نواب مولوی سید کمال الدین احمد صاحب جاگیردار سلطان پلی نے کی۔ جو کہ حضور خواجہ ؒ کے سالانہ عرس میں شرکت کے لئے مع اپنی اہلیہ محترمہ کے دہلی تشریف لائے ہوئے ہیں اور میرے پاس مقیم ہیں۔

حیدرآبادی احباب کا بیان ہے کہ پچاس روپیہ ماہوار کا وظیفہ سرکار نظام نے صرف اس لئے محمد حیات گورکن کے بیٹے مسمی ...... کا مقرر کر رکھا ہے کہ اس نے اپنے تئیں حضرت خواجہ باقی باللہ ؒ کی اولاد ظاہر کر کے وظیفہ کی درخواست کی تھی۔ اور یہ وظیفہ آج تک محض اسی دھوکہ بازی کی وجہ سے اس شخص کو مل رہا ہے جو یقیناً متوسلین حضور خواجہ کی صریح حق تلفی ہے۔

میں نے اپنے نسب نامے میں محمد حیات کو بہت تلاش کیا مگر کہیں اس شخص کا پتہ نہ چلا البتہ محترمہ والدہ صاحبہ اور عم محترم جناب پیر جی سید مظفر علی صاحب سجادہ نشین آستانہ حضور خواجہ ؒ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ محمد حیات نام کا ایک گورکن اس لئے ملازم تھا کہ درگاہ شریف میں جو لوگ اپنے ورثا کے جنازے دفن کرائیں ان کی خدمت کیا کرے بس اس سے زیادہ اس محمد حیات اور اس کے بیٹے کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ محمد حیات کا بیٹا مسمی ...... جب حیدرآباد میں چغل گندہ وغیرہ میں میرے حیدرآبادی اعزا کے مکان کے قریب سکونت پذیر ہوا۔ تو ان لوگوں نے اس کو چیلنج دیا کہ تو اپنے تئیں حضور خواجہ ؒ کی اولاد ثابت کر۔ تو یہ شخص بجائے چیلنج قبول کرنے کے چغل گندہ سے فرار ہو گیا۔ میں نے اس کے متعلق حیدرآبادی اعزا و احباب کو خطوط لکھے ہیں۔ اور بہت جلد اس کے حالات شائع کر کے حیدرآباد کے حکام کو صحیح حالات سے باخبر کر دوں گا۔

مجھے یہی طرح معلوم ہے کہ اسی طرح دہلی کے شاہی امام صاحب کے خاندان کا ایک مخبر ظاہر کر کے بعض بدمعاش اسلامی ریاستوں کو دھوکا دیکر اپنی غرض پوری کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور میں ایسے مکاروں کے حالات بھی بااسکان ریاست ہائے اسلامی کی اطلاع کے لئے بہت جلد شائع کروں گا کہ کیونکر یہ لوگ جامع مسجد میں فال دینے پر مقرر ہوئے اور اس کے بعد کیونکر لوٹ پھیٹ کر امام بن گئے اور بعض اسلامی ریاستوں کو دھوکا دیکر وظائف مقرر کرانے میں کامیاب ہو گئے۔

بہرحال اس گورکن زادے کو ہوشیار ہو جانا چاہیے کہ وہ اب یا دو مہینے تک حیدرآبادی حکام کو دھوکہ میں نہ رکھ سکے گا۔

نواب صاحب مانگرول کا نیا فتویٰ

ہزہائنس نواب شیخ محمد جہانگیر میاں صاحب والی ریاست مانگرول کے متعلق اخبارات میں

شائقین ہو کر انھیں نے مہاجہ کے آگے شرفت باجہ بجانے کی اپنی ضد چھوڑ دیا کر آزادی دیدی ہے۔ اور اپنی لڑکیوں کو بھی پردہ کی قیود سے آزاد کر دیا ہے۔ اور بہت جلد ضلع کے قصبوں کے حال کو وہ جانند و لگشت لا کا ذیرہ بھی ریاست میں بند کر دیا جائے گا۔

میں جانتا ہوں کہ نواب صاحب کے گرد کس قسم کے لوگ جمع ہو سکتے ہیں۔ اور میں یہ بھی ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ نواب صاحب شیعی اکثر اہانت کرتے رہتے ہیں۔ مگر اس کیساتھ ہی میں یہ اعلان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ نواب صاحب میرے لئے قابل احترام ہونے کے باوجود نہ اپنی ذات کے لئے اور نہ مسلمان رکھا یا ہے ناگرول کے لئے مفتی ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں اور بہتر تو یہ تھا کہ وہ مفتی ہونیکی کوشش بھی نہ کرتے۔ انسان کا یہ منصب نہ تھا کہ وہ مہاجہ کے آگے باجہ بجانے کی اجازت ہندوؤں کو خوش کرنیکے لئے دیتے۔ اور ناگرول کے شاہی خاندان کو پردہ کی قیود سے آزاد کرتے۔ اور نہ وہ یہ حق رکھتے ہیں کہ خدائے عزوجل نے جس جانور کو حلال کیا ہے اسکے ایک ناچیز بندے ہونیکے باوجود اس جانور کو اپنے حکم سے حرام کریں۔ نواب صاحب بہت ضعیف ہو گئے ہیں اور ان کو بہت جلد ہے ان غیر شرعی اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی اسلئے میں خصوصاً طور پہ عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے غیر شرعی احکام پر نظر ثانی کریں اور کچھ صاحبو اور کارکنوں کی وجہ سے ان کے خیالات میں جو تبدیلی پیدا ہوئی ہے اسکو صاف کرنے کے لئے روشن خیال علماء سے تبادلہ خیالات کریں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی رائے بدلائل تبدیل کریں اور ناگرول کے مسلمان خدا اشرکہ کو کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوں۔ جنکا بار یقیناً نواب صاحب پر ہوگا۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا عرس

سیدی و مولائی فانی فی اللہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا سالانہ عرس ۔ دسمبر ۱۹۳۲ء مطابق ۲۵ جمادی الآخر ۱۳۵۱ھ کو شروع ہو کر ۹ دسمبر ۱۹۳۲ء مطابق ۱۰ جمادی الآخر ۱۳۵۱ھ کو ختم ہوا۔

آستانہ مبارک پر نہ گنبد ہے۔ اور نہ کوئی آستانہ کے متعلق درویش خانہ۔ اور نہ محفل خانہ۔ اسلئے زائرین اور خصوصاً عرس کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اور ہر سال عرس پر یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ آستانہ عالی پر حاضری دینے والوں کے لئے جگہ بالکل ناکافی ہوتی ہے۔ مگر نہ تو اس درگاہ کے سجادہ نشین جاگیردار ہیں اور نہ اس درگاہ پر قوالی کا ہجوم ہوتا ہے جس سے نذر کی آمدنی ہو جس کی آمدنی اخراجات کی کفیل ہو اور نہ اس درگاہ کے سجادہ نشین صاحب جو حسب مذاق زمانہ حالی میں پیری مریدی کا پیشہ کرتے ہیں جس سے مالا ڈیلگو وصول کر کے کچھ خرچ کر دیا کریں۔ اور نہ وہ اس قسم کے ذلیل ترین پروپیگنڈا کر سکتے ہیں جیسا کہ آجکل بعض درگاہوں پر کیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ خود تجارت کرتے ہیں اور درگاہ کی آمدنی پر ان کی معاش نہیں ہے۔ اگر طالب کے اس طرح قوت بازو سے کما کر اپنے متعلقین پر خرچ کرنے سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔

اگر فاتحی تاجدار اعلیحضرت میر عثمان علیخاں شہریار دکن کی توجہ اس آستانہ عالیہ کی حالت زار کی اصلاحات میں متوجہ ہو جائے کہ اس درگاہ کے متوسلین بندگان عالی تک پہنچ کر کوئی عرض نہیں رکھتے تو زائرین آستانہ عالیہ کی ایک اہم ضرورت رفع ہو جائیگی اور آستانہ مبارک کی حاضری نصیب سلطنت آصفیہ بندگان عالی اور سلطنت آصفیہ کو ہزاروں دعائیں پہنچے۔ گر مجھے یقین نہیں کہ کس طرح میری کمزور آواز اعلیحضرت کے قصر رفیع تک پہنچ سکیگی۔

بہرحال زائرین کا ہجوم بہت تکلیف دہ تھا مگر بیبسی تھی۔ سجادہ نشین صاحب کی طرف سے دونوں دن بہت اولوالعزمی کے ساتھ تبرک تقسیم ہوا۔

الور کی جوبلی بند

نہیں معلوم وہ کونسی نحوس گھڑی تھی جس میں مہاراجہ الور کو اپنی پچاس سالہ جوبلی منانیکا خیال ہوا۔ پچہ ضد کی طرح ہر لمحہ اپنی جوبلی پر مہاراجہ کی ناسمجھی ہیں بھی ابال آیا اور پچاس سال کے ضعیف راجپوت نے ۹ سال کی راجپوت کنیا کی زندگی تباہ کرنے کیلئے اپنی شادی کے واسطے چنا۔

مہاراجہ صاحب کے پرائیویٹ باڈی گارڈ اور اسکی مخصوص خدمات کی شہرت تو اتنی ہو گئی ہے کہ اس پر اظہار خیال کی ضرورت نہیں مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہاراجہ صاحب یہ شادی کس لئے کر رہے ہیں؟ کیونکہ وہ جتنے رانیوں کے سلسلہ میں ناکام ہیں اس کا حال سب ہندو لوگ جانتے ہیں پوچھو کہ غیرتمند راجپوتنی نے کیوں خودکشی کی اور کتنی شریف بند کنیائیں اس مندر میں مہاراجہ صاحب کی عیشت اچھوتی پر نوحہ خواں ہیں۔

سنا جاتا ہے کہ راجپوت کنیاؤں کی اس حالت زار سے راجپوتی خون میں حرارت پیدا ہوئی اور مام و کرشن کے بھگتوں نے اس پچاس سالہ راجہ کیساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا اسلئے پیرنابالغ مہاراجہ نے اپنی جوبلی اس وقت تک کیلئے ملتوی کر دی جب تک کہ انکی آغوش پیری کیلئے کوئی بدنصیب ہندو بالا نہ مل جائے۔ یہ بھی افواہ ہے کہ مسٹر ولکنسن پولیٹکل سکریٹری جو ایک مضبوط کیرکٹر کے شریف انگریز ہیں انہوں نے مہاراجہ صاحب سے اس شادی کے متعلق جواب طلب کیا ہے۔ میں کسی حالت میں بھی اس افواہ کی ذمہ داری اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں۔

ایک اور افواہ یہ ہے کہ چونکہ ہز ہائینس بہت خطرناک حالت میں مبتلا ہیں۔ اس لئے پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر محض چاپلوسی کے لئے اس وقت تک کیلئے جوبلی ملتوی کر دی جب تک قیصر ہند تندرست نہ ہوں۔ بہرحال واقعات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ گورنمنٹ آف انڈیا کا پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ اچھی طرح جانتا ہے کہ نیلر کمیشن کے سلسلہ میں کون کونسے الیان ریاست ہیں جنہوں نے اپنے حقوق کے نام سے گورنمنٹ کیخلاف پروپیگنڈا کیا۔ اور مہاراجہ صاحب الور اپنی حالت کو چھپانے کیلئے اب تو بہت بنا چاہتے ہیں تو جنگ کے اپنی نیزوں کو اپنے ہاں ملازم رکھکر اوشلی امداد دیں۔ دیکھا اپنے بڑے دشمن کے لئے تیار کر رہے ہیں۔

محسن الملکؒ مولوی غلام حسین صاحب

مولوی غلام حسین صاحب کے خلاف پارٹی اور گروہ بندی کا سلسلہ سنجیدہ حلقوں میں بہت استعجاب کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ اور ان متضاد اخبارات کے مضامین پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ عباسی شہریار کے استاد اور بہی خواہ کیوں ہیں؟ اور انہوں نے اپنے عہد میں اس اصول پر کیوں عمل کیا کہ ریاست کے عہدے ریاست کے باشندوں کیلئے ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے فرزندان بہاولپور کو ان کے جائز حقوق دیکر بیرون ریاست کے افراد کی ساز شوں اور لوٹ مار کا قلع قمع کیا تھا۔ اور چونکہ مولوی صاحب نے شبانہ روز کی محنت اور مستعدی سے ریاست کی خدمات انجام دی تھیں اس لئے اعلیحضرت شہریار بہاولپور نے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کچھ جاگیر بطور انعام کیوں مرحمت فرمائی جس کو مسترد کرنا

مولوی صاحب کا سب سے بڑا جرم بتایا جاتا ہے۔ اور اسپر وہی مثل صادق آتی ہے کہ

داتا دے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے

کاش کوئی ان لوگوں سے پوچھے کہ ریاست کا والی اپنے استاد کی، اپنے مخلص اور دیانت دار ہوم ممبر کی خدمات کا اگر اعتراف کرتا ہے تو اس پر اعتراض کرنے والے تم کون ہو۔ ریاست کے بوجھ کے مولوی صاحب کے سپرد ہیں، انہیں کسی قسم کی خیانت نہیں اور چپہ چپہ پر مولوی صاحب نے علم کی گنگا بہادی۔ اور ہر محکمہ میں مناسب اصلاحیں کرکے اس کو ترقی دی۔ ریاست کے فرائض میں مولوی صاحب نے کوئی کوتاہی نہیں کی تو پھر یہ کائیں کائیں کیوں ہے!

ناسپاسی ہوگی اگر اسوقت بہاولپور کے عباسی اور متقی تاجدار کی اس جرات اور استقلال کی تعریف نہ کی جائے جو انہوں نے ریاست کے بعض ناکام ملازموں اور نمک حلال پنشنروں اور برٹش گورنمنٹ کے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کی ترچھی نگاہوں، اور معزول نواب سکندر حیات سابق وزیر اعظم کے ہواخواہ اخبارات کی چیخ و پکار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مولوی غلام حسین صاحب کو ہوم منسٹری کے عہدہ سے نہ صرف یہ کہ علیحدہ نہیں کیا بلکہ "محسن الملک" کا معزز خطاب مرحمت فرماکر ان باطل پرستوں کی کمر ہمت توڑ دی جو مولوی غلام حسین صاحب کو ریاست کا بدخواہ ظاہر کرکے دنیا کو ایسیا نہ مکر وفریب میں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔

مجھے ہرگز یقین نہیں آتا کہ لارڈ اردون جیسا شریف انگریز مولوی غلام حسین صاحب کو بقول بعض اخبارات صرف اس لئے ریاست بہاولپور سے علیحدہ کرانے پر اصرار کرے گا کہ مولوی صاحب پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کے پٹھو سابق وزیر اعظم کی معزولی مولوی صاحب کے اشارہ سے عمل میں آئی۔ اور اسی لئے مسٹر فرنک پیرک پولیٹیکل ایجنٹ پنجاب مولوی صاحب سے ناراض ہیں۔

بلاشبہ ریاست بہاولپور نے گورنمنٹ سے قرض لیا ہے، جو عیاشی پر خرچ نہیں ہوا بلکہ اپنے ملک کو آبپاشی کے ذریعہ بام ترقی پر پہونچانے کیواسطے شہریار بہاولپور نے قرضہ لیا۔ اور اس قرضہ کا مقررہ سود گورنمنٹ ہر سال وصول کرلیتی ہے۔ پھر یہ کیا تماشہ ہے کہ ایک طرف گورنمنٹ محسن الملک مولوی غلام حسین کی برطرفی کا مطالبہ کرتی ہے اور دوسری جانب ریاستوں کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دینے کی پالیسی کا اعلان بھی کرتی جاتی ہے۔ اور دنیا سے عہدناموں پر سختی سے عمل درآمد کا مطالبہ کرتی ہے۔

ایسی حالت میں کہ ریاست بہاولپور ترقی کی جانب دوڑ رہی ہے۔ اور مضبوط کیرکٹر والی ریاست کے ہاں کوئی محکمہ ارباب نشاط کا نہیں ہے۔ اور ریاست کی آمدنی بھی بڑھ رہی ہے۔ اور الور وغیرہ جیسی ریاستیں اپنی فضول خرچیوں کی بدولت خود بھی تباہ ہو رہی ہیں اور ریاستی باشندوں کو بھی برباد کر رہی ہیں، تو گورنمنٹ کے پولیٹیکل سکرٹری اور پولیٹیکل ایجنٹ کا ان ریاستوں سے بازپرس نہ کرنا، اور ریاست بہاولپور کے متقی تاجدار کو دھمکیاں دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

اگر گورنمنٹ کا منشاء ہے کہ ریاستیں اپنے کارکنوں کی بدولت ترقی کریں تو پھر ریاست بہاولپور کے لئے کیوں مشکلات پیدا کی جا رہی ہیں۔ جبکہ ایسی خبروں کی اشاعت کو صحیح نہیں سمجھتا کیونکہ پولیٹیکل ایجنٹ صاحب سے مولوی غلام حسین صاحب کے تعلقات خوشگوار نہیں ہیں۔ اس لئے مولوی صاحب کے خلاف یہ شورش ہے۔ خدا کرے کہ یہ خبر غلط ہو۔ اور اگر یہ خبر صحیح ہے تو مسٹر واٹسن پولیٹیکل سکرٹری اور ہز ایکسلنسی لارڈ اردون کو فوراً اس معاملہ میں دخل دیکر عباسی شہریار کی مشکلات کا خاتمہ کرنا چاہئے۔ اور رعایا بہاولپور، اور عہدیداران ریاست بہاولپور، اور والی ریاست بہاولپور کی درخواستوں کو قبول کرکے اس ایجی ٹیشن کو آگے نہ بڑھنے دیا جائے جو بعض خودغرض لوگوں کی جانب سے مولوی صاحب کے خلاف شروع کیا گیا ہے۔

فردوسی ہند کا عظیم الشان کارنامہ

ہم کو اگر فردوسی پر ناز ہے تو مادر وطن کو بھی حفیظ جیسے سپوت پر فخر ہے، اور یہ فخر اس لئے اور بڑھ جاتا ہے کہ فردوسی کے شاہنامہ کی ہمت افزائی کے لئے اسلامی سلطنت تھی، اور خود فردوسی فکر معاش سے بے نیاز، مگر حفیظ کی حوصلہ افزائی کے لئے نہ اسلامی سلطنت ہے، اور نہ اس کو معاش سے بے فکری۔ اور ان مشکلات کے باوجود مولانا ابو الاثر صاحب حفیظ جالندہری مدیر مخزن کا اسلامی شاہنامہ کی تکمیل کے ارادہ کو عملی صورت میں پیش کرنا ایک ایسا کارنامہ ہے کہ جس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔

میں قارئین کرام سے محترم حفیظ کا اور اسکی شاعری کا تعارف نہیں کرانا چاہتا کہ قارئین کرام آج اس کی نواسنجیوں سے ناواقف نہیں۔ بلکہ یہ خوشخبری سنانی چاہتا ہوں کہ اسلامی شاہنامہ کا حصہ اول تیار ہوگیا ہے، اور یہ نادر تصنیف پریس میں جاچکی ہے ضرورت صرف اس کی ہے کہ کچھ علم دوست اس کتاب کی قیمت ۶ بطور پیشگی بھیجدیں تاکہ کتاب جلدی سے جلد پریس سے چھپکر آجائے۔ پیشگی قیمت ادا کرنے والوں کا روپیہ ہر حالت میں محفوظ ہے۔ اور منی آرڈر پر صرف یہ پتہ لکھنا کافی ہے۔ "مولانا ابو الاثر حفیظ صاحب جالندہری بھاٹی گیٹ لاہور"۔ کوپن پر یہ تشریح کر دینی ضروری ہے کہ "یہ رقم اسلامی شاہنامہ" کی پیشگی اجرت ہے"۔ میں قارئین کرام سے خصوصیت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ عاشق اسلام فردوسی ہند حفیظ کا ہاتھ اس شاندار کارنامہ کی تکمیل میں جلدی سے جلدی بٹائیں جس کی تکمیل کے لئے افسوس کہ مغلوں اور امویوں اور عباسیوں کی علم دوست حکومتیں زندہ نہیں۔

حجۃ الوداع کا خطبہ مبارک

کئی اشاعتوں سے پیشوا میں حجۃ الوداع کا خطبہ مبارک پہلی مرتبہ مکمل اور مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ جس کے جامع حضرت مولانا عبد الرزاق صاحب کانپوری ہیں جنہوں نے البرامکہ جیسی معرکۃ الآرا کتابیں لکھکر اپنے لئے مورخین اسلام کی پہلی صف میں جگہ حاصل کرلی ہے۔

یہ فخر تیرہ سو سال سے پیشوا کی قسمت میں لکھا ہوا تھا کہ سرورِ کائنات کا یہ جامع خطبہ جو دنیا کی کسی زبان میں ایک جگہ نہ تھا، حضرت مولانا عبد الرزاق

مکمل طور کا دی ہے مع ترجمہ اور تکملہ تاریخ کے پہلی مرتبہ پیشوا میں شائع ہو
چکی تھی مولانا ایک عرصہ سے بھوپال میں تاریخ اسلام لکھ رہے تھے۔ اور اس کی
پہلی جلد دنیا کی ابتداء سے لیکر فخر کائنات تک لکھ بھی چکے تھے کہ ناگزیر وجوہ
کی بناء پر ....

.... مولانا نے ریاست سے علیحدگی کے بعد اپنے اس
مقصد عظیم کی تکمیل اپنے گوشۂ عافیت میں شروع کر دی ہے۔ اور اب وہ
اس عظیم الشان اور بیحد ضروری اور کارآمد اسلامی تاریخ کو اپنے طور پر
شائع کریں گے۔ اور حجۃ الوداع کا خطبہ تبلیغ اسی اسلامی تاریخ کا ایک ٹکڑا ہے
جو حضرت مولانا نے پیشوا میں اشاعت کے لئے مرحمت فرمایا ہے۔ خدا کرے کہ
مولانا اس اہم کام کی تکمیل کے لئے زندہ رہیں، اور مالی مشکلات اس عظیم الشان
مقصد کی تکمیل میں حارج نہ ہوں۔ جس کا مجھے یقین ہے۔

ہندوؤں میں فن تاریخ نویسی

گذشتہ اشاعت میں اپنے ان تاثرات کا اظہار کر چکا ہوں جو مغل بادشاہوں
اور مغل بیگمات کے متعلق نسر یو ہندو کمپنی کے فلم دیکھکر بھپر ہوئے تھے، میں نے
خود بھی بعض مستند تواریخ کا مطالعہ کیا۔ اور ہندوستان کے نامور مورخوں سے
ان افسانوں کی حقیقت معلوم کی۔ الحمدللہ کہ میرا خیال صحیح ثابت ہوا، اور اکثر
مورخین نے میرے خیالات سے اتفاق کرتے ہوئے بہت جلد ان شرارتوں کی
حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے پیشوا میں مضمون لکھنے کا وعدہ کیا۔
اسی سلسلہ میں ہندوستان کے نامور مورخ حضرت مولانا اکبر شاہ خانصاحب
نے "ہندوؤں کی تاریخ نویسی" پر سب دعدہ نہایت سنجیدہ، اور مدلل شریفانہ
تنقید کا پہلا سلسلہ ہونے پیشوا میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے۔ جو اگرچہ ذرا طویل
ہے مگر ہے بہت مستند اور بہت دلچسپ۔ جسکو میں آئندہ اشاعت میں شائع
کروں گا۔ حضرت مولانا کا یہ خاص علمی اور محققانہ مضمون ہندوؤں کی صحیح پوزیشن
بتاوے گا۔ جو ان کو فن تاریخ میں حاصل ہے۔ اور اسی مضمون سے یہ بھی ثابت
ہو جائے گا کہ جس قوم کے پاس اپنا ذخیرہ تاریخ نہ ہو، وہ دوسروں کی تاریخ
کیا لکھ سکتی ہے۔

شورش افغانستان

اگرچہ مجھے شاہ امان اللہ خاں غازی کے مجوزہ
اصلاحی پروگرام سے اتفاق نہیں ہے۔ اور میں
نفاذ اصلاحات کے طریقہ کو ناپسند کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کو بالکل بے قصور سمجھتا
ہوں مگر اس کے ساتھ ہی میں نے بڑی بے چینی اور تکلیف کے ساتھ یہ سنا کہ
اصلاحات کے جبریہ نفاذ اور علماء کرام اور مشائخ عظام اور اکابرین افغانستان
کی دھڑا دھڑ گرفتاریوں نے قبیلہ شنل بھڑک اٹھا۔ اور اس کی شورش نے ایک
خوفناک صورت اختیار کر لی۔
ابتداء میں خبریں بہت تشویشناک آتی تھیں، مگر اب افغانی قونصل مقیم
دہلی کے بیانات سے قدرے سکون معلوم ہوتا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ
افغانستان کی شورش جلدی ختم ہو، اور شاہ غازی اور ملکہ ثریا کو خدائے عزوجل
عقل سلیم عطا کرے کہ وہ اصلاحات کے خبط میں افغانستان سے شعائر اللہ

کا اخراج نہ کریں کہ خواہ وہ کچھ ہی کریں بہر حال مسلمان ہیں، اور ایشیائی ہیں
اور جب تک وہ مسلمان اور ایشیائی رہیں گے مسلمانوں اور ایشیائی اقوام کو
ان سے ہمدردی اور یورپ کو ان سے نفرت باقی رہے گی، اور ایشیائی سمجھنے میں
افغانستان کی ترقی اور بہبودی کا راز مضمر ہے کہ افغان کسی حالت میں بھی
یورپین نہیں بن سکتے۔

لاہور میں دو انارکسٹ

افسوس کہ پنجاب کی ناعاقبت اندیش
حکومت نے لالہ لاجپت رائے پر لاٹھیاں
چلانے کے سلسلہ میں کسی دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا، اور لاٹھیوں کے جواز اور
عدم جواز کے ایجی ٹیشن نے ایک ناگوار صورت اختیار کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
دو نوجوانوں نے لالہ جی کے حادثہ کے پورے ایک مہینے کے بعد اسی ۱۰ تاریخ کو
اسی لاہور میں، دن کی روشنی میں، سرکاری دفاتر کے پاس، عام شاہراہ پر
مسٹر سانڈرس اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور کو پستول کا نشانہ بنایا۔
ان کی امداد کے لئے ان کا ریڈ چنن سنگھ دوڑا تو اس کو بھی ٹھنڈا کیا۔ اور ایک
یورپین سب انسپکٹر بھی زخمی ہوا۔
یہ دلیرانہ حملہ چند منٹ میں ہوا اور بزدلانہ طریقہ سے ختم بھی ہو گیا اور خونی نہایت تیزی کے
ساتھ فرار بھی ہو گئے۔ پولیس نے اسی وقت نہایت مستعدی کے ساتھ لاہور اور
بیرونجات کے نوجوانوں کو زیر حراست کر لیا۔ مگر افسوس ہے کہ ایک مہینہ گذرنے
کے بعد پنجاب پولیس کا بہترین دل و دماغ اپنے تمام وسائل اختیار کرنے کے
باوجود انارکسٹوں کو گرفتار کرنے سے عاجز رہا۔
بہتر ہوتا کہ حکومت سائمن کمیشن کے ورود لاہور پر مظاہرہ کنندگان کو
سائمن گو بیک کہنے کی آزادی دیتی۔ اور لالہ جی اور ان کے رفقا کو لاٹھیوں کا
نشانہ بنانے سے احتیاط کرتی، اور اگر یہ شدنی تھا، تو پھر حکومت کا فرض تھا
کہ قوم پرور وں کے اس مطالبہ کو تسلیم کر لیتی کہ لاٹھیاں چلانے کے جواز و عدم
جواز کی تحقیقات کے لئے ایک غیر سرکاری کمیشن مقرر کیا جائے یہ کمیشن زیادہ
سے زیادہ افسران کے رویہ پر اظہار ملامت کرتا۔ اور ذمہ دار افسران کے تبادلہ
کی حکومت سے درخواست کرتا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایسا ہوتا تو نہ پنجاب سے
انگریزوں کی حکومت ختم ہوتی۔ اور نہ دریائے راوی میں آگ لگتی۔ وہ دہیر حکومت
کے لئے یہ تاریک پہلو بھی تھا کہ لالہ جی کے حملہ اور وفات سے ایجی ٹیشن کو ابتدا ہی
میں سختی سے کچل دیتی۔
بلاشبہ جس طرح لالہ جی پر حملہ نہایت بزدلانہ تھا، اور ان کی وفات ہندوستان
کی بیکسی اور غلامی کا نوحہ کر رہی تھی۔ اسی طرح مسٹر سانڈرس پر حملہ بھی اگرچہ دلیرانہ
تھا مگر وحشیانہ مترد ہے۔ اور اس کے بعد قاتلوں کا فرار بھی بیحد بزدلانہ ہے۔
جسکی وجہ سے صدہا بے گناہ ہندوستانی پولیس کے مصائب کا شکار ہو رہے ہیں۔
مسٹر سانڈرس کے قاتل اگر اپنے فعل کو بہادری اور انصاف پر مبنی سمجھتے
ہیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ عدالت میں حاضر ہو کر جس طرح دلیری کے ساتھ
حملہ آور ہوئے تھے۔ اسی طرح دلیری کے ساتھ اپنے جرم کا اقبال بھی کر لیں۔
تاکہ وہ لوگ جو اپنے تئیں بے گناہ سمجھتے ہیں، اور جن کے ساتھ ان کی بے گناہی کی

[illegible] اور جیل کی تاریک کوٹھری میں پہنچ جائیں

ایسی حالت میں یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے طرز عمل سے عوام میں بے چینی نہ پھیلنے دے کہ حکومت پنجاب قتل سانڈرس کی آڑ میں پنجاب کی نوجوان بھارت سبھا کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ جس کے پر جوش اور انصاف پسند رہنما ڈاکٹر کدارناتھ سہگل نے شدھی سماچار کے ناپاک مضمون پر ہندو ہونے کے باوجود سب سے پہلے لاہور میں اپنی صدارت میں جلسہ کر کے اظہار نفرت کیا اور مسلمانوں کے دلوں میں ایک غیر معمولی جگہ حاصل کر لی۔ اور ان کی یہ دلیری اور حق پسندی گاندھی صاحب کی دلیری سے زیادہ قابل تعریف بھی جا رہی ہے۔ اور مسلمان قوم ان کے اس انصاف پسندانہ طرز عمل کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور ہر ایک مسلمان پر ان سے سیاسی اختلافات کے باوجود ہمدردی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

نہرو کنونشن

اجتماعات کلکتہ میں سب سے زیادہ اہم اجتماع نہرو کنونشن کا تھا جس کے صدر ڈاکٹر انصاری صاحب تھے جن کا مذہب سوراج ہے۔ اگرچہ اس کنونشن کو نیشنل کنونشن کا نام دیا گیا مگر اس کی حقیقت ہندو مہاسبھا کے اجلاس سے زیادہ نہ تھی کیونکہ خلافت کمیٹی نے اس کا بائیکاٹ کیا۔ جمعیۃ علما نے اس میں اپنے نمائندے نہیں بھیجے۔ اور کسی مسلمان نمائندہ جماعت نے اس میں شرکت نہیں کی۔ البتہ الہ آباد کے مداری نے ہندو سبھا کے ایک ہی ڈبے سے مختلف رنگ کی گڑیاں دکھا کر تماشہ دیکھنے والوں کو دھوکہ ضرور دے دیا۔ ملت کے باغی جینا لیگ کے نام سے شریک ہو کر ذلیل ہوئے۔ مسلمانوں نے من حیث القوم اس مہاسبھائی کنونشن میں شرکت نہیں کی۔ البتہ سر علی امام صاحب نے اپنی تقریر کے دوران میں دو باتیں بہت دلچسپ کہیں (۱) میں کبھی مسلمان نہیں رہا۔ میں نے ہمیشہ اپنے تئیں ہندوستانی سمجھا" (۲) جو لوگ آج جداگانہ نیابت کے حامی ہیں وہ ہندوستان پر افغانستان کی حکومت کرانی چاہتے ہیں۔"

تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا اور اس کے پیروؤں نے تاریخ اسلام میں خلیفہ سوم کے وقت سے کیا کیا انقلابات کئے ہیں۔ اور اس مردود طبقہ کی وجہ سے اسلام کو کیسی ہلاکت آفرین خونریزیوں اور انقلابات سے سابقہ رہا ہے۔ اور مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ سبائی تحریک درپردہ یہودی تحریک تھی۔ جس نے نہ صرف اسلامی فوجوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا۔ بلکہ اسلامی سلطنتوں کو بیخ و بن سے فرزندان اسلام کے ہاتھوں اکھڑوا کر قصر اسلامی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور پھر عباسی سلطنت کا چراغ بجھانے اور دجلہ کو دن تک اسلامی خون سے رنگین کرنے میں بھی اسی بدبخت اور لعین طبقہ کا ہاتھ تھا۔ تو پھر کیا نہرو والی تحریک بھی ڈاکٹر انصاری اور سر علی امام کے زیر سیادت تاریخ کے اوراق پھر پلٹے جائیں گے۔ اور مسلمانوں کی بربادی کے لئے اسی طبقہ کو کام میں لایا جائے گا؟

سر علی امام کو اسلام سے بقول ان کے کبھی واسطہ نہیں رہا۔ ان کی اس شدھی پر ہندو قوم جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ بدنصیب مسلمانوں نے کب ان سے درخواست کی تھی کہ وہ مسلمانوں کی نمائندگی کی تکلیف گوارا کریں

جس وقت وہ مہاسبھائی تخت حکومت سے یہ پیغام دے رہے تھے کہ "جو لوگ جداگانہ نیابت کے حامی ہیں وہ افغانستان کی حکومت ہندوستان پر کرانا چاہتے ہیں"؟ تو یہ خیال ہوتا تھا کہ وائسرائے کی حکومت کا سابق ممبر یا تو پاگل ہو گیا ہے اور یا اس کے جسم میں مالوی اور لاجپت رائے کی روح حلول کر گئی ہے۔ اور یہی وہ مکر و فریب ہے جو حکومت اپنے اغراض کی تکمیل کے لئے ہندو رہنماؤں کو دیا کرتی ہے۔ اور یہی وہ شیطانی چال ہے جسے مہاسبھائی رہنما اپنی قوم کو ہمیشہ ہوشیار رکھنا چاہتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ اس طرح وہ دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور حکومت کی سب سے بڑی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بھلا یہ کیسا مضحکہ انگیز خیال ہے کہ مٹھی بھر افغانی پہاڑوں کے معدودے چند اس حکومت کو شکست دیں گے جو اپنی ہوشیاری اور طاقت سے جنگ یورپ میں فاتح اور کامیاب رہی ہے۔ اور پھر جو ۲۲ کروڑ انسان مٹھی بھر افغانیوں کو نہ روک سکیں انہیں آزادی مانگنے کا کیا حق ہے؟

مسلم لیگ کا اجلاس

راجہ صاحب محمود آباد کی صدارت میں ہوا جو اس سے پہلے یو پی گورنمنٹ کے ہوم ممبر تھے۔ اور جن کے ماتحت پنڈت موتی لال صاحب نہرو۔ اور پنڈت جواہر لال صاحب نہرو اور صدہا علماء و مشائخ کی آزادی کے خون میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور جو گویا اسی پالیسی حکومت کے ایک چلتے پرزہ تھے۔

لیگ کی اس پھیکی دوکان پر صرف ۲۹ گاہک آئے۔ جن کی نمائندگی کی کیفیت یہ تھی کہ راستہ چلتے ہوئے وہ تین روپے دے کر لیگ کے تھیٹر کا ٹکٹ خریدتے ہیں۔ اور تماشہ ختم ہونے کے بعد اس بدنصیب قوم پر تھوکتے بھی نہیں جس کی نمائندگی کے تھم میں وہ کھیلے جاتے تھے۔ محمود آبادی گراموفون میں وہی گانا تھا جو آنند بھون کے ریکارڈ میں بھرا گیا تھا۔

سات کروڑ مسلمانوں کے ان مفروضہ ۲۹ نمائندوں نے اپنی ملت سے غداری کی اور دہلی کی آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا بائیکاٹ کر کے انتہائی چوکھٹ پر سر نیاز جھکانے کے لئے ۲۰ نمائندے مہاسبھائی کنونشن میں شرکت کے لئے بھیجے جن کے سر پر ڈاکٹر مونجے کا ڈنڈا پڑا۔ اور ان کے چوتڑ دن پہ مسٹر جیکر کی ٹھوکر۔ اگرچہ ان بے حسیتوں کی حقیقت کھل گئی۔ اور ہندوؤں نے ان کے ساتھ شریفانہ برتاؤ نہ کیا۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ جو بدبخت اپنی قوم سے غداری کرتے ہیں اغیار بھی ان کی عزت نہیں کرتے۔

غرضیکہ مسلم لیگ کا اجلاس جیسا ناکام اور غیر نمائندہ کلکتہ میں باوجود راجہ صاحب کی فیاضی کے امسال ہوا ہے تمام عمر نہ ہوا تھا۔ اگر مسٹر جناح میں کچھ بھی غیرت ہے تو وہ نمائندہ مہاسبھائیوں کے قدموں پر مسلمانوں کے نام سے گرنے اور نہ لیگ کا اجلاس آئندہ کے لئے طلب کریں گے۔ اور بہتر ہو کہ وہ اب مردہ لیگ اور غیر نمائندہ لیگ کو ہمیشہ کے لئے آنند بھون میں دفن کر دیں۔

نہیں معلوم لالہ لاجپت رائے نے مسلم لیگ اور مسلم قوم کی وہ کونسی خدمت کی تھی جس کے اعتراف میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے لالہ جی کی وفات پر اظہار افسوس کی تحریک پاس کی گئی۔ البتہ میرے خیال میں لالہ لاجپت رائے کی بیٹی کی تقریر مسلمان قوم کبھی نہیں بھول سکتی۔

یوتھ کانفرنس

کا اجلاس کامریڈ بند سردار سوہن سنگھ صاحب جوش کی صدارت میں کلکتہ منعقد ہوا جن کا خطبہ صدارت نہایت دلیرانہ اور بہادرانہ تھا۔ اور جس کے رزولیوشن بھی ایک زندہ اور بہادر جماعت کے زندہ لیوشن تھے۔

یوتھ کانفرنس میں مزدوروں اور کسانوں کی تنظیم پر بہت زور دیا گیا۔ اور نوآبادیات کے درجہ کی حکومت کے مطالبہ کے پرخچے اڑا دیئے گئے جس کا کوئی جواب نقلو علی کانگریس نہ دے سکے۔ میرے خیال میں اگر یہ جماعت عزیزوں کے لئے کچھ ایثار و قربانی کر سکی تو ملک کے لئے اور مسلمانوں کے لئے کانگریس سے زیادہ مفید ثابت ہوگی۔ افسوس ہے کہ اس کانفرنس کے اجلاس میں مسلمان بہت کم شامل ہوئے ترجیحاً ان کی موجودگی [illegible]

انڈین نیشنل کانگریس

کا اجلاس پنڈت موتی لال صاحب نہرو کی صدارت میں منعقد ہوا۔ کانگریس کے اجلاس میں اس سال سورت کا سا تفرقہ تھا۔ مگر کانگریس کے سوئیتی چاہتا تھا گاندھی نے کانگریس کو مٹھی بھر ماڈریٹ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور جو قدم ایثار و قربانی کے لئے آگے اٹھنے چاہئے تھے وہ امسال موتی لال صاحب اور گاندھی صاحب کی ماڈریٹ پرستی سے پیچھے ہٹے۔ مسلمان من حیث القوم کانگریس میں بھی شریک نہیں ہوئے۔ البتہ اصلاحیہ کے چند غدار جن کو برلا کا روپیہ اور موتی لال کا نمک کشاں کشاں کھینچ لایا تھا۔ اور جن کو مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہ تھا۔ انہوں نے اپنے ناموں سے ... ہو کر دیگر مسلمانان قوم کی تذلیل کرانے میں کسر نہ کی۔

کانگریس کے اس اجلاس میں مسٹر تلک کی روح نہ صرف پر کھٹک رہی تھی۔ بلکہ اپنے نام لیواؤں پر اظہار نفرت کر رہی تھی۔ اور فیروز شاہ مہتہ کی روح اپنے مٹھی بھر جانشینوں کو کانگریس پر قابض دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ گاندھی جی نے حکومت کو پھر انگلیاں میں "سوراج" یعنی ڈومینین اسٹیٹس دینے کی تنبیہ کی ہے۔ اور نہرو رپورٹ کی عدم منظوری کی صورت میں سول ڈس اوبی ڈینس کی دھمکی دی ہے۔

گاندھی صاحب حکومت اور وطن عزیز آپ کے سوراج حاصل کرنے کے وعدوں۔ اور اپنی حکومت قائم کرنے کی میعادوں کو خوب سمجھتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ آپ اس سے پہلے بھی ایک سال میں سوراج حاصل کرنے کے لئے ملک کو دھوکہ دے چکے ہیں۔ وہ اس سے ناواقف نہیں ہیں کہ باردولی میں کس طرح آپ نے قدم پیچھے ہٹا کر حکومت کے لئے تشدد کا راستہ صاف کر دیا تھا اس وقت کس احمق نے آپ کو منع کیا تھا" اور جب آپ ملک کے اس قدر تیار ہونے اور حکومت کے اتنے مرعوب ہونے پر ہندوستان کے لئے کچھ بھی حاصل نہ کر سکے تو اب دنیا آسانی سے بے وقوف نہیں بنے گی۔ اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ کل پھر آپ "کوتری" میں نہ گھس جائیں گے۔ اور ہمیشہ کے لئے سیاسیات سے علیحدہ رہنے کا اعلان نہ کریں گے۔

کانگریس کی زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ آزادی کے نام سے غلامی کی بھیک مانگی جا رہی ہے کس قدر خوشنما اور فریب دہندہ ہیں یہ لوگ جو آج ہندوستان کو نہرو رپورٹ کو سوراج تسلیم کرنے کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں جس میں حقیقتاً ڈومینین اسٹیٹس بھی نہیں ہے۔

اگرچہ گاندھی صاحب کی مخالفت مسز اینی بسنٹ اور پنڈت جواہر لال نہرو جیسے متضاد خیالات والوں نے کی مگر گاندھی جی اپنی شخصیت سے کانگریس کو حکومت پرستوں کے قدموں میں جھکانے میں کامیاب ہوگئے۔ میرے خیال میں کانگریس پر مٹھی بھر ماڈریٹ کا قابض ہونا۔ حکومت کی فتح اور کانگریس کی موت ہے۔

چونکہ اس اجلاس میں مسلمانوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ اس لئے وہ کانگریس کس منہ سے تمام ہندوستان کی نمائندگی کی مدعی ہو سکتی ہے جس سے سات کروڑ مسلمان من حیث القوم علیحدہ رہے ہوں۔

خلافت کانفرنس

مولانا محمد علی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں آزادی کامل کا رزولیوشن پاس ہوا۔ اور پنجاب کے غداروں پر اظہار ملامت کرتے ہوئے نہرو رپورٹ میں ترمیم کا مطالبہ کرنے کے ساتھ کانگریس اور نہرو کنونشن کا بائیکاٹ کیا گیا۔ اور مسلمانوں کے لئے تعمیری پروگرام کی تجویز پیش کی گئی۔ اور آل مسلم پارٹیز کانفرنس دہلی میں نمائندے بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔

تجاویز کے مفید ہونے میں کلام نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان تجاویز پر عمل کون کرے گا؟ اور اس سے پہلے کتنی مفید تجویزیں پست ہمتی اور بے حمیتی اور بے عملی کے قبرستان میں خلافت کمیٹی دفن کر چکی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اگر ڈاکٹر انصاری اور پنڈت موتی لال نہرو خدا نہ کرے لکھنؤ میں کام نہ کرتے تو نہرو رپورٹ کے خلاف علی برادران کا یہ طرز عمل نہ ہوتا۔ مگر ڈاکٹر انصاری صاحب کو اپنی پانسو روپے کی امداد پر غرہ تھا ورنہ مولانا شوکت علی صاحب اور مولانا محمد علی صاحب کے لئے صرف مسلمانوں میں کام کرنے کے واسطے موقع اب سے بہت پہلے شدھی کے زمانہ میں تھا۔ مگر قدرت کو یہی منظور تھا کہ بمبئی میں ہر میر ہندو شوکت صاحب کے منہ پر تھوکیں اور کلکتہ میں محمد علی صاحب پر آوازے کشیاں ہوں۔ اور وہ اپنے متحدہ قومیت کے دوستوں سے ناراض ہو کر پھر اپنی دھتکاری ہوئی قوم کی آغوش میں آئیں۔
برباد کر کے اب سوجھی ہے ندامت کی؟ اب خاک اڑاتے ہیں بیٹھے ہوئے میت کی

بہرحال کلکتہ خلافت کانفرنس کا اجلاس بہت کامیاب رہا۔ اور اگر پنجاب کا مشہور دریدہ دہن مولوی لیڈر بدتمیزی نہ کرتا تو خلافت کانفرنس کا اجلاس اکثر حیثیت سے کامیاب ہوتا۔ اور اب بھی جہاں تک تجاویز کا اور نمائندہ اجتماع کا تعلق ہے بہت زیادہ کامیاب رہی۔ اگر چند دلی کے ساتھ ان تجاویز کے آٹھویں حصہ پر بھی عمل ہو گیا اور علی برادران کو "باپو جی" کے دست شفقت نے پھر نہرو جی کے قدموں پر نہ ڈالا تو امید ہے کہ مسلمان انسانوں اور غیرت دار انسانوں کی طرح زندہ رہنے کے لئے تیار ہو جائیں گے جس کی مجھے بہت کم توقع ہے۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس دہلی

ہز ہائی نس سر آغا خاں صاحب کی صدارت میں ہوا۔ خطبہ صدارت میں حکومت اور ہندوؤں کو خوش کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ حاضری اور نمائندگی کا جہاں تک تعلق ہے آل مسلم پارٹیز کانفرنس مسلمانوں کی ایک تاریخی کانفرنس تھی۔ جس میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے مسلمان نمائندہ حیثیت سے شریک ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نہرو رپورٹ نے سب کی آنکھیں کھول دیں۔ اور جب اتحاد و اتفاق کا نعرہ بلند کیا [illegible]

مولانا محمد علی کی وفات کے بعد مسلمانان ہند کے بہترین دل و دماغ ایک مرکز پر اکٹھے ہو گئے۔ اور میرے خیال میں اگر یہی اہتمام مسلمانوں کے لئے کچھ مفید ہو سکتا ہے تو یہی کہ ہر طبقہ اور ہر خیال کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے جن کا اجتماع قریب قریب ناممکن سمجھا جاتا تھا۔

اس کانفرنس میں کام کا ریزولیوشن صرف ایک ہی تھا جسکو سر محمد شفیع نے پیش کیا اور مولانا محمد علی کی تائید کے ساتھ ہندوستان کے ہر صوبہ کے سرکاری، نیم سرکاری اور قوم پرور مسلمانوں نے تائید کی۔ ہز ہائی نس کی صدارت کا اگر کوئی اعجاز ہے تو وہ یہ آگ اور پانی کا کامیاب اجتماع ہے۔ جس میں جداگانہ انتخاب کے مشروط تسلیم کر لینے پر اگر آمادگی کا اظہار نہ ہوتا تو بہت مناسب تھا۔

بہر حال کانفرنس نہایت کامیاب رہی۔ بشرطیکہ اسکی تجاویز پر ہندوؤں اور انگریزوں سے غضب ٹوٹ نہ پڑا جس کے لئے میں مطمئن نہیں ہوں۔ کیونکہ کاسہ لیس اور خطاب طلب اپنے اپنے آقاؤں کے قدموں پر اگر جھک گئے تو پھر اس کانفرنس کی تجاویز کا اللہ بیلی ہے۔

محبت کا امتحان

پیشوا جب سے ماہوار ہوا ہے، اس کے مصارف تصاویر اور مصارف کے مضامین اور اعلیٰ درجے کے سفید کاغذ اور بہترین کتابت و طباعت اور ضخامت کے اضافہ کی وجہ سے بہت بڑھ گئے ہیں۔ اور مصارف اخراجات کے لئے پورے نہیں ہوتے۔

اس لئے میں نے پیشوا کے ہزار ہا ناظرین میں سے صرف چند سو اہل محبت کے نام جنپر مجھے اعتماد تھا کہ وہ میری درخواست کو اس محبت کی وجہ سے جو ان کو مجھ رو سیاہ سے ہو گئی ہے نہ ٹالیں گے ایک خط بھیجا ہے اور ... خصوصیت کیساتھ ان کو اپنے دکھ درد کا شریک سمجھکر استدعا کی گئی ہے کہ وہ پیشوا کو اعلیٰ پیمانہ پر پہنچانے میں میری اعانت کریں۔ اور اس عریضہ کو غور سے پڑھنے کے بعد فوراً اسپر عمل شروع کر دیں۔

مجھے امید ہے کہ پیشوا کے وہ قدر دان جن کے نام میں نے کچھ خطوط بھیجے ہیں میری درخواست پر صرف چند منٹ غور کریں گے تاکہ میں ان کی امداد سے پیشوا کو ترقی کی ان منزلوں پر جلدی سے جلدی پہونچا دوں جو اس سال کے لئے میرے ذہن میں ہیں۔

کلام اللہ کے ہندی ترجمہ اور تفسیر کی تکمیل

بڑی خوشی کی بات ہے کہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب سالہا سال سے کلام اللہ کے ہندی ترجمہ اور تفسیر میں مصروف تھے اس کی پہلی جلد چھپکر شائع ہو گئی۔

جو لوگ حضرت خواجہ صاحب کی "تحریری تبلیغ" کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوں۔ اور جو اپنے خیال میں "ختم خواجگی" پڑھ چکے ہوں۔ ان کو تو حضرت خواجہ صاحب کا یہ شاندار تبلیغی کارنامہ ممکن ہے کہ کچھ اہم نہ معلوم ہو مگر جو لوگ کام کرتے ہیں۔ اور صرف باتیں نہیں بناتے وہ حضرت خواجہ صاحب کے اس کام کی اہمیت اور مشکلات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

یہ مسلم امر ہے کہ ہندوستان کے ایک کروڑ مسلمان سوائے ہندی کے اور کوئی زبان نہیں جانتے۔ اور ان ایک کروڑ مسلمانوں کو کلام اللہ سے منحرف کرنے کے لئے پنڈت ... صاحب آریہ سماجی نے ہندی ترجمہ شائع کر دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ پنڈت جی کا ترجمہ کیسا ہوگا۔ اور اس کا اثر کیسا متعدی ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت خواجہ صاحب نے ہندوستان کے مسلمان رہنماؤں میں سب سے پہلے اس کمی کو محسوس کیا اور پندرہ پاروں کی تفسیر کی پہلی جلد ایک عرصہ کی محنت اور صرف کثیر کے بعد شائع کر دی۔ کاغذ اور طباعت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ ٹائپ کے حروف ہیں۔ متن میں، اور انگریب غازی کے

دست مبارک کے لکھے ہوئے کلام اللہ کا فوٹو بلاک ہے ہدیہ اس قدر محنت شاقہ کے باوجود صرف دس روپے ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی اعلان ہے جس کا ہدیہ صرف کاغذ کے فرق سے ڈھائی روپیہ ہوگا۔ دوسری جلد بھی چار مہینے کے بعد شائع ہو جائے گی۔

ایک وقت آئے گا کہ خواجہ صاحب اور "ختم خواجگی" پڑھنے والے سب فنا ہو چکے ہونگے مگر ان کا یہ شاندار تبلیغی کارنامہ زندہ ہوگا جس کے اثر کی رہنمائی ...

مولانا عرفان صاحب کو سنگاپور میں داخل نہیں ہونے دیا

مولانا محمد عرفان صاحب کو جو مرکزی خلافت کمیٹی کے سکرٹری ہیں سنگاپور میں جہاز سے اترنے کی اجازت نہیں دی۔

مجھے مولانا سے اکثر معاملات میں سخت اختلاف ہے مگر اس کے باوجود میں مولانا کو ایسا خطرناک انسان نہیں سمجھتا کہ وہ سنگاپور میں داخل ہو کر آگ لگا دیتے۔ اور اس مفروضہ آگ کو بجھانے کے خیال سے مولانا کے داخلہ کی بندش پر میں صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے حکومت سنگاپور کی اس عقلمندی کی تعریف نہیں کر سکتا نہیں معلوم یہ پولیس کے حکمران کب دسیسوں کو پرکھیں گے۔ اور کب عقل و فکر سے کام لیں گے۔ آخر مولانا کے پاس وہ کونسا بم تھا جو سنگاپور کے امن کو خطرہ میں ڈالدیتا۔ اور اگر حقیقتاً بم پاس تھے تو پھر ان کی تلاشی لے کر ان کو گرفتار کر کے انپر کھلی عدالت میں مقدمہ کیوں نہیں چلایا گیا۔

نواب عزیز الدین

خان بہادر قاضی عزیز الدین صاحب سی آئی ای او بی آئی وزیر اعظم ریاست دتیا (جن کی تصویر پیشوا کو زینت دیتی ہے) کو مہاراجہ صاحب دتیا نے ان کی شاندار خدمات کے اعتراف میں نواب صاحب کا خطاب اور ۱۱ توپوں کی سلامی کا اعزاز بخشا ہے۔

میں یہ جانتا ہوں کہ قاضی صاحب ایک درویش صفت شریف ترین مومن ہیں کیونکہ ہمدردی نوع انسان مسلمان ہیں جو غریبوں اور یتیموں اور بیواؤں اور دشت کے غریبوں اور ناداروں طالبعلموں کی امداد آجکل کے پتلون پوش چھوکروں اور جبہ پوش صوفیوں اور مولویوں سے زیادہ کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی خدمت اس پیرانہ سالی میں دنیا کے قوم پرستی سے زیادہ جوش اور مستعدی سے کرتے ہیں۔ اور ان کی یہی وہ نمایاں خصوصیات ہیں جنکی وجہ سے میں باوجود شدید ترین اختلاف رائے کے ان کی عزت کرتا ہوں۔

۱۲ دسمبر کے اخبار طاقت دہلی میں انپر یہ الزام لگایا گیا کہ انہوں نے اور مہاراجہ صاحب دتیا نے حضور نظام کی دعوت جاسوسی جیسے کمینہ اور ذلیل فعل کی انجام دہی کے لئے کی تھی۔ یہ شرارت آمیز الزام اگرچہ باوقعت حلقوں میں ذرہ برابر بھی وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا گیا مگر قاضی صاحب کے دشمن ضرور اس الزام کی اشاعت سے خوش ہوئے۔

اگرچہ دوسری اشاعت میں طاقت نے ان الزامات کی اشاعت پر معافی مانگی اور یہ بھی کہا کہ معافی نامہ کن مشکلات کے لئے شائع کیا گیا تھا۔ مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے مولانا حسرت موہانی صاحب کے مستقل اخبار میں برادرم صابری صاحب جو مستقل ایڈیٹر مستقل کی تحریر پڑھی کہ "قاضی صاحب اپنی مسلم کشی کا ثبوت دینے کے لئے اخبار طاقت کی امداد دو سو روپے سے کر چکے ہیں۔ میں اس "احسان شناسی" اور "نمک حلالی" کو دیانتداری کے خلاف اخبار نویسی پر اپنے "باخبر" معاصر کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور اس سے زیادہ دلیرانہ معافی

نامہ کی اشاعت کو "جو شمندی" سمجھتا ہوں۔ مگر مولانا صابری صاحب سے یہ دریافت کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ بیمہ پر دستخط کرنے والے کون بزرگ تھے۔ اور کیا وہ مستقل میں بیان ہو چکی

نکات قرآنی

(حضرت علامہ مفتی سید محمود صاحب الوری سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ ارشاد)

تفسیر سورۂ نور

(گزشتہ سے پیوستہ)

بحث کی تفسیر کو شرعی اصطلاح میں لعان کہتے ہیں کہ ہر خاوند پہلے چار بار کہتا ہے کہ قسم بخدا میں سچا ہوں پانچویں بار کہتا ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ لعان کی تفصیل یہ ہے کہ جب شوہر اپنی زوجہ کو زنا سے متہم کرے اور بیوی دعوی کرکے حاکم سے انصاف چاہے تو شوہر سے اس کے دعوی کی تصدیق کے لئے چار گواہ طلب کئے جائیں گے گواہوں کی گواہی کے بعد عورت کو سزائے زنا دیدی جائے گی اگر شوہر کے پاس اپنی ذات کے سوا کوئی گواہ موجود نہ ہو تو اس سے کہا جائے گا کہ تو چار بار کہہ کہ میں اس زنا کے دعوی میں سچا ہوں قسم بخدا اور پانچویں بار شوہر کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ یہ صورت شوہر سے متعلق تھی اس کے بعد زوجہ کا حکم آتا ہے۔ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ اور عورت سے سزا ٹل جائے گی کہ وہ خدا کا نام لے کر چار بار گواہی دے

بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةَ اور پانچویں بار یہ کہ عورت پر أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ۝ اللہ کا غضب ہو اگر شوہر سچا ہو۔

شوہر کی گواہی کے بعد اگر عورت کو اپنی پارسائی کا دعویٰ ہو تو وہ بھی شوہر کی طرح قسم کھا کر اپنی برأت کر سکتی ہے اسے چار بار کہنا چاہئے کہ خدا کی قسم شوہر اس تہمت زنا میں جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی پھٹکار ہو اگر شوہر سچا ہو۔ اس طرح قسم کھانے سے وہ سزا نہ پائے گی ورنہ اس کو سزا دی جائے گی۔ طرفین کی ان قسموں کا نام لعان ہے جس کے بعد زوجین میں جدائی کرا دی جائیگی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر اور ان کی بیوی میں جدائی کرا دی تھی شان نزول میں عویمر کا صرف سوال مذکور ہے ورنہ اس قسم کا واقعہ خود انہی کے ساتھ پیش آیا تھا اور وہ یہ تھا کہ عویمر اپنے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے شریک بن سحما کو اپنی بیوی خولہ بنت قیس سے زنا کرتے دیکھا یہ اپنے چچا زاد بھائی عاصم کے پاس گئے اور اصل حال بیان کیا پھر عاصم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصہ عرض کیا حضور نے عویمر۔ خولہ اور شریک کو طلب فرمایا یہ تینوں عاصم کے بنی عم تھے۔ پہلے عویمر سے ارشاد ہوا کہ تم اپنی بیوی کے معاملہ میں خدا سے ڈرو اور اپنی چچا زاد بہن پر تہمت نہ لگاؤ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے شریک کو مبتلا دیکھا۔ اور میں چار ماہ سے خولہ کے قریب بھی نہیں گیا ہوں اور وہ غیر سے حاملہ ہے۔ پھر حضور نے خولہ سے خطاب فرمایا کہ خدا سے ڈر کر کہو تم نے کیا کیا ہے؟ خولہ نے عرض کیا۔ کہ عویمر ایک غیور آدمی ہے اس نے شریک کو میری طرف گھورتے اور مجھ سے باتیں کرتے دیکھا ہے پس اس نے غیرت کی بنا پر یہ کہا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر عصر کی اذان ہوئی نماز کے بعد آپ نے عویمر سے فرمایا کہ تم کھڑے ہو جاؤ اور کہو کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ خولہ زانیہ ہے اور میں سچا ہوں دوسری بار کہو کہ میں نے شریک کو زنا کرتے دیکھا اور میں سچا ہوں۔ تیسری بار کہو کہ خولہ کسی غیر سے حاملہ ہے اور میں سچا ہوں چوتھی بار کہو کہ واللہ خولہ زانیہ ہے اور میں نے اس سے چار ماہ سے صحبت نہیں کی ہے اور میں سچا ہوں پانچویں بار کہو کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں۔ جب یہ کہہ چکے تو آپ نے خولہ سے فرمایا کہ تو کھڑی ہو اس نے کھڑی ہو کر کہا واللہ میں زانیہ نہیں ہوں۔ اور شوہر عویمر جھوٹا ہے دوسری بار کہا واللہ عویمر نے شریک کو مجھ سے زنا کرتے نہیں دیکھا اور وہ جھوٹا ہے۔ تیسری بار کہا واللہ میں عویمر سے حاملہ ہوں اور وہ جھوٹا ہے۔ چوتھی بار کہا واللہ اس نے مجھے کبھی بدکاری کرتے نہیں دیکھا وہ جھوٹا ہے پانچویں بار کہا کہ اگر عویمر سچا ہو تو خولہ پر خدا کا غضب نازل ہو۔ اس لعان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں تفریق کرا دی۔ لعان کے بعد جدید نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ شوہر اور بیوی دونوں میں سے ایک اپنی خطا کا قائل اور دوسرے کا تصدیق کرنے والا نہ ہو کیونکہ دونوں اب تک اسی دعوی لعان پر ہیں اور تصدیق کے بعد لعان باقی نہ رہے گا پس نکاح بھی ممنوع نہ ہوگا۔ (خلاصہ وغیرہا)

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی وَأَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ (ع) اور بیشک اللہ توبہ قبول کرنیوالا حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ یعنی اگر تم پر اللہ تعالی کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم پر اس اتہام میں فوراً عذاب نازل ہوتا پھر تاخیر اور مہلت تو یہ مطہر

معاف اور فضل خداوندی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ توبہ کرو اور باز آؤ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا عفو و رحم ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝	بے شک جنہوں نے بہتان لگایا ایک جماعت ہے تم میں سے نہ سمجھو کہ یہ بہتان تمہارے لئے برا ہے بلکہ وہ اچھا ہے تمہارے لئے۔ ان میں سے ہر شخص کے لئے وہی جو انہوں نے کمایا ہے اور جس نے ان میں سے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے (یہ پانچواں حکم ہے)

تفسیر: یہ آیت قصہ افک سے متعلق ہے جو مشہور واقعہ ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بخاری میں اس طرح مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے تو قرعہ ڈالتے ازواج میں سے جن کا نام نکلتا وہ ہمراہ جاتیں۔ میں ایک جنگ (غزوہ بنی مصطلق) میں حضور کے ہمراہ تھی واپسی میں رات کے وقت مدینہ کے قریب قیام ہوا صبح کو میں قضائے حاجت کے لئے گئی تھی بعد فراغ حمائل گلے میں نہ پائی (بعض روایتوں میں ہار کا ذکر ہے) ڈھونڈنے لگی دستیاب ہونے کے بعد قیام گاہ پر آئی تو لشکر روانہ ہو چکا تھا میرا ہودج لوگوں نے اونٹ پر لادا اور چونکہ میں کمسن نحیف الجثہ کمزور تھی اس لئے میری طرف سے کسی کو وہم نہ ہوا۔ وہ سمجھے کہ میں ہودج میں ہوں۔ مجھے خیال ہوا کہ ضرور کوئی نہ کوئی میری تلاش کو آئے گا اس لئے وہیں بیٹھ گئی اور آنکھ لگ گئی۔ اسی اثنا میں صفوان بن معطل بن ذکوان آپہنچے (جو حضور کے حکم پر لشکر کے پیچھے آیا کرتے تھے تاکہ بھولی ہوئی چیز اٹھا لائیں) انہوں نے مجھے پردہ کے حکم سے پہلے دیکھا تھا پہچان لیا اور انا اللہ الخ پڑھنے لگے جس کی وجہ سے میں بیدار ہو گئی اور میں نے چادر سے منہ ڈھانک لیا۔ پھر صفوان نے اپنا اونٹ بٹھایا میں سوار ہوئی وہ مہار پکڑے ساتھ تھے اور میں سوار۔ بخدا میں نے اس آیت کے سوا جو انہوں نے پڑھی تھی اور کچھ نہ سنا۔ میں لشکر میں اس جانب سے آئی جدھر منافقین کا گروہ تھا۔ ابن ابی منافق نے بدگمانی کی کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ میں مدینہ میں آئی تو بیمار ہو گئی۔ لوگوں میں تذکرہ ہوتا تھا لیکن مجھے خبر نہ تھی۔ آنحضرت میری عیادت کو تشریف لاتے اور چلے جاتے مگر پہلے جیسا لطف و کرم نہ پاتی تھی۔ ایک رات میں قضائے حاجت کے لئے گئی تھی اور مسطح کی والدہ میرے ہمراہ تھی اس کا پاؤں دامن سے الجھا اور وہ لڑکھڑائی تو ان کے منہ سے نکلا "مسطح مر جائے" میں نے کہا تم ایسے آدمی کو برا کہتی ہو جو جنگ بدر میں شریک ہوا ہے (مسطح حضرت ابوبکر کے بھانجے اور مہاجرین میں سے تھے مگر یہ بھی منافقین کے ہمزبان ہو گئے تھے) ام مسطح نے کہا تم کو خبر نہیں جو اس نے تمہارے

لئے قصہ گھڑا ہے پھر مجھے قصہ افک سنایا جس سے میرے مرض میں اور زیادتی ہو گئی میں اپنے گھر آئی آنحضرت تشریف لائے تو میں نے عرض کیا مجھے اجازت دے کہ اپنے والدین کے گھر جاؤں حضور نے اجازت دیدی میں اس واقعہ کی تحقیق کے لئے آئی تھی میں نے اپنی والدہ سے حال دریافت کیا انہوں نے نصیحت فرمائی کہ کچھ خیال مت کرو جو صاحب جمال عورت شوہر کی نظر میں عزیز ہوتی ہے اس کی سوکنیں ایسی ہی باتیں تراشا کرتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ خلق میں یہ افواہ ہے پھر میں رات بھر روتی رہی نہ آنسو تھمے نہ نیند آئی۔ صبح کو آنحضرت نے اس باب میں حضرت علیؓ اور اسامہؓ سے مشورہ کیا کیونکہ اس وقت تک کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ آپ فکر نہ کریں اور عورتیں بھی ہیں آپ بریرہ سے دریافت کریں وہ سچ سچ کہہ دیں گی حضور نے بریرہ سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! قسم ہے اس کی جس نے آپ کو سچا رسول کیا کہ میں عائشہ میں صرف یہی بات پاتی ہوں کہ کمسن بے خبر ہیں آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں اور مرغی آٹا کھا جاتی ہے یعنی وہ بالکل بھولی بھالی ہیں۔ (اس کے سوا اور کوئی عیب نہیں) اسامہؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کی زوجہ کے متعلق بھلائی کے سوا اور کوئی کچھ نہیں جانتا۔ پھر حضور باہر تشریف لائے اور خطبہ دیکر فرمایا اے لوگو! کون میری مدد کرتا ہے اس شخص پر جو میرے اہل کی نسبت مجھے ایذا دے۔ بخدا میں نے ان میں کوئی شر نہیں معلوم کیا۔ اور جسے تہمت لگاتے ہیں یعنی صفوان وہ بھی مرد صالح ہے جو کبھی میرے پیچھے میرے گھر میں نہیں گیا۔ سعد بن معاذ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی مدد کرتا ہوں اگر یہ موذی قوم اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔ اور اگر ہمارے برادران خزرج سے ہے تو جو ارشاد ہو ہم بجا لائیں گے ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنسو نہ رکتے تھے اور نہ نیند آتی تھی دو راتیں ختم ہو گئیں ان کا گمان تھا کہ کثرت بکا سے ان کا کلیجہ شق ہو جائے گا۔ اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے پاس بیٹھ گئے ایک ماہ جب سے کہ افترا کیا گیا تھا حضور ان کے پاس نہ بیٹھے تھے پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا اما بعد اے عائشہ! مجھے تیرے متعلق ایسی ایسی خبریں ملی ہیں اگر تو بری ہے تو اللہ تعالیٰ تیری برأت کر دے گا اور اگر کوئی خطا ہو گئی ہے تو توبہ کر اور مغفرت طلب کر اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول کرے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور فرما چکے تو میرے آنسو خشک ہو گئے میں نے اپنے والد حضرت ابوبکرؓ سے کہا جواب دیجئے انہوں نے کہا کہ میں جواب نہیں دے سکتا۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا وہ بولیں میں کیا کہوں پھر میں نے کہا حالانکہ میں کمسن لڑکی تھی اور قرآن بھی تھوڑا ہی پڑھا تھا اگر یہ بات آپ نے سنی ہے تو میرے انکار کی آپ تصدیق نہ کریں گے

پیارے نبی کی پیاری باتیں

(حضرت علامہ مفتی سید محمود شاہ صاحب نظامی نقشبندی سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ سید ارشاد)

دنیا دین سے جدا نہیں

جو لوگ ترک دنیا کر کے صرف ریاضت ہی میں زندگی گزارنا چاہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خطاب فرمایا

فانی انا م و اصلی و اصوم و افطر و انکح النساء فاتق اللہ یا عثمان فان لاهلک علیک حقا و ان لضیفک علیک حقا و ان لنفسک علیک حقا فصم و افطر و صل و نم (ابو داؤد)

لیکن میں تو سوتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں۔ روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھاتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی کا رشتہ بھی رکھتا ہوں۔ اے عثمان! خدا کا خوف کرو۔ تمہارے اہل و عیال کا تم پر حق ہے تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے پس روزہ بھی رکھو کھانا بھی کھاؤ۔ نماز پڑھو۔ اور سو بھی جاؤ۔

اگرچہ اس حدیث میں خطاب صرف حضرت عثمان سے فرمایا گیا ہے ورنہ در اصل اس ارشاد میں پوری امت کے مسلمانوں کا دستور العمل تجویز کیا ہے۔ اسلام سے پہلے عرب میں راہبانہ زندگی کا رواج تھا زہد و تقشف بہت پسندیدہ فعل سمجھا جاتا تھا۔ اور اس سلسلہ میں اگر ایک طرف عیالداری سے جدائی ہوگی تھی تو دوسری جانب معاشرت کے فرائض سے آزاد رہتے تھے۔ اہل دولت کی خیرات یا ان کی امداد سے کچھ کھا پہن لیتے۔ ورنہ فقر و فاقہ کی ہر مصیبت کا مقابلہ عین عبادت خیال کیا جاتا۔ اسلام کی حکیمانہ تعلیم نے جب عرب کے ذرہ ذرہ کو فیضیاب کیا تو راہبین کی جماعت کو بھی اصلاح کے سبق دیئے۔ اس خیال سے کہ راہبین عرب کی راہبانہ زندگی اسلام کے بہم مسلمانوں میں نہ آ جائے سرور کائنات علیہ السلام نے خود اپنی مثال سے رہبانیت کی تردید فرما دی کہ دنیا کی ماکولات و مشروبات سے مسلمانوں کو متمتع ہونا چاہیے۔ خدا کی یاد، اس کی عبادت، اس کی بندگی بھی کرتے رہو اور اہل و عیال، دوست و آشنا کے حقوق بھی ادا کرتے جاؤ۔ یہ نہیں کہ تارک الدنیا ہو کر تمام لذائذ دنیوی کو خیر باد کہدو اور حقوق الناس سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ عرب کے عیسائیوں کی طرح ہندوستان کے ہندو جوگی بھی راہبانہ زندگی کو پسند کرتے ہیں۔ تعلقات دنیوی سے الگ ہو کر کھانا۔ پینا۔ حصول معاش کی فکر کرنا چھوڑ کر جنگل میں جا بیٹھے ہیں دریا کے کنارے جھونپڑیوں کے اندر تعطل میں عمریں گزار دیتے ہیں مگر اسلام ایسی زندگی کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کے قانون میں دنیا کی تمام حلال چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا حکم ہے چنانچہ قرآن مجید میں شلو بے لم تحرم ما احل اللہ لکم جو چیزیں خدا نے تمہیں حلال کر دی ہیں انہیں کیوں حرام کرتے ہو۔ افسوس ہندوستان کے ہندو جوگیوں کا اثر بعض مسلمان فقیروں میں بھی آ گیا ہے کہ وہ بھی دنیا ترک کر کے اللہ اللہ کے شوق میں حلال اشیاء کو غیر ممنوعہ سمجھ لیتے ہیں۔ کوئی صرف نیم کے درخت کے پتے ہی کھا لیتا ہے۔ کوئی صرف دودھ ہی پی لیتا ہے اور باقی چیزوں کا استعمال حلال نہیں سمجھتے۔ مجرد رہتے ہیں۔ شادی کو درویشی کے خلاف سمجھتے ہیں ان کو مذکورہ بالا حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ جس کی سرچشمہ روحانیت، ومنبع عرفانیت و تجلیات تھی جب خود اس نے دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھایا اور اپنے اصحاب کو ترک دنیا کے ارادہ سے باز رکھا تو پھر ان درویشوں کو تحریم حلال کی اجازت کہاں سے مل گئی۔ یاد رکھو کہ تصوف اور فقر کی ابتدا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہوئی ہے اس راستہ کا سفر بغیر پیروی رسالت مآب علیہ السلام ناممکن ہے پس آرام بھی کرو۔ نماز بھی پڑھو۔ روزہ بھی رکھو اور کھانا بھی کھاؤ۔ شادی بھی کرو۔ اپنے نفس، اپنے اہل و عیال، اپنے مہمان کا حق بھی ادا کرتے رہو کہ نہایت تصوف اور کمال درویشی بھی ہے کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ورنہ۔

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت ٭ بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

جماعت کی مخالفت نہ کرو

نیز ارشاد فرمایا۔

من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ (ابو داؤد)

جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا اس کی گردن سے (اطاعت) اسلام کی ڈوری نکل گئی

علماء، بانیان جدید مذاہب۔ لیڈران قوم، بہی خواہان ملک خاص طور پر اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں کہ مخالفت کس قدر بری چیز ہے کہ جماعت سے علیحدگی بھی اسلام چھوڑ دینے یا اخوت اسلامی کو منقطع کرنے کے مرادف ہے۔ علماء نے مذہبی مسائل میں اختلاف جماعت کا ارتکاب کیا ہے۔ بانیان جدید مذاہب نے کہیں احمدیت کہیں قادیانیت کہیں بہائیت دعیرہ کے جدید فرقے قائم کر کے جماعت میں فتراق کیا ہے لیڈران ملک نے سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے جماعت کا امن دور کر دیا ہے۔ پس یہ سب حضرات اپنے لائحہ عمل و طریق کار کو حدیث بالا کے مطابق کر کے بانصاف دیکھیں کہ ان کی تحریکات نے ان کو جماعت سے جدا تو نہیں کر دیا ہے۔ ہماری ناقص نظر میں تو یہ سب معرکہ آرائیاں اجتماع قومی کی بجائے افتراق جماعت کا کام کر رہی ہیں جس اختلاف امت کو رحمت کہا گیا ہے ممکن ہے وہ کوئی اور اختلاف ہو مگر یہ موجودہ اختلاف جماعت تو یقیناً اسلام کا حلقہ اطاعت گردنوں سے نکال دینے والا ہے۔ کوئی سوروی تحریک کا علمبردار ہے۔ کوئی سائمن کے بائیکاٹ کا طرفدار ہے۔ کوئی درایت کی رٹ لگا رہا ہے۔ کوئی اہل حدیث ہونے پر مصر ہے کوئی یہ نہیں کہتا کہ اے مشرق اور مختلف جماعتوں کے مسلمانو! میری آواز سنو کہ میں اطاعت محمد رسول اللہ صلعم

شرح مثنوی مولانا روم

(جناب مولانا فدا صاحب کاکوروی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

جہاد کی حقیقت

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں (۱۳) ماند خصمے زاں بتر در اندروں

ترجمہ۔ اگر چہ ظاہری دشمن قبضہ میں آگیا — مگر ابھی دل کا چور رہ گیا ہے

کشتن ایں کار عقل و ہوش نیست — شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست

ترجمہ۔ اس دشمن کا مارنا عقل و ہوش کا کام نہیں — یہ باطنی شیر تو بہت قبضہ میں نہیں آسکتا

دوزخ ست ایں نفس و دوزخ اژدہا ست — کو بدریاہا نگردد کم و کاست

ترجمہ۔ نفس دوزخ ہے اور دوزخ اژدہا ہے — جسکی دریاؤں سے بھی پیاس نہیں بجھ سکتی

شرح۔ مولانا نے جہاد کے متعلق یہ اشعار لکھے ہیں اور اسمیں یہ بتایا ہے کہ در اصل جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک چھوٹا جہاد دوسرا بڑا جہاد۔ کفار و مشرکین سے جنگ کرنا چھوٹا جہاد ہے اور نفس کو قبضہ میں کرلینا یہ بڑا جہاد ہے جس کی بابت یہ حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

افضل الجہاد ان یجاھد الرجل لنفسہ (بخاری) — سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کے لئے جہاد کرے۔

دوسری حدیث سنیئے

اعدا عدوک نفسک التی بین جنبیک (مسلم) — سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے۔

ظاہری جہاد جس میں کفار و مشرکین سے جنگ ہوتی ہے اسمیں بہت آسانیاں ہوتی ہیں کیونکہ مقابل سامنے ہوتا ہے۔ لیکن باطنی جہاد جس میں نفس و شیطان سے جنگ ہوتی اسمیں بہت دقتیں پیش آتی ہیں اور یہ جنگ بہت مشکل ہے بہت مشکل ہے کیونکہ مقابل سامنے نہیں ہوتا۔ پھر حملہ کس طرح آسان ہوسکتا ہے۔ اسی واسطے ایسے جہاد کو جہاد اکبر کہتے ہیں۔

غرض مذکورہ بالا حدیثوں سے اس قدر ثابت ہے کہ نفس سے جہاد کرنا افضل ہے اسی لیے حضرت مولانا روم ادہر توجہ دلاتے ہیں اب اشعار کا مطلب ملاحظہ ہو

پہلا شعر۔ بے شک ظاہری دشمن کو تم نے قبضہ میں کرلیا ہے لیکن تمہارا جانی دشمن (نفس) جو تمہارے پہلو میں چھپا ہوا ہے اس کے مارنے کی تمنے کیا تدبیر سوچی ہے۔

دوسرا شعر۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے عقل و ہوش کی تدبیر سے جس طرح ظاہری دشمن کو قبضہ میں کرلیا ہے اسی طرح ہم عقل و ہوش کی تدبیر سے قبضہ میں نہ آئے گا۔ کیونکہ دکھائی تو دیتا نہیں پھر قبضہ میں کس طرح لاؤ گے۔

تیسرا شعر۔ نفس کا نام دوزخ ہے اور دوزخ اژدہا ہے یعنی نفس امارہ کا بھی گناہوں سے پیٹ نہیں بھرتا اور وہی گناہوں کا باعث ہوتا ہے اسلئے گویا نفس دوزخ کا اژدہا ہے جس کے منہ سے ایسے شعلے نکل رہے ہیں جو دریاؤں کے پانی سے بھی نہیں بجھ سکتے۔

دوزخ کے سات پردے ہیں نفس بھی سات درجے رکھتا ہے۔ شہوت، حسد، غضب، کبر، حرص، حقد، بخل۔

ہفت دریا را در آشامد ہنوز — کم نہ گردد سوزش آں خلق سوز

ترجمہ۔ وہ سات دریا پی لے تب بھی — اسکی گرمی اور سوزش ایسی ہی رہے گی

سنگہا و کافران سنگدل — اندر آیند اندرو زار و خجل

ترجمہ۔ پتھر اور سنگ دل کافر — شرمندہ ہوکر اس میں گریں گے

ہم نہ گردد ساکن از چندیں غذا — تا ز حق آید مر او را ایں ندا

ترجمہ۔ جب یہ غذا بھی اس کے لئے کافی نہ ہوگی — تو خدا کی طرف سے اس کے یہ ندا آئیگی

سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز — اینت آتش اینت تابش اینت سوز

ترجمہ۔ کیا تیرا پیٹ بھر گیا وہ کہیگی ابھی نہیں — یہ تیری جلن یہ تیری چمک یہ تیری آگ

مطلب یہ کہ دوزخ کی آگ سات دریا کے پانی سے بھی نہ بجھے گی یہانتک کہ آدمی اور پتھر اس کی غذا بنیں گے۔ اس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

وقودہا الناس والحجارۃ اُعدّت للکافرین (القرآن الحکیم) — اس آگ سے ڈرتے رہو کہ آدمی اور پتھر جس کا ایندھن ہیں اور جو کافروں کیلئے تیار کیگئی ہے

"اینت آتش" والا مصرعہ مولانا کا قول ہے اس میں اینت کلمہ تعجب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ اکبر اس قدر پتھر اور کافروں کو کھاجانے کی پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرے گا۔

عالمے را لقمہ کرد و در کشید — معدہ اش نعرہ زناں ہل من مزید

ترجمہ۔ ایک عالم کو لقمہ کرلیا — پھر بھی تو ہل من مزید کا نعرہ لگارہی ہے

حق قدم بر وے نہد از لامکاں — آنگہ او ساکن شود از کن فکاں

ترجمہ۔ آخر حق اسمیں اپنا قدم رکھیگا — تب کن فکاں سے دور ہوجائے گی

پہلے شعر میں اس آیت کی تفسیر ہے۔

یوم نقول لجہنم ھل امتلأت وتقول ھل من مزید — ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تیرا پیٹ بھرا وہ کہے کیا میری غذا اور موجود ہے



(از جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب سعید آئی ایم ڈی)

خیام کے متعلق یہ غلط فہمی بہت عام ہے کہ اس نے جام و سبو اور صبوحی و ساغر کے سوا اور کچھ لکھا ہی نہیں ہے۔ لوگوں کا یہ خیال محض اس بات پر مبنی ہے کہ انہوں نے خیام کے کلام کا پورے طور پر مطالعہ نہیں کیا اور ادھر اُدھر سے چند رباعیاں دیکھکر یہ رائے قائم کرلی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ اس کی رباعیات کا بیشتر حصہ آتشیں اور جام بلوریں ہی کے ذکر خیر سے بھرا پڑا ہے۔ لیکن یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ان چیزوں کے سوا اس کے یہاں اور کچھ ہے ہی نہیں۔ خیام نے ہر قسم کے مضامین پر طبع آزمائی کی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جو کچھ کہا ہے خوب ہی کہا ہے۔ وحدت الوجود و تصوف کا نازک ترین مسئلہ ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ صرف اسی ایک مسئلہ کو غلط طریقے پر سمجھنے کی بدولت صدہا اور ہزارہا درویشان باصفا صراط مستقیم سے بہک گئے ہیں۔ شعراء میں سے تقریباً ہر ایک نے اس میدان میں قدم رکھا ہے اور اس عقدۂ لاینحل کے سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ذیل کی رباعی بتا دیگی کہ خیام نے نہ اس مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی کی اور نہ بیان کرنے میں۔

وہ کہتا ہے:-

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من
ویں حرف معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو
چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

یعنی ازل کے جو بھید ہیں وہ نہ تمہیں معلوم ہیں اور نہ مجھے اور مقدرات ازلی کے حروف جو لکھے ہوا خاصہ معما ہیں۔ وہ نہ تم سے پڑھے جا سکتے ہیں اور نہ مجھ سے گویا خدا کی قسمت کے جو بھید ہیں وہ اس کی مخلوقات میں سے کسی پر بھی ظاہر نہیں ہیں۔ اور دنیا میں کوئی بھی اس بھید کو نہیں جان سکتا کہ کل کیا تھا اور آج کیا ہے اور کل کیا ہوگا یہ میری اور تمہاری یعنی میرے نام سے اور تمہارے نام سے جو کچھ ذکر اذکار کئے جاتے ہیں اور میں ایسا ہوں یا تو ایسا ہے کہا جاتا ہے تو یہ تمام گفتگو پردے کے پیچھے سے کی جا رہی ہے اور ناروں کے اشارے پر کٹھ پتلیوں کی طرح تمام دنیا ناچ رہی ہے اگر آج پردہ اٹھ جائے تو دنیا دیکھ لے گی کہ نہ تو رہا اور نہ میں اور میں اور تو اور وہ سب اسی ایک ہستی میں جذب ہوگئے جس نے پردے کے پیچھے یہ سارے کھیل تماشے بنا رکھے تھے۔ اور جس کے اشاروں پر ساری کی ساری کٹھ پتلیاں ناچ رہی تھیں۔ مقصد یہ ہے کہ "میں اور تو" کا تمام جھگڑا قضیہ صرف اس وقت تک ہی ہے کہ جب تک عقل اور ادراک کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس پردے کے اُٹھتے ہی یا معرفت الہی حاصل ہوتے ہی "من و تو" کا کہیں وجود نہیں رہتا۔ اور ہر چیز "ہو" ہو جاتی ہے۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک اور رباعی بھی ہے۔ جس میں وہ ظاہر بینوں اور جو اس خمسہ کے ذریعہ سے ذات باری کی معرفت کی کوشش کرنے والوں کو راہ راست کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ رباعی یہ ہے:-

قومے متفکر اند در مذہب و دیں
جمعے متحیر اند در شک و یقیں
ناگاہ منادئے بر آمد ز کمیں
کائے بیخبراں راہ نہ آنست و نہ ایں

وہ کہتا ہے کہ ایک قوم یا ایک گروہ اپنی تمام عقل اور اپنا تمام وقت دین و مذہب کے متعلق فکر کرنے میں صرف کرتے رہتے ہیں۔ اور ایک جماعت ایسی ہے کہ جو ابھی تک خدائے تعالےٰ کے وجود ہی کے متعلق شک اور یقین کا فیصلہ نہیں کر سکی ہے۔ اور اسی مسئلہ پر غور و فکر کرنے میں حیران ہے۔ لیکن ہوتا کیا ہے کہ کسی پوشیدہ جگہ سے ایک ندا کرنے والا یکایک نکل کر آتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ اے بیوقوفو خدا کی طرف جانے والا راستہ نہ وہ ہے اور نہ یہ۔ گویا خیام یہ بتانا چاہتا ہے کہ جو لوگ دین و مذہب کی حقیقتوں کو عقل کے ذریعہ سے سمجھ لینے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اور جو لوگ عقلی دلائل کے ذریعہ سے واجب الوجود کا ثبات چاہتے ہیں۔ وہ سب کے سب غلط راستہ پر پڑے ہوئے ہیں۔ معرفت الہی اس طرح حاصل نہیں ہوا کرتی۔ کیونکہ ہماری عقلیں مخلوق ہیں اور مخلوق کے اندر خالق کی گنجائش محال ہے۔

وہ کہتا ہے کہ انہی فکروں میں ان لوگوں کی عمریں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اور یکایک موت کا پیغام آ جاتا ہے اور اس وقت ان پر اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ جو راستہ ہم نے اختیار کیا تھا۔ وہ کعبہ کا نہ تھا بلکہ ترکستان کا تھا۔

ان زبردست دلائل کے ذریعہ سے خیام یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ خدا کے پہچاننے کے لئے کسی دلیل اور حجت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور ہر شخص جو سلیم الفطرت ہے طبعاً اس بات پر مجبور ہے کہ ایک ان دیکھی ہستی کو اپنا خالق، رازق، اور مالک سمجھے۔ اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ انسان کی عقل بہت محدود ہے اور وہ اسرار ربانی کو اپنی عقل کے ذریعہ سے کبھی نہیں سمجھ سکتا۔



(جوائنٹ ایڈیٹر)

تم روزانہ دیکھتے ہو کہ جس وقت کوئی انسان کسی جانور کو دانہ پانی دیتا ہے تو وحشی سے وحشی جانور اس کے حکم کو نہیں ٹالتا۔ درندے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پرندے اس کے اشاروں پر چلتے ہیں۔

مگر کیا تم نے ایک لمحہ کے لئے بھی غور کیا ہے کہ کیا تم اپنے رزاق مطلق کو اسی طرح پہچانتے ہو جس طرح گھونسلے والی چڑیاں اپنے دانہ ڈالنے والے کو۔ اور کیا تم اپنے مشکل کشا کی آواز پر اسی طرح دوڑتے ہو۔ جس طرح آہوئے وحشی چارہ کی خبرگیری کرنے والے کی آواز پر دوڑتا ہے اور کیا تم اسی طرح اپنے آقا۔ اور مولا کے وفادار ہو جس طرح ایک کتا سوکھی روٹی کا ٹکڑا کھا کر ہمیشہ کے لئے طوق غلامی اپنی گردن میں ڈال لیتا ہے۔ اور جب اپنے آقا کو دیکھتا ہے۔ دم ہلا کر اس کے قدموں میں لوٹنے لگتا ہے۔

پھر حیف ہے تم پر کہ تم انسان ہو کر، اشرف المخلوقات ہو کر، خیر الامم ہو کر داعی امر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو کر، اپنے پیدا کرنے والے۔ اپنے پالن ہار اپنے رزاق مطلق کو نہ پہچانو۔ اس کی آواز نہ سنو۔ اس کے عطا کردہ انعام ولذائذ کا شکریہ ادا نہ کرو اور اس کے باغیوں اور سرکشوں میں شامل ہو کر اپنی ہستی کو فراموش کر جاؤ۔

میں اپنے باغ میں صبح کے وقت چہل قدمی کر رہا تھا میں نے دیکھا کہ قدرت کے دسترخوان سے اس کی مخلوق شکم پری کر رہی ہے۔ بہتر سے بہتر پھل طوطے اور دوسرے جانور کتر کتر کے نیچے پھینک رہے ہیں۔

مجھے آزاد طیور کی اس بے رحمی پر بہت غصہ آیا۔ فوراً بارہ دری میں گیا۔ اور جوش میں اندھا ہو کر بندوق لے آیا۔ کارتوس ڈالا۔ اور گھوڑے کو حرکت دینے کے لئے اس واسطے آمادہ ہو گیا کہ چند پھلوں کی خرابی کے انتقام میں ایک منٹ میں سب پرندوں کو زمین پر خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھوں۔

ہائیں! یہ کیا ہوا؟ میرا وہ ہاتھ جس میں بندوق اور بندوق کا گھوڑا تھا کانپنے لگا۔ اور انتقام پسند جگر پتھر سے بھی زیادہ سخت دل موم کی طرح پگھلنے لگا اور بندوق ہاتھ سے گر گئی۔ کیوں؟ اس لئے کہ مجھے یہ خیال آ گیا کہ تو ایک ذرہ بے مقدار ہے چند بے حقیقت پھلوں کی خرابی پر اس قدر خفا ہو گیا تھا کہ قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن وہ بے نیاز اور قہار و جبار ذات اگر تیری نافرمانیوں کا انتقام لینے پر کبھی آمادہ ہو گئی۔ تو۔ تو ہی بتا۔ اے اپنے آقا کے در سے بھاگے ہوئے غلام کہ اپنے لئے تو کیا سزا تجویز کرتا ہے؟

تم ایک کام کا ارادہ کرتے ہو۔ پہلے یہ سوچتے ہو کہ یہ کام مجھکو کرنا چاہئے یا نہیں؟ جب یہ مرحلہ طے ہو جاتا ہے۔ تو پھر تم غور کرتے ہو کہ اس کام کو کس طریقہ سے کرنا چاہئے؟ جب اس منزل سے بھی گذر جاتے ہو تو کام کی ابتدا کرتے ہو۔ ابتدائی مشکلات تم کو قدم قدم پر ٹھوکریں کھلاتی ہیں۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تم اپنے ہر مقصد میں کامیاب ہوتے ہو۔ ورنہ ناکامی کا منحوس سایہ تم پر پڑتا ہے اور تمہارے اغراض کی پامالی تمہاری آرزوؤں کا خون تم کو مایوسی کے قعر مذلت میں ڈبو دیتی ہے۔

مگر کیا تم نے ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی غور کیا ہے کہ یہ کائنات اور کائنات کا ہر ذرہ ایک لفظ کن سے کیونکر عالم وجود میں آیا۔ اور ایک دن اسی کن کہنے والے کے حکم سے یہ سارا کارخانہ نابود ہو جائے گا۔ پس کیا ایسے وقت کے لئے تم نے کوئی تیاری کر لی ہے؟

تم جب مسلمان بچوں کو، اسلامی آبادی کی گلیوں میں "مسلمانوں کے محلوں" گالیاں دیتے، پتنگ بازی کرتے، بٹیر بازی اور کبوتر بازی، اور مینڈھے بازی اور تیتر بازی وغیرہ میں مصروف دیکھتے ہو۔ تو کیا تم اس کو بھول جاتے ہو کہ یہ فخر کائنات کی امت کے نودمیدہ غنچے ہیں۔ جن پر بری صحبت کا اثر نمایاں ہو رہا ہے۔ اور یہی کل بد نصیب مسلمانوں کی قوم کے ایک فرد ہوں گے۔ اور انہی افراد کے مجموعہ کا نام قوم ہوگا۔ اور اس قوم کی تباہی کا کیا ٹھکانا ہے۔ جو ایسے گہواروں میں پرورش پائے۔ یہ سب باتیں جاننے کے باوجود کیا تمہارا یہ فرض نہیں ہے کہ تم ان باغ محمدی کی نوشگفتہ کلیوں کو بری صحبت کی باد صرصر سے بچاؤ؟

ایک مسلمان کے لئے وہ وقت بڑا نازک اور آزمائش کا ہوتا ہے جب اس کے دو دوست اس کو اپنا پنچ تسلیم کر لیں۔ کمزور طبیعت کا مسلمان یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے فیصلے سے اپنے دونوں دوستوں کو خوش کرے۔ حالانکہ انصاف یہ نہیں چاہتا۔ اس سے بھی زیادہ دنی الطبع مسلمان یہ خواہش کرتا ہے کہ جس شخص سے اس کو زیادہ تعلق ہے اس کو فائدہ پہنچ جائے۔ مگر یہ فیصلہ کرنے سے پہلے اس کو بھول جاتا ہے کہ جس فخر کائنات کا وہ غلام ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ "اگر فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرے گی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا"۔

پس اے وہ لوگو! کہ شخصیت سے مرعوب ہوتے ہو، تعلقات کی [illegible] اور حق کشی کے لئے تیار ہو جاتے ہو خدا لگتی بتاؤ کہ تم حقیقتاً مسلمان ہو؟ اور کیا تم نے آقائے دو عالم کی تعلیم کو سمجھ لیا ہے۔ اور کیا تم کو خیر الامت کہا جا سکتا ہے؟

پیشوا کے دشمن وہ ہیں جو دوسری جگہ سے مہنگی کتابیں خریدتے ہیں اور پیشوا کو فراموش کر دیتے ہیں

[redacted] پیشوا کے دشمن وہ ہیں جو اشاعت بڑھا سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی اشاعت

مذہبی معلومات

بیوی کے فرائض

(جناب مولانا سید ظہور احمد صاحب وحشی مدیر تجلی)

جس طرح مردوں کا یہ فرض ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور ان کے حقوق کا احترام کریں۔ اسی طرح عورتوں کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی رضامندی اور خوشنودی کا غایت درجہ خیال رکھیں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں حکم دیتا کہ کوئی شخص سجدہ کرے تو یقیناً میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی)

حضورؐ نے فرمایا کہ اگر کسی عورت کا انتقال ہوا اور ایسی حالت میں انتقال ہو کہ اس کا خاوند اس سے خوش ہو تو یقیناً وہ جنت میں جائے گی پھر فرمایا عورتوں میں وہ عورت اچھی ہے کہ جس سے اس کا خاوند راضی ہو اور وہ خاوند کی تابعدار اور فرمانبردار ہو اور خاوند کی مخالفت نہ کرے (ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قسم کھاتا ہوں اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جب کوئی شوہر محبت کے ساتھ اپنی بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی تو رب العزت ناراض ہوتا ہے۔ اور وہ عورت اس وقت تک گنہگار ہے جب تک کہ اس کا خاوند اس سے راضی نہ ہو۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک بخت عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کو خوش رکھے اس کا احترام کرے۔ اس کی اطاعت کرے اس کے مال کی حفاظت کرے اور اس کی کمائی کو بیدردی کے ساتھ خرچ نہ کرے۔ (تلخیص اصلاح)

جس شخص کو دو چیزیں حاصل ہو جائیں وہ خوش نصیب ہے ایک تو شکر گزار زبان، دوسرے نیک بخت بیوی۔ (کنز الاخلاق)

جس عورت نے فرائض اسلامی کو ادا کیا اور اپنے شوہر کی اطاعت کی تو اس کے جنتی ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ (مشکوٰۃ)

عورت پر خاوند کی اطاعت واجب ہے۔ جہاں تک ہو سکے کسی بات میں خاوند کی مخالفت نہ کرے۔ (بشرطیکہ وہ امر خلاف شرع نہ ہو) خاوند کی کمائی کو احتیاط کے ساتھ خرچ کرے۔ اگر وہ متفکر اور پریشان ہو تو تسکین آمیز الفاظ کہے۔ اس کی اجازت کے بغیر نفل روزے نہ رکھے طعن و تشنیع سے پرہیز کرے۔ گھر کے خرچ کو آمدنی سے زیادہ نہ کرے کہ باعث ذلت ہے پاک و صاف رہے اور گھر کو صاف رکھے۔ کھانا کھاتے وقت رنج و غم کی باتیں نہ کرے۔ اور شوہر کے بزرگوں کی تعظیم و تکریم کرے۔ خاوند کی برائیوں کو کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرے۔ خاوند کے سامنے غیر ضروری باتیں نہ کرے (ہدایت الزوجین)

حضرت رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا اور اپنے گھر سے وداع کیا تو چند نصیحتیں کیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔ (۱) اے فاطمہ جب تم کوئی کام کرو تو پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا (۲) ہمیشہ نمازی کپڑے پہننا (۳) آنکھوں میں سرمہ لگانا (۴) ہر بات میں سلیقہ کو مدنظر رکھنا (۵) علیؓ کی تابعدار رہنا (۶) ہمیشہ خوشبو کا استعمال کرنا (۷) گھر کو صاف ستھرا رکھنا۔ (طبقات)

شوہر کی عزت کرنا اور اس کی نسبت کا خیال رکھنا عورت کے فرائض میں داخل ہے رسول اللہ صلعم کی ازواج مطہرات آپ کے ساتھ بیحد محبت رکھتی تھیں۔ جب حضور کسی سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو امہات المؤمنین بخیریت واپس آنے کے لئے دعائیں مانگا کرتی تھیں۔ اور جب حضور واپس آجاتے تھے تو شکریہ کے نوافل پڑھتی تھیں (طبقات)

حضور کی صحابیات اپنے شوہروں کے ساتھ نہایت محبت رکھتی تھیں (طبقات)

حمنہ بنت جحشؓ ایک نہایت نیک بخت خاتون تھیں۔ ایک بار ان کے شوہر علیل ہوئے تو وہ متواتر دو مہینہ تک بیدار رہیں اور شوہر کی تیمارداری میں مصروف رہیں۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت زینب (بنت رسول اللہ صلعم) کی شادی ابو العاص سے ہوئی تھی وہ ایک عرصہ تک حالت کفر میں رہے۔ یہاں تک کہ بدر کا واقعہ پیش آگیا اور وہ گرفتار ہو کر رسول اللہ صلعم کے سامنے لائے گئے۔ حضور اکرمؐ نے اسیران جنگ کو فدیہ لیکر رہا کرنا چاہا۔ تمام لوگوں نے اپنے اپنے فدیئے پیش کئے ابو العاص کے پاس کچھ نہیں تھا۔ وہ نہایت متردد ہوئے جب حضرت زینبؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے ایک قیمتی ہار (جو حضرت خدیجہؓ نے بطور یادگار ان کو دیا تھا اور جس کو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی جدا نہ کرتی تھیں) برضا و رغبت اپنے خاوند کے فدیہ میں حضورؐ کے پاس بھیج دیا حضورؐ نے اس کو دیکھا تو سخت رقت طاری ہوئی اور صحابہؓ کے مشورہ سے ابو العاص کو آزاد کر دیا اور ہار بھی واپس کر دیا۔ (ابوداؤد)

حضرت عاتکہؓ کو اپنے شوہر حضرت عبد اللہ بن ابی بکرؓ سے نہایت محبت تھی۔ چنانچہ جب وہ غزوۂ طائف میں شہید ہوئے تو فرط غم سے عاتکہؓ بے ہوش ہو گئیں۔ پھر جب ہوش آیا تو ایک پُر درد مرثیہ کہا

مسلمانوں کی بربادی کے راز

(عزیز حسن بقائی)

۲۷ رجب کو حضور سرکار دوعالم کو معراج ہوئی، اور اس کی خوشی اور معراج کی یادگار ذکر میلاد سے کی جاتی ہے، جو مسلمانوں کا سرمایہ حیات ہے۔ مگر اس ذکر میلاد کے سلسلہ میں بعض ایسی عجیب وغریب حرکتیں مذہب کے نام سے کی جاتی ہیں، جن کا مذہب سے کچھ تعلق نہیں اور جن کو مذہب کے نام سے غیر اقوام کے سامنے پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

کس قدر حیرت انگیز اور شرمناک حرکت ہے کہ ۲۷ رجب کو میلاد شریف ان خوش گلو، اور نوعمر لڑکوں سے پڑھوایا جاتا ہے، جو سراپا فسق و فجور ہوتے ہیں۔ اور مجلس کو دیکھکر مشاعرہ کا شبہ ہوتا ہے۔ یہ پیشہ ور گوییے بجائے سیرت نبوی کے سرکار مدینہ کی نسبت ایسی غلط روایتیں بیان کرتے ہیں جن کا کوئی ثبوت تاریخ وسیر سے نہیں ملتا۔ اور اس قسم کی لغو روایتوں کو سرور کونین سے نسبت دینی آقائے نامدار کی سب سے بڑی توہین ہے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہ پاک اور متبرک مجلسیں محض نام ونمود کی خاطر سودی قرضہ لے کر منعقد کی جاتی ہیں۔ اور ان میں غیر مسلم اقوام کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی ناپاک مٹھائیاں نیاز دیکر تقسیم کی جاتی ہیں۔ اس لئے ایسی تمام مجلسیں جس پاک مقصد سے کی جاتی ہیں، وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اور یہ تمام فسق وفجور، غیر شرعی اور جھوٹی روایتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتساب سودی قرضہ کی رقم، اور ناپاک ہاتھوں کی بنی ہوئی مٹھائی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برہمی اور ناراضی کا باعث ہوتی ہیں اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اگر وہ ذکر ولادت رسالت مآبؐ کی خوشنودی اور حصول برکت کے لئے کرنا چاہتے ہیں تو حسب ذیل امور کا لحاظ رکھیں۔

(۱) لاریب ۲۷ رجب کا روزہ افضل ترین عبادت ہے۔ اس لئے کہ سرکار دوعالم کو معراج ہوئی، اور اس خوشی اور یادگار کا بہترین طریقہ عبادت ہو سکتا ہے اور افضل ترین عبادت روزہ ہے۔

یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ ۲۷ رجب کو روزہ رکھنے سے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور اس ایک روزہ کے بعد رمضان المبارک کے روزوں سے آزادی مل جاتی ہے کیونکہ یہ عقیدہ کہ صرف ہزاری روزہ رکھ لینے کی وجہ سے تمام عمر کے لئے رمضان المبارک کے روزوں کی کفالت ہوتی ہے، گمراہ کن اور غلط ہے۔ اس کا ثبوت کسی معتبر روایت سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح طریقے سے پہونچی ہو نہیں ملتا۔

(۲) معراج کی خوشی میں جو میلاد کی مجلسیں سودی روپیہ قرض لے کر نام ونمود کی خاطر کی جاتی ہیں، اور انمیں بیجا اسراف ہوتا ہے، اور غیر مسلم اقوام کی ناپاک مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، کثرت سے بلا ضرورت روشنی ہوتی ہے، اور غیر ثقہ اور جاہل مولود خواں سے ذکر ولادت شریف پڑھوایا جاتا ہے، جو غلط سلط روایتیں اور دیوان اکبر میرٹھی کی گمراہ کن نظمیں پڑھکر عقائد کو خراب کرتے ہیں، اور غیر مسلموں کو ہنسنے کا موقعہ دیتے ہیں لہذا وہ لوگ جو ایسی مجلسوں کا انتظام کرتے ہیں۔ اور اسمیں شریک ہوتے ہیں، خدا اور رسول کے سامنے اپنی بربادی کے خود جوابدہ ہیں۔ اور اس طرح کی فضول خرچی احکام خدا اور رسولؐ کے خلاف ہے۔

مولود شریف کی مجلسیں ضرور ہونی چاہئیں۔ مگر مولود خواں کوئی ستودہ صفات اور ثقہ مولوی ہونا چاہیئے اور روشنی وغیرہ میں اسراف نہ کیا جائے جتنا روپیہ بغیر قرض لئے موجود ہو اٹھانے میں کچھ حرج نہیں، ناپاک مٹھائیوں کی تقسیم سے گریز کرکے مسلمان حلوائی کی مٹھائیاں تقسیم کرنی چاہئیں کہ ایسی مجالس ہائے میلاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث اور موجب خیر وبرکت ہوتی ہیں۔

(۳) اسی رجب کے مہینہ میں مسلمان اپنے بزرگوں کی سالانہ نیاز دلواتے ہیں، جس کو تبارک کہتے ہیں، اس نیاز کا یہ طریقہ ہے کہ ۴۱ مرتبہ سورہ تبارک الذی پڑھکر مٹھائی اور تنور کی روٹی میدہ کی میٹھی روٹی پر نیاز دی جاتی ہے۔ جس پر لاکھوں روپیہ مسلمانوں کی مفلوک الحال قوم کا خرچ ہو جاتا ہے۔ اور اس رسم کی پابندی میں اس درجہ غلو سے کام لیا جاتا ہے کہ جن مفلس مسلمانوں کے پاس روپیہ نہیں ہوتا، وہ سودی قرضہ لے کر بیوی کا زیور رہن رکھکر محض برادری میں ناک رکھنے کے لئے اپنی قبر آپ کھودتے ہیں۔

جن مسلمانوں کو خدا نے فارغ البالی بخشی ہے وہ اسراف سے بچکر جتنی چادر دیکھیں اتنے پاؤں پھیلائیں والی ضرب المثل پر عامل ہوکر اس طریقۂ ایصال ثواب پر ضرور عمل کریں کہ اس سے بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی ہے، مگر جو غریب اور مفلوک الحال مسلمان ہیں، اُن کو صرف ۴۱ مرتبہ سورہ تبارک پڑھکر چند پیسوں یا چند آنوں کی مسلمان کے ہاتھ کی پاک مٹھائی خرید کر نیاز دینی چاہیئے جس سے خدا اور رسول سب خوش ہوں گے اور بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچ جائے گا اور ان کا غریب خاندان تنگدستی اور تباہی سے بچ جائے گا۔

سرکاری اعداد وشمار سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا مالی تنزل روبہ ترقی ہے۔ اور اگر چند دنوں یہی حالت رہی تو بہت جلد وہ ہندوستان کی متمدن، شریف، اور فارغ البال قوم کے دائرے سے نکلکر مفلس وقلاش اقوام میں شمار ہونے لگیں گے جس کی وجہ مسلمانوں کی وہ فضول خرچیاں اور رسم پرستیاں ہیں، جو نہ فرض ہیں، نہ واجب، نہ سنت ہیں، نہ مستحب اور رہنمایان قوم اور علماء ومشائخ کی تغافل کیشی کی بدولت کروڑوں روپیہ کی زمین ساہوکار سود کے چکر میں برابر ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں دودھ اتنا ہی ذبح؟ زکوٰۃ کے بعد سب سے بڑی اشد اور اہم ضرورت مسلمانوں کی مالی اصلاح کی ہے۔ پھر کیا ہمارے وہ سیاسی رہنما جن کی تمام تحریکات کی آبیاری ان ہی غریب مسلمانوں کی نذر یا چندہ کی بدولت ہے کیا ہمارے علماء و مشائخ جن کی دوکانداریوں کا مدار ان ہی غریب گر عقیدتمند مسلمانوں کی جیبوں میں پنہاں ہے یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی ہمیشہ دودھ دینے والی گائے سود کی کند چھری سے ذبح ہو رہی ہے اور کیا مذکورہ حضرات اگر خدا کیلئے نہیں تو کم از کم اپنی دوکانداری کے قیام اور گاہکوں کی سود بہبود کے خیال سے مسلمانوں کی اس سب سے بڑی اور اہم ضرورت پر کچھ توجہ فرمائیں گے؟ ورنہ یاد رہے کہ خدا اور رسول کے سامنے کل قیامت کے روز ان کو اور صرف ان کو مسلمانوں کی تباہی کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ وما علینا الا البلاغ۔

مرشد کی مصلحت

(از حسن نظامی)

بمی سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

مرید اور چیلے کی حیات اطاعت میں بارہا ایسے نازک وقت آتے ہیں کہ جو کام گرو یا مرشد خود کرتا ہے، یا اپنے چیلے یا مرید سے لینا چاہتا ہے، وہ بظاہر چیلے یا مرید کو خلاف شرع معلوم ہوتا ہے، یا اسمیں کوئی صریح نقصان دکھائی دیتا ہے، اسوقت ہے مرید کا فرض یہ ہے کہ وہ عارف شیراز حضرت خواجہ حافظؒ کے بتلائے ہوئے مشورے پر عمل کرے کہ سلوک کا رہنما اس کی مصلحت سے بے خبر نہیں ہوا کرتا۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض ظاہر پرست جو تصوف کی مشکل ترین راہ سے ناواقف ہوا کرتے ہیں، وہ عام طور پر ان چیزوں کے متعلق اعتراض کر دیا کرتے ہیں، جن کا علم ان کو نہیں ہوتا۔ مگر باطن کی آنکھ اس کا مشاہدہ کرتی ہو شاید ایسے حضرات کے لئے قرآن حکیم کا یہ قصہ کچھ عبرت کا باعث ہو۔

حضرت موسیٰ کو اپنے تبحر علمی کے ناز کی سزا مل چکی ہے، اور خدا کے اس لاڈلے نبی کو علم معرفت سیکھنے کا حکم ہو گیا ہے، اور علم طریقت کے ہادی اعظم حضرت خواجہ خضر کی حضرت موسیٰ کی ملاقات ہو چکی ہے اور حضرت موسیٰ حضرت خضرؑ کے ساتھ رہنے کے لئے اصرار کرتے ہیں، تو آپ کا جواب یہ ہوتا ہے

حضرت خضرؑ: میری آپ کی نہیں بنے گی، اور آپ میرے ظاہری اعمال پر حقیقت سے ناواقف ہو کر اعتراض کریں گے۔

حضرت موسےؑ: میں آپ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کروں گا۔

حضرت خضرؑ: بہتر ہے اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، تو اس کی ایک شرط ہے کہ آپ کی سمجھ میں میرا کوئی فعل نہ آئے، تو اسوقت تک نہ کوئی رائے قائم کیجئے اور نہ مجھ سے دریافت کیجئے، جب تک میں خود نہ بتاؤں۔

حضرت موسےؑ: بہت اچھا۔

اس کے بعد دونوں بزرگ ایک دریا کے کنارے پر پہونچے، ایک کشتی دکھلائی دی، جب قریب پہونچے، تو حضرت خضر نے کشتی والوں سے فرمایا کہ ہمیں بھی کشتی میں بٹھا لو، کشتی والوں نے ان کو بغیر کرایہ کشتی میں جگہ دیدی، اور آپ مع حضرت موسیٰ کے کشتی میں بیٹھ گئے، کشتی روانہ ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد حضرت خضر نے کشتی والوں کی نظر بچا کر کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا، حضرت موسےؑ جن کو باوجود پیغمبر ہونے کے اس وقت تک باطنی علم نہیں دیا گیا تھا، فرمانے لگے کہ یہ آپ نے کیا کیا، جن لوگوں نے آپ کو بغیر کرایہ اپنی کشتی پر جگہ دی، آپ نے ان کی نیکی کا بدلہ یہ دیا کہ کشتی توڑ کر تمام کشتی والوں کو ڈبونے کا سامان کیا۔ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو ان کا عہد یاد دلایا اور کہا کہ میں نہ کہتا تھا کہ تم مجھ پر ان باتوں کے متعلق اعتراض کروگے، جن کا علم تم کو نہیں، حضرت موسےؑ نے ندامت کے ساتھ آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔

دریا پار ہونے کے بعد دونوں ایک گاؤں میں پہونچے، چند بچے کھیل رہے تھے، حضرت خضرؑ نے ان میں سے ایک کو پکڑ کے ذبح کر دیا، حضرت موسیٰ کی ظاہر بیں طبیعت اس خون ناحق کو برداشت نہ کر سکی اور آپ نے پھر اعتراض کیا، حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ بس اب آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، حضرت موسیٰؑ نے پھر معافی مانگی اور کہا کہ اگر پھر کوئی اعتراض کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے گا۔

اس کے بعد دونوں ایک اور گاؤں میں پہونچے۔ اس گاؤں کے رہنے والوں نے ہر دو حضرات کو نہ ٹھیرنے کے لئے جگہ دی اور نہ کچھ کھلایا پلایا۔ دونوں بھوکے واپس چلے، راستہ میں ایک شکستہ دیوار نظر پڑی حضرت خضرؑ نے اس دیوار کو درست کر دیا، حضرت موسیٰؑ سے پھر ضبط نہ ہو سکا اور فرمانے لگے کہ جس گاؤں کے لوگوں نے آپ کی بات تک نہ پوچھی ان کے لئے آپ اتنی تکلیف و محنت کیوں گوارا کر رہے ہیں؟ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا بس اب میرا آپ کا ساتھ نہیں رہ سکتا، وعدہ کے مطابق علیحدگی اختیار کیجئے۔ اگر آپ صبر سے کام لیتے تو بہت سے اسرار و حقائق آپ پر کھلتے۔

سنیئے جو کشتی میں نے خراب کی تھی، اسمیں یہ مصلحت تھی کہ دوسرے کنارے پر ایک غاصب بادشاہ کے حکم سے تمام اچھی کشتیاں ضبط کی جا رہی تھیں شکستگی کی وجہ سے وہ کشتی ضبط سے بچ گئی۔ اور اس لڑکے کی خون کی یہ حقیقت ہے کہ اس کے والدین بڑے خدا پرست تھے اور یہ لڑکا بڑا ہو کر بڑا کافر ہوتا۔ جس کی وجہ سے نہ معلوم کتنے خدا کے بندے گمراہ ہوتے، اس لئے میں نے حسب الحکم اس کا قصہ تمام کیا، دیوار درست کرنے کی ضرورت اس لئے تھی کہ اس دیوار کے نیچے یتیموں کی امانت ان کے باپ نے مرتے وقت دفن کر دی تھی، اس دیوار کے گرنے سے وہ روپیہ دوسرے لوگ کھا جاتے اب یہ دیوار اور خزانہ دونوں محفوظ ہیں۔

اس کے علاوہ صدہا قصے بزرگان دین کے لکھے جا سکتے ہیں جن کو ظاہر پرست آنکھیں خلاف شریعت سمجھ کر معترض ہوئیں۔ مگر چونکہ وہ حقیقت سے ناآشنا اور علم معرفت سے بے بہرہ ہوتی تھیں، اس لئے انکو اعتراض کا موقع ہوتا تھا، بگر پیر جیلی کی گرو بھگتی، گرو سے پریم، مرشد سے عقیدت ایسی ہونی چاہیئے کہ تغیر قلب میں کسی قسم کا شبہ پیدا ہوئے اور بغیر یہ غور کئے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ مرشد کے ہر حکم کی اطاعت کرے، اگر تم گرو سے پریم رکھوگے، تو خدا بھی تم پر مہربان ہوگا، کیونکہ مرشد کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ بس جو لوگ روحانی ترقی کرنی چاہتے ہیں ان کا فرض ہے کہ مرشد کے ہر حکم کی تعمیل اپنی سعادت سمجھیں اور موسیٰؑ کی طرح بات بات میں بحث نہ کریں۔ کیونکہ سالک راہ طریقت اس کی مصلحت سے باخبر ہوتا ہے۔ ورنہ خوب یاد رکھو کہ جو لوگ اپنے مرشد کے احکام بجا لاتے وقت شک شبہ میں مبتلا رہتے ہیں، ان کی منزل عرفان بہت دور ہے ؏

کیا حضرت خضر و الیاس زندہ ہیں؟

حضرت مولانا مفتی سید محمود صاحب نقشبندی سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ [illegible] شاہ کی گئی صحبت میں حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی اور آپ کا کچھ حال دریافت کیا جاتا ہے قرآن مجید میں صراحتاً تو کیا نہ حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر موجود نہیں ہے لیکن بخاری مسلم ترمذی وغیرہ کی احادیث میں سورۂ کہف کی اس آیت فوجدا عبدا من عبادنا کی تفسیر میں عبد سے مراد حضرت خضر لئے گئے ہیں۔ تفسیر کبیر میں وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ آپ جس جگہ بیٹھتے یا عبادت کرتے وہ جگہ سبزہ زار ہو جاتی تھی اس لئے آپکو خضر (سبز) کہتے ہیں۔ بہرحال یہ امر یقینی ہے کہ آپ بھی پیغمبر تھے اگرچہ آپ کی پیغمبری مختلف فیہ ہے لیکن اکثر کے نزدیک اصح ہے۔ سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک بندہ کا مفصل قصہ موجود ہے (جو اس اشاعت کے صفحہ　　پر موجود ہے) اور بہت سی صحیح احادیث بھی موجود ہیں کہ وہ ایک بندے حضرت خضر تھے بہرحال قرآن کی بعض آیات آپکی نبوت پر دال ہیں جو آپ کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ ہر دلیل کا جواب بھی دیا ہے جس سے امام موصوف کا خیال معلوم ہو سکا۔ حضرت خضر علیہ السلام کی نسبت حضرت خاتم الفقہاء والمحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اپنی مشہور کتاب شرح سفر السعادت سے نقل کی جاتی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنی تحقیق سپرد قلم کریں حضرت شیخ کی تحریر کو اعلیٰ و اولیٰ سمجھتے ہیں۔ عبارت ذیل سے ہمیں دو فائدے حاصل ہونگے ایک یہ کہ ہمیں حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کے متعلق صحیح عقیدہ کا علم ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ حضرت خضر علیہ السلام کی نسبت غیر معتبر عقاید رکھتے ہیں ان کی اصلاح بھی ہو جائیگی۔

حضرت خضر علیہ السلام کا وجود اور ان کی صحبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بخاری مسلم ترمذی کی احادیث میں فوجدا عبدا من عبادنا کی تفسیر کے اندر ثابت ہو چکی ہے اور بعض کتب تواریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خضر کی بعثت کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا اور بعض کتابوں میں حضرت خلیل علیہ السلام کی وفات کے بعد کا ذکر بھی ہے۔ نیز حضرت خضر کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین اور مشائخ طریقت کے زمانہ میں بھی آثار و اخبار سے ثابت ہوا ہے۔ اگر اصطلاح محدثین کی بنا پر ان روایات میں کچھ کلام ہو تو جائے تعجب نہیں لیکن جس کثرت طرق سے وہ روایتیں مروی ہیں ممکن ہے کہ وہ اس شک کی تلافی کر سکیں حضرت خضر کا تذکرہ حضرت غوث الثقلین محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کتب مناقب میں بہت پایا جاتا ہے۔ مصنف نے جو کہا ہے کہ "حضرت خضر علیہ السلام کے وجود و حیات کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی" اس کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث اس کے متعلق ثابت نہیں ہے۔ بے شک اس میں گفتگو نہیں کر سکتے (کیونکہ کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے) اور جس حدیث سے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انکار ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ لو کان الخضر حیا لزارنی (اگر خضر زندہ ہوتے تو میری زیارت کرتے) اس کے متعلق مجمع البحار میں مقاصد حسنہ سے نقل کر کے کہا گیا ہے کہ یہ قول مرفوعاً ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ اس شخص کا کلام ہے جو خضر کی حیات کا منکر ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر ذی نفس کی عمر سو سال سے زیادہ نہ ہوگی اس حدیث کو وہ لوگ سند میں پیش کرتے ہیں جو خضر کی حیات کے قائل نہیں ہیں۔ مگر یہ حدیث باعتبار اکثر و اغلب عموم کے فرمائی گئی ہے اور ان وجوہ کے ساتھ مخصوص ہے کہ خضر ان کے سبب اس حکم سے خارج ہیں۔

اور بعض کتابوں میں حضرت خضر و الیاس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت مذکور ہے جسے شیخ احمد ابن ابی بکر الصوفی المحدث نے اپنی کتاب میں مع اسناد جمع کیا ہے اور جزری نے حصن حصین میں مستدرک حاکم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک جسیم اور خوبصورت سفید ریش شخص آیا اور رونے لگا اور صحابہ سے تعزیت کی پھر واپس چلا گیا۔ حضرت ابوبکر و علی نے فرمایا کہ یہ خضر تھے۔ نیز امام سیوطی نے جمع الجوامع کے اندر ابن عساکر سے نقل کیا ہے کہ محمد بن المنکدر نے کہا کہ حضرت عمر ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے کہ یکایک غیب سے آواز آئی "خدا تم پر رحم کرے نماز میں جلدی نہ کرو" حضرت عمر نے کچھ دیر انتظار کیا تو ایک شخص صف میں داخل ہو گیا۔ پھر حضرت عمر نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد اس شخص نے کہا۔ خداوندا اگر تو اس مرنے والے پر عذاب کرے تو یہ تیرا بہت ہی گنہگار رہا ہے اور اگر تو اسے بخش دے تو وہ تیری رحمت کا امیدوار ہے۔ حضرت عمر اور تمام نمازیوں نے اس شخص کو دیکھا۔ جب مردہ کو دفن کر چکے تو پھر اس شخص نے کہا اے صاحب قبر تجھے خوشی حاصل ہو اور تیری قبر ٹھنڈی رہے الخ۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ اس شخص کو پکڑو کہ میں اس سے دریافت کرونگا کہ وہ کون ہے؟ اس کے بعد وہ نظروں سے غایب ہو گیا۔ ہم نے اس کے نقش قدم کو دیکھا تو ایک ذراع تھا۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا واللہ یہ خضر تھے 19
جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے۔ تنزیہ الشریعۃ میں روایت ہے کہ رباح ابن عبیدہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک شخص کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ کا تکیہ لگائے کھڑا ہے میں نے اپنے دل میں کہا یہ عجیب آدمی ہے جو اس طرح کھڑا ہے۔ پھر میں نے حضرت عمر سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھا جو تمہارے ہاتھ کا تکیہ لگائے کھڑا تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا کیا تم نے اس کو دیکھا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تم بہت راست باز آدمی ہو میں تم کو مرد صالح جانتا ہوں اور وہ شخص میرا بھائی خضر تھا۔ و این حدیث را تضعیف کردہ اند مگر ابن حجر کے نزدیک حضرت خضر کے متعلق یہ حدیث صحیح ترین احادیث ہے۔ اگرچہ رباح میں لوگوں کو کچھ کلام ہے لیکن ابن معین وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے نیز عمرو بن عوف کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز ادا فرماتے تھے۔ اس وقت آپ نے دیوار کے باہر کسی کہنے والے کو سنا جو یہ کلمات کہہ رہا تھا اللھم اعنی علی ما ینجینی مما خوفتنی (اے خدا میری مدد کر اس چیز پر جو مجھے نجات دے اس چیز سے کہ جس سے تو نے ڈرایا ہے) پس صحابہ اس کو دیکھنے گئے تو وہ خضر تھے۔ نیز حضرت انس سے اسی کے مثل روایت ہے اور ان کی حدیث میں حضرت خضر کے دعا میں آخری الفاظ یہ تھے اللھم اجعلنی من ہذہ الامۃ المرشدۃ المرحومۃ المتاب علیہا نیز امیر المومنین حضرت علی سے مروی ہے کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا میں نے ایک شخص کو کعبہ کے پردے پکڑے ہوئے دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا یا من لا یشغلہ سمع

عن سمع یا من لا تغلطہ المسائل یا من لا یبرمہ بالحاح الملحین
اذ قنی برد عفوک وحلاوۃ رحمتک۔ یعنی اے کہنا اے بندہ خدا۔
پھر پڑھو اس نے کہا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں خضر کی جان ہے۔ وہ خضر تھے جو شخص ان کلمات کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھے بخشا جائیگا اگرچہ اس کے گناہ مثل ذرات ریگ یا قطرات بارش یا اوراق درخت کے برابر ہوں" دلیکن محدثین را در تمامہ ایں روایات سخن است" واللہ اعلم

اب حضرت خضر علیہ السلام کے وجود اور ان کی حیات کا ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں حضرت شیخ نے اس باب میں اُن تمام روایات کو جمع کردیا ہے جو حضرت خضر کی زندگی کے متعلق وارد ہوئیں لیکن معیار اصول حدیث پر کوئی ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے محدثین تسلیم نہیں کرتے۔ انشاء اللہ آئندہ حضرت الیاس علیہ السلام کی زندگی کے متعلق باقی ماندہ مضمون لکھا جائے گا بشکریہ سفر السعادت صفحہ ۵۱۳

دو ترجمہ والا کیا خوب والا قرآن شریف

ترجمہ اول زیر متن حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی ترجمہ دوم با محاورہ برحاشیہ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی بصدقہ نظر ثانی شدہ موصوف معہ مقدمہ مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی قبلہ مفسر عام فہم تفسیر مدفون ضمیم و برحاشیہ فوائد موضح القرآن۔ ابھی چھپکر تیار ہوا ہے خط کی پاکیزگی الفاظ کی نشست حرفوں کی موزونی کاغذ کی نفاست چھپائی کی صفائی بلحاظ اعلی درجہ کی قابل دید ہے اس شان کا کلام مجید آج تک آپ کی نگاہوں سے نہ گذرا ہوگا زیر متن ترجمہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی کا درج ہے جس کو مسلمانوں کے تمام فرقے مقبولیت کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں دوسرا ترجمہ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی کا ہے جو حاشیہ کے پہلے حصہ میں درج کیا گیا ہے یہ ترجمہ زمانہ حالی کی زبان میں بامحاورہ کیا گیا ہے تمام محذوفات ومقدرات کو خطوط وحدانی میں ظاہر کردیا گیا ہے ترجمہ کیا ہے مختصر تفسیر ہے زبان شستہ ہے مطالب قرآن کے مفہوم کو اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ کم لیاقت کے آدمی کی سمجھ میں بھی بخوبی آجاتا ہے ملک میں درجہ قبولیت حاصل کرچکا ہے یہ ترجمہ دو ایک جگہ اور بھی چھپا ہے مگر چونکہ اس پر نظر ثانی فرمائی ہے اور ترجمہ میں بین القوسین تفسیر بیان القرآن کا ٢٠
اضافہ بھی کیا ہے اس لئے حضرت قبلہ کا یہ ترجمہ بالکل نیا اور انوکھا ہے گویا یہ ترجمہ بھی ہے اور تشریح بھی یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمہ حاشیہ پر رکھا ہے ورنہ زیر متن اس قدر رکھجان ہوجاتا کہ پڑھنا مشکل ہوتا۔ دوسرے دو ترجمے زیر متن ہونے سے قرآن شریف کا قلم خفی ہوجاتا اب یہ قرآن شریف جلی قلم بھی ہے لفظی ترجمہ والا بھی ہے بامحاورہ ترجمہ معہ تشریح مولانا اشرف علی صاحب بھی ہے تفسیر موضح القرآن و فوائد القرآن والا بھی ہے صرف ایک اس قرآن شریف کے لینے سے آپ کو چار چیزیں مل جاتی ہیں۔

صحت قرآن شریف بہت اہم و ضروری ہے اور اس کے لئے جسقدر انسانی کوشش کو دخل ہے وہ سب اسمیں صرف کردی ہے اور اسی پر اعتماد کرکے دعوی ہے کہ انشاء اللہ پورے قرآن شریف میں ایک غلطی بھی نہیں نکلے گی کتابت ایک ایسے ماہر فن کی جو منشی ممتاز علی قبلہ مہاجر مکی کے خصوصی شاگرد ہیں اور ان کی خوشنویسی کی دھوم ہے ان سب باتوں کی تصدیق تو صرف دیکھنے سے ہوسکتی ہے۔

اول میں مبسوط مقدمہ لگایا گیا ہے جس کے چار حصے ہیں پہلے حصہ میں عیسائیوں اور آریوں کے ان اعتراضوں کا جواب ہے جو انہوں نے آیات کلام الہی پر کئے ہیں آج کل ان لوگوں نے ایک طوفان بے تمیزی بپا کر رکھا ہے جابجا تقریریں کرتے پھرتے ہیں اور ناواقف مسلمان ان کو سنکر پریشان ہوتے ہیں اور بوجہ ناواقفیت کافی جواب نہیں دے سکتے ہماری استدعا پر **مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی** مدظلہ نے ان اعتراضات کے جوابات لکھکر مرحمت فرمائے ہیں جو مقدمہ کے شروع میں ہیں دوسرے حصہ میں آفرینش عالم ماخوذ از توریت شریف انسانوں سے پہلے زمین کی آبادی۔ تخلیق آدم۔ آدم کا بہشت سے اخراج۔ زمین پر آنا۔ اور ان کی توبہ قبول ہونا۔ آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں کی مفصل سوانحعمری معہ آپ کے حواریوں کے درج ہے تیسرے حصہ میں ایام جاہلیت کا بیان۔ آنحضرت کی نبوت کی ضرورت۔ ولادت۔ غزوات۔ وفات۔ خلافت راشدہ معہ حالات سیدنا امام حسین علیہ السلام چوتھے حصے میں فضائل القرآن۔ خواص القرآن۔ آداب القرآن واسرار القرآن۔ خواص سورہ اعمال ہر سورۃ کا نقش اس کے علاوہ تمام وہ ضروری مضامین جن کی قرآن شریف کی تلاوت میں ضرورت ہے۔

جلد نہایت خوشنما چرمی نقرئی کار تقطیع ۷ × ۱۱ انچہ۔

ھدیہ ۔ مجلد چرمی فی جلد صرف پانچ روپے محصول ۱۳؍

ملنے کا پتہ:- **منیجر رسالہ پیشوا دہلی**

پیشوا آپ کا اپنا رسالہ ہے اسکی اشاعت جتنی بڑھیگی اُتنی زیادہ آپ کی وقعت ہوگی۔

ناموران اسلام

(از جوائنٹ ایڈیٹر)

امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام ایام جاہلیت میں عبدالکعبہ تھا' سرور کائنات نے عبداللہ رکھا' اور کنیت ابوبکر' اور چونکہ زمین پر سیدالمرسلین کی رسالت کا اقرار سب سے پہلے آپ نے ہی کیا تھا' اس لئے آپ صدیق اکبر ہوئے۔ آپ قریش کے معزز خاندان میں سے تھے' اور آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ آپ ہی کو اس نیلگوں آسمان کے نیچے اور اس وسیع خطہ ارضی پر یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے فخر کائنات کے ساتھ نماز ادا کی۔ اور آپ کے قبول اسلام کی وجہ سے اکثر قریش مسلمان ہوئے۔

فضائل و مناقب

حضرت میمون بن مہران صحابی سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک علیؓ اور ابوبکرؓ میں کون افضل ہے؟ تو آپ نے غصہ میں ارشاد فرمایا کہ "مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ میں ایسے زمانہ میں زندہ رہونگا جس میں اسلام کے ان دونوں فرزندوں کے متعلق موازنہ کیا جائے گا۔ آپ نے کبھی سرکار دوعالم کی اجازت کے بغیر حضور کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ عشق رسول اور رضامندی خدا کے لئے اپنے وطن عزیز اور اہل وعیال کو چھوڑ کر تمام انصار و مہاجرین سے پہلے سفر ہجرت میں ہمرکاب ہوئے۔ رفیق غار کا فخر آپ کے علاوہ کسی کو میسر نہ ہوا۔

حضرت علیؓ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک شجاع کون ہے؟ تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کا نام لیا۔ مکہ معظمہ میں جب کفار نے یورش کر کے فخر کائنات کو پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا تو سوائے صدیق اکبر کے کسی کو جرات نہ ہوئی کہ ان وحشی حملہ آوروں کے نرغہ میں سے آپکو نکالے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکار نامدار نے فرمایا کہ "میں سب کا احسان اتار چکا' مگر ابوبکر صدیقؓ کا احسان باقی ہے' اس کا بدلہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ دے گا۔ کسی شخص کے مال سے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہونچا' جتنا ابوبکرؓ کے مال سے۔ حضرت بلالؓ جیسے عاشق رسول کی قید غلامی سے گرانبہا معاوضہ پر آزادی کے علاوہ آپ نے اپنے مال سے نازک ترین اوقات میں اسلام کی مدد کی۔ جنگ تبوک کے موقع پر تو آپ نے اپنا سارا مال راہ خدا میں دیدیا۔ عرب اور بالخصوص قریش میں آپ سب سے بڑے نساب تھے۔ آپ نے مشکوٰۃ نبوت سے ابتدا البعثت سے وصال تک فیض اٹھایا۔ اور یہ فخر بھی آپ ہی کو حاصل ہے کہ نصف اسلام آپکی محترم صاحبزادی (حضرت عائشہ) کے ذریعہ مسلمانوں تک پہونچا۔ جن کو تاجدار دوعالم بہت زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اور جنہیں افترا کی تردید کیلئے خدائے عزوجل نے سورۂ نور کے پورے دو رکوع نازل کئے وہ آپ ہی کی صاحبزادی تھیں' واقعہ معراج کی تصدیق سب سے پہلے آپ ہی نے کی۔

خلافت صدیقی کے اہم ترین واقعات

خلافت صدیقی کا سب سے اہم کارنامہ تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے بے مثل تدبر سے اسوقت انصار و مہاجرین میں تلوار چلنے سے روکی۔ جبکہ انصار نے سرکار دوعالم کی آنکھیں بند ہوتے ہی خلافت کو اپنا حق سمجھکر اپنے لئے ایک خلیفہ کا حق جائز سمجھ لیا تھا۔ اور مہاجرین سے کہدیا تھا کہ تم بھی اپنے لئے ایک خلیفہ مقرر کر لو۔ یہ وقت فرزندان اسلام کے لئے طامۃ الکبریٰ تھا' سرکار دوعالم کی تجہیز و تدفین تک نہیں ہوئی۔ اسلامی سرحدوں کے قریب کفار اور مرتدین نے یورشیں کر رکھی ہیں انصار و مہاجرین اپنی اپنی تلواروں کو میان سے باہر نکالنے کے لئے قبضوں پر ہاتھ ڈال چکے
۲۱ ہیں اور بلاشبہ اگر اسوقت صدیق اکبر سقیفہ بنو سعد میں نہ پہونچتے تو اسلام کا خاتمہ تھا۔ مگر وہ خدا جس نے ہمیشہ اپنے مخلص بندوں کی مدد کی ہے اسوقت کیونکر غافل رہ سکتا تھا' اس لئے اپنے پسندیدہ مذہب (اسلام) کو بچانے کے لئے صدیق اکبر میں غیر معمولی تدبر کی روح پھونکدی۔ اور آپ نے اپنی تقریر سے مہاجرین و انصار اعلی اللہ مقامہم کو پھر اسی طرح ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا' جس طرح اب سے چند گھنٹے پہلے وہ ایک دوسرے کے رفیق تھے۔ اور آپ نے خلافت کے لئے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو پیش کر کے انتہائی تدبر و ایثار کا ثبوت دیا۔ مگر حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ نے آپکی بزرگی اور خلافت کے لئے استحقاق کا اعتراف کرتے ہوئے سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ان دونوں حضرات کی بیعت کے بعد سوہزار انصار و مہاجرین کے گروہ نے متفقہ طور سے آپ کی بیعت کر کے آپ کو خلیفہ رسول تسلیم کرلیا۔ اس اہم کام سے فارغ ہوکر اور دوسرے روز تجہیز و تکفین رسول سے فارغ ہوکر آپ نے منبر رسول پر بیٹھکر بیعت عامہ کے بعد فرمایا کہ

"اے لوگو! میں تمہارا سردار بنایا گیا ہوں' حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں پس اگر میں نیک کام کروں تو تمہارا فرض ہے کہ میری مدد کرو' اور اگر میں کوئی غلط راہ اختیار کروں تو تمہارا فرض ہے کہ مجکو سیدھے راستہ پر قائم کرو۔ راستی و راست گفتاری امانت ہے۔ اور دروغگوئی خیانت' تم میں جو ضعیف ہو وہ میرے نزدیک قوی ہے' اور جب تک کہ میں اس کا حق نہ

دلوا دوں اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہو جب تک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں۔ تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرنا کہ جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے' وہ ذلیل ہو جاتی ہے جب تک میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرنا' اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم میرا ساتھ چھوڑ دو۔ کیونکہ پھر تم پر میری اطاعت فرض نہیں"

اللہ اللہ! اس مختصر خطبہ میں کس قدر بلاغت ہے کہ تمام اسلامی تعلیم کی روح آگئی ہے جس پر عمل کی ہدایت فرماتے ہیں۔

بہرحال اس خطبہ کے بعد آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جس لشکر کو فخر کائنات نے حضرت اسامہؓ بن زید کی سرداری میں قبیلہ روم کی یلغار کی روک تھام اور گوشمالی کے لئے روانہ کرنے کی تیاری کی تھی' اور جو سرکار دو عالم کی وفات کی وجہ سے ٹھہر گیا تھا' اسکو فوراً جنگی ہدایات دیکر روانہ کیا۔ حالانکہ کبار صحابہ مصلحت وقت کی وجہ سے اس لشکر کو مدینہ میں روکنا چاہتے تھے۔ مگر ابوبکرؓ کی دوربین نظر کچھ اور دیکھ رہی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ کے خلافت نشین ہوتے ہی بدبختی سے ایک ایسا گروہ نمودار ہوا جس نے ادعار اسلام کے باوجود زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا۔ اور اس گروہ کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ صحابہ کرام باقتضائے بشریت کافی پریشان تھے کہ اس فتنہ کا استیصال کیونکر ہو؟

فتنہ ارتداد کی ہمہ گیری کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ' مکہ معظمہ اور طائف کے علاوہ تمام ملک عرب مرتد ہو گیا' اور خدائے واحد کی پرستش کی جگہ پھر بتوں کی پرستش ہونے لگی۔ اور سونے پر سہاگہ جھوٹے نبیوں کا دعویٰ نبوت اور خروج تھا۔ مگر اس وقت بھی صدیق اکبرؓ کا عدیم النظیر استقلال اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے لے گیا' اور جب مرتدین کے وفود مدینہ میں آئے' اور زکوٰۃ کی معافی کے خواستگار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ

"خدا کی قسم اگر زکوٰۃ کا ایک جانور یا ایک دانہ بھی قبیلہ ادا نہ کریگا تو میں اس سے ضرور قتال کروں گا"

اس خشک جواب نے بغاوت پر اور تیل چھڑکا اور بغاوت کے شعلے تیزی سے بلند ہوئے مگر عزم و استقلال کا کوہ وقار اپنی جگہ سے نہ سرکا حالانکہ حالت یہ تھی کہ جیش اسامہ رومیوں سے برسرپیکار تھا' مرتدین جو نواح مدینہ میں آباد تھے' مدینہ پر حملہ کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ مگر آپ اپنی قوت تدبیر سے سب پر غالب آئے۔ اور ۱۱ سرداروں کی سرکردگی میں تادیبی مہمیں روانہ کیں۔ مدینہ کو فوج سے خالی دیکھکر مرتدین نے مدینہ پر حملہ کیا۔ خلیفہ رسول نے خود تلوار میان سے باہر نکالی' اور شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ پانچ چھ گھنٹہ کی خونریز جنگ کے بعد دشمنان اسلام کو شکست ہوئی' اس طرح جھوٹے نبی قتل ہوئے۔ اور جو فوج حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن الولیدؓ سیف اللہ کی سرکردگی میں ایرانی سرحدوں کی دیکھ بھال کے لئے روانہ کی تھی' وہ عراق میں فاتحانہ انداز سے ملک پر ملک فتح کرتی ہوئی گھسی چلی گئی۔ اور خدا نے اپنی نصرت سے مسلمانوں کی اعانت کی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ایران و روم کی جن سلطنتوں کی مسلمانوں نے اینٹ سے اینٹ بجا کر ان کو اسلامی حکومت کے زیر نگیں دور فاروقی میں کیا اس کی بنیاد صدیق اکبرؓ ہی کے مبارک ہاتھوں سے پڑ گئی تھی۔ کیونکہ سیف اللہ جیسے قائد اعظم اور فاروق اعظمؓ جیسے مدبر اور امین الامۃ جیسے وزیر مال حضرت علیؓ جیسے مشیر آپ کے دست راست تھے۔

جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے ہیں تو اس وقت بھی آپ اپنی معاش تجارت کے ذریعہ حاصل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز آپ دو چادریں بغرض تجارت میں لئے ہوئے جا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ راستہ میں مل گئے۔ دریافت کیا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا بازار۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اب آپ یہ دھندے چھوڑ دیں۔ آپ مسلمانوں کے امیر ہو گئے ہیں"۔ آپ نے فرمایا کہ پھر میں اور میرے اہل و عیال کہاں سے کھائیں گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ کام ابو عبیدہؓ کے سپرد کیجئے۔ چنانچہ اسی وقت دونوں حضرات ابو عبیدہؓ کے پاس گئے۔ اور ان سے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میرا اور میرے اہل و عیال کا نفقہ مہاجرین سے وصول کر دیا کرو۔ ہر چیز معمولی حیثیت کی چاہیئے۔ گرمی اور جاڑے کے کپڑوں کی ضرورت ہوگی۔ جب پھٹ جایا کریں گے تو ہم واپس کر دیا کریں گے۔ اور نئے لے لیا کریں گے"۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے آپ کے لئے حسب خواہش انتظام کر دیا۔

وفات ۲۲ اور ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ کی درمیانی شب میں آپ نے ۱۵ روز بخار میں مبتلا رہکر انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ صحابہ میں کہرام مچ گیا' اور رفیق غار کو صاحب غار کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

انتقال سے پہلے آپ نے صحابہ کرام کی مقتدر جماعت سے مشورہ کر کے حضرت عمرؓ کا انتخاب خلافت رسول اللہ پر کیا۔ جس کو بالاجماع سب نے تسلیم کیا۔

وفات کے روز آپ نے امہات المومنین حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ "میرے مرنے کے بعد یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے تھے اور یہ بڑا پیالہ جس میں ہم کھاتے تھے' اور یہ دو چادریں عمرؓ کے پاس بھیج دینا۔ کیونکہ یہ تمام اشیاء بحیثیت خلیفہ کے ہمارے قبضہ میں تھیں"

حضرت ابوبکرؓ نے بیت المال میں کبھی کچھ جمع نہ ہونے دیا۔ جو آیا مسلمانوں پر تقسیم کر دیا یا ضرورت جنگ پر خرچ کیا۔ وفات کے بعد جب بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو بالکل خالی پایا۔

تاریخ کے صفحات آپ کی دیانت' تدبر' زہد و تقویٰ' ریاضت و مجاہدہ شجاعت و مروت سے بھرے پڑے ہیں۔ خدا سب مسلمانوں کو آپکے اتباع کی دولت سے مالا مال کر دے۔ آمین۔

رسائل کا عطر

اسلام میں اہنسا

(مسٹر ویجی گووندجی بھادیسائی کے قلم سے)

اسلام میں جبر نہیں یہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ بعض غیر تاریخی وجوہ سے ہندوستان میں اسلام کو تشدد کا مترادف مانا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمان فاتحوں نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لے کر ممالک کو تاخت و تاراج کیا۔ لیکن ہم قرآن کی سورۂ ۲ آیت ۲۵۶ میں پڑھتے ہیں کہ "مذہب میں کوئی تشدد نہ ہونا چاہیئے" دسیل صاحب کا ترجمہ "مذہب میں کوئی جبر نہیں ہے" جیسا کہ علامہ ابو الفضل الہ آبادی نے ترجمہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول عربی جبراً مسلمان بنانے کی حمایت سے اس قدر مبرا تھے کہ اس خاص آیت میں جیسا کہ کہا جاتا ہے آپ نے بعض اول درجہ کے مریدوں کو ہدایت کی گئی ہے جن کے فرزندوں نے بت پرستی یا یہودیوں کے مذہب میں پرورش پائی تھی اور جو ان فرزندوں کو مجبور کر کے مذہب اسلام میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ اگر ایک باپ کو یہ نہیں چاہیئے کہ وہ اپنے بیٹے کو جبراً مسلمان بنائے تو یہ عیاں ہے کہ اجنبیوں کو مسلمان بنانے کے لئے تو جبر قطعی طور پر خارج از بحث ہے۔

شرافت اور انسانیت والا شخص یہ امر واقعہ ہے کہ ذاتی طور پر تو رسول عربی ایک ایسے شخص تھے جن میں بڑی انسانیت اور شرافت تھی۔ آپ کی نسبت کہا گیا تھا کہ "آپ اس سے زیادہ باحیا تھے جتنی پردہ میں رہنے والی ایک کنواری عورت ہوتی ہے" آپ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کے ساتھ بڑی رعایت کرتے تھے۔ اور آپ غلاموں کے ساتھ نرمی کا حکم دیتے تھے۔ ضعیفوں کا مضحکہ اڑانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ آپ کا ملازم خاص کہتا ہے کہ میں دس سال رسولؐ کے پاس رہا اور آپ نے مجھے لفظ اف بھی نہیں کہا آپ نے مجھے کبھی یہ نہیں کہا کہ "تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا" اور نہ کبھی یہ کہا کہ "تم نے یہ کام کیوں کیا؟"

عمر بھر کسی کو نہ مارا آپ بچوں سے بڑا انس رکھتے تھے آپ ان کو سینے میں روک لیتے تھے اور ان کے سر و منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ آپ بچوں کے ساتھ اچھلتے کودتے تھے اور ان کے کھلونوں سے کھیلتے تھے۔ آپ نے اپنی عمر بھر کسی کو نہیں مارا۔ آپ نے بدترین الفاظ جو کبھی مذہب کی تبدیلی کے متعلق کہے تھے کہ "اسے کیا ملا ہے؟ خدا کرے کہ اس کا چہرہ خاک سے سیاہ ہو۔ جب آپ سے کہا گیا کہ فلاں شخص کو بددعا دیں تو آپ نے جواب دیا کہ میں بددعا دینے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ انسانوں کے ساتھ رحم کا سلوک کرنے کو آیا ہوں۔" آپ مسلم و غیر مسلم کی مزاج پرسی کرنے جاتے تھے۔ اور جو جنازہ آپ کو ملتا تھا۔ آپ اس کے ہمراہ ہو لیتے تھے آپ ایک غلام کی دعوت بھی قبول کر لیتے تھے۔ اپنے کپڑوں کی خود مرمت کرتے تھے۔ جن میں بعض اوقات خود پیوند لگاتے تھے۔ مصافحہ کرتے وقت آپ اپنا ہاتھ پہلے نہیں ہٹاتے تھے۔ اور نہ آپ کسی اجنبی کے ساتھ باتوں کا خود خاتمہ کرتے تھے۔ اور نہ آپ کسی کی بات سننے سے اپنے کان پھیرتے تھے۔ (لین پول)

والدہ کی قبر پر گریہ وزاری رسول عربیؐ میں انسانوں میں سب سے زیادہ انسانیت تھی۔ جب آپ اپنی والدہ کی قبر پر جاتے تو روتے تھے۔ اور ان لوگوں کو بھی رلاتے تھے جو اس وقت آپ کے گرد و پیش ہوتے تھے۔ ۲۳

رسول اللہؐ کی خیرات آپ جس قدر سادہ اطوار رکھتے تھے اسی قدر مخیر بھی تھے آپ اپنی بیویوں کے ساتھ معمولی جھونپڑوں کی ایک قطار میں رہتے تھے یہ جھونپڑے کھجور کی ٹہنیوں کے ذریعے جن پر مٹی لیپی جاتی تھی ایک دوسرے سے جدا تھے۔ آپ خود آگ جلاتے۔ اور جھونپڑوں میں جھاڑو دیتے تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ کھانا ہوتا تھا اس میں ان لوگوں کو حصہ دیتے تھے جو آپ کے پاس جاتے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کے مکان کے باہر ایک بنچ پڑی رہتی تھی اور اس پر ہمیشہ ایک تعداد ان غریبوں کی بیٹھی رہتی تھی جن کا گزارہ بالکل آپ کی خیرات پر منحصر تھا اور اس لئے ان غریبوں کو بنچ والے لوگ (اصحاب صفہ) کہا جاتا ہے۔ آپ کا معمولی کھانا کھجوریں اور پانی یا جو کی روٹی ہوتی تھی۔ دودھ اور شہد سامان عشرت تھا۔ اور ان دونوں چیزوں کے آپ بڑے شائق تھے۔ مگر آپ یہ چیزیں شاذ و نادر ہی استعمال کرتے تھے۔ جب آپ عرب کے بادشاہ بن گئے تو بھی آپ ریگستانوں میں سیاحت بہت پسند کرتے تھے۔

غریبی کی عزت رسول اللہؐ نے غریبوں کو یہ کہکر درجہ تقدس بخشدیا کہ غریبی آپ کا فخر ہے۔ آپ نے خدا سے دعا کی کہ آپ کو غریبی میں رکھے۔ آپ کو حالت غریبی میں موت دے اور حشر کے دن آپ کو غریبوں ہی میں اٹھائے۔ ایک شخص نے آپ سے

کہا کہ خدا کی قسم میں آپ کے ساتھ محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے اس سے جواب میں کہا کہ اگر آپ صادق ہیں تو آپ غریبی کا ہتھیار تیار کریں۔ کیونکہ جو کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے غریبی اس کے پاس اس سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پہنچ جاتی ہے۔ جس تیزی کے ساتھ کہ سمندر کی رو پہنچتی ہے اور آپ نے کہا کہ غریبوں کو اپنے پاس آنے دو۔ کیونکہ انہی وجہ سے تم اللہ کے پاس پہونچو گے۔ پھر آپ نے کہا کہ میرے اطمینان دلی کو تم غریبوں اور حاجتمندوں میں پاسکتے ہو۔ تم عشرت اور راحت سے دور رہو۔ کیونکہ اسلام کے خاص خادم جو اس کی عبادت میں لگے رہتے ہیں وہ عیش پرست نہیں ہوتے۔

خدا کا بندہ اور پیغامبر آپ اس قدر منکسر المزاج تھے کہ آپ کسی کو اپنی نسبت اس سے زیادہ نہیں کہنے دیتے تھے کہ "آپ خدا کے بندے اور اس کے پیغامبر ہیں" آپ اپنے دلی معتقدوں کو یاد دلاتے رہتے تھے کہ "میں ایک انسان سے بڑھ کر نہیں ہوں" اگرچہ آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ خاتم النبیین اور سرگروہ انبیاء ہیں۔ یعنی سب سے آخری اور سب سے بڑے نبی ہیں مگر ساتھ ہی آپ نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ میں اور نیز باقی انسان اس وقت تک بہشت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک کہ خدا آپ کو اپنی رحمت سے نہ ڈھک دے گا۔ جہاں آپ نے ایک طرف یہ اعلان کیا کہ ہر ایک محض خدا کے فضل کی بدولت نجات پائے گا۔ وہاں آپ نے انسانوں کو بھی تسکین دی کہ خدا کی رحمدلی اس کے غصہ پر غالب آجاتی ہے اور یہ کہ بہشت کے دروازے نام نہاد بے دینوں پر بھی بند نہیں کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی بے دین کو معلوم ہوجائے کہ خدا کس درجہ رحیم ہے۔ تب بھی اسے بہشت کی طرف سے مایوسی نہ ہونی چاہیئے ہماتا گاندھی کے انگریزی اخبار ینگ انڈیا کا ترجمہ)

غریبوں کا قرآن

مدارس کے لئے۔ مساجد کے لئے

بہترین سستا قرآن شریف

٢١ **نہایت خوشخط عمدہ چھپائی۔ نفیس کاغذ بہت کم ہدیہ مجلد**

اس کلام پاک میں حسب ذیل خوبیاں ہیں

قلم جوب ہے نہایت جلی ہے روشن ہے نمایاں ہے کاغذ سفید ہے مضبوط ہے چکنا ہے۔ ہر پارہ علیحدہ علیحدہ ہوسکتا ہے ہر پارہ کا شروع خوشنما گل بوٹوں سے آراستہ ہے ہر پارہ کی جلد بھی علیحدہ تیار ہوسکتی ہے۔ ہر منزل کے ختم و شروع میں بہت خوشنما الفاظ ہیں۔ ابتداء سے قرآن پاک کی پیشانی پر بیت الحرم اور مدینہ منورہ کے فوٹو ہیں۔ آنحضرت صلعم کی سیرت۔ آداب القرآن وغیرہ سب شامل ہیں۔ آخر میں مشہور حافظوں کی تصدیق و مواہیر ثبت ہیں۔

یہ قرآن شریف کم استطاعت مسلمانوں کے لئے بڑی کوشش اور صرف کثیر کے ساتھ تیار ہوا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے پڑھنے کے لئے۔ غریبوں کے لئے اور انہیں تقسیم کرنے کے لئے بے نظیر ہے۔ صاحب استطاعت مسلمانوں کو چاہیئے کہ اگر وہ خود قرآن پاک نہیں پڑھتے تو غریبوں سے پڑھوا کر ہی ثواب کمائیں۔ اپنے محلہ کی مسجد میں آج ہی یہ قرآن شریف منگوا کر رکھوا دیجئے بہت ثواب ہوگا۔

ضخامت ۴۸۴ صفحے تقطیع ١٩×٦ انچ مجلد چرمی ۴ مجلد پارچہ ۲

حتی الامکان مجلد چرمی منگایئے۔ مجلد پارچہ کی جلد بودی ہوتی ہے اور جلد خراب ہوجاتی ہے۔

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ پیشوا دہلی

دلی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہ جہاں آباد اجڑ چکا مگر اس کے کھنڈر اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں۔ اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے جیالوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں دور گذشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو

وداع ظفر

ملاحظہ فرمایئے اس میں مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ نے ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ کی پانچ نوبتیں لکھی ہیں ہر نوبت مسلمانوں کو خون کے آنسو رلا دے گی اور معلوم ہوگا کہ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی' بادشاہ کا جلوس' قلعہ معلی کی بہاریں' شاہی میلے ٹھیلے تماشوں کے رنگ' دربار کی کیفیت' دلی والوں کا حال ایک دلی والے کی زبان سے' قطب صاحب کے مقبرے' پیر غیب' شاہ برڑے اور کوٹلہ کے جشن شہر آبادی کی چہل پہل۔ مسلمانوں کی معاشرت' رمضان عید' سلونوں اور سالگرہ کے تزک و احتشام شادی بیاہ کی رسوم غرض **وداع ظفر** وہ کتاب ہے جو دلی مرحوم کا نوحہ ہے آج کی نئی ہوئی دلی کا بگڑی ہوئی دلی اور اس ترقی کا اس جہالت سے مقابلہ کیجئے' غدر شدہ کے واقعات مجرموں کا ظلم مظلوموں کی حالت زار۔ آخری تاجدار مغلیہ کی لرزا دینے والی کیفیت 'وداع ظفر' میں پڑھیئے

علامہ محترم کا قلم داستان الم کا شہنشاہ ہے۔ وداع ظفر کی پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ وداع ظفر ایک داستان غم ہے جس کو ناممکن ہے کہ آپ اسکو پڑھکر بے قابو نہ ہوجائیں بادشاہ کی تصویر کے علاوہ تین نادر عکسی تحریریں بھی دی گئی ہیں' وداع ظفر دور حاضرہ کے سب سے زبردست اردو مصنف کی سب سے بہتر تصنیف ہے کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ (عہ)

منیجر رسالہ پیشوا دہلی



ہندوستان کے جنرل ایجنٹ آنریبل مسٹر شاستری جو اپنی میعاد پوری کر کے ہندوستان واپس آرہے ہیں *

دنیا کا سب سے معمر آدمی



جس نے حال ہی میں اپنی بیوی کو طلاق دی ہے *
اور اب نئی شادی کرنے والا ہے *



ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور آف بنگال *



دنیا میں سب سے موٹا انسان جو ابھی بارہ سال کا بچہ ہے *



[illegible] اعظم ریاست
[illegible]



[illegible]



سر سلطان احمد وائس چانسلر
پٹنہ یونیورسٹی



سر [illegible] ہندوستان کو مزید اصلاحات دینے کے متعلق
تمام ہندوستان میں شہادتیں دے رہے ہیں

غلاظت کے کیڑوں پر ستم

(مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب)

وہ انسان جو چار دن کی زندگی قائم رکھنے کی خاطر مرا جاتا ہے اور وہ انسان جس کو یہ حیات فانی وو بھر اور قابل ترک نظر آتی ہے اور وہ آدمی جو ان دونوں حالتوں سے بے خبر اور بے پروا رہنا چاہتا ہے اپنے خیالی فلسفہ کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے اور اس ستم کو دیکھے جو گندی موری میں غریب کیڑوں پر ٹوٹ رہا ہے۔ اس موری میں وہ چیز سڑ رہی ہے جو کچھ دن پہلے ایک مکلف دستر خوان پر آراستہ تھی۔ اور جو دانتوں اور حلق کے راستہ شکم انسانی میں گئی تھی' اس کو معدہ نے ہضم کر کے بدشکل اور بدبودار بنا دیا۔ وہ وہاں سے غلاظت خانہ میں آئی۔ اور سڑتی رہی۔ قدرت کے دستور نے اس میں کیڑے پیدا کئے اور ان کو غلاظت میں رونے اور زندگی کے عیش اڑانے کا موقع دیا۔ پھر گرمی کے موسم نے موری کی غلاظت کا پانی خشک کر دیا۔ اور سوکھی ہوئی کیچڑ میں کیڑے تڑپنے اور پھڑکنے لگے۔ انسانوں میں جب قحط پڑتا ہے تو سب ان پر رحم کھاتے ہیں۔ غلاظت کے کیڑوں کے پاس کال پڑا ہے تو ان پر کوئی رحم نہیں کھاتا۔ اور جس طرح ان کیڑوں پر چیونٹیوں نے دھاوا کیا ہے۔ قطار در قطار' ہزاروں چیونٹیاں موری کی کیچڑ میں دوڑتی ہوئی چلی آتی ہیں۔ اور ایک ایک کیڑے کو بیسیوں چمٹ رہی ہیں۔ وہ کیڑے جن کو قدرت نے نہ ہاتھ دیئے ہیں اور نہ پاؤں۔ سینگ دیئے ہیں اور نہ ڈنک۔ پر دیئے ہیں نہ قوت پرواز۔ ہاتھ ہوتے تو وہ اپنے دشمنوں کے وار کو روکتے۔ پاؤں ہوتے تو بھاگ جاتے۔ سینگ اور ڈنک ہوتے تو وہ بھی دشمن کو مارتے اور کاٹتے۔ اور قوت پرواز ہوتی تو اڑ کر کہیں چلے جاتے۔ قدرت نے تو ان کو گوشت کا لوتھڑا بنایا ہے۔ رینگ رینگ کر بہت دیر میں' تھوڑی دور گھسٹ گھسٹ کر جا سکتے ہیں۔

ذرا خیال کرنا۔ جب چیونٹیاں بیچارے بے دست و پا۔ بے یار و مددگار کیڑے کو چمٹتی ہیں تو وہ تڑپتا ہے۔ تکلیف سے بے چین ہو ہو کر پھڑکتا ہے کئی کئی بل کھا کر اچھلتا ہے۔ اور اپنے بچاؤ کی کوشش کرتا ہے۔ کہتے ہیں خطرہ انسان کو بلاؤں میں پھنساتا ہے۔ مگر اس کیڑے کے اضطراب میں قدرت نے اس کے واسطے بچاؤ کی کیفیت رکھی ہے کہ جب پھڑکتا ہے سب چیونٹیاں اس کے جسم سے چھوٹ کر دور جا پڑتی ہیں۔ مگر دشمن کے سپاہی اس غریب کو گھیر لیتے ہیں اور چاروں طرف سے پکڑ کر اپنے سوراخ کی طرف کھینچ کر لے جانے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ یہ کیڑا نہیں جانتا کہ اس کا دشمن اتنا مستقل مزاج ہے کہ اس کو ہلاک کئے بغیر نہیں ماننے گا' اس کو اب بھی یقین ہے کہ میری اپنی بچاؤ کے لئے کوشش کامیاب ہوگی اور چیونٹیاں تھک کر چلی جائیں گی۔

جب انسانوں پر ڈاکہ پڑتا ہے تو وہ پولیس کو پکارتے ہیں اور پولیس ان کی امداد کو فوراً آجاتی ہے۔ مگر آج ان کیڑوں پر ڈاکہ زنی ہو رہی ہے ان کی امداد کے لئے کوئی پولیس والا بھی نہیں آتا۔ اور کسی پولیس والے کو چاہیئے کہ وہ اپنی آنکھوں سے یہ ڈاکہ زنی دیکھے اس طرف توجہ بھی نہیں ہوتی۔ اس موری کے اندر جو قتل عام ہو رہا ہے ایک پولیس ہی نہیں کسی انسان اور کسی حیوان کو بھی اس کا خیال نہیں ہے مکھیاں۔ بکریاں۔ بھیڑیں سب ہی یہاں موجود ہیں۔ اور سب ہی ایک ظالم کو چند مظلوموں پر ملہ ناحق کرتے دیکھ رہے ہیں مگر کوئی بھی کیڑوں سے ہمدردی نہیں کرتا' کسی کو بھی کیڑوں کے بچاؤ کا خیال نہیں آتا۔ کوئی بھی چیونٹیوں کو اس ظلم و ستم سے نہیں روکتا۔

اے انسانو! ساری دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ جگہ جگہ کمزوروں کو ظالم طاقت والے ستا رہے ہیں۔ دریاؤں کے اندر چھوٹی مچھلیوں کو بڑی مچھلیاں کھا رہی ہیں اور بڑی مچھلیوں کو مگرمچھ نگل رہے ہیں۔ چھوٹے جانوروں کو مینڈک کھا رہے ہیں۔ مینڈکوں کو سانپ نگل رہے ہیں۔ سانپوں کو مور کھا رہا ہے۔ موروں کو انسان ہلاک کر رہا ہے اور انسان خود ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہے' جیو رکھشا کیونکر ہو؟ اہنسا پرمو دھرم پر عمل کیونکر کیا جائے مظلوموں کی سہائتا اور حفاظت کس طریقے سے ہو کوئی نہیں بتاتا اب یہ سارا سنسار دکھوں سے بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

جب میں یہ لکھ رہا ہوں۔ میرا خیال مجھ سے کہتا ہے' موری کے کیڑے تجھ سے فریاد کرتے ہیں۔ تجھ سے امداد مانگتے ہیں۔ مرتے ہوئے اس ناپائدار زندگی سے الفت کا اظہار کرتے ہیں اور تو اس عالم میں ان کو پکار رہا ہے' نادانو! مرنے سے نہ ڈرو۔ مرنا ہی اس دکھ سے نجات دینے والا ہے۔ زندگی ہر جاندار کے لئے ایک دکھ ہے اور اس زندگی کا بھید سمجھ میں نہ آنا اس سے بھی بڑا دکھ ہے۔ مگر موت ہی ایسی چیز ہے۔ جو اس دنیا کے سمجھ میں نہ آنے والے چکروں اور دکھوں کا خاتمہ کر دیتی ہے ٭ (ریاست)

رسولؐ کی لاڈلی بیٹی

(جناب مولانا عاشق صاحب سہوی)

حضرت فاطمہ زہراؓ رسول اللہ کی لاڈلی بیٹی تھیں آنحضرتؐ کو اپنی تمام اولاد میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہؓ سے تھی آپ حضرت فاطمہ کو "قرۃ عینی" کے خطاب سے یاد فرماتے تھے یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک کہا کرتے تھے. بی بی فاطمہؓ سے اس قدر آپ کو محبت تھی کہ جب وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ فرط محبت سے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے. اور اکثر پیشانی کو بوسہ دیا کرتے تھے. غرضکہ حضرت فاطمہؓ سے آپ کو بے انتہا محبت تھی. ایک دفعہ حضرت علیؓ نے دوسری شادی کرنی چاہی تو آنحضرتؐ کو یہ ناگوار گزرا اور آپ نے فرمایا کہ فاطمہؓ میری بیٹی ہے. جو اسے دکھ دے گا وہ مجکو دکھ دے گا. حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا.

لیکن جس بیٹی سے حضورؐ کو اتنی محبت تھی ذرا ان کا حال بھی پڑھنا چاہیے. آخر عمر میں خدا نے کافی دولت حضورؐ کو بخشی کہ آپ صبح سے شام تک لوگوں کو عطا فرماتے تھے پھر بھی بچ رہتی تھی مگر جس باپ کے پاس اتنا مال آتا ہو اس کی لاڈلی بیٹی فاطمہ زہراؓ کی یہ حالت تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں اور پانی کی مشک اٹھاتے اٹھاتے سینے پر داغ پڑ گئے تھے. اس حالت میں آپ نے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ خدمت کے لئے ایک کنیز مرحمت ہو مگر آنحضرتؐ نے یہ کہکر انکار فرما دیا کہ ابھی بہت سے مسلمانوں کا مجھے بندوبست کرنا ہے.

ہماری بہو بیٹیوں کو غور کرنا چاہیے کہ خاتون جنت نے کیسی زندگی بسر فرمائی اور کیسی سخت قسم کی مشقت آپ کو کرنی پڑتی تھی. مگر کبھی حرف شکایت زبان پر نہ آیا. اور اس حال میں بھی راضی برضا رہیں کیا حضرت سیدہ کی زندگی سے ہماری خواتین کوئی سبق نہیں حاصل کر سکتیں.

(تبلیغ نسواں)

افکار پریشان

(جناب پروفیسر اکبر خاں صاحب اکبر حیدری)

۱

بیکسی کے اگر زباں ہوتی　　ہر جگہ میری داستاں ہوتی
کیا خبر دل میں اور کیا کیا تھا　　آہ کس کس کی ترجماں ہوتی
تھی محبت سکوت میں سب کچھ　　کچھ نہ ہوتی اگر بیاں ہوتی
صاحبِ دل اگر کوئی ملتا　　بے زبانی میری زباں ہوتی
یوں تصور اسے نہ لے آتا　　یوں شبِ غم نہ بدگماں ہوتی
ایک آنسو اگر نکل آتا!　　ضبط کی ایک داستاں ہوتی

آج کھویا ہوا تھا کچھ اکبر
آج دلجوئی رائگاں ہوتی

۲

چشم مخمور دلنواز نہیں　　اب مرا عشق کوئی راز نہیں
تنگدستی یاس ہے ورنہ　　دامن آرزو دراز نہیں
داشتہ داشتہ کرم فرما　　عشق پابند حرص و آز نہیں
ضبط آسودہ خلش ہوگا　　بیقراری میں کچھ گداز نہیں
خود پرستی ہے تشنہ تکمیل　　ناز آسودہ نیاز نہیں

داد کیوں کر ملے تمہیں اکبر
تم سخن گو ہو سخن نواز نہیں

(اردوئے معلی)

شاما

(جناب جہاں آرا صاحبہ کلکتہ)

فضائے ابر کے نیچے، خلائے لطیف میں، کمال پرواز دکھانے والے حسین پرند، تو اس قدر بے چین کیوں ہے؟ تیرے پروں میں اضطراب کی بجلیاں کوندتی ہیں، تیری بھیگی، سبک، اور مست آواز ایسی معلوم ہوتی ہے گویا عالم معلق میں ہوا پر ہلکی ہلکی بوندیں گر رہی ہیں۔ تیرا ابھلورا خاکی رنگ اپنی ہم پرواز جماعت کے ساتھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابر کے نیچے ایک دوسرا ابر دنیا پر مستولی ہے۔

تو اونچی منڈیروں پر بیٹھکر جب اپنی ادائے معصوم دکھاتی ہے اور تیرا سینہ بار بار ابھرتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہار تیرے مجسمہ نازک میں انگڑائی لے رہی ہے۔ تو فوراً اڑتی ہے، منڈلاتی ہے، ساون کا ایک دلکش گیت گاتی ہے، اور پھر کسی منڈیر پر بیٹھ جاتی ہے۔ کیا تجھے کسی کا انتظار ہے؟

تجھے اپنے حسن ملیح کی قسم، سچ بتا، جب شام کو مینہ برس کر کھلجاتا ہے تو تیرے نغمے بھیگی ہوئی ہواؤں میں جو موسیقی پیدا کرتے ہیں وہ کہاں سیکھتی ہو۔ تیری شوخ پروازیں، چھوٹی چھوٹی چمکدار آنکھوں کی روشنی میں کس تماشائے ستم سے متاثر ہوتی ہے۔ اور تھک کر میری گود میں گر کیوں نہیں پڑتی۔ شاما! برسات کی بھوری جوگن! آ، میں تنہا ہوں۔ میرا دل جذبات موسم سے اڑا جا رہا ہے۔ میرے پاس بیٹھ۔ اور کوئی ایسا ملار سنا جو دل میں اٹھی ہوئی گھٹاؤں کا پانی کر دے۔ اپنی مترنم ہستی کو میری اشکبار آنکھوں کے سامنے متلاطم نہ کر، میرے کانپتے ہوئے ہاتھوں کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ، اور سیاہ جھکے ہوئے بادلوں کی فضا میں کوئی ایسا نغمہ چھیڑ کہ میری شام تنہائی صبح برشگال کی دلچسپیوں سے ہم آغوش ہوجائے۔ میری منڈیروں پر بیٹھکر مجھے بے قرار نہ کر۔ میں تنہا ہوں میرے پاس آ، اور اس سے پہلے کہ شام اپنی ملاحتوں کو زیادہ تاریک کر دے

میری شاما!

مجھے اپنے نغموں میں مست و مبہوت ہو جانے دے۔

(ریاست)

کوئل سے

(جناب محمد یوسف صاحب چشتی)

موسم برشگال کا پیام دینے والی کوئل آموں کے درختوں پر ڈیرہ ڈالنے والی کوئل، جنگلوں میں بسیرا لینے والی کوئل، اپنے حسین جسم کو ہجر کی آگ میں پھونکنے والے سرمئیں پیکر، بتا کہ تجھے کس کی تلاش ہے؟

کسی کی محبت میں دیس سے پردیس جانے والی کوئل کسی کی یاد میں نالہ و شیون سے جنگل کو ماتم کدہ بنانے والی حسین کوئل، بتا کہ تو کس کی تلاش میں سرگرداں ہے؟

رات کے سناٹے میں کو کو کا شور مچا کر دنیا کو سر پر اٹھانے والی کوئل تیرے دل میں عشق کی آگ بھڑکانے والی بپتا کی ماری کوئل، تو ایک درس حقیقت ہے چشم بینا کے لئے۔ بتا کہ تجھکو کس کی تلاش ہے؟

میں اس نگار خانہ فطرت کا عاشق، اور تو فطرت کی غماز بردلگن، بتا بتا کہ کیا تو مجکو اپنی محبت کا رازدار نہ بنائے گی؟

تو جو وقف حزن و ملال ہے، تو جو جنگل کے ہر بن میں اپنے تانہ نغموں سے آگ برسا رہی ہے، بتا کہ کیا میں تیرا ہم جلیس ہونے کے قابل نہیں ہے؟

نہ چھپا نہ چھپا اپنا راز ہستی مجھ سے اے کالی کوئل مجھ سے نہ چھپا۔ عشق کی آگ میں زندہ جاوید ہونے والی، انسان سے زیادہ ذی حس، ایک مشت پر و استخوان، اے دکھیاری کوئل مجھ سے نہ چھپا اپنا راز ہستی، نہ چھپا۔

عشق کی زبان میری آنکھوں میں بول رہی ہے۔ میرا ستم زدہ دل گواہ ہے اور وہ تیری طرح لرز رہا اور کانپ رہا ہے کہ اسکو بھی کسی کی یاد ہمیشہ کے لئے گھلائے دیتی ہے۔ اور زخمی دل سے خون کے آنسو بہ رہے ہیں۔ اے پیاری کوئل تیری ملاقات سے پہلے مجھے معلوم نہ تھا کہ عشق کیا چیز ہے؟ پھر کیا ان حالات کو سنکر بھی تو مجھے اپنا شریک غم نہ بنائے گی۔ کہ تو میری ہستی کی شرح ہے، اور کیا اب بھی میں تیرا رفیق و ہمدم اور ہمراز بننے کا اہل نہیں؟ بتا خدا کے لئے جلدی بتا اے عشق کا درس دینے والی بپتا کی ماری کوئل جلدی بتا؟ (اردوئے معلیٰ)

اپنے خدا سے

(جناب مولانا وحشی صاحب)

خداوندا! آنکھیں کھلیں تو معلوم ہوا کہ تاریکیوں میں گھرا ہوا ہوں۔ آنکھوں میں بینائی ہے مگر کام نہیں دیتی۔ کوشش کرتا ہوں لیکن کچھ نظر نہیں آتا۔ اے چاند اور سورج کے پیدا کرنے والے اے لیل و نہار کے پروردگار ان تاریکیوں میں اپنے جمال عالمتاب کی ایک شعاع بھیجدے تاکہ میں اپنی سراسیمہ روح کو تسلی دوں اور اپنی بے نور آنکھوں کو روشن کروں۔ خداوندا! مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں گم کردہ راہ ہوں۔ کارواں سے بچھڑ گیا ہوں کسی طرف راستہ نظر نہیں آتا۔ نہ زمین کو مجھ پر ترس آتا ہے نہ آسمان کے ستارے مجھے منزل کا سراغ بتاتے ہیں۔ خدایا کیا کروں کہ جاؤں میرے سہارے کے لئے کسے پکاروں تو اپنی توفیق کو میرا رہنما بنا۔ اور دشوار گذار منزلوں کو میرے لئے آسان کردے۔

پروردگار! وہ روح جو ہزاروں سال تیری تسبیح وتہلیل میں مصروف رہی دنیا کی کثافتوں سے آلودہ ہو گئی ہے۔ ایک آئینہ ہے جو میرا زنگ خوردہ ہے اور ایک چاند ہے جسکو گہن لگ گیا ہے۔ میں یہ عالم دیکھکر الجھتا ہوں گھبراتا ہوں۔ لاہوتی فضاؤں کو یاد کرتا ہوں۔ اور ڈرتا ہوں کہ یہ دنیوی کثافتیں مجھے منزل مقصود تک پہنچنے سے باز رکھیں خداوندا میرے دل کو توبۂ نصوح کی توفیق دے اور میری آنکھوں کو یہ ندامت کا طوفان ایسا برپا کردے کہ میں ان تمام آلودگیوں سے پاک ہو جاؤں اور میری روح از سر نو قدوسی فضاؤں کے قابل ہو سکے۔

خداوندا کونین مجھے تونے دریا کی موجوں میں پھینکا ہے تو میرے دست و پا کو شناوری کی طاقت دے مجھے لوگوں میں رہنے سہنے پر مجبور کیا ہے تو میرے اخلاق و عادات کو خوبیوں سے آراستہ کر اور میرے دل کو فرض شناسی کی تعلیم دے تاکہ میں جب اس سرائے فانی کو الوداع کہوں تو حقوق کا بار میری گردن پر نہ ہو جو مجھے قدم اٹھانے سے روکے اور ہر لمحہ ایک نئے اندوہ میں مبتلا کرے اسی طرح اے پروردگار تونے مجھے مکلف پیدا کیا ہے اور فرائض کی زنجیروں میں مقید فرمایا ہے تو ہمت میں بلندی اور عزم میں استواری عطا کر تاکہ میں تیری امانتوں سے عہدہ برآ ہوسکوں اور میری زندگیوں کا دامن نافرمانیوں سے داغدار نہ ہو

اے شافی مطلق! دنیا کی مسموم ہواؤں نے میرا مزاج بگاڑ دیا ہے میں خطرناک امراض میں مبتلا ہو گیا ہوں میں پرہیز کرتا ہوں علاج کرتا ہوں لیکن اسکے باوجود صحت کامل حاصل نہیں ہوتی صرف یہی نہیں کہ دل دماغ اور دست و پا تیری طاعت و فرمانبرداری میں مصروف نہیں رہتے بلکہ نافرمانی و معصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ خدایا مجھے ان مہلک امراض سے نجات دے اور میری روح کو جس صحت و انبساط کے ساتھ دنیا میں بھیجا ہے اسے برقرار رکھ۔ اے ارادہ و عمل دونوں کے مالک میرے دل میں پاک ارادے پیدا کر اور مجھے اعمال حسنہ کی توفیق دے اور مجھے ایسا بنا لے کہ میں ہر طرح تیری نظر میں پسندیدہ ٹھیروں کیونکہ صرف اسیقدر میری حیات کا منشا ہے

وحشی

ایثار اہلبیت

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

(از جناب مولانا شفق صاحب رضوی عماد پوری)

سخت بیمار تھے سبطین رسول الثقلین
تین دن فاطمہؑ نے روزے کی مانی منت

دیر کیا تھی ہوا شب ہی سے افاقہ آغاز
صبح تک ہو گئی دونوں کو مرض سے صحت

حضرت مرتضویؑ بھی رہے صائم اس دن
خادمہؓ نے بھی وہیں روزے کی کر لی نیت

لیکن افطار کا گھر میں کوئی ساماں نہ تھا
خیر ساماں کسی طرح ہوا با وقت

ایک مسکین نے ناگاہ صدا دی در پر
دن کے روزے سے ہوئی فاقہ شب کی نوبت

دوسرے دن بھی یتیم ایک پکارا آکر
دیدیا پھر اُسے اللہ یہ جوش شفقت

تیسرے دن جو اسیر ایک ہوا فریادی
پھر سخاوت تھی وہی اور وہی تھی ہمت

ہو گیا وحی یتیماً و اسیرا کا نزول
لائے جبریل امیں خلد سے خوان نعمت

ایسے ایثار کی مشکل ہے ملے کوئی مثال
اہلبیت نبوی ہی میں شفق تھی یہ صفت

دو بلائیں

(جناب مولانا واحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ)

جس گھر میں ہر وقت چخ چخ پٹ پٹ رہتی ہو اور جہاں آمدنی سے زیادہ خرچ کیا جائے اس گھر کا پنپنا کبھی ممکن نہیں۔ ایسا اگر کوئی صرف ایک گھر ہے تو وہ نہیں پنپے گا۔ اور اگر سب گھر ہیں تو سب نہیں پنپیں گے۔ یہ دو بلائیں ہیں جو اسلام سے ناواقف ہونے کے سبب ہمارے پیچھے لگ گئی ہیں۔ چخ چخ پٹ پٹ کی ابتدا ہمیشہ نہیں تو اکثر مردوں کی طرف سے کی جاتی ہے۔ اور آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے کا شوق عموماً عورتوں میں بہت ہے۔ مرد عورت کو خاص کر جب کہ وہ اس کی ہوتی ہے پیر کی جوتی سمجھتا ہے اور عورت خصوصاً بیوی مرد کی اس محنت کی پروا نہیں کرتی جو اُسے روپیہ کمانے میں اٹھانی پڑتی ہے۔ میرے بھائی سن لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی وفات کے زمانہ میں سب سے بڑھکر جس بات کا فکر تھا وہ یہ تھی کہ عورتوں کو میں جانوروں کے درجہ سے نکال کر انسانوں کے درجہ میں لایا ہوں کہیں مرد پھر انہیں جانوروں میں نہ ملائیں۔ اور میری بہنیں بھی یاد رکھیں کہ اللہ نے قرآن پاک میں جگہ جگہ فضول خرچی کی مذمت فرمائی ہے۔ بہنو! جتنی چادر دیکھو اتنے پاؤں پھیلاؤ اس سے خدا بھی خوش ہوگا اور تمہارے خاوند بھی راضی رہیں گے۔ اور بھائیو! اللہ کی اس نازک مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ بیویوں کا تم نے دل رکھ لیا تو یقین جانو جنت تمہارے ہاں اتر آئے گی۔ بہنو اور بھائیو! ان روز روز کے جھگڑوں اور بے جا خراچیوں کا اثر تمہاری ذات تک محدود نہیں رہتا تمہارے بچے بھی یہ بری عادتیں سیکھتے ہیں اور پھر وہ اپنے بچوں کو سکھاتے ہیں۔ اسی طرح جھگڑوں اور خراچیوں کا مرض تمام قوم میں پھیل گیا ہے۔ مسلمانوں کو خراب اور ممنوع باتیں ہرگز نہیں کرنی چاہئیں۔ اللہ ہر مسلمان کو عمل خیر کی توفیق دے۔ (تبلیغ نسواں)

کیا کروں؟

(جناب مولانا ابو الاثر صاحب حفیظ جالندھری)

کل وہ آتو جائیں گے لیکن آج کیا کروں؟
بڑھ رہا ہے قلب کا اختلاج کیا کروں؟

کیا کروں کوئی نہیں احتیاج دوست کو
اور مجھ کو دوست کی احتیاج کیا کروں؟

لو میں اب نہیں مریض کہدیا طبیب نے
یہ کوئی مرض نہیں میں علاج کیا کروں؟

غیرتِ رقیب کا شکوہ کر رہے ہو تم
اس معاملے میں سخت ہے مزاج کیا کروں؟

احتیاج بھی نہیں اختیار بھی نہیں
کام کاج کیا کروں؟ کام کاج کیا کروں؟

تاج و تخت جاہ و مال جان کا عذاب ہیں
جاہ و مال کیا کروں تخت و تاج کیا کروں؟

زور اور زر بغیر عشق کیا ہے اے حفیظ
چل پڑا ہے عشق میں یہ رواج کیا کروں؟

(مخزن)

تاریخ وطن

جنوبی ہندوستان اٹھارہویں صدی عیسوی کے وسط میں حالات پر ایک نظر

(جناب خاموش)

بابر اور اس کے من چلے بہادروں نے سولہویں صدی میں جس شجرِ سلطنت کو اپنے خون سے سینچ کر پروان چڑھایا تھا وہ اٹھارہویں صدی کے اوائل ہی میں آلام و حوادث کا شکار ہونے لگا۔

اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ ہندوستان کی سلطنت مغلیہ تاریخ عالم میں نہایت عظیم الشان اور وسیع ترین مملکت ثابت ہوئی ہے شاہان مغلیہ کے درباروں کی شان و شوکت، ان کی عمارتوں کا اہتمام، ان کے خزائن کی بے پایانی اور ان کی مملکت کی وسعت و عظمت عدیم النظیر اور فقید المثال ہے۔ دنیا بھر کی تاریخ میں ایک ہی سلطنت ایسی نظر نہیں آتی جو آبادی، دولت اور وسعت کے لحاظ سے مملکت مغلیہ کے پاسنگ بھی اتر سکے

یہ سچ ہے کہ اس وسیع و عریض مملکت میں اس کے عروج و اقبال کے دور میں بھی وہ جراثیم موجود تھے جو اس کی ہلاکت و زوال کا موجب ہوئے۔ اور ان کی موجودگی کی وجہ یہ تھی کہ آریہ نسل کے افراد جو ہندوستان کے قدیم بہادر باشندوں کو جنگلوں اور پہاڑوں میں بھگا کر ملک پر اپنا تسلط جما چکے تھے۔ ہندوستان کو اپنا ملک سمجھتے تھے اور کسی دوسرے کے قبضہ کو قبضہ مخالفانہ خیال کرتے تھے۔

ہندوستان کے قدیم باشندوں کو ان لوگوں نے شودر، ملیچھ، راکشش اچھوت اور اسی قسم کے برے برے ناموں سے یاد کرنا شروع کر دیا تھا۔

ملک کے وسیع اور سیر حاصل علاقوں پر قبضہ جما لینے کے بعد انہوں نے آریہ نسل کے افراد کو بھی برہمن، چھتری، ویش قرار دے کر ان کے حقوق و فرائض مقرر کر دیئے تھے۔ اس تقسیم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ برہمن سب سے افضل اور برتر تھے۔ کیا یہ تقسیم و تفریق بھی ایسے ہی افراد کے مشورہ سے عمل میں آئی تھی جو بعد میں برہمن بن گئے۔

ہندوستان کے قدیم باشندوں کو جنہوں نے ان کی اطاعت قبول کرنے اور ان کی خدمت کے مقررہ فرائض انجام دینے سے انکار کیا۔ انہوں نے اس قدر ذلیل و حقیر قرار دیا کہ ان کا سایہ پڑ جانے سے نہانا واجب ہو جاتا ہے۔

چونکہ وندھیاچل ہندوستان کے وسط میں واقع ہے اس لئے ہندوستان کے قدیم باشندے شمالی ملک کا بیشتر حصہ آریہ نسل کے لوگوں کے حوالے کر کے جنوب میں جا آباد ہوئے۔ چنانچہ دکن میں ان کی آبادیاں یہ بتا رہی ہیں کہ اس حصۂ ملک میں یہ لوگ آریہ نسل کے لوگوں کے جبر و استبداد سے محفوظ رہ کر حکومتیں کر چکے ہیں۔

بدھ مذہب کے عروج کے زمانے میں جب چار ورنوں کا امتیاز کچھ مدت کے لئے مٹ گیا اور انسان انسان کے درمیان فرق نہیں رہا۔ ہندوستان میں مساوات کا دور دورہ ہوا تو آریہ نسل کے لوگوں کو محض اس وجہ سے کہ بدھ مذہب شاہی مذہب تھا کچھ مدت کے لئے خاموش رہنا پڑا۔ لیکن آخر کار انہوں نے پھر غلبہ حاصل کر لیا اور برہمنوں کی کچھ بن آئی۔

آریہ نسل کے لوگوں نے ہندوستان کے قدیم باشندوں کا جو عمرانی مقاطعہ کیا تھا وہ کامیاب ثابت ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے مسلمانوں سے بھی وہی سلوک روا رکھنا چاہا۔ لیکن مسلمان فاتحین کی حیثیت سے ملک میں داخل ہوئے تھے وہ برسر حکومت تھے، اس لئے برہمنوں کی عزت و عظمت برقرار رکھنے والے آریہ نسل کے ہندو۔ انہیں مغلوب باشندگان ہند کی طرح نیچ اور پست قرار نہیں دے سکتے تھے تاہم چھوت چھات کا سلسلہ ضرور جاری رہا۔

جب ۱۵۲۶ء میں بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دے کر دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا تو آریہ نسل کے سورماؤں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان نو وارد حملہ آوروں کو ملک سے نکال دینا چاہا لیکن وہ فتح پور سیکری کے میدان میں شکست کھا کر پست ہمت ہو بیٹھے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ ہندوستان کے یہ باشندے جو خود باہر سے آکر ملک پر قابض ہوئے تھے ان مسلمان حکمرانوں کو جو ہندوستان میں آباد ہو گئے تھے اور ہندوستان کی بہی خواہی اور خیر سگالی کا دم بھرتے تھے، اور اس کی آمدنی اور پیداوار کو اسی جگہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے اور خوبصورت سر بفلک تعمیرات سے ملک کی عظمت کو چار چاند لگاتے تھے اپنا ہی خواہ ملک کا خادم خیال کرتے۔ اور ان سے اس درجہ اختلاط پیدا کرتے کہ منافرت کے تمام اسباب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے معدوم ہو جاتے۔

لیکن ایسا نہیں ہوا اور غالباً عمداً ایسا نہیں کیا گیا کیونکہ اس طریق عمل سے خود غرض نفوس اور پر فطرت افراد کے مفاد کو صدمہ پہنچتا تھا چنانچہ خاندان مغلیہ کے دور عروج و اقبال میں بھی ایسی بستیاں اور ایسے

افراد موجود تھے، جو مسلمانوں کے خلاف جذبات منافرت ومنافرت مشتعل کرتے رہتے تھے۔ اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے اقتدار سے نجات حاصل کرنے کے لئے ابھارا کرتے تھے۔

ایسی بستیاں اور ایسے افراد عام طور پر ایسے علاقوں میں پائے جاتے ہیں جو ذرا دشوار گذار اور مستقر سلطنت سے دور واقع ہوں ہندوستان کے میدانوں میں مخالفت اور منافرت کی تخم ریزی بے سود اور لاحاصل تھی یہ تو ریگستان اور پہاڑی علاقوں ہی میں بارآور ہوسکتی تھی۔ چنانچہ تاریخ ہند سے ظاہر ہے کہ راجپوتانہ کے ریگستانی علاقے اور وسط ہند کی پہاڑیوں کے استحکامات میں بسنے والے گئو رکھشا اور برہمن کی حمایت کا بیڑا اٹھا کر پرامن باشندوں کے جذبات مشتعل کرتے اور انہیں مسلمان حکمرانوں کے خلاف آمادہ پیکار کرتے رہتے تھے۔ نیک اور پرامن انسان بھی بعض اوقات طبیعت کی کمزوری بعض اوقات شہرت وعزت کے حصول کے لئے بہت کچھ کر گذرنے کو تیار ہو جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں کے جھنڈے تلے بہت سے افراد جمع ہوتے تھے۔ جاہل اور پست فطرت لوٹ مار کے شوق اور حرص وآز کی وجہ سے ان کا ساتھ دینے پر تل جاتے تھے اور برہمن اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر اپنی کھوئی ہوئی عظمت وشوکت حاصل کرنے کے لئے اپنے علم وتدبر کے بل بوتے پر ان کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔

مرہٹے کیا تھے؟ ایسے ہی دل برداشتہ اور کم فہم افراد تھے جنہیں گئو رکھشا اور برہمنوں کی خدمت کے لئے ابھارا گیا تھا۔

شاہان مغلیہ نے علی الخصوص اور دیگر مسلمان بادشاہوں نے علی العموم ہندوستان کے حالات سے لاعلمی کی وجہ سے ہندوستان کے قدیم باشندوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اور انہیں اس پستی سے اس قعر مذلت سے جس میں بعض افراد نے انہیں ورنوں یا ذاتوں کی تقسیم کے وقت گرادیا تھا بلند کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ان مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں سے وہ سلوک روا رکھا جو انصاف پسند، رعیت پرور، دادگستر بادشاہ اپنی رعایا سے روا رکھتے ہیں۔

ہندوؤں کو ملک کے نظم ونسق میں ہر ممکن حصہ حاصل تھا۔ اس زمانے میں فوج کی موجودگی کی اشد ضرورت تھی، جنگ وجدال کا دور دورہ تھا ہر طرف سے ہر وقت حملے کا کھٹکا رہتا تھا اس لئے ہر شخص پر فوجی خدمت فرض تھی۔ مسلمان فوجی خدمت انجام دیتے تھے ہندوؤں پر اس قدر اعتماد نہ تھا کہ وہ مسلمان بادشاہوں کے مفاد کے لئے اسی شوق، اسی ذوق، اسی ہمت وجرات سے سرکف ہونگے جس سے ایک مسلمان جام شہادت پینے کے لئے کمربستہ ہوتا ہے۔ لہذا انہیں فوجی خدمت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا اور اس کے بدلے میں ان سے ایک ٹیکس وصول کیا جانے لگا تاکہ ان کے بجائے ان کے ادا کردہ روپے سے فوج بھرتی کی جاسکے جو ان کی جگہ میدان جنگ میں داد شجاعت دے کر ملک میں قیام امن کی کفیل ہو۔

شہنشاہ اکبر نے ہندوؤں سے تعلقات خصوصی قائم کرنے کی کوشش کی، شادی بیاہ کا سلسلہ شروع ہوا تاکہ ہندوستان کے باشندے ایک ہو جائیں لیکن یہ طریق عمل بھی کامیاب ثابت نہ ہوا۔

بعض لوگ سمجھتے سوچتے خاک نہیں لیکن منہ سے یہ کہہ ڈالتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام تلوار سے پھیلا ہے حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے اگر ایسا ہوتا تو اس دور میں کہ ہندوستان میں اسلامی حکومتوں کی دہشت وہیبت سے ہندوستان کے سورماؤں اور مہا بیروں کا زہرہ آب آب ہوتا تھا بستیوں کی بستیاں اور علاقوں کے علاقے حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مذہب خدمت کی موجودگی اور حمایت سے پھیلا کرتا ہے لیکن مسلمانوں کی حکومت کے دور میں بھی اسلام حکومت کے بل بوتے پر کبھی نہیں پھیلا۔ اور نہ مسلمان بادشاہوں نے اس فرض کی طرف کبھی توجہ کی۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ چار ورنوں کے حصن حصین اور ہندو دھرم کی مضبوط بنیادوں کی برکت سے اسلام کو اپنا اثر جمانے کا موقعہ نہ مل سکا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا اثر جمانے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔

جنوبی ہندوستان میں ہندوستان کے قدیم باشندوں سے جو اپنے دور عروج واقبال میں حکومتیں کرچکے تھے حیوانوں اور ذلیل ترین حیوانوں کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ نہایت معمولی سی کوشش سے ان افتادہ انسانوں کو مساوات اسلامی سے بہرہ اندوز ہونے کا موقعہ دیا جاسکتا تھا۔ پھر دکن میں اسلامی حکومت غلزئی بادشاہوں کے زمانے سے قائم ہے لطف تو یہ ہے کہ یہ علاقہ دیر تک نامور شہنشاہ کے ماتحت رہا ہے جس کے خلاف متعصب کیش افراد نے ہزاروں قسم کے لاطائل الزامات تراشے ہیں یعنی اورنگزیب عالمگیر (رحمتہ اللہ علیہ) اسی علاقہ پر حکمران تھے اسی کے گورنر تھے اگرچہ [illegible] کے تمام افسانوں میں ذرہ برابر صداقت ہوتی اور اورنگزیب کے مخالفوں کے بیانات میں شمہ بھر سچائی ہوتی تو اس کا عملی ثبوت دکن کی آبادی دے سکتی تھی۔ اگر ان کے بیانات صداقت پر مبنی ہوتے تو چاہئے یہ تھا کہ غلزیوں کے عہد حکومت نے مسلمانوں کی حکمرانی اور محی الدین اورنگزیب عالمگیر کی گورنری اور شہنشاہی کی وجہ سے آبادیوں کی آبادیاں مسلمان نظر آتیں لیکن تمام دکن میں اسلامی آبادی کا عنصر صرف بڑے بڑے شہروں کے سوائے اور کہیں نظر ہی نہیں آتا۔

پھر یہ بھی پیش نظر رہے کہ جمنا کے گرد ونواح میں مسلمانوں کی حکومتیں رہیں لیکن اسی علاقے میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے۔ اگر مسلمان بادشاہ حکومت کے بل بوتے پر اسلام کی تبلیغ کرتے تو یہ ناممکن تھا کہ جمنا کے نواح اور دکن کے علاقے میں غیر مسلم باشندوں کی اس قدر اکثریت نظر آتی۔ (باقی آئندہ)



اخوت اسلامیہ کے ارکین مومنین ہیں

(حضرت مولانا غازی دل محمد صاحب کے افتراق پاش کے قلم سے)

قرآن کا وعظ

اخوت اسلامیہ یا حزب اللہ ایک ہی چیز ہے۔ تنظیم ملت سے بھی یہی مراد ہے۔ اسلام ملت ابراہیم علیہ السلام کا نام ہے۔ قرآن میں فرمایا ہے کہ ملت ابیکم ابراہیم۔ ترجمہ: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت یعنی اس کا دین۔ ملت ابراہیم سے مراد دین اسلام ہے۔ تنظیم ملت سے مقصود مومنین اسلام کو سلک اسلام یا اخوت اسلامیہ میں اکٹھا مجتمع کرنا ہے جس طرح موتی ایک لڑی میں پروئے جاتے ہیں۔ اسی طرح عباد المومنین بھی ایک ہی کان کے گوہر ہیں۔ اسلام نے ایمان والوں یا مومنوں کو اخوان کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

انما المومنون اخوۃ (۲۶) یعنی بے شک ایمان والے یا مومنین بھائی بھائی ہیں۔ آؤ ذرا تحقیق تو کریں۔ کہ اخوان یا مومنین کے خصائص اور امتیازات قرآن مبین نے کیا مقرر فرمائے ہیں۔ وہ شخص جو اسلام کو خدا کا مقبول دین یقین کرتا ہے۔ اور قرآن کو خدا کا زندہ کلام جانتا ہے۔ وہ یقیناً خواہش کرے گا کہ خدا کے مقبول اور برگزیدہ بندوں میں سے ہو۔

ایمان کی تعریف

ایمان مان لینے کو کہتے ہیں نہ صرف قول سے بلکہ قلب اور فعل سے بھی جب تک ان تینوں کا اجتماع کلی نہ ہو۔ ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اس لئے مومن اس کو کہا جائے گا جو اسلام یعنی فرمانبرداری کا قولاً اور قلباً (دل سے) اقرار کرے۔ اور عمل سے اپنے اسلام کا ثبوت پیش کرے۔ اسلام کے اصولوں پر صدق دل سے عمل وہی کرے گا۔ جو متقی یعنی دل کا پاکیزہ ہوگا۔ اور خدا سے ڈرتا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے سورۂ فاتحہ یعنی الحمد شریف کو سبع المثانی فرمایا یعنی سات آیتیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ سورۂ فاتحہ کے بعد جس قدر حصہ کتاب الٰہی کا ہے۔ اس سب کو قرآن عظیم فرمایا۔ قرآن پاک میں آیا ہے۔ ولقد آتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم اس آیت قرآنی کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھتے ہوئے باری تعالیٰ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے رسول صلعم اعدائے اسلام کی دولت و ثروت۔ ان کے اِن اسباب دنیا کی افراط ہیچ ہیں۔ ہم نے سب سے بڑھکر آپ کو سورۂ فاتحہ اور قرآن عظیم انعام فرمائے ہیں۔ کہا گیا ہے اور بالکل سچ کہا گیا ہے۔ کہ سورۂ الحمد شریف خدائے عظیم کی بخشش اور رحمت کے خزائن سے لبریز ہے۔ یہ سورت سارے قرآن کا مغز ہے۔ جس قدر انعامات الٰہیہ سارے قرآن عظیم میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب سورۂ فاتحہ کے ذریعہ عابد اپنے معبود سے طلب کرتا ہے۔ قرآن حمید کے سارے مضامین عالیہ کا خلاصہ اور نچوڑ سبع المثانی میں جمع کیا گیا ہے۔

سورۂ فاتحہ کا اعجاز

سورۂ فاتحہ سورۃ الدعا ہے۔ خزائن قرآنی کے حصول کے لئے سورۂ فاتحہ بمنزلہ کلید یعنی کنجی ہے۔ مغفرت پروردگار اور رحمت غفار کے خزانے دعا سے کھلتے ہیں۔ انسان عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے۔ وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون (قرآن شریف) عبادت کا مغز بھی دعا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ بے پرواہ ہے۔ جب تک ہم اس کے حضور عاجزی اور فروتنی سے دعا نہ کریں۔ اسے ہماری کیا پرواہ ہے۔ آسمان بھی سات طبقات رفیعہ ہیں۔ ہر ایک آسمان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت فرائض ہیں۔ قرآن مجید نے اس کی خود ہی تصریح فرما دی ہے۔ آسمان بھی برکات الٰہیہ کے خزینہ دار ہیں۔ سورۂ فاتحہ کی سات آیات کی سچی تلاوت سے برکات سماویہ کے خزائن عابد پر حسب حال کھولے جاتے ہیں۔ گویا سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں معارج رفعت ہیں۔ صعود الی اللہ کا ذریعہ ہیں۔ تقرب الٰہی کے لئے واسطہ ہیں۔ عابد کو معبود حقیقی سے جوڑتی اور ملاتی ہیں۔

سورۂ الحمد عبادت کا مغز ہے

یہ سات آیتیں بار بار کیوں دہرائی جاتی ہیں

کون مسلمان اس کو نہیں جانتا۔ کہ نماز کی ہر رکعت میں ان کی تلاوت ہوتی ہے۔ غرض قرآن حکیم نے ان کو سبع المثانی بیان فرمایا۔ اور نماز میں عملاً ان کا بار بار اعادہ ہوا۔ مبتدی نے ان کو پڑھا۔ اور منتہی نے بھی۔ حقیقی رنگ میں اس کو پڑھنے والوں نے جن انعامات الٰہیہ کو حاصل کیا۔ کیا کوئی دشمن اسلام بھی ان کا اظہار کر سکتا ہے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے بھی اسی سورۂ فاتحہ کی برکات سے معراج کمال حاصل کیا۔ اور آج ہم جیسے نااہل بھی اسی کو دہرا کر تہی دست نظر آ رہے ہیں (اللھم احفظنا) غرض اسلام نے کوئی ایسا وعدہ اپنے تابعداروں سے نہیں کیا جسکو عملاً اس دنیا میں بھی ایفا نہ کیا ہو۔ اگر یہ کہا کہ اگلی دنیا میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ تو بطور شہادت مستقبل اس دنیا میں بھی اسکا ایفا کیا۔ ماحصل یہ کہ اسلام کا سودا اور اس کی تجارت نقد ہے۔ اس

ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے۔ کاش کہ کوئی سود اگر اس تجارت کا ماہر ہو جس کا راس المال صرف تقوی اور پرہیزگاری۔ دل کے پانیوں سے اس تجارت حقہ کی آبیاری اور افزونی ہوتی ہے۔ آنسوؤں کی جھڑی سے اس باغ کے اشجار میوہ دار ہوتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

نماز ترقیات کا موجب ہے

اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ ترجمہ تحقیق نماز بے حیائیوں اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ (قرآن شریف) بعض مخالفین اسلام اور خود کئی ایک بدنصیب مسلمان بھی کہدیا کرتے ہیں کہ بار بار ہاتھ منہ دہونے اور اٹھنے بیٹھنے سے خدا کہاں ملتا ہے۔ اس طریق سے کیا حاصل ہے۔ درحقیقت ایسے لوگوں کی نظر روح عبادت پر نہیں ہوتی۔ محض بیرونی حرکات سے وہ اس قسم کے توہمات میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ نماز کی ہر حرکت میں دراصل ایک روح اور حقیقت ہے۔ جس کا اثر دل پر پڑتا ہے۔ قیام۔ رکوع اور سجود کے بتکرار اعادہ سے ان حرکات کے مناسب حال بشرطیکہ فہم اور ذوق صحیح موجود ہو۔ انسان کے قلب صافی پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت کے نقوش ثبت ہوتے ہیں۔ انسان اپنے ایمان کی مضبوطی اور محبت الٰہی کی فراوانی سے اپنے معبود حقیقی کے سامنے بار بار جھکتا اور گرتا ہے۔ وہ اسکو اپنی رگ جاں سے اقرب دیکھتا ہے۔ اور یہ بالکل سچ ہے۔ معترضین کو عدم ایمان باللہ سے یہ وہم لاحق ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیا ہی درست فرمایا کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے نفسانی وسوسوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اور ہم اس سے رگ جان سے زیادہ قریب ہیں۔ پس اصل ایمان تو اللہ تعالیٰ کی غائب ہستی پر ہے۔ اگر اس میں کچھ تردد ہے۔ تو یہی اصل ہلاکت ہے۔

ایمان باللہ ایمان کی بنیاد ہے

خدا پر ایمان لانا ہی تمام ترقیات کی جڑ اور زینہ ہے۔ اس یقین پر اعمال صالحہ کا مدار ہے۔ سورۂ فاتحہ اور قرآن عظیم کی تعلیمات کا سارا خلاصہ ہی یہ ہے۔ بدر کے مومنین اگر خدا پر ایمان کے مراتب یقینیہ سے آراستہ نہ ہوتے۔ تو باوجود قلت اور بے سروسامانی کے کبھی غالب نہ ہوسکتے۔

ولقد نصرکم اللہ ببدر وّ انتم اذلۃ بے شک جنگ بدر میں اے مومنین اللہ تعالے نے تمہاری امداد فرمائی حالانکہ تم کمزور تھے (قرآن شریف)

ماحصل اس کا یہ ہے۔ کہ اسباب عالم سے نظر ہٹا کر مسبب الاسباب اور خالق الاسباب پر یقین کرنا لازمی ہے۔ جمیع اختیارات کاملہ کا مالک خدا ہے۔ سلسلۂ کائنات عالم حکمت الٰہیہ سے قائم ہوا ہے۔ انسان کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا گیا۔ اور خدا کے سامنے عاجزی۔ تذلل اور استکانت بجالانا انسان کے لوح دل پر منقش ہے۔ یہ لاکہ سرکش اور متمرد ہو۔ اور دہریہ ہو تو مصیبت کے وقت یہ ضرور اقرار عبودیت پر مجبور ہے۔ اسی لئے قرآن نے فرمایا کہ انسان جب اپنے آپ کو ایسی مصیبت میں مبتلا دیکھتا ہے جس سے اس کو اپنی موت اور ہلاکت کا خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ تو پھر وہ خدا کو مخلص ہوکر پکارتا ہے۔ لیکن جب یہ خطرہ ٹل جاتا ہے تو فوراً یہ خوف بھی ہوجاتا ہے۔ گویا اس طرح کہ کبھی خدا کو عاجزی سے پکارا ہی نہ تھا۔

سورۂ فاتحہ مسلم کی معراج ہے

وہ خوش نصیب انسان جو اپنے آپ کو اسلام کے دائرہ عمل میں داخل کرتا ہے۔ وہ اپنے عروج کی منزلیں ایمان باللہ ہی کے یقین اور اتحاد کلی سے طے کرسکتا ہے۔ خدا چونکہ یقیناً موجود ہے۔ اور کامل اختیارات کا سلطان اور مالک ہے۔ اس لئے وہ اپنے بندے کی امداد ہر موقعہ پر فرماتا ہے ہر قسم کے خطرات سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ انسان کو سب سے زیادہ ضرورت یہی ہوتی ہے کہ اس کو کوئی ایسا سرپرست اور مربی مل جائے جو اسے تکالیف سے بچائے مصائب میں اس کی دستگیری کرے۔ اور شدائد میں اسکی سپر بنے۔ مومن باللہ کے لئے خدا سے زیادہ مربی اور کون ہوسکتا ہے۔ پس وہ مضبوط قوت ارادی کے ساتھ تعلق باللہ قائم کرتا ہے اور اس میں ہر ساعت اور ہر لحظہ اضافہ اور ترقی کے لئے متمنی اور خواہشمند ہوتا ہے۔ ہر وقت خدا کے سامنے عاجزی بجالاتا ہے قیام میں رکوع میں اور سجود میں اپنی التجائیں پیش کرتا ہے۔ باربار اس مشق کو جاری رکھتا ہے تاکہ اس کا دل اپنے مقتدر بادشاہ یا Lord of Lords سے غافل اور جدا نہ ہوجائے۔ نماز میں اپنی فروتنی سے اور استقامت اور رکوع کے ذریعہ ادب اور عجز اور سجدہ کے واسطے سے کامل اسلام۔ اطاعت اور تقرب الی اللہ حاصل کرتا ہے۔ قرآن نے اسی حالت کے متعلق فرمایا۔

واسجد واقترب یعنی اے سید الساجدین محمد صلعم۔ سجدہ کے ذریعہ سے ہمارے قرب میں قریب تر آ۔

سورۂ فاتحہ اصل نماز ہے

ایمان باللہ کے ساتھ دوسری لازمی چیز نماز ہے۔ خدا پر ایمان لاکر قدرتاً یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ مالک اختیارات کلیہ سے تعلق اور قرب حاصل کریں۔ تاکہ وہ ہماری ربوبیت اور سرپرستی فرمائے۔ اور ہم امن کی زندگی بسر کریں۔ اور اس کے انعامات ہمیں حاصل ہوں۔ چنانچہ ہمارے دلوں میں اس کی عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ پس نماز اصل عبادت ہے۔ اور اس سے ہمارا ذوق اور شوق روز افزوں بڑھتا اور پورا ہوتا رہتا ہے۔ جس رفتار سے ہمارا ذوق عبادت ترقی کرے گا۔ اسی قدر زیادہ ہمارا دل حقیقی اطمینان اور سکون حاصل کرے گا۔ اسی لئے قرآن نے فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب آگاہ رہو کہ ذکر الٰہی سے دل تسلی پاتے ہیں۔ الطاف و اکرام الٰہی کی بڑی بارش یہ ہے

کو اُس نے بندوں پر رحم فرما کر خود ہی انہیں سورۂ فاتحہ یعنی وہ دعا سکھلا دی جس سے اس کی رحمت کے خزانے کھلتے اور برکاتِ آسمانی حاصل ہو سکتی ہیں۔ سورۂ فاتحہ یعنی عبادت یا نماز کے ذریعہ جب کوئی رفیع القدر انسان منازل ہفت آسمان طے کر لیتا ہے۔ تو اسوقت اس کو عرش الٰہی کے قرب کا اعزاز دیا جاتا ہے۔ اور یہ انسان کے لئے انتہائی مقام ہے۔ رسولِ مقبول محمد مصطفٰے اور احمد مجتبےٰ صلعم کے معراج کی حقیقت حقہ پر غور کرنا چاہو تو مذکورہ مراتب یقینیہ پر غور کرو یہ سب مدارج روحانی ہیں۔ قاب قوسین کی حقیقت یہی ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کا راز یہی ہے۔ مقام شفاعت کا فلسفہ یہی ہے نظر دلبندیے۔ سب کچھ آپ ہی کی سیر کے ۔۔۔ ہی پاک ۔۔۔ دخل سے ملائکہ نے آدم علیہ السلام او ۔۔۔ انسان کو ہمیشہ سجدہ کیا

مومن کی معراج

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ مومن کی معراج اس کی نماز ہے۔ آنحضرت صلعم خود بھی ولی اللہ تھے۔ یعنی آپ کا ایمان سب سے بڑھکر تھا۔ پس عبادت الٰہی کے کمال کی وجہ سے آپ کی روحانی رفعت بھی عدیم النظیر اور فقید المثال تھی۔ آپکی روحانی پرواز اس مقام سے بھی آگے تھی۔ کہ جہاں ملائکہ مقربین کا بھی گذر محال تھا۔ ملائکہ کے مدارج بارگاہِ الٰہی میں مقرر ہیں لیکن دنیا میں سلامتی کا شہزادہ رحمۃ للعٰلمین۔ اور انسانِ اعظم نبی عربی صلواۃ اللہ علیہ سب حد بندیوں سے اوپر پہونچ گیا۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

مومنوں کی ہمیشہ ایک جماعت ہوتی ہے

جس طرح کافرین باللہ اور مشرکین توحید اور توحید والوں کی مخالفت میں ہمیشہ ایک جماعت ہوا کرتے ہیں اسی طرح مومنین باللہ یعنی مسلم ہی ایک جماعت بنکر رہتے ہیں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا سے مراد یہی ہے یعنی مل کر اللہ کی جماعت بنے رہو۔ اور فرقہ فرقہ مت ہو جاؤ۔ (قرآن شریف)

سورۂ فاتحہ کے فضائل پر اس مختصر مضمون میں زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس قدر ضرور قابل غور ہے۔ کہ سب سے بڑھکر اس مقدس سورت نے ملت واحدہ کی شیرازہ بندی پر زور دیا ہے۔ اسلام کا امتیاز ہی یہ ہے کہ مسلمان مل کر نمازیں قائم کریں۔ کالے گورے۔ حبشی وحشی سب ملکر دعا کریں۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین میں سب جمع کے صیغے ہیں۔ یعنی اے خدا ہم سب ملکر تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے ہم سب ملکر مدد مانگتے ہیں۔ کیا کوئی فرقہ ساز بتا سکتا ہے کہ اس دعا کے مفہوم میں کسی طرح افتراق فی الصلوٰۃ بھی ہے۔ نماز اصل دین ہے اصول میں افتراق شرک ہے۔ پس فرقہ سازوں کا نمازوں کو الگ الگ کر لینا ہی ہمارے انحطاط کا باعث ہوا ہے۔ قیام اخوت کے راستہ میں اگر کوئی چیز حائل ہے۔ تو واللہ وہ فرقہ بندی ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کے دنیوی گھر کی طرح اسلام کا گھر بھی آباد ہو۔ کیا آپ اپنے پیارے رسول صلعم کی امانت کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں۔ کیا آپ کو اس امانت میں خیانت کرنے سے ڈر نہیں لگتا۔

دوستو اور بھائیو۔ پھر ذرا آپ کو کس بات کا ہے۔ فرقہ بندی کو کیوں ترک نہیں کرتے۔ کیوں اس سے الگ نہیں ہوتے۔ خدا کے دین کا نام اسلام اور صرف اسلام ہے۔ آپ کیوں حنفی وہابی اور احمدی وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ نام تمہارے اپنے رکھے ہوئے ہیں۔ نہ خدا نے تمہارا یہ نام رکھا اور نہ رسول نے اور نہ خلفائے راشدین نے پھر خدا کے لئے سوچو تو کہ خدا کے مقرر کردہ نام کے سوا اور نام رکھنے کیوں ضروری ہیں۔ کیا آپ میں جرأت ہے۔ کہ آج اخوت اسلامیہ کو مستحکم کرنے کے لئے خدا کے دین کی خاطر خدا کے مقرر کردہ نام کو اختیار کرو۔ اور فرقہ بندی کے اسمائے باطل کو مٹا دو۔

ایک ضروری التجا

اے مسلم بھائیو۔ ضد نہ کرو۔ ضد سے کوئی ترقی اور اتحاد نہیں ہو سکتا۔ ضد دین میں رکاوٹ ہے۔ دین میں رکاوٹ پیدا کرنے والا خدا کو پسند نہیں۔ آپ فرقہ سازوں سے کیوں ڈرتے ہیں۔ معاملہ تو خدا سے ہے۔ ڈرنا اسی سے اولیٰ اور افضل ہے۔ قبر میں وہی ساتھی ہے۔ حشر میں اسی کا سہارا ہے۔ دنیا میں ہماری ذلت اور رسوائی اور عقبیٰ میں ہماری محرومی کا موجب ہماری فرقہ بندی ہے۔ وہ دین جس کی بنیادیں اخوت پر استوار تھیں۔ فرقہ بندی کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے۔ تقسیم در تقسیم کے عمل سے اس کی شوکت مٹ چکی ہے۔ اسمیں وہ قوت اتحاد باقی نہیں رہی جس سے دنیا کی قومیں لرزاں رہا کرتی تھیں۔ وہ قوم جس کا ہر فرد عبادت گزار اور حزب اللہ کی واحد جماعت کا رکن تھا۔ لے دینی اور فرقہ وارانہ جنبہ داریوں اور فریق سازیوں سے متفرق اور نفاق کا شکار بن چکی ہے۔ ھو سمٰکم المسلمین اور ان الدین عند اللہ الاسلام آج کسی کے پیش نظر نہیں۔ قرآن طاق نسیاں پر دھرا ہوا ہے۔ علماء نے عطائے نعیم اور جحیم کا اجارہ لے رکھا ہے۔ یہودیت اور نصرانیت ان میں کارفرما ہیں۔ اے اللہ یہ کیا ہو گیا۔ احمد مرسل صلعم کی امت کیوں ایک نہ رہی۔ کیوں فرقہ ساز اپنی ضد اور ہٹ سے باز نہیں آتے۔ کیوں علمائے اسلام اس جانب متوجہ نہیں ہوتے۔ اے خدا! تیرے دین کے اصول تو سب میں ایک ہی ہیں۔ پھر کیوں ہم فروع کے لئے اصول دین کو ترک کرتے ہیں۔ اسے بھائیو۔ غور کرو۔

یہودیوں کے لئے خدا کا وعدہ

یہود نے شرارتیں کر کے خدا کو ناراض کر دیا۔ ان کے لئے خداوند تعالیٰ نے حکم دیدیا۔ کہ قیامت تک سلطنت اور جہانبانی سے محروم کر دیئے گئے۔ خدا کا وعدہ دیکھو۔ کہ ابتک وہ کوششیں کرتے ہیں۔ لیکن کہیں بھی ان کو قومی حکومت حاصل کر نہیں

کامیابی نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی آیندہ قیامت تک وہ ہو دی وہ کر حکمراں قوم اور تاج و تخت کے والی بن سکتے ہیں۔ ذلیل بندروں کی طرح آئے دن ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اغیار کی حکومت کا جوا ان کے سروں پر سوار ہو گیا ہے دنیا جہان کی حکومتیں مل کر بھی انہیں بادشاہ نہیں بنا سکتیں۔ یہ ہے اسلام کا زندہ خدا اور اس کا وعدہ۔ سچ ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ خدا کا وعدہ ہرگز نہیں ٹلتا۔ مگر اس سے فائدہ صرف وہ اٹھائیں۔ جو خدا کو مانتے ہوں۔ دل کے اندھے کیا خاک فائدہ اٹھائیں گے۔

مسلمان بھائیوں سے خطاب

اے عزیزو ہمیں بھی خدا نے ایک وعدہ دیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر مسلمان خدا کی رسی کو ملکر پکڑنے سے کنارہ کشی کرلیں گے۔ اور فرقوں میں یہودیوں کی طرح الگ الگ بٹ جائیں گے تو ذلیل اور خوار ہو جائیں گے۔ اپنے قومی رعب اور وقار کو کھو بیٹھیں گے۔ بس دل کے کانوں سے سن لو۔ کہ کوئی کوشش قوم کے لئے عزت قائم کرنے کی بار آور نہ ہوگی آج تک تم ہزاروں پاپڑ بیل چکے ہو آیندہ بھی بے دین لیڈروں اور فرقہ ساز علما کی تقلید کرکے جو چاہو کرلو۔ تم بھی باعزت قوم اور متحد نہیں بن سکتے۔ جب تک تم اس خدا اور اسکے حکم کے دل وجان سے پابند نہ ہو جس کے ہاتھ میں عزت کا تاج ہے۔ وہ جسکو چاہتا ہے اسے یہ تاج پہناتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے ذلت بخشتا ہے۔ خدا نے تمہارے لئے یہی چاہا ہے۔ کہ تم عبادت الٰہی بجا لاکر سب کے سب اخوت کی رسی میں پروئے جاؤ۔ خدا نے تم پر ہرگز ظلم نہیں کیا۔ ظالم تم آپ ہو۔ تم نے خدا کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اس لئے خود ہم ٹکڑیا۔ وہ پارہ کرادیا۔ خدا یا بتاؤ کیا اب بھی حنفی وہابی احمدی وغیرہ لاطائل اور بے سند ناموں کو ترک کرنے پر تیار نہ ہوگے لیں سیدے وہ چیلہ بن کر رشتہ کہ عبادت قائم کرے۔ اور ایک نبند وا پاک ستین ... تحت ... ان اور ستعان خدا سے استعانت کرے۔ والمدالت فتہ

والسلام مع الاکرام۔

تاریخ اسلام

تاریخ رسالت کا ایک ورق

حجۃ الوداع

گزشتہ سے پیوستہ

(از مورخ اسلام مولانا مولوی محمد عبد الرزاق صاحب مولف البرامکہ وغیرہ)

عرفات سے روانگی

نماز سے فارغ ہو کر رسول اکرم پھر ناقہ پر سوار ہو کر موقف مشعر الحرام میں تشریف لائے اور قبلہ رو ہو کر دیر تک دعا میں مصروف رہے۔

جب آفتاب غروب ہونے لگا تو آپ عرفات سے براہ مازمین (مابین عرفات و مزدلفہ) روانہ ہوئے۔ آنحضرت کے پس پشت ناقہ پر اسامہ بن زید تھے اور اسامہ کی یہ خاص عزت افزائی تھی۔ اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لوگوں کا بڑا ہجوم تھا اور سواریوں کی کثرت تھی اس وجہ سے ناقہ قصوا کی رفتار سست تھی اور آپ باگ کھینچے ہوئے تھے[1] اور داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے جاتے کہ آہستہ آہستہ چلو اور زبان مبارک سے بھی ارشاد فرماتے تھے۔

ایھا الناس السکینۃ السکینۃ	لوگو سکون و اطمینان کے ساتھ:

الغرض تھوڑی دیر کے بعد یہ مقدس قافلہ مزدلفہ پہنچا آنحضرت نے جبل قزح کے دامن میں قیام فرمایا اور فوراً اذان دی گئی پہلے مغرب کی نماز ہوئی اور ایک معمولی وقفہ کے بعد نماز عشا کی تکبیر ہوئی یعنی ایک اذان سے دو نمازیں ادا کی گئیں[2] یہاں حضرت نے امت کے حق میں دعائے مغفرت مانگی۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ سو گئے اور صبح تک آرام فرماتے رہے[3]۔ تمام شریف میں یہی ایک موقع ہے کہ آپ نے نماز تہجد ادا نہیں فرمائی ہنوز آفتاب نہیں نکلا تھا کہ دسویں ذی الحجہ یوم شنبہ کو صبح کی نماز پڑھکر آپ نے کوچ فرمایا۔ اسوقت حضرت فضل بن عباس ناقہ پر آپ کے ساتھ تھے۔

زمانہ جاہلیت میں جب جبل ثبیر (مکہ کے سامنے) پر خوب دھوپ پھیل جاتی تھی اس وقت حجاج مزدلفہ سے روانہ ہوتے تھے چنانچہ اس رسم کو مٹانے کے لئے آنحضرت نے قبل طلوع آفتاب مزدلفہ سے کوچ فرمایا اور وادی محسر (مابین عرفات و منیٰ) ایک وادی ہے جہاں خدا نے اصحاب فیل کو تباہ کیا تھا۔ مزدلفہ سے اس کا فاصلہ ۱½ میل کے قریب ہے) سے ناقہ کو تیز چلایا کیونکہ دیار ثمود کی طرح یہ مقام بھی مغضوب تھا اور راستہ میں تلبیہ (لبیک کہنا) کہتے رہے۔

داخلہ جمرۃ العقبہ

اس وقت حضرت فضل بن عباس رسول اللہ کے ساتھ ناقہ پر سوار تھے اور چونکہ حضرت فضل بہت چھوٹے تھے اس لئے آنحضرت نے ان کو حکم دیا کہ چھوٹی چھوٹی سات کنکریاں چن کر لاؤ جب کنکریاں آگئیں تو آپ نے اسی سواری ناقہ جمرۃ العقبہ (منیٰ کے خاتمہ پر اور مکہ معظمہ سے متصل) میں کنکریاں پھینکیں اور ہر کنکری پر تکبیر فرماتے جاتے تھے (یہ سنت ابراہیمی ہے)

دوران رمی میں آپ لوگوں کو خطاب کر کے فرماتے تھے۔

ایاکم والغلو فی الدین فانما اھلک	مذہب میں مبالغہ سے بچو کیونکہ تم سے اگلی
قبلکم الغلو فی الدین	قومیں اسی غلو سے برباد ہوئی ہیں۔

اسی سلسلہ میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

خذوا منی مناسککم لا ادری لعلی	لوگو مجھ سے حج کے مسائل سیکھ لو شاید
لا احج بعد حجتی ھذا	اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔

رمی جمار سے فارغ ہو کر رسول اللہ میدان منیٰ میں تشریف لائے یہاں اسوقت ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا مجمع تھا۔ امتیازی حیثیت سے مہاجرین قبلہ کے دائیں اور انصار بائیں جانب تھے اور وسط میں عام مسلمانوں کی صفیں تھیں۔ آنحضرت ناقہ پر سوار تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں نکیل تھی اور چونکہ دھوپ کی شدت تھی اس لئے حضرت اسامہ بن زید پس پشت ایک چادر کا سایہ کئے ہوئے تھے۔ چونکہ یہ مجمع بھی عظیم الشان تھا لہذا یہاں بھی رسول اللہ نے ایک خطبہ دیا جس کے الفاظ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دہراتے جاتے تھے۔

خطبہ میدان منیٰ (مابین جمرات) یکشنبہ

۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ

حمد و نعت کے بعد فرمایا

(۱) وان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض	ابتدا میں جب خدا نے زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا زمانہ گردش کھا کے آج پھر اسی نقطہ پر آگیا۔
(۲) وان عدۃ الشھور عند اللہ	خدا کے نزدیک سال کے بارہ مہینے ہیں جنیں

[1] زرقانی صفحہ ۲۱۵ و ۲۱۶ جلد ۸ و ابن سعد صفحہ ۱۲۴

[2] سیرۃ حلبی صفحہ ۳۴۷ جلد ۳

[3] زرقانی صفحہ ۲۱۸ جلد ۸

ثنا عشر شهراً منها اربعة حرم ثلثة متواليات ذوالقعدة و ذوالحجة والمحرم، ورجب مضر الذی بین جمادی و شعبان.

چار مہینے اشہر حرم یعنی قابل احترام ہیں ۳ ماہ تو متواتر ہیں (ذو قعدہ، ذو الحجہ اور محرم) اور چوتھا مہینہ رجب مضر کا ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان میں ہے۔

(۲) یا ایها الناس ای یوم هذا قالوا الیوم حرام قال فای بلد هذا قالوا بلد حرام قال فای شهر هذا قالوا شهر حرام قال فان دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا فی بلدکم هذا فی شهرکم هذا فاعادها مراراً ثم رفع راسه فقال اللهم هل بلغت اللهم هل بلغت فلیبلغ الشاهد الغائب الا لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض وستلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم (صحیح بخاری)

لوگو! کچھ معلوم ہے کہ آج کون سا دن ہے لوگوں نے عرض کیا کہ حرمت والا دن ہے پھر پوچھا کہ یہ کون سا مقام ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ بلدۃ الحرام ہے پھر پوچھا کہ یہ کونسا مہینہ ہے؟ عرض کیا شہر الحرام ہے (اب کامل تصدیق ہوگئی کہ آج کا دن، مہینہ اور مقام محترم ہے جس میں جدال و قتال جائز نہیں) تب آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ "تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت روز قیامت تک اسی طرح محترم ہے جس طرح آج کا دن، یہ مقام اور یہ مہینہ" اور کئی بار اس کی تکرار فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا "اے خدا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا" پھر جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میرا کلام ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں اور ہاں میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ باہم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔ تم کو عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑیگا اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی پرسش کریگا۔

(۳) الا لا یجنی جان الا علی نفسه الا لا یجنی جان علی ولده ولا مولود علی والده (ترمذی شریف)

ہاں! مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے ہاں! باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں ہے نہ بیٹے کے جرم کا باپ جوابدہ ہے۔

(۵) یا ایها الناس اسمعوا واطیعوا وان امر علیکم عبد حبشی مجدع اقام فیکم کتاب الله (ابن سعد)

لوگو! اگر کوئی نکٹا حبشی غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم پر خدا کی کتاب کے مطابق حکومت کرے تو اسکی بات سنو اور اطاعت کرو۔

(۶) یا ایها الناس فان الشیطان قد یئس من ان یعبد بارضکم هذا ابدا ولکنه ان یطع فیما سوی ذلک فقد رضی به مما تحقرون من اعمالکم فاحذروه علی دینکم (ترمذی شریف)

لوگو شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ کبھی اس ملک میں اسکی پرستش کی جائیگی لیکن باستثنائے بت پرستی اگر دوسرے کاروں میں اس کی اطاعت کی گئی جن کو تم حقیر خیال کرتے ہو تو یہ اس کی مسرت کا باعث ہوگا پس دین کے معاملات میں ڈرتے رہو۔

(۷) یا ایها الناس لا نبی بعدی ولا امة بعدکم الا فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شهرکم واذوا زکوة اموالکم وتحجون بیت ربکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنت ربکم (زاد المعاد)

لوگو میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ اپنے خدا کی عبادت کرو۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے مال کی زکوۃ دو۔ خانہ کعبہ کا حج کرو۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(۸) الا هل بلغت اللهم اشهد (ثلث مرات) فلیبلغ الشاهد الغائب فلعل بعض من یبلغه ان یکون اوعی له من بعض ما سمعه

کیا میں نے خدا کا پیام سنا دیا؟ (جب چاروں طرف سے تصدیق کی آواز آئی تو فرمایا) اے خدا تو گواہ رہنا (۳ مرتبہ) پس جو لوگ موجود ہیں وہ ان کو سنا دیں جو موجود نہیں ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ موجودہ لوگوں سے وہ زیادہ اس کلام کو یاد رکھیں جن پر تبلیغ کی جائے

اور جب خطبہ ختم ہو گیا تو رسول اللہؐ نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا اور قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ بعض روایات سے ثابت ہے کہ ۱۲ ذی الحجہ کو بھی منی میں ایک خطبہ آنحضرتؐ نے دیا تھا جس کے الفاظ گذشتہ خطبات کے قریب قریب تھے۔

خطبہ رسالت کی مختصر تشریح

خدا جانے ان خطبات میں کیا کیا مسائل ہوں گے۔ تاہم موجودہ خطبوں کا بھی ایک ایک حرف قابل غور و فکر ہے۔ چونکہ رسول اکرمؐ کو یقین ہو گیا تھا کہ اب امت سے فراق کا زمانہ قریب ہے اور میرے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے اس لئے آپ نے جملہ ضروری مسائل بیان فرما دیئے۔

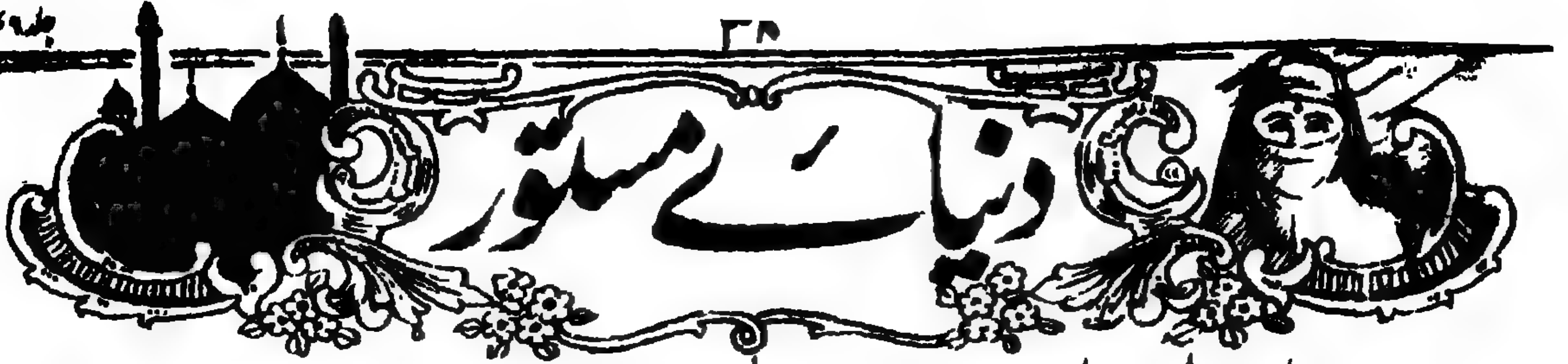
اسوقت تک آنحضرتؐ کو فرائض نبوت ادا فرماتے ہوئے بائیس سال گذر چکے تھے تاہم قبائل عرب میں عہد جاہلیت کی بہت سی باتیں قابل اصلاح تھیں مثلاً

۱ خون کا انتقام

کسی قبیلہ میں اپنے یا دوسرے کے ہاتھ سے کسی شخص کا قتل ہو جانا ایک نہایت عظیم الشان واقعہ تھا اور صدیاں گذر جانے پر بھی انتقام لیا جاتا تھا اور یہ وہ خیال تھا کہ جس کی بدولت عرب کے امن عامہ میں ہمیشہ خلل رہتا تھا عہد رسالت تک ہزاروں خون تھے جن کا انتقام ہنوز باقی تھا۔ اس لئے آنحضرتؐ نے رشتہ اخوت کو مستحکم کرنے کے لئے اعلان فرمایا کہ عہد جاہلیت کی تمام رسموں کو میں نے ٹھکرا دیا۔ اب کسی کو مقتول کا انتقام لینا جائز نہیں یعنی جو شخص قتل کا مرتکب ہوگا اس کا قصاص کیا جائیگا چونکہ مصلح قوم کی شان یہ ہے کہ ہر اصلاح کو اپنے گھر سے شروع کرے اور اس کا قول و فعل یکساں ہو لہذا سب سے پہلے آپ نے اپنے خاندان (بنی عبد المطلب) سے ابتدا کی اور ربیعہ بن حرث کا خون معاف کر دیا۔

۲ سود خوری

قریش تجارت پیشہ قوم تھی اور یہودیوں کی صحبت نے ان کو سود خوری پر بہت کچھ دلیر کر دیا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ان میں سودی کاروبار جاری تھے اور خود آنحضرؐ کے چچا حضرت عباس ابن عبد المطلب بڑے ساہوکار تھے ان کے سودی روپیہ کی بہت بڑی تعداد قابل وصول تھی۔ اس لئے ابطال سود کے ساتھ آنحضرتؐ نے اپنے عم محترم کے تمام سودی قرضہ اور دستاویزوں کو باطل کر دیا تاکہ کسی کو اعتراض کا



حساب خانہ داری

(عزیز حسن بقائی)

مسلمان عورتیں تو الگ رہیں، مسلمان مرد بھی حساب جیسے اہم فرض کو نہیں جانتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر گھروں میں حساب نہ ہونے کی وجہ سے بڑی مالی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ اور اگر کہیں بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا بھی تو ایسا ادھورا حساب رکھا جائے گا کہ اس سے کوئی فائدہ نہ ہو سکے گا۔

اچھے اچھے گھرانوں میں خانگی حساب کے یہ معنی سمجھے جاتے ہیں کہ روزمرہ کے کھانے، کپڑے، کرایہ مکان، دوا، بیماری، شادی غمی وغیرہ میں جو خرچ ہوا اس کو کسی کاپی یا رجسٹر پر تاریخ وار لکھ لیا جائے۔ اور مہینہ کے خاتمہ پر آمد و خرچ کی میزان دیکھ کر یہ معلوم کر لیا جائے کہ اس مہینہ کیا آمدنی ہوئی۔ اور کیا خرچ ہوا بس اللہ اللہ خیر سلا۔

اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ حساب نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کتنا روپیہ فضول خرچ کیا اور کتنا ضروریات زندگی پر۔ اور شادی یا غمی کے موقع پر کتنا روپیہ کس کو آیا۔ اور کتنا کس کو دینا ہے۔ اور جو کچھ آمدنی ہوتی ہے اس کے متعلق معلوم ہو جاتا ہے کہ کتنا روپیہ کہاں سے آیا۔ اور کتنا کہاں ضروری خرچ ہوا۔ اور کتنا روپیہ ہم کو کس سے لینا ہے۔ مگر حقیقتاً خانگی حساب کی باقاعدگی بہت دور ہے۔ اور یہ طریقہ بالکل ناقص ہے کیونکہ حساب سے جو فوائد حاصل ہونے چاہئیں وہ اس سے نہیں ہوتے۔

خانگی حساب رکھنے کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ حساب رکھنے والے کو اپنی مالی آمدنی اور صحیح خرچ کا اندازہ ہو سکے اور اس گھر میں معمولی اخراجات کیا ہیں۔ اور غیر معمولی اخراجات کتنے ہیں۔ اور کونسی آمدنی ایسی ہے جو پہلے نہیں تھی۔ اور کونسا خرچ ایسا ہے جو پہلے نہ تھا۔ اور یہ آمدنی اور اخراجات میں کمی بیشی کیوں ہے۔ اور کن خرچوں میں کمی کرنے کا نتیجہ مفید نکلا۔ اور کن خرچوں کی کمی یا زیادتی کا نتیجہ خراب۔ کن کا قرضہ صاحب خانہ پر ہے اور کس پر صاحب خانہ کا قرض ہے۔ اور کیا کوئی صورت ایسی ہو سکتی ہے کہ اخراجات کم اور آمدنی زیادہ ہو۔ بچوں کی تعلیم بیماری شادی غمی اتفاقی حوادث وغیرہ کے لئے کس قدر روپیہ آمدنی میں سے بچانے کی ضرورت ہے۔ اور کتنا روپیہ ضعیفی کے زمانہ کے لئے جمع کرنا ضروری ہے۔ اور مرنے کے بعد بچوں کو فاقہ کشی اور محتاجی اور غیروں کی دست نگری سے بچانے کے لئے کتنا روپیہ پس انداز کرنا چاہئے۔

اس کے علاوہ ممکن ہے کہ اور کچھ مفید خانے بھی رجسٹر میں ایسے ہوں کہ ان کا بھرنا ضروری ہے۔ اور اس کے ذریعہ ایک سمجھدار مسلمان خاتون اپنی مالی حالت سے ہر وقت باخبر رہ کر عاقبت اندیشی کے ساتھ اپنی مالی حالت کی اصلاح کر کے اپنے خاندان کو تباہی سے بچا سکتی ہے۔ کیونکہ عورت اپنے گھر کی خود مختار ملکہ ہے اس لئے اس کو سب سے زیادہ ہوشیار اور عاقبت بین ہونا چاہئے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ اگر عورت چاہے تو اپنے خاوند کی بہت معمولی آمدنی سے کفایت شعاری اور سلیقہ مندی کی بدولت مرفہ الحالی اور سکون کا باغ لگا سکتی ہے۔ اور مرد کی دوزخ کو جنت بنا سکتی ہے اور اگر بدقسمتی سے عورت پھوہڑ اور فضول خرچ اور چٹوری ہے تو مرد خواہ کتنا ہی محنتی کیوں نہ ہو اس کے گھر میں کبھی فارغ البالی نہیں ہو سکتی۔ اس کی کمائی میں کبھی برکت نہ ہوگی۔

بہت ممکن ہے کہ جس زمانہ میں مسلمان برسر حکومت ہوں۔ اس زمانہ میں مسلمان گھروں میں حساب و کتاب رکھنا ضروری نہ سمجھا گیا ہو۔ مگر آجکل کے مسلمانوں پر نکبت و افلاس کے سوا فضول خرچی اور بے روزگاری اور غلامی کی لعنت چھائی ہوئی ہے۔ ہر شریف مسلمان خاتون کا فرض ہے کہ وہ اپنے خانگی حساب کو مندرجہ بالا خاکہ کے مطابق رکھے۔ تاکہ مسلمانوں کا معاشرتی نظام اور مالی حالت درست ہو۔ اور مسلمان قوم ایک زندہ اور شریف قوم کی طرح عزت کے ساتھ زندہ رہنے کا استحقاق حاصل کر سکے۔

میرے خیال میں تعلیم نسواں میں خانگی حساب کو بہت زیادہ دخل ہونا چاہئے۔ کیونکہ جو مسلمان بیوی اپنے گھر کا حساب نہیں رکھ سکتیں۔ ان کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنی زندگی کے ساتھ اپنے بچوں اور خاوند کی نہ صرف تباہی کا موجب ہوں۔ بلکہ اپنے ساتھ تمام خاندان کے مستقبل کو تاریک کرنے میں حساب سے بے علمی کو دخل ہے۔

کاش حامیان تعلیم نسواں اور پردہ شکن لیڈر مسلمانوں کی اس سب سے بڑی ضرورت پر متوجہ ہوں۔ مگر قبل اس کے کہ مرد عورتوں کی اس اہم ترین ضرورت پر متوجہ ہوں۔ خود دنیائے نسواں کی تعلیم یافتہ خواتین کا فرض ہے کہ وہ اپنی اس سب سے بڑی خامی کو رفع کرنے کے لئے مردوں سے پہلے توجہ کریں۔ اور قوم کی آیندہ مائیں بننے والی لڑکیوں کو حساب سیکھنے کے ساتھ حساب رکھنے کی عملی تعلیم باقاعدہ دیں۔ تاکہ جو نئی نسل ان کے گہوارے میں پرورش پائے وہ برادران وطن کے بچوں سے کم حساب میں ماہر نہ ہو۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ جب مسلمان لڑکیوں کی مائیں خانگی حساب مکمل طریقہ سے رکھنے کی طرف متوجہ ہوں۔



بچوں کی سزا

(جناب حافظ محمد سلیمان صاحب میونسپل کمشنر دہلی)

مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ جس قدر اہم ہے اس سے کم اہمیت مسلمانوں کے بچوں کی تربیت کا مسئلہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ تربیت کا نقص بچوں کے مستقبل کو نہایت تاریک بنا دیتا ہے۔ اور تربیت کی خرابی کی وجہ سے ہونہار سے ہونہار بچے ترقی نہیں کر سکتے۔

یورپ میں جہاں اور چیزیں ایک مستقل فن بن گئی ہیں۔ وہیں یورپین سائنسدانوں نے تربیت کو بھی ایک مستقل فن قرار دیا ہے اور ماہرین تربیت کی رائے اتھارٹی مانی جاتی ہے۔ ماہرین تربیت ہی بچوں کے نشوونما اور حرکات و سکنات سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ کس بچے کا دماغ کس کام پر دوڑ سکتا ہے۔

غلام ہندوستان میں عموماً اور محکوم مسلمانوں میں خصوصاً اس ضروری فن سے جس کا تعلق نوجوان ہندوستان سے ہے بہت غفلت برتی جاتی ہے۔ اور لایق بچے۔ ہونہار اطفال بڑے ہو کر محض اس لئے کوئی نمایاں کام نہیں کر سکتے کہ ابتدا ہی میں ان کو اللہ کا فضل اور بی سیدانی اور بی جا او۔ ڈائین اور چمیل پیری وغیرہ ناموں کا خوفناک استعمال بطور سزا کے کیا جاتا ہے۔ اور اس ڈر اور خوف کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچوں کا دماغی نشوونما ٹھٹھر کر رہ جاتا ہے اور اکثر صورتوں میں تو بچوں کا دماغ خوف کی وجہ سے ماؤف ہو جاتا ہے۔ جن میں خدا معلوم کتنے نونہال ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کی جاہل اور بدتمیز مائیں ان کو آغوش مادری میں ڈرنے کی عادت نہ ڈالتیں تو وہ نہ صرف خاندان کے لئے باعث فخر ہوتے۔ بلکہ ہندوستان میں کوئی ایسی ایجاد کرتے کہ ان کی شہرت غیر ممالک تک پہونچتی۔

یورپ و امریکہ کے بہت سے ادب پیچیں اور موجد پیدائشی ادب پیچیں اور موجد نہیں ہیں۔ بلکہ انھوں نے اپنے قوت بازو سے روپیہ پیدا کیا ایجادیں کیں اور اس لئے وہ اپنی زندگی میں کامیاب اور نامور ہوئے کہ انکو بچپن شادی اور ہوے کے خوف سے مرعوب نہیں کیا تھا۔

ایام رضاعت کے بعد جاہل مائیں اور بیوقوف باپ تربیت کے نام سے یہ ظلم کرتے ہیں کہ اپنے بچوں کے سر پر اور منہ پر تھپڑ مارتے ہیں۔ جس کا فوری اثر اکثر یہ ہوا ہے کہ بچہ سہم گیا ہے۔ یا سکتہ ہوا ہے۔ اور یا ہاسٹائیل ہو کر زندگی سے آزاد ہو گیا ہے۔

بہت ممکن ہے کہ جنس لطیف ہونے کی وجہ سے ماں کا تھپڑ کچھ زیادہ وزنی نہ ہوتا ہو۔ مگر یہ یقینی ہے کہ بعض بے رحم اور عقل کے دشمن باپ تو ننھے ننھے بچوں کو اس بری طرح مارتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ اول تو معصوم بچوں کا مارنا ہی بہت کچھ قابل ملامت ہے۔ دوسرے یقیناً اس مار دھاڑ کا اثر بچے کی صحت پر پڑتا ہے۔ مگر خصوصاً سر پر مارنے کا اثر تو بچوں کے دماغ پر بہت ہی برا پڑتا ہے۔

کیونکہ انسان کے جسم میں جس قدر اعضاء ہیں۔ ان سب کا نشوونما صحت اور عقل کی درستی کا دار و مدار عصبی نظام پر ہے۔ اور چونکہ دماغ تمام عصبی نظام کا مرکز ہے۔ اس لئے اگر دماغ پورے طور سے ترقی نہ پائے تو تمام جسم غیر ترقی یافتہ اور کمزور ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کو ہر وقت مار دھاڑ کا خوف لگا رہتا ہے۔ اور اس خوف کی وجہ سے دماغ کی بالیدگی اور اعضاء کا نشوونما رک کر رہ جاتا ہے۔ اور بڑے ہونے کے بعد ان کی حالت بالکل اس سرسبز و شاداب پودے کی سی ہوتی ہے جس کو کھاد اور وقت پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے پھل تو آتے ہیں۔ مگر لذیذ نہیں ہوتے۔ بالکل اسی طرح بچے لوٹ پوٹ کر جوان تو ہو جاتے ہیں۔ مگر چہرہ بدرونق اعضاء نہایت کمزور آنکھیں دھنسی ہوئی گلے پچکے ہوتے پسلیاں کرتے میں سے نظر آئیں۔ دماغ نصف کے قریب ماؤف ایسے بچے اگر جوان بھی ہو جاتے ہیں تو وہ نہ اپنے لئے مفید ہوتے ہیں اور نہ اپنے کنبہ کے لئے۔ اور نہ اپنی قوم کے لئے۔ بلکہ جوان ہونے کے بعد ذرا سی بے احتیاطی سے بیماری ان پر قبضہ کر لیتی ہے اور جب ان کی شادی ہوتی ہے تو نہایت کمزور اور بیماریوں کا مجموعہ اولاد پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسل نہایت کمزور ہوتی جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کی مشہور صحت بیماری سے بدل رہی ہے۔

لہذا ضرورت ہے کہ اولاد والی مائیں اور بچوں والے باپ اپنے موجودہ طریق سزا میں تبدیلی ہی نہ کریں۔ بلکہ معصوم بچوں کو جسمانی سزا دینے سے بالکل پرہیز کریں۔ تاکہ مسلمانوں کی نئی نسل طاقتور ہو۔ اور اس کی دماغی حالت ایجاد و اختراع کی دنیا میں برتری حاصل کر سکے۔ اور وہ اس ہندوستان میں محض اپنی طاقت کے بل پر زندہ رہنے کی طاقت رکھتے ہوں۔

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھئے اور جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ روانہ کیجئے ورنہ آپکی شکایت کی تعمیل نہ ہوگی۔

(منیجر)

اصلاحِ اعمال

سود کا شکار

(عزیز حسن بقائی)

مغلوں کے دورِ عروج کی یادگار اب یا تو چند سر بفلک عمارتیں اور کچھ کھنڈرات ہیں۔ اور یا پھر دہلی کی گنجان آبادی کوچہ چیلان میں چند تباہ حال خاندان ہیں۔ جو صاحب عالم بہادر، شہزادہ صاحب وغیرہ کے الفاظ سے پکارے جاتے ہیں۔

دفعۃً ایک وقت تھا کہ اس خاندان کے اولوالعزم ممبروں نے وسط ایشیا سے چل کر ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تھی۔ یا اب گردشِ انقلاب نے اس نامسعد خاندان کو دنیا بھر کی بداخلاقیوں کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ اور عزت و ذلت کی انتہائی گہرائی تک پہونچا دیا ہے۔

مغل بہادری کا ایک کنبہ اسی کوچہ چیلان کے ایک تاریک مکان میں آباد ہے۔ جس کے بزرگ خاندان کا نام مرزا فرخ سیر ہے۔ جن کو سارے گھر والے اور سارے محلہ والے صاحب عالم صاحب کہتے ہیں۔ اور یہی اس خاندان کے بڑے بوڑھے ہیں۔ ان کا صرف ایک لڑکا ہے۔ جس کا نام مرزا محمد شاہ ہے اور جس کو گھر والے اور محلہ والے شہزادہ صاحب اور شہزادہ محمود صاحب کہتے ہیں اور اس خاندان کی تمام امیدوں کا مرکز نوجوان مرزا محمد شاہ کی ذات تھی۔ جس کی عمر اس وقت بیس سال کی تھی۔ اور جن کی تعلیم مڈل تک تھی۔

صاحب عالم مرزا فرخ سیر کی پنشن پچاس روپے ماہوار ان کی حیات تک انگریزی سرکار سے مقرر کی تھی۔ اور غدر ۱۸۵۷ء میں چونکہ انھوں نے خود کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ اس لئے ان کی پنشن بھی خاصی مقرر ہوگئی اور جائداد بھی ضبطی سے محفوظ رہی صاحب عالم صاحب کا پچاس روپے میں اس لئے گذارہ نہ ہوتا تھا کہ وہ بڑے کنبہ پرور تھے اور چونکہ خرچ کافی تھا اس لئے نہ جائداد کی مرمت ہو سکتی تھی اور نہ اس میں اضافہ ہوتا تھا۔ بلکہ ہر دوسرے تیسرے سال کوئی نہ کوئی مکان اونے پونے بک جاتا تھا اور اس طرح یہ شاہی کنبہ اپنی زندگی کے دن خوشحالی کے ساتھ گذار رہا تھا۔

فرخ مرزا بر ساٹھ سال کی عمر میں فالج گرا اور چند گھنٹہ میں صاحب عالم صاحب ڈاکٹروں اور حکیموں کی لگاتار مستعدی اور محنت کے باوجود ٹکٹ ہوگئے اور اپنی یادگار بیس ہزار روپے کی جائداد اور مرزا محمد شاہ اور ایک بیوہ بیوی چھوڑ دی۔ ہزار بارہ سو روپے میں فرخ مرزا کے پھول اور چہلم ہوئے اور اس طرح نقد روپے پر سود کی جھاڑو پھر گئی۔ نوجوان مرزا محمد شاہ جو اپنے نام کی مناسبت کی وجہ سے محمد شاہ رنگیلے کے قائم مقام تھے۔ ان کو شکار اور جاوڑی بازار کے گندے نالے میں غوطے کھانے کیلئے اب زیادہ آزادی ہو گئی تھی۔ لہٰذا ان لائق سپوت نے باپ کی آنکھیں بند ہوتے ہی اپنی کینچلی بدلی۔ اور اوباشوں کی ایک سنہری ٹولی جوان کے باپ کی موت کا انتظار کر رہی تھی۔ ان کے گرد جمع ہوگئی۔ اب شاہزادہ صاحب و صاحب عالم صاحب کا دماغ ان شوربے چٹ اور دسترخوان کے مکھی یاروں کی وجہ سے چوتھے آسمان پر پہونچ گیا تھا۔ چالیسویں کے بعد کنبہ کے جتنے غریبوں کو مرزا فرخ سیر مرحوم امداد دیا کرتے تھے وہ سب بند کر دی۔ باپ کے وقت کے پرانے ملازموں کو یک قلم موقوف کر دیا۔ بیوی کو حکم دیا گیا کہ وہ کرتہ پائجامہ کو ساڑھی بلوز سے تبدیل کر کے اپنے حسن میں رعنائی پیدا کرے۔ خود بھی اس نے انگلش ڈریس سوٹ بنوائے۔ اور اس تبدیل ہیئت سے اگرچہ وہ انگریز تو نہ بن سکا۔ مگر قطعاً وہ علاوہ دیسی عیسائی ضرور معلوم ہوتا تھا جس کو شکاریوں دیکھ کر دیہات کے باشندے اس کے شکاری جانور اٹھا کر اسٹیشن تک پہونچا دیتے تھے۔ اور ریل میں اینگلو انڈین کمپارٹمنٹ میں جگہ مل جاتی تھی۔ جب محمد شاہ ترقی کی یہ ابتدائی منزل طے کر چکا تو اس کو اب کالی آبادی میں رہنا ناگوار ہوا۔ اور دوستوں کی صلاح سے دریا گنج میں ایک کوٹھی کرایہ پر لے لی۔ جہاں رہنے کے لئے ایک موٹر کی اور خانساماں وغیرہ کی بھی ضرورت تھی۔

لالہ طوطا رام ساہوکار نے اپنے ایجنٹ کبڑے مرزا دلاور بیگ کو شہزادہ صاحب کے دوستوں میں کئی مہینے سے چھوڑ رکھا تھا جو تنخواہ تو لیتے تھے لالہ طوطا رام ساہوکار سے اور کھانا کھاتے تھے مشہور کے نواب محمد شاہ صاحب بہادر کے دسترخوان پر۔ محمد شاہ کو موٹر کی فراہمی میں پریشان دیکھ کر طوطا رام کے ایجنٹ مرزا دلاور بیگ نے دیکھا کہ اب تیر نشانے پر لگے گا۔ فوراً پرامیسری نوٹ پر روپے کا انتظام طوطا رام سے کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ محمد شاہ نے اس غمگساری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پانچ ہزار کی موٹر کشمیری دروازہ کی ایک ہندو فرم سے خریدی۔ اور طوطا رام ساہوکار کی آمد و رفت بھی مغل پیلس میں شروع ہو گئی۔ طوطا رام ساہوکار اور کبڑا دلاور اور نواب محمد شاہ کے اتحاد ثلاثہ پر دہلی کے سمجھدار حلقوں میں انگلیاں اٹھنے لگیں کیونکہ کبڑے دلاور کچھ ایسے سبز قدم تھے کہ جس کھاتے پیتے اور بھرے پرے گھر میں منحوس قدم رکھا۔ صفایا کر دیا۔ اس ظالم کو معلوم کیا یہ خبر یاد تھا کہ بٹیا بن کر تو سب کھاتے ہیں مگر یہ باپ بن کر کھاتا تھا اور ہمیشہ ایسے خاندانی یتیموں کی تلاش میں رہتا کہ جن کے ماں باپ کچھ اثاثہ چھوڑ گئے ہوں اور ان کی عیاشانہ زندگی کو اس اندوختہ کی آمدنی کافی نہ ہو۔

نواب محمد شاہ کی زندگی کا یہ دور طوطا رام ساہوکار جیسے فاشعار دوست اور انکے نئے باپ مرزا دلاور بیگ کی سرپرستی کی وجہ سے بہت کامیاب شکاری بادشاہی ہر اتوار کو نواح دہلی کے جانوروں کو پیام فنا سنانے جایا کرتی تھی۔ جاوڑی بازار سے

[redacted]

مس شریفہ بائی آف سالیگر کو ملا بھی اپنے حسن طراز۔ اور زہد شکن اور شباب سے علامت اندوز کرنے محمد شاہ کی زرپاشیوں کی بدولت مغل بلیس میں آجایا کرتی تھیں۔ اسی عرصہ میں محمد شاہ کو خدا نے ایک لڑکی دی جس کا نام ماہ رو رکھا گیا۔ زچگی کے شادیانے مصارفت اور زچگی کے بعد چھٹی کی تقریب بندی میں کپڑے لاد اور ساہوکار [illegible] علاوہ کھلی۔ دست کام نہ آیا چھٹی کی تقریب پر دونوں ماں باپ نے دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ اور عاقبت سے بے پروا ہو کر محفل رقص میں اپنے مورث اعلیٰ محمد شاہ رنگیلے کی روح کو بھی شامپین کے کنٹروں کا ثواب پہونچا دیا گیا۔ مس شریفہ بائی کے یہ پارے تھے وہ رچل ہوا تھا۔ اور محمد شاہ بے ملک کا نواب بنا ہوا نہایت بے دردی سے خودکشی کی تیاریاں کر رہا تھا۔

جب کنبہ والے رخصت ہوئے اور محمد شاہ کا نشہ ہرن ہوا اور خرچ کا اندازہ کیا تو ہزار روپیہ ماہ رو کی پیدائش اور چھٹی پر خرچ ہو چکے تھے۔ یہ سنکر محمد شاہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب ہم زیادہ عرصہ تک موٹر اور کوٹھی کی ساتھ زندگی نہیں گذار سکتے اور یہ کہکر وہ کچھ سوچنے لگا۔ اس عرصہ میں منیم جی آیا اور آکر یہ رقعہ دیا۔

نواب صاحب تسلیم!

آجکل ہمارا روپے کی ضرورت ہے کاروبار میں کچھ خرابی آگئی ہے آپ براہ کرم اپنا حساب صاف کر دیجئے منیم جی بہی کھاتہ لیکر آئے ہیں ان سے حساب سمجھ لیجئے میزان اس روپیہ کی جو آپکو دینا ہے بائیس ہزار معہ سود کے ہوگئی ہے۔ اگر ایک ہفتہ میں روپیہ کا بندوبست نہ ہوا تو مجبوراً دعویٰ کرنا پڑیگا۔ اور آپکو خرچہ کی زیرباری ہوگی۔

آپکا تابعدار

طوطا رام ساہوکار

یہ رقعہ کے پڑھتے ہی محمد شاہ کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا آگیا۔ اور سر چکرانے لگا اس نے حساب درست کرکے منیم جی کو بلایا۔ تو اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اصل قرض پندرہ ہزار ہے۔ مگر سود در سود کا چکر ۲۰ ہزار کا ہوگیا ہے۔ اس نے منیم جی کو یہ کہکر رخصت کیا کہ لالہ جی سے سلام کہنا اور کہدینا کہ بہت جلدی آپکے روپے کا انتظام ہو جائیگا۔ اب مرزا محمد شاہ نے بزرگوں کی کمائی (جائداد) کو علیحدہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر [illegible] سمجھکر کسی نے پوری قیمت نہ دی۔ اس عرصہ میں لالہ جی نے عدالت میں دعویٰ کرکے ڈگری حاصل کرلی۔ اور ڈگری کے بعد اجرائے ڈگری کی اور قرقی اور نیلام کا معاملہ بھی طے ہوگیا۔ اور ساری جائداد نیلام ہو نیکے بعد نواب مرزا محمد شاہ صاحب کے پاس کل ایک ہزار روپیہ بچ رہا۔ ساری عمر عیش اور آرام خوری میں کٹی تھی۔ اپنا اور معصوم بیوی اور بچی کا تاریک مستقبل سامنے تھا۔ سوچنے لگا کہ اس ایک ہزار کو فوراً کسی نفع بخش کاروبار میں پھنسا دوں۔ یہی کپڑے والا ربیک جوکی کی طرح اس کے دستر خوان پر بیٹھنا یا کرتے تھے۔ رفیق ہوئے اور کلکتہ سے کوکین لاکر ایک تنگ گلی میں فروخت کرنی شروع کی۔

مرزا محمد شاہ کا یہ نیا کاروبار ترقی پر تھا۔ ہزاروں روپے کی ریل پیل ہو رہی تھی کچھ مرزا خود بھی خوب کوکین کھاتے تھے اور اگر پولیس اور آبکاری کو دس دیتے تھے تو پچاس بچے گھر پہونچاتے تھے۔ رفتہ رفتہ نواب مرزا محمد شاہ صاحب کا نام کوکین فروشوں کی ڈائرکٹری میں آبکاری اور پولیس کے افسران نے لکھ لیا۔ اور کئی مرتبہ پولیس نے چھاپہ بھی مارا۔ مگر چونکہ سارا کام ملازموں سے لیا جاتا تھا۔ اس لئے شہزادہ صاحب خود بھی بچ گئے اور انکے گیلا پ لپٹنے مرزا پر بھی آنت نہ آئی۔ اسی اثنا میں کپڑے والے مرزا سے مرزا محمد شاہ کی لڑائی ہوگئی اور کپڑے والے مرزا نے پولیس والوں سے ملکر شہزادہ صاحب کو اسوقت گرفتار کرا یا جبکہ وہ کوکین کی پڑیاں زنانہ میں بیٹھے ہوئے باندھ رہے تھے پولیس نے تمام سامان قبضہ میں کیا اور ہتکڑیاں لگا کر صاحب عالم بہادر کو تھانہ لیگئی جس وقت صاحب عالم نے ہتکڑیوں کو دیکھا تو ان کو غش آگیا۔ اور معصوم بچی نے بلک بلک کر رونا شروع کیا۔ بے گناہ بیوی اور ضعیف ماں کی آہ وزاری سے سننے والوں کا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔

مرزا محمد شاہ نے ہوش کے سپاہیوں سے نظر بچا کر انگوٹھی کا نگ چاٹ لیا اور تھانہ پہونچتے پہونچتے ان کو قے آنے لگی۔ سب انسپکٹر پولیس فوراً سمجھ گیا کہ خودکشی کی ہے لہذا ان پر کوکین فروشی کیساتھ اقدام خودکشی کا جرم بھی ضمنی میں لگا دیا اور اسی وقت دہلی کے سرکاری ہسپتال میں محمد شاہ کو پولیس کی نگرانی میں پہونچا دیا گیا ہسپتال پہونچتے پہونچتے شہزادہ صاحب کا کلیجہ اور انتڑیاں باہر آگئیں۔ اور مرزا محمد شاہ جیسے ہونہار نوجوان نے زندگی کی کشمکش سے نجات حاصل کی۔ لاش لاوارث ماں اور بیوی کے حوالہ کی گئی۔ اور لاش کو دیکھتے ہی ماں پچھاڑ کھا کر گری اور بیوی نے دیوار سے سر پھوڑنا شروع کیا معصوم ماہ رو ایک ایک کی صورت دیکھتی تھی اور سہمی ہوئی کچھ نہیں سمجھتی تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ بالآخر [illegible] محلے والوں نے تجہیز و تکفین کی اور دوسرے روز اس المناک موت کا حال مقامی اخبارات میں اس طرح شائع ہوا:-

"مرزا محمد شاہ جو حضرت بہادر شاہ آخری تاجدار دہلی کا پوتا تھا اس نے اپنی تمام دولت جو ساٹھ ہزار کی تھی۔ عیاشی اور رنڈی بازی کی وجہ سے طوطا رام ساہوکار کی ڈگری میں بیچکر کوکین فروشی اختیار کی تھی۔ وہ کل رات کو ہسپتال میں خودکشی کرکے فوت ہوگیا۔ طوطا رام کی طرح صحیح ہے۔ اور کپڑے مرزا دلاور بیگ کی بیوفائی کا چرچہ گھر گھر ہو رہا ہے۔ مگر بیوہ مرزا محمد شاہ کی بیوی شہزادی روشن آرا اور معصوم ماہ رو فاقہ کشی کی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ کاش انھوں نے چھٹی کے وقت اپنے مستقبل پر غور کرلیا ہوتا؟"

مشاہیر وطن

مجدد طب جانشین مسیح الملک حکیم محمد احمد خانصاحب

(جوائنٹ ایڈیٹر)

جناب حکیم محمد احمد خانصاحب کا خاندانی سلسلہ نسب حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے ملتا ہے آپ کے جد امجد آج سے چار سو برس پہلے سمرقند سے ہندوستان میں تشریف لائے تھے۔ ہندوستان کا وہ مشہور عالم (ملا علی قاری) بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جنکے علم و فضل کا شہرہ یورپ اور وسط ایشیا تک پہونچا اور دور آخر میں اسی محترم خاندان کے بزرگ حکیم محمد شریف خانصاحب نے طب یونانی کی کشتی کو ڈوبنے سے بچا لیا۔ انکے محترم جانشین اور بڑے صاحبزادے حکیم محمود خانصاحب نے اپنی خداداد ذہانت سے حکیم محمد شریف خانصاحب کے مشن کو ترقی دی۔ حکیم محمود خانصاحب کے انتقال کے بعد انکے جانشین اور بڑے صاحبزادے حاذق الملک حکیم عبد المجید خانصاحب نے اپنی خداداد قابلیت اور کبھی نہ تھکنے والے دماغ سے طب یونانی کو بام عروج پر پہونچایا۔ اور دیسی طب کی بقا کیلئے مدرسہ طبیہ کی بنیاد ڈالی جو آج طبیہ کالج دہلی کے نادر درخت کی صورت میں موجود ہے اور آج ہم تاریخ کے صفحات پر اسی محترم اور یادگار زمانہ ہستی کے قابل صد عزت و احترام فرزند حضرت مولانا حکیم حاجی محمد احمد خانصاحب کو جو کہ جانشین مسیح الملکؒ ہیں کا تعارف کرانا چاہتے ہیں جو شریف خانی گدی کا وارث تسلیم کیا جا چکا ہے اور جو صحیح معنوں میں مسیح الملکؒ کا جانشین ہے۔ اور جو اپنے اجداد کی گدی پر بیٹھکر خلق اللہ کی خدمت میں شب و روز مصروف ہے اور جو اپنے اجداد کی عزت و لیاقت کا جائز وارث ہے اور جسکے دم سے مشرقی طب کا آفتاب روشن ہے اور جس سے ملک و قوم کی صد ہا امیدیں بلحاظ علم و فضل اور تشخیص و تجویز وابستہ ہیں۔

اس فخر خاندان (حکیم محمد احمد خانصاحب) کی پیدائش ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۰۷ھ یوم چہار شنبہ کو دہلی میں ہوئی۔ سات برس کی عمر میں ابتدائی تعلیم مکان پر شروع کرادی گئی اسکے بعد اپنے والد حاذق الملکؒ اول سے طبی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۹ھ میں حاذق الملک حکیم عبد المجید خانصاحبؒ نے انتقال فرما کر داغ یتیمی دیا۔ والد کے انتقال کے بعد آپنے اپنے خاندانی کتب خانہ کی دو سال تک اس طرح ورق گردانی کی کہ خاندان کے افراد نے آپکو کتابوں کا کیڑا نام کہدیا۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ قدرت حکیم محمد احمد خانصاحب کو کس کام کیلئے تیار کر رہی ہے اور ان سے آئندہ وہ کیا کام لینا چاہتی ہے کامل دو سال کی کتب بینی کے بعد ۱۳۳۱ھ میں مسیح الملکؒ حکیم محمد اجمل خانصاحبؒ نے جو اسوقت ریاست رامپور میں طبیب خاص تھے اپنے اس ہونے والے جانشین بھتیجہ کو اپنے پاس بلا کر اپنی زیر نگرانی ایک عرب فاضل طبیب نامی سے عربی علم ادب کی تکمیل کرائی اور بوقت فرصت خود بھی تعلیم دیتے تھے گویا اسی زمانہ میں مسیح الملک مرحوم نے اندازہ کرلیا تھا کہ محمد احمد خاں کو قدرت نے کس کام کیلئے پیدا کیا ہے اور انکی اعلیٰ ذہانت ان کو ایک دن کس منصب عالی پر پہونچائیگی۔ ریاست رامپور میں عربی علم ادب کی تکمیل کے بعد آپ ریاست کے مشہور کتب خانہ کی ورق گردانی کی۔ ۱۳۳۲ھ میں آپ دہلی واپس تشریف لائے اور اپنے عم محترم اور مسیح الملکؒ کے برادر بزرگ حضرت مولانا حکیم محمد واصل خانصاحب سے جو اسوقت حکیم محمد شریف خانصاحب کے جانشین تھے طبی تعلیم کی تکمیل کی۔ حکیم واصل خانصاحب نے اپنے لائق بھتیجہ کو اپنی نگرانی میں مطب شروع کرادیا۔ ۱۳۳۵ھ میں حکیم واصل خانصاحب کی بڑی صاحبزادی سے آپکا نکاح ہوا اور اس شادی نے کو اور بھی مضبوط کردیا۔ ۱۳۳۸ھ میں جناب حکیم واصل خانصاحب نے انتقال فرمایا جس سے آپ قدرتاً بہت متاثر ہوئے اور تھوڑے عرصہ کے بعد حج بیت اللہ کے لئے حجاز روانہ ہوگئے۔ جہاں آپ حج سے فارغ ہوکر عراق اور مصر و شام کی سیاحت پر روانہ ہوئے۔ اس سیاحت میں آپ نے ان ممالک کے قدیم کتب خانوں کا گہرا مطالعہ کیا اور زیارت عراق و شام کیساتھ طبی معلومات آپکی بہت وسیع ہوگئی۔ ۱۳۴۰ھ میں سفر سے واپس تشریف لائے جہاں آپنے بحیثیت جانشین حکیم واصل خانصاحب کے مطب میں خلق اللہ کی خدمت شروع کی۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات والی ضرب المثل آپ پر صادق آئی۔ آپنے اپنی خداداد قابلیت کا ایسا سکہ جمایا کہ حریف بھی آپکی ذہانت کے معترف ہوگئے اور خلق اللہ کو جو توقعات اس فاضل باپ کے لائق بیٹے سے تھیں وہ پوری ہونی شروع ہوگئیں۔ خاندان کے بزرگوں کی نگاہیں بھی حکیم محمد احمد خانصاحب پر لگے ہوئے تھیں اور تھوڑے عرصہ میں آپکے مطب کی دھوم دہلی سے بیرونجات میں پہونچی اور حکیم عبد المجید خانصاحبؒ کے لائق فرزند سے علاج کرانے کے لئے ممتاز والیان ریاست نے رجوع کیا جن میں علاج مہاراجہ صاحب اور مہاراجہ صاحب اور نواب صاحب اور نواب صاحب خیرپور سندھ وغیرہ کے ہوئے۔ مسیح الملکؒ مرحوم کو آپکی طبی قابلیت پر اسقدر اعتماد تھا کہ وہ آپکو اکثر والیان ریاست کے علاج کیلئے اپنی جگہ بھیجا کرتے تھے اور آخر وقت میں تو اسقدر ترقی کرگیا تھا کہ اکثر الجھے ہوئے مریضوں کو مسیح الملکؒ مرحوم نے حکیم محمد احمد خانصاحب کے سپرد کیا اور آپکے ہاتھ پر خدا نے شفا دی۔ دسمبر ۱۹۲۷ء کے آخری ہفتہ میں مسیح الملکؒ نے رامپور میں انتقال فرمایا تجہیز و تکفین کے بعد خاندان کے تمام بزرگوں فردوں اور معتقدوں نے جن میں مسیح الملکؒ کی محترمہ اہلیہ صاحبہ مسیح الملکؒ کے فرزند رشید حکیم محمد جمیل خانصاحب مسیح الملکؒ کے سمدھی جناب حکیم غلام کبریا خانصاحب مسیح الملکؒ کے بھائی جناب حکیم فاضل خانصاحب وغیرہ شریف خانی خاندان کے اکابر نے خاندانی رسم و رواج کے مطابق باہمی مشورہ کرکے حکیم محمد احمد خانصاحب کو اس گدی پر بٹھادیا جو نہ صرف اس خاندان کیلئے ہمیشہ باعث صد عزت و احترام رہی ہے بلکہ تمام ہندوستان میں عزت کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے اور جسکو حکیم شریف خانصاحب اور حکیم محمود خانصاحب اور حکیم عبد المجید خانصاحب اور حکیم اجمل خانصاحب نے اپنے قدم سے زینت بخشی ہے اور جناب حکیم اجمل خانصاحب کے انتقال کے بعد قسمت نے حکیم محمد احمد خانصاحب کے لئے خالی کی ہے اور جس کے جانشین بلحاظ طبی قابلیت اور اعلیٰ معلومات اور بلحاظ علم و فضل کے شریف خانی خاندان میں صرف آپ ہی ہو سکتے تھے۔ آپ باوجودیکہ علمی لحاظ سے شریف خانی خاندان میں آفتاب ہیں مگر اب بھی چار گھنٹہ کا مطالعہ کتب مسیح الملکؒ کی طرح روزانہ جاری ہے۔ اور اسکے ساتھ یورپ کے مترقی یافتہ فن دواسازی اور طریق علاج اور جدید ترقیات پر گہری نظر ہے۔ جناب حکیم محمد احمد خانصاحب سے ملک و ملت کو جو توقعات ہیں ہماری دعا ہے کہ

تفریحات

سرکاری بلی

(جناب ایڈی گانگ صاحب کے قلم سے)

ایک والی ریاست نے ولایتی بلی خریدی جب یورپین سوداگر اس کو لیکر حاضر ہوا اور رئیس کے سامنے بلی کو پیش کیا تو رئیس نے مصاحبوں کو مخاطب کرکے پوچھا بتاؤ بلی کیسی ہے؟

ایک مصاحب: حضور یہ بلی نہیں شیر کا بچہ معلوم ہوتی ہے

دوسرا مصاحب: اس کو شیر کا بچہ کہنا اس کی توہین ہے یہ تو شیر کی استانی ہے۔ چہرہ دیکھو کیسا نورانی ہے۔ فرشتے اس کی صورت دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ پریاں اس کو دیکھیں تو شرما کر منہ چھپالیں۔

تیسرا مصاحب: سرکار ایسی بلی فرانس کے پریزیڈنٹ کی لڑکی کے سوا دنیا میں اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ مہاراجہ...... جب لڑائی کے زمانہ میں فرانس گئے تو بہت کوشش کی پریزیڈنٹ کی لڑکی کو کئی ہزار روپے کے تحائف دئے مگر لڑکی نے اپنی بلی کا بچہ دینے سے صاف انکار کردیا۔ یہ تو سرکار کا اقبال ہے جو گھر بیٹھے ایسی اعلیٰ نسل کی بلی مل گئی۔

چوتھا مصاحب: قبلہ عالم۔ مجھکو اس بلی کا نسب نامہ بڑی تلاش کے بعد ملا ہے یہ حضرت ابوہریرہؓ کی مشہور بلی کی اولاد میں ہے۔ مورخ ابن اثیر و ابن خلدون و ابن خلکان و طبری نے خاص باب اس بلی کے نسب کی نسبت قایم کئے ہیں۔ شبہ تعلیقیں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی بلی اپنے مالک کی وفات کے بعد چالیس دن سوگ میں روتی رہی۔ اس نے کھانا نہ کھایا۔ دمشق کے اموی خلیفہ نے یہ روایت سنی تو اس نے بلی کو دربار میں بلایا۔ تمام درباری خلیفہ سمیت تعظیم کو کھڑے ہوگئے اور بلی کو خاص تخت خلافت پر جگہ دی گئی۔

حکم ہوا اس بلی کے لئے خاص محل تیار کرایا جائے۔ سونے کے طشت بنوائے جائیں۔ جن میں اس کو کھانا دیا جائے۔ اس کے بعد دربار کا محبوب بلا بلایا گیا تاکہ اس بلی سے اس کی شادی ہو۔ مگر دانا نے عرض کیا جہاں پناہ یہ بلی نہیں ہے بلکہ بلا ہے۔ یہ سنکر خلیفہ نے اس کے لئے بلی تلاش کرائی اور دونوں محل میں رہنے لگے۔ مگر کئی سال تک ان کے بچے نہ ہوئے تو خلیفہ نے ایک نامور حکیم کو ایک ہزار اشرفی دیکر بلی کا علاج کرایا۔ جب کہیں دو بچے پیدا ہوئے لیکن قاعدہ مقرر ہوگیا کہ ہر جوڑے کے دو ہی بچے ہوتے تھے ایک نر اور دوسری مادہ۔ جب خلیفہ کے مرنے کا وقت آیا تو وہ تحریری وصیت سب سے پہلے بلی کے لئے وصیت کرگیا تھا کہ اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے اور خلیفہ کا جانشین سب سے پہلے اس بلی کا لحاظ کرتا تھا اور ہر طرح اس کی آسایش کا بندوبست کرتا تھا۔

آخر جب بنی امیہ کی حکومت ختم ہوئی اور بنی عباس کی حکومت کا وقت آیا تو خلیفہ کا لڑکا اس بلی کے جوڑے کو لیکر بھاگ گیا اور ملک اسپین میں جاکر ایک نئی حکومت قایم کی۔ وہاں بھی صدیوں تک اس بلی کی حفاظت ہوتی رہی اور جب اسپین میں انقلاب ہوا تو یہ جوڑا فرانس میں آیا اور اب تک وہاں موجود ہے سرکاری کاغذات میں اسکی حفاظت کے احکام خاص طور سے لکھے جاتے ہیں۔

یورپین سوداگر حیران تھا کہ یہ فرضی نسب نامے میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھے۔ معلوم نہیں یہ مصاحب کیا کمیشن مانگ لے گا۔

رئیس: ہاں یہ تو ٹھیک ہے کہ بلی بہت اعلیٰ درجہ کی ہے مگر اسکی مونچھوں کے بال بہت بدصورت ہیں۔

پہلا مصاحب: حضور قیصر جرمن کی منحوس مونچھیں ہیں۔

دوسرا مصاحب: سرکار موذی جھینگر کی مونچھوں اور اس بلی کی مونچھوں میں کچھ بھی فرق نہیں۔

تیسرا مصاحب: قربانت شوم۔ چہرہ اس بلی کا ستارہ ہے مگر مونچھوں کی خرابی کے سبب یہ دمدار تارہ معلوم ہوتی ہے۔

چوتھا مصاحب: حضور تاریخوں میں بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت ابی ہریرہؓ کی بلی میں بھی یہی عیب تھا کہ اس کی مونچھیں خراب تھیں خلیفہ تو اس غم میں کئی کئی رات کھانا نہ کھاتا تھا۔ اور فرانس کے پریزیڈنٹ کی لڑکی بھی اسی وجہ سے اکثر اداس رہتی ہے۔ لندن نیوز میں جو تصویر اس لڑکی کی چھپی ہے اس میں اس کی شکل روتی ہوئی نظر آتی ہے۔

رئیس۔ مگر مجھے یہ بہت ہی پسند ہے۔

پہلا مصاحب: حضور پسند نہ فرمائیں تو اور کون پسند کریگا۔ حضور کی برابر آج دنیا میں کوئی شخص حیوانات کی شکلوں کا ماہر نہیں ہے مدیرے گڈ انڈ وزیر اعظم انگلستان نے سنا ہے۔ ابھی حال میں یہ کہا ہے کہ ایسا ماہر حیوانات ہندوستان کے شہزادوں میں اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ یہ فقرہ سن کر یورپین سوداگر حیرت سے مبہوت ہوگیا کہ اس دلیری سے یہ شخص اتنا بڑا جھوٹ کیونکر بول سکتا ہے۔

آخر اس نے اس بلی کو خریدلیا۔ اور مجلس برخاست ہوئی۔ اور مصاحب لوگ باہر نکلے تو انگریز نے مسکرا کر مورخ صاحب سے کہا۔

میں خیال کرتا ہوں۔ اس ریاست میں آپ کی برابر کوئی شخص تاریخ سے واقف نہیں ہوگا۔ مصاحب نے کہا۔ آپ کا بہت شکریہ۔ مگر یہ بتائیے کہ ہمارا حق کب تک ملے گا جب تک ہمارا حصہ گھر پر نہ پہنچے یہ خیال رکھئے کہ بلی کا داخلہ ناممکن ہے۔ کیونکہ ہم جب مادہ کرینگے۔ بلی کی فروخت شروع ہوجائیگی۔ انگریز نے کہا میں آپ حضرات کی قوت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ مجھ سے یہ غلطی ہرگز نہ ہوگی۔ میں ایک ایک گھنٹہ کے اندر آپ سب حضرات کی کمیشن پہنچا دونگا۔ اس کے بعد انگریز نے دل میں کہا۔ ہندوستانی رؤسا کے ہاں یہ مصاحب لوگ بھی عجیب چیز ہیں۔ جس کی نظیر تمام یورپ میں کہیں نہ ہوگی۔

حکمائے امت

علمی فراست

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی نکتہ سنجی

(حضرت مولانا ابن مسعود حبیب الرشید محمود حسن الانصاری الرشیدی الگنگوہی)

(۲) غصہ سے کوئی انسان کبھی خالی نہیں ہوا، یہ ایک فطری چیز ہے جس کا انسان سے جدا ہونا محال ہے، اللہ کے بندے بھی زیادہ سے زیادہ اپنی ریاضتوں اور عبادات شاقہ سے اسے کم کر سکے ہیں، لیکن یہ کہ اس کا وجود ہی باقی نہ رہے، ایسا کبھی نہیں ہوا۔

ایک شخص کی بیوی سے تکرار ہوئی قصہ بڑھا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ غصہ میں آکر بیوی کو خطاب کرکے اس نے یہ قسم کھائی "کہ اگر تیرے کلام کرنے سے پہلے میں تجھ سے کلام کروں تو تجھ پر طلاق ہے" بیوی اس سے بھی تیز تھی اس نے قسم کھائی "میں اگر تیرے کلام کرنے سے پہلے تجھ سے کلام کروں تو میرا سب مال صدقہ"

خاوند بیوی کے تعلقات ہی کچھ اس قسم کے واقع ہوئے ہیں کہ تکرار ہو ضروری ہے اور صلح ہو جانا بھی بہت ہی اقرب اور متیقن، چنانچہ ان لوگوں کو بھی زیادہ دیر نہیں لگی، غصہ اترا، مزاج درست ہوئے تو بہت پچھتائے، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، خاوند اگر بولتا ہے تو بیوی ہاتھ سے جاتی ہے، بیوی اگر کلام کرتی ہے تو ساری دولت رخصت ہوتی ہے، دونوں خاموش بیٹھے ہوئے حسرت کے ساتھ ایک دوسرے کو تکا کرتے۔

اب اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ علماء اور حکمائے امت کی طرف رجوع کیا جاوے، چنانچہ اپنے شہر کے علامہ فقیہ حضرت ابو سفیان ثوریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری سرگذشت عرض کی، جہاں سے جواب ملا کہ الفاظ بالکل صریح ہیں، تاویل اور حیلہ شرعی کی بھی قطعاً گنجائش نہیں، دونوں امور (طلاق یا اتلاف البیت کے صدقہ میں) جس کو چاہو بہو اختیار کر دو۔

سخت مایوسی کی حالت میں وہاں سے واپس ہوا لیکن یہ خیال آکر کہ شاید حضرت امام ابو حنیفہؒ ہی کے ہاتھوں میری عقدہ کشائی مقدر میں ہو، لاؤ ایک کوشش یہاں بھی کرتا جاؤں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، امام صاحب نے واقعہ سنکر فوراً فرمایا "جاؤ اور بیوی سے بلا تامل کلام کرو نہ وہ حانث ہوگی اور نہ تم" غریب مصیبت زدہ یہ فتویٰ سنکر سخت پریشان ہوا، سیدھا ثوریؒ کے یہاں پہنچا اور فتویٰ نقل کیا، ثوریؒ نے بھی اس فتویٰ کو غایت حیرت کے ساتھ سنا اور غصہ میں بھرے ہوئے امام صاحب کے پہونچے اور فرمایا "ابو حنیفہ! کیا تو حرام شرمگاہوں کو حلال کرنا چاہتا ہے" امام صاحب بے ساختہ مسکرا دئے اور فرمایا "کیا واقعہ ہے؟" حضرت سفیانؒ نے قصہ دہرایا، فرمایا صحیح تو ہے، یہ شخص اگر اب جاکر اپنی بیوی سے کلام کرے گا تو ہرگز حانث نہ ہوگا، اس لئے کہ اس نے جو قسم کھائی تھی وہ پوری ہو چکی، اس کی بیوی اس سے پہلے بول چکی، اور اپنی قسم کے الفاظ استعمال کئے، اب اس شخص کے کلام کرنے سے بیوی کی قسم بھی پوری ہو جائے گی، اس لئے کہ کلام کا اول اس سے تحقق ہو گا،

حضرت سفیان ثوریؒ نے جواب سنا تو فرمایا کہ ابو حنیفہؓ تیرے لئے ایسی ایسی باتوں کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔

(باقی آیندہ)



مصری سیمنٹ

سنگ مرمر، چینی یا کانچ کا سامان ٹوٹ جائے تو اس کی مرمت کے لئے گھروں میں اکثر مصالحہ کی تلاش ہوتی ہے۔ اس تجارت سے بڑا فائدہ ہو سکتا ہے۔ نسخہ ذیل میں درج ہے۔

خشک سفید سکہ ایک پاؤ سریش نیم آثار۔
پانی مصفا ۱ گیلن۔

اس کو ایک برتن میں ڈال کر ابال لیا جائے یہاں تک کہ سب چیزیں حل ہو جائیں۔ اس کے بعد ۱ گیلن الکوہل ملایا جائے اور پھر دوبارہ ابال کر حل کیا جائے۔ پھر کافور کو ملا کر خوبصورت شیشیوں میں بھر کر کاگ لگا دیئے جائیں۔ بازار میں بڑے نفع سے فروخت ہوگا۔

مصنوعی سلیٹ

مدارس میں بچوں کو سلیٹوں کی بے حد ضرورت رہتی ہے مصنوعی سلیٹیں تیار کرنے کا معمولی طریقہ درج کیا جاتا ہے۔

اسی کے ابلے ہوئے تیل میں گتے تر کر لئے جائیں، اور پھر نیچے کا لکھا ہوا مرکب چند بار مسلسل لگایا جائے۔ (وزن کے ذریعے)

کوپال وارنش	۱ حصہ	روغن تارپین ۵ حصہ۔ چمکنے والی ریت	۱ حصہ
پسا ہوا شیشہ	۱ حصہ	سلیٹوں کا پسا ہوا سفوف	۲ حصہ۔
چراغ کی سیاہی	۱ حصہ۔		

سب کو اچھی طرح سے ملا دیا جائے۔ اور ان کو نہایت صفائی سے کاغذ پر لیپ دیا جائے۔ خشک ہو کر سخت ہونے پر استعمال میں لائی جائے۔ اس پر سلیٹ پنسل سے لکھا جا سکتا ہے۔ اگر ان کو مدرسوں میں فروخت کیا جائے تو بہت نفع ہو سکتا ہے۔

اسٹیفن کی بلو بلیک سیاہی

یہ روشنائی نہایت مشہور اور مقبول ہے اسے تیار کر کے بوتلوں میں بھر لو اور لیبل لگا کر فروخت کرو۔ ترکیب یہ ہے پرشین بلو ایک تولہ۔ اگزالک ایسڈ ایک تولہ دونوں کو باریک پیس لو اور حسب ضرورت پانی میں حل کر کے بوتل میں بند کر لو۔

فاؤنٹین قلم کی سیاہی بنانا

فاؤنٹین قلم کی سیاہی معمولی بلو بلیک سیاہی سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ اس سیاہی میں دو خوبیاں ہونا نہایت ضروری ہیں ایک تو یہ کہ سیاہی سے قلم کے قیمتی نب کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ دوسرے یہ کہ سیاہی میں روانی بہت زیادہ ہونی چاہیئے۔ فاؤنٹین قلم کی سیاہیاں یوں تو مدہا قسم کی ولایت سے بھی آتی ہیں اور ہندوستان میں بھی تیار ہوتی ہیں مگر "سوان انک" اور "واٹرمین انک" بہت زیادہ مستعمل ہیں۔ مندرجہ ذیل نسخہ کسی صورت میں بھی ان دونوں سیاہیوں سے اوصاف میں کم نہیں ہے۔ اگر یہ سیاہی تیار کر کے بازار میں اچھی شکل میں لائی جائے تو اچھا فائدہ منافع ہو سکتا ہے۔ نسخہ یہ ہے:

گیلک ایسڈ	۸ ڈرام	ڈیلوٹ سیلفرک ایسڈ	۲۴ قطرے
فردس سلیفیٹ	۱۲ ڈرام	لیکویفائڈ فنائل	۳ قطرے
فنائل بلیو	دو ڈرام	گلیسرین	۱۴ قطرے
گم ایکیشیا	۱۲ ڈرام	ڈسٹلڈ واٹر (آب مقطر)	۲۰ اونس

فیروس سلیفیٹ، گم ایکیشیا، فنائل، گلیسرین اور ڈائلوٹ سیلفرک ایسڈ کو آٹھ اونس پانی میں حل کرکے اور گیلک ایسڈ والے سلوشن کو اچھی طرح جوش دیں اور تھوڑا تھوڑا پہلا سلوشن اس میں ملائے جائیں۔ یہاں تک کہ پکتے پکتے وہ بیس اونس رہ جائے۔ جب یہ عمل کر چکیں تو تیار شدہ سلوشن کو بلاٹنگ پیپر میں چھان لیں۔ اور فنائل بلیو اس میں حل کر دیں۔ جب تک کہ فنائل بلو حل نہ ہو سلوشن کو برابر کسی چیز سے ملاتے اور ہلاتے رہیں۔

کپڑے کی سیاہی

پہننے کے کپڑوں پر نمبر ڈالنے کے لئے جو سیاہی استعمال کی جاتی ہے اس کی ترکیب یہ ہے کہ کاسٹک ایک حصہ دس حصہ پانی میں حل کر کے گیرو اور کاجل بقدر ضرورت ملاؤ اور شیشیوں میں بھر لو۔

ربڑ کی مہر کی سیاہی تیار کرنا

ربڑ کی مہر کی سیاہی اگر تیار کی جائے اور انگریزی دفتروں میں اور فرموں میں جا کر آرڈر حاصل کئے جائیں تو کافی تعداد میں اس سیاہی کی شیشیاں ہر ماہ نکل سکتی ہیں اور نہایت معقول نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اودے رنگ کو گلیسرین میں کھرل کیجئے۔ جب وہ بالکل حل ہو جائے تو شیشیوں میں بھر لیجئے۔ نہایت عمدہ سیاہی ہوگی چھوٹی چھوٹی خوبصورت شیشیوں میں بھر کر خوشنما لیبل لگا کر فروخت کیجئے۔

رنگ کی ٹکیاں

یہ رنگ کی ٹکیاں جن کو نقشہ نویس کام میں لاتے ہیں عموماً شنگرف کاجی زرد پیلی، کاجل، نیل، سفیدہ، سیندور، گیرو اور لاجورد سے بنائی جاتی ہیں۔ ترکیب یہ ہے کہ گوند ببول ۲ تولہ، گوند مصری ۲ تولہ برانڈی میں ڈال کر حل کرو جب حل ہو جائے تو شراب نتھار لو۔ باقی ماندہ لعاب میں جس رنگ کی ٹکیاں بنانی ہوں اس کا ایک سفوف ملا کر تیار کر لو۔ اگر ٹکیوں کے لئے سانچے بنائے جائیں تو ہموار اور خوشنما ٹکیاں تیار ہونگی۔ ہر رنگ کی ایک ایک ٹکیہ اس کاغذ میں جس پر تمہارا پتہ چھپا ہوا ہو لپیٹ دو اور یہ سب ٹکیاں کاغذی بکس میں۔

مکمل ... ۱۰ ... مضامین ... ذرائع معاش ... (vertical margin note)



(عزیز حسن بقائی)

یہ پنجابی بھی عجیب الہیئت اور عجیب الخلقت ہوتے ہیں۔ جہاں جاتے ہیں اپنی اولوالعزمی اور محنت و مستعدی سے ترقی کے وسائل حاصل کر لیتے ہیں۔ برسوں پنجاب سے دور رہتے ہیں مگر اپنی معاشرت کو تبدیل نہیں کرتے۔ بلکہ مقامی رسم و رواج کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اخبار ریاست دہلی کے اولوالعزم اور محنت سے کبھی نہ تھکنے والے ایڈیٹر سردار دیوان سنگھ صاحب دہلی میں آئے تو ایک روز انہوں نے مجھ سے اس ضرب المثل کے معنی دریافت کئے

ماں نہ مان میں تیرا مہمان

میں نے ان کو اس کے معنی بتلا دیئے کہ جب کبھی آپ کسی کو مہمان نہ بنانا چاہیں اور وہ آپ کا مہمان ہو جائے تو ایسے موقع پر دلی والے یہ ضرب المثل کہا کرتے ہیں حسب عادت سردار صاحب نے قہقہہ لگایا۔ اور کہا "یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیا دنیا میں ایسے غیرت دار بھی ہیں کہ بغیر بلائے زبردستی کسی کے ہاں مہمان ہو جائیں"

دسمبر کے پہلے ہفتہ میں جو میں اسی طرح ناخواندہ مہمان کی حیثیت سے دفتر اخبار ریاست میں گیا جس طرح سائمن کمیشن بغیر ہندوستانی رائے عامہ کے ہندوستان کے خرچ پر ہندوستان کا مہمان ہو گیا ہے تو میں نے دیکھا کہ سردار صاحب اس ضرب المثل کے معنی سمجھ گئے ہیں یعنی ان کے ہاں اس وقت ۳۰ کے قریب مہمان تھے۔ جو خدا کا شکر ہے کہ سب کے سب "غیرت دار پنجابی ہی تھے" اور سردار صاحب ان ناخواندہ مہمانوں کی زبردستی کی مہمانداری سے اور ان کی بدتمیزیوں اور نابرداریوں سے چیخ اٹھے تھے۔ میں نے جھک کر فرشی سلام عرض کیا۔ اور "ماں نہ مان میں تیرا مہمان" والی ضرب المثل کے معنی دریافت کئے تو سردار صاحب نے کھسیانے ہو کر سر کھجانا شروع کر دیا۔

ان کے ڈرائنگ روم میں ایک درجن کے قریب تکیے ٹوٹے پڑے ہیں۔ اس لئے کہ مہمانوں کی بلا بھی نازل ہوئی تھی۔ میز کی دراز میں سے کئی پرائیویٹ اور بہت راز دارانہ خطوط طرہ یا ستوں کے غائب ہیں۔ اس لئے کہ مہمان صرف کھانے کے لئے نہیں آتا۔ بلکہ میزبان صاحب کی تلاشی لینی بھی لوازم مہمانداری میں شامل رکھتا ہے۔ متعدد اخبارات ایڈیٹر صاحب کی میز پر سے نشان شدہ غائب ہیں کیونکہ مہمان کو اخبارات بھی پڑھنے لازم ہیں۔ اور میزبان کی تکالیف سے بے پروا رہنا بھی شان مہمانداری ہے۔ میزبان اور اس کی بیوی بچے سب زمین پر سوتے ہیں۔ کیونکہ مکان کی وسعت اور جیب کی پونجی نے جواب دے دیا ہے۔ پریس اور دفتر کے عملہ کے پیٹ میں انگارے بھرو۔ کیونکہ روزانہ کی آمدنی ناخواندہ مہمانوں کا جہنم بھرنے کے لئے ضروری ہے۔ میزبان کو موٹر سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔ کیونکہ ناخواندہ مہمانوں کے لئے رات سینما اور دہلی

اور اوکھلا کی سیر میزبان کی تجارتی ضروریات سے زیادہ اہم ہے۔ یہ ایک بہت ہی مختصر سا خاکہ ہے ان اخراجات کا جو ان ناخواندہ مہمانوں کی وجہ سے ایڈیٹر صاحب ریاست کو حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ مگر شکر ہے کہ سب پنجابی ایسے بے حمیت نہیں ہوتے

اسلام دنیا میں غلامی اور محکومیت کی لعنت کو مٹانے آیا۔ مگر سعدت حسنی نظامی کے نام لیوا اپنے ننھیال کی سنت کو قائم رکھنے کے لئے اپنے نام کے ساتھ آقا لکھنا فخر سمجھتے ہیں۔

مہذب ممالک میں بالشویزم ترقی کر رہا ہے اور حاکم و محکوم کا امتیاز مٹ رہا ہے مگر پنجاب کا پرنسپل گرگ "جب مسٹر سے مولانا بن چکا تو اب اپنے نام کے ساتھ "آقا" کہنا بھی "جرنلی خوری" کے بعد لیڈری کا سرمایہ سمجھتا ہے۔

برٹش گورنمنٹ نے غلاموں کی خرید و فروخت اگرچہ قانوناً بند کر دی ہے۔ مگر کمہار کے چاک کی مٹی لیکر بھاگنے والا کوا اپنے نام کے ساتھ آقا لکھکر اپنی غلام قوم کے نام حاکمانہ پیغام بھیجتا ہے۔

اعلیٰ حضرت حضور نظام کی اس کرامت پر کسی اخبار نویس نے توجہ نہیں کی کہ بندگان عالی کے ورود دہلی پر مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب جھٹ پٹ غائب ہو گئے۔ مولوی صاحبان کی یہ ترقی قابل داد ہے۔

پیشوا کو پندرہ روزہ سے ماہوار شائع ہوتے ہوئے ۲ مہینہ ہو گئے۔ مگر بعض خریداران پیشوا ابھی تک ہر انگریزی مہینہ کی ۲۲ کو پرچہ نہ پہونچنے کی شکایت کرتے ہیں۔ اور جب دفتر ان کو جوابی کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے حسب قاعدہ جواب نہیں دیتا تو پھر اپنی فطرت کے مطابق گالیاں دیتے ہیں۔ کیا ایسے حضرات کے دماغی علاج کے لئے کسی اسپتال کا پتہ ہزارہا قارئین کرام میں سے چند بتلانے کی تکلیف گوارا کریں گے؟

اخبار بینوں اور رسائل کے شوقینوں میں ایک جماعت نمونہ بازوں کی بھی ایسی ہے کہ جو رسائل اور اخبارات کے لئے بلا کو خاں ثابت ہوتی ہے۔ یعنی ہر مہینہ ایک پوسٹ کارڈ دفتر میں نمونہ کی طلبی کے لئے بھیج دیتے ہیں۔ اور اس طرح ۱۲ مہینہ کے پرچے ۱۲ پوسٹ کارڈوں کے ذریعہ طلب کر کے خدا اور قانون اور حقوق العباد کے گناہ کا طوق لعنت اپنے گلے میں ڈال لیتے ہیں۔

دفتر پیشوا کے صیغہ اشاعت کو حال میں پنجاب کے ایک تجربہ کار کلارکن کی خدمات حاصل ہو گئی ہیں۔ اور وہ ایسے نمونہ مفت حاصل کرنے والوں کی ایک فہرست مرتب کر رہے ہیں جسکو بہت جلد پیشوا میں شائع کیا جائے گا۔ کہ کس طرح اس عاقبت سے بے پروا یا طلبگروہ نے پیشوا کے دفتر سے کئی کئی مہینہ نمونہ حاصل کئے اگر ہندوستان میں بدیسی حکومت نہ ہوتی تو یہ گروہ نمونہ باز یقیناً جرائم پیشہ میں شامل کیا جاتا۔ ایسے تمام نمونہ بازوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دفتر پیشوا کے صیغہ اشاعت کے

صالحات

(عزیز حسن بقائی)

جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے' خوف اس کو ہر طرح کی بہتری سوجھا دیتا ہے۔
(حضرت فضیلؒ)

جب میں اللہ سے ڈرتا ہوں تو میرے سامنے ایک دروازہ حکمت و عبرت کا ایسا کھل جاتا ہے' جو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ (حضرت شبلیؒ)

جو مومن گناہ کرتا ہے' اس کے پیچھے دو نیکیاں ہوتی ہیں' ایک عذاب کا خوف' دوسرے معاف ہونے کی توقع (حضرت یحییٰ بن معاذ)

انسان اگر دوزخ کے عذاب سے اتنا ڈرتا جتنا کہ افلاس سے ڈرتا ہے تو جنت میں داخل ہوتا۔ (حضرت یحییٰ بن معاذؒ)

جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس کا دل نرم ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے محبت پختہ ہو جاتی ہے۔ (حضرت ذوالنون مصریؒ)

جس دل سے خوف الٰہی دور ہو جاتا ہے' وہ دل خراب ہو جاتا ہے۔
(حضرت ابوسلیمان دارانیؒ)

اگر مجھکو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نفاق سے بری ہوں تو اس کی خوشی مجھکو دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ ہوگی۔ (حضرت ذوالنون مصری)

سرور کائنات کے عہد مبارک میں ایک لفظ کہنے سے مسلمان منافق ہو جاتا تھا' اور آج کل میں وہی الفاظ دس دس دفعہ سنتا ہوں۔ (حضرت ابو حذیفہؓ)

مسلمان پر ایک حالت ایسی طاری ہوتی ہے کہ اس کا دل نور ایمان سے بھر جاتا ہے' اور اس میں ایک سوئی کے ناکے کے برابر بھی نفاق کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اس کا دل نفاق سے بھر جاتا ہے۔ اور اس میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں رہتا۔ (حضرت حذیفہؓ)

جب آندھی آتی تو فخر کائنات کے چہرہ کا رنگ خوف الٰہی سے بدل جاتا اور حضور حجرے میں کھڑے ہو کر ٹہلا کرتے۔ (حضرت عائشہؓ)

میں یہ خواہش کرتا ہوں کہ مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاؤں (حضرت عثمان غنیؓ)

کاش میں انسان کی بجائے مینڈھا ہوتا' اور میرے گھر والے مجھکو ذبح کر کے پکاتے اور کھا لیتے (حضرت ابو عبیدہؓ)

خداتعالیٰ عزوجل نے اپنے بندوں کے دلوں پر غفلت کے پردے ڈال دیے ہیں یہ بھی رحمت ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ خوف خدا سے مر جاتے۔ (حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ)

جب میں مروں تو لوگوں کو چاہیے کہ مجھے پابزنجیر کر کے خدا کے آگے اس طرح لے جائیں جس طرح ایک بھاگے ہوئے غلام کو آقا کے سامنے

اسیر کر کے لے جاتے ہیں۔ (حضرت مالک ابن [illegible])

چالیس سال سے مجھے یقین ہے کہ خدا میرے اعمال کے طفیل مجھ سے ناراض ہے۔ (حضرت ابو حفص)

دوزخ میں سے ایک شخص ایک ہزار سال کے بعد نکلے گا۔ کاش میں ہی وہ شخص ہوتا۔ (حضرت حسن بصریؒ)

طمع کے دوسرے معنی محتاجی ہیں۔ اور لوگوں سے ناامید ہونے کے معنی تونگری کے ہیں۔ (حضرت عمرؓ)

کفر کے قریب وہ شخص ہے' جو فاقہ پر صبر نہ کرے۔ (حضرت ذوالنون مصریؒ)

جو شخص دل سے زاہد ہے' اس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت کرنے والوں کی تمام عمر کی عبادت سے بہتر ہیں۔
(حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ)

دنیا فانی ہے' اور مصیبت کی جگہ ہے۔ جو اسکو پہچان لیتا ہے وہ نہ اسکی وسعت پر خوش ہوتا ہے' اور نہ تنگی سے رنجیدہ (حضرت سفیان ثوریؒ)

کسی عابد کا عمل خالص نہیں ہوتا جب تک بھوک' اور برہنگی' اور فقر اور ذلت سے فارغ نہ ہو۔ (حضرت سہیل تستریؒ)

میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے' اور ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں کہ وہ دنیا کی کسی بات سے خوش نہ ہوتے تھے (حضرت حسن بصریؒ)

میں کبھی ایسا کپڑا نہ پہنوں گا' جس سے شہرت ہو' اور نہ کبھی رات کو زمین پر کپڑا بچھا کر سوؤں گا' اور نہ کبھی عمدہ سواری کا استعمال کروں گا۔ اور نہ ساری عمر پیٹ بھر کے کھانا کھاؤں گا۔ (حضرت عمرو بن الاسود)

جو چیز خداتعالیٰ کی حاضری سے روکے خواہ وہ بیوی ہو یا مال اور اولاد ہو بری ہے۔ (حضرت ابوسفیان دارانیؒ)

توکل دو چیزوں کا نام ہے' اضطراب بغیر سکون کے۔ اور سکون بغیر اضطراب کے۔ (حضرت ابو سعیدؒ)

ہر حال میں خدا سے استعانت طلب کرنا عین توکل ہے (حضرت [illegible])

مومن کو جب دیکھوگے' اس کا جسم قوی اور تندرست اور دل کمزور اور بیمار۔ (حضرت ابن مسعودؓ)

جس روز ہم خداتعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں وہ ہمارے لئے عید کا دن ہے (امیرالمومنین حضرت علیؓ)

میرا جی چاہتا ہے کہ میں بیمار ہو جاؤں۔ مگر میرے پاس عیادت کرنے والے نہ ہوں' کہ میں عیادت کرنے والوں کی وجہ سے بیماری سے بھاگتا ہوں (حضرت فضیلؒ)

انتقادات

(از ... حسن ... بھاگی)

تصویر اخبار ۲۲ × ۲۰ سائز، سفید چکنا کاغذ، اچھی لکھائی چھپائی، ضخامت ۲۴ صفحے۔ قیمت سالانہ چار روپے، فی پرچہ ایک آنہ۔

ملنے کا پتہ: منیجر صاحب اخبار بالتصویر حوض قاضی دہلی

اس اخبار کے ایڈیٹر پنجاب کے کہنہ مشق اور تجربہ کار اور زندہ دل اخبار نویس جناب اللہ دیتا ناظم صاحب کے صاحبزادے لالہ دیس راج صاحب ہیں۔ جو سالہا سال تک یورپ میں فوٹو لیتھو پرنٹنگ کا کام سیکھکر ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ دہلی تشریف لائے ہیں۔ اور اس اخبار میں اپنے فن کا بہترین کمال دکھانے کی کوشش کی ہے۔ یعنی ۸ صفحوں پر پلیٹ پر فوٹو عکس سے تصاویر چھاپی ہیں جو ہندوستان میں اور اخبارات میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی ہیں۔ ورنہ اب تک بلاک ہی کے ذریعہ تصاویر چھاپی جاتی تھیں۔

لالہ دیس راج صاحب کو اگرچہ اخبار نویسی کا کوئی تجربہ نہیں ہے، مگر اخبار کافی حد تک دلچسپ ... ہے۔

جو حضرات سالانہ چندہ پیشگی بھیجیں گے۔ ان کو چار روپے کی کتابیں بھی دفتر تصویر اخبار سے بطور انعام ملیں گی۔ پالیسی کانگریسی ہے۔ اس لئے جو لوگ کہ قوم پرور اخبارات خریدتے ہوں ان کو بالتصویر اخبار کی سرپرستی قبول کرکے لالہ دیس راج کی ہمت افزائی کرنی چاہیئے۔

نور الصلوٰۃ ۲۰ × ۳۰ سائز، ضخامت مع اشتہارات ۴۴ صفحے، اچھا کاغذ، صاف چھپائی، اوسط درجہ کی لکھائی۔ قیمت ۸ / ... ملنے کا پتہ۔ عبدالغنی صاحب بیقرار وزیر آبادی، آبادی جدید چاہ ریحانوالہ گوجرانوالہ۔

اس کتاب کے مؤلف عبدالغنی صاحب بیقرار ہیں، جو پہلے دیہاتی گزٹ کے ایڈیٹر و مالک بھی تھے۔ کتاب میں نظم ونثر کے ذریعہ نماز پڑھنے والوں کی فضیلت اور نماز کے متعلق نظم و نثر کے ذریعہ نماز پڑھنے والوں کی فضیلت اور ... متعلق نظم و نثر قصص و حکایات درج ہیں۔ زبان صاف نہیں ہے۔ اور ...

... ۲۰ × ۳۰ سائز۔ کاغذ، لکھائی، چھپائی سب عمدہ، ضخامت ... صفحے۔ قیمت چھ آنے۔ ملنے کا پتہ:۔ ... بک سیلرز انارکلی لاہور

... کتاب ... کے طرز ... پر لکھی گئی ہے۔ اور سترہ کہانیاں ...

اس کتاب کے مصنف جناب خوشتر صاحب ہیں ... یہی وجہ ہے کہ پنجابی محاورات سے اردو کی بڑی بیلی توڑی گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر خوشتر صاحب تھوڑی سی توجہ کریں تو ... کے اچھے لکھنے والوں کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔ کتاب کو ... ذریعہ بھی دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگرچہ تصاویر ... ہیں۔ مگر تاہم بحیثیت مجموعی کتاب دلچسپ ہے۔ قارئین کرام کو ہمت افزائی کرنی چاہیئے۔

مونس ۲۰ × ۳۰ سائز، سفید کاغذ، اوسط درجہ کی لکھائی چھپائی، مع اشتہارات ۴۴ صفحے۔ ٹائیٹل اعلیٰ درجہ کا، دو سو ... کی تصاویر کے، قیمت تین روپے چار آنہ سالانہ، فی پرچہ چھ آنے۔ ملنے کا پتہ منیجر صاحب رسالہ مونس گوجرانوالہ۔

یہ رسالہ حال میں گوجرانوالہ سے شائع ہونا شروع ہوا ہے جس کے ایڈیٹر ایک درجن ہیں، ایک صاحب آنریری ایڈیٹر ہیں، ایک صاحب ... ہیں، اور ایک صاحب جوائنٹ ایڈیٹر ہیں۔ اور تینوں کے اسمائے گرامی رسالہ کی لوح پر لکھے ہوئے ہیں۔

پنجاب کے مرکزی مقام (لاہور) سے جو شاندار علمی اور ادبی رسائل نکل رہے ہیں، یہ رسالہ اُن سے بہت گرا ہوا ہے۔ مگر اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ گوجرانوالہ جیسے مقام سے اردو کا جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ نسبتاً طباعت وکتابت وغیرہ کی آسانیاں بہم نہیں پہنچ سکتیں۔ زیادہ تر افسانوں اور مغربی تراجم سے مونس کے صفحات کو پُر کیا گیا ہے۔ اردو علم و ادب کے قدردانوں کا فرض ہے کہ وہ مونس کی ... کریں۔ اور ایڈیٹر صاحب مونس کا بھی فرض ہے کہ وہ معیار ... بلند کریں۔ اور ملک کے مشہور لکھنے والوں سے مضامین حاصل کرکے لاہور کے رسائل کا مقابلہ کریں۔

قابل شوہر

نواں باب

ساتواں باب

دسواں باب

دسواں باب

دنیا بہترین عورت

ملنے کا پتہ منیجر اورینٹل بک ڈپو ... دہلی

[illegible] دولت

[illegible] مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے۔

[illegible] ہو گیا [illegible] دولت ان ہی کے ذریعہ حصول [illegible]
[illegible] کیا جاتا ہے تاکہ امیر و غریب سب [illegible]
[illegible] اس اقرار کا ارسال کریں کہ اپنی ذات کے سوا [illegible]

[illegible] ایک سال اس پر عامل رہتا ہے دوسرے سال کے لئے دوبارہ چندہ [illegible]
[illegible] بنایا جا سکتا ہے۔ ہدیہ پانچ روپے (عشر)
[illegible] مرتبہ پڑھی جاتی ہے اور جیب اگر میں جلائی [illegible]
[illegible]
[illegible] اس کی برکت سے روزی روزگار میں اس قدر ترقی [illegible]
[illegible] اجازت حاصل کر سکتے ہیں ان تینوں عملوں کو پڑھنے [illegible]
[illegible] دی پی یا لفافہ میں اور اگر روپیہ [illegible]

[illegible] شاہ عالم چھتہ لال میاں دہلی

[illegible] انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
[illegible]
آپ کے کمرے کے لئے ۔ بیوی کے لئے ۔

مندرجہ ذیل دلوں گھڑیاں و ٹائم پیس

[illegible] تو صرف [illegible] روپے میں [illegible] ہماری شہرت [illegible] رعایت [illegible] ہوں گی۔ [illegible] آپ فوراً ہی آرڈر بھیج دیں [illegible] ختم ہو جائے تو آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے گی۔





[illegible]

شادی کی ضرورت

ایک کاروباری صحیح النسب سید کو جن کی آمدنی ڈیڑھ سو روپے ماہوار کی ہے اور عمر ۴۰ سال کی ہے۔ ایک اعلیٰ نسل سیدانی سے جو علاوہ زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ ہونے کے پردہ کی پابند ہو شادی کی ضرورت ہے۔

اس پتہ پر خط و کتابت کرنی چاہیئے۔ تمام خط و کتابت راز میں رہے گی۔

عاشق علی معرفت منیجر پیشوا دہلی

فن صابن سازی

یہ کتاب یورپ و امریکہ اور جاپان کے فن صابن سازی کا نچوڑ ہے جو ماہرین صابن ساز کی امداد سے تیار ہوئی ہے۔ پانچسو کے قریب نسخے فن صابن سازی کے اس کتاب میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس فن پر اس سے بہتر کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ ضخامت ڈیڑھ سو صفحے قیمت ایک روپیہ (۱عہ)

مہاشہ اننت رام کیوں مسلمان ہوئے

آریہ ہندو مسلمان عیسائی پارسی یہودی سکھ غرضکہ ہندوستان کی تمام قومیں حیران ہیں کہ مہاشہ اننت رام جیسا کٹر آریہ مذہب کا فاضل کیونکر آریوں کے مذہب اور اس کی ترغیبات کو چھوڑ کر مسلمان ہو گیا۔

اگر آپ دین اسلام کا یہ اعجاز دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم سے کتاب تحفۃ الہند طلب کیجئے جس میں مہاشہ موصوف نے اپنے اسلام قبول کرنے کے دلائل لکھکر جواب کے لئے آریہ سماج کو بھیجدی تھی۔ اور اس کتاب کا جواب آج تک آریہ سماجی نہیں دے سکے۔ گویا کہ اس کتاب نے آریوں کے منہ میں قفل لگا دیئے۔ یہ کتاب پچاس ہزار سے زیادہ نکل چکی ہے۔ جلدی منگایئے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ (عہ)

مکمل مرغی خانہ

مرغیوں کی تجارت کو یورپ و امریکہ کے اصول جدید کی طرح ہندوستان میں رائج کرنے کے واسطے ماہرین فن کی نگرانی میں صرف کثیر کے بعد یہ کتاب تیار کرائی ہے جو اس فن پر پہلی اور غالباً آخری کتاب ہے۔

مرغیوں کی تجارت ایک ایسی تجارت ہے کہ یورپ و امریکہ میں صرف اسی ایک تجارت کی بدولت صدہا حوصلہ مند تاجر بہت کم سرمایہ سے کروڑپتی بن گئے۔ ہندوستان میں بھی اس ایک تجارت کے ذریعہ ہزارہا روپیہ ماہوار کمانے کے واسطے یہ کتاب مکمل مرغی خانہ شائع کی جا رہی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ آپ کو مرغیوں کی تجارت، انڈوں کی تجارت و حفاظت، مرغیوں کی پرورش اور ان کا علاج۔ انڈوں کے بڑے ہونے اور کثرت سے انڈے دینے کا راز معلوم ہو جائے گا۔ غرضکہ کوئی سوال مرغیوں کی تجارت کا ایسا نہیں ہے جس کا جواب اس کتاب میں درج نہ ہو۔ ضخامت ۲۵۰ صفحے۔

قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے

ملنے کا پتہ۔ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

دہلی کے شریف خانی طبیبوں کی کامیابی کا راز

اور وہ ہزارہا مجربات نسخے جن کا جواب آج دنیا میں نہیں ہے

اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو

علاج الامراض

مصنفہ حکیم محمد شریف خان جد امجد مسیح الملک حکیم اجمل خانصاحب مرحوم مغفور طلب فرمایئے۔

یہی وہ اصلی علاج الامراض ہے اور اس کے نسخے بالکل صحیح ہیں۔ زبان ایسی آسان ہے کہ ہر اردو خواں خوب اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اور پڑھ سکتا ہے۔ یہ وہ علاج الامراض ہے جسکو از سر نو نہایت خوشخط اردو میں چکنے کاغذ پر چھپوایا گیا ہے اور مسیح الملک حکیم محمد اجمل خانصاحب مرحوم کی اجازت سے مرتب کے اور صدہا خاندانی نسخوں کا اضافہ کیا گیا ہے جو لوگ طبیب ہیں۔ جو لوگ طب پڑھتے ہیں۔ جو لوگ فن طب سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے پاس اگر یہ کتاب ہو گی تو انہیں یہ معلوم ہو گا کہ ایک زبردست طبی لائبریری ان کے گھر میں موجود ہے اور دہلی کے زبردست اطبا ان کے پاس موجود ہیں۔ اس کتاب کی قیمت آٹھ روپیہ ہے لیکن آٹھ روپیہ المرجب تک للعہ میں بھیجی جائے گی۔ اس کتاب کی فرمائش کے ساتھ آٹھ آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں جو محصولڈاک میں وضع کر دیئے جائیں گے۔ ملنے کا پتہ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

ہندوستان میں روحانیت کا تاجدار

کون تھا؟ کون ہے؟ اور کون ہوگا؟ کہنے کو ہندوستان میں انگریزی حکومت ہے، یونین جیک لہراتا ہے۔ مگر حقیقتاً ہندوستان پر روحانیت کا اثر ہے، روحانی تاجداروں کی حکومت ہے۔ روحانیت کا جھنڈا لہراتا ہے۔ اور روحانیت کے تاجداروں میں حضرت خواجہ غریب حضور خواجہ باقی باللہؒ کا بہت بڑا درجہ ہے جن کے معتقدین کا حلقہ ہندوستان کے علاوہ وسط ایشیا تک پہونچتا ہے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سالار اعظم تھے۔ ایسے نامور اور روحانیت کے شہنشاہ کا مکمل تذکرہ اب تک **ہندوستان کی کسی زبان میں نہ تھا** مگر اب پانچسو سال کے بعد اسی خاندان کے ایک نامور انشا پرداز جناب سید عزیز حسن صاحب بقائی مدیر پیشوا دہلی نے سیرت باقی کے نام سے دو ورق کے قریب عربی فارسی گجراتی کی نایاب قلمی اور مطبوعہ کتب قدیم کو پڑھکر شائع کئے ہیں جسمیں حضور خواجہ کی زندگی سے لیکر وفات تک کے مکمل حالات نقشبندیہ سلسلہ کی تعلیم حضور خواجہ کے اوراد و وظائف، نقشبندیہ سلسلہ کے مخصوص اذکار و اشغال تفسیر کلام اللہ مکتوبات شریف اور ان کے تمام خلفا کی زندگی کے حالات آستانہ شریف کا عکسی فوٹو، مصنف کے خاندان اور اسکی زندگی کے حالات مع تصویر درج کر لئے ہیں۔ کتابت طباعت اعلیٰ درجہ کی، کاغذ سفید چکنا ضخامت ۱۲۵ صفحات۔ قیمت صرف بارہ آنے۔ بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں جلدی طلب کیجئے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ پیشوا دہلی

حضرت علامہ راشد الخیری کی لکھی ہوئی دلچسپ اور مفید کتابیں

الزہرا مولانا راشد الخیری کی لکھی ہوئی حضرت فاطمۃ الزہرا کی سوانح عمری یہ سوا ردو عالم کی اس بیٹی کی سوانح عمری ہے جس نے دنیا میں ایک مثال قائم کرنے کے لئے دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت اٹھائی اور زبان سے اف تک نہ کی۔ اس میں آپکی پیدائش سے لے کر آپ کی وفات تک کے مفصل حالات درج ہیں قیمت بارہ آنے (۱۲)

امت کی مائیں اسمیں ان مقدس خواتین کے وہ حالات جو مسلمان بیویوں کیلئے بہترین نمونہ ہیں نہایت صاف اور شستہ زبان میں بیان کئے گئے ہیں یعنی حضور سرور عالم کی ازواج مطہرات ام المومنین بی بی خدیجہ ام المومنین بی بی سودہ ام المومنین حضرت عائشہ ام المومنین حفصہ ام المومنین بی بی زینب ام المومنین جویریہ ام المومنین بی بی حورہ ام المومنین بی بی صفیہ کے حالات درج ہیں قیمت ایک روپیہ

صبح زندگی اس کتاب میں لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کو نہایت خوبی کیساتھ بیان کیا ہے۔ کھانا پکانا سینا پرونا کشیدہ کاری۔ گھر کا انتظام عزیزوں سے میل جول۔ خوش مزاجی۔ چھوٹے بڑوں کیساتھ برتاؤ وغیرہ وغیرہ غرض یہ کہ ایک لڑکی کی شادی تک کے لئے یہ مکمل تعلیم ہے قیمت عہ

شام زندگی یہ کتاب صبح زندگی کا دوسرا حصہ ہے یہ عورتوں کو خانہ داری کی ضرورت اور طاعت سکھاتی ہے شادی کے بعد خانہ داری کے تمام امور میں کام دیگی اس کتاب کے مطالعہ کے بعد لڑکی اپنے سسرال والوں کا بنا گھر جنت بنا سکتی ہے اور دونوں میاں بیوی کی زندگی خوشگوار بن جائیگی قیمت عہ

جوہر قدامت دنیا اس مطالعہ میں ہے کہ جدید تہذیب ترقی کیطرف بڑھ رہی ہے لیکن اس ناول میں دو ایسی مرہبارہ لڑکیوں کا مقابلہ کرکے دکھایا گیا ہے جس سے ایک نئی دنیا کی اپج پر مرنے والی فیشن ایبل لڑکی ہے دوسری گذشتہ دور کی با عصمت اور باحیا خاتون ہے۔ نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز ناول ہے قیمت عہ

نوحہ زندگی ایک نوعمر بیوہ کے نکاح ثانی کرنے پر نوعمر حسینہ کے ماں باپ و کنبہ والوں نے اس غریب پر جو ظلم ڈھائے ہیں شاید دنیا میں کوئی بھی ماں باپ اور عزیز اسکو گوارا نہ کریگا۔ نظام قدرت مصیبت زدہ بیوہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے اور اسکی تمام تکالیف آرام سے بدل جاتی ہیں قیمت بارہ آنے (۱۲)

سراب مغرب عورتیں دن بدن مغربی تمدن کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں۔ مغربی تمدن و معاشرت کی ظاہری خوشنمائی پر مٹکر اپنی زندگی کو تباہ کر رہی ہیں۔ اس ناول کو پڑھنے کے بعد تمہیں معلوم ہوگا کہ ایک نوعمر لڑکی نے نئی روشنی میں آکر اپنی عزت دولت سب کچھ برباد کر ڈالا۔ قیمت آٹھ آنے (۸)

نانی عشو مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ جہاں داستان غم لکھنے میں فرد ہیں وہاں فسانہائے لطف و سرور بھی لکھتے ہیں کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ نانی عشو بھی ایسا ہی ہنسانے والا افسانہ ہے جدید و قدیم تہذیب ہر جگہ اس میں ٹکراتی ہے قیمت دس آنے (۱۰)

منازل السائرہ ایک لڑکی کی تمام زندگی کا مکمل دستور العمل جسکے پڑھنے کے بعد دنیا کے نشیب و فراز میں ایک تجربہ کار سن رسیدہ کا مقابلہ کرسکتی ہے میکا اور سسرال دونوں کو خوش رکھ سکتی ہے وہ گھر کو اپنا دیوانہ بنا سکتی ہے کنبہ اور برادری میں عزت حاصل کرسکتی ہے غرضکہ عجیب کتاب ہے۔ قیمت عہ حصہ دوم اس میں وہ تمام ضروری باتیں نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہیں جو حصہ اول میں درج نہ ہوسکیں یہ گویا نئی تصنیف ہے قیمت عہ

اندلس کی شہزادی سرزمین اندلس پر جس پر ۸۰۰ برس اسلامی پرچم لہرایا جب مسلمانوں کی باہمی رقابت کا نشانہ بنی تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے مسیحی بیڑے کھا گئے یہ کتاب مسلمانوں کے الوداع کے وقت کا فسانہ ہے جس میں ملکہ اندلس ایک مسلمان چرواہے کی غلام بن گئی عجیب فسانہ ہے۔ قیمت آٹھ آنے (۸)

در شہوار ایک ایران کی شہزادی کا واقعہ اس شہزادی کے حسن کی شہرت ایران سے لیکر سیستان تک پھیل گئی اس کے حسن نے تمام ملک میں ایک قیامت برپا کر رکھی تھی ہزاروں جانیں اس پیکر حسن پر قربان ہوگئیں اپنے اس حسن و جمال کی بدولت شہزادی نے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ نہایت دلچسپ ناول قیمت ۱۰

وڈیا کی سرگذشت فیشن اور جدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی زندگی کے حالات خود اسی کی زبانی۔ مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب فوٹو یعنی یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہوبہو فوٹو نہایت دلچسپ اور پُر لطف قصہ قیمت صرف چار آنے (۴)

بنت الوقت نئے زمانہ کی زہریلی فضا میں پرورش پائی ہوئی ایک نوعمر لڑکی کا عبرت انگیز فسانہ جو عیسائی مشنری سے تعلیم حاصل کرکے اپنا مذہب اپنی عزت اپنا خاندانی وقار سب کچھ کھو بیٹھی اور بے پردہ ہوکر ذلت و بدنامی کا موجب بنا۔ قیمت آٹھ آنے (۸)

سات روحوں کے اعمالنامے اس میں سات روحوں نے اپنی سرگذشت بیان کی ہے یہ بہت مختلف لوگوں کے کیرکٹر بھی ہیں اور قدرت کی حقیقت بھی اس کے مطالعہ کے بعد عورتیں دنیاوی آرائشوں کو چھوڑ کر آخرت کو یاد رکھتی ہیں قیمت ۶

ملنے کا پتہ۔ مینجر رسالہ پیشوا کوچہ چیلان۔ دہلی

غازی اورنگزیب کے لکھے ہوئے

عکسی قرآن مجید

کا پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا

ایک مہینہ تک کسی فرمایش کی تعمیل نہیں ہوسکی دوسرا ایڈیشن چھپکر تیار ہوا ہے زیادہ سے زیادہ ۸ جنوری ۱۹۲۹ء تک دوسرا ایڈیشن تیار ہوجائے گا

پہلے ایڈیشن کا ہدیہ پانچروپیہ تھا

مگر

دوسرے ایڈیشن کا ہدیہ صرف ڈھائی روپے

مقرر ہوا ہے کاغذ پہلے جیسا نہایت عمدہ اور چکنا ہے۔ اور جلد بھی سنہری ٹھپہ کی نہایت نفیس ہے شروع میں سورتوں اور پاروں کے ناموں اور صفحوں کی فہرست کا اضافہ کیا گیا ہے۔

شہنشاہ غازی اورنگ زیب کی اس قلمی مقدس یادگار کو ہر گھر میں پہنچانا ہے۔ اسلئے ہدیہ آدھا کردیا گیا

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ پیشوا دھلی

دنیا تمہاری مٹھی میں



آجائے گی

اگر تم مصیبت اور پریشانی کے وقت استقلال کو ہاتھ سے نہ دو، اگر تم اس چارہ ساز کی غیبی قوتوں سے ناامید نہیں ہوئے ہو تو ہمت نہ ہارو میدان عمل میں آگے بڑھو۔ کامیابی تمہارے قدم چومے گی پریشانی راحت سے بدل جائے گی بے اطمینانی سکون میں تبدیل ہوگی بشرطیکہ تم

آیت الکرسی کا عمل

۴۴

پڑھنا جانتے ہو۔ آیت الکرسی اسم اعظم ہے اور اس کا زبردست عامل آسمان کی پوشیدہ قوتوں کی تسخیر کرسکتا ہے۔ آیت الکرسی کے عمل کی بدولت ہزارہا بیمار تندرست ہوگئے، غریب امیر بن گئے آیت الکرسی کے عامل کی کوئی مشکل اٹکی نہیں رہتی۔ غرض کہ آیت الکرسی کا عامل جو چاہے گا وہ ہوگا۔

اگر تم آیت الکرسی شریف کے عامل بننا چاہتے ہو تو پہلے اس اسم اعظم کے فضائل سے واقفیت حاصل کرو جو صحیح حدیثوں سے نہایت تحقیق سے لکھے گئے ہیں اور اس کے بعد آیت الکرسی کی تفسیر پڑھو تاکہ تم پر اسم اعظم کی بزرگی اور عظمت ظاہر ہو اور اس کے بعد آیت الکرسی کے نہایت صحیح اور مجرب اور زود اثر وظائف کے عامل بن جاؤ جس کے پڑھنے کے نہایت سہل طریقے عطا سعدی فی تفسیر و اعمال آیت الکرسی میں نہایت خوبی سے درج کردیئے گئے ہیں۔ آیت الکرسی کا عامل تمام عمر اطمینان و راحت سے زندگی بسر کرسکتا ہے اور یقیناً دین اور دنیا کی کوئی مشکل ایسی نہیں ہوگی جس کو آیت الکرسی کا عامل حل نہ کرسکے۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کی سفید ولایتی چکنا کاغذ۔ ضخامت الکسو صفحہ کے قریب۔ قیمت آٹھ آنے

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ پیشوا دھلی

مدینہ کی روحانی شراب کا

چھلکتا ہوا ساغر

شرابِ عشق کے پیاسے دلوں کو دعوت دی جا رہی ہے، یکم ربیع الاول سے میخانۂ محبت کا دروازہ کھل گیا۔ رندانِ بلاکش آستانۂ ریاضی پر ناصیہ فرسا ہو کر کالی کملی والے، کالی زلفوں والے ساقیٔ کوثر کی دہائی دے رہے ہیں اگر آپ کو بھی جرعہ کشی کی تمنا ہے تو

رسالہ پیشوا دہلی کا رسول نمبر

محبت کے ہاتھوں سے خریدیے اور عقیدت کی نگاہوں سے پڑھیے۔ میکدۂ پیشوا کے میخوار ہیں ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی، سکھ بھی ہیں اور عیسائی بھی، آریہ سماجی بھی ہیں اور سناتنی بھی، جینی بھی ہیں بہائی بھی، حنفی بھی ہیں اور وہابی بھی، دہریے بھی ہیں اور خدا پرست بھی۔ اس کے ساغر زرنگار میں مئے ہندی بھی ہے اور بادۂ حجازی بھی۔

پیشوا کا رسول نمبر کیا ہے؟

— خمستانِ رسالت کے متوالوں کا جھرمٹ —
— مزارِ رسول پر محبت کے پھولوں کی چادر —
— مدنی دربار میں غیر مسلموں کی نذرِ عقیدت —

پیشوا کے اس شاندار نمبر میں تمام مذاہب کے نامور شعراء غیر متعصب انشا پردازوں نے باغِ محبت کی نرالی کلیاں چن چن کر مدنی پیا کے لئے پھولوں کی سیج بچھائی ہے۔ اس کی ایمان پرور مہک سے مشام جان معطر کیجئے۔

رسول نمبر میں پچاس کے قریب مضامین نثر ہیں اور ایک ایک مضمون شاہد شوخ کی طرح دل کی چٹکیاں لیتا ہے۔

رسول نمبر میں اعلیٰ پایہ کی نظمیں ہیں اور ایک ایک نظم ناوکِ بے پناہ بن کر جگر کے پار ہوتی ہے۔

رسول نمبر میں دو درجن ہاف ٹون بلاک کی نظر فریب رنگین آرٹ پیپر پر تصویریں ہیں
رسول نمبر کی ضخامت ۲۰×۳۰ کی بڑی تقطیع کے ایک سو آٹھ صفحے ہے۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کی، کاغذ سفید، کئی رنگ کا ٹائٹل۔

اگر آپ کو تبلیغِ اسلام سے محبت ہے تو پیشوا کا رسول نمبر بتعداد کثیر خریدیے اور غیر مسلموں میں تقسیم کیجئے۔ قیمت باوجود اس قدر خوبیوں کے صرف ایک روپیہ ہے بہت تھوڑے پرچے باقی رہ گئے ہیں جلدی طلب کیجئے

منیجر پیشوا دہلی

غلامانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نادر کتاب

تاریخ مدینہ منورہ

مصور نقشہ شہر مدینہ و روضہ حضور و نقشہ مسجد نبوی مسلم کون مسلمان ہے جسے آقائے نامدار حبیب کردگار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مقدس یعنی مدینہ کے حالات پڑھنے کا شوق نہیں ہو یقیناً ہر مسلمان جسکو حضور سے محبت ہو اسے شہر مدینہ کے تاریخی حالات پڑھنے کا شوق ہو گا لہٰذا ہم نے بصرف زر کثیر اس کتاب کو برادرانِ اسلام کے لئے تیار کیا ہے۔ بیشمار تاریخ کی مستند کتابوں کی ورق گردانی کے بعد مدینہ طیبہ کے صحیح صحیح حالات اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے عہد مبارک میں جو واقعات پیش آئے ہیں ان کا مفصل ذکر موجود ہے غرض یہ کہ آج تک کے تمام حالات درج ہیں۔ آخری حالات غدار شریف اور ابن سعود کی کامرانیوں کے ہیں قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول

فہرست مضامین تاریخ مدینہ

عرض حال، قرآن شریف میں ذکر یثرب۔ ذکر مدینہ۔ احادیث نبوی اور فضیلت مدینہ منورہ کی خصوصیات کہ افضل ہو یا مدینہ۔ قدیم تاریخ یثرب میں آفتاب رسالت حضور کو یثرب کی دعوت، ہجرت، یثرب میں قریش کی مزاحمت، رہ قریب مشہور مقامات حضور کی برکت سے یثرب کو مدینۃ النبی بنا، قیام مدینہ کے مشہور واقعات۔ اذان کی ابتدا، مواخات انصار و مہاجرین، ولادت حضرت عبداللہ بن زبیر، چار رکعت نماز تحویل قبلہ، غزوہ بدر، غزوہ سویق۔ نکاح خیر النساء فاطمہ زہرا، غزوہ احد غزوہ مریسیع واقعہ افک۔ غزوہ احزاب۔ بنو قریظہ کا خاتمہ۔ حضرت زینب سے نکاح صلح حدیبیہ۔ بیعت رضوان۔ بادشاہوں کو دعوت اسلام، خالد و عمرو بن العاص کا ایمان لانا۔ فتح خیبر، حضرت صفیہ سے نکاح، فتح مکہ، جنگ حنین، غزوہ موتہ عیش عشرت، مدینہ میں مخلص صحابہ کا اجلاس، سرایا بنی طے۔ فرضیت حج اور بت پرستی کا خاتمہ۔ وفود کی آمد و رفت، غیر مذاہب سے رواداری، حجۃ الوداع۔ الوداعی خطبہ جانکاہ مفارقت۔ مدینہ کی بیعت کا سب سے بڑا دن۔ خلیفہ اول کا انتخاب مدینہ منورہ دار الخلافہ حضرت عمر کی خلافت مدینہ منورہ کی بے حرمتی کا بدلہ، حضرت علی کی خلافت، مدینہ عہد مرتضوی میں، مدینہ عہد حضرت حسنین میں۔ مدینہ عہد حضرت امام زین العابدین میں تاریخ مدینہ، مدینہ کے باشندے۔ بازار۔ مکہ کا راستہ مدینہ سے۔ مدینہ کے دروازے بازار، بیرون شہر، فصیل، بروج، نقشہ مسجد نبوی۔ عہد رسول، عہد خلفائے راشدین اور عہد شاہان بنی امیہ میں عہد بنی عباس میں۔ مسجد نبوی کے آثار، قابل زیارت مقامات۔ تعمیر حجرہ منورہ اور غلاف تربت پاک، یاران نبی کے مزارات، نبی کے جسم اطہر نکالنے والوں کی بربادی، جنت البقیع، ترک سلاطین کی خدمت مدینہ برقی روشنی، حجاز ریلوے کا قیام، خلفائے راشدین اور ائمہ اطہار کے مزارات کے نقشے مدینہ کی اور زیارات، مزارات اہل مدینہ کی حسن سیرت و صورت، اخلاق، عورتوں کی محنت۔ مدینہ میں حنفی مذہب کا غلبہ، مدینہ میں مروج زبان، آخر میں شریف سے شرف کی بغاوت، ترکوں کا اخراج، مدینہ پر کافروں کی چڑھائی، پھر سب سے آخر میں نجدیوں کی چیرہ دستی، تباہ کاریاں وغیرہ وغیرہ۔ قیمت ایک روپیہ۔

ملنے کا پتہ منیجر پیشوا دہلی

نمازیوں کی ۳۲ کہانیاں

اس کتاب میں نماز پڑھنے والے صلحاء امت کی ترقی مدارج عقبی کی حکایتیں بہت مستند روایات سے جمع کی گئی ہیں۔ اگر آپ کو نماز پڑھنے کا شوق نہیں ہے تو نمازیوں کی ۳۲ کہانیاں پڑھیے ایک دفعہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد آپ پانچوں وقت مولک بے نیاز کے آگے حاضر ہونے لگیں تو ہمارا ذمہ۔ بچوں میں نماز کا شوق پیدا کرنے کیلئے نمازیوں کی کہانیاں منگائیے۔ تبلیغ نماز سے بڑھکر آج دنیا میں کوئی نیکی کا کام نہیں۔ اس لئے اس کتاب کو بے نمازی مسلمانوں میں بہت تقسیم کرنا چاہئے۔ جب کہانیاں اس کتاب میں صدہا مذہبی کتابیں پڑھکر جمع کی گئی ہیں:۔

(۱) نماز خیر و برکت کا موجب ہے (۲) نماز باقاعدہ ادا کرنی چاہئے (۳) خدا کے پیارے کی نماز (۴) نماز گناہوں کی عادت چھڑا دیتی ہے (۵) نماز کسی حالت میں معاف نہیں ہوتی (۶) نماز افضل ترین عبادت ہے (۷) نمازی کی عزت کرو (۸) نماز پڑھنا مقصود زندگی ہے (۹) نماز پڑھنے والا اسلام کا مبلغ ہے (۱۰) نماز پڑھنے والا غیر مسلم پر کامیاب ہوتا ہے (۱۱) نماز سے دیدار خدا نصیب ہوتا ہے (۱۲) نماز پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں (۱۳) نماز نزول رحمت کا سبب ہے (۱۴) نماز سے عذاب دور ہوتا ہے (۱۵) نماز کی برکت سے آنحضرت کی زیارت ہوگی (۱۶) نماز کی برکت سے ملاقات خضر ہوئی (۱۷) نمازی مستحق جنت ہے (۱۸) نمازی سے شیطان بھاگتا ہے (۱۹) نمازی کیلئے حساب کتاب میں آسانی ہوگی (۲۰) نماز آتش دوزخ سے بچاتی ہے (۲۱) نماز پڑھنا خوف الٰہی کی علامت ہے۔ (۲۲) بے نمازی رحمت سے محروم رہتا ہے (۲۳) بے نمازی مستحق عذاب ہے (۲۴) نماز موجب عزت و حرمت ہے (۲۵) نماز پڑھنے سے آدمی مقبول ہو جاتا ہے (۲۶) نماز دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھتی ہے (۲۷) بے نمازی کے گھر سے جنت جاتی ہے (۲۸) نمازی کا مال چور نہیں لے جاتے (۲۹) نماز کی برکت سے اولاد نصیب ہوتی ہے (۳۰) نماز سے مفلسی دور ہوتی (۳۱) نماز سے ہر مشکل آسان ہوتی ہے (۳۲) نماز باعث راحت ہے۔ ضخامت ۱۰۸ صفحے کہائی چھپائی صاف قیمت صرف چھ آنے (۶) علاوہ محصولڈاک ایک روپیہ کی تین کتابیں۔ دس کتابیں منگانے والے کو محصولڈاک معاف۔

ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

فسانہ سعید

نکاح ثانی اسلام کا مسئلہ فیصلہ ہے لیکن جس قابلیت سے مولانا راشد الخیری نے سعیدہ کے نکاح ثانی کو بے سود ثابت کیا ہے وہ لاریب یہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے سعیدہ کی داستان جگر خراش ناظرین کا دل ہلا دے گی اس کا انجام بے حد درد انگیز ہے سنگ دل باپ نے بھولی بچی پر وہ ستم توڑے کہ الامان۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸)

اندلس کی شہزادی سرزمین اندلس پر جس ۷۰۰ برس اسلامی پرچم لہرایا جب مسلمانوں کی باہمی رقابت کا نتیجہ نکلا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے عیسائی بھیڑیئے کھا گئے۔ یہ کتاب مسلمانوں کے اسی عروج کے زوال کا افسانہ ہے جس میں ملکہ اندلس ایک مسلمان چرواہے کی غلام بنتی ہے عجیب فسانہ ہے قیمت آٹھ آنے۔ ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

برزخ

موت کے بعد اور قیامت سے پہلے انسان پر کیا حالت گذرتی ہے اسکی مفصل کیفیت اگر آپ ملاحظہ فرمانا چاہتے ہیں تو بواپسی ڈاک ایک جلد برزخ طلب فرمائیے۔ اس میں بحوالۂ اسناد قرآن مجید و احادیث نبوی صلعم وہ تمام باتیں درج ہیں جن کا جاننا ہر ایک مسلمان کے لئے باعث ازدیاد و تکمیل ایمان ہے۔ یہ کتاب سید محمد شاہ صاحب سابق ایڈیٹر اخبار آبزرور وحامی سندھ کی عرصہ دراز کی محنت اور جانکاہی کا ثمرہ ہے صاحب موصوف علی گڈھ کالج کے ہونہار نوجوان ہیں جنہوں نے بی اے تک تعلیم پائی ہے۔ ایک کامیاب دنیوی زندگی اور دنیاوی جاہ و جلال اور عیش و نشاط سے آپ کی طبیعت ایسی اچاٹ ہوئی کہ تمام کاروبار دنیا کو خیر باد کہہ یا اور گیروے کپڑے اوڑھکر حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ کے مزار مبارک پر معتکف ہوگئے۔ حضرت محبوب الٰہی کے قرب سے آپ کے آئینہ دل کو وہ جلا ملی جس کی تعریف الفاظ میں ادا کرنا مشکل ہے۔ یہ کتاب اسی نورانی جلوہ کا عکس ہے جو فلسفہ جدید کے ایک ماہر نے قرآن و حدیث کی چاشنی دیکر لکھی ہے۔ گویا یہ ایک معجون مرکب ہے جس کی نئی تعلیم کا سودا اور مادہ نئی روشنی والوں کی ایک بگڑی ہوئی طبائع سے نکال کر ان کو بالکل صاف کر دیتی ہے جیسا کہ کتاب کا مضمون ہے ویسا ہی لکھائی چھپائی میں خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

قیمت صرف بارہ آنے (۱۲) ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

معجز نما پنجسورہ

مترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم

اور خواص و فضائل و اعمال سورۃ ہائے قرآن و شان نزول اور ربط آیات تفسیر کامل از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی یہ عجیب و غریب پنجسورہ ہے ہندوستان تو کیا دنیا بھر میں نہیں چھپا ۱۶۸ صفحے ضخامت: تقطیع ۲۲×۲۹/۸ چھپائی ایسی صاف کہ ایک ایک لفظ درخشاں کاغذ بہت سفید اور دبیز اس میں حسب ذیل سورتیں ہیں:۔

سورہ یاسین۔ سورہ رحمٰن۔ سورہ فتح۔ سورہ واقعہ۔ سورہ ملک۔ سورہ مزمل سورہ نوح۔ سورہ جن۔ سورہ کہف۔ سورہ فلق۔ سورہ الناس ان سب سورتوں کا ترجمہ لفظی ہے اور تفسیر کامل ہے اور عملیات و وظائف بہت درج ہیں۔ اس کے علاوہ ہفت ہیکل مع اسناد و شش قفل مع اسناد و عہد نامہ گنج العرش مع اسماء حسنیٰ ۹۹ نام خدا کے ۱۰۰ نام رسول کریم صلعم اسناد و اعداد دعا و تاج و درود تنجینا مع اسناد معہ نام بزرگان چشتیہ سلسلہ نام بزرگان قادریہ۔ درود کبیر مصنفہ حضرت غوث الاعظم کے تمام حواشی رجسٹرڈ ہیں اور بہت سے سینہ بسینہ عملیات اس میں درج ہیں۔ جلد پوری پارچہ کی ہے۔ خوشخط اور مضبوط۔

ہدیہ مجلد بارہ آنے (۱۲) تین جلدیں منگائیں تو فی جلد دس آنے کو ملے گی

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ پیشوا دہلی

سب سے بڑی ضرورت

ہر ایک مسلمان کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کے احکام سے واقف ہو لیکن افسوس کہ دنیوی مصروفیتوں کی وجہ سے لوگوں کو اس کا موقع حاصل نہیں کہ آٹھ دس سال کا زمانہ عربی کی تحصیل میں صرف کریں۔ اس ضرورت کو پیش نظر رکھ کر سالہا سال کی کوشش سے بصرف کثیر **اسلامی تعلیم** مہیا کی گئی ہے جس میں اہلسنت والجماعت کے مکمل عقائد اور مکمل اسلامی احکام صحیح طور پر دئے گئے ہیں۔ کتاب کیا ہے مذہب اسلام کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ زندگی میں جس قدر اسلامی مسائل کی ضرورت پیش آ سکتی ہے وہ سب اس میں ہیں۔ یہ صدہا مستند کتابوں کا خلاصہ اور ایک متبحر ادیب فاضل حضرت علامہ مفتی سید محمود صاحب کی تالیف ہے جس کی موجودگی آپ کو عالموں اور مفتیوں سے مستغنی کر دیگی اور اس کی مدد سے آپ … کی صحیح معلومات اور نجات کا صحیح راستہ معلوم کر سکیں۔ عالموں جاہلوں مردوں عورتوں اور ہر عمر والوں کے لئے یکساں مفید ہے فہرست مضامین پڑھئے اور اندازہ کیجئے کہ کس طرح کی ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

([illegible])

قرآن شریف کا ہدیہ قریب قریب لاگت کے برابر لیا جاتا ہے اور اشتہار کا خرچ بھی مشکل سے نکلتا ہے اس لئے اسمیں رعایت کا امکان نہیں البتہ اگر منی آرڈر سے ہدیہ مستقیم بھیجدیا جائے تو نصف محصول ڈاک معاف۔

رعایت اِس کو کہتے ہیں

کہ ہماری رعایتی اعلان کی شہرت ہوتے ہی دہلی کے تمام تاجر رعایتی اعلان کرنے کے لئے مجبور ہوگئے

اس سے نہ صرف خریداران پیشوا کو فائدہ ہوا بلکہ دوسرے تمام جرائد کے خریدار بھی مستفید ہو گئے

یکم رمضان المبارک سے ۱۵ شوال المبارک ۱۳۴۷ھ تک

مطبوعات دفتر پیشوا پر چار آنے فی روپے کی رعایت دیجائیگی

مزید رعایت یہ کہ تین آنے فی روپیہ کی رعایت دوسری مطبوعات پر حسب گنجائش

بشرطیکہ دو روپے کی کتابوں سے کم نہ منگائیں

آپ کسی رسالہ کے بھی خریدار ہوں ہمارا رعایتی اعلان سب کے لئے یکساں ہے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے اس لئے آپ کو صرف دفتر پیشوا سے ہی کتابیں منگانی چاہئیں کیونکہ کتابوں کی فروخت کی آمدنی سے ہی رسالہ پیشوا کا خرچ چلتا ہے جب ہی تو یہ چار روپے سالانہ کی لاگت کا پرچہ دو روپے سالانہ میں دیا جاتا ہے اس مہینہ میں پیشوا کے لئے سال بھر کا اکٹھا کاغذ خریدا جاتا ہے اس لئے نہ صرف اس رعایت سے آپ فائدہ اٹھائیے بلکہ اپنے ہر ایک دوست کو ترغیب دیجئے کہ وہ بھی صرف رسالہ پیشوا ہی کے دفتر سے کتابیں منگائے، اگر اس مہینہ کی فروخت سے سال بھر کا کاغذ خرید لیا تو پیشوا کو مستقل ماہنامہ کا نکالنے میں ذرا بھی دقت نہ ہوگی۔

میں نے اپنی کتابوں کا ذخیرہ جب پیشوا کی اشاعت پر لگا دیا ہے تو یقیناً آپ بھی ہر طریقہ سے اسکی اعانت کرینگے

اگر اس مہینے میں آپ نے صرف رسالہ پیشوا سے کتابیں خرید لیں اور دوسروں کو خرید وادیں اور میں نے رسالہ کے لئے سال بھر کا کاغذ خرید لیا اور کچھ نئی کتابیں پریس میں چھپنے کے لئے دیدیں تو ناظرین کا ایسا کارنامہ ہوگا جس کی مثال کہیں نہ ملیگی بڑے لوگوں اور سرمایہ داروں کی آوازیں تو ہر مکان میں گونج جاتی ہیں دیکھنا یہ ہے کہ غریب اور مزدوروں کی صدا بھی اثر کرتی ہے یا نہیں ہر مہینے ڈھائی سو روپے کا کاغذ آتا ہے اس کا حساب کرکے کتابوں کے خرید نے میں بعد دوسروں کو خرید وانے کی کوشش کیجئے گا۔

مفصل اشتہارات تو آپ دوسرے اخبارون اور رسالہ پیشوا میں پڑھتے رہتے ہیں اب یہاں صرف کتابوں کا تعارف کراتا ہوں

چار آنے فی روپیہ رعایت کی کتابیں

نام کتاب	مضمون	اصلی	رعایتی
اسلامی تعلیم	ارکان اسلام بالتفصیل یا مذہبی انسائیکلوپیڈیا	۱۲ر	۹ر
قرآنی دعائیں	قرآن کی پاک اور تیر بہدف دعائیں معہ اعمال	۸ر	۶ر
پیغمبر کی دعائیں	رسول کریمؐ کی وہ دعائیں جو کتب احادیث سے ماخوذ ہیں	۸ر	۶ر
وظائف قدسی	آیۃ الکرسی کی تفصیل اور اعمال للتعرش مجرب تیر بہدف	۸ر	۶ر
تسخیر القلوب	محبت میں جکڑنے کے عمل جس نے کبھی خطا ہی نہ کی	۸ر	۶ر
سیرت باقی	حضرت خواجہ باقی باللہ کی حیات مطہرہ معہ فوٹو درگاہ	۱۲ر	۹ر

نام کتاب	مضمون	اصلی	رعایتی
فخر کائنات	بچوں کے لئے رسول کریمؐ کی سوانح حیات	۴ر	۳ر
نمازیوں کی کہانیاں	بے نمازی جس کے پڑھنے سے ہزاروں نمازی ہو گئے	۶ر	۵ر
احسن البیان	قرآن شریف کی مکمل تاریخ معہ دیگر مضامین	۸ر	۶ر
مساوات المسلمین	ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی زندہ تفسیر	۸ر	۶ر
اردو دعائیں	بہت ہی پاک و صاف اردو زبان کی دعائیں	۸ر	۶ر
امت کی مائیں	ازواج رسول کریمؐ کے حالات مصنفہ مولانا راشد الخیری	۱۲ر	۹ر
فسانہ سعید	بیوہ کی شادی کن حالتوں میں نہ ہونی چاہئے (قصہ)	۸ر	۶ر

نام کتاب	مضمون	اصلی	رعایتی
چار آنے فی روپیہ رعایت کی کتابیں حسب ذیل ہیں پسند فرمائیے			
اندلس کی شہزادی	اندلس سے مسلمانوں کا اخراج بڑا دردناک افسانہ	۸ر	۶ر
نور زندگی	ایک بیوہ کی المناک داستان نکاح ثانی پر خاندانی ستم ظریفی	۸ر	۶ر
الکلام المبین	حقانیت اسلام کی زندہ تصویریں معاندین اسلام کا رد	۱۰ر	۷ر
سیرۃ غوث پاک	حضرت پیران پیر کے معجزات و حالات و ارشادات	۸ر	۶ر
اسوۃ النبی	رسول کریم کی پاک زندگی دشمنوں کی زبانی مع حوالجات	۱۲ر	۹ر
عروس سمرنا	العبد غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے حالات عجیبہ	۸ر	۶ر
خونی منظر	شہید کربلا کے ماتم افزا اور رقت خیز حالات	۴ر	۳ر
اعداد و وظائف	چند چیدہ اعمال لئے ہیں جو مجرب بالتجربہ اور بے خطا ہیں	۱۰ر	۷ر
دافع الامراض	سر سے پاؤں تک ایک طرف دواؤں سے علاج	۸ر	۶ر
دعائیں و دوائیں	کیجئے۔ اور دوسری طرف اعمال و وظائف و تعویذات	۸ر	[illegible]
خواجہ معین الدین	حضرت خواجہ غریب نواز کے تبلیغی کارناموں کا تذکرہ	۸ر	۶ر
نماز کی حقیقت	عجیب و غریب کتاب ہے اس سے نماز کی خوبیاں دیکھئے	۲ر	[illegible]
نمازوں کا بیان	ترکیب نماز مع دیگر سب مسائل ضروری	۲ر	[illegible]
تاکید نماز	نماز کی تاکید کی احادیث اور ترک نماز کی وعید	۲ر	[illegible]
اسلامی سیرل	رسول اللہ کا طرز عمل کفار کے ساتھ رحمۃ للعالمین کی تفسیر	۳ر	[illegible]
اسلامی توحید	مضمون نام سے ظاہر ہے	۲ر	[illegible]
عقائد اسلام	اسلام کی پہلی سیڑھی ہر مسلمان کے لئے اسکی معلومات ضروری	۴ر	[illegible]
فوجداری قوانین	قرآن شریف میں جسقدر تعزیری قانون ہیں وہ یکجا کئے ہیں	۶ر	[illegible]
دیوانی قوانین	قرآن شریف میں جسقدر مال کے قانون ہیں	۴ر	۳ر
معجزات قرآنی	قرآن شریف کے معجزات کا تذکرہ جس سے مشرکین متاثر ہوئے	۴ر	۳ر
فال نامہ خاقانی	آئندہ کا حال معلوم ہونا اور تعبیر نامہ خواب	۳ر	[illegible]
قرآن کے بارہ رکوع	قرآن مجید کی بارہ خوبیاں جن کو معلوم کرنا بہت ضروری ہے	۸ر	۶ر
گداگری کی ذلت	بے روزگاری اور بے سرمایہ کی مونس	۳ر	[illegible]
تعلیم خوشنگاری	خوشنگاری کے فن سے آگاہ ہو تو ایک کلرک سے زیادہ املا	[illegible]	[illegible]
[illegible]	ہندوستان کے موٹے تازے فقیروں کے لئے زہر کا پیالہ	۴ر	۳ر
[illegible]	کربلا۔ مولانا سید سلیمان ندوی کی تصنیف	۴ر	[illegible]
غزنوی جہاد	غازی محمود غزنوی کے حملے ہندوؤں نے خود کرائے	۸ر	۶ر
تبلیغی عید کارڈ	بڑی مزیدار مزیدار عیدیاں کہ جی خوش ہو جائے	۱ر	[illegible]
تائید اسلام	اسلام کی تائید اور الزامات آریہ کی پرزور تردید	۸ر	۶ر
[illegible]	زکوٰۃ کے مختصر مگر ضروری سب مسائل	[illegible]	[illegible]
لیڈی ڈاکٹر	وہ جو عورت ہو کر سینکڑوں مردوں کو نیچا دکھا یا دماغ	[illegible]	[illegible]
[illegible]	وہ گر ہے ایک سے ایک زبردست ۲۵ کتابیں مجلد	[illegible]	[illegible]
صحت النساء	عورتوں کی تمام بیماریوں کا علاج اور حفظ ما تقدم	[illegible]	[illegible]
محافظ الصبیان	بچوں کی تمام بیماریوں کا علاج اور حفظ ما تقدم	[illegible]	[illegible]
دائی	دہلی کی ایک تجربہ کار مسلمان دائی نے لکھی ہے بہت ضروری	[illegible]	[illegible]
الفاروق	از علامہ شبلی۔ سیدنا فاروق اعظم کے حالات ... صفحات	[illegible]	[illegible]
سیرۃ النعمان	حضرت امام ابو حنیفہ کے مفصل حالات	[illegible]	[illegible]

نام کتاب	مضمون	اصلی	رعایتی
چار آنے فی روپیہ رعایت کی کتابیں حسب ذیل میں پسند فرما کر طلب کیجئے			
آغاز اسلام	از علامہ شبلی۔ رسول کریم کی ابتدائی نبوت کے حالات	۴ر	۳ر
الہارون	خلیفہ ہارون الرشید کے حالات اور اس کے علمی کارنامے	[illegible]	[illegible]
المامون	خلیفہ مامون الرشید عباسی کے حالات و کارنامے	[illegible]	[illegible]
سفرنامہ شبلی	مولانا شبلی کا سفرنامہ سلطان عبدالحمید کے وقت کا	[illegible]	[illegible]
سوانح مولانا روم	مولانائے روم کی سوانح عمری اور مثنوی کا اقتباس	[illegible]	[illegible]
الغزالی	حضرت امام غزالی کے حالات بشرح و بسط کے ساتھ	[illegible]	۱۰ر
اورنگزیب	شہنشاہ اورنگزیب پر جو الزام لگائے جاتے ہیں ان کا جواب	۸ر	[illegible]
حیات سعدی	علامہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و سوانح	۸ر	۶ر
حیات حافظ	مولانا حافظ شیرازی کے حالات و سوانح	۸ر	۶ر
بیگمات تیموریہ	از علامہ شرر۔ شاہان مغلیہ کی بیگمات کے حالات	[illegible]	[illegible]
بیگمات عالم	مشاہیر خواتین عالم کے حالات	[illegible]	[illegible]
جذبات شرر	مولانا شرر لکھنوی کے ادبی کا مجموعہ	[illegible]	[illegible]
سفرنامہ ہستی	مولانا شرر لکھنوی نے انسانی زندگی کے تمام دور دکھائے ہیں	[illegible]	[illegible]
فلورا فلورنڈا	قیامت خیز تاریخی فساد صلیبی جنگ۔ از مولانا شرر لکھنوی	[illegible]	[illegible]
حالات اقوام کرد	ترکوں اور کردوں کے حالات	۶ر	[illegible]
مجموعہ نظم شبلی	علامہ شبلی کی قومی اور سیاسی نظموں کا مجموعہ	۶ر	[illegible]
[illegible]	ترکی کوکہ پنڈت برج و الشیخ کا اردو ترجمہ بہت مقبول	[illegible]	[illegible]
ابن سعود	ابن سعود کے مظالم حجاز، طائف اور مدینہ و مکہ میں بالخصوص	[illegible]	[illegible]
عروج کابل	کابل کی سیاست کا نشوونما و ترقی مع حالات امیر سابق	۱۰ر	[illegible]
بیوی کے فرائض	مولانا ظہور احمد چشتی کی بے نظیر کتاب صنفی تعلقات پر	۸ر	۶ر
دلہن کی ڈائری	یعنی سہاگ کی ابتدائی آٹھ راتوں کے افسانے دلہن کی زبانی	[illegible]	[illegible]
عروس کابل	ملکہ ثریا بیگم شاہ افغانستان کے حالات مع تصاویر	[illegible]	[illegible]
سفرنامہ افغانستان	امیر امان اللہ خان والی افغانستان کی سیاحت یورپ با تصاویر	[illegible]	[illegible]
مجموعہ کربلا	کربلا کے خونی مناظر حب اہل بیت کا صحیح نظارہ	[illegible]	[illegible]
یزید تھیٹر میں	یزید کی خرمستیاں اور وزرائے خلافت کی چشم پوشی	۸ر	۶ر
رباعیات خیام	خیام کی رباعیات کی شرح مع کشوف اسرار نظم	[illegible]	[illegible]
رباعیات سرمد	سرمد شہید کی رباعیوں کا نظم ترجمہ مع حالات شہادت	[illegible]	[illegible]
عبرت کدہ	مولانا مخلص کے دس عبرت خیز افسانوں کا مجموعہ	۱۰ر	[illegible]
رقاصہ	البیلی جوانی کے شہدے کا کارنامہ مقوی باہ افسانہ	[illegible]	[illegible]
نجیب الطرفین	ظرافت آمیز افسانہ اور عبرت خیز و سبق آموز	۶ر	[illegible]
عیاش کی ڈائری	جوانی کے ابلتے ہوئے جوش نے کیا کیا کیا	۶ر	[illegible]
مسٹر مجنوں	یعنی اپ ٹو ڈیٹ عاشق مع مس لیلیٰ بہت دلچسپ	[illegible]	[illegible]
[illegible] کی عورت	[illegible] میں عورتوں کی آزادی کیا رنگ لانے گی ؟	[illegible]	[illegible]
بہاری بیگم	یعنی جورو کے ظلم کی داستان بہت ہی ہنسانے والی	[illegible]	[illegible]
درس معاشرت	ایڈیٹر پیشوا کے دس مکمل معاشرتی افسانے	۸ر	[illegible]

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ پیشوا پوسٹ بکس نمبر ۱۵ دہلی

تین آنے فی روپیہ رعایت کی کتابیں پسند کیجئے اور طلب فرمائیے

نام کتاب	مضمون	اصلی	رعایتی
صحیح زندگی	ایک اہلی کی بچپنے سے جوانی تک کی زندگی (از راشد الخیری)	۱؎	۱۳؍
نام زندگی	جوانی سے بڑھاپے تک کے تماشے احوال کا نقشہ	۱؎	عہ؍
شب زندگی	مرنے کے بعد کے حالات اور دنیاوی الم (زندگی کا) خاتمہ	۱؎	۱۳؍
شامل اسلام	ایک پیرزادہ امیر لڑکی نے سسرال میں کیسی عسرت و تکلیف	عکہ؍	۱؎
محبت خداوند	ایک ایسے بچے کا جس میں نیکی پر چھپ کے جان دی	۱۴؍	۹؍
الزہرا	خاتون جنت کی سوانحمری مع شہادت حسین	۱۲؍	۱۰؍
قطرات اشک	مولانا راشد الخیری کے چند مضامین منثورہ کا مجموعہ	۱؎	۱؎
سیلاب اشک	〃 کے چند دردناک افسانے	۱؎	عہ؍
جوہر عصمت	کتنی قیمتی جانیں ہیں جو عصمت پر قربان گاہ پر چڑھ گئیں	۱؎	۱؎
دنیا کی سرگذشت	بہت عجیب قصہ (از علامہ راشد الخیری)	۴؍	۳؍
بچہ کا کرتا	ماں کی مامتا کی زریں مثال، دردناک فسانہ	۴؍	۳؍
ستر تکی	شریف بیویاں غریب گھروں کو کیسا نباہتی ہیں	۸؍	۶؍
ستارہ ترقی	دولت، مذہب، ایثار، مذہب پیش پر شہد افسانہ	۴؍	۳؍
ماں کا حق	ایسا پر لطف قصہ کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں	۱۰؍	۷؍
روداد قفس	مولانا محمود کی نظموں کا مجموعہ	۱۲؍	۹؍
وداع ظفر	ابوالظفر سراج شاہ دہلی کے پانچ دن وداع بہت دردناک	۱؎	۱؎
امین کا دم واپسیں	زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین کا مرنا	۶؍	۵؍
سوکن کا جلاپا	مضمون نام سے ظاہر ہے۔ بہت الم افزا	۶؍	۵؍
گوہر مقصود	ایک دلچسپ و درد خیز المناک افسانہ	۶؍	۵؍
شاہین و درّاج	جانوروں کی زبانی انسانی بیدردی کی کہانی	۸؍	۶؍
بہشت بہشت	آسمان تصوف کے درخشاں ستارے یعنی ولی اللہ	۱؎	۱؎
مثنوی عقد گوہر	مولوی پیرزادہ محمد حسین ایم اے کی تصنیف	۱؎	۱؎
پانسو صدری نسخے	بڑے بڑے مجرب اور تیر بہدف نسخے	۸؍	۶؍
مشاہیر مشائخ ہند	فقراء و مشائخ کے بصیرت افروز حالات	۸؍	۶؍
دادی کا آسان قاعدہ	بچوں کی تعلیم کے لئے بہت آسان قاعدہ	۸؍	۶؍
تعلیم القرآن	عربی پڑھنے کی کتاب 〃	۸؍	۶؍
اردو کا سبق	اردو کی پہلی کتاب 〃	۸؍	۶؍
اسرار	بابی فرقہ کے سربستہ حالات، بڑی عجیب کتاب	۸؍	۶؍
شامی جہاد	شام پر مسلمانوں کی یورش جنگی کارنامے	۱؎	۱؎
پیراہن آتشین	جنگ بلقان کے دلچسپ حالات اور عبرت خیز حوادث	۱؎	۱؎
کلیات جعفر زٹلی	شاہ فرخ سیر کے زمانہ کے شاعر زٹلی کا کلام	عہ؍	۱۲؍
تاریخ ریف	غازی عبدالکریم غازی ریف کے کارنامے	عہ؍	۱۲؍
جہاد ترکی	غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے آزادی خیز حملے	۱؎	۱۵؍
کنز الاخلاق	اخلاق کا بہترین نمونہ	۱۰؍	۸؍
صورت گری	حسن کی زیبائش اور بناؤ سنگار کی کتاب	عہ؍	عہ؍

نام کتاب	مضمون	اصلی	رعایتی
محرم نامہ	اسلامی تاریخ کی دوسری کتاب خلفاء اربعہ اور سید الشہداء	عہ؍	۱۳؍
سیپارہ نامہ	رسول کریم کے حالات زندگی بہت سادہ زبان	۸؍	۱۳؍
یزید نامہ	شاہان بنی امیہ کے حالات اور اسلامی جنگیں	۱؎	۱؎
تاریخ سلاطین	عباسیہ خلفاء اور شاہان عباسیہ کے حالات	۱؎	۱؎
طمانچہ برخسار یزید	یزید پلید کے حالات، عیاشی، شراب خواری	۵	۱۴؍
محفل نامہ	حضرت غوث اعظم کا میلاد نامہ اور متبرک حالات	۱۴؍	۱۴؍
کرشن بیتی	سری کرشن جی کے حالات خواجہ صاحب کی زبانی	۱؎	۱؎
آپ بیتی	حضرت خواجہ حسن نظامی کی خود نوشت سوانحمری	۱؎	۱؎
اعمال حزب البحر	حزب البحر کے مجرب اعمال حضرت ممدوح کے مجربہ	۱۰؍	۸؍
آثار قدیم جمہوریہ	بچوں بوڑھوں اور عورتوں کی خط و کتابت کے لئے	۱؎	۱؎
چٹکیاں اور گدگدیاں	بڑی دلچسپ مجموعہ ظرافت	۱۲؍	۱۰؍
غدر دہلی کے افسانے	حصہ اول مضمون ظاہر ہے	۱؎	۱؎
انگریزوں کی بپتا	انگریزوں کی مصیبت کی داستان غدر میں	۹	۷
محاصرہ غدر	وہ خطوط جو غدر کے محاصرہ کے وقت پڑھے گئے	۴؍	۳؍
بہادر شاہ کا مقدمہ	بہت ضخیم کتاب ہے	۱۴؍	۱۰؍
گرفتار شدہ خطوط	غدر دہلی کے سلسلہ کے خطوط	۱؎	۱؎
غدر کے اخبار	غدر کے زمانہ میں جو اخبار نکلتے تھے ان کا حال	۴؍	۳؍
غالب کا روزنامچہ	غدر کے سلسلہ کی کتاب ہے	۱۲؍	۱۰؍
دہلی کی جانکنی	غدر دہلی کے بہت المناک واقعے ہیں	۱۴؍	۱۳؍
دہلی کا آخری سانس	〃	۱؎	۱؎
غدر کی صبح و شام	〃	۱؎	۱؎
بیوی کی تعلیم	بیوی کے لئے سبق بہت مفید کتاب	۱؎	۱؎
بیوی کی تربیت	مضمون نام سے ظاہر ہے۔ ۱۹ سوالوں کا جواب	عہ؍	۱۳؍
اولاد کی شادی	شادی کرنے سے پہلے اس کتاب کو ضرور منگا لیجئے	عہ؍	۱۳؍
جگ بیتی کہانیاں	حضرت خواجہ صاحب کے لکھے ہوئے چند افسانے	۱۰؍	۸؍
بچوں کی کہانیاں	بچے بڑے شوق سے سنتے ہیں باتصویر	۱۰؍	۸؍
سفرنامہ دوم	تصویر حضرت خواجہ صاحب کا سفر شام حجاز فلسطین	۱؎	۱؎
گر تو موت	اس میں موت کے متعلق بہت پر زور مضامین ہیں	۱۴؍	۱۳؍
مرگ نامہ	گر تو موت کا دوسرا حصہ ہے	۶؍	۵؍
امام الزمان	حضرت امام مہدی کی پیدائش اور ظہور کا حال	۱۰؍	۹؍
تاریخی بہنوں	سلاطین کے حالات و سوانح	۸؍	۶؍
درایتی مولود	مولود شریف کی بہت بصیرت افروز کتاب	۸؍	۶؍
نظم المعراج	معراج شریف کو نظم میں بیان کیا ہے۔	۸؍	۶؍
سیر دہلی	دہلی کا نقشہ۔ اسمیں عمارات کے فوٹو ہیں	۱۲؍	۱۰؍
سی پارہ دل	حضرت خواجہ حسن نظامی کے مضامین کا مجموعہ	۱؎	۱؎

منیجر رسالہ پیشوا دہلی

چار آنے فی روپیہ رعایت کی کتابیں حسب ذیل میں پسند فرمایئے

نام کتاب	مضمون	اصلی	رعایتی
شاہد رعنا	ایک آفت کے پرکالہ طوائف کی خود نوشت سوانح عمری	۱ر	۱ر
سعید	نوجوان نیک لڑکا کیونکر ایک طوائف کے پھندے میں پھنسا	۸ر	۶ر
سعادت	مذاق ہی مذاق میں ایک نوجوان کی جانثاری میدان عشق کی	۸ر	۶ر
سزائے عیش	بڑی آن بان والی طوائف آخر میں بکھیاں جھلتی ہے	۱۰ر	۸ر
انجام عیش	ایک طوائف کا ٹکڑا مرد کے ہاتھوں ایک ایک کے بدلے	۱۱ر	۸ر
سراب عیش	گھر چھوڑ باہر نکلا، باپ دادا کی ناک کٹائی یوں ہوتی ہے	۱۰ر	۸ر
مکمل مرغی خانہ	مرغیوں کے پالنے بچے نکالنے اور حفاظت کے تمام بیانات	۱ر	عہ
مکمل صابون سازی	صابون بنانے کا شاید ہی کوئی نسخہ ہو جو اس کتاب میں نہ ہو	۱ر	۱۵ر
اسرار صنعت	ایک پیسہ سے لیکر ہزار روپیہ تک کے سرمایہ سے تجارت	۸ر	۱۴ر
وسائل معاش	بیکاری کا مداوا قسمت کا کھیل ہزاروں کے وارے نیارے	۱ر	۱ر
پرندوں کی تجارت	تمام پرندوں کی معلومات اور ان کی تجارت	۸ر	۶ر
طلبائی کی تعلیم	دکان داری کرنی ہو تو گھر کے لئے منگا لیجئے اور شہادتی بنا لے	۸ر	۶ر
مونس انگلش ٹیچر	ملازمت پیشہ شریف انگریزی ضرورت کے لائق آجاتی ہے	عہ	۱۲ر
عورتوں کے کام	عورتوں کو انگریزی سکھانے کی استانی	۵ر	۳ر
مخزن مفردات و مرکبات	چار حصوں میں پوری حکمت کا خزانہ	للعہ	سے ر
خانہ الکسلا التوح	اعمال نقش اور تعویذات کی سب سے بڑی کتاب	۱ر	۱ر
اعمال سورہ مزمل	سورہ مزمل کے مفید مجرب اور بہت اعمال	۶ر	۴ر
اعمال سورہ الم نشرح	سورہ والم نشرح کے " "	۶	۴ر
اعمال آیۃ الکرسی	آیۃ الکرسی کے " "	۴ر	۳ر
اعمال سورہ یٰسین	سورہ یٰسین کے " "	۵ر	۴ر
دیدار حبیب	رسول کریم کی زیارت کرنا چاہو تو اس کے موافق کرو	۸ر	۶ر
روپیہ پیدا کرنے کا طریقہ	" " کے لئے مولانا احمد سعید صاحب کی مجرب کتاب	۸ر	۶ر
عقد الکونین	یعنی صلوٰۃ العارفین، نماز سے ہر روگ کا علاج	۱۰ر	۷ر
مفلسی کا علاج	ناداری کا خاتمہ ہی کتاب ہے تمام مہر عمل مجرب	۵ر	۴ر
حزب الاعظم	وظیفہ کی مجلد کتاب حضرت سید میراں پیر شیخ الاعظم	۱۲ر	۸ر
خوشنما پنجسورہ	دو ترجمہ والا مجلد خوشنما معہ اوراد و وظائف	۱۰ر	۷ر
سبز نما پنجسورہ	مجلد دو سورہ معہ حاشیہ گنج العرش و قفل و چہل	۱۲ر	۹ر
تاریخ تبلیغ اسلام	حضرت آدم سے لیکر رسول تک تبلیغ اسلام کیونکر ہوئی	عہ	۱۲ر
زیب النساء	معہ انتخاب دیوان مخفی۔ دیوان مخفی زیب النساء مجلد	عہ	۱۲ر
ایران کی شہزادی	ایک عجیب تاریخی، دل حالات، ایمن زرد گرد	۱۰ر	۷ر
لیلائے دمشق	ایک تاریخی مستند فسانہ حسن و عشق کی پکار	۱۰ر	۷ر
ابوبکر صدیق	رسول کے رفیق کی بہت مستند سوانح حیات	۶ر	۴ر
ماں کی ممتا	بہت ہی درد ناک قصہ، ماں کی محبت کا تصویر واقعہ	۶ر	۴ر
زید بن انصاری	حضرت تیمم انصاری کے حالات بہشت سے ماخوذ	۳ر	۲ر

تین آنہ فی روپیہ رعایت کی کتابیں

فلاح دین و دنیا — آخری نصف صدی میں اس سے بہتر علوم اسلامی کی جامع کتاب کوئی نہیں چھپی — للعہ — ۳ر

نام کتاب	مضمون	اصلی	رعایتی
اسلامی زندگی	تمام معاشرت، اور تقسیم ترکہ کا مکمل مجموعہ	۱ر	۱ر
مذہبی معلومات	اپٹوڈیٹ طریقہ سے اسلامی محاسن کی ترتیم	عہ	۱۴ر
فیضان قدسی	سورہ آیۃ الکرسی کے مجرب و مستند وظیفے و اعمال	۸ر	۶ر
کلید مراد	قرآن شریف کی دعائیں اور دعا مانگنے کے طریقے	۸ر	۶ر
فن تقریر	تقریر کرانے میں سب سے بڑی پروفیسر	۸ر	۶ر
کربلا نامہ	افضل الشہداء حضرت امام حسین کی داستان	۸ر	۶ر
اولاد کی تربیت	نالائق سے نالائق بچہ بھی اس کتاب کے ذریعہ نیک بن جائیگا	عہ	۱۴ر
درس عبرت	۱۱ عبرت خیز افسانوں کا مجموعہ (از جناب مولانا دخفی)	عہ	۱۴ر
تصویر معاشرت	گھریلو زندگیوں کی وہ تصویریں جن سے زندگی سدھر جائے	عہ	۱۴ر
عروج زندگی	تھوڑی حیثیت سے کلیہ بنی کیونکر بن گئے، السمنکعال	عہ	۱۴ر
رہبر زندگی	اصلاح زندگی کے بارہ بہترین فرز "	عہ	۱۴ر
طوفان زندگی	زندگی کی کشمکش کا مقابلہ ۱۴ دلچسپ افسانے	عہ	۱۴ر
صدائے صور	اگر اس پر عمل ہو جائے تو مردہ مسلمان زندہ ہو جائے	۱۲	۹ر
دین کی باتیں	حدیث کا نچوڑ محبوب خدا کے منہ سے جھڑے ہوئے پھول	۸ر	۶ر
عملیات	تمام اعمال کی کتابوں کا نچوڑ عمل کی کامیابی کے اصول و دلائل	سے ر	۱ر
فن شاعری	پندرہ منٹ میں شعر کہنے لگئے، ابھی منگا کر دیکھ لیجئے۔	۸ر	۶ر
معلومات تجارت	بیرون ہندوستان اور اندرون ہند کی تجارت کے اصول	۱ر	۱ر
دوکانداری	دوکانداری کرنی چاہتے ہیں تو اس کو گدی کے پاس رکھئے	۱۲ر	۹ر
فن اشتہار نویسی	اشتہار بازی کرنی ہو تو ایک نیا ڈیزائن	عہ	۱۴ر
دو درویش	دس درویشوں کی عجیب و غریب داستان	۱۰ر	۸ر
آداب مجلس	مجلس میں بیٹھنے کا شعور اسی کتاب سے آئے گا	عہ	۱۴ر
تفسیر سورہ فاتحہ	سورہ فاتحہ کے اعمال اور تفسیر کا بہترین مجموعہ	۸ر	۶ر
تفسیر سورہ یٰسین	تفسیر سورہ یٰسین (از علامہ عبدہ مصری)	۸ر	۶ر
برگزیدہ نبی	رسول کریم کے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ، با تفصیل	۱۲ر	۹ر
دولہا دولہن	جوانی کی بہاریں اور شباب کا لطف دوبالا ہوگا	۱ر	عہ
میاں بیوی	بہت شائستہ زندگی بسر کرنی ہو تو یہ کتاب پیش نظر رہے	عہ	۱۴ر
مرد و عورت	ایک جوانی بھری نس کے تجربات اردو قالب میں	عہ	۱۴ر
زن و شوہر	ٹھیک ٹھیک مذہبی، اخلاقی، معاشرتی جوڑا کیسا ہو	عہ	۱۴ر
عیش و نشاط	جوانی کا پیالہ چھلکتا ہے، کیا بتلائیں کہ کیا ہے۔	۱ر	عہ
شب عروسی	پڑھنے سے پہلے چٹکیاں لیتی ہیں، نیم عریاں الفاظ میں	عہ	۱۲ر
دولہا دولہن کے خطوط	خاندانی شدہ بے مطر شدہ اور بسی مالیدہ ہونٹوں سے چھوئے ہوئے	۸ر	۶ر
مہاتما بیوی کا خط	بہت سادہ لیکن دل کی گہری محبت کا چھلکتا ہوا ساغر	۸ر	۶ر
تعلیم سوفی	نرالی ہوتی ہوئی موثر ہے اور یہ ادبی کتاب سے کے ذریعہ	عہ	۱۲

نوٹ چار آنے فی روپیہ رعایت کی کتابیں ہیں کم سے کم پانچ روپیہ بیرونی کی ناتمامی قیمت کی کتابیں پسند فرمایئے۔ محصول آپ کے ذمہ ہوگا۔ اس سے زیادہ کتابیں منگوایئے تاکہ محصول کفایت رہے۔ عمارت کی تنہا ہے پانچ روپیہ محصول لگیگا۔ ورنہ پانچ روپیہ کی کتابوں پر دس آنے۔

منیجر رسالہ پیشوا دہلی

دو ترجمے والا معجز بیان قرآن شریف کی قلم کا نمونہ

یہاں حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ تحت اللفظ ہے اور اس طرح کہ ہر عربی لفظ کے معنی علیحدہ معلوم ہو جاتے ہیں۔ حاشیہ پر حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب قبلہ مدظلہ کا ہے۔ یہ نظر ثانی شدہ ترجمہ جس کی سند اس قرآن شریف میں ہے۔

یہاں تفسیر موضح القرآن مفصل، فوائد القرآن، شان نزول، تاریخ القرآن اور قرآنی قصص مفصل ہر صفحہ کی آیات کے متعلق لکھے ہوئے ہیں۔

اصلی معجز بیان ۲ دو ترجمے والا خوشنما قرآن شریف

مجلد چرمی نفیس، مضبوط، خوشنما، اصلی ہدیہ ۵ روپے رعایتی ہدیہ صرف چار روپیے للعہ

ایسا چھپ کر تیار ہوا ہے خط کی پاکیزگی، الفاظ کی نشست، حرفوں کی موزونی، کاغذ کی دبازت اور نفاست، چھپائی کی خوشنمائی، اور صحت غرض کہ ہمہ صفت موصوف اس شان کا کلام پاک آجتک آپ کی نگاہ سے نہ گذرا ہوگا۔ زیر متن ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب، حضرت شاہ اشرف علی صاحب قبلہ مدظلہ حاشیہ، تفسیر موضح القرآن مفصل۔ اس قرآن شریف کے اصلی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ مولانا اشرف علی قبلہ کی سند اس کے ساتھ موجود ہے آپ نے لکھا ہے کہ یہ قرآن شریف میرا دیکھا ہوا ہے اور اس میں میرا نظر ثانی شدہ صحیح ترجمہ ہے اور بلکہ مولانا اشرف علی صاحب کے ترجمہ والے قرآنوں میں صرف یہی **اصلی ترجمہ کا قرآن شریف ہے**۔ صحت کا یہ عالم کہ جہاں تک انسانی امکان ہے، دس آدمیوں کی متفقہ کوشش اس میں صرف ہوئی ہے۔ تقطیع اس اشتہار کے صفحہ سے لمبائی میں ایک انچ زیادہ ہے اور چوڑائی برابر ہے۔ اس قرآن شریف میں حسب ذیل خوبیاں ہیں:

(۱) پہلا ترجمہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا ہے (۲) دوسرا ترجمہ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب کا سند شدہ ترجمہ ہے (۳) حاشیہ پر تفسیر موضح القرآن سے بہت حد تک کامل ہے (۴) ہر پارہ نئے صفحہ سے شروع ہوتا ہے چاہے تو ہر پارہ علیحدہ جلد کرا لیں (۵) دہلی کے سب سے بڑے خوشنویس منشی صلاح الدین صاحب کی عربی لکھی ہوئی ہے (۶) ترجمہ منشی ریاض الدین خوشنویس رقم کا لکھا ہوا ہے (۷) اعراب یعنی زبر زیر پیش بالکل اپنے صحیح موقعہ سے لگے ہوئے ہیں یہ نہیں کہ ایک حرف کا اعراب دوسرے پر معلوم ہو (۸) صحت حضرت مولانا اشرف علی صاحب محدث دہلوی کے زیر نگرانی ہوئی ہے جس سے بہ لحاظ صحیح اسے فوقیت فرداً فرداً کی ہے (۹) جن لوگوں نے صحت کی ہے ان کے مہریں لگی ہوئی ہیں (۱۰) لفظی ترجمہ اس انداز سے لکھا ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس لفظ کے یہ معنی ہیں (۱۱) اگر روزمرہ تلاوت ہو تو اس ترجمہ کے پڑھنے سے عربی پر عبور ہو جاتا ہے (۱۲) تمام مضامین قرآنی کی مکمل فہرست ہے جس آیت کو جس وقت چاہو فی الفور نکال لو (۱۳) ہر سورت کا شان نزول اور اس کا مختصر قصہ موجود ہے (۱۴) حضرت مولانا اشرف علی کی سند صحت ترجمہ اسی قرآن کے ساتھ ہے (۱۵) ہر سورت کے متعلق نقوش و تعویذات ہیں جو اولیائے کرام کے معمول ہیں (۱۶) تعبیر خواب اور قرآن شریف سے فال نکالنے کی ترکیب (۱۷) فضائل القرآن مفصل (۱۸) سورتوں کے خواص اور ان کے پڑھنے کا طریقہ (۱۹) ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ربط (۲۰) ایک سورت کا دوسری سورت کے ساتھ ربط (۲۱) تلاوت قرآن کا طریقہ اور اس کے آداب (۲۲) سجدہ اور سجدہ تلاوت کا ذکر (۲۳) حضرت خواجہ حسن نظامی کا لکھا ہوا مقدمۃ القرآن (۲۴) قیامت کے آثار اور اس کے وقوع کا حال (۲۵) رد آریہ اور کفار حال کا کفار عرب سے مقابل (۲۶) کفار عرب ان آریوں سے بھی اشد تھے انکی تردید (۲۷) آفرینش سے آجتک کفار کا اسلام سے مقابلہ، اور ہمیشہ برباد ہونے (۲۸) کلمات الٰہی رد سحر کے لئے (۲۹) کلمات الٰہی سحر کرنے کے لئے (۳۰) اسم اعظم کونسا خدا کا نام ہے (۳۱) بہشت، دوزخ، حور و غلمان کی تعریف عقل کے مطابق (۳۲) تمام انبیاء علیہم السلام کے حالات جن کا قرآن پاک میں ذکر ہے (۳۳) قبل از اسلام عرب کی کیا حالت تھی اور قرآن نے کیونکر انکی کایا پلٹ دی (۳۴) قرآنی تعلیمات کا اثر دنیا پر کیا ہوا (۳۵) عہد جدید اور قدیم الحالات میں قرآن پاک کی عظمت (۳۶) قرآن شریف کے معجزات (۳۷) قرآن الہامی کتاب اور آخری خدا کا پیغام ہے اس کا ثبوت (۳۸) رسول کریم کے دلائل پر سعادت (۳۹) تعلیمات قرآنی سے پیغمبر و رسول اکرم کی پوزیشن (۴۰) کفار کا قرآن پاک سے عناد اور قبولیت کا نزول (۴۱) ہجرت رسول، اخوۃ مسلمین، فتح مکہ اور غزوات کا بیان، جن کا قرآن پاک میں ذکر ہے (۴۲) رسول اکرم کی حیات مبارک قرآن شریف کی حالات (۴۳) جمع قرآن کی سعادت کب سے نصیب ہوئی (۴۴) اعراب قرآنی کس نے سب سے پہلے دیے گئے (۴۵) قرآن شریف کی پیشگوئیاں جو سب پوری ہوئیں (۴۶) فضائل تعوذ و بسم اللہ (۴۷) تلاوت قرآن کے فضائل (۴۸) قرآن شریف پڑھانے اور پڑھنے کی فضیلت (۴۹) قرآن مجید کے ظاہری و باطنی مطالب (۵۰) خواص القرآن (۵۱) فوائد القرآن (۵۲) معارف القرآن (۵۳) قرآن مجید کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہیے (۵۴) وہ آیتیں جن کو غلط پڑھنے سے کفر کا اندیشہ ہے (۵۵) خواص تعویذات قرآن شریف (۵۶) ہر مرض کی دوا قرآن شریف ہے (۵۷) قرآن شریف کے گھر میں رکھنے کی برکات (۵۸) تقطیع متوسط (۵۹) قلم اتنا جلی کہ ضعیف البصر آدمی بھی آسانی سے پڑھ لے (۶۰) چھپائی ایسی صاف ہے کہ دہلی کا کوئی قرآن شریف اس کے برابر چھپا ہوا نہیں (۶۱) کاغذ اتنا دبیز کہ قرآن شریف کا وزن دوسیر ہو گیا (۶۲) صحت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ دو ہزار آدمی ابتک پڑھ چکے ہوں گے لیکن ابتک کسی نے شکایت نہیں کی (۶۳) آخری سب سے بڑی خوبی یہ کہ قیمت ارزاں ہے

اس کی مذکورہ خوبیوں کے لحاظ سے اس کو ۶۳ خوبیوں والا قرآن ہی کہہ سکتے ہیں، ہدیہ مجلد رعایتی چار روپے

ملنے کا پتہ:- منیجر رسالہ پیشوا دہلی

حیرت نما قرآن شریف

سب سے بڑی تفسیر والا ۲۶×۲۰/۴ تقطیع والا دہلی کی سلیس زبان کے ترجمہ والا

سنہ ۱۳۴۰ھ کی رعایت کا حیرت خیز مظاہرہ، ہدیہ بجائے سات روپے کے صرف للعہ

بڑی تقطیع کے قرآنوں میں اس کے برابر تو غیر کیا اس سے کم بڑی قیمت پر معمولی قرآن شریف بھی جبکہ آج کل نہ نکل سکتا ہو تو یہ مترجم باتفسیر کامل قرآن شریف ہدیہ کر نا صرف پیشوا ہی کی خصوصیت ہے جس سے دہلی کے تاجران قرآن شریف اگر خفا ہو جائیں تو یقیناً ان کا غصہ بجانب ہوگا، اور ان کا یہ خیال کسی درجہ میں بھی بے موقع نہیں ہو سکتا، کہ اتنا اچھا قرآن جب ان داموں میں مل جائے تو چھوٹی تقطیع کے قرآن شریف کون لیگا۔

قرآن شریف کی اشاعت ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ اگر میں کم نفع لے کر یا بعض اوقات بلا نفع قرآن شریف ہدیہ کر دیتا ہوں تو اس میں تاجران کو تجارتی اصول مد نظر نہیں رکھنے چاہئیں۔ آخر رسالہ مولوی بھی تو اسی شان سے شائع کر رہا ہوں کہ سالانہ چندہ میں للعہ سالانہ لاگت کا پرچہ دیتا ہوں۔

اب ناظرین اس قرآن شریف کے منگانے میں ذرا بھی تامل نہ کریں، کیونکہ للعہ ہدیہ میں اس قرآن شریف کے نہ کاغذ کی قیمت ہے نہ چھپائی کی اور کتابت کی کیونکہ للعہ کی تو فقط جلد بنتی ہے۔

خوبیاں کیا کیا بتاؤں، مجسم خوبی ہے، بڑی تقطیع ہے، کاغذ موٹا مضبوط ہے، کتابت منشی محمد قاسم صاحب کی ہے جن کی نظیر ہندوستان میں بے نظیر ہیں، ترجمہ کی زبان بالکل ایسی ہے جیسی دہلی کے قدیم شرفا کی زبان تھی کہ پنجابی ہو یا بنگالی جس کو ذرا سی بھی اردو آتی ہو، وہ گویا اردو میں قرآن شریف پڑھ رہا ہے، ابتدا میں ایک مقدمہ بھی ہے جس میں فہرست مضامین قرآن شریف ہے اور ہر مضمون کے متعلق قرآن پاک کی آیات کا حوالہ معہ نمبر صفحات ہے، بعض مضامین جو مکمل تو قرآن شریف دیکھنے سے معلوم ہونگے، مضامین، اصلاح عقائد، احیائے موتی اور قیامت کا ذکر، دوزخ کے حالات جنت کے حالات، فرشتوں کے حالات، آنحضرت کا نبی برحق ہونا، قرآن مجید کی حقیقت، نصائح و مواعظ، قرآنی دعائیں مسائل نماز، مسائل زکوٰۃ و صدقات، مسائل حج، مسائل روزہ، نکاح و طلاق، لعان، ایلاء و ظہار، قسم اور کفارہ میراث و وصیت، بیع و تجارت، حلال و حرام، والدین و اقرا کے حقوق، حقوق ذوجین، غیر اقوام کے ساتھ معاملہ، آسمان و زمین انسان کی پیدائش، آدم و حوا، ابلیس، ہابیل و قابیل، اور تمام انبیا علیہم السلام کے فرداً فرداً حالات سب سے آخر میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جامع و مبسوط حالات۔

اس کا مقدمہ موجودہ مقدمات قرآن شریف کے مقدمات سے بالکل انوکھا ہے، یعنی مذکورہ مضامین کے تحت میں صرف آیات کا اور صفحات کا حوالہ ہے، اب آپ وہی آیت نکال لیجے اور اس کی تفسیر سے تمام حالات معلوم کر لیجے، شبہ کی گنجائش نہیں کہ کوئی بات موضوع تذکرہ لئے۔

میں تو یہ بھی کہتا ہوں، کہ اگر آپ کے پاس مختلف ترجمے کے قرآن شریف پہلے سے موجود ہیں، تب بھی اس نہ ہونا بڑی کمی رکھتا ہے، اور اس حالت میں کہ اس کا ہدیہ پہلے سے تقریباً نصف ہے اس وقت اس کا نہ خریدنا، اگر مالی مجبوری سے ہو تو لاچاری ہے، ورنہ کوئی وجہ بھی مانع نہ ہونی چاہئے، ہدیہ مجلد چرمی صرف للعہ، یہ قرآن شریف پچھلے سال سات روپے میں اور سال ماقبل آٹھ روپے کے حساب سے میں نے سینکڑوں ہدیہ کئے ہیں، اس دفعہ بہت کافی کوشش اور صرفہ کے بعد کم قیمت پر حاصل کئے ہیں، ویسا ہی رعایتی اعلان کر دیا، مستفسار ہی خرچ نہ ہو تو میرا تو یہ بھی جی چاہتا ہے کہ قرآن شریف بلا نفع ہدیہ کیا کروں۔

ضروری گذارش جب تک میرے پاس یہ قرآن شریف ہیں اسی وقت تک موجودہ ہدیہ پر دینے کا ذمہ دار ہوں جب میرے پاس ختم ہو جائیں گے تو پھر جس نرخ سے حاصل کرونگا وہ قیمت لونگا، اس لیے جلدی منگانا ہی بہتر ہے، ہدیہ مجلد چرمی ساڑھے چار روپے، محصول عہ

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ پیشوا دہلی

مرنے والوں کی پکار

بہت ہو چکا، اب وہ آپ کے محتاج ہیں۔ ان کی بھی خبر لیجئے۔ ان کو بھی کچھ بھیجئے۔ ہزاروں روپے زندوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ایک دو ان کو بھی دیجئے۔ فاتحہ دلانے میں حرج نہیں لیکن جو سب سے پہلی اور سب سے جلدی پہنچنے والی چیز ہے اس کو پیچھے نہ ڈالئے۔ اسلام کے احکام کا فیصلہ ہے کہ مردے کو تلاوت قرآن پاک کا اجر سب سے جلدی اور سب سے پہلے پہنچتا ہے اس کا انتظام کیجئے،

میں نے ایک قرآن شریف ہر پارہ مجلد مساجد کے لئے تیار کرایا ہے جس کے ہر جزو کے آخر میں عربی دعا بھی چھپی ہے، جس کو ہر قاری مرحوم کی بخشش کے لئے پڑھتا ہے اور مرحوم کو ثواب پہنچتا ہے۔ اس کا ہدیہ اس قدر مختصر ہے کہ ہر بھائی خرید کر مسجد میں رکھ سکتا ہے یعنی پورا کلام مجید ہر پارہ علیحدہ تیار رحلی ہدیہ عمر رعایتی ہدیہ ... محصول ...

مرنے والوں کے اگر تم پر کچھ احسان ہیں، مرنے والے اگر تم کو عزیز تھے، مرنے والوں سے اگر تم کو محبت ہے تو اے زندگی والو! ان کو بھی کچھ سوا روپیہ کی کیا بات ہے اس سے کتنا بڑا اجر ان لوگوں کو ملے گا۔ جو اس وقت آپ کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے ہیں،

یہی نہیں آپ دوسرے مقاصد کے لئے یہ قرآن مسجد کے لئے دے سکتے ہیں پچھلے سال بہت سے لوگوں نے مسجد میں قرآن دینے کی منت مانی اور خدا کے فضل سے انکی مرادیں پوری ہوئیں،

جلد لیجئے۔ ہر ... مقصود و خلائف، جیبوں اور ... ایک طرف اور قرآن شریف مسجد میں دینے کا اجر ایک طرف، یہ رعایت بھی وقتی ہے اس لئے جلدی منگائیے

ہدیہ عہ محصول ۱۱؎ منیجر رسالہ پیشوا دہلی سے منگائیے

غریبوں کی خوشنما حمائل شریف جس کے فقط قلم کا یہ نمونہ ہے ورنہ اصل حمائل ایک ماہر فن عربی دان خوش رقم کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے ضخامت سات سو چالیس صفحے مجلد پارچہ کا ہدیہ صرف بارہ آنے کر دیا ہے ورنہ یہ حمائل سوا روپیہ سے کم ہدیہ نہیں ہوئے سفر میں بہت کارآمد ہے تقطیع بوستاں کی برابر ہے یقین ہے کہ ہر بھائی کئی کئی جلدیں منگا کر مفت تقسیم کریں گے یہ رعایت بھی عارضی ہے اس لئے جلد منگائیے ہدیہ مجلد ۱۲؎

اصل حمائل میں تیرہ سطریں ہیں خط اتنا ہی جلی ہے صرف سطر کا فصل کم ہے منیجر رسالہ پیشوا دہلی

غریبوں کا قرآن اتنے موٹے قلم کا لکھا ہوا ہے نہایت خوشنما کتابت ہے اصل قرآن شریف اس نمونے سے بہت اعلیٰ ہے ہدیہ رعایتی اب مجلد پارچہ ایک روپیہ

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

غریبوں کا قرآن بچوں کے لیے اور بھائیوں کے لیے۔ بہت ... یہ تو صرف قلم کا نمونہ ہے۔ کاغذ سفید برف جیسا ہے اور چھپائی بھی ... پہلے اس کا ہدیہ سوا روپیہ تھا لیکن اب مجلد پارچہ صرف عہ اور مجلد چرمی ۱۴؎ رکھا ہے کوئی رعایت نہیں کیونکہ کاغذ بہت مہنگا ہو گیا ہے، محصول ڈاک ۱۱؎

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ پیشوا دہلی

۴۱ خوبیوں والا ۲۵ مہری اصلی نئی شان کا قرآن مجید

جس کی ہر مسلمان کو ضرورت ہے

مقدمہ میں ایسی خوبیاں جن کا مطالعہ مسلمین اسلام اور حیائی کے متلاشیوں کے لئے سید ضرورت ہے نہایت خوشخط اور سروشن چھپائی نفیس کاغذ تقطیع متوسط صحیح اور مستند حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی کا سلیس بامحاورہ ترجمہ اور حاشیہ پر تفسیر موضح القرآن کا خلاصہ اس کلام مجید میں حسب ذیل اکتالیس ایسی خصوصیات ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔

(۱) ہر پارہ کے شروع میں مقامات مقدسہ کا نقشہ مع حالات دیا گیا ہے چنانچہ کل نہایت اعلیٰ تیس نقشے فن مصوری کا نمونہ ہیں (۲) تمام مضامین قرآنی کی مکمل فہرست جو آیت چاہو فوراً نکال لو (۳) ضروری مقامات کی شان نزول مطابق صحاح ستہ (۴) حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ترجمہ (۵) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کی تفسیر موضح القرآن کا خلاصہ (۶) ہر سورۃ کے متعلق نقش و تعویذات جو اولیائے کرام کے معمولات میں (۷) تعبیر نامہ خواب (۸) فضائل القرآن (۹) سورتوں کے خواص اور ان کے پڑھنے کا طریقہ (۱۰) ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ربط (۱۱) ایک سورت کا دوسری سورت کے ساتھ ربط (۱۲) تلاوت قرآن کا طریقہ اور تلاوت کے اصول جس نے سمجھنے کے بعد غلطی نہیں ہو سکتی (۱۳) پیغمبروں کی دعائیں (۱۴) ان انبیاء کے حالات جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ (۱۵) ان انبیاء کرام کے حالات جن کا ذکر قرآن میں ہے (۱۶) دنیاوی مقامات کا حال جن کا ذکر قرآن میں ہے (۱۷) ان فرشتوں کے حالات جن کا ذکر قرآن میں ہے (۱۸) ان کافروں کے حالات جن کا ذکر قرآن میں ہے (۱۹) ان قبیلوں کے حالات جن کا ذکر قرآن میں ہے (۲۰) اخروی مقامات کا حال جن کا ذکر قرآن میں ہے (۲۱) ان پرندوں کا حال جن کا ذکر قرآن میں ہے (۲۲) ان بتوں کا حال جن کا ذکر قرآن میں ہے (۲۳) رموز اوقات (۲۴) وہ خاص دعا و شریعت جو اولیاء سے منقول ہے (۲۵) قرآن مجید کو دیگر الہامی کتب ادیان و مذاہب کی کتب پر فوقیت کا مطلقاً ثبوت (۲۶) وہ مقامات جہاں اعراب کے تبدیل ہونے سے کفر لازم آتا ہے (۲۷) یہ قرآن شریف ہر جگہ نئی شان سے لکھی گئی ہے (۲۸) سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ملک کے مشہور نامور استاد منشی عبدالغنی صاحب دہلوی منشی عبدالرشید عباسی منشی محمد علی صاحب دیوبندی پرتیسری محنت کے ساتھ رقم کیا ہے (۲۹) دہلی کے اکثر علماء و مفسرین نے اوجہ حفاظ و قراء نے تصحیح میں حصہ لیا جن کی تصدیقیں بھی ثبت ہیں (۳۰) ان انبیاء کے القاب کا بیان جن کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے (۳۱) اس امر کا ثبوت کہ کلام مجید ملک عرب میں رسول عربی صلعم پر کیوں نازل ہوا (۳۲) قرآن مجید کے ظاہری و باطنی آداب (۳۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سوانح عمری (۳۴) قرآن شریف کے عملیات (۳۵) قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کا ثبوت (۳۶) قرآن مجید سمجھ کر پڑھنے کے احکام اور فضیلت (۳۷) قرآن مجید کے نقش اور ان کا عامل ہونے کی ترکیب (۳۸) قرآن مجید کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہیئے (۳۹) ملک عرب کی اس ضروری اور تاریخی حالت کا بیان جس کا کلام مجید کے نزول سے تعلق ہے (۴۰) کلام مجید کے تمام الہامی کتابوں کے جامع اور محافظ ہونے کا ثبوت (۴۰ و ۴۱) خوبیان و سمجھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

(نوٹ) ان مذکورہ خوبیوں کے علاوہ مقدمۃ القرآن جو کلام اللہ کے ساتھ شامل ہے اس قدر بیش بہا خوبیوں پر مشتمل ہے جن کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ آجتک کسی کلام اللہ کے ساتھ یہ خوبیاں شامل نہیں ہیں جو ضرورت زمانہ کے لحاظ سے بے انتہا ضروری ہیں الغرض قابل دید ہے نہ لائق شنید ان خوبیوں پر ہدیہ بلا جلد صرف چار روپیہ (للعہ) محصول ڈاک ایک روپیہ (عہ) ملنے کا پتہ: **میجر رسالہ پیشوا پوسٹ بکس نمبر ۱۰۵ دہلی**

جرمنی کا چھپا ہوا قرآن شریف

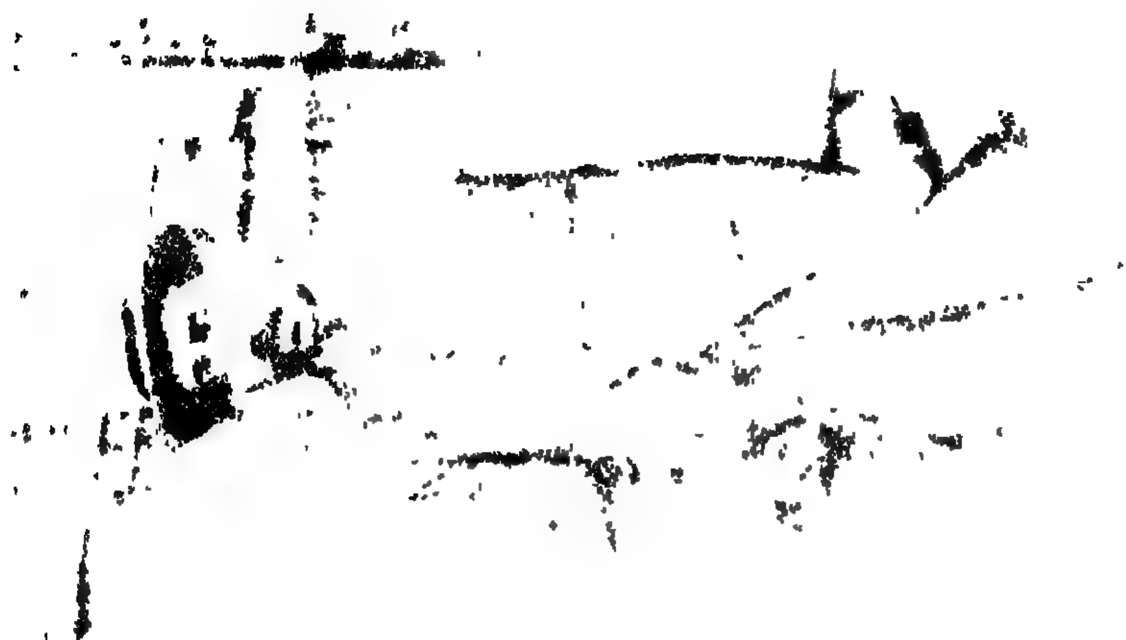
یورپ کی بہترین چھپائی کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں تو منگائیے یہ قرآن شریف اپنی صاف چھپائی عمدہ ٹائپ اور بہترین کاغذ کے اعتبار سے نہایت دیدہ زیب اور بالکل نیا اور انوکھا ہے جدید تعلیم یافتہ بھائی قرآن شریف بھی آپ ٹو ڈیٹ طباعۃ میں دیکھنے کے دلدادہ تھے اب انکی مراد بر آئی جدید فیشن اور نفیس لائبریریاں جو پرانے طرز کے چھپے ہوئے قرآن شریف سے سعادت اندوز نہیں ہو سکتے ان کے لئے یہ ایڈیشن باعث رونق و برکت ہوگا قرآن شریف کی توصیف بیان سے باہر ہے اسکی خوشنمائی صحت اور عمدہ طباعت ہندوستان کی ہر چھپائی کو ماند کر رہا ہے۔ ہر طبقہ میں پسند کیا گیا ہے۔ خوبیوں کے لحاظ سے ہدیہ کچھ بھی نہیں یعنی صرف دو روپے چار آنے بے جلد ہے اور جلد بھی جرمنی کی تیار کردہ ہے بہت جلد منگائیے اور دوسروں کو ترغیب دو کیونکہ بہت تھوڑی جلدیں باقی ہیں۔ مجلد صرف دو روپے چار آنے (عہ)

ملنے کا پتہ: **میجر رسالہ پیشوا دہلی**

ہندوستان میں اسلام [illegible]



حضرت مولانا سید کشفی شاہ صاحب نظامی مدظلہ





دل والوں کے لئے
پیشوا کے دینی و دنیوی اشارے

تصاویر (۱) پیکر عمل مولانا کفیفی شاہ صاحب نظامی (۲) سلطان [illegible] (۳) [illegible] (۴) [illegible] (۵) انگریزی نفس (۶) دنیا میں سب سے طویل بالوں والی عورت [illegible] (۸) ہندوستانی افلاس کا ایک نمونہ پیکر (۹) فاتح دہلی جنرل نادر خاں (۱۰) [illegible] (۱۱) ڈاکٹر محمد عالم (۱۲) [illegible]

جلد ۶ نمبر ۳

۲۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۷ھ

مطابق ۸ مارچ سنہ ۱۹۲۹ء



شذرات

(از عزیز حسن بقائی)

پیشوا کی عیدی

سال گذشتہ عید کے موقع پر چند مخلص احباب نے میری اپیل پر پانسو روپے کی رقم پیشوا کی عیدی کے طور پر اس نقصان کی تلافی کے لئے ایک ایک روپیہ بھیجکر مرحمت فرمائی تھی جو محض پیشوا کی وجہ سے کئی ہزار کا ہوا تھا۔ اس عیدی کے ایک ایک روپیہ نے اسوقت پیشوا کو ڈوبنے سے بچا لیا تھا، ورنہ شاید دشمنوں کی دلی تمنا پوری ہو جاتی۔

بعض مخلص ترین بھائیوں نے یہ سمجھا کہ میں پیروں کی طرح یہ ٹیکس ہمیشہ لینا چاہتا ہوں اسلئے اب اکثر احباب نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ پیشوا کی عیدی کا روپیہ کس روز اور کس طرح بھیجا جائے؟

ایسے تمام مخلص بھائیوں کی تحریرات کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ اس سال پیشوا کو کسی قسم کی عیدی بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ الحمد للہ اس کی مالی حالت سال گذشتہ کی نسبت بہتر ہے۔ اگرچہ اس کا خرچ اور آمدنی برابر نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس سال بہت قریب تین اور اپنی ذاتی تصانیف پیشوا کا دفتر شائع کر چکا ہے اس لئے کچھ خسارہ کے نقصان کی تلافی ان کتابوں کی فروخت سے ہو جاتی ہے۔ اور کچھ جدید خریداروں کی کثرت پیشوا کے خسارہ کو کم کر رہی ہے۔

میں نے جنوری میں ہزارہا خریداروں میں سے ان چند بھائیوں سے جدید خریدار فراہم کرنے کی اپیل کی تھی جن کو میں اپنے دکھ درد کا شریک سمجھتا ہوں اور جنہیں مجھے یہ اعتماد تھا کہ وہ میری درخواست اس محبت کی وجہ سے جو ان کو مجھ گنہگار سے ہو گئی ہے مسترد نہ فرمائینگے ان میں سے اکثر احباب کی توجہ سے کافی جدید خریدار ہو گئے۔ فروری کے آخر میں میں نے پھر ایسے ہی مخلص بھائیوں میں سے چند سو کا انتخاب کیا ہے جن کے اخلاص اور محبت پر مجھے کامل اعتماد ہے، اور اب میں اپنے ایسے رفیق اور قوت بازو دوستوں کی خدمت میں بہ ادب درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس سال پیشوا کو عیدی بھیجنے کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں۔ صرف جدید خریدار فراہم کریں۔ اور عید کے روز صرف دو روپے کی کتابیں مطبوعات پیشوا میں سے بلا ضرورت بھی منگوا لیں۔ جسپر ۲۵ فی صدی کی رعایت دفتر پیشوا سے ہو گی

عید کے روز جس قسم کی فضول خرچیاں مسلمان بھائیوں کے گھروں میں ہوا کرتی ہیں میں ان سے ناواقف نہیں ہوں اس قسم کی فضول خرچیوں میں اگر دو روپے کی کتابوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو کسی بھائی کو یہ رقم ناگوار نہ گذرے گی، اور پیشوا کے دفتر کو اس قدر کچھ خاصی اچھی آمدنی ہو جائے گی اور یہ روپیہ میں دوسری مفید کتابوں کی طباعت میں صرف کروں گا اور اس طرح مجھے ملک و ملت کی خدمت کا موقع ملیگا اور پیشوا کی کاروباری زندگی میں بھی مضبوطی ہو گی کیونکہ میں انشاء اللہ سال بھر تک ... میں پھر درخواست کرتا ہوں کہ پیشوا کو کسی قسم کی رعایتی رقم نہ بھیجی جائے۔ البتہ یہ انتظام کیجئے کہ عید سے پہلے یا عید کے دن کم سے کم دو روپے کی کتابوں کا آرڈر پیشوا کی مطبوعات میں سے انتخاب کر کے بھیج دیجئے۔ تاکہ جو مفید مذہبی اور علمی کتابیں روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے اب تک نہیں چھپ سکیں۔ وہ فوراً چھپنے کے لئے دیدی جائیں

خدا کے فضل اور قارئین کرام کی توجہ سے پیشوا کا کاروبار اب کسی قسم کی اعانت محتاج نہیں ہے۔ اور اگر

اگر اشاعت کی رفتار یہی رہی۔ اور جدید خریدار اسی طرح فراہم ہوتے رہے تو آپ یقین کیجئے کہ انشاء اللہ پیشوا کو آیندہ کبھی مالی امداد کی خواہش نہ ہوگی۔ البتہ ضرورت صرف اس کی ہے کہ آپ اسکو اپنا ذاتی پرچہ سمجھکر جدید خریداروں کی فراہمی سے غفلت نہ برتئے اور آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ ایک مفلس و بے نوا انسان آج یہ اعلان محض آپ کی توجہ اور امداد کی وجہ سے کر رہا ہے کہ اب اسکو کسی امداد کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ کی ہمدردیاں میرے شامل حال نہ ہوتیں تو پیشوا ترقی کی یہ منزلیں ہرگز طے نہ کرتا۔ اور اگر آپ کی رفاقتوں نے میرا ساتھ نہ چھوڑا تو آپ دیکھیں گے کہ بہت جلد پیشوا ہندوستان کے تمام رسائل میں بلحاظ ضخامت، بہتری مضامین اور کاغذ اور اشاعت وغیرہ کے اول درجہ کا پرچہ ہوگا۔ کہ خدا کسی کی محنت ضایع نہیں کرتا۔

مجھے امید ہے کہ جدید خریداروں کی رفتار اگر یہی رہی تو انشاء اللہ اپریل میں آٹھ صفحہ کے مضامین کا اضافہ کر دیا جائیگا۔ [illegible]

ایڈیٹر پارس کو ریاست بہاولپور کا منسٹر بنا دیا جائے

ریاست بہاولپور کے متعلق لاہور کے اخبار پارس میں جو ہوم منسٹر حسن الملک جناب مولانا غلام حسین صاحب کے خلاف غلط الزامات لگائے جا رہے ہیں، کیونکہ نواب سکندر حیات صاحب کا ریاست سے باہر نکالا جانا ایڈیٹر پارس کے نزدیک مولانا غلام حسین کا ناقابل تلافی جرم ہے، لہذا نواب سکندر حیات کے خصوصی تعلقات کی وجہ سے ایڈیٹر پارس کے لئے والی ریاست بہاولپور کے خلاف زہر اگلنا ضروری ہے۔

عرصہ سے مولانا غلام حسین صاحب ریاست سے باہر اپنی رخصت کے ایام گذار رہے ہیں مگر اخبار پارس کے "واقف اسرار" مؤرخ خفی و جلی ایڈیٹر کا انصاف ملاحظہ ہو کہ وہ اب بھی ریاست بہاولپور کے متعلق اور عباسی تاجدار کے خلاف زہر اگلنے سے باز نہیں آتے۔ اور فرماتے ہیں

"نواب صاحب نے ایک اور غلطی یہ کی کہ مولوی غلام حسین کی علیحدگی کے بعد ہوم منسٹر کے عہدہ کا چارج ان کے فرزند کے سپرد کر دیا۔ جو اپنے باپ سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ رعایا بدستور نالاں ہے۔ نواب صاحب کو توجہ کر کے کسی قابل اور شریف آدمی کو اپنی ریاست کا ہوم منسٹر بنانا چاہیے۔"

(پارس ۲۲ فروری صفحہ ۶ کالم ۳)

اس تازہ عنایت کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے رسالہ تبلیغ نسواں دہلی میں والی ریاست بہاولپور سے یہ خواہش کی کہ وہ شاہی خاندان کی جوان خواتین کی شادیاں پرانے رواج کے خلاف فوراً کر دیں۔

میں نے جب یہ خبر پڑھی تو اسی وقت ریاست کے ایک ذمہ دار اور ذمہ دار عہدہ دار سے اس کی اصلیت معلوم کی۔ انہوں نے فرمایا:

"ممکن ہے کہ موجودہ اعلیٰ حضرت کے زمام حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے ایسی کوئی مثال ہو۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ روشن خیال، تعلیم یافتہ، محقق اور سخت پابند مذہب عباسی حکمراں کے عہد حکومت میں یہ رسم موجود ہو۔ اور میں پوری ذمہ داری کے ساتھ اس خبر کی تردید کرتا ہوں۔"

اس خبر کی تردید میری درخواست پر حضرت خواجہ صاحب نے کر دی۔ مگر وہ نام نہاد ہمدرد مسلمان اخبارات کے ایڈیٹر جو ہمیشہ ریاست [illegible] اپنے طریق عمل سے [illegible] کیونکر خاموش رہ سکتے تھے۔ چنانچہ ۹ فروری سنہ [illegible] کے اخبار طاقت نے اس غلط خبر کو نہایت [illegible] خیز طریقہ سے شائع کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہاولپور کی شاہی خواتین میں بڑا اضطراب [illegible] رہا ہے، اور اخبار طاقت کی [illegible] بھی [illegible] ہندوستان کے [illegible] کی حیثیت سے مجبور ہیں کہ عباسی نسل کے اس متقی تاجدار کو اس دینی فرض پر توجہ دلائیں حالانکہ ایڈیٹر طاقت اور ان کے آقا سے زیادہ [illegible] کا [illegible] ہے۔ اور اس خبر کو لالہ کرم چند صاحب ایڈیٹر پارس جو بہاولپور پر [illegible] لگائے بیٹھے رہتے ہیں [illegible] کا الہام سمجھکر لے اڑے [illegible] اس لئے شائع کر دیا گیا کہ انکے خیال میں [illegible] کی [illegible] مولانا غلام حسین صاحب ہیں جو نہ ریاست بہاولپور میں اس وقت موجود ہیں اور نہ ریاست کے معاملات میں ان کی [illegible] ہوم منسٹر صاحب بدقسمتی سے ریاست کے [illegible] مولانا محترم کے فرزند ہیں اس لئے [illegible] عدالت عالیہ سے فیصلہ صادر ہوتا ہے کہ شاہی خاندان [illegible] اگرچہ اس میں [illegible] اصلیت نہیں، مولانا غلام حسین اور ان کے صاحبزادے کی وجہ سے ہے [illegible] پھوٹنے لگا [illegible]

میرے خیال میں تو اخبار پارس ریاست بہاولپور کے انتظام سے اس وقت تک مطمئن نہ ہوگا جب تک ہوم منسٹری کا چارج لالہ کرم چند اور وزارت کا قلمدان لالہ کرم چند کے ممدوح نواب سکندر حیات کے سپرد نہ کر دیا جائے۔

کیا لالہ کرم چند صاحب دیانتداری سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کے والد محترم بھی انہیں کی طرح اخبار نویس تھے اور کیا ان کے والد میں جو خصائل تھے، ان کے وارث لالہ کرم چند صاحب ہیں، اگر اس کا جواب نفی میں ہو تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ لالہ کرم چند تو اپنے والد کے خصائل کے حامل نہ ہوں مگر مولوی [illegible] الدین صاحب صرف اس لئے تمام برائیوں کا مجموعہ ہوں کہ ان کے محترم والد مولانا غلام حسین صاحب نے اپنے آقا سے غداری

نہیں کی۔ اور مولانا کرم چند کے یار غار کو ریاست کے مفاد کے خلاف بہاول پور میں [illegible] نہیں دیا۔ لالہ کرم چند صاحب کو طاقت جیسے اخبار کی افترا پردازی کا شکار [illegible] بڑی شرم کی بات ہے۔ اور ان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ ریاست کے [illegible] منہدم [illegible] کے اسباب [illegible] آپ اپنے لیے جگہ حاصل کر رہے ہیں۔

ورود [illegible] جمال [illegible]

[illegible] افغانستان کی شورش [illegible] دور کرنے کیواسطے

[illegible] جنرل نے اعلان [illegible] کی تخصیص [illegible] سردار اعلیٰ جنرل [illegible] خان صاحب [illegible] امید [illegible] نجد اللہ علی احسانہ

سردار [illegible] نے ۲۰ فروری کو بمبئی میں نزول اجلال فرمایا۔ [illegible] ۲۴ فروری کو [illegible] ہوتے ہوئے پشاور [illegible] جہاں سے [illegible] بازار [illegible] تشریف لیجائیں گے۔

افغانستان [illegible] کا سر [illegible] جنرل [illegible] کا [illegible] افغانستان کو [illegible] زیادہ جا [illegible] ساحل [illegible] قدم [illegible] عام [illegible] افغانستان [illegible] ایک مضبوط [illegible] حکومت قائم کر [illegible] گا [illegible] اس کی [illegible] مجھے [illegible] جان قربان کر [illegible] افغانستان کا تخت قبول [illegible]

[illegible] پیام [illegible] بازار [illegible] کی تمناؤں کا خون [illegible] اگر چہ [illegible] سے [illegible] بازار کے [illegible] سردار اعلیٰ [illegible] شیطانی [illegible] اعلیٰ کو [illegible] مگر لاہور [illegible] اپنے اصلاحات کی حمایت میں [illegible] ان [illegible] کی شیطانی امیدوں کا قلع قمع [illegible] اصلاحی پروگرام کی وجہ سے اعلیٰ حضرت [illegible] غازی [illegible] کے خلاف [illegible] کی تائید [illegible]

ہمیں یقین ہے کہ افغانستان کا مطلع بہت جلد شورش کے غبار سے صاف ہو جائے گا۔ اور سردار اعلیٰ کی تدبیر اور ملت اسلام کی خدمت گذاری کا [illegible] افغانستان کو [illegible] خانہ جنگی اور غلامی کی لعنت سے بچا لے گا

عقل ہی کام لو

ہیں کیا ہر مسلمان جس میں کچھ بھی شرافت و انسانیت ہے، ہندوؤں کے اس شریفانہ [illegible] افغانستان کی بغاوت میں غازی امان اللہ سے ہمدردی ظاہر کر کے کر رہے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی بعض نادانوں نے غازی امان اللہ کی حمایت میں [illegible] اور مسلمانوں کا [illegible] امدادی فنڈ کھولنے کی تجویز پیش کی [illegible] زمیندار کے [illegible] نواز [illegible] صاحب نے اپنے اخبار میں چندہ کی تحریک شروع کر کے روپیہ وصول کرنا شروع کیا [illegible] کی چندہ [illegible] کی داستان [illegible] پارینہ

ایک مستقل تصنیف کی محتاج ہیں۔

دنیا جانتی ہے کہ خلافت کی تحریک میں چند ہندوؤں نے کچھ پیسوں کی امداد کی تھی، جو اپنے ساتھ بڑی تعداد میں سو دلیکر گاندھی جی اور ان کی ذریات کے پیٹ میں پہونچ گئی۔ مگر بعض کم ظرف چھچھورے ہنوز آج کل ہر موقع پر نہایت بیحیائی سے ان ہندوؤں کا مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ ایک متدین مرکزی جماعت جس میں حکومت پرست اور خلافت [illegible] دونوں شامل ہوں، غازی امان اللہ خان کے امدادی فنڈ کے لیے ہندوستان کے مرکزی مقام میں قائم کی جائے۔ اور صوبہ وار امدادی فنڈ جمع کرنے کے لئے ایک تاریخ مقرر کر لی جائے، اور کسی ہندو کا ایک پیسہ بھی اس فنڈ میں کسی حالت میں قبول نہ کیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کی غیرت کا سینہ کم ظرفوں کے طعنوں سے محفوظ رہے۔

معذرت

میں نہایت ادب سے معافی خواہ ہوں ان بھائیوں سے جن کی کتابوں پر اس اشاعت میں ریویو نہ کر سکا واقعہ یہ ہے کہ [illegible] کے فسانہ کی تردید نے کئی متعلقہ ابواب اصلاحات ذرایع معاش، خلفائے امت، اعتقادات کی جگہ روک لی، مگر میں نے مولانا علم الدین صاحب کے اس تاریخی مضمون کو ان تمام ابواب سے زیادہ اہمیت دی، [illegible] رکھی ہوئی کاپی روک کر اس اہم مضمون کے لیے جگہ نکالی

گذشتہ اشاعت میں کاغذ ذرا ہلکا لگایا گیا تھا مجبوری یہ تھی کہ بازار میں اسوقت [illegible] سفید کاغذ ناپید تھا جو کہ بہت پیشوا میں لگ رہا ہے اس نے ہلکا کاغذ بمجبوری لگایا گیا۔

امید ہے کہ رعایتی اعلان سے قارئین کرام [illegible] فائدہ اٹھائینگے اور مجھے اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی فائدہ پہونچایا تو انشاء اللہ پیشوا کیلئے سال بھر کے لئے کاغذ بھی اکٹھا خرید لیا جائے گا، اور کئی مفید اور جدید مطبوعات بھی پیشوا کا دفتر شائع کر سکے گا۔

اس اشاعت سے فوٹو بلاک کے لیے بہترین اور قیمتی گلیز کاغذ کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور مضامین کے لئے بھی زیادہ قیمتی کاغذ فراہم کیا گیا ہے انشاءاللہ نہ صرف یہ انتظام ہمیشہ رہیگا، بلکہ اگر جدید خریداروں کی رفتار یہی رہی تو اپریل کا پیشوا اسی صفحہ پر اسی آب و تاب سے شائع ہوگا جس میں علاوہ دیگر گرانبار مصارف کے محصول ڈاک بھی دوگنا لگایا جائے گا۔

میں ان بھائیوں سے بھی معذرت خواہ ہوں جنہوں نے اپنی محبت سے پیشوا کے لئے گذشتہ مہینہ میں جدید خریدار فراہم کئے، اور میں اس اشاعت میں کمی گنجائش کے سبب ان کے اسمائے گرامی پیشوا کے صفحات پر دلی شکریہ کے ساتھ شائع نہ کر سکا

چونکہ آیندہ پرچہ سے ضخامت بڑھانے کا ارادہ ہے اس لئے امید ہے کہ فروری اور مارچ میں جدید خریدار فراہم کرنے والے مخلص بھائیوں کا تعارف دلی شکریہ کے ساتھ آیندہ پرچہ میں کرا سکوں گا۔

بمبئی کا ہولناک فساد

اگرچہ بمبئی میں ملوں کی ہڑتال گذشتہ دسمبر میں ختم [illegible] دی تھی۔ مگر حکومت کی پر مصلحت خاموشیوں نے اس کشمکش کو جو سرمایہ اور محنت کے نام سے جاری تھی اور تقویت دی اور غریب اور مفلس مزدوروں نے ہڑتال جاری رکھی۔ حکومت نے کوئی [illegible] دوست کی [illegible] مزدوروں [illegible] روں نے بیت کا فکر لیا اور اس [illegible] کا نتیجہ [illegible] بدقسمتی [illegible] کی صورت میں شروع ہوا۔ [illegible] وسط فروری [illegible] فرقہ [illegible] یت اختیار کرلی۔

مزدوروں کے اضافہ اجرت کا جہاں تک تعلق ہے [illegible] ان کے مطالبات سے ہمدردی ہے۔ گو ان [illegible] ان کی کسی طرح حق بجانب نہیں ہوسکتی کے قابل نہیں ہو کہ انہوں نے [illegible] فروری کو [illegible] پر [illegible] کی تعداد تھا صرف اس لئے حملہ کر دیا کہ وہ مسلمان تھے [illegible] ملوں کی [illegible] کا اہم کام [illegible] داری کے ساتھ انجام [illegible] سے [illegible] اگر یہ پٹھان مسلمان نہ ہوتے تب بھی ہر شریف [illegible] ان کی ہمدردی کے مستحق تھے کہ وہ مظلوم تھے۔ [illegible] اس کے جواب [illegible] عاقبت اندیش [illegible] ہندی شراب کے متوالوں نے پٹھانوں کے خلاف [illegible] علان جنگ [illegible] دیا۔ [illegible] اگر وہ گنا [illegible] کثیر [illegible] پٹھان ان کے [illegible] نہایت بزدلی کے ساتھ جنگلی [illegible] کی طرح [illegible] یہ ہوا کہ اسوقت تک ایک ہزار سے [illegible] انسان زخمی ہو گئے [illegible] سو سے زیادہ قیمتی جانیں ضائع ہوگئیں [illegible] بمبئی جیسے [illegible] شہری [illegible] بہت [illegible] الشان ہوٹل [illegible] طویل عرصہ میں قیام امن کے لئے فوج اور پولیس کو بمبئی جیسے گنجان اور تجارتی مرکز میں [illegible] مرتبہ گولی چلانی پڑی

جہاں تک فساد کی ذمہ داری کا تعلق ہے یہ امر بالکل صاف ہے [illegible] فساد کی ذمہ داری [illegible] مزدوروں پر ہے۔ [illegible] امن بحال کرنے کا اور اس پیسے اور ہڑتال [illegible] خبر نہ ہونے کا [illegible] کے متعلق حکومت یہ کہتی ہے کہ اس میں بالشویکیوں کا ہاتھ ہے حکومت کے پاس کیا جواب ہے جسوقت ہڑتال ہوئی تھی اگر اسی وقت احتیاطی تدابیر اختیار کرلی جاتیں۔ تو آج یہ سفاکانہ اور بربرانہ مناظر بمبئی کے بازاروں میں نہ دیکھنے میں آتے۔ اس بدمست کے بعد یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا حکومت کا محکمہ جاسوسی اول درجہ تک باخبر اور کارگذار اہلکاروں سے ہرا ہوا [illegible] اس کو خطرہ سے بروقت مطلع نہیں کرسکے۔

مہاراجہ الور اور مولانا محمد علی

محترم معاصر ریاست رقمطراز ہے کہ الور سے [illegible] معلوم ہوا [illegible] مہاراجہ صاحب نے اپنی جوبلی میں مولانا محمد علی صاحب کو ایک ہزار روپیہ [illegible] سبز مخمل کی تھیلی میں مرحمت فرمائے۔

میں نے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ [illegible] مہاراجہ صاحب حق پرستی کے مدعی [illegible] کی ذہنیت سمجھ گئے ہیں اس لئے سہری نظام [illegible] الدین کی۔ مولانا صاحب نے اپنی آنکھوں سے وہ شرمناک مناظر دیکھے جن کو بیان کرتے وقت [illegible] انسانیت [illegible] ہے۔ [illegible] تھی۔

[illegible]

[illegible] چشمسار [illegible] سکا۔

[illegible] یہی کہ [illegible] ہو کہ [illegible] مہاراجہ اسوقت [illegible] لاکھ [illegible] قرضہ بجائے ادا ہونے کے [illegible] چلا جاتا ہے۔ [illegible] رعایا پر جبر و ستم کر کے [illegible] وصول کیا جاتا ہے اور اس روپے میں سے مولانا محمد علی صاحب کا حق پرستی [illegible] ادا کیا جاتا ہے۔ تو کیا خلافت [illegible] کے احیا کے مدعی مولانا صاحب کو یہ روپیہ [illegible] ہے سوال جس کا جواب [illegible] حضرت مفتی مولانا محمد علی صاحب اگر [illegible] میں توجہ [illegible] حل ہو جائیں۔

والیان ریاست کا نیا شکار

[illegible] کا پہلا تجربہ تو امرتسر میں [illegible] ایک ہندو [illegible] اخبار پر [illegible] چلا کر اس کے ایڈیٹر کو قید کرا دیا جس کی پشت پر زبردست اکالی تحریک اور بہت طاقتور شخصیتیں تھیں۔ اب اس قانون تحفظ والیان ریاست کا نیا شکار بقول اخبار ریاست دہلی [illegible] اخبار [illegible] والا ہے جس کا ڈمی ایڈیٹر نواب صاحب بھوپال کے خلاف [illegible] میں پھنسنے کے [illegible] بہت جلد دہلی کے [illegible] مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوگا۔

[illegible] سکتا [illegible] وہ ایڈیٹر کس اخبار کا ہے۔ [illegible] نواب صاحب کو [illegible] رہتا ہے کہ جب قانون کے [illegible] کی وجہ سے وہ [illegible] اصل ایڈیٹر [illegible] پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ تو [illegible] غریب کلرک کو قید کرانے سے کیا فائدہ؟ جو چند پیسوں کے لئے [illegible] نام کے ساتھ ایڈیٹری کا دم چھلا لگا لیتا ہے اور جس [illegible] وہ [illegible] کسی کے چپراسی ہوں گے

مجھے یقین ہے کہ [illegible] کی اشاعت تک وہ ڈمی ایڈیٹر گرفتار ہو چکا ہوگا [illegible] کی حکومت اور ریاست بھوپال کے کارکن اسوقت اپنے مقصد میں کامیاب کہے جا سکتے ہیں جب وہ اس غریب اور فرضی ایڈیٹر کی بجائے بزدل اور اصلی ایڈیٹر کو عدالت میں بحیثیت ملزم پیش کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

تصوف کی درسگاہ دہلی میں

یہ معلوم کرکے نہایت مسرت ہوئی کہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قبلہ نے خرقہ درویشی کے تحفظ، اور صوفیوں کی رسوائے عالم جہالت اور رعب کی ہمہ گیری سے متاثر ہو کر دہلی میں مدرسۂ وحدت الوجود کے نام سے تصوف کی درسگاہ قائم کی ہے اور اس کے لئے حضرت ممدوح آج کل منتظم کی تلاش میں ہیں۔

چھوٹا منہ اور بڑی بات نہ ہو تو میں حضرت قبلہ سے عرض کروں کہ خدا کے لئے صرف اس مدرسہ کے استحکام کو اپنی آئندہ زندگی کا مقصد قرار دے لیجئے اور اپنی گوناگوں مصروفیتیں کو دور رکھئے۔ اگر آپ نے اسی مستعدی مستقل مزاجی سے ساتھ جو ارتداد کے انسداد میں خلاف توقع آپ سے ظاہر ہوئی ہے، بہترین کورس اور بہترین اساتذہ کا انتظام کر لیا تو اس درسگاہ سے وہ مبلغ نکلیں گے جو آج سے پانچسو سال گذرا ہندوستان میں اسلامی علم لیکر آئے اور اپنی روحانیت سے اس کفرستان میں ایسا انقلاب کیا کہ جوق جوق غیر مسلم قومیں اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئیں۔ اور اس درسگاہ سے وہ خاموش باعمل صوفی نکلیں گے جو بنی نوع کی خدمت اور تصوف کی حمایت اپنے مضبوط ترین کیریکٹر سے کریں گے۔ اور تصوف کا خوشنما چہرہ جس کے نام نہاد پیرو آج کل سب سے زیادہ بدنام کئے جاتے ہیں ان سیاہ داغوں سے صاف ہو جائیگا جن پر انگلیاں اٹھتی ہیں۔ میری رائے میں اس درسگاہ کو خاص نظامیہ حلقہ نہ بنایا جائے۔ بلکہ اس کا کورس ایسا رکھا جائے کہ اس میں تمام سلاسل کی تعلیمات کا خلاصہ آجائے۔ اور ہندو فلسفہ اور ویدانت سے بھی اس کے طالب علموں کو واقفیت حاصل ہو۔ اور قدیم ہندوستانی مشائخ کے تبلیغی کارناموں کو خصوصیت سے لیا جائے۔ تاکہ اس درسگاہ کے فارغ التحصیل اگر ایک طرف ارتداد کے طوفان کو روکیں تو دوسری جانب بد اعتقادی اور دہریت کے سیلاب کے لئے بھی بند کا کام دیں۔

میں اس درسگاہ کو بہت ضروری، بہت مفید، اور بہت اہم سمجھکر اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ اور حضرت خواجہ صاحب کو اس صحیح اقدام پر مبارکباد دیتا ہوں۔

سقہ کے بچے کے ایجنٹ اور اخبار ہمدرد کا دفتر

اخبار ہمدرد حضرات علی برادران کے اس چیستان طرز عمل کو بڑی تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے جو انہوں نے بغاوت افغانستان کے سلسلہ میں اختیار کر رکھا ہے کیونکہ علی برادران کو یہ علم ہے کہ عوام اہل اسلام کی باگ علماء کرام کے ہاتھ میں ہے اور زمانہ سے مسجد اور اپنے حلوے مانڈے کی خیر منانے والے مولوی صاحبان کی ہمدردیاں باغی سقہ کے بچہ کے ساتھ ہیں جو ان کے خیال میں حامی شریعت حقہ ہے۔ اور نہیں جانتے کہ اس طرح وہ اخبار کی دلی تمناؤں کے پورا ہونے کے لئے خود راستہ صاف کر رہے ہیں یا افغانستان کے دس سالہ آزاد بچہ کا گلا مذہب کے نام سے گھونٹ رہے ہیں۔

قارئین کرام بھولے نہ ہوں گے کہ جس وقت ابن سعود نے حجاز پر حملہ کیا ہے۔ تو اس نے بھی مذہب کی حمایت کے نام سے مسلمانوں کا خون مسلمانوں پر حلال کیا تھا۔ اور دنیائے اسلام کے سامنے حلفیہ اعلان کیا تھا کہ اس کا مقصد حجاز پر قبضہ کرنا نہیں ہے۔ اس کے جواب میں باغی شریف کے بیٹے علی نے ابن سعود سے مصالحت کے لئے ہندوستان میں مکاہر دباغ کی سرکردگی میں وفد بھیجا۔ جو ہر ممکن صورت پر ابن سعود سے صلح کرنے کے لئے آمادہ تھا۔ مگر علی برادران اس جماعت کے سرغنہ تھے۔ جو ابن سعود اور علی کی صلح کی مخالف تھی۔ اور انہوں نے اس سیلاب بغاوت کو نہ معلوم کن توقعات کی بنا پر روکنے کی انتہائی کوشش کی جو ابن سعود کے تسلط حجاز کے لئے ہندوستان میں ہو رہی تھی۔ اور جب وہ اور علماء کرام حجاز گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حجاز کے مقدس مقام پر عرب کی سادہ زندگی میں انقلاب آ چکا ہے تصاویر کے گیلری، ولایتی چھریوں اور کانٹوں سے میز پر کھانے کے لئے کاٹے گئے۔ اور مغرب کی اس معاشرت کی بنا پر غریب امان اللہ کو افغانستان میں کافر سمجھا جا رہا ہے۔ حجاز کے ریگستان پر سایہ فگن پایا۔ اور ابن سعود نے کتاب و سنت کے پردہ میں جو مظالم حجازیوں پر روا رکھے، ان کا حال مقدس صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی ہڈیوں نے بقیع پاک کے میدانوں میں جو بکھری ہوئی پڑی تھیں علی برادران نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ہوگا۔ اور نہ خلافت راشدہ کے قیام کا مدعی جس طرح آج بنی امیہ کی سنت پر عامل ہو کر حجاز پر اپنے آقایان فرنگ کی اعانت سے حکومت کر رہا ہے وہ عالم اسلامی کی ایک المناک داستان مصیبت ہے جس کے قیام میں علی برادران کا ہاتھ بھی شامل ہے۔ اور آج ان کے پاس کوئی طاقت نہیں جس کے ذریعہ وہ ابن سعود کو اپنے ان پر فریب وعدوں کا ایفا کرنے پر مجبور کر سکیں جو عالم اسلامی کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے اس نے حجاز پر حملہ کرتے وقت کئے تھے۔

کون بدبخت ہوگا جو یہ نہ چاہتا ہو کہ صلح ہر حالت میں جنگ سے بہتر ہے۔ مگر کس ہوشمند کو یقین آ سکتا ہے کہ موجودہ حالات میں علی برادران کی شخصیت تخت کابل پر قابض اور تخت کابل سے مفرور افراد میں صلح کی ضامن ہو سکتی ہے۔ اور جسم اسلام کے وہ ناسور قل اعوذیئے ملاں اور پیر جنہوں نے بغاوت صرف اس لئے کرائی کہ امان اللہ خان نے ان کے وظیفے بند کر کے ان کو مفت خوری کی لعنت سے بچا کر افغانی خزانہ کو ان سے نجات دلائی۔

جس طرح یہ مسلمہ ہے کہ اگر حضرت علیؓ قریش کے سرداروں کے گرانما

وظائف بیت المال سے بند نہ کراتے تو ان کی خلافت کبھی ناکام نہ ہوتی اسی طرح یہ بھی مسلم ہے کہ اگر شاہ غازی ان ملا ؤ خور ملاؤں اور ننگ تصوف پیروں کے آگے سے وظائف کی ٹریاں نہ اٹھاتے تو آج افغانستان میں یہ سفاکانہ غارتگری نہ ہوتی۔ پھر کیا کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے یہ یقین کر سکتا ہے کہ اگر باغی سقہ کے بچہ کی اعانت کسی دشمن اسلام جماعت نے کی ہو تو کیا وہ اور اس کی نام نہاد حکومت اس قابل ہے کہ اس کو اتنی مساویانہ حیثیت دی جائے کہ پیام صلح لیکر ہندوستان کے غلام اور محکوم مسلمان جائیں۔ مجھے تو ایک لمحہ کے لئے یقین نہیں کہ عید کے بعد غازی امان اللہ کی طینار کو باغی روک سکیں گے پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ ڈاکو جس نے ہزاروں مسلمانوں کا مال لوٹتے وقت اور ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا خون بہاتے وقت، اور ہزاروں مسلمان خواتین کو بیوہ اور مسلمان بچوں کو یتیم کرتے وقت رحم نہ کیا۔ اور بادشاہ اسلام کے خلاف بغاوت کر کے تخت کابل پر قابض ہو گیا۔ وہ محکوم ہندوستان کے بیکس مسلمانوں کے چند افراد کو دیکھکر تخت امان اللہ خاں کے حوالے کر دیگا اس کا جواب اگر واقعات کی زبان سے لینا چاہتے ہو تو تاریخ کی ورق گردانی کرو۔ اور ریگستان حجاز کے ذروں سے پوچھو کہ ان پر بیت چکی ہے تعجب ہے کہ ایک طرف مولانا محمد علی صاحب ابن سعود جیسے قدامت پسند بادشاہ کے خلاف ہیں تو دوسری طرف امان اللہ جیسے اصلاح پسند کے مخالف۔ آخر معلوم تو ہو کہ دنیا میں علی برادران کے علاوہ اور بھی کوئی مذہب اور سیاست سے واقف ہے یا نہیں۔

نیز کیا میں ان صلح کے سب سے بڑے حامی مولانا صاحب سے دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ نے اپنی جنگ میں اس اصول کو بزرگان دہلی کی درخواستوں کے باوجود کیوں نہیں تسلیم کیا؟ میں بدگمانی کے گناہ سے بچکر مولانا محمد علی صاحب سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا وہ پٹھان باغی سقہ کے ایجنٹ اور سر شور بانار کے بھتیجے ورمیئے تو نہیں جن کی ملاقاتوں کے بعد آپ کا وہ مشہور مضمون اخبار ہمدرد میں شائع ہوا جس میں حسب عادت چاروں طرف نشہ کہاتے ہوئے بغاوت افغانستان کو ایک طرح جائز ثابت کرنے کی کوشش کر کے باغیوں کو پیغام صلح دینے کی غرض سے آپ کو انگریزوں کے ہوائی جہاز میں بیٹھکر افغانستان جانے میں تامل نہیں اور کیا آپ پبلک مفاد کے لئے اس گفتگو کو شائع کریں گے جو سر ذیش بچہ اور آپ کے درمیان کئی کئی گھنٹہ ٹیلیفون پر مسائل افغانستان سے متعلق ہوتی رہی۔ اور جس کی وجہ سے آپ حکومت کے پروانہ راہداری دینے سے انکار کرنے کے باوجود مطمئن ہیں۔

ترک موالات کا پجاری موالات کے سب سے بڑی بت کے قدموں میں

اخبارات میں یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ مسٹر پٹیل نے لارڈ اروِن کی خواہش پر مسٹر گاندھی، مدن موہن مالوی، موتی لال نہرو، راجہ محمود آباد، مسٹر جناح ڈاکٹر انصاری وغیرہ کو وائسرائے سے ملاقات کرانے کے لئے ایک شاندار پارٹی دی جس کی خصوصیت یہ تھی کہ سر اکسلنسی کی اور گاندھی جی کی کرسی بہت قریب تھی اور غالباً ان دونوں کی کانا پھوسی کو موتی لال نہرو اور راجہ صاحب محمود آباد بھی نہیں سن سکے جن کی کرسیاں قصداً دور رکھی گئی تھیں۔

اخبار بین حضرات اسکو بہوئے نہ ہونگے کہ گاندھی صاحب اس سے پہلے بھی لارڈ ریڈنگ سے ملاقات کر چکے ہیں جس کے بعد علی برادران گرفتار کر لئے گئے تھے۔ جو شاید ان کے نقشہ پر تھا۔ اور آج جبکہ نہرو رپورٹ کی مخالفت کیوجہ سے علی برادران اور گاندھی صاحب کے درمیان اختلاف کی وسیع ترین خلیج حائل ہو گئی ہے تو لوگ منتظر ہیں کہ اس ملاقات کے نتیجہ میں کس سمت سے تشدد کا آغاز ہو گا۔

اگر یہ ملاقات ہندوستان کے آیندہ نظام اساسی کی ترتیب کے سلسلہ میں تھی۔ تو لارڈ اروِن کا فرض تھا کہ وہ مخالفین نہرو رپورٹ میں سے علی برادران، سر عبدالرحیم مفتی کفایت اللہ، مولانا حسرت موہانی اور سر شفیع کے ہمنوا غرضیکہ لوہے طلا دوبک کا ایک طرف کی کہانی کر سے بیٹھی ہوتی ہے

کیا ہز اکسلنسی کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ نہرو رپورٹ کو قبولیت عامہ حاصل ہے؟ نہرو رپورٹ میں سکھوں، عیسائیوں، سات کروڑ اچھوتوں اور دس کروڑ مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہیں ہے۔ اس لئے سوا موتی لال صاحب کے چند ہمنواؤں کے سکھوں، عیسائیوں، اور مسلمانوں نے متفقہ طور پر اس کو مسترد کر دیا ہے اور جہانتک مسلمانوں کے مطالبات کا تعلق ہے وہ آل انڈیا مسلم کانفرنس دہلی کے فیصلوں کے خلاف ایک انچ ادھر سے ادھر ہٹنے کے لئے تیار نہیں۔

کیا ہندوستان کا کوئی ایسا نظام حکومت کامیاب ہو سکتا ہے جسمیں دس کروڑ مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہ ہو۔ اور کیا وہ گورنمنٹ جو مسلم کش نہرو رپورٹ کو منظور کرے کامیابی کیساتھ ہندوستان میں حکومت کر سکتی؟ یہ ایسا سوال ہے جسکا جواب مسلمانوں کی قوت عملی دے گی

مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ نہرو دانیوں کی اس ملاقات کے بعد خاموش نہ بیٹھیں اور ابھی اس اسکیم کو سوچنا شروع کر دیں کہ اگر نہرو رپورٹ کو بجنسہ منظور کر لیا گیا۔ تو اس حکومت کو جو نہرو رپورٹ کے اصولوں پر قائم ہو اور جس میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہ ہو۔ کسطرح مفلوج کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ کیا طریقے ہیں جن کے اختیار کرنے سے موجودہ صلاحیت بھی واپس لی جائیں تاکہ مسلمان اس خالص ہندو راج سے محفوظ ہو جائیں، جس کے علمبردار گاندھی اینڈ سنز ہیں

دفتری حکومت کا حفاظتی قانون

افسوس کہ اسمبلی کے، جلاس دہلی میں بعض ہندو ممبران کی غداری اور مسلمان ممبران کی نادانی کی باعث حکومت نے اپریل کی گزشتہ پبلک سیفٹی بل کے نام سے ایک مسودہ قانون منتخبہ کمیٹی کے سپرد کر دیا ہے جو رولٹ ایکٹ اور قانون تحفظ ہند سے بھی زیادہ سخت گیر ہوگا۔

اس بل پر شاندار تقریر پنڈت مدن موہن مالویہ اور دیوان چمن لال صاحب کی تھیں جنہوں نے صحیح معنوں میں ہندوستان کی نمائندگی کرتے ہوئے ان اسباب کو رفع کرنے پر حکومت کو توجہ دلائی تھی، کہ وجہ سے اس بل کی ضرورت پیش آئی۔ یہ کیا ستم ہے کہ جو قانون انگلستان میں رائج نہ ہوا اسکو محکوم ہندوستان کے سر پر منڈھ دیا جائے۔ محکومی اور غلامی

غدار پیر شور بازار

افغانستان کا مطلع اس وقت تک بالکل تاریک ہے۔ افغانی مسلمانوں کا قیمتی خون نہایت بے دردی اور سفاکی کے ساتھ بہایا جا رہا ہے مسلمان عورتیں اسلام کے نام پر بیوہ کی جا رہی ہیں مسلمانوں کے معصوم بچے اسلام کے نام سے یتیم کئے جا رہے ہیں لاکھوں کلمہ کے شریک بھائی، ایک خدا کے پرستار، ایک رسول کے غلام، ایک کتاب اللہ کے پیرو اپنے بھائیوں کا گلا کاٹ کر ان کو خانماں برباد کر رہے ہیں، اور یہ سب کچھ مذہب کے نام سے ہو رہا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ مذہب کے تحفظ کے لئے یہ برادر کشی و غارت گری ہو رہی ہے اور یہ ہولناک قتل اور سفاکانہ مظالم افغانستان میں مذہبی پیشواؤں کے حکم سے ہو رہے ہیں، جن کا سرغنہ غدار پیر شور بازار کہا جاتا ہے، اور ملت اسلام کی تباہی اور افغانستان کی غلامی کے طوق لعنت کا بار آج اسی خرقہ پوش ننگ تصوف پر ہے۔

میں نے ۸ جنوری ۲۹ء کے پیشوا میں اس پیر شور بازار کے متعلق اعلیٰ حضرت غازی امان اللہ خان کو مخاطب کر کے لکھا تھا کہ چونکہ وہ حضرت مجدد صاحبؒ کی اولاد میں ہیں اس لئے ان کے ساتھ سختی نہ کی جائے۔ مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ دشمن ملت افغانستان کی آزادی کے شجر و درخت کی جڑوں میں تیزاب ڈالے گا۔ شریعت اور طریقت کے یہ گمراہ پیشوا محض اپنے حلوے مانڈے کے لئے اسلام کی ایک نوخیز سلطنت، ایشیا کے ایک پیکر عمل کو برباد کرنے کے در پے ہو گئے۔

کاش اس بدبخت کو معلوم ہوتا کہ جس محترم وجود (حضرت مجدد صاحبؒ) کی اولاد ہونے کے سبب اس کے ہاتھ چومے جا رہے ہیں۔ اس کو جس وقت شہنشاہ جہانگیر نے بعض بداندیشوں کے اشارہ سے گوالیار کے قلعہ میں قید کیا تھا اس وقت مغل دربار کے مصاحبوں میں، مغل فوج میں، مغلوں کی رعایا میں حضرت مجدد صاحبؒ کا بہت کافی اثر تھا، مغل شہنشاہیت کے ہمسایہ حکمراں، مغل امپائر کے صوبہ دار سب ہی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے جہانگیر کے خلاف بغاوت کی اجازت چاہتے تھے مگر آپ نے قید کی مصیبت گوارا کی۔ اور اس بادشاہ اسلام کے خلاف بغاوت کو روکا جس سے یقیناً غازی امان اللہ خاں ہر حالت میں بہتر ہیں۔

میں پیرزادہ ہوں تصوف کو عین مذہب سمجھتا ہوں اور منکرین تصوف کو بدترین خلائق اور اسلام سے بیزار سمجھتا ہوں، اور یقیناً میرے عقائد وہی ہیں جو ایک قبر پرست کے ہونے چاہئیں۔ اور پیشوا کے فائل اس کے گواہ ہیں کہ میں نے تصوف کی حمایت کے لئے اپنے بہترین دوستوں سے بگاڑی ہے۔ اور آج بھی اپنے عقائد پر قائم ہوں اور مخالفین تصوف کے خلاف لکھنے میں میرا قلم اسی طرح آزاد ہے جس طرح ۱۹۲۲ء میں تھا مگر سچ یہ ہے کہ میں شرم و ندامت سے زمین میں گڑ جاتا ہوں جب سرحد کے ان ارباب ثلاثہ پیروں اور ملاؤں پیر شور بازار، ملا چکنو، رنگشہ ملاں وغیرہ کی یہ خرقہ فروشی اور بےحیائی، اور خدا فراموشی اور ملت کشی کے المناک مناظر میرے سامنے آتے ہیں اور مجھے ان بدمعاشوں کی دنیا طلبی کے لئے ملت کشی سے اپنے پیرزادہ ہونے پر افسوس ہوتا ہے، اور ملا نہ ہونے سے خوشی، و یا لیتنی مت قبل هذا وکنت نسیا منسیا۔

اللہ اللہ! ایک وقت تھا کہ یہ گلیم پوش مشائخ جن کے بعض نام لیوا آج تصوف کو بدنام کر رہے ہیں، اسلام کے سب سے بڑے مبلغ تھے۔ یا آج یہ وقت بھی آیا ہے کہ ان کی ناخلف اولاد اسلام کے لہلہاتے ہوئے چمن کو محض اپنی نفس پرستی کے لئے تباہ کر رہی ہے، یہ استخوان فروش، اور ننگ شریعت و طریقت علماء و مشائخ آخر کب تک مسلمانوں کی گردنیں اپنے پیٹ کی خاطر مسلمانوں کی تلوار سے کٹوانے کے لئے آزاد چھوڑ دیے جائیں گے؟

فرنگی محل کی بزم صوفیہ، دہلی کا حلقۃ المشائخ، بہار کا جماعت خانہ، سجادہ نشین صاحبان، اجمیر شریف، پاک پٹن شریف، سرہند شریف، آستانہ خواجہ باقی باللہ وغیرہ میں، اگر اپنے فرائض کا احساس ہو، اور جمعیۃ علماء ہند اور خادم الحرمین، اور آل انڈیا مسلم لیگ، اور مرکزی تنظیم، اور انجمن اہل حدیث، اور مرکزی تبلیغ الاسلام اور قادیانی جماعت کو آپس میں دست و گریباں ہونے سے فرصت ہو تو یہ بہترین وقت کیوں ضائع کیا جا رہا ہے۔ اور کیوں نہیں ایک متفقہ فتوے کے ذریعہ اعلان کیا جاتا کہ امان اللہ مسلمان ہے۔ اور وہ ایسا ہی پکا اور سچا مسلمان ہے جیسا کہ ایک حقیقی خادم اسلام کو ہونا چاہئے، اور اس کے خلاف بغاوت بادشاہ اسلام کے خلاف بغاوت اور فتنہ ہے جس کے استیصال کے لئے فرزندان افغانستان کو متحدہ طریقے سے غازی بادشاہ کی امداد کرنی چاہئے۔

آخر دیوبند، بریلی، دہلی، لکھنؤ وغیرہ کے فتوے نویس مولوی صاحبان کو کیوں موت آگئی ہے کہ وہ یہ اعلان نہیں کرتے کہ ڈاڑھی اور لباس میں اسلام نہیں چھپا ہوا اور امان اللہ کی جاری کردہ اصلاحات سے نفس اسلام پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ وہ توحید اور رسالت کا قائل ہے، آخر یہ کیوں قبروں کی طرح خاموش ہیں اور کیوں برف کی مانند سرد شدہ لاشوں میں حرارت پیدا نہیں ہوتی۔ کیا ان کی زبانوں اور ہاتھوں پر فالج کا اثر ہے

مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ مشائخ میں سب سے پہلے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب، اور حضرت پیر سید فضل شاہ صاحب امیر جماعت حزب اللہ نے انفرادی حیثیت سے بہت دیر کے بعد اپنے فرائض کا احساس کیا۔ اور علماء میں سے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب، اور حضرت مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب نے بہت دیر کے بعد انفرادی حیثیت سے انگڑائی لی، حالانکہ اس سے بہت پہلے ان بزرگوں کو بیدار ہونے کی ضرورت تھی۔ اور وہ بھی اجتماعی حیثیت سے اور اب بھی وقت ہے کہ مارچ کے پورے مہینہ میں پوری قوت کے ساتھ افغانستان کے قبائل میں بادشاہ اسلام امان اللہ خاں کی حمایت کے لئے پروپیگنڈا کیا جائے، تاکہ جس وقت غازی بادشاہ اسلام خروج کریں تو پیر شور بازار اور بچہ سقہ کے چند حواریوں کے سوا افغانستان کے بیدار مغز فرمانروا کے خلاف افغانستان کا کوئی قبیلہ حرکت میں نہ آئے جن کے بظاہر آثار نظر آ رہے ہیں۔

نکاتِ قرآنی

(حضرت علامہ مفتی سید محمود صاحب الوری) سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ ... شاہ

تفسیر سورۂ نور

(گذشتہ سے پیوستہ)

مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے حلف اٹھایا تھا کہ وہ اب کبھی اپنے خالہزاد بھائی مسطح کو نان ونفقہ نہ دیں گے۔ مسطح بچپن سے یتیمی کے باعث حضرت صدیق کی آغوش میں پرورش پار ہے تھے بلکہ ان کے قرابت داروں کی کفالت بھی آپ ہی کرتے تھے۔ جب اہل افک کے متعلق آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق نے مسطح اور ان کے عزیزوں سے فرمایا کہ جاؤ نہ تم میرے ہو اور نہ میں تمہارا ہوں اب تم میں سے میرے ہاں کوئی نہ آئے۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو مطلع فرمایا کہ مجھے وحی آئی ہے کہ تم ان کو اپنے گھر سے نہ نکالو۔ اس خبر کو سنکر حضرت صدیق نے تکبیر پڑھی اور خوش ہوئے آنحضرت نے ان کو یہ آیت سنائی شروع کی جب حضور اس جملہ پر پہنچے الاتحبون ان یغفر اللہ لکم (کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخشے) تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا خداوندا میں پسند کرتا ہوں کہ تو مجھے بخشے اور میں نے جو کچھ عہد کیا تھا میں اس سے باز آیا۔ پھر حضرت ابوبکر اپنے مکان پر آئے اور مسطح اور ان کے قرابت داروں سے بلاکر کہا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل کیا ہے میں نے اسے بسر وچشم قبول کیا۔ میں نے جو کچھ تم لوگوں کے ساتھ کیا تھا وہ اس وقت تھا جبکہ اللہ تم پر ناراض تھا اب جبکہ اس نے تم کو معاف کر دیا تو میں بھی تم کو پہلے سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں (کبیر)
گذشتہ آیت میں اہل افک کی تادیب فرمائی گئی تھی اسی طرح اب حضرت صدیق کو ان کے قسم کھانے پر نصیحت کی جاتی ہے کہ تم صاحب فضل و وسعت ہو اس لئے قرابت دار اور مساکین وغیرہ پر نہ خرچ کرنے کی قسم نہ کھاؤ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کے معاوضہ میں بخشدے۔ مفسرین اس رائے میں متفق ہیں کہ اس آیت میں اولوالفضل سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں جس سے یہ غرض ہے کہ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الناس حضرت ابوبکر ہیں۔ اور قرابت دار اور مساکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ کے الفاظ سے مراد مسطح ہیں کیونکہ وہ حضرت صدیق کے قرابت دار اور مساکین ومہاجرین سے بھی تھے۔ مسطح کا گناہ کیا تھا اس میں اختلاف ہے

بعض کا خیال ہے کہ ان سے تہمت سرزد ہوئی لیکن آنحضرت نے ان کو سزا دی اور وہ تائب ہوئے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ افترا کا انکار نہ کرتے تھے اور سنکر راضی تھے بہرحال دونوں صورتیں گناہ سے خالی نہیں (اسی لئے ان کو حد لگائی گئی اور توبہ کرنی پڑی) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک کام کے بعد اگر کوئی گناہ صادر ہو جائے تو وہ پہلے کا عمل خیر ضائع نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت میں مسطح کو جو پہلے مہاجرین میں شامل ہونے کا عمل خیر کر چکے تھے اس کے بعد ان سے گناہ قذف ہوا پھر بھی ان کو من المہاجرین فی سبیل اللہ کے ساتھ یاد کیا گیا پس معلوم ہوا کہ ان کے مہاجر ہونے کا ثواب اقدام قذف سے بھی حبط نہ ہوا۔ اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ خطاکار کی خطا اور گنہگار کا گناہ معاف کر دینا ایک مستحسن اور نیک کام ہے بلکہ بعض وقت تو عفو قصور واجب ہو جاتا ہے اگرچہ یہاں صراحۃً کوئی اشارہ نہیں ہے لیکن الا تحبون ان یغفر اللہ لکم اس اشارہ پر دال ہے کہ یہاں عفو اور صفح پر مغفرت کو موقوف رکھا ہے۔ نیز یہ آیت اسپر بھی دلالت کرتی ہے کہ کسی نیک کام کے نہ کرنے پر قسم کھانا جائز نہیں۔ جمہور فقہا کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی نے ایسی بات پر قسم کھائی کہ نہ کرنا بہتر تھا اور اس کا غیر اس سے اولیٰ تھا تو اس شخص پر واجب ہے کہ قسم کا کفارہ دے اور اس کام کو کرلے (کبیر)

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي
بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں پارسا انجان ایمان والیوں کو ان پر لعنت ہے
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ
دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ جس دن ان پر گواہی دیگی
أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ يَوْمَئِذٍ
ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور انکے پاؤں جو کچھ وہ کرتے تھے اس دن
يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝
اللہ انہیں انکی سچی سزا پوری دیگا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے

تفسیر۔ جن لوگوں نے باعصمت اور بھولی عورتوں پر تہمت لگائی ہے وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کئے گئے ہیں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ دنیا میں تو سزا اسے جلد اور رد شہادت اور اطلاق کذب وفسق ہے اور آخرت میں جہنم کی تکلیف ہے۔ ان افترا کرنے والوں پر اسدن عذاب ہوگا جبکہ ان کے گناہوں پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جن سے باتیں تراشی گئیں اور اشارے

گئے اور اس معاملہ کے افشا کی راہ میں چلے گئے اس روز اللہ تعالیٰ تہمت لگانے والوں کو واجبی اور کافی سزا دے گا جس سے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی صراحۃً حق بیان کرنے والا ہے۔ یہ قیامت کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہاں اعضا گواہی دیں گے۔ جب قاذفین کے لئے یہ سخت حکم نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور ان آیتوں کو سنایا پھر مسطح اور حسان اور ابن ابی کو حد لگا دینے کا حکم دیا گیا مگر مسطح اور حسان بن ثابت اسلامی شاعر کے متعلق عذاب جہنم اور لعنت دوام کا حکم نہیں اس لئے کہ سزا کے بعد یہ پاک ہو گئے جیسا کہ ہم گذشتہ آیت میں کہہ آئے ہیں کہ مسطح کو باوجود تہمت لگانے والوں میں شامل ہونے کے مہاجر فی سبیل اللہ کہا گیا ہے۔ عذاب نار اور دوام لعنت ان دشمنوں کے لئے ہے جنہوں نے عداوت کی وجہ سے افترا پردازی کی تھی باقی جو لوگ کہ دھوکہ میں آ کر ان کے ہم خیال ہو گئے تھے ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے وہ توبہ اور حد سے پاک ہو گئے اور آیت کے حکم لعنت اور عذاب جہنم سے بھی مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ نیز حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انکی برائی سننا پسند نہ فرماتی تھیں اور کہتی تھیں کہ حسان وہ ہیں جو آنحضرت سے کفار کی ہجو کو دفع کیا کرتے تھے۔ جو شخص ام المومنین پر اس تہمت کو درست سمجھے وہ قرآن کا منکر ہے اور محمود حرکو ، الکبنے و الاحوت گنہگار ہے۔ کتاب اللہ میں آپ کی بریت اور آپ کی تعریف موجود ہے۔ (خلاصہ وغیرہ)

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ

برائیاں بروں کے لئے ہیں اور برے برائیوں کے لئے اور بھلائیاں بھلوں کے لئے

وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

اور بھلے بھلائیوں کے لئے یہ بری ہیں ان باتوں سے جو وہ کہہ رہے ہیں انکے لئے بخشش

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ؏

اور رزق عزت ہے ؛

تفسیر۔ اس آیت کے معنی میں مفسرین نے مختلف تاویلیں کی ہیں کیونکہ نہ تو اس کا حکم عام ہو سکتا ہے اور نہ خاص۔ امام رازی نے یہ چند توجیہہ کی ہیں (۱) خبیثات سے مراد کلمات خبیثہ ہیں (۲) یا صفات بد مراد ہیں (۳) یا بدکار عورتیں مقصود ہیں۔ یہ تینوں تاویلیں اس آیت میں محتمل ہیں اس لئے کہ اگر خبیثات سے کلمات بد مراد لیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل افک کے کلمات خبیثہ جو انہوں نے تہمت لگانے کے وقت کہے وہ انہی مرد خبیثوں کے لئے سزاوار ہیں اور یہ وہ لوگ ان کلمات کے لائق ہیں اور پاک کلمات پاک لوگوں کے لئے سزاوار ہیں اور پاک لوگ پاک کلمات کے لائق ہیں اور اگر خبیثات سے مراد صفات بد ہوں تو یہ مطلب ہوگا کہ تہمت اور افترا پردازی کی صفات قبیحہ خبیث لوگوں ہی کے مناسب ہیں کہ وہ دوسروں کی تہمت کو پسند کرتے ہیں اور صفات حسنہ طیبین کے حسب حال ہیں اور طیبین صفات فاضلہ کے سزاوار ہیں کہ وہ ایسی صفات کو پسند کرتے ہیں اور بری عادات و صفات سے بری رہتے ہیں۔ اور اگر خبیثات سے بدکار عورتیں مراد ہوں تو یہ مطلب ہوگا کہ خبیثات یعنی بدکار عورتیں بدکار مردوں کے لائق ہیں اور بدکار مرد بدکار عورتوں کے مناسب ہیں۔ اور پاکدامن عورتیں نیک مردوں کے لائق ہیں اور نیک مرد پاکدامن عورتوں کے مناسب ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ منافقین جس تہمت اور قذف کے مرتکب ہوئے ہیں یہ فعل خبیث اور خبیثات ہی سے سرزد ہو سکتا ہے طیب اور طیبات سے ایسا نہیں ہو سکتا اولئک سے طیبین کی طرف اشارہ ہے اور طیبین سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق حضرت عائشہؓ اور صفوان رضی اللہ عنہم ہیں یعنی یہ حضرات تہمت اور افترا سے قطعی بری الذمہ ہیں جیسا کہ اہل افک بدنام کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے لئے بہشت کی نعمتیں اور رزق کریم و مغفرت آخرت میں ہے۔ یہ وعدہ مغفرت اور برأت دلالت کرتا ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی ہیں اس سے شیعوں کے خیال کی تردید ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ جنگ جمل کے سبب ام المومنین پر کفر عائد ہوتا ہے شیعوں اپنے خیال کے سامنے قرآن اس صاف حکم کی بھی تردید کر دیتے ہیں (کبیر) یہاں تک قصہ افک تمام ہو جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا

اے ایمان والو اپنے مکانوں کے سوا دوسروں کے مکانوں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لیلو

عَلٰٓي اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ

اور ان کے رہنے والوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم دھیان رکھو پھر اگر انہیں کوئی کو وہاں

اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا

تو بھی نہ داخل ہو جب تک کہ تمہیں اجازت نہ دیجائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ

هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا

یہ تمہارے لئے پاکیزہ تر ہے اور اللہ تمہارے کاموں کا جاننے والا ہے تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان مکانوں میں

بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا

جاؤ جن میں کوئی نہ رہتا ہو کہ انمیں تمہارا نفع ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو پوشیدہ

تَكْتُمُوْنَ

کرتے ہو

تفسیر۔ (حکم ششم) گذشتہ آیات میں افک کا رد۔ اہل افک کی سزا۔ ازواج کی برأت۔ ان کے لئے مغفرت رزق کریم۔ اور تہمت لگانیوالوں پر لعنت اور ان کے لئے عذاب جہنم کا بیان گذر چکا تو اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ان امور کو بھی ظاہر فرمایا جو نہ کرنے چاہئیں یا جو ایسے افعال ہیں کہ وہ بھی گناہ اور تہمت کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ انہیں سے ایک حکم استیذان (مکانوں میں آنے کے لئے اجازت لینا) ہے اہل افک کو بھی تہمت تراشی کا اسی لئے موقع مل گیا تھا کہ بلا اذن مکانوں میں آمد و شد ہوتی تھی پس گویا یہی تہمت کا سبب بن گیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص بھی کسی کے مکان میں بلا طلب اذن و سلام نہ داخل ہو کیونکہ مکان میں جانے ہی سے تہمت کا امکان پیدا ہوتا ہے اور بہت سی خرابیاں بھی پیش آئی ہیں۔

(باقی آئندہ)

پیارے نبی کی پیاری باتیں

(جناب مولانا سید محمود صاحب زیدی سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ شاہ)

ظالم حاکم کی اصلاح

اگر حاکم ظلم و ستم پر کمر باندھے اور رعایا کے دینی و دنیاوی حقوق پامال کر دے تو اس کی اصلاح کے لئے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ان الناس اذا راوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب ما من قوم یعمل فیھم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا فلم یغیروا الا یوشک ان یعمھم اللہ تعالیٰ بعقاب (ابوداؤد)

جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اسے ظلم کرنے سے باز نہ رکھ سکیں تو جلدی ہی خدا ان سب پر عذاب نازل کرے گا اگر کسی قوم میں گزشتہ گناہ ہوں اور بعض لوگوں میں قدرت ہو کہ وہ گناہوں کو روک سکیں اور پھر بھی نہ روکیں تو جلدی ہی خدا ان سب کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

حکمراں خواہ کسی مذہب کے پیرو ہوں یا بالکل لامذہب ہوں تاریخ شاہد ہے کہ رعایا کے حقوق کی پامالی سے ان کا دامن عدل داغدار رہا ہے۔ حکومت اقتدار، نفسانی اغراض نے ہمیشہ محکوم انسانوں کے جانی۔ مالی۔ مذہبی حقوق کا استیصال کیا ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی دوربین نگاہوں کے سامنے گذشتہ تاریخ کے واقعات نیز اہل عرب کا دستور موجود تھا پھر آپ کی زبان حق ترجمان کس طرح خاموش رہتی آپنے بانیان جور و بیداد کے مظالم کو روکنے کے لئے مظلوم انسانوں کو ابھارا کہ جب تم دیکھو کہ کوئی شخص تم پر ظلم و ستم کی چھری تیز کر رہا ہے تمہارے دینی اور دنیوی حقوق پامال ہو رہے ہیں تو اٹھو اور ظالم کو ظلم سے باز رکھو ورنہ تم سب پر عذاب خداوندی نازل ہوکر تم کو اور برباد کرے گا۔ ہر قوم اور ہر ملک کی تاریخ میں ایسے افراد پائے گئے ہیں جو بڑے بڑے مغرور اور سرکش بادشاہوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوکر میدان میں آگئے ہیں اور ظالم کو ظلم سے باز رکھا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں ایسے نبرد آزما جانباز حق گو انسان ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں پیدا ہو چکے ہیں جو ظالم و جابر حکمران کے سامنے حق پرستی کے عوض جام شہادت نوش کر چکے ہیں اور قیامت تک امت مسلمہ میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہیں گے جو بلا خوف لومۃ لائم اور بلا اندیشہ جان و مال ظالموں کے ظلم سے نہ ڈریں گے ...... پھر یہ ہی نہیں کہ یہ فرض انجام صداقت صرف فوجی افسر یا صاحب توپ و تفنگ ہی ہوں بلکہ اسلامی تعلیم کا ہر طالب علم۔ حدیث کا ہر محدث تفسیر کا ہر مفسر فقہ کا ہر فقیہ بوقت ضرورت عرصہ کارزار میں آگیا ہے اور داد شجاعت دے چکا ہے۔ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی جبکہ ملت مرحومہ کا شیرازہ درہم و برہم ہو چکا ہے اور اسلام کے پاس کوئی فوجی طاقت بھی نہیں ہے ایسے سرفروش نکل آتے ہیں جو زبردست سلطنت اور زور آور حکمراں کا مقابلہ کر لیتے ہیں اور مذہب کے احکام کو مٹنے اور فنا ہونے سے بچا لیتے ہیں۔

جو اپنے لئے وہی دوسروں کے لئے پسند کرو

انسان کا اپنی تعریف اپنی بڑائی پر خوش ہونا ایک فطرتی جذبہ ہے مگر ایسے انسان کم ہیں جو دوسروں کی بھلائی یا برائی پر اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح اپنی بھلائی اور برائی کے وقت ہوتے ہیں۔ بلکہ آج کل تو یہ حالت ہے کہ اپنی تعریف اور دوسرے کی برائی کے سوا کوئی کام ہی نہ رہا۔ اپنا نفع دوسرے کا نقصان ہر وقت پیش نظر رہتا ہے۔ خدا کے پیارے نبی صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ نے اس برائی کو دور کرنے کی بھی نصیحت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ (بخاری مسلم)

تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

ایک جملے کے اندر موعظت کا دفتر گراں پنہاں کر دیا ہے۔ ایمان کو اسی پر موقوف فرما دیا کہ جبتک تم اس چیز کو جسے اپنے لئے پسند کرتے ہو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرو تم مسلمان ہی نہیں ہو سکتے۔ جن لوگوں کے اخلاق میں یہ بات داخل ہو چکی ہے کہ وہ محض اپنی ذات کا نفع اور صرف اپنا ہی بھلا چاہتے ہیں اور دوسرے مسلمان بھائی کے لئے وہ نفع اور بھلائی نہ چاہیں بلکہ نقصان رسانی کی فکر میں رہیں تو گویا وہ مسلمان ہی نہیں ہیں۔ ایمان اسلام کی صفت ہی انہیں نہ رہی۔

اسلام نے جو تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک رشتہ میں منسلک کرنیکی تحریک کی تھی اس کے لئے بہت سی شرطیں قائم فرمائی تھیں منجملہ ان کے اتحاد اسلام کے لئے ایک شرط یہ بھی تھی کہ تم اپنے بھلے اور اپنے فائدے کیوقت اپنے بھائی کو فراموش نہ کر دینا کہ یہ اخوت کے خلاف ہے۔ جو بات یا چیز تمکو پسند آتی ہے وہی اپنے اسلامی برادر کے لئے بھی پسند کرو اور جن باتوں یا جن چیزوں سے تم بیزار یا ناخوش ہوتے ہو اپنے بھائی کے لئے بھی ان سے بیزاری کا اعلان کرو۔ یہ نہ سمجھو کہ اس فلاں بات میں میرا تو کچھ نقصان ہے نہیں اب دوسرے مسلمان کے لئے خواہ نافع ہو یا مضر مجھے اس سے کیا غرض۔ بلکہ دوسرے بھائی کی تکلیف کو اپنی تکلیف خیال کرو۔ آج دنیا میں جو اتحاد اسلام کا نظارہ نظر نہیں آتا اس کا خاص سبب یہی ہے کہ ہم صرف اپنی پسند یا ناپسند پر اکتفا کر لیتے ہیں اور دوسرے بھائی کو نظر انداز کر جاتے ہیں کاش ہم ایسا کرنے لگیں کہ جو ہمیں پسند ہو وہی مسلمانوں کے لئے پسند کریں اور جو ہمیں ناگوار ہو اس سے اپنے بھائیوں کو بھی محفوظ رکھیں تو موجودہ اتحاد اسلام کی متزلزل دیوار مستحکم اور مضبوط ہو جائے۔ خدا وہ دل و دماغ عطا فرمائے

شرح مثنوی مولانا روم

(جناب مولانا درد صاحب کاکوروی)

(از گذشتہ پیوستہ)

حضرت عمرؓ کے پاس روم کے قاصد کا آنا

برعمر آمد ز قیصر یک رسول — در مدینہ از بیابان نغول
ترجمہ قیصر کا ایک قاصد — دور سے حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ میں آیا

گفت کو قیصر خلیفہ اے حشم — تا من اسپ و رخت را آنجا کشم
ترجمہ. کہا. خلیفہ کا محل کہاں ہے؟ — تاکہ میں وہاں سامان اتاردوں

قوم گفتندش کہ اورا قصر نیست — مر عمر را قصر جان روشنی ست
ترجمہ. لوگوں نے کہا ان کا کوئی محل نہیں ہے — دل ان کا نورانی گھر ہے

لفظ نغول کے معنی دُور دراز کے ہیں. ایک بار قیصر روم کا قاصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شہر مدینہ میں دور سے آیا چونکہ وہ قیصر روم کا اے ذی کا تمک تہا اس لئے اس نے اپنے یہاں کے رسم و رواج کے موافق خیال کیا کہ مسلمانوں کے بادشاہ بھی محل میں رہتے ہوں گے. لوگوں سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کے خلیفہ کا محل کہاں ہے. لوگوں نے کہا وہ کسی محل میں نہیں رہتے. دل ان کا نورانی گھر ہے جسکو خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

گرچہ از میری ورا آوازہ ایست — ہمچو درویشان مر اورا کازہ ایست
ترجمہ. اگرچہ امیری کا ڈنکا بجا ہوا ہے — مگر وہ ایک جھونپڑی میں رہتے ہیں

اے برادر چوں بہ بینی قصر او — چونکہ در چشم دلت رست ست مو
ترجمہ. اے بھائی تم ان کا مکان کیسے دیکھو — کیونکہ تمہارے دل کی آنکھ میں بال ہیں

چشم دل از موے علت پاک آر — وانگہاں دیدار قصرش چشم دار
ترجمہ. دل کی آنکھ بیماری کے بال سے پاک کر — تب ان کا قصر نظر آسکتا ہے

ہر کہ را ہست از ہوسہا جان پاک — زود بیند حضرت و ایوان پاک
ترجمہ. جس کی روح خواہشوں سے پاک ہے — وہی بارگاہ الٰہی کا نظارہ کرسکتا ہے۔

پہلے شعر میں کازہ آیا ہے اس کے معنی جھونپڑی کے ہیں. اب مطلب سنو. اگرچہ اغیار کے دل پر ان کی سطوت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے لیکن پھر بھی ان کا کوئی محل نہیں ہے بلکہ غریب فقیروں کی طرح جھونپڑی میں رہتے ہیں۔

دوسرے شعر میں مولانا پہلو بدل کر سمجھاتے ہیں اور نتیجہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اے بھائی تم اللہ والوں کے گھر نہیں دیکھ سکتے کیونکہ تمہاری دل والی آنکھ میں ہوا و ہوس کے بال ہیں جس سے پر بال والی بیماری کی طرف اشارہ ہے جسمیں آنکھوں میں بال نکل آتے ہیں. اور آدمی کی بینائی میں فرق آجاتا ہے۔

تو جس طرح ظاہری آنکھ پر بال سے اپنا صحیح کام نہیں کرسکتی اسی طرح باطنی آنکھ ہوا و ہوس کے بالوں کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتی. ہاں وہ آدمی جو دنیاوی خواہشوں سے پاک ہے اس پر بے شک جلد لامکانی تجلیاں جلوہ گر ہوسکتی ہیں۔

چوں محمدؐ پاک بود از نار و دود — ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود
ترجمہ. چونکہ محمدؐ غصہ اور غضب سے پاک تھے — اسلئے آپ نے جدہر رخ کیا اللہ کا جلوہ نظر آیا

چوں رفیقی وسوسہ بدخواہ را — کے بہ بینی تم وجہ اللہ را
ترجمہ. تو جب تک اپنے خیالات کا ہمدرد ہے — وجہ اللہ کو کیسے دیکھ سکتا ہے

ہر کہ را باشد ز سینہ فتح باب — او ز ہر ذرہ بہ بیند آفتاب
ترجمہ. اللہ نے جس کا سینہ کہولدیا ہو — وہ ہر ذرہ میں آفتاب دیکھتا ہے

مطلب و معانی شعر ۱. نار سے. بری خواہشوں کی آگ. اور دود یعنی دہوئیں سے بشریت کی کدورت مراد ہے. مطلب یہ کہ جب سب بری باتیں جاتی رہتی ہیں تو غیر کا خیال آتا ہی نہیں پھر ہر طرف اللہ اللہ نظر نہ آئے تو اور کیا نظر آئے. یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ حضورؐ سراپا نور تھے اس لئے آپ نے جدہر نظر اٹھا کر دیکھا وجہ اللہ (کی صورت) میں اپنے آپ کو پیش کردیا اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ من رآنی فقد رای الحق۔

مطلب شعر ۲ اس میں مولانا نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام (یعنی فرمانبرداری (معرفت) کیلئے اللہ نے جس کا سینہ کہولدیا ہے وہ اپنے رب کی طرف) فھو علیٰ نور من ربہ یعنی جب وہ نور علیٰ نور ہے تو پھر ذرہ ذرہ میں اسکو جناب باری کی تجلی کیوں نہ ہو اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ او ز ہر ذرہ بہ بیند آفتاب یعنی کیا چھوٹی کیا بڑی ہر چیز میں وہ اللہ کو دیکھتا ہے۔

اس کا فلسفہ یہ ہے کہ جب انسان کے دل میں کوئی مستقل خیال قائم ہو جاتا ہے تو چاہے وہ کوئی کام بھی کرے دل اسی پختہ خیال میں ڈوبا رہتا ہے حضرات صوفیہؒ نے اسی کو دل بیار و دست بکار کہا ہے اور اسی کو خلوت در انجمن بھی کہتے ہیں جب دل خدا کے خیال میں ڈوبا رہیگا تو ہر ذرہ میں آفتاب نہ نظر آئے گا تو اور کیا ہوگا. اور یہی ایمان و اسلام کا بڑا جزو ہے کہ خدا کو ہر وقت حاضر و ناظر جانے۔

(باقی آیندہ)

خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور لکھیئے
(مینیجر)

بادۂ خیام کا ایک جام

(ترجمان کائنات جناب ڈاکٹر سید احمد صاحب ایم اے پی ایچ ڈی)

در راہ نیاز ہر دلے را دریاب
در کوئے حضور مقبلے را دریاب
صد کعبۂ آب و گل بہ یک دل نرسد
کعبہ چہ روی؟ برو دلے را دریاب

خیام اس حقیقت سے بہت ہی اچھی طرح واقف ہے کہ خدا کی جناب میں ایک بندہ کے دل کی قیمت بہت زیادہ ہے اور کسی کے دل کا توڑنا کعبہ کو ڈھانے سے زیادہ بڑا گناہ ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ درگاہ باری میں عجز و نیاز سے پیش آنے کا جو راستہ ہے اس راستے پر جا کر جو دل اس راستے پر چل رہے ہیں ان سے مل اور خدا کے حضور میں حاضر ہونے کی جو گلی ہے اس گلی میں خدا کے مقبول بندوں کو ڈھونڈ۔ یہ پانی اور مٹی سے جو کعبہ بنایا گیا ہے ایسے ایسے اگر سو بھی ہوں تو ان کی قیمت ایک انسانی دل کے برابر نہیں ہو سکتی پھر بھلا تو ظاہری عبادت کرنے کے لئے کعبہ کی طرف کیا چلا ہے جا اور کوئی دل ڈھونڈ یعنی کسی ایسے شخص کی خدمت میں حاضر ہو جو صاحب دل ہو اور جس کی صحبت تجھے آدمی بنا دے۔ اسی مفہوم کا ایک شعر فارسی زبان میں بہت مشہور ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

یعنی لوگوں کے دل اپنے ہاتھ میں لے کہ سب سے بڑا حج یہی ہے اور ہزاروں کعبوں سے ایک انسانی دل کی قیمت زیادہ ہے۔ کعبۃ اللہ بھی خدا کا گھر ہے اور آدمی کے دل کو بھی "خانہ خدا" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور خدا کے ان دونوں گھروں میں سے ظاہر ہے کہ اس گھر کی قدر و قیمت زیادہ ہونی چاہیئے جسے خود خدا نے بنایا ہے اور جو انسانی صناعیوں سے کہیں بالاتر ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بھی یہی مطلب ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس یعنی انسانوں میں سب سے اچھا وہی ہے جو دوسرے انسانوں کو فائدہ پہونچائے اور انکی خدمت کرے۔

چوں ہشیارم زمن طرب پنہان است
چوں مست شوم در خردم نقصان است
حالیست میان مستی و ہشیاری
من بندۂ آں کہ زندگانی آں است

اس رباعی میں خیام نے اپنے فلسفہ کی پوری پوری تشریح اور توضیح کر دی ہے اور بتایا ہے کہ اسے کس قسم کی زندگی پسند ہے اور دنیائے دو روزہ قیام کو وہ کس طرح بسر کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر میں ہشیار رہتا ہوں یعنی دنیا کے حالات سے باخبر رہ کر ان سے اثر پذیر ہوتا ہوں تو یہ وقت واقع ہوتی ہے کہ خوشی اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لیتی ہے اور اگر ایسی زندگی سے تنگ آ کر جس میں باخبری اور اثر پذیری تو ہے لیکن خوشی و شادمانی مفقود ہے میں مست اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہوں تو یہ صورت حال بھی کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ مستی کی حالت میں عقل و خرد مجھ سے دور ہو جاتی ہے اور شعور ہی زائل ہو جاتا ہے جس پر یہ ہی انسانیت منحصر ہے ہشیاری اور مستی دونوں کا تجربہ کر لینے کے بعد وہ کہتا ہے کہ ان دونوں کے بین بین ایک حالت اور بھی ہے یعنی میں مست اور بے خبر بھی نہ ہوں اور اس حد تک ہشیار بھی نہ رہوں کہ افکار دنیا مجھ پر اثر انداز ہو کر میری مسرت اور شادمانی کو زائل کر دیں اور یہی وہ زندگی ہے جسے صحیح اور اصلی زندگی کہا جا سکتا ہے اور میں ایسی ہی زندگی کا دلدادہ ہوں۔ خیام یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ دنیا میں رہکر دنیا سے اس درجہ بے تعلق ہو جائے کہ اس سے کوئی واسطہ ہی نہ رہے اور یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس قدر دوراندیش اور عاقبت بین بنے کہ ہر وقت آیندہ کے خوف اور فکر کی وجہ سے زندگی ہی وبال ہو جائے وہ ایک ایسی حالت کو پسند کرتا ہے کہ عقل و شعور میں تو کسی قسم کی کمی نہ آئے لیکن دنیا کے رنج و غم یا خوشی و مسرت اس کے دل پر کوئی اثر نہ ڈال سکیں اور وہ بلا تکلف تاج شاہی اور دلق گدائی دونوں کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا کر اپنی روح کو اس سے بہت بلند تر ماحول میں رکھ سکے۔

اور ملاحظہ فرمائیے۔ کہتا ہے کہ

مے خوردن و شاد بودن آئین من است
فارغ بودن ز کفر و دیں دین من است
گفتم بہ عروس دہر کابین تو چیست
گفتا دل خرم تو کابین من است۔

یعنی میرا قاعدہ اور میرا اصول اگر ہیں یہ ہے کہ شراب پینا اور خوش رہنا اور میرا مذہب تو یہ ہے کہ کفر اور اسلام دونوں کی دوری سے سلام دنیا جب ایک دلہن کی طرح بن سنور کر میرے سامنے آئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ اگر کوئی آپ سے شادی کا خواستگار ہو تو آپ کا مہر کیا ہوگا اس نے کہا کہ بس آپکا یہ خوش اور خرم دل میرا مہر ہے۔ خیام نفس پرستیوں اور ستم پرستیوں کے ان مظاہروں سے تنگ آ کر جن کا نام لوگوں نے مذہب رکھ چھوڑا ہے اور کفر و اسلام کی ان

باہمی آویزشوں سے گھبرا کر جن میں انسانی خون کو پانی کی طرح بہاتا' اور خدا کے پیدا کئے ہوئے بندوں کو جنہیں وہ عزیز رکھتا ہے خدا ہی کا نام لے لیکر بے دریغ موت کے گھاٹ اتارنا سب سے بڑا کار ثواب سمجھا جاتا ہے' اپنے کانوں پر ہاتھ رکھکر کہتا ہے کہ اگر یہی دین اور یہی مذہب ہے تو میں کفر اور مذہب دونوں سے توبہ کرتا ہوں میرا مسلک تو یہ ہے کہ معرفت ربانی کا ایک چھلکتا ہوا جام چڑھایا اور اپنا تمام وقت خوشی اور خرمی میں گذارا۔ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی تکلیف اور مصیبت بھی مجھے رنجیدہ اور مغموم نہیں بنا سکتی کیونکہ مجھے دنیا کی طلب ہی نہیں ہے۔ دنیا کو ایک آراستہ و پیراستہ حسین عورت تصور کرکے وہ بتاتا ہے کہ اگرچہ اس کے حسین ہونے میں تو کلام نہیں لیکن تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس کا مہر کیا ہے اور تم سے کیا چیز لیکر وہ تمہاری ہو سکتی ہے' اس کا مہر تمہارا وہ دل ہے جو ہر وقت شاد و خرم رہتا ہے' گویا عروس دنیا کو منہ لگاتے ہی تمہیں اپنے اس دل کو خیرباد کہہ دینا پڑے گا جس میں ہمیشہ خوشی کا گذر ہوتا تھا' اور دنیا سے تعلق پیدا کر لینے کے بعد یہ ناممکن ہے کہ تم کبھی خوش رہ سکو۔

شوخی اور اپنے مالک و خالق کے ساتھ طفلانہ ناز کرنا خیام کی خاص ادا ہے' کہتا ہے کہ

گویند کہ مے بماہِ شعبان نہ رواست
نہ نیز رجب کہ آں مہِ خاص خداست
شعبان و رجب ماہِ خدایند و رسول
مامے رمضان خوریم کاں خاصہ ماست

یعنی لوگ کہتے ہیں کہ شراب نہ تو شعبان کے مہینے میں پینی چاہئے اور نہ رجب کے مہینے میں کیونکہ یہ خاص خدا کا مہینہ ہے' اچھا تو پھر رجب شعبان اور رجب یوں نکل گئے کہ وہ خدا اور رسول کے مہینے ہیں تو ہم رمضان ہی میں شراب پی لیا کریں گے کیونکہ یہ مہینہ تو خدا نے خاص ہمارے لئے اور ہمارے عبادت گزاروں کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اس رباعی میں ایک طرف تو خیام نے ان لوگوں پر طنز کیا ہے جو سطحی اور فروعی باتوں کو حد سے زیادہ اہمیت دیا کرتے ہیں' اور ان سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ گناہ سے بچنے کے لئے یہ شعبان اور رجب کی تخصیص کیسی۔ اگر یہ مہینے خدا اور رسول کے ہیں تو کیا باقی دس مہینوں میں گناہ کرنا جائز ہے۔ دوسری طرف وہ ایک نہایت ہی لطیف پیرایہ میں اپنے محبوب اور اپنے معبود کے ساتھ طفلانہ چھیڑ چھاڑ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگوں نے شعبان اور رجب کو تو خدا اور رسول کے مہینے بنا دیا' اب آخر میں کیا کروں اور میرے دل کی خواہشیں کس طرح پوری ہوں' مجبوراً اب مجھے یہی ارادہ پختہ رکھنا ہے کہ رمضان جیسے متبرک مہینے میں شراب پینی پڑے گی کیونکہ وہ مہینہ بندوں کی عبادت کے لئے بھی مخصوص ہے اور اس میں دوزخ کے دروازے بھی بند ہوتے ہیں' اور برابر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اس سے بہتر موقعہ مجھے اور

کونسا مل سکتا ہے کہ ایک طرف تو برابر رحمت الٰہی نازل ہوتی رہے اور جنت کی کھڑکیوں سے ہوا آتی رہے' اور دوسری طرف دوزخ کے دروازے بند ہوں اور شیطان مقید۔ شوخ اور گستاخ بندہ رمضان کے مہینے کو شراب خواری کے لئے منتخب کرکے یہ جتانا چاہتا ہے کہ اسے اپنے مولا کی رحمت پر کس قدر بھروسا اور ساتھ ہی کس قدر ناز ہے۔ وہ اہل ظاہر کو یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ اگر تم نے رجب اور شعبان کو خدا اور رسول کے مہینے بنا دیا ہے تو تم انہی میں خوش رہو' میں معرفت الٰہی کی شراب رمضان میں پیونگا کیونکہ اسی مہینہ میں قرآن پاک نازل ہوا تھا' اور اسی میں لیلۃ القدر جیسی مبارک رات ہوتی ہے کہ جو ہزار مہینوں سے تنہا بہتر ہے۔

ہر چند کہ از گناہ بدبختم و زشت
نومید نیم چو بت پرستان ز کنشت
اما سحرے کہ میرم از مخموری
مے خواہم و معشوق چہ دوزخ چہ بہشت

خیام کہتا ہے کہ اگرچہ گناہوں کی وجہ سے میں بہت ہی برا بھی ہوں اور بدنصیب بھی ہوں لیکن رحمت باری سے میں اس طرح ناامید نہیں ہوں کہ جس طرح بت پرست ناامید ہوتے ہیں۔ لیکن اعتراف گناہ اور امید عفو و کرم کے بعد بھی جو کچھ میری آرزو ہے وہ یہ ہے کہ جس دن میں شراب پیتے پیتے مر جاؤں تو اس دوسرے عالم میں مجھے شراب اور معشوق مل جائے اور اس کی مجھے پرواہ نہیں ہے کہ مجھے دوزخ میں رکھا جائے یا بہشت میں۔ اس رباعی میں ایک طرف تو وہ بڑا ماہرے دیکر رحمت الٰہی کو جوش میں لانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں لاکھ گنہگار سہی لیکن میرا خدا کچھ بت پرستوں کا خدا تو نہیں ہے کہ بے جان ہو اور اپنے منہ سے کبھی بھی نہ بول سکے' مجھے اس کی رحمت اور اس کی قدرت سے سب کچھ امید ہے' اور دوسری طرف نہایت خوبصورتی کے ساتھ ایک لطیف استعارہ میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ مجھے جنت اور دوزخ سے کیا مطلب جہاں تیرا جی چاہے وہاں رکھ میں تو بس اتنا چاہتا ہوں کہ تو اور تیری محبت کی شراب مجھے مل جائے۔ اسی کو پیتے پیتے میرا دم نکلے اور اسی کو پیتا ہوا میدان حشر میں جھومتا پھروں۔

یک ہفتہ شراب خوردہ باشی ہوست
ہاں تا نہ ہی تو روز آدینہ ز دست
در مذہب ما شنبہ و آدینہ یکے است
جبار پرست باش نے روز پرست

کہتا ہے کہ ایک ہفتہ تک روزانہ شراب جب پی چکے تو کہیں ایسی غلطی نہ کر بیٹھنا کہ جمعہ کے دن اس خیال سے کہ یہ روز آدینہ ہے چھوڑ بیٹھو۔ جمعہ روز آدینہ سہی لیکن خیام کہتا ہے کہ ہم تو خدا کے پوجنے والے ہیں دنوں کے پوجنے والے تھوڑے ہی ہیں اس لئے ہمارے مذہب میں تو جمعہ اور ہفتہ سب برابر ہے اور ہم کسی ایک دن کو مقدس اور متبرک سمجھکر مے نوشی سے اجتناب نہیں کر سکتے۔

(باقی آئندہ)

ناموران اسلام

(عزیز حسن بقائی)

امیر المومنین سید الشہداء سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت آپ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ اور حضرت امام حسنؓ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ پیدائش مبارک ۵ شعبان سنہ ۴ھ مطابق سنہ ۶۲۵ء کو ہوئی۔ حضرت علیؓ نے آپ کا نام "حرب" رکھا۔ مگر جب ولادت مبارک کی خبر سنکر فخر کائنات تشریف لائے تو آپ نے حضرت علیؓ سے نام دریافت کرکے فرمایا کہ "میرے بیٹے کا نام حسین ہے" اس کے بعد سرکار رسالت پناہ نے سید سے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی۔ ساتویں دن آپ کا عقیقہ کرکے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی گئی۔ اور پرورش کے لئے نفیل کی ماں کی گود میں دیدیئے گئے۔

فضائل و مناقب جو مناقب حضرت امام حسنؓ کے ہیں وہی آپ کے بھی ہیں اور جس تعظیم کے مستحق حضرت امام حسنؓ ہیں اسی تعظیم کے مستحق آپ بھی ہیں۔ آپ ہی کی شان میں فخر کائنات نے فرمایا ہے کہ۔

"اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے نجاست دور کر اور ان کو کامل طہارت عطا فرما!"

سرکار مدینہ آپ کو کاندھے پر لئے ہوئے مدینہ کی گلیوں میں پھرتے اور تھوڑی دیر کے لئے اگر آپ آنکھوں سے اوجھل ہوجاتے تو حضور بے قرار ہو جاتے تھے اور اس حالت میں فرماتے کہ

"الٰہی میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو اسکو دوست رکھے اس کو بھی دوست رکھ"

جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اہلبیت میں سب سے زیادہ کس سے محبت ہے تو فرمایا کہ

"مجھکو حسینؓ سب سے پیارا ہے جو اس کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے اور جو اس کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے یہ جنت کے جوانوں کا سردار ہے جو اسے دوست رکھیگا وہ میرے ساتھ جنت میں جائیگا۔ اور جو اس سے دشمنی رکھے گا وہ دوزخی ہے"!

اللہ اللہ! سرکار رسالت میں جو درجہ آپ کو حاصل تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ اگر فخر کائنات بوقت نماز سجدہ میں ہوتے اور حضرت امام صغر سنی میں آپ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتے تو سرکار اس خوف سے کہ مبادا آپ گر نہ پڑیں اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے جب تک آپ پیٹھ پر سے اتر نہ جاتے۔ آپ نے مشکوٰۃ نبوت سے براہ راست فیض حاصل کیا تھا۔ اور حضرت علیؓ اور سیدہ حضرت فاطمہؓ نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ فرمائی اس لئے آپ میں رحمدلی، شجاعت اور صبر کا جذبہ نمایاں تھا۔

ایک روز آپ کھانا تناول فرمارہے تھے کہ آپ کے غلام سے شوربے کا پیالہ آپ کے سر پر گرا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا والکاظمین الغیظ (غصہ کو پی جانے والے متقی ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ میں نے غصہ کو پی لیا۔ پھر اس نے عرض کیا والعافین عن الناس (جو آدمیوں کی خطا معاف کرتے ہیں) حضرت امام نے فرمایا میں نے تیری خطا معاف کی۔ پھر غلام نے عرض کیا واللہ یحب المحسنین احسان کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ آپ نے یہ سنکر ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھکو آزاد کیا۔

سرکار رسالت مآبؐ کی وفات کے بعد آپ کی رفتار کو دیکھکر اکثر صحابہ یہ کہتے کہ یہ قدم حضور انورؐ کے ہیں۔ ایک روز حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت امامؓ کے قدم مبارک اپنے سر پر رکھکر کہا کہ "یہ وہ قدم ہیں کہ اگر لوگ آپ کی فضیلت کو سمجھ لیں تو آپ کو ہمیشہ اپنے قدم لوگوں کے سروں پر رکھکر راستہ چلنا پڑے"۔ مراۃ العارفین نامی کتاب تصوف پر سب سے پہلے آپ ہی نے لکھی۔ آپ کی حق پسندی اور دلیری کا سب سے اہم واقعہ یزید ملعون کی بیعت سے انکار کرنا ہے جس نے آپ کو حیات جاوید بخشی اور آئندہ ملت مرحومہ کے لئے جابر حکام کے ظالمانہ حکم کی تعمیل سے انکار کے لئے اسوۂ حسنہ چھوڑ دیا۔

بیعت یزید کی کوشش جو مسلمانوں کی خلافت نظام شوریٰ سے محروم ہوکر سیاست کی رہین منت بنی اور جناب معاویہؓ کے طفیل خلافت بادشاہی میں تبدیل ہوگئی۔ خلافت حقہ پر امارت قیصرہ نے فتح پائی۔ اور سیاست فاطمی کو امارت اموی کے مقابلہ میں شکست ہوچکی، اور مدینہ کا تخت خلافت اجڑ کر شام میں قیصری حکومت قائم ہوگئی تو قیصر و کسریٰ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امیر معاویہؓ نے سنہ ۵۶ھ میں اپنے فاسق و فاجر بیٹے یزید کے لئے حضرت امام حسنؓ سے معاہدہ کے خلاف مغیرہ بن شعبہ کے مشورہ سے خلافت کے نام پر بادشاہت کے لئے بیعت لینے کا ارادہ کیا۔ اور مغیرہ نے ایک پرفریب تقریر کے ذریعہ کوفہ کو یزید کی بیعت لینے کے لئے آمادہ کرلیا جس سے امیر معاویہؓ کے ارادہ کو تقویت ہوئی۔ اور اسی زمانہ میں حضرت امام حسنؓ نے وفات پائی تو امیر معاویہؓ کو اپنے بیٹے کی بادشاہت کے لئے اور میدان صاف نظر آیا۔

رجب سنہ ۶۰ھ میں جناب معاویہؓ بیمار ہوئے۔ اور وفات کے وقت انہوں نے اپنے ولیعہد یزید کو یہ وصیت کی کہ

"میں نے تجکو اپنا ولی عہد بنا دیا ہے، عبداللہ بن عمرؓ کی طرف سے اندیشہ نہیں ہے۔ حسینؓ ابن علیؓ کو عراق والے ضرور تیرے مقابلہ میں لائیں گے، تو اگر ان پر فتح پائے تو ان کو ہرگز مت قتل کرنا، اور ان کے رشتہ داروں کا لحاظ رکھنا۔ عبداللہ ابن زبیرؓ پر قابو پائے تو فوراً قتل کر دیجیو"

یہ وصیت سننے کے بعد یزید اپنے اس باپ کو جس نے رسول اللہ کی اور خلفاء کی سنت چھوڑ کر قیصر و کسریٰ کی سنت پر عمل کر کے ہزاروں مسلمانوں کے قتل کا بار اپنی گردن پر لیکر اسکو ولیعہد مقرر کیا تھا، حالت نزع میں چھوڑ کر شکار کے لئے روانہ ہو گیا۔ اور یزید کے باپ نے اپنے بیٹے کی عدم موجودگی میں اس دنیا سے ۲۲ رجب سنہ ۶۰ھ ۷۷ سال کی عمر میں منہ موڑا۔

حضرت امامؓ کا بیعت یزید سے انکار

امیر معاویہؓ کی وفات کے کئی روز بعد یزید تخت حکومت پر بیٹھا۔ اور تمام ممالک محروسہ کے عاملوں کو اپنی بیعت لینے کے احکام صادر کئے۔ اس زمانہ میں مدینہ کے عامل ولید بن عتبہ تھے، انہوں نے حضرت امامؓ کو امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر سنا کر یزید کے لئے بیعت لینے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت امامؓ نے امیر معاویہؓ کی وفات پر افسوس کا اظہار کر کے ان کی مغفرت کے لئے دعا مانگی، اور فرمایا کہ مجھ سے بیعت لینے میں جلدی نہ کرو، میں سوچ لوں۔ مروان نے ولید سے کہا کہ حضرت امامؓ سے اسوقت جبراً بیعت لیلو، مگر ولید نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا۔ دوسرے روز حضرت امامؓ مع اہل و عیال موقع پاکر مدینہ منورہ سے مکہ شریف روانہ ہو گئے۔ مگر ولید نے یزید کے لیے حضرتؓ کا تعاقب نہ کیا، کہ اگر ان سے مقابلہ کیا تو مجکو ان کے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں گے۔

کوفہ کے مسلمان شائقین حضرت امامؓ سے ایک عرصہ سے خط و کتابت رکھتے تھے۔ انہوں نے جب یہ سنا کہ حضرت نے یزید کی بیعت نہیں کی، اور آپ اسوقت مکہ معظمہ میں مقیم ہیں تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور سلیمان بن صرد کے مکان پر جمع ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ حضرت امامؓ کو مکہ سے کوفہ بلا کر ان سے بیعت کی جائے۔ اور حضرت کی خدمت میں یہ خط لکھا کہ

"ہم آپ کے اور آپ کے والد بزرگوار کے شیدائی اور بنو امیہ کے دشمن ہیں، ہم نے آپکے والد ماجد کی حمایت میں طلحہؓ اور زبیرؓ سے جنگ کی۔ ہم نے صفین کے میدان میں شامیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اب ہم آپ کے ساتھ بھی مل کر یزید سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ فوراً اس خط کو دیکھتے ہی کوفہ روانہ ہو جایئے۔ کوفہ اور عراق کے ایک لاکھ سپاہی آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے بیقرار ہیں کیونکہ ہم سب آپکو امامت کا مستحق سمجھتے ہیں۔"

افسوس کہ حضرت امامؓ نے کوفہ کی اس بابی کرتی کے ابال پر توجہ نہ فرمائی اور حضرت مسلمؓ کو بیعت لینے اور صحیح حالات سے باخبر کرنے کے لئے اپنا نائب بنا کر کوفہ بھیجدیا۔ حضرت مسلمؓ جب کوفہ پہنچے تو شیعان علیؓ نے بڑی آؤ بھگت کی، اور ایک دن میں بارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی۔ اس جوش و خروش سے متاثر ہو کر اور حضرت علیؓ اور حضرت امام حسنؓ سے کوفیوں کی بیوفائی کو فراموش کر کے حضرت مسلمؓ نے حضرت امامؓ کو کوفہ تشریف لانے واسطے لکھدیا۔ اور آپ مسلسل تقاضوں اور حضرت مسلمؓ کی خوشخبری سے متاثر ہو کر کوفہ کی روانگی کا ارادہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ

اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اور دوسرے عمائد مکہ نے آپ کو بہت روکا مگر مشیت ایزدی کو کوئی نہ روک سکا۔ اور آپ ۳ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

ادہر یزید نے حضرت مسلمؓ کے کوفہ پہنچنے کا حال سنکر امارت کوفہ پر عبید اللہ بن زیاد کو مقرر کر کے حضرت امامؓ کے خروج کا استیصال کرنے کے لئے بصرہ وغیرہ کا گورنر بنا دیا۔ ابن زیاد نے رات کیوقت کوفہ میں داخل ہو کر نعمان بن بشیرؓ کو معزول کر کے کوفہ کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور حضرت امامؓ کو مع قافلہ اہلبیت گھیر لینے کے لئے متعدد فوجی دستے عمرو بن سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں روانہ کئے۔ اور حضرت مسلمؓ کو نہایت بیرحمی اور سفاکی کے ساتھ شہید کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حادثۂ کربلا محرم سنہ ۶۱ھ کے ابتدا میں عمرو بن سعد قادسیہ کے قریب حضرت امامؓ کا تعاقب کرتا ہوا پہنچا۔ اور آپکو یزید کی بیعت کی خواہش کی۔ آپنے انکار کر کے فرمایا کہ

مجھے یزید کے پاس بھیجدو وہ جو چاہے کرے یا مجھے آزادی دو کہ جہاں چاہوں چلا جاؤں، مگر ابن زیاد بدنہاد نے شمر لعین کے مشورہ سے دونوں باتیں نامنظور کر کے لکھا کہ

"اپنے آپ کو میرے حوالہ کرو، اور یزید کی نیابت میں میری بیعت کرو۔"

حضرت امامؓ نے دونوں باتوں سے انکار کیا۔ اس نامہ و پیام میں محرم کی ۹ تاریخ ہو گئی۔ اور ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو کوفہ سے لکھا کہ

"اس خط کو پڑھتے ہی یا تو امام کو میرے سامنے لاؤ یا ان کا سر، ورنہ اپنے تئیں معزول سمجھو"

اس خط کو پڑھتے ہی اس نے ابن زیاد کی ہدایت کیمطابق فرات پر ایک دستے کے ذریعہ قبضہ کر لیا۔ تاکہ فاطمی لشکر کو ایک قطرہ پانی کا نہ ملے۔ اور بڑی مشکل سے لڑائی کو رات تک کے لئے ملتوی کیا۔

حضرت امامؓ پیام مصالحت سے مایوس ہو گئے۔ تو آپنے اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو پچاس سرفروشوں کے ساتھ اہلبیت کے لئے پانی لینے کے واسطے دریائے فرات پر بھیجا جو سوائے حضرت عباسؓ کے سب کے سب یزیدی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محرم سنہ ۶۱ھ کی صبح ہوئی تو عمرو بن سعد اور شمر نے اپنی فوج خیمہ اہلبیت کے سامنے آراستہ کی۔ حضرت امامؓ نے بھی یزید کی بیعت کے مقابلہ میں موت کو پسند کیا۔ اور اپنے بہتر سرفروش حق پسند ہمراہیوں کو مناسب ہدایات دیکر یزیدی لعینوں کے مقابلہ میں مختلف مقامات پر متعین کیا۔ آپنے سب سے پہلے لشکر شام کیسامنے ایک دردناک اور موثر خطبہ دیا۔ جس میں انکو اہلبیت کی فضیلت اور خود حضرت امامؓ کو خلافت کیلئے مکہ سے بلانیکا تذکرہ تہا۔ مگر اس کے جواب میں عمر ابن سعد نے اس اہلبیت پر جس کے متعلق سرکار رسالتؐ نے تمسک کی فرمایا تہا سبقت کر کے اپنے لئے دوزخ کا ایک خاص مقام ریزرو کرا لیا۔

یزید کے لشکر سے حر بن یزید تمیمی جنہوں نے سب سے پہلے حضرت امامؓ کا محاصرہ کیا تھا حضرت کے خطبہ سے متاثر ہو کر دامن امامؓ میں پناہ گزین ہوئے۔ لڑائی شروع ہوئی سادات بنی فاطمہؓ کے ہر فرد نے داد شجاعت دیکر حق پسندی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اس جنگ کا فیصلہ ابتدائے آفرینش کو ہو چکا تھا۔ اور مخبر صادقؐ کی پیشینگوئی پوری ہو کر رہی۔ اور چند گھنٹوں کے ہنگامہ رستخیز کے بعد فخر سادات حضرت امامؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس ہی لعین نے خیمہ اطہر لوٹا، اور جسد مبارک سے سر مبارک کو جدا کر کے نعش مقدس کو گھوڑوں سے روندا۔ اور اپنی سفاکی اور بربریت کی ایسی مثال چھوڑ دی کہ تیرہ سو برس گذرنے کے بعد حضرت امامؓ کا نام اور کام آج تک زندہ ہے۔ سلام اے بابا سلام، ہا سپر سلام! تمہارے عزم و استقلال کو سلام، تمہارے اہل و عیال کو سلام، تمہارے جانباز رفیقوں کو سلام، اور تمہارے اس اسوۂ حسنہ کو سلام کہ جس سے ملت مومنہ ہمیشہ سبق لے سکتی ہے۔

تصورات

(از جوائنٹ ایڈیٹر)

تم نے کبھی روزمرہ کے اس تجربہ پر بھی غور کیا ہے کہ ایک عرصہ کی محنت اور کوشش کے بعد غیر دوست ہوتے ہیں۔ لیکن دشمن ہمیشہ دوستوں میں سے لمحوں اور منٹوں میں پیدا ہو جاتے ہیں، کیا تم اب غور کروگے کہ تمہارے دشمن آسانی کیساتھ دوست نہیں بن سکتے۔ لیکن تم نے اپنے دوستوں کو دشمن بنانے میں کبھی دقت نہیں اٹھائی۔

سنو! سنو! تمہارا ایک سکنڈ کا غیر مدبرانہ طرز عمل تمہارے بہترین دوست کو دشمن بنانے کے لئے کافی ہے۔ تمہاری زبان سے نکلا ہوا ایک بے پناہ تیر تمہارے بہترین رفیق کا کلیجہ چھلنی کر کے تمہاری رفاقت کا خاتمہ کر دیتا ہو، تمہاری ایک لمحہ کی خود غرضی تمہارے مخلص ترین دوست کو کھو دیتی ہے، اور کیا یہی وہ دوست ہیں جن پر اعتماد کر کے تم نے اپنی زندگی کے اہم ترین راز پوشیدہ نہیں رکھے۔ اور اپنے تجارتی وسائل کو نہ چھپایا، اور ہر طرح ان کی اعانت کر کے ان کو ترقی کے وسائل میں امداد دی۔

پھر جب حقیقت یہ ہو کہ سالہا سال کے دوست ذرا سے مالی فائدہ کے لئے طوطے کی طرح آنکھیں بدل لیں، تمہاری برسوں کی خدمات کو فراموش کر دیں تو کیا ان تجارب کے بعد بھی تم اپنے دوستوں کو ان آلات حرب سے مسلح کروگے جو تمہارے بنائے ہوئے ہوں، اور مار آستین بنکر تمہارے دشمن بن جائیں۔

اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تم کسی انسان پر اعتماد نہ کرو، بلکہ میری خواہش تو یہ ہے کہ دوسروں کی حماقتوں سے فائدہ اٹھاؤ، اور ہر شخص کو دوست بناتے وقت یہ فراموش نہ کرو کہ یہ دشمن بھی بن سکتا ہے۔

تم نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کے طرز عمل سے پریشان ہو کر ترک وطن پر کمر باندھی۔ گھر سے بے گھر ہوئے جنگل میں ڈیرا ڈالا، مگر یہ بھی غور کیا کہ کہیں وہ بری عادتیں بھی چھوٹیں جنہوں نے اپنوں کو بیگانہ، عزیزوں کو مخالف دوستوں کو دشمن بنالیا، جب وہی عادتیں اور خصلتیں مہاجرت کے بعد بھی قائم رہیں تو اس جلا وطنی سے فائدہ؟ تم جہاں جاؤگے اپنی عادات و خصائل کی وجہ سے اپنوں کو بیگانہ بنالوگے بہتر ہے کہ اپنی بری عادتوں میں تبدیلی پیدا کرو، تاکہ نہ تمہارے رفیق تم سے بھاگیں، اور نہ تم ترک وطن کے لئے مجبور ہو۔

میں ایک روز تھرڈ کلاس میں سفر کر رہا تھا، تھرڈ کلاس پسنجر جانوروں کی طرح ریل کے ڈبے میں بھرے ہوئے تھے، جسمیں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی، جمنا کا خوبصورت پل آیا، عقیدتمند ہندوؤں نے جمنا مائی کی بھینٹ چڑھانے کے لئے باوجود عسرت کے چلتی گاڑی میں سے ہاتھ جوڑ جوڑ کر پیسے پھینکے چند مسلمانوں نے ان عقیدت کیش ہندوؤں کے اس طرز عمل پر نفرت آمیز قہقہہ لگایا۔ میں نے ہنسکر چپکے سے ایک مسلمان کے کان میں کہا، کیا ہزار ہا مسلمان رسم پرستی اور فضول خرچی کے دریا میں اپنی اور باپ دادا کی کمائی ان عقیدتمند ہندوؤں کی طرح آنکھیں بند کر کے نہیں پھینکدیتے۔ اور کیا لاکھوں مسلمان اپنے اس وقت کو جو ان چند سکوں سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے لہو لعب کے دریا میں نہیں غرق کرتے؟ پھر بتاؤ کہ ڈوبے میں ہندو زیادہ عقیدتمند ہیں یا ہم زیادہ عقیدتمند ہیں؟

تم نے کبھی اس پر بھی غور کیا جب تم پیدا ہوئے ہو تو اس دنیا میں تمہارا کوئی دشمن نہ تھا بلکہ تمہارے پیدا ہونے کی ماں باپ عزیز و اقارب نے خوشیاں منائی تھیں لیکن جب تم سن شعور کو پہونچے تو کچھ لوگ تمہارے دشمن ہوگئے یہ کیوں؟

اگر حقیقتاً تمہاری ذات سے کسی کو کوئی عداوت ہوتی تو وہ پہلے دن ظاہر ہوتی۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہو کہ دوسروں کو دوست یا دشمن بنانا خود تمہارے اپنے طرز عمل پر منحصر ہے؟

مسرت والم اور حظ و کرب یہ ایسے الفاظ ہیں کہ جسوقت انسان پر ان کی حالت طاری ہو جاتی ہے تو وہ بالکل عریاں ہو کر سامنے آجاتا ہے۔

اگر تم کو کسی بڑے سے بڑے مدبر اور صائب الرائے کی اصلیت کا پتہ چلانا ہو! اسکی صحیح فطرت کا مطالعہ کرنا ہو تو کوئی حیلہ ایسا کرو کہ اس پر ان دونوں میں سے ایک حالت طاری ہو جائے، اور پھر دیکھو کہ وہ مستقبل سے بے پروا ہو کر تکلف اور تصنع، تدبر اور اصابت رائے کی نقاب اتار کر سامنے آجاتا ہے۔

تم سے اگر کوئی تمہارا مخلص ترین دوست یہ کہے کہ تم اپنے بھرے پرے گھر کو پٹرول ڈالکر آگ لگا دو تو تم فوراً یا تو اس سے ناراض ہو جاؤگے۔ اور یا اس کی دماغی خرابی پر غور کر کے صبر کروگے۔

لیکن کیا تم نے اپنی گذشتہ زندگی کی ان فضول خرچیوں اور مراسم پرستیوں پر بھی غور کیا ہے۔ جن کی بدولت آج تمہاری مالی حالت خراب ہو گئی ہے! اور تمہاری اولاد کا مستقبل تاریک ہو گیا ہے۔ اگر غور نہیں کیا تو کیوں؟

کیا تم اپنے اس نوکر سے خوش ہوگے جسکو تم بازار صرف سودا خریدنے کے لئے بھیجو، اور وہ بازار میں بازیگر کا تماشہ دیکھنے میں مصروف ہو جائے۔ اس سوال کا جواب ایک ہی ہو سکتا ہے کہ نہیں تو پھر کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ تمہاری زندگی اور تمہاری بعثت کا راز اس کارزار عالم میں اس سے زیادہ نہیں ہے کہ تم اس عالم میں نیکیاں خریدنے کے لئے اپنے آقا اور اپنے مولا کی طرف سے بھیجے گئے ہو نہ کہ مردم آزاری، نخوت پسندی، انسانیت سوزی اور شخصیت پرستی کے لئے۔ اور کیا تم نے کرداب دنیا میں مصروف ہوتے ہوئے یہ بھی غور کیا ہے کہ تمہاری اس شیطانی مصروفیت سے ناراض ہو کر اس عظمت و جبروت والی بارگاہ نے تمہارے لئے ہم کیا سزا تجویز کی ہے۔ آہ اگر تم اس عذاب الیم کی حقیقت سے آگاہ ہو جاؤ تو ایک لمحہ زندہ نہ رہو۔

مذہبی معلومات

اولاد کے حقوق ماں باپ پر

(جوائنٹ ایڈیٹر کے قلم سے)

ماں باپ اور اولاد کی زندگی ایک اجتماعی زندگی ہے، یہ زندگی اسی وقت خوشگوار صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ جب اس کے ہر ایک پہلو کو ایک باقاعدہ نظام کے ماتحت رکھا جائے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ عیش و آرام اور اطمینان و سکون کے ساتھ گزرے تو خدا کے لئے اجتماعی نظام کو صحیح طور پر قائم رکھیئے آپ جانتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مکمل مذہب ہے کہ اس نے آپ کے آرام و سکون کے لئے بہترین قوانین نافذ کئے ہیں وہ اگر ایک طرف ماں باپ کے حقوق اور فرائض بیان کرتا ہے تو دوسری طرف اولاد کے حقوق پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ اسلام کے داعی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَانَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ :۔ (الترمذی) باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لئے اس عطیے سے بڑھ کر نہیں کہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ بیٹے کی تعلیم صدقے اور خیرات سے بہتر ہے۔

اس فرمان رسالت سے یہ ثابت ہے کہ والدین کے اعمال و فرائض میں یہ ایک اہم فرض ہے کہ وہ اولاد کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و تہذیب میں سعی بلیغ کریں اور اگر وہ اس فرض سے غفلت اختیار کریں گے تو گنہگار اور غاصب فی الحقوق قرار پائیں گے۔ افسوس ہے کہ اس اہم فرض کی طرف سے اکثر والدین بے خبر اور غافل ہیں ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ بعض متمول اشخاص اس خیال سے کہ ہماری جائداد اور دولت و ثروت اولاد کے گذارہ کے لئے کافی ہے بچوں کی اصلاح و تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے اور لاڈ پیار میں غارت کر دیتے ہیں۔ اس تغافل کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کی ذہنی قوتیں تباہ ہو جاتی ہیں، خیالات و جذبات میں روشنی پیدا نہیں ہوتی اور ان کی اخلاقی و معاشری حالت خراب ہو جاتی ہے جب یہ افسوسناک منظر سامنے آتا ہے تو والدین کی آرزوئیں اور تمنائیں خاک میں مل جاتی ہیں اور وہ اپنی کوتاہی اور عدم فرض شناسی پر ماتم کرتے ہیں لیکن ؎

جس کی قیمت کی تجھے قدر نہیں تھی غالب
رنج بیکار ہے وہ وقت گزر جانے پر

اور کتاب الفرائض میں مرقوم ہے کہ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يَتَكَفَّلَ ابْنَهُ وَيُعَاشِرَ بِحُسْنِ السُّلُوكِ (باپ کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی کفالت کرے اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے)

کفالت اور حسن سلوک سے مراد یہ ہے کہ جائز طور پر روزی حاصل کر کے بچوں کو پرورش کرے اور انکی تعلیم و تربیت میں سعی و کوشش کرے۔ اور امام بیہقی نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی یا اپنے بچوں کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتا اور ان کی کفالت کا فرض ادا نہیں کرتا وہ خائن اور غاصب ہے قیامت کے دن حق سبحانہ تعالیٰ نظر رحمت سے اس کی طرف نہ دیکھے گا اور ذلت کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر ہوں گے۔

اور حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ خدا کی خوشنودی کا حاصل ہونا حقوق العباد کی ادائیگی پر مبنی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تم سے راضی ہو جائے تو اس کے بندوں کے حقوق ادا کرو۔

ہدایات بابت ماہِ شوال المکرم

ماہ شوال المکرم نہایت برکت و عظمت والا مہینہ ہے عید الفطر (روزہ کی عید) اسی مہینہ کی پہلی تاریخ کو ہوتی ہے۔ اس تاریخ میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں۔ شرع کے موافق آرائش کرنا۔ مسواک کرنا۔ عمدہ کپڑے جو پاس ہوں پہننا۔ خوشبو لگانا۔ علی الصباح اٹھنا۔ عیدگاہ سویرے جانا۔ عیدگاہ جانے سے قبل کوئی میٹھی چیز کھانا۔ عیدگاہ جانے سے قبل صدقہ فطر دینا۔ عیدگاہ کی نماز بلا عذر شہر میں نہ پڑھنا۔ جس راستے سے عیدگاہ جائے اس کے علاوہ دوسرے راستہ سے واپس آنا۔ عیدگاہ پیدل جانا۔ اور راستہ میں آہستہ آہستہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد پڑھنا۔

آجکل لوگ نئے کپڑوں اور سوئیوں کا بہت اہتمام کرتے ہیں یہاں تک کہ قرضدار ہو جاتے ہیں۔ اس اہتمام کی شرع شریف میں کوئی اصل نہیں ہے۔ طریق سنت یہ ہے کہ جو کپڑے پاس ہوں ان میں جو اچھے یا دُھلے ہوئے ہوں وہ پہن لئے جائیں اور نماز پڑھنے سے قبل کوئی میٹھی چیز کھالی جائے۔

صدقۂ فطر

صدقۂ فطر جو عید کی نماز سے پہلے دیا جاتا ہے۔ ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی جس کے پاس ضروریات خانہ کے علاوہ اس قدر ہو کہ باون تولہ چاندی یا اتنے ہی وزن کے۔ روپے ہوں یا زیور ہو یا مال و جائداد یا سامان تجارت ہو یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو یا اتنے ہی وزن کی اشرفیاں یا زیور ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ اس مال پر سال بھی گزر گیا ہو۔ اگر کسی کے پاس مال تو بہت ہو لیکن قرض اتنا ہو کہ اگر وہ ادا کیا جائے تو ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسی قیمت کا اسباب باقی نہ رہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں جس شخص کے پاس مذکورہ بالا مال یا اس سے زیادہ ہو یا اپنی طرف سے بھی صدقۃ الفطر واجب نہیں۔ جس شخص کے پاس مذکورہ بالا مال یا اس سے زیادہ ہو وہ اپنی طرف سے بھی صدقۃ الفطر ادا کرے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر ایک آدمی کا ایک سو چھتر روپے آٹھ آنہ بھر گندم یا دو سو اکیاون روپے بھر جَو ہے یا ان کی قیمت صدقۃ الفطر کے سب سے زیادہ مستحق اپنے محتاج اعزہ و اقارب ہیں۔ ایک شخص کو اگر کئی آدمیوں کا صدقۃ الفطر یا ایک آدمی کا صدقۃ الفطر کئی محتاجوں کو دیدیا جائے تو درست ہے۔ صدقۃ الفطر کو عید کی نماز سے پہلے ادا کرنے میں بہت زیادہ ثواب ہے جس نے کسی عذر یا غفلت سے روزے نہیں رکھے اس پر بھی بشرائط مذکورہ صدقۂ فطر واجب ہے۔ صدقۃ الفطر موذن یا امام وغیرہ کو اجرت میں دینا جائز نہیں اور اس کا مسجد کے مصارف میں لگایا جانا بھی درست نہیں۔ آجکل بہت سے متمول مسلمان بھی عید کی خوشی میں مست ہو کر صدقۃ الفطر کی ادائیگی کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنے غریب بھائیوں کی آہوں کا صبر سمیٹتے ہیں۔ بعض لوگ صدقۃ الفطر کا اناج اپنے نوکر چاکروں کو ان کی خدمات کے صلہ میں بطور انعام دیدیتے ہیں۔ گویا نعوذ باللہ خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں صدقۃ الفطر مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جو اس مصلحت سے مقرر کیا گیا ہے کہ عید کے دن کسی غریب سے غریب مسلمان کے گھر میں بھی فاقہ نہ ہو حیف ہے ان پیٹ بھرے مسلمانوں پر جو خود تو عید کے دن گلچھرے اڑائیں اور ان کے پڑوس میں بسنے والے غریبوں کو روٹی بھی میسر نہ ہو۔ جو اپنے بچوں کو ریشم اور کمخواب کے کپڑے پہنائیں اور ان کے محتاج رشتہ داروں کے جگر گوشوں کو ستر پوشی کے لئے بھی کپڑا نصیب نہ ہو۔ یاد رکھو لیس العید لمن لبس الجدید بل العید لمن خاف الوعید عید ان کی نہیں ہے جو محض نئے کپڑے پہن لیتے ہیں بلکہ عید ان کی ہے جو اپنے مولیٰ تبارک و تعالیٰ کے عتاب سے ڈر کر دینی فرائض اور اپنے بھائیوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔

عید کی نماز

عید کی نماز کے لئے مسلمانوں کا جوق جوق عیدگاہ جانا باعث کثرت ثواب و تکثیر جماعت و اظہار شوکت اسلام و اتحاد و وداد بین المسلمین ہے۔ آجکل اکثر لوگ چھوٹے چھوٹے اور ناسمجھ بچوں کو شوق میں آکر اپنے ساتھ عیدگاہ لے جاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور خود ان کو بھی اطمینان سے نماز پڑھنی نصیب نہیں ہوتی۔ بعض اوقات بچے پیشاب پاخانہ کردیتے ہیں عیدگاہ کا فرش اور نمازیوں کے کپڑے خراب ہوتے ہیں اس لئے چھوٹے ناسمجھ بچوں کو عیدگاہ ہرگز نہ لیجانا چاہیے۔

افسوس کہ اکثر شہروں میں عیدگاہ کے متولیوں اور منتظموں کو نمازیوں کی آسایش کا مطلق خیال نہیں ہوتا۔ نہ عیدگاہ کا میدان صاف کرایا جاتا ہے، نہ زمین کے گڑھوں کو پر اور نشیب و فراز کو ہموار کرنے کی کوشش کیجاتی ہے نہ وضو کے لئے پانی کا کوئی انتظام ہوتا ہے۔ نہ صفیں قائم کی جاتی ہیں دھوپ میں لوگ تپتے ہیں۔ برسات ہوتی ہے تو پانی میں بھیگتے ہیں۔ غرض کہ مسلمانوں کی بے حسی اور غفلت کی بدولت عید کی نماز بھی اس زمانہ میں دلجمعی و خلوص اور پابندی ارکان و آداب کے ساتھ ادا نہیں ہوتی۔ خدا کے فضل سے ابھی مسلمان ایسے گئے گزرے نہیں ہیں جو عیدگاہ کے انتظام کے لئے ہر سال سو دو سو روپے جمع نہ کرسکیں مگر افسوس ہے کہ کسی کو ادھر توجہ ہی نہیں ہوتی۔ جب نماز پڑھنے جاتے ہیں اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں اسوقت تو کچھ خیال ہوتا ہے۔ جہاں نماز ختم ہوئی پھر بھولے سے بھی کبھی عیدگاہ کیطرف رُخ نہیں کرتے اگر شہر کے ذی اثر اور متمول لوگ اس دینی معاملہ میں اپنی ذمہ داری محسوس کرلیں اور چندہ جمع کرکے عیدگاہ میں۔ شامیانہ، صف بندی اور پانی وغیرہ کا انتظام کرادیا کریں تو نمازیوں کی تکلیفیں باآسانی رفع ہوسکتی ہیں۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ خلق خدا کی آسایش کے لئے کوئی تکلیف اٹھانا گوارا نہیں کرتا حتیٰ کہ جو مسلمان میونسپلٹی کے ممبر ہوتے ہیں ان کو اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ عید کے دن سڑکوں پر چھڑکاؤ کا معقول انتظام کردیں۔ دوسری قوموں کے معمولی معمولی تہواروں میں چھڑکاؤ کا خاص

طور پر اہتمام کیا جاتا ہے لیکن عید اور بقر عید کے دن سڑکوں پر گرد کا یہ عالم ہوتا ہے کہ راستہ چلنا مشکل ہو جاتا ہے امید ہے کہ ان سطور کو پڑھکر مسلمان اپنی ذمہ واریوں کو محسوس کریں گے اور مذکورہ بالا شکایات کے انسداد کے لئے اپنے اثر اور تمول سے کام لینے میں دریغ نہ کریں گے۔

عیدین کی نماز کیونکر پڑھی جاتی ہے؟

اول اس طرح نیت کرو "نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز واجب عید الفطر (عید الضحیٰ) مع چھ تکبیروں کے واسطے اللہ جل جلالہٗ کے۔ منہ میرا طرف کعبہ شریف کے" پھر اللہ اکبر کہکر ہاتھ باندھ لو اور پورا سبحانک اللّٰھُمَّ پڑھکر امام کے ساتھ کان کی لو تک ہاتھ اٹھاؤ اور اللہ اکبر کہکر چھوڑ دو تھوڑے سکون کے بعد پھر ہاتھ اٹھاؤ۔ اللہ اکبر کہکر چھوڑ دو۔ تیسری مرتبہ پھر ہاتھ اٹھاؤ اور اللہ اکبر کہکر باندھ لو۔ اب امام قرأت شروع کرے اور مقتدی خاموش ہو کر سنیں۔ اور پہلی رکعت امام کی اقتدا میں رکوع، سجود وغیرہ کیساتھ پوری کریں۔ دوسری رکعت میں جب امام قرأت (الحمد اور سورۃ) پڑھ چکے تو پہلی رکعت کی طرح اول تین تکبیریں امام کے ساتھ کہیں اور ہاتھ چھوڑے رہیں پھر چوتھی مرتبہ امام کے ساتھ اللہ اکبر کہکر معاً رکوع میں چلے جائیں۔ کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائیں باقی نماز حسب دستور پوری کریں۔

ضروری مسئلہ جس سے اکثر لوگ ناواقف ہیں

اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور مقتدی اس وقت شامل ہو جب امام پہلی رکعت میں تکبیریں کہکر قرأت پڑھ رہا ہو تو مقتدی مسبوق (یعنی وہ مقتدی جو بعد میں شامل ہوتا ہے) کو چاہیے کہ وہ بلا انتظار ختم قرأت خود تکبیریں کہکر قرأت سننے لگے۔ اور امام رکوع میں ہو تو اس صورت میں اگر مقتدی مسبوق کو ظن غالب ہو کہ اس کو رکوع مل سکتا ہے تو وہ حسب معمول خود تکبیریں کہے اور پھر رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جائے ورنہ پہلے ہی اللہ اکبر کہکر رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں تکبیریں کہے مگر ہاتھ نہ اٹھائے۔ اور اگر ایک رکعت باقی رہے تو جب اس رکعت کو ادا کرنے کے لئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد حسب معمول کھڑا ہو تو اول قرأت پڑھے اور پھر تکبیریں کہے یہ نہ خیال کرے کہ میں پہلی رکعت ادا کر رہا ہوں جسمیں تکبیریں اول کہی جاتی ہیں اگر دونوں کہیں جاتی رہیں تو نماز عید کی معمولی ترکیب کے ساتھ ادا کرلے (کذا فی الشافی)

عید کا خطبہ

جسوقت نماز ختم ہو اور امام خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر آئے تو حاضرین کو چاہیے کہ وہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور نہایت خاموشی کے ساتھ خطبہ سنیں عیدین کا خطبہ سنت ہے اور حاضرین پر اس کا سننا واجب ہے اس وقت بولنا چالنا۔ ملنا ملانا اور نماز پڑھنا حرام ہے۔ آجکل لوگ نماز ختم ہوتے ہی اپنی اپنی جگہ سے اٹھکر منتشر ہو جاتے ہیں اور خطبہ سننے سے قبل ایک دوسرے کو عید کی مبارکباد دینے اور ملنے ملانے لگتے ہیں۔ یہ نہایت برا اور ناجائز طریقہ ہے اس سے دوسروں کی عبادت میں خلل پڑتا ہے جہاں تمام دن عید کی خوشی منانے میں صرف ہوتا ہے وہاں اگر تھوڑی دیر اور عیدگاہ میں خاموشی سے بیٹھکر باری تعالیٰ کے احکام سن لئے جائیں تو اسمیں ایسی کیا مصیبت ہے حاضرین کے خطبہ نہ سننے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آجکل عیدین کے خطبے عموماً عربی میں پڑھے جاتے ہیں۔ اور خطیب ماشاء اللہ ایسے قابل ہوتے ہیں کہ خطبہ کا ترجمہ کرنا تو درکنار اس کی عربی عبارت بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ ....

.... اگرچہ خطبہ سننا بھی عبادت ہے اور عبادت میں دلچسپی کا ہونا ضروری نہیں ہے لیکن اگر کوئی مفید دلچسپی جو شرعاً بھی جائز ہو پیدا کر دیجائے تو کیا قباحت ہے۔

شش عید کے روزے

ماہ شوال میں چھ دن نفل روزے رکھنے کی فضیلت اور نفل روزوں سے بہت زیادہ ہے جنکو شش عید کے روزے کہتے ہیں۔ یہ روزے خواہ عید کے اگلے ہی دن سے شروع کر دیئے جائیں یا شوال کی کسی اور تاریخ سے خواہ لگاتار یا دو دو چار چار روز کا فاصلہ دیکر۔ بہر صورت انشاء اللہ ثواب ملیگا بعض لوگ شش عید کے روزوں میں اپنے پچھلے قضا کے روزوں کو محسوب کر لیتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے قضا کی نیت کرنے سے شش عید کے روزہ کا ثواب نہیں ملیگا ۞ (ماخوذ)

اطمینان قلب

(از جناب مولانا مولوی حافظ محمد عبد التواب صاحب چشتی)

الذین اٰمنوا و تطمئن قلوبہم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (الرعد ۲ پ ۱۳)	جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے دلوں کو خدا کی یاد سے تسلی ہوتی ہے اور یاد رکھو خدا کی یاد سے دلوں کو تسلی ہوا کرتی ہے:

دینی و دنیاوی تمام قسم کی جد و جہد اور مدارج و مراتب عالیہ کے حصول کے لئے پیشتر "اطمینان قلب" کا ہونا لازمی و ضروری امر ہے۔ کیونکہ جب تک اطمینان قلب حاصل نہ ہوگا اس وقت تک ارادے میں استقلال و پختگی کا پیدا ہونا محال و غیر ممکن امر ہے۔ اور جب تک مستقل طور سے کسی امر کے لئے پختہ ارادہ نہ کیا جائے تو میدان ترقی میں قدم بڑھانا محالات سے ہے پس معلوم ہوا کہ ہر ایک امر کے ارادے سے پیشتر اطمینان قلب کا ہونا ضروری بات ہے۔

ہمارے اسلاف کے زرین کارنامے ہمیں بتلا رہے ہیں کہ ان کی فلاح و فوز اور ترقی کمال کا باعث محض اطمینان قلب تھا" صفحات تاریخ شاہد ہیں کہ کیا یک وہ زمانہ تھا کہ جب روئے زمین ادیان باطلہ مقدس اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ہر طرح کی قوت صرف کر رہے تھے اور اسلام کی ترقی کے راستہ میں روڑے اٹکانے میں کسی طرح دریغ نہیں کرتے تھے۔

کہیں مقدس اسلام کے سچے ہادی رسول عربی روحی فداہ کو زر و دولت کا لالچ دیا جاتا تھا کہیں ثروت و عزت کی بشارت و خوشخبری سنائی جاتی تھی۔

الغرض کفار و مشرکین کی ہر طرح یہ کوشش تھی کہ خدا کے نور اسلام کو کفر و شرک جہالت و خود غرضی کی سفاکیوں سے تباہ و برباد کر دیا جائے۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم (الایہ) کفار خدا کے نور اسلام کو اپنے مونہوں کی پھونک سے بجھانا چاہتے ہیں۔

کیا ہی حسرتناک وہ منظر تھا کہ جب کفار و مشرکین عرب نے باہم مشورہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو برادری سے علیحدہ کرنے اور آپ کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔

ایک روز قریش کے سربرآوردہ لوگ (جن میں ابوجہل بھی شامل تھا) جمع ہو کر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ محمدؐ تمہارے بھتیجے ہیں۔ تم ان کے حامی و مددگار ہو۔ تم جانتے ہو کہ یہ علی الاعلان ہمارے بتوں کی توہین کرتے ہیں اور جن بتوں کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ ان کی تقلید ہم پر واجب ہے وجدنا علیہا اٰباءنا ان کی پرستش و عبادت سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ آپ انہیں سمجھا دیں کہ اس توہین و تذلیل سے باز آجائیں اور اشاعت اسلام سے چپ رہیں۔ ورنہ ہم انہیں قتل کر ڈالیں گے۔

اور اگر تمہیں یہ خیال ہے کہ تمہارے سمجھانے کو یہ نہیں مانیں گے یا تم ان کو سمجھا ہی نہیں سکتے تو تم ان کو ہمارے حوالہ کر دو۔ اگر تم اس پر رضامند نہیں ہوتے تو لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تاکہ تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ ہو جائے قریشی ابوطالب نے کفار کی دھمکی سنی اور مناسب جواب دیکر اس وقت تو ٹال دیا۔ مگر جب کفار نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بعد بھی تبلیغ اسلام میں سرگرم پایا اور ابوطالب سے شکایت کرنے کا کچھ اثر نہ دیکھا بلکہ یوماً فیوماً روز افزوں اسلام ترقی ہی کرتا رہا تو قریش نے پھر ابوطالب سے آکر کہا کہ بس اب ہم اس سے زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔ ہمارے صبر و تحمل کی انتہا ہو چکی اب تک تم نے اپنے بھتیجے کو منع نہ کیا تم بھی اپنے بھتیجے کے ساتھ ہو جاؤ اب ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار کرے گی۔

کفار کی مستعدی اور ان کی دھمکی سے حضرتؐ کے چچا ابوطالب گھبرا گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرط محبت سے اپنے پاس بلایا اور قریش کی دھمکی کہہ سنائی۔ اور کہا قوم قریش ہمارے خلاف جنگ و جدال پر آمادہ ہیں میں اور میرا قبیلہ تنہا سب کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہی بہتر ہے کہ تم اپنے آپ کو اور مجھکو ہلاکت اور لڑائی کی آگ سے بچاؤ اور بتوں کی تردید نہ کیا کرو اور بیٹا مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کی میں برداشت نہ کر سکوں۔

اس کے جواب میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

انک اعظم الناس علی حقا و احسنہم عندی ید او لانت اعظم حقا من والدی۔	اے چچا مجھ پر تمہارا حق تمام آدمیوں کے حق سے بہت بڑا ہے اور تمہاری حمایت و امانت کا اثر سب سے زیادہ ہے بیشک مجھ پر آپ کا حق میرے ماں باپ کے حق سے بھی زیادہ ہے۔

اے میرے چچا! جو کچھ آپ فرماتے ہیں۔ سر آنکھوں پر میں ہر ایک ممکن امر بجالانے کے لئے تیار ہوں مگر میں یہ نہیں کر سکتا کہ خدائے واحد کی وحدت اور اس کی عبادت و پرستش اور اشاعت اسلام کو چھوڑ دوں۔ اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر لا رکھیں تب بھی اشاعت اسلام اور اپنے فرض کی ادائیگی سے سر مو نہ ہٹوں گا۔

یا عماہ لا اترک ھذا الامر حتی یظہرہ اللہ او اھلک فیہ۔ (تاریخ ابن خلدون)	اے میرے چچا! میں اس کام کو نہ چھوڑونگا یہانتک کہ خدا تعالیٰ حق کو ظاہر کر دے یا میں ہی اس کام میں اپنی جان دیدوں۔

اگر آپ کو میری وجہ سے اپنی قوم کا خوف و ہراس ہے یا اخوت و برادری کا خیال ہے تو میں آپ کے گھر سے نکل جاتا ہوں جس ذات واحد نے آجتک میری حفاظت کی ہے اسی ذات مقدس سے قوی امید ہے کہ وہ مجھے دشمنوں کے شر سے آئندہ بھی محفوظ رکھیگا۔ یہ کہکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے پاس سے آبدیدہ ہو کر لوٹ پڑے۔ آپ کا صبر و استقلال۔ استقامت اور اطمینان قلب دیکھکر ابوطالب سے نہ رہا گیا اور چلتے چلتے آپ کو پکڑ لیا اور کہا یا ابن اخی (اے میرے بھتیجے جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کہو خدا کی قسم میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔

اللہ اللہ تمام ملک آپ کا دشمن ہو محض ایک چچا آپ کی حمایت کفالت و پرورش کرتا ہو لیکن جب تمام قوم اسے مجبور کرتی ہے تو قومی معاملات و

سے متاثر ہو کر رسول خدا کو کفار کی دھمکی سناتا ہے اور خدا کی وحدانیت اور تعلیم اسلام سے روکتا ہے لیکن خدا کا مقدس رسول صلے اللہ علیہ وسلم محض نفس مطمئنہ اور اطمینان قلب کی بنا پر کفار کی دھمکیوں کی مطلق پرواہ نہیں کرتا اور محض خدا کی حمایت و حفاظت کے بھروسے پر اپنے مستقل ارادہ کی انجام دہی میں شب و روز کوشاں رہتا ہے اور پھر چند روز میں اپنے ارادے میں کامیاب ہو کر مشرق و مغرب شمال جنوب تمام اطراف و اکناف عالم کو مطیع و منقاد بنا تا ہے۔ پس ایک مسلم کی شان سے بعید ہے کہ مصائب و آفات سے دلگیر ہو کر اطمینان قلب کو ہاتھ سے دیدے۔

اطمینان قلب دل کی تسلی ایک اعلیٰ جوہر ہے اور صرف انہی لوگوں کو حاصل ہو سکتا ہے جو بنتے بیٹھے چلتے پھرتے رات دن یاد الہٰی اور رضا مولیٰ میں شاداں و فرحاں رہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے!

الا بذکر الله تطمئن القلوب یاد رکھو خدا کی یاد سے دلوں کو تسلی ہی ہوا کرتی ہے اہل ذکر عبادت گذار لوگوں ہی کو اطمینان قلب حاصل ہو سکتا ہے۔

دراصل یہ فقیر اور درویش ہی بادشاہ ہیں اور ان کے نام کے ساتھ لفظ شاہ کا استعمال بالکل بجا اور درست ہے۔ سچ ہے کیونکہ ع

اناکہ غنی ترند محتاج تر اند

نہایت مستند طریقوں سے بخاری و مسلم شریف (صحیحین) میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ ملائکہ وہاں اہل ذکر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں جہاں کہیں اہل ذکر ملتے ہیں ان کو اپنے پروں کے سایہ تلے ڈھانک لیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنے ان مخلص بندوں کو بخشدیا۔ ایک فرشتہ بول اٹھتا ہے کہ خالق الارض والسماء! فلاں شخص جو ان لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ ذاکرین میں سے نہیں تھا کسی کام کے لئے آیا تھا اور ان کے پاس بیٹھ گیا اس لئے وہ مغفرت خداوندی کا مستحق نہیں ہے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو بھی بخشدیا کیونکہ یہ شخص ایسے (بابرکت) لوگوں کے پاس آبیٹھا تھا کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بے نصیب و محروم نہیں رہ سکتا لا یشقی جلیسھم پس معلوم ہوا کہ جو لوگ ذکر الہٰی کرتے ہیں انہیں کے لئے دین و دنیا میں عزت و برتری ہے اور انہیں ہر طرح اطمینان قلب حاصل ہو سکتا ہے

ایک مرتبہ کسی مجلس میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ نے دریافت کیا کہ انسان کے لئے سب سے بہتر عمل کونسا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر عمل انسان کے لئے یہ ہے کہ جب مرے تو اس کی زبان ذکر اور یاد الہٰی سے تر ہو۔

ماعمل ادمی عملا انجی الہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ (طبرانی) ذکر الہٰی سے بڑھکر انسان نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اسکو عذاب خدا سے بچانیوالا ہو۔

شیخ ابوالنجیب سہروردی بغدادی سے منقول ہے کہ جب آپکی خدمت میں کوئی راہ حق کا طالب آتا۔ تو سب سے پہلے اسے ایک یا دو چلہ کشی کی بابت حکم فرماتے پھر اس کے بعد اس کو اپنے سامنے بٹھاتے اور خدا تعالیٰ کے ۹۹ اسماء حسنیٰ اس کے سامنے تلاوت فرماتے اور آنکھ سے آنکھ ملائے رہتے اسماء الہیہ میں سے جس نام پر اس کا چہرہ متغیر ہوتا یا اس کا جسم کانپ اٹھتا تو اس کو آپ فرماتے کہ تیرا کام اس اسم کی بدولت انجام پائے گا اور اسی سے تجھے اطمینان قلب اور تسلی حاصل ہوگی۔ پھر اس نام کے ذکر کا طریقہ اس کو تعلیم فرماتے۔ اور اگر اسماء الہیہ میں سے کسی ایک نام پر جو طالب کا چہرہ متغیر نہ ہوتا اور اس کے جسم پر کسی طرح اثر ظاہر نہ ہوتا۔ تو آپ فرماتے کہ جب گناہگار قیامت کے دن ہمارے حضور میں حاضر ہوگا تو وہ اپنے ساتھی شیطان کو دیکھکر کہیگا کاش مجھ میں اور تجھ میں پورب پچھم کا فاصلہ رہا تھا پس شیطان برا ساتھی ہے۔

جبتک اطمینان قلب حاصل نہ ہو انسان کسی طرح کامیاب زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

مشاہدہ شاہد ہے کہ بہت سے لوگ جنہیں دنیاوی ثروت امارت و ریاست جاہ و جلال غرض ہر طرح کے سر و سامان نصیب ہیں پھر بھی ان کی زندگی انپر وبال جان ہے۔ کیونکہ یاد الہٰی سے غفلت ہے نماز روزہ حج زکوٰۃ عبادات اسلامیہ سے نفرت ہے۔ اس لئے بجائے اخلاق فاضلہ کے بزدلی و دون ہمتی ان کا شعار بن چکی ہے اور اطمینان قلب ان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

لیکن ایک فقیر و محتاج جو مشکل سے محنت و مزدوری کرکے اپنا پیٹ پالتا ہے اور رات دن یاد الہٰی میں مشغول رہتا ہے خدا تعالیٰ پر ہر ایک امر میں بھروسہ رکھتا ہے وہ ذکر الہٰی کی برکت سے "اطمینان قلب" حاصل کرکے مندرجہ ذیل آیت کا مصداق بنتا ہے۔

یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الفجر پ ۳۰) اے نفس مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس ہمارے نیک بندوں میں جا مل اور ہماری بہشت میں جا داخل ہو۔

اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وہ اپنے خاص بندوں کے قدم بقدم چلنے کی توفیق عطا فرماکر "اطمینان قلب" عطا فرمائے اور فاذکرونی اذکرکم کے مدارج و مراتب عالیہ سے بہرہ ور فرمائے [illegible]

رسائل کا عطر

قیامت کے دن

(جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی ایم اے)

کلام مجید کے تیسویں پارہ کے وسط میں سورۂ غاشیہ ہے جس میں قیامت کا بیان ہے۔ اس کے شروع میں آتا ہے،

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً — کتنے چہرے اس روز ذلیل و خوار، محنت کرنے والے تھکے ماندے، پڑیں گے دہکتی ہوئی آگ میں۔

چہروں سے ظاہر ہے کہ مراد شخاص ہیں۔ محنت کرنے والے تھکے ماندے اشخاص اس روز کون ہوں گے؟ اس کے جواب میں صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ملتا ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں اور متعدد مفسروں نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (وقال ابن عباس عاملۃ ناصبۃ النصاریٰ۔ کتاب التفسیر)۔ یہی وہ گروہ ہے جسے جلتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا، جسے ابلتے، اور کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی پینے کو ملے گا، اور جسے اُن خشک و خاردار جھاڑیوں کی غذا ملے گی جن سے نہ بھوک ہی کو تسکین ہوگی، اور نہ جسمانی تنومندی ہی حاصل ہوگی۔ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ۔

قیامت کا دن کشف اسرار کا دن، وہ گھڑی ظہور نتائج کی گھڑی ہوگی۔ اُس وقت کوئی شے سرے سے نئی پیدا نہیں ہوگی، بلکہ آج جو کچھ کیا جا رہا ہے، وہی اپنی آخری اور انتہائی صورت میں نمودار و ظاہر ہو کر رہے گا۔ آج کس قوم کو اپنے عامل ہونے کا دعویٰ ہے؟ آج کس قوم کے افراد کو اپنی قوت عمل پر ناز ہے؟ آج کون قوم سارے سارے دن اپنے کارخانوں اور اپنی دوکانوں میں، اپنے ورکشاپ اور اپنی فیکٹری میں اپنے انجنوں اور اپنے بجلی گھروں میں، اپنے کالجوں اور اپنی یونیورسٹیوں میں، اپنے کتب خانوں اور اپنی تجربہ گاہوں میں، اپنی کونسلوں اور اپنی کچہریوں میں، اپنے اخباروں اور اپنی انجمنوں میں، اللہ کو بھلائے ہوئے مشغول عمل رہا کرتی ہے؟ آج کون قوم اپنی ساری کی ساری راتیں ہوٹلوں اور پارکوں میں، تھیٹر اور سینما میں، ناچ گھروں اور شراب خانوں میں، بغیر اپنے پروردگار کے نام کو بھولے سے بھی یاد کئے ہوئے، گویا اپنی تہذیب کا کمال سمجھ رہی ہے؟ ان دنیا پرستوں کو اور حیات مادی کے ان پرستاروں کو، "سوقت" جو ہر کوشش کے آخری اور کامل اور بے پردہ ظہور کا وقت ہوگا، اگر اپنی ساری لاحاصل محنت اور بے سود جد وجہد کا نتیجہ نری تھکن اور ماندگی اور محض خشکی، اضمحلال کی شکل میں نظر آئے تو کیا اس پر کچھ بھی حیرت ہونی چاہیے؟

"آج" جن کا سارا وقت بھاپ اور دھوئیں کے کارخانوں میں، ورکشاپ اور بازار ہوس کی پرستاری میں گزرتا ہے، آج جن کی ساری زندگیاں آگ اور بجلی کی قوتوں کی پوجا کے لئے وقف ہیں، "کل" اگر یہی دہکتی ہوئی آگ اور یہی کھولتا ہوا پانی، اُن پر عذاب، اور دردناک عذاب، اور بے پناہ عذاب کی شکل میں ظاہر ہو، تو یہ نا انصافی نہیں، عین انصاف ہوا، اور آج جو قومیں مادی لذتوں اور نفسانی خواہشوں پر اتنی حریص ہیں، کہ ملک پر ملک فتح کرنے کے بعد، اور کروڑوں بندگان خدا کو اپنا بندہ بنا لینے کے بعد بھی انہیں کسی طرح سیری اور آسودگی نصیب نہیں ہوتی، "کل" اگر اپنے انہیں کرتوتوں کا نتیجہ انہیں ایسی بے ثمر اور خاردار جھاڑیوں کی صورت میں ملے، جن سے نہ بھوک کی تسکین ہو سکتی ہو اور نہ کسی قسم کی روحانی و جسمانی تنومندی حاصل ہو سکتی ہو، تو اس فیصلہ کے بالکل منصفانہ اور اس جزاء عمل کے بالکل قدرتی ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے؟ (سچ)

خدا کی تلاش

أَنْتَ رَبِّيْ

کیا تو میرا خدا ہے (قرآن مجید)

(از جناب انشاء ن)

میں نے زمین سے پوچھا "کیا تو خدا ہے؟" زمین نے جواب دیا "نہیں"
میں نے سمندر اور اس کی گہرائیوں سے پوچھا اور انہوں نے کہا کہ "ہم خدا نہیں ہیں جس کی تو تلاش کر رہا ہے"
میں نے ہوا کے جھونکوں اور تاروں بھرے آسمان سے پوچھا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ "تو غلطی پر ہے"
میں نے چاند سورج اور ستاروں سے پوچھا مگر سب نے نفی میں جواب دیا۔
پھر میں نے اپنے جسم کے اعضاء سے پوچھا "کیا تم مجھے خدا کی راہ بتا سکتے ہو" وہ یک لخت چیخ اٹھے کہ "اسی نے تو ہمیں بنایا ہے"
آخر کار میرے دل نے گواہی دی "تیرا خدا اور تیری روح کا مالک مجھی میں تو ہے"

(نظام کالج میگزین)

خدمت ملے حبیب خدا کے مزار کی

(جناب ٹھاکر مودی سنگھ صاحب)

یارب یہ آرزو ہے دل بے قرار کی
خدمت ملے حبیب خدا کے مزار کی

ہیں خوش نصیب وہی اس جہان میں
حاضر جو ہیں غلامی میں عالی وقار کی

دیدار مصطفےٰ مجھے یارب نصیب ہو
یارب دعا قبول ہو مجھ خاکسار کی

اللہ ہی جانتا ہے محمدؐ کے راز کو
پردہ میں کیا کیا باتیں ہوئیں حق سے پیار کی

دل سے اگر ہے شوق مدینہ کا مودی سنگھ
آخر کبھی سنیں گے غریب الدیار کی (مبلغ)

زندہ قوم کی یادگاریں

زندہ رہتی ہیں اور وہ زندہ رکھتی ہیں۔ سیواجی کی تلوار کی تصاویر ہیں آج ہر ہندو کی حرز جان بنی ہوئی ہیں۔ نپولین کے خطوط کے فوٹو ہر فرانسیسی کے گھر میں موجود ہیں۔ شکسپیر کے قلم کے نمونے انگلستان کے ہر لکھنے والے تک پہنچ گئے۔ یہ زندہ قومیں ہیں انہوں نے اپنے مشاہیر کی یادگاریں زندہ رکھی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ

حضرت غازی اورنگ زیب شہنشاہ ہند کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن شریف کا فوٹو

سات کروڑ مسلمانوں کے کتنے کروڑ گھروں میں پہنچتا ہے۔ یہ کوئی بیکار تصویر نہیں ہے بلکہ خدائے قدوس کا پیام ہے جس کی کتابت بھی شہنشاہوں کے لئے سعادت تھی۔ حضرت خواجہ حسن نظامی نے ایک مسلمان ریاست سے یہ قرآن مستعار لیکر اس کا فوٹو کرایا اور سات ہزار روپیہ لگا کر اس کے پورے قرآن کے فوٹو چھپوائے تاکہ ہر مسلمان اس یادگار کو اپنے لئے حاصل کر سکے۔ کہاں غازی شہنشاہ کا لکھا ہوا قرآن اور کہاں ہر مسلمان کا گھر۔ خدا خواجہ صاحب ممدوح کو جزائے خیر دے جنہوں نے اس بیش بہا نعمت کو مفلس اور غریب مسلمانوں کے لئے حاصل کرنا بھی آسان کر دیا۔

پورے قرآن شریف کا فوٹو ... صفحات پر لیا گیا ہے۔ کاغذ وہی ہے جو تصاویر کے لئے مخصوص ہے یعنی آرٹ پیپر۔ جلد ولایتی بنوائی گئی ہے جس پر سنہری ٹھپہ کیا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ نشانی رکھنے کا ریشمی فیتہ بھی ہے۔

ان تمام خوبیوں اور اتنا روپیہ خرچ کرنے کے بعد اس کا ہدیہ دس روپے بھی ہوتا تو ہر مسلمان شوق سے خرید لیتا۔ لیکن آپ کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہے گی جب آپ سنیں گے کہ اس کا ہدیہ صرف ڈھائی روپے ہے۔ کیا اب بھی آپ کو یہ بہترین اور یادگار کلام الٰہی منگانے میں تامل ہے۔

ہدیہ فی جلد مجلد ڈھائی روپے۔ عہ۔ محصولڈاک ۸ر

مینیجر رسالہ پیشوا دہلی سے منگائیے۔

تاریخ اسلام کے اوراق پارینہ

(جناب مولانا زبیر صاحب)

امت محمدیہ میں سب سے پہلا فساد اسوقت بپا ہوا جب خلیفۂ ثالث کے زمانہ میں مروان مصری وفد کے "فاقبلوا" کو "فاقتلواہ" سے بدل دیا اور اس طرح غدر و مکر کی پہلی مثال قائم کر کے اس فتنہ کا سنگ بنیاد رکھا جس نے بالآخر خلافت راشدہ کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ لاکھوں بندگان خدا کے خون سے عرب و عجم کی سرزمین لالہ زار بنا دی۔ اس کا سدباب صحیح معنی میں اسوقت ہوا جب ہلاکو خاں کے دست بے پناہ نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی یا فرڈیننڈ و ازبیلا کی مشترکہ شاہنشاہت نے سرزمین مغرب سے ابو عبد اللہ کو ہمیشہ کے لئے جلا وطن کر کے عربی سطوت و جلال کو گمنامی کی نیند سلادیا۔

امت محمدیہ میں دوسرا فتنہ اسوقت ظاہر ہوا۔ جب مروان کے خاندانی بھائی نے جنگ صفین کے موقعہ پر خلیفۂ چہارم کی فتح کو شکست سے بدلنے کے لئے نیزوں پر قرآن مجید بلند کروادیئے اس واقعہ سے ایک مستقل فتنہ کا آغاز ہوا جو آجتک فتنۂ خوارج سے موسوم ہے۔ خارجی بغاوتوں میں بھی لاکھوں امتیان رسول خاک و خون میں مل گئے۔ اس کا انسداد بھی صرف اس وقت ہو سکا جب بیرحم مغلوں کے ہاتھ سے سارا گلستان ایشیا خزاں نصیب ہو گیا۔

امت محمدیہ کا تیسرا فتنہ جس کا آجتک ماتم ہو رہا ہے واقعہ کربلا پر ختم ہوا۔ سیاست اسلامیہ کی پہلی بدعت "بدعت ولی عہدی" کے نام سے موسوم ہے اس کی ابتدا بھی مروان کی برادری کی جدت طرازی کی باعث ہوئی۔ اسلام میں سب سے پہلی مرتبہ شاہنشاہیت کی بنیاد رکھنے والی ہستی نے اپنے خاندان میں سلطنت قائم کرنے کے لئے اپنے نور نظر کے حق میں بیعت لینی شروع کی۔ بعض اتقیاء امت نے اس بدعت سے بیزاری کا اظہار کی۔ ان بزرگوں میں سے سب سے زیادہ بلند مرتبہ عبادل ارلبعہ کا تھا۔ جب ملوکیت کا موسس اول اس جہاں سے پردہ کر گیا تو پہلے سے بنائی ہوئی اسکیم کے ماتحت امارت مومنین و خلافت مسلمین کا تاج ایک فاسق، فاجر میخوار کے سر پر رکھا گیا۔ ایک غیور و باہمت سردار اسلام نے مرنے کو باتھ میں ہاتھ دینے پر ترجیح دی۔ اپنے خویش تبار کو آزادیٔ ضمیر و حفظ شعائر اللہ کی قربان گاہ پر نذر دیا۔ پھر خود بھی نہایت صبر و شکر کے ساتھ ملت کی بقا کے لئے میدان دغا میں سر بکف یکہ و تنہا آیا۔ اور ایک عرصہ تک داد شجاعت دیکر ہمیشہ کے لئے جوار جنت ماوی میں جاگزیں ہوا۔ پیارے رسولؐ کے خاندان نے اس جدید بدعت کے ہاتھوں طرح طرح کے ظلم برداشت کئے بالآخر مختار کی تیغ بے پناہ نے خون ناحق کا انتقام لیا۔ لیکن فتنہ کا سدباب اس وقت تک نہ ہوا جب تک اموی سلطنت کی سر بفلک عمارت سیاہ جھنڈے والوں کے ہاتھوں زمین دوز نہ ہو گئی۔

اسلامی دنیا نے ایک نیا فتنہ اس وقت بھی دیکھا جب مسجد نبویؐ محمد رسولؐ کے نام لیواؤں کے ہاتھوں اصطبل بنائی گئی (نعوذ باللہ) مدینۃ النبی نے نت نئے جور و ستم دیکھے۔ اس کا منتہائے کمال اسوقت ہوا جب ابن مروان کے حکم سے حجاج ابن یوسف کے جابرانہ احکام نے خانہ کعبہ کو بھی آماجگاہ منجنیق بنایا۔ قتل عمد کی اسلام میں بدترین بدعت اس وقت ظاہر ہوئی جب حرم کی سرزمین بھی ایک بے پناہ گزین کو نہ بچا سکی اور ابن زبیرؓ کو اول مرتبہ اللہ کے پاک گھر میں ذبح کیا گیا اور تین روز تک ان کی نعش بگور و کفن چھوڑ دی گئی۔ اس فتنہ کا سدباب اس وقت تک نہ ہوا۔ بدعت حجاجی کا اعادہ عہد قرامطہ میں بھی ہوا۔ قرملی بے ادبوں نے تو "حجر اسود" کو بھی نہ بخشا۔ اس فتنہ کی آخری کڑی دور شریفی میں تاریخ کے سپرد کی گئی۔ جبکہ بے رحم غداران ملت کے ہاتھوں خدا کی پاک سرزمین بھی حلقہ بگوشان توحید کا مامن نہ بن سکی۔ بے حرمتیٔ ارض مقدس کے آغاز کی ذمہ داری بھی تمام تر خاندان مروان پر ہے۔

عالم اسلامی نے ایک نیا آشوب اسوقت بھی دیکھا۔ جبکہ امویین کے آخری تاجدار مروان کو شکست ہوئی اور تمام قوت خاندان نبوتؐ کے حیلے دودمان عباس کے ہاتھ آگئی اگرچہ یہ انقلاب عظیم محض سادات کے پروپگنڈا کے باعث ہوا۔ لیکن فائدہ بجائے اصل کے فرع کو ہوا۔ اپنے حلیفوں کے ہاتھوں سادات نے محض فتنہ ملوکیت کی بدولت وہ سب کچھ دیکھا جو خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ ملوکیت کی ابتدا بھی خاندان مروان کے باعث ہوئی اور بالآخر یہ گھر بھی خود اپنے چراغ سے جلکر خاک سیاہ ہو گیا۔

اسلام میں ایک نئے فتنہ کا آغاز اسوقت بھی ہوا جبکہ مروانی خاندان کے ایک سربرآوردہ رکن نے ملوکیت و ولایت عہد کی بدعتوں کے ساتھ ساتھ حاجب یا دربان مقرر کرنے کی جدت اختیار کی اور صرف اہل بیوتات کو شرف باریابی بخشا گیا یہ عجمیت کا پہلا رنگ تھا۔ چونکہ سادہ و صاف دل صحرا نشینوں کے قلوب پر چھا یا گیا۔ اسکو ترقی عباسیوں کے عروج سے ہوئی۔ وہ کلیتاً عجمیت کے قالب میں ڈہل گئے۔ ان کا مستقر بجائے عربیت کا مرکز ہونے کے عجمیت کا مسکن ہو گیا۔ اس جدت میں بھی نئی نئی کونپلیں پھوٹیں سب سے پہلا نزلہ لباس پر رجوع ہوا منصور نے مسلمانوں کو قلنسوہ (عجمی لنبی ٹوپی) کے پہننے پر مجبور کیا۔ یہ بدعت لباسی کے سلسلہ کی پہلی کڑی تھی۔ مصطفےٰ کمال کا ترکوں کو کلاہ لالہ رنگ چھوڑ کر یورپی ٹوپی پہننے پر مجبور کرنا سنت منصوری ہے۔ اسی عجمیت نے عراق میں منصور سے قبہ خضرا بنوایا اور مدینہ منورہ کا غلہ بند کرا دیا۔ اسی عجمیت نے معتصم سے کعبہ کی شبیہ سامرہ میں رکھوائی

منیٰ و عرفات ہیں قائم کرائے اور بندگان خدا سے اس صنم اکبر کا طواف پھر کرایا۔ عجمیت کا سنگ بنیاد خاندان مروان نے رکھا۔ اس کے قائم مقاموں نے اس کی تکمیل کی۔ لیکن ہم تو یہی کہیں گے کہ ملوکیت کے معماروں نے خشت اول ٹیڑھی رکھی تھی۔ اسی لئے یہ عمارت ثریا تک ٹیڑھی گئی۔

اسلامی دنیا نے ایک فتنہ اسوقت بھی دیکھا۔ جبکہ علمائے سنت مالکی و نعمانی کو پس پشت ڈالکر علم دین کو ذریعہ معاش بنایا۔ یہی جدت منصب قاضی القضاۃ کی ایجاد کرنے والی ہوئی۔ اسی جدت نے عہد ہارونی میں عامۃ المسلمین سے ارفع و اعلیٰ بنانے کے لئے علماء کو ایک نیا لباس بنوایا۔ گویا کہ خادمان دین و حاملان شرع متین نے کسب معیشت و جلب منفعت کے میدان میں پہلا قدم رکھا اور اپنے آپ کو ممیز کرنے کے لئے ایک نئی طیلسان (گون) بنوائی۔ آجتک اسی جبہ و دستار نے ایک تہلکہ عظیم مچا رکھا ہے۔ میری رائے میں یہی فتنہ مروانی کی کونپل ہے۔

عالم اسلامی میں ایک نئے فتنہ کا اسوقت آغاز ہوا۔ جبکہ احکام دین و فتاویٰ مبین میں خوب خوب رنگ آمیزیاں کی گئیں۔ سلاطین وقت و اعیان دولت کے لئے زکوٰۃ۔ مباح 'شراب جائز' حرام 'حلال' زنا روا ہوگیا۔ اسوقت حیلۂ شرعی کی ایک نئی سوجھی۔ اس فتنہ نے نئے نئے فتوے صادر کرائے۔ امام احمد کے درّہ لگوائے شمس تبریز کی کھال کھنچوائی۔ اکبر کے دین الٰہی پر دستخط کرائے۔ عثمانی ترکوں کو کافر قرار دلوایا شیخ الاسلام سے احرار وطن اور مجاہدین ملت کے خلاف قتل و غارت کے احکام صادر کرائے۔ ع مفتی دین مبین فتویٰ فروخت۔ ان سب کا سلسلہ کہاں ٹوٹتا ہے اسی مروانی "فاقبلواہ" "فاقتلواہ" پر۔ اس کی ذمہ داری بھی مروان اور ان کی ذریات پر ہے۔

عالم اسلامی میں ایک فتنہ اسوقت بھی بپا ہوا جبکہ مسلمانوں میں فرقہ وارانہ اختلافات حد سے زائد بڑھے۔ بغداد و غرناطہ کی سرزمین بھی ان روزافزوں تفرقہ اندازیوں سے مصئون و مامون نہ رہ سکی۔ مسلمان مذہب کے پردہ میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے۔ زوال بغداد کی تمام تر ذمہ داری بھی شیعی و سنی نزاع پر ہے اس فتنہ نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور ہزاروں مسلمانوں کا خون دجلہ کی ریتی میں بہادیا ع دید بغداد آنچہ روما ہم ندید۔ یہ زمانہ تاریخ اسلام میں آشوب تاتار کے نام سے مشہور ہے۔ اندلسی مالکی حنبلی نزاعوں نے بھی غرناطہ و قرطبہ کو وہ سب کچھ دکھایا اور سنایا جس کے نظارہ و سماع سے چشم و گوش مردم اس وقت بھی لرزاں ترساں ہے۔ افسوس کہ اس کی ذمہ داری بھی علمائے وقت پر ہے ٭

عالم اسلامی میں ایک فتنہ اسوقت بھی رونما ہوا۔ جب اکبر کی ہندو پرستی نے دین الٰہی کا ڈنکہ بجوایا۔ ملّا بدایونی کے سوا تمام علمائے دربار و مفتیان بارگاہ نے محضر شاہنشاہی پر دستخط ثبت کرکے اسلام کا ثبوت دیا کہ علمائے عصر کا مذہب ہے۔ وہ الناس علیٰ دین ملوکہم

پر بہت سختی سے عامل ہیں۔ اور محض اپنے حلوے مانڈے کی خاطر شریعت طریقت' مذہب و ایمان غرض ہر چیز کو قربان کردینے کے لئے تیار ہیں اس فتنہ کی ذمہ داری بھی تمام تر علمائے کرام پر ہے۔

اسلام میں ایک فتنہ اسوقت بھی بپا ہوا۔ جبکہ عالم اسلام کی نشاط ثانیہ میں ایک خاص گروہ کی طرف سے ہر قسم کی رکاوٹیں پیدا کی گئیں مصلحان وقت اور قائدین عصر کو بے دین و کافر نیچری و کرسٹان غرض کیا کیا نہ کہا گیا ترکی میں سب سے پہلے اس فتنہ کا آغاز اسوقت ہوا جبکہ سلطان محمود نے ینگچری افواج کو اسلحہ جدیدہ سے آراستہ کرنا چاہا ان کو بھڑکا دیا گیا۔ مجبوراً سلطان کو وہ کرنا پڑا جس کا ایک عرصہ تک اس کو افسوس رہا۔ اس فتنہ کی بدولت امام الاحرار جمال الدین افغانی نے کیا کیا پاپڑ بیلے۔ ہندوستان میں جب سر سید احمد علیہ الرحمۃ نے انگریزی تعلیم کی طرف اپنی مظلوم و پسماندہ قوم کو توجہ دلانا چاہی تو ان کا زندیقیت' الحاد کفر' مسیحیت کے فلک بوس نعروں سے خیر مقدم کیا گیا۔ اس طرح مسلمانان ہند کی ترقی کی سوئیاں پچاس سال پیچھے ہٹا دی گئیں۔ اس فتنہ کی ذمہ داری بھی تمامتر جنت و دوزخ کے ٹھیکہ داروں ایمان کے بیوپاریوں اور اسلامیت کے اجارہ داروں پر ہے سوچو اور غور کرو۔

اسلامی ہند میں ایک جدید فتنہ کا آغاز دور عدم تعاون میں بھی ہوا جبکہ علماء اپنے مدرسوں سے صوفیا اپنی خانقاہوں سے اور مفتیان دین اپنے اپنے افتاخانوں سے مع جبہ و دستار۔ تسبیح و عصا میدان سیاست میں نکل پڑے۔ عدم تعاون کبھی کا ختم ہوگیا۔ لیکن مدرسوں خانقاہوں اور افتاخانوں کا قبضہ ہنوز مسلم سیاسیات پر ہے اسمبلی کی نشستیں کونسلر کی ممبریاں بلدیہ کی چیئرمینیاں اب ان جبہ پوشوں اور دستار بندوں کے دست بے پناہ سے مصئون نہیں نتیجہ ظاہر ہے۔ اسلامی سیاسیات پر اب ان دقیانوسی خیالات کا قبضہ ہے جو حالات حاضرہ سے باخبر نہیں۔ صدرہ و شمس بازغہ کی تلاوت کرنے والے نیوٹن و ڈاروں کی پیدا کردہ تغیرات کو کیا جانیں۔ مسلمانو خدا کے واسطے زمانہ کی رفتار کو دیکھو۔ کھوٹے کھرے کو پرکھو۔ خدا نے تمہیں عقل دی ہے شعور دیا ہے ٭

فاعتبروا یا اولی الابصار

ہمارے سلف

(جناب مولانا عبداللہ صاحب منہاس)

ایک بزرگ کا ایک عہدہ کی قبولیت سے انکار

ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں ایک بزرگ ابراہیم بن عبلہ کے نام سے تھے ان کے زہد و اتقا اور دیانت و امانت کی وجہ سے ہشام نے ان کو خراج مصر کی تولیت کا عہدہ دینا چاہا مگر انہوں نے اپنے آپ کو اس کے ناقابل سمجھ کر انکار کر دیا ہشام ناراض ہوا اور اس کی ناراضگی اس کی تیز و تند نظروں سے ٹپکنے لگی۔ آخر اس نے غصہ کے لہجہ میں کہا تمہیں یہ عہدہ منظور کرنا ہوگا۔ جرأت و گستاخی اور بے دقوفی و دانائی میں جو فرق ہوتا ہے ابراہیم بن عبلہ اس سے خوب واقف تھے اس وقت خاموش رہے کچھ عرصہ کے بعد جب ہشام کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو کہا امیر المومنین آپ اجازت دیں تو کچھ عرض کروں ہشام نے کہا ہاں کیا کہنا چاہتے ہو۔ ابراہیم نے کہا خدا نے اپنے پاک کلام میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے اپنی امانت زمین و آسمان کے سپرد کرنا چاہی مگر انہوں نے انکار کر دیا جب ان کے انکار پر خدا ان سے ناخوش نہ ہوا تو آپ مجھ سے کیوں ناراض ہوتے ہیں خلیفہ نے یہ جواب سنکر آپ کی جگہ کسی اور کو تعینات کر دیا۔

خالد بن صفوان کی نصیحت خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو

خالد بن صفوان خلفائے بنی امیہ کے زمانہ میں فرقہ احرار کے سرگروہ تھے ان کا قاعدہ تھا کہ اول تو وہ بادشاہوں کے پاس جاتے ہی نہ تھے اور جاتے تھے تو صرف مخلوق خدا کی اور خود بادشاہ کی بھلائی اور بہتری کے لئے۔ ایک دن وہ ہشام کی خدمت میں گئے اس نے کہا خالد کوئی اچھی سی بات سناؤ۔ انہوں نے کہا ایک صاحب اقبال بادشاہ اپنے محلات کی طرف اشارہ کرکے اپنے جلیسوں سے کہنے لگا کہ یہ کس کے محلات ہیں انہوں نے کہا حضور کے۔ پھر کہا فوج کس کی ہے سب نے کہا حضور کی۔ یہ خزانہ کس کا ہے اور کیا اتنا خزانہ کسی اور کے پاس بھی تھا انہی میں ایک بڑا تجربہ کار سچی بات منہ پر سنانے والا بھی تھا۔ اس نے کہا سب کچھ حضور ہی کا ہے مگر اتنا کہئے جو کچھ آپکے پاس ہے کیا اس میں کبھی کمی نہ آئیگی وہ آپ کے پاس بطور میراث آیا ہے یا نہیں اور اسی طرح آپ کے جانشین کو بطور میراث ملنے والا ہے یا نہیں بادشاہ نے کہا۔ خزانہ میں بیشک کبھی نہ کبھی کمی کی توقع بھی ہے۔ اور خزانہ کیا اور دوسری چیزیں کیا سب مجھے میراث میں ملی ہیں اور میراث ہی میں جائیں گی اس بڑے تجربہ کار نے کہا پھر ایسی چیز کا کیا غرور جو پہلے آپ کے پیشرو کے پاس تھی اس کے ساتھ نہ گئی اب آپ کے پاس ہے آپکے ساتھ نہ جائے گی اور کل آپ کے جانشین کو ملیگی تو اسے قبر میں ڈالکر آپ پھر واپس آجائیگی خلیفہ پر اس کا بڑا اثر ہوا اور وہ بہت رویا۔ (مسلم راجپوت)

پیغمبر اسلام واقعی رحمت عالم ہیں

(از سوامی برلاج نراین صاحب سنیاسی بی اے)

دنیا کے تمام پیغمبروں اور اوتاروں میں سب سے زیادہ ناانصافی اگر کسی شخص کے ساتھ کی گئی ہے۔ اور سب سے زیادہ ظلم اگر کسی پر روا رکھا گیا ہے۔ اور سب سے زیادہ جھوٹ اگر کسی کے حق میں بولا گیا ہے تو وہ رسول عربی حضرت محمد بن عبداللہ ہیں بہت کم دنیا کے مصلح ریفارمر امام اوتار اور پیغمبر ہیں۔ جن پر خود اپنوں اور غیروں کی طرف سے ظلم و زیادتی نہ کی گئی ہو۔ اس طرح کے ظلم پیغمبر اسلام پر بھی بیشمار کئے گئے۔ اگرچہ پر ساکر ان کے جسم کو لہولہان کر دیا گیا۔ ان کا بائیکاٹ کیا گیا اور ہر قسم کی امداد بند کر دی گئی اور جب انہیں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ تو ان پر حملے اور یورشیں ہونے لگیں۔ اپنوں نے دوستوں کو بھڑکا کر ان کو بھی ظلم اور ستم پر آمادہ کر دیا جو ساری عمر تکلیفیں دیتے رہے۔ لیکن یہ سب ظلم اور زیادتی قابل برداشت تھی۔ اور پیغمبر اسلام نے ان کو بخندہ پیشانی برداشت کر لیا۔ اور یہ ایسے مظالم تھے جو دوسرے پیغمبروں اوتاروں اور رشیوں پر بھی کئے گئے تھے گو کسی رشی منی یا پیغمبر پر اتنے ظلم نہ کئے گئے ہوں۔ لیکن ان سب سے زیادہ جو ظلم پیغمبر اسلام پر کیا گیا وہ یہ تھا اور ہے کہ طرح طرح کے بہتان آپ پر تراشے گئے۔ اور قسم قسم کے الزام لگا کر آپ کو دنیا کی نگاہوں میں وحشی خونخوار اور بے رحم دکھایا گیا۔ جھوٹے واقعات کی بنا پر آپ کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔

چونکہ عیسائیت اسلام کو اپنا حریف سمجھتی تھی اور اسلام کے مقابلہ پر اس کا فروغ ہونا ناممکن تھا اس لئے اسلام کو ہندوستان میں ایک خاص رنگ میں پیش کرنا شروع کر دیا۔ جو ہندوستان کی تہذیب و روایات کے خلاف تھا۔ اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ اہل ہند کو پیغمبر اسلام سے نفرت ہو تاکہ عیسائیت کے لئے دروازہ کھلے۔ چنانچہ ہندوستان کی تہذیب اور روایات کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے زیادہ آسان یہ نظر آیا کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بیرحم انسان دکھلایا جائے۔ یہی کیا گیا۔ اور انہیں اس وجہ سے ایک حد تک کامیابی ہوئی۔ کہ ہندوؤں نے اسلامی تاریخ اور مذہب اسلام اور بانی اسلام کی سیرت کا کبھی مطالعہ نہیں کیا۔ عیسائیوں نے جھوٹے واقعات کو جعل سازی اور رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کر دیا۔ اور ہندوؤں نے سچ سمجھکر ان کو قبول کر لیا۔ اور اسی کے ساتھ رائے قائم کر لی۔ اس ناخوشگوار کیفیت میں آریہ سماج کی وجہ سے اور اضافہ ہو گیا اور فرقہ وارانہ کشیدگی نے بہت زیادہ بری صورت حال پیدا کر دی۔

لیکن حقیقت بہرحال حقیقت ہے۔ اور اگر بغض و عناد کی پٹی آنکھوں سے اتار دی جائے تو پیغمبر اسلام کا نورانی چہرہ ان تمام داغ دھبوں سے پاک نظر آئیگا جو بتلائے جاتے ہیں کہ آپ کے چہرے پر ہیں۔ آجکل آریہ سماج اور اسلام میں گویا[1]

[1] ایک طرح کی جنگ برپا ہے اور سب سے زیادہ نقصان ملک کو پہنچ رہا ہے گو یا اس جنگ جو فریقوں میں سے ایک فریق کا ممبر ہوں۔ اور اس طرح خود ایک فریق ہوں مگر یہ اخیال ہے کہ یہ جنگ کسی کو فائدہ ہرگز نہیں پہنچا سکتی۔ اور جسقدر جلد ختم ہو جائے۔ اسی قدر بہتر ہے۔ اور اس کے خاتمہ کی صورت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہندو دلوں سے

[illegible]

"مُقَرِّر"

(مشہور روسی افسانہ نگار شیکوف کے قلم سے)

اگرچہ یہ مضمون ایک غیر ملکی اہل قلم نے لکھا ہے مگر ہندوستان کے اکثر ایڈیٹروں اور لیڈروں کی صحیح تصویر ہے۔ اس لئے آج کی صحبت میں ایک روسی مقرر یا لکچرار کی حکایت سنئے اور غور کیجیے کہ ہندوستانی تقریر کنندگان پر کس طرح یہ مضمون منطبق ہوتا ہے۔

ایک دن قریب صبح کو سیونسپل کمشنر "کرول" کا جنازہ قبرستان کو روانہ ہوا مرحوم کو بیک وقت دو بیماریاں لاحق تھیں۔ بیوی کی بدمزاجی اور خود اپنی شراب خواری۔ انہی دونوں بیماریوں نے بالآخر غریب کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔!

جنازہ ابھی راستہ ہی میں تھا کہ متوفی کا دوست اور ہم مشرب "بلاسکی" کرایہ کی موٹر پر سوار ہو کر شہر کے سب سے بڑے مقرر "بوکین" کے گھر پہنچا۔ بوکین ابھی کم عمر ہی تھا، مگر اس کا سا مقرر اس تمام علاقہ میں کوئی بھی موجود نہ تھا ہر طرف اس کی شہرت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ شادی کی تقریبوں، غمی کی مجلسوں، مذہبی تہواروں، قومی جلسوں غرضکہ ہر جگہ اس کی مانگ تھی۔ کوئی صحبت بھی اس کے بغیر پر لطف نہیں سمجھی جاتی تھی۔ گویائی کی قابلیت اس میں اس درجہ تھی کہ فی البدیہہ ہر موضوع پر لمبی لمبی تقریریں کر سکتا۔ سوتے جاگتے، نشہ میں، بھوک میں، اتھلم پوری میں، ہر حال میں اس کی زبان فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دینے کے لئے تیار رہتی تھی۔ اس کی تقریریں ہمیشہ طولانی ہوا کرتیں تھیں کبھی کبھی تو اس درجہ جوش میں آجاتا تھا کہ تمام مجلس سنتے سنتے اکتا کر اُٹھ جاتی تھی، مگر وہ پورے زور شور سے اپنی تقریر جاری رکھتا تھا! بارہا ایسا بھی ہوا کہ اسے خاموش کرنے کے لئے پولیس کی قوت سے مدد لینی پڑی ہے!

بلاسکی کو خوش قسمتی سے یہ شہرۂ آفاق مقرر گھر ہی میں موجود ملا۔ بلاسکی نے دوڑ کر اسکی پیشانی کو بوسہ دیا اور غمناک آواز میں کہنے لگا۔

"بوکین! عزیز بوکین! ایک اہم ضرورت درپیش ہے براہ عنایت جلدی کپڑے پہنو اور میرے ساتھ چل پڑو ہمارا ایک یار غار فوت ہو گیا ہے عنقریب ہم اسے سپرد خاک کرنے والے ہیں لیکن قبرستان میں تمہاری ماتمی تقریر ضروری ہے۔ بڑی امیدیں لیکر آیا ہوں۔ نامراد واپس نہ کرنا۔ یہ موت معمولی موت نہیں ہے۔ میونسپل کمشنر "کرول" دنیا سے رخصت ہو رہا ہے ہماری بڑی ہی ذلت ہو جائے گی اگر لاش بغیر تمہاری تقریر کے دفن کر دی گئی"

بوکین نے جمائی لیکر سوال کیا۔ "وہی شرابی کمشنر"

"ہاں" بلاسکی نے جواب دیا۔ "قبرستان میں تمہاری تواضع کا پورا سامان لیتا ہے۔ پلاؤ، قیمہ، مال، فیرنی۔ شراب کباب سبھی کچھ ملیگا۔ پھر نقد سے بھی خدمت کی جائے گی۔ اب جلدی کرو اور چلکر اپنی فصاحت سے سب کو مسحور کر ڈالو"

بوکین نے فوراً اپنے آراستہ بال منتشر کر ڈالے، سیاہ لباس پہن لیا اور موٹر میں بیٹھتے ہوئے بلاسکی سے کہنے لگا۔

"میں میونسپل کمشنر کو خوب جانتا ہوں۔ نہایت خبیث، مکار اور بد معاش آدمی تھا۔ میرے خیال میں روئے زمین پر اس سے زیادہ ذلیل اور بدنفس کوئی انسان بھی نہ تھا۔

بلاسکی نے شانہ ہلا کر کہا۔ "دوست! چپ رہو۔ مُردوں کو برا کہنا اچھی بات نہیں" ٹھیک ہے بوکین نے جواب دیا "مردوں کی صرف خوبیاں ہی یاد کرنی چاہئیں لیکن یہ شخص نہایت کمینہ"

جنازہ قبرستان کو آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ دونوں راستہ ہی میں جنازہ کے ساتھ مل گئے اور تین چوراہوں پر رک کر شراب خانوں میں کھڑے کھڑے تین تین بوتلیں بھی اڑا گئے۔

جنازہ قبرستان پہنچ گیا۔ لاش قبر کے سامنے رکھی گئی، متوفی کی بیوہ اور بعض رشتہ دار عورتوں نے دستور کے مطابق رونا اور بین کرنا شروع کیا جب وہ روتے روتے تھک گئیں اور چپ ہو گئیں تو "بوکین" آگے بڑھا، حاضرین کو خطیبانہ انداز سے گھور کر دیکھا اور بے تحاشا تقریر شروع کر دی۔

"یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ حقیقت ہے یا خواب ہے۔ میں جاگ رہا ہوں یا میری آنکھیں بند ہیں اور سو رہا ہوں؟ لوگو! مجھے بتاؤ میں کہاں کھڑا ہوں؟ یہ قبر جو منہ کھولے میرے سامنے موجود ہے، یہ تابوت جس پر سیاہ ریشمی چادر پڑی ہے یہ میرے صبر و شکیب کو شکست کئے ڈالتی ہے، یہ آہ و بکا، یہ ماتم یہ پرنم آنکھیں، یہ مرجھائے ہوئے رخسار، یہ بکھرے ہوئے بال، آہ آہ، میرے مولا! یہ کیا ماجرا ہے؟ کیسا غمناک، جگر خراش خواب دیکھ رہا ہوں، لیکن نہیں اُف! ہائے میری قسمت! مجھے اعتراف کرنا چاہئے۔ یہ سب خواب نہیں ہے۔ وائے حسرت! یہ حقیقت ہے۔ ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں، اگرچہ اس کا اعتراف بھی آسان نہیں!

"اُف نامہربان فلک! تو نے مجھے آج تک اسی لئے زندہ رکھ چھوڑا تھا کہ یہ دن اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں! میری زبان، حرکت کرنے سے انکاری ہے میرا دل، سینہ کے اندر مرغ بسمل بن گیا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے اور دماغ قابو سے باہر ہے۔ خدایا! تیری دہائی! مجھے صرف اتنی قوت دیدے کہ دو آنسو ملک و ملت کے حبیب پر بہا لوں!

"اللہ اللہ، کل یہ جسم جو آج بے حس و حرکت پڑا ہے اپنے اندر بے نظیر حسن رکھتا تھا۔ اسکی قوت سے پہاڑ بھی لرزتے تھے، اس کی پھرتی ہوا کو شرماتی تھی، یہ جسم ہر لحظہ متحرک تھا۔ ہر لحظہ محنت شاقہ میں مشغول تھا، کس کے لئے؟ کیا اپنے آرام کے لئے؟ نہیں واللہ نہیں! اپنے ہم جنسوں کے آرام کے لئے، یتیموں کے لئے، بیواؤں کے لئے، لاچاروں کے لئے!

"برا ہو موت کا، کس پہلوان کو اس نے مارا ہے؟ کس حاتم سے ہمیں محروم کر دیا ہے؟ دوستو! تابوت کے اندر کیا ہے! تم کہتے ہو ایک جسم ہے؟

جو اپنی جان کھو چکا ہے؟ لیکن نہیں میں تمہیں بتاتا ہوں تابوت کے اندر کیا ہے؟ اس میں مردہ جسم نہیں ہے۔ بلکہ علم و کرم ہے، شجاعت و بسالت ہے تقویٰ و طہارت ہے، نیکی ہے، بھلائی ہے، اخلاق کا پشتارہ ہے! زمین کا نور ہے! آسمان والے خوش ہیں کہ یہ مبارک وجود ان میں پہنچ رہا ہے۔ آسمان والوں کی خوشی بجا ہے لیکن آہ زمین پر آج مصیبت عظیم ہے! زمین تاریک ہے کیونکہ اس کا نور آسمان پر چلا گیا ہے!

آہ! اب اس ملک کی کیا حالت ہو گی؟ غریب کس طرح زندہ رہیں گے، یتیموں کا اب کون والی ہوگا؟ بیواؤں کا سہارا کون ہوگا؟ ملک کی حکومت کس طرح چلے گی؟ بلاشبہ حکومت کے پاس آدمیوں کی کمی نہیں مگر جو واقعی آدمی تھا آج ہم اُسے دفنا رہے ہیں! ایسا مدبر اب کہاں پیدا ہوتا ہے؟ عقل و دانش کا وہ عالم تھا کہ ساری دنیا اُس سے دانائی حاصل کرتی تھی! اخلاص اس درجہ کا تھا کہ فرشتے بھی رشک کرتے تھے۔

دوستو! یہاں کیا روتے ہو، شہر میں جاؤ، جا کر روؤ گے اور بیوہ اور یتیموں کی آنکھیں خشک ہو جائیں گی! آج پورا شہر رو رہا ہے، در و دیوار رو رہے ہیں پہاڑ تک ماتم کر رہے ہیں! آہ بروکفی! تجھ پر سارا جہان رو رہا ہے! اور کیوں نہ روئے؟ تیری پوری زندگی دوسروں کی خدمت کے لئے وقف تھی۔

"دوستو! میں جانتا ہوں، تم جانتے ہو، ملک کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ بروکفی عمر بھر غریب رہا کیونکہ اُس نے اپنی تمام دولت غریبوں کو دے دی تھی۔ اور معلوم ہے وہ امیر کبیر خاندان کا رکن تھا حتیٰ کہ اپنی تنخواہ تک فقیروں پر کھڑے کھڑے تقسیم کر دیا کرتا تھا: خدمت خلق کا ہی جذبہ تھا کہ بروکفی نے شادی نہیں کی کیونکہ وہ جانتا تھا گھر بسانے کے بعد آدمی مخلوق خدا کی پوری خدمت نہیں کر سکتا

"اللہ اکبر! ہم آج کیسے ہمدرد، کیسے دوست، کیسے شفیق رفیق سے محروم ہو گئے ہیں! مجھے تعجب ہے بروکفی کی موت کے بعد ہم کس طرح جئیں گے۔ ہمارے دلوں کو کیونکر صبر آئے گا؟ لیکن خدا کا یہ طلسمی کارخانہ اسی طور پر چل رہا ہے آدمی گو چاہے یا نہ چاہے صبر کرنا ہی پڑتا ہے۔ زہر کا پیالہ بہت ہی کڑوا ہے اور قلب و روح کو قتل کر ڈالنے والا ہے۔ مگر آدمی کو طوعاً و کرہاً پینا ہی ہوتا ہے۔

"لیکن یہ کیا ہے کہ تمہیں صبر کی نصیحت کرتا ہوں اور خود صبر حاصل نہیں کر سکتا تمہیں بیقراری سے منع کرتا ہوں اور خود بیقرار ہو جاتا ہوں؟ تمہاری آنکھوں سے آنسو روکتا ہوں اور خود میری آنکھیں آنسوؤں کے دریا بہا رہی ہیں؟ تمہارے دلوں کی آگ بجھانا چاہتا ہوں مگر میرا دل سینہ کی آگ سے کباب ہوا جاتا ہے۔

"الوداع اے روح طاہر و اطہر! الوداع اے زہد و تقویٰ! الوداع اے جود و کرم الوداع! قسم خدا کی اس وقت بھی مرحوم کی نورانی صورت میری نگاہوں کے سامنے ہے ایسا معلوم ہوتا ہے مر جانے پر بھی یہ ملکوتی نقش زندہ ہے! آہ وہ روشن کشادہ پیشانی، وہ صاف چکنی ٹھوڑی جس پر ڈاڑھی کا کوئی بال بھی جمع ہونے نہیں پایا! وہ شیریں آواز! وہ ذمہ داریوں کے بوجھ سے خم کمر! اللہ کی رحمت ان ہڈیوں پر، ہزار ہزار رحمت اس جسم مقدس پر! اے بروکفی ہم تجھ پر عمر بھر روئیں گے تو بھی ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا۔ کیونکہ تیری یاد سے ہمارے دل ہمیشہ معمور رہیں گے...!

بلیغ مقرر کی زبان سے "بروکفی" نام سُنکر حاضرین حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یہ ولولہ انگیز مرثیہ بروکفی کے نام پر سنایا جا رہا تھا، حالانکہ بروکفی زندہ موجود تھا، اور خود اسی مقام پر سامعین کے زمرہ میں کھڑا تھا! شراب کے نشہ میں فاضل مقرر کو یاد نہ رہا کہ مرنے والا کرول ہے نہ کہ بروکفی! یہی سبب ہے کہ تقریر میں اُس نے تمام صفات اسی بروکفی کے بیان کر ڈالے۔ کرول مجرد تھا اس کی بیوی بذات خود تابوت کے سامنے کھڑی تھی پورا شہر اس عورت سے واقف تھا وہ اپنی بدمزاجی میں ضرب المثل بنی ہوئی تھی، مردماری کے لقب سے مشہور تھی۔ کیونکہ وہ اپنے شوہر کو ہمیشہ مارا کرتی تھی۔ اسی طرح کرول کی ڈاڑھی بھی منڈی نہ تھی اس کے منہ پر تو اتنی ڈاڑھی تھی کہ سب لوگ اُسے "دو سہیل لفٹنٹ" کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

مگر مقرر کو اس تمام تحقیق کی ضرورت ہی نہ تھی اُسے تو پُر زور اور پُر اثر تقریر کرنی تھی اور بس۔ چنانچہ فصاحت کے دریا بہا رہا تھا۔ بالآخر لاش قبر پر اتار کر رکھ دی گئی اور مردے کا منہ آخری دیدار کے لئے کھولا گیا۔ مقرر نے بھی جھک کر اُسے بغور دیکھا۔ ایک نہایت مکروہ اور منحوس چہرہ نظر کے سامنے موجود تھا۔ مقرر نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے برجستہ کہا:

"آہ بروکفی! تیری صورت تو اچھی نہ تھی۔ مگر تیری سیرت ایسی تھی کہ ملائکہ مقربین بھی تعظیم سے تیرے آگے جھک جاتے تھے...!

یہ کہتے ہی مقرر اچانک رک گیا۔ اب اُسے ذرا ہوش آیا کہ بار بار میں کس کا نام لے رہا ہوں؟ اور حقیقت میں کون مرا ہے؟ فرط حیرت و ندامت سے اس نے نگاہیں نیچی کر لیں مگر سفا "بلاسکی" کی طرف مڑا اور اُسے جھڑک کر کہنے لگا:-

"بلاسکی! تیرا برا ہو! تو نے مجھ سے کہا تھا کہ "وہ" مر گیا ہے حالانکہ "وہ" زندہ ہے!

"وہ کون؟" نشے سے چور بلاسکی نے سوال کیا۔

"یہ شرارت!" مقرر نے غصہ سے کہا۔ "اب پوچھتا ہے کون مرا؟ بروکفی، حالانکہ بروکفی وہ سامنے موجود ہے!"

"بیوقوف! کس نے کہا کہ بروکفی مر گیا؟" بلاسکی نے جواب دیا "میں نے تو "کرول" کا نام بتایا تھا!"

مقرر نے ذرا سوچ کر پھر کہا "تم نے کہا تھا کمشنر مر گیا!"

"سچ ہے" بلاسکی نے کہا "مگر میونسپلٹی کے کمشنر کئی ہوا کرتے ہیں۔ کرول اور بروکفی، دونوں بیک وقت کمشنر تھے"

"مگر مجھے اس تشریح کی کیا خبر تھی؟" مقرر نے اور زیادہ ندامت سے کہا۔ واپسی میں حاضرین میں کوئی نہ تھا جو اس عجیب تقریر پر ہنس نہ رہا ہو!

(ریاست)

(کیا یہ تقریر سرعلی امام کی اس تقریر کی یاد نہیں دلاتی جو انہوں نے لکھنؤ کی آل پارٹیز کانفرنس میں کی تھی) (ایڈیٹر)

رسولؐ کی شان بڑی یا تمہاری؟

(حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قبلہ)

مسلمان تو خواہ مرد ہو یا عورت فوراً یہی جواب دے گا کہ رسولؐ کی شان بڑی ہماری کیا مجال ہے جو ہم یہ سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے اپنی شان کا مقابلہ کرنے کی جرأت کریں۔

مگر ذرا اپنے عمل پر غور کرو کہ تم سب اپنی شان کو اللہ و رسول کی شان سے بڑھانا چاہتے ہو یا نہیں، اور تم نے اپنی عزت اور اپنی ناموری اور اپنی خودی کو خدا و رسول سے بڑھا رکھا ہے یا نہیں۔ صرف ایک ہی بات کو لو کہ رسول اللہؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہؓ کا نکاح کیا تو کتنا جہیز دیا۔ اور کیا کیا جہیز دیا۔ مگر تم بھی اس معاملہ میں ان کی سنت کا خیال نہیں کرتے اور اپنی لڑکیوں کی شادیوں میں اتنا جہیز دینا چاہتے ہو جو رسول اللہؐ نے دیا نہ تو تمہاری اتنی حیثیت ہے۔

اگر واقعی تم اپنی شان کو رسول اللہؐ کی شان سے بڑھانا نہیں چاہتے تو اپنے عمل سے اس کا ثبوت دو اور وہ یہی ہے کہ اپنی لڑکیوں کی شادیاں سادگی اور کفایت شعاری سے کرو۔ اور جہیز بھی زیادہ نہ دو۔ اگر تم کو خدا نے زیادہ دولت دی ہے اور اس کا حصہ بیٹی کو دینا ہے تو ہر وقت دے سکتے ہو محض شادی کے وقت اس کے دینے کی کیا ضرورت ہے۔ شادی کے وقت تو ایسی سادگی اختیار کرو کہ رسول اللہؐ کی صاحبزادی کے جہیز سے بھی کم جہیز دو۔ پھر بعد میں کپڑا زیور برتن یا جو کچھ دینا چاہو دیا کرو۔ تم ایسا کرنے لگو گے تو پھر سب مسلمان بھی اپنی شان کو رسول اللہؐ کی شان سے بڑھانے کا گناہ ترک کر دیں گے۔ اور اس کا اجر دونوں جہان میں ملیگا۔

(تبلیغ نسواں)

سوز و ساز

(جناب مولانا حامد علی خاں صاحب بی اے)

پروانہ کر کے ہمت مردانہ جل گیا
دل دیکھ کر یہ جرأتِ پروانہ جل گیا

دیکھا چراغِ خانۂ آذر نے کیا کیا؟
بھڑکی وہ آگ اُس سے کہ بتخانہ جل گیا

جلتا ہے کس لئے دلِ بے مدعا مرا
وحشت ہے سینہ کوب کہ ویرانہ جل گیا

جلنے میں لخت لخت کو سبقت کا شوق تھا
اس دل کا ذرہ ذرہ حریفانہ جل گیا

اے برقِ حسن اب بھی وہی بیقراریاں؟
بس اب وہ دل وہ عشق کا کاشانہ جل گیا

ممکن نہیں کہ بھول سکوں یہ حکایتیں
دفتر ہی گر مرے غمِ دل کا نہ جل گیا

ہر لخت دل میں آتشِ غم ہے شرارہ بار
ہو کر ورق ورق مرا افسانہ جل گیا

آخر کھلا کہ سوز سے ناآشنا تھی شمع
اپنے ہی دل کی آگ سے پروانہ جل گیا

(ہمایوں)

تاریخ وطن

جنوبی ہندوستان اٹھارہویں صدی کے وسط میں حالات پر ایک نظر

(جناب خاموش)

(سلسلہ کے لئے جلد ۶ نمبر ۱ ملاحظہ فرمایئے)

سچ تو یہ ہے کہ وہ بادشاہ حکومت اور ملک کے بھوکے تھے انہیں تبلیغ اسلام کا شوق تھا نہ وہ اس فرض سے آگاہ تھے۔ انہوں نے اسلام سے یہ سبق سیکھا تھا کہ اپنی رعایا کو مذہب کی آزادی عطا کرو اور کسی کے مذہب میں تعرض و مداخلت نہ کرو۔ چنانچہ اسی مذہبی رواداری اور رعایا کے حقوق کی پاسداری کی وجہ سے آج ہندوستان میں ہندوؤں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ تعصب کیشی ظلم و ستم اور جبراً مسلمان بنانے کے تمام افسانے ان ہی خود مرافراد کی تراوش طبع کے نتائج ہیں جو ہندوؤں کو برانگیختہ اور مشتعل کرکے اپنا کھویا ہوا وقار قائم کرنے کی کوشش میں مصروف رہے ہیں۔ اہم کام ان مورخین ہند نے پورا کر دیا جو غیر ملکی حکومت کو خوش کرنے کے لئے بیسویں صدی کی برکات کا پندرہویں صدی کے حالات سے مقابلہ کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ پندرہویں صدی کے ہندوستان اور اسی زمانے کے یورپ کا مقابلہ کرنے سے حقیقت آشکارا ہو سکتی ہے۔ یا اس خفیف الحرکتی سے

غرضکہ خاندان مغلیہ کے دور عروج و اقبال میں نظم و نسق سلطنت میں ایسی خرابیاں موجود تھیں جو آخر رنگ لائیں۔ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیرؒ کے عہد حکومت میں سلطنت کو جو وسعت نصیب ہوئی وہ اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی لیکن ۱۷۰۷ء میں شہنشاہ اورنگزیبؒ کے انتقال کے بعد ہی دور انحطاط و زوال کا آغاز ہو گیا حکومت کے مقرر کردہ نواب خود مختار بن بیٹھے خاندان شاہی کے شاہزادوں کے متصادم دعاوی طویل جنگ اور عامۃ الورود مصائب کے موجب بنے۔ پرجوش اور خود سر ہند خراج ادا کرنے سے انکار کرنے لگے اور پہاڑی استحکامات سے نکل کر ان میدانوں کو جو زراعت کی بدولت سبزہ زار بنے ہوئے تھے۔ تباہ و برباد کرنے لگے۔ زوال کی علامتیں اور تباہی کے آثار خوفناک سرعت کے ساتھ نمایاں ہونے لگے۔ اس عظیم الشان شہنشاہ کے بعد ایک بھی ایسا بادشاہ برسر حکومت نہیں آیا جو ملک پر تو کیا اپنے آپ پر مکمل قبضہ رکھ سکتا۔ خود امراء کی ہوسناکیوں اور آزار دوستیوں کا دور شروع ہو گیا۔ بادشاہ نام کے بادشاہ عیش و عشرت کے شیدائی محلسراؤں اور نشاط گاہوں کی زندگی کے گرویدہ تھے مجالس رقص و سرود تھیں تعیش کے سامان تھے بھنگ اور شراب کے دور تھے کنیزوں

اور خوبصورت عورتوں کے ہجوم تھے مسخروں اور خوشامدیوں کے دور تھے امراء دربار بھی بادشاہ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے بلکہ اپنے ہاتھ رنگنے کے لئے بادشاہ کو مست خمار بنائے رکھتے تھے۔

حکومت کی کل مدتوں سے ایک ڈگر پر قائم تھی فوج موجود تھی بادشاہ کے نام پر کٹ مرنا سپاہی کا شعار تھا اس سے حکومت کا کاروبار جاری تھا البتہ چند اللہ کے بندے اس کوشش میں بھی مصروف رہا کرتے تھے کہ بزرگوں کے خون کی کمائی ضائع نہ ہو جائے اور خاندان تیمور کا نام عیش اور عشق دوستی کے ہاتھوں مٹنے نہ پائے لیکن اختلافات و مغایرت کا وہ ناسور جو سلطنت کے جسم کو آہستہ آہستہ گھلا رہا تھا ابھی بس ہی رہا تھا کہ باہر سے اس کے جسم پر پھوڑے پڑنے لگے۔ نادر شاہ والیٔ ایران سندھ کو عبور کرکے دہلی تک آ پہنچا اور تخت طاؤس جیسی قیمت غیر مترقبہ کو جس کی شان و شوکت نے یورپ کے سیاحوں کی آنکھیں خیرہ کی تھیں اور دیگر خزانہ دولت مغلیہ کو جن میں انمول اور مشہور کوہ نور بھی تھا اپنے ساتھ لے کر ہندوستان سے چلا گیا۔

ایرانیوں کے اس حملے اور حکومت مغلیہ کی شکست سے دشمنوں کو کھل کھیلنے کا موقعہ مل گیا۔ پھر افغان آ نازل ہوئے راجپوتانے کے جنگجو راجپوتوں نے جو طوعاً و کرہاً سلطنت مغلیہ کے باج گزار بنے ہوئے تھے گردن اطاعت دفعتاً یک لخت آزاد کر لی۔ نو مشق سپاہیوں کی ایک جماعت روہیلکھنڈ پر قابض ہو بیٹھی سکھوں نے پنجاب میں سر اٹھایا جاٹوں نے جنگلوں کو تباہ و برباد کیا۔ ہندوستان کے مغربی ساحل کی پہاڑیوں کی بلندیوں سے پرجوش مرہٹے میدانوں میں اترے اور دہلی کے دروازوں تک جا پہنچے۔

اگرچہ شہنشاہ اورنگزیبؒ کے عہد حکومت میں ان مرہٹوں کے جوش کا دور اول تھا اور یہ احدیت مقصد کی وجہ سے متحد و متفق بھی تھے لیکن اس زمانے میں اس جوش اور عزیمت کے باوجود یہ میدانوں میں افواج مغلیہ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ شہنشاہ اورنگزیبؒ کے انتقال کے بعد جب تاج و تخت کیلئے جھگڑے شروع ہوئے تو انہیں اپنی طاقت میں اضافہ کرنے کی مہلت مل گئی۔ آخر یہ حالت ہو گئی کہ مرہٹوں کا نام سنکر باشندوں پر دہشت و ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ جو علاقہ ان کے زیر نگیں نہ ہوتا تھا ان کے حملوں اور ان کی غارتگری کا شکار ہوتا۔ ان کے ظلم و ستم سے یہاں کے باشندے کانپا کرتے تھے جہاں ان کے نقارے کی آواز کان میں پڑتی تھی دہقان بیچارے مصیبت کے مارے چاول کی بوری کاندھے پر دھر اہل بچوں کو ساتھ لے بچی کھچی متاع عزیز کمر سے باندھ

پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپتے۔ ڈاکو، بگڑا شیروں اور بھیڑیوں کے پاس جاتے اور انسان نما درندوں سے پناہ مانگتے تھے۔ ان کا ٹڈی دل لشکر سبزہ زاروں کو ویران کھیتوں اور فصلوں کو تباہ کر دیتا۔ بہت سے صوبے سالانہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کر کے اور ان کی غارتگری سے نجات پاتے۔ ان کے سردار پونا گوالیار، گجرات، برار اور تنجور میں موجود تھے۔ اگرچہ بادشاہ کہلاتے تھے مالک ملک و دولت بن گئے تھے لیکن اپنے آبا و اجداد کی ڈگر پر قائم تھے لوٹ مار کی عادت انہوں نے کبھی ترک نہیں کی۔ ان کی حکومت سمندر کے اس ساحل سے اُس ساحل تک جزیرہ نمائے ہند کے عین وسط میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے جیالے سوار ادھر دہلی تک پہنچتے تھے اُدھر کلکتہ تک لوٹ مار مچاتے تھے ان ہی کی غارتگری سے محفوظ رہنے کے لئے کلکتہ کے ارد گرد مشہور مرہٹہ خندق بنائی گئی تھی۔

امرائے دربار اپنے اقتدار میں اضافہ کے لئے ان غارتگروں سے دوستانہ تعلقات قائم کر لیتے تھے نیم خود مختار امراء جو مرکزی حکومت کی کمزوری کی وجہ سے صوبوں میں اپنی اپنی حکومت قائم کر بیٹھے تھے ان سے روابط رکھتے تھے اور علاقوں کی آمدنی کا چوتھائی حصہ اور سردیش مکھی یعنی دسواں حصہ بلکہ بعض اوقات ساٹھ فیصدی تک ادا کرنا قبول کر لیتے تھے تاکہ ان کی لوٹ مار سے نجات مل سکے اور وہ اپنی حکومت کو مضبوط اور مستحکم کر سکیں۔

اکبر اور اورنگزیب کے جانشین محض نام کے بادشاہ رہ گئے تھے امراء دربار بادشاہ پر قابو حاصل کرنے کے لئے سازشیں کرتے رہتے تھے اور بادشاہ ان کے نرغے سے نجات پانے کے لئے مرہٹوں سے ساز باز کرتے تھے انہیں چوتھ اور سردیش مکھی وصول کرنے کی اجازت عطا فرما دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ مرہٹوں کی افواج بھی امراء سے اختلاط اور روپے لینے کی وجہ سے بادشاہ کے خلاف برسرِ جنگ ہوتی تھیں اور کبھی بادشاہ سے رقوم خلعت اور سندات حاصل کرنے کے بعد اس کی حمایت میں شمشیر بکف ہوا کرتی تھیں۔

نہ محض بیرونی حملہ آوروں اور ملکی مخالفوں نے بلکہ خود اعیان و اکابر سلطنت نے وسیع و عریض مملکت مغلیہ کے حصے بخرے کر ڈالے۔ بظاہر تو یہ امرا بادشاہان دہلی کے تابع فرمان نظر آتے تھے بادشاہ کی خدمت میں تحائف اور پیشکش بھی بھیجتے رہتے تھے مسند نشینی کے وقت سند حکومت بھی حاصل کر لیتے تھے لیکن یہ سب کچھ محض اس لئے عمل میں آتا تھا کہ دربار شاہی سے تعلقات قائم رہیں اور مرکزی حکومت کے مضبوط ہو جانے پر انہیں گزند نہ پہنچے ورنہ حقیقت یہ تھی کہ یہ خود مختار ہو چکے تھے۔

ان تمام حوادث کے ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ پندرہویں صدی کے اواخر میں پرتگیز ہندوستان آ پہنچے تھے اور اس ارادے سے ہندوستان آئے تھے کہ یہاں مسیحیت کی تبلیغ کریں۔ چنانچہ انہوں نے تبلیغ مسیحیت کا کام شروع بھی کیا لیکن ناکام رہے۔ ناکامی ہوئی تو انہوں نے اپنی حکومت سے اس امر کی اجازت حاصل کی کہ تلوار کی دھار اور خنجر کی برش سے تبلیغ مسیحیت کریں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام امن و مصالحت پہنچانے کے لئے جدال اور تشدد سے کام لیں۔ ہندوستان کا بحری راستہ معلوم ہو جانے کے بعد یورپ کی مختلف اقوام نے ہندوستان کی تجارت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اس زمانے میں یورپ کے باشندے بہت پست حالت میں تھے۔ ہندوستانی صنعت کو کمال فروغ حاصل تھا ہندوستان میں بنا ہوا سامان علی الخصوص کپڑے اور یہاں کی اجناس خام یورپ میں ہاتھوں ہاتھ خریدی جاتی تھیں۔ اٹھارہویں صدی کے وسط تک ہندوستان کے سواحل پر فرانسیسیوں، انگریزوں اور پرتگیزوں کی بستیاں آباد ہو گئی تھیں انہوں نے تجارت کے لئے فرامین شاہی بھی حاصل کر لئے تھے لیکن یہ نہایت پُر امن سوداگر تھے اور ہندوستان کے سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے تھے البتہ اپنے کارخانوں کی محافظت کے لئے ہندوستانی سپاہ بھرتی کرتے تھے اور انہیں یورپ کے قواعد جنگ سکھاتے تھے ہندوستان کے باشندوں اور یہاں کے فرمانرواؤں کو خیال بھی نہیں آتا تھا کہ کبھی یہ پُر امن سوداگر ملک کے معاملات میں مداخلت شروع کر دیں گے۔

ملک کی حالت اور باہمی افتراق و انشقاق کو پیش نظر رکھ کر کوئی تو یہ کہتا تھا کہ مرہٹے ملک پر چھا جائیں گے اور ہندوستان پر ان ہی کی حکومت قائم ہو گی کسی کا خیال تھا کہ پھر مغربی دروں سے کوئی مَن چلا سلطان بہادر ہندوستان پر حملہ کرے گا اور ہندوستان میں پھر ایک مستحکم حکومت قائم ہو جائے گی۔ لیکن کسی بصیر اور صاحب دانش کے وہم و گمان تک میں نہ تھا کہ یورپ کے مٹھی بھر سوداگر جو اپنے ملک سے پندرہ ہزار میل کے فاصلے پر تجارت کرنے آئے ہیں کسی نہ کسی دن راس کماری سے ہمالیہ کی برفانی بلندیوں تک اور کشمیر و قندھار سے دریائے برہم پترا کے نہایت مشرق تک تمام ملک پر حکمراں ہوں گے۔

(باقی آئندہ)

جنرل نادر خاں



جو جہاز قیصر ہند کے ذریعہ افغانستان کی
خانہ جنگی کو ختم کرنے کے لئے واپس
اپنے وطن پہنچ گئے ہیں •

کوہستانی حسن



علاقہ تلو کی ایک عورت اپنے خاص لباس میں



ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب ایم ایل سی لاہور



بازیگروں کا جوڑہ









اخوت اسلامیہ

(حضرت مولانا غازی دل محمد صاحب کے انفراق پاش قلم سے)

ھو سمّٰکم المسلمین (قرآن)

دین خدا کی پکار

مسلمانوں کی دین اسلام سے بے رغبتی اور بے اعتنائی آج کسی تشریح یا توضیح کی محتاج نہیں رہی۔ باہمی بے اعتمادی کا اس قدر دور ہے کہ جب کوئی تحریک نیک نیتی اور اظہار حق کے لئے بھی مسلمان بھائیوں کے روبرو پیش کی جائے۔ تو وہ عموماً بے التفاتی کا شکار بنکر بے نتیجہ ہی رہتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فی زمانہ اکثر تحریکات خود غرضانہ آلائشوں کی آمیزش سے پاک بھی نہیں ہوتیں۔ محرکین کے پیش نظر ذاتی مقاصد، شہرت طلبی۔ یا حصول منفعت کا خیال ہوتا ہے۔ متعدد تلخ تجربات نے عام بدظنی اور بے اعتباری پیدا کر دی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ قوم کے اندر صحیح اور بے غرضانہ اسلامی اصولوں کی تلقین بھی بمشکل ہی کوئی مفید اثر پیدا کرتی ہے عام طور پر اسلامی بھائیوں نے دین بیضا کی طرف سے دل۔ کان اور آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اور تنذیر یا عدم تنذیر ان کے لئے برابر ہیں۔ سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون (قرآن شریف) کی صحیح حالت درپیش ہے۔ یعنی خواہ تو انہیں ڈرائے یا نہ ڈرائے۔ دونوں مساوی ہیں۔ کسی حالت میں وہ ایمان لانے کے نہیں۔ ایمان و ایقان کی حالت جب اس مرحلہ پر پہنچ جائے۔ تو حالت بڑی خطرناک سمجھی جاتی ہے

امراض قلب

یہ ظاہر ہے کہ جس طرح اجسام کو عوارض لاحق ہو جاتے ہیں اقوام کے قلوب بھی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ قرآن پاک کا اپنا ارشاد موجود ہے۔ فی قلوبھم مرضٌ فزادھم اللہ مرضا۔ (البقر) یعنی بے دین اور منافق لوگوں کے دلوں میں بیماری لاحق ہے۔ ان کی بے دینی اور منافقت کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان کا روگ بھی بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اصلاح حال کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اسی حالت کو قرآن نے اپنے الفاظ میں ختم اللہ علی قلوبھم فرمایا۔ یعنی خدا نے ان کی انتہائی غفلت اور عدم توجہی کی سزا میں ان کے لئے اصلاح کی گنجائش باقی نہیں رکھی یا یہ کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ اگر ہم دل سے اس کو مان لیں کہ خدا ہے۔ اور وہ جمیع خلائق کا کامل الاکمل مالک ہے۔ وہ ہدایت خلق کے لئے انبیاء اور مرسلین علیہم السلام مبعوث فرمایا کرتا ہے۔ اپنی طرف سے انہیں وحی فرماتا ہے تاکہ ہر قوم کے لئے سبیل نجات اور فلاح کے حصول میں موانع نہ رہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم حتی الامکان عقوبت الٰہی سے ڈر کر یا انعام الٰہی کے حصول کی خاطر خدا کی وحی پر عمل کرنے سے باز رہیں۔ چنانچہ جس کام کو ہم اپنے لئے دنیاوی طور پر منفعت خیز اور سفاندہ رساں یقین کرتے ہیں۔ اس پر دلیری اور بے خوفی سے عروج کرنے میں ہرگز نہیں ہچکچاتے۔ بہر امکانی سرعت اور کمال کوشش سے اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ کیا کوئی صحیح الدماغ شخص اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے۔

دین اسلام

کافر تو خدا کو مانتا ہی نہیں لیکن جو شخص خدا اور اس کے سلسلۂ وحی اور رسالت کو تو مان کر احکام الٰہیہ پر عمل نہ کرے۔ اس کے متعلق غور کرنا لازم ہے۔ دنیا میں کثیر التعداد مذاہب ہیں۔ اُن میں ایک دین اسلام بھی ہے وہ لوگ جو اسلام کے پیرو ہیں۔ وہ کیا مانتے ہیں۔ جہاں تک ہم کہہ سکتے ہیں۔ وہ خدا کی وحدانیت کا سب سے اول اعلان کرتے ہیں۔ آفرینش عالم انسانی سے لے کر جس قدر انبیاء علیہم خدا کی جانب سے مبعوث ہوئے۔ مجملاً یا مفصلاً سب پر یقین لاتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم کو سب نبیوں سے اخیر اور خاتم النبیین مانتے ہیں۔ نیز ان کا ایمان ہے کہ خلق کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے خداوند تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں پر وحی نازل فرماتا رہا ہے۔ یعنی نبیوں پر احکام الٰہیہ یا کتابیں خدا کی طرف سے نازل ہوتی رہی ہیں۔ خواہ ہم ان کتابوں یا صحیفوں کو جانتے ہوں یا اُن کے ناموں اور حکموں سے ناواقف ہوں نیز یہ کہ کتب الٰہی کے سلسلہ کو ختم کرنے والی کتاب کا نام قرآن پاک ہے۔ جو سب سے آخری نبی عرب محمد واحمد صلعم پر نازل ہوا۔ ملائکہ خدا اور انسان کے درمیان وسائط اور مخلوق الٰہی ہیں۔ قیامت یعنی یوم جزاء و سزا برحق ہے۔ انسان خدائے تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ اور حج عبادت الٰہی کے ارکان ہیں بغیر ان ارکان کی بجا آوری کے کوئی مسلم مومن نہیں بن سکتا۔ اسلام میں تقویٰ اور پرہیزگاری شرط ہے۔ یا یوں کہیئے۔ کہ اسلام کی بنیاد ہی تقویٰ پر استوار ہے۔

قرآنی ہدایات اور بشارات

قرآن پاک کی ہدایات و بشارات سے صرف وہی لوگ متمتع ہو سکتے ہیں۔ جو قرآن کے مقرر کردہ ارکان عبادت بجا لائیں۔ یعنی

نماز اور زکوۃ وغیرہ ادا کریں۔ سورۃ البقر کی ابتدائی آیات نے تفصیلاً مومن کے علامات بیان فرمادیئے ہیں۔ یعنی وہ متقی لوگ جو اللہ تعالیٰ پر غائبانہ ایمان لاتے۔ نماز قائم کرتے۔ اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ نیز جملہ کتب الہیہ اور انبیائے کرام پر ایمان لاتے ہیں اور یوم آخرت یعنی قیامت پر ان کو یقین ہے۔ یہی لوگ درحاصل ہدایت اور فلاح کے وارث ہیں۔ قرآن حمید نے مومنین کی ان علامات کو کثرت سے ذکر فرمایا ہے۔ اسی ذیل میں سورۃ النمل کی ابتدائی آیات بھی ملاحظہ کی جائیں۔ تلک آیت القرآن وکتاب مبین ہدی وبشری للمومنین الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ وھم بالاخرۃ ھم یوقنون ترجمہ۔ یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔ جو مومنوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔ (مومن وہ ہیں) جو نماز قائم کرتے۔ زکوۃ دیتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (قرآن حمید)

اسلام کو اختیار کرنے کا مقصد

اسمیں شک نہیں کہ ہم پیدائشاً مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں لیکن محض یہ وجہ ہمارے اسلام کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اسلام خالصۃً عمل سے وابستہ ہے۔ ہر فطرت گو پیدائشی طور پر مسلم ہے۔ لیکن بعد میں انسان کے طریق عمل پر اس کے دین کا مدار ہے۔ جو کوئی بھی مسلم رہنا چاہے۔ وہ ایک روحانی تجارت کی منڈی میں داخل ہوتا ہے۔ اور اس زمانہ اعمل مثلاً جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ تو دور کی باتیں ہیں۔ اسلام کی رسم اور چند ایک ابتدائی اصولوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ ان کو قائم کئے بغیر اسلام کے روحانی بیت التجارت میں داخلہ خدا کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ اسلام کو قبول کرنے کا حقیقی منشا یہ ہے کہ خدا کے احکام پر بہرصورت عمل کرنا ہوگا۔ خواہ ہماری ذاتی خواہشات رضامند ہوں یا خلاف۔ خدا کے سامنے ایک مذبوح کی طرح سر اطاعت خم کر دینا اسلام ہے اور یہی اُس لفظ کے معانی ہیں۔ کوئی ہوشمند انسان اُس پیشہ یا کاروبار کو کبھی پسند نہیں کرے گا جس میں اسکو نقصان پہونچے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کرکے اور قرآن کو اپنا دستور بنا کر عملاً اس سے انحراف کیا۔ وہ یقیناً قرآن کے حسب ذیل ارشاد کے ماتحت ہیں جو سورہ بقر کے شروع میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جو شخص اس سے انکار کرتا ہے۔ وہ عقل کا اندھا ہے۔

اولئک الذین اشتروا الضللۃ بالھدی فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین مثلھم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ماحولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمت لا یبصرون صم بکم عمی فھم لا یرجعون

ترجمہ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی پس انکی تجارت نے نفع نہ دیا۔ اور وہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے۔ انکی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ مثال اُس شخص کی جس نے آگ سلگائی۔ پھر جب اس آگ نے اپنے اردگرد کی چیزوں کو روشن کیا۔ اللہ ان کے نور کو لیگیا۔ اور اُن کو اندھیروں میں چھوڑ دیا۔ اور وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ بہرے ہیں۔ اندھے ہیں۔ گونگے ہیں۔ پس وہ رجوع نہیں کرتے۔

مذکورہ آیات پر مزید روشنی

جو شخص فطری اور استثنائی ہدایت کو ضائع کر دیتا ہے۔ وہ لازماً گمراہی میں داخل ہو جاتا ہے۔ دنیوی فائدہ اور خواہشات نفسانی کی تعمیل میں جب دین کو ترک کر دیا۔ اور ریا، ظلم، فریب اور ہر قسم کی بیہودگی میں اپنے آپکو غرق کر دیا۔ تو دنیا میں خائب اور دین میں خاسر رہا۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔ ایسے لوگ محض مصنوعی اور وضعی رنگ میں اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ اسلام کی روشنی اور اُس کے فوائد سے کماحقہ متمتع نہیں ہوتے۔ قرآن کے کسی ایک آدھ حکم پر دکھلاوے کے طور پر عامل ہوگئے۔ تو اسی کو کافی سمجھ لیتے ہیں۔ چونکہ وہ فطرت کے انعام سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ اس لئے اُن کی آنکھیں۔ کان اور دل بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کی روحانی تجارت بے فائدہ ہوتی ہے۔

اسلام بڑی برکت اور نعمت ہے

اگر دل کے پردوں کو کھول کر شرح صدر سے غور کیا جائے۔ تو اسلام ایک لازوال نعمت ہے۔ حقیقی انقلاب اگر کفر میں داخل ہوں۔ اور خاندانی اعداء اسلام میں شامل ہو جائیں۔ تو محض اسلام کے واسطے اغیار اپنے دلی دوست اور بھائی بن جاتے ہیں۔ کفر کی عداوتیں پل بھر میں زائل ہو جاتی ہیں۔ دنیا میں اتحاد کا ذریعہ کسی دین نے اسلام سے بڑھکر پیش نہیں کیا۔ اسلام اخوت کی مضبوط چٹان ہے۔ واحد خدا کے نیچے ہر اصول اسلام وحدانیت کا کامل نظارہ پیش کرتا ہے۔ تمام رسولوں کی یکساں عزت کرنا اسلام کا بے بہا اصول ہے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ یعنی مسلمان سب رسولوں کی ایک جیسی عزت کرتے ہیں۔ دین کا نام بھی ایک اور صرف ایک ہے۔ یعنی اسلام۔ ورضیت لکم الاسلام دیناً یعنی اللہ نے خوش ہو کر دین کا نام اسلام رکھا ہے۔ تاکہ مسلمان اپنے لئے اسی خدا کے مقرر کردہ نام کو اختیار کریں (قرآن شریف)۔ نماز بھی توحید کا نقشہ پیش کرتی ہے! سب راکعین اور ساجدین کو مجتمع کرتی اور ایک جماعت بناتی ہے روزہ۔ زکوۃ۔ اور حج سب توحید کا سبق دیتے ہیں۔

اسلام تفریق کا دشمن ہے

مسلمانوں کے تفرقات اور اختلافات کو دیکھکر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ قرآن کے حاملین اور علمبردار ہیں۔ کوئی مخالف اگر سوال کرے کہ فرقوں کی تقسیم کو قرآن نے ممنوع قرار دیا ہے۔ اور خدا کے مقبول دین کا نام اسلام رکھا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام خود قرآن میں موجود ہے۔ تو پھر کس اختیار سے یہ مسلمان کہلانے والے لوگ ۱۷ اپنے آپ کو حنفی۔ وہابی۔ اور احمدی وغیرہ کہتے ہیں۔ کیا یہ ظلم بھی قرآن

یا متفرق کردہ ہیں۔ جواب ظاہر ہے کہ سوائے ندامت اور تاویلات رکیکہ کے اور کچھ نہ ہوگا۔ نماز جو اجتماع اُمت کا اصل موجب ہے۔ اس پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ ہر مسجد ایک الگ دین کا نشان ہے۔ پیشوایان دین خدا اپنا دین بنے بیٹھے ہیں۔ مجال نہیں جو تفرقہ کو دور ہونے دیں۔ کوئی ایسی تحریک جو مسلمانوں کو ملانے والی ہوگی۔ اُن کے لئے سوہان روح سے کم نہ ہوگی۔ بیسیوں تدابیر ریاکارانہ اجتماع مسلمین کی کریں گے۔ لیکن اپنے فرقہ والوں کو ایک اینچ بھر بھی سرکنے نہ دیں گے۔ کاش وہ جانتے کہ اسلام میں تفریق لعنت ہے اور اس لعنت کے مقتدا وہ خود آپ ہی ہیں۔

عوام کی حالت

مقتدایان تفریق تو نلنے کے نہیں۔ عوام بھی بری طرح اُن کے آہنی پنجہ اور مضبوط گرفت میں مبتلا ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کوئی الگ خدائی فرمان نہیں۔ فرقہ ساز مشائخ کا ہر فرمان ہی قرآن ہے۔ وہ یہ تصور ہی نہیں کر سکتے۔ کہ یہ فرقہ ساز غلطی کے مرتکب بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ قرآن پر ان کو قاضی یا جج بنائے بیٹھے ہیں۔ گویا قرآن ان کی ہر حرکت اور ہر اشارہ کا تابع فرمان ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اے نادانوں۔ اسلام کا پہلا اور بنیادی حکم ہی یہ ہے۔ کہ میں ہی خدا کا دین ہوں۔ اگر مجھ میں داخل ہوتے ہو۔ تو سب داخل ہونے والے میرے نام اور کام کو اختیار کرلیں۔ اور سچے مسلم یعنی مومن بنکر بنیان مرصوص کا نظارہ پیش کریں۔ لیکن ہائے ماتم کہ ذرا بنیان مرصوص کی اینٹوں کو تو دیکھو۔ ایک سے دوسری بالکل الگ ہے۔ اگر ایک مشرق میں پڑی ہے تو دوسری مغرب میں۔ غرض یہ ہے اس دین کی حالت جس کا حکم تھا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ٥ یعنی خدا کی رسی (دین اسلام) کو ملکر مضبوطی سے تھام لو۔ خدارا اگر ملکر مضبوطی سے پکڑنا ہی ہے۔ تو متفرق ہونا کیا ہوتا ہو اے عزیزو خدارا غور کرو

نبی اسلام صلوات اللہ علیہ کا دین

قرآن نے جہاں کہیں نبی اسلام صلعم کو تاکید فرمائی۔ یہی زور دیا کہ تو کہدے کہ میں مسلم ہوں۔ کیا حنفی وہابی وغیرہ کے اسمائے معاذ اللہ خدا واقف نہ تھا۔ اگر ان اسماء میں کوئی خیر اور خوبی ہوتی۔ تو کیوں نہیں اسلام کے ساتھ مقرر فرما دیا ہوتا۔ سنئے بلدۃ الحرام یعنی کعبہ کا رب اپنے رسول مقبول صلعم کو کیا ارشاد فرماتا ہے۔ انما امرت ان اعبد رب ھذہ البلدۃ الذی حرمھا ولہ کل شیء وامرت ان اکون من المسلمین ٥ ترجمہ۔ مجھکو تو یہی حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں اس گھر کے رب کی عبادت کروں جس نے اس کو عزت دی۔ اور اسی کے واسطے ہر شے ہے۔ اور مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں (فرمانبرداروں) میں سے ایک مسلم بن جاؤں (قرآن) اب کوئی ہمیں بتائے کہ یہ قرآنی حکم اس زمانہ کی اُمت اسلامیہ کے لئے بھی واجب العمل ہے۔ یا بقول احمقوں اور نادانوں کے منسوخ ہو چکا ہے۔ اگر یقین کرتے ہو کہ قرآن کا ہر حکم واجب التعمیل ہے تو کیوں اغماض اور اعتراض کرتے ہو اس حکم پر غور کرو تو اس کے اندر ایک بشارت ہے۔ وہ رب جس نے کعبہ کو حرمت اور عظمت بخشی۔ اور وہ ہر ہر چیز کا حقیقی مالک ہے۔ وہ ان لوگوں کو جو خدا کے فرمان کے ماتحت بجائی سے بلا شرکت غیرے اپنا نام مسلم رکھتے اور دین اسلام کی حقیقتوں کو قبول کرتے ہیں عظیم سلطنت بخشنے کا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اور اسمعیل علیہ السلام کی دعا یہی تھی۔ کہ اے خدا ہماری اولاد میں سے اس سرزمین میں اپنا ایک عظیم الشان مسلم رسول صلعم پیدا فرما۔ اور اس کی امت کو امت اسلامیہ بنا۔ اے برادران اسلام۔ کیا آپ بھی ہماری تصدیق فرمائیں گے۔ یہ در اصل ہماری تائید تو نہیں۔ قرآن مجید کی تائید اور تصدیق ہے خدارا اپنے اقدام عمل سے اعلان فرمائیں۔ کہ آپ صرف مسلم ہیں۔ اسلام آپ کا دین ہے۔ احمدیت حنفیت اور وہابیت کو آپ سے کوئی تعلق نہیں یہ آپ کا قول منزل ہوگا۔ عمل کام یہ ہے کہ ملکر سب مسلمان اکٹھے نمازیں ادا کریں۔ اور اخوت اسلامیہ کو مستحکم کریں۔ وباللہ التوفیق

تاریخ اسلام

تاریخ رسالت کا ایک ورق

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از مورخ اسلام مولانا مولوی محمد عبد الرزاق صاحب مولف البرامکہ وغیرہ)

خطبہ خم غدیر

۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ

(۱) اما بعد! الا ایھا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی	حمد و ثنا کے بعد! اے لوگو میں بھی بشر ہوں ممکن ہے کہ میرے پاس خدا کا قاصد (فرشتہ موت) بہانے اسے جو موت قبول کرنا پڑے. میں تم لوگوں میں دو بھاری چیزیں چھوڑ جاتا ہوں ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے اس لئے تم خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں جن کے

معاملہ میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں (یہ آخری جملہ آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا)

(۲) وانی مسئول وانکم مسئولون فما انتم قائلون	اور خدا کے ہاں میں بھی اور تم بھی پوچھے جاؤ گے تو تم کیا جواب دو گے؟
(۳) قالوا نشھد انک قد بلغت وجھدت ونصحت فجزاک اللہ خیرا	صحابہ نے جواب دیا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پیغام کی تبلیغ اور نصیحت کی خدا وند کریم آپ کو جزائے خیر دے.
(۴) فقال صلی اللہ علیہ وسلم الیس تشھدون ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وان جنتہ حق ونارہ حق وان الموت حق وان البعث حق بعد الموت وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبور قالوا بلی نشھد بذلک قال اللھم اشھد.	اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات کی شہادت نہیں دیتے ہو کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے اور جنت و دوزخ اور موت حق ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا بھی حق ہے اور قیامت آنیوالی ہے جس میں کچھ شک نہیں ہے اور جو قبروں میں ہیں خدا ان کو اٹھائے گا؟ لوگوں نے کہا ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں. آپ نے فرمایا کہ اے خدا تو گواہ رہنا.
(۵) ثم قال الست اولیٰ بکم من انفسکم قالوا نعم تجیبونہ	پھر فرمایا کیا میں لوگوں سے افضل نہیں ہوں (دین مرتبہ) اور سب نے اقرار کیا؟
(۶) ورفع صلی اللہ علیہ وسلم	اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ید علی کرم اللہ وجھہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ	نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جسکو میں محبوب ہوں ایسے ہی علی بھی محبوب ہو چاہیئے. خداوندا جو علی سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ.

یہ وہ مختصر الفاظ (مندرجہ نمبر ۲ بیدہ) ہیں جن سے امیر المومنین حضرت علی کی علو شان کا اندازہ ہوتا ہے جسوقت یہ خطبہ دیا گیا ہے ائمہ امامیہ[a] کی روایت کے مطابق آنحضرت کے سامنے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی جمع تھے اور سیرت حلبی کی روایت کے مطابق صرف تیس اصحاب تھے کیونکہ روانگی مکہ کے وقت آنحضرت نے جملہ قبائل کو رخصت کر دیا تھا.

رسول اللہ کے اس ارشاد سے جو اعتراض حضرت علی پر کیا جاتا تھا وہ اٹھ گیا اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت کو اپنے برادر عزیز سے کس قدر محبت تھی چنانچہ حضرت عمر فاروق نے اسی وقت حضرت علی کو مبارکباد دی اور عمرو بن العاص نے جوش محبت سے اشعار ذیل تہنیت میں پیش کئے جن کی نسبت صاحب ناسخ التواریخ[b] لکھتا ہے کہ وہ منافقانہ تھے.

بآل محمد عرف الصواب	آل محمد میں نیکی کا ہر علامت ظاہر و عیاں ہے.
وفی ابیاتھم نزل الکتاب	اور انہیں کے گھروں میں خدا کی کتاب نازل ہوئی
ولاسیما ابو حسن علی	خصوصاً ابو حسن حضرت علی بن کا میدان جنگ
لہ فی الحرب مرتبۃ تھاب	میں وہ درجہ ہے کہ دشمن کانپ اٹھتا ہے.
علی الدر والذھب المصفیٰ	حضرت علی تو موتی اور خالص سونا ہیں
وباقی الناس کلھم تراب	اور تمام آدمی ان کے مقابلہ میں مٹی ہیں.
ھو البکاء فی المحراب لیلا	حضرت علی راتوں کو محراب مسجد میں رونیوالے
ھو الضحاک اذا اشتد الضراب	اور معرکہ کارزار میں بڑے ہنسنے والے ہیں

حضرت بریدہ سلمی جن کی شکایت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ دیا تھا ان کے تمام شکوک رفع ہو گئے اور مرتے دم تک حضرت امیر المومنین کے دوست رہے. حتی کہ جنگ جمل میں اپنی جان بھی حضرت علی کی حمایت میں قربان کر دی.

خم غدیر کے خطبہ کی صرف اسی قدر اصلیت ہے جو ہم نے درج کی لیکن علمائے طبقہ امامیہ اس خطبہ سے حضرت علی کی مستقل خلافت و امامت پر استدلال کرتے ہیں. اور یہ ایک طویل تاریخی بحث ہے جس کی تفسیر کا یہاں موقع نہیں. ممالک ایران میں اس خطبہ کی یادگار میں ۱۸ ذی الحجہ کو عام خوشی منائی جاتی ہے اور لوگ روزہ رکھتے ہیں جس کا اجر پانچسل

[a] ناسخ التواریخ جلد اول صفحہ ۵۱۳

[b] ناسخ التواریخ جلد اول صفحہ ۵۱۳

کے روزوں کے برابر جاتا ہے۔

واپسی مدینہ ناسخ التواریخ کی روایت ہے کہ خم غدیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن قیام فرمایا اس کے بعد قافلہ مبارک مدینہ طیبہ کو روانہ ہوا اور ذوالحلیفہ میں پہونچکر آنحضرت نے تمام شب قیام فرمایا۔ صبح کو طلوع آفتاب کے بعد ذوالحلیفہ سے روانہ ہوئے اور جب سواد مدینہ نظر آیا تو آنحضرت یہ دعا پڑھتے ہوئے تقریباً ۱۴ یا ۱۵ ذی الحجہ کو براہ معرس داخل مدینہ ہوئے۔

اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد و ھو علی کل شیئ قدیر۔ آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہٗ ونصر عبدہٗ و ھزم الاحزاب وحدہ	خدا بزرگ و برتر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کوئی اس کا شریک نہیں بس اسی کی بادشاہت ہے۔ اسی کے لئے حمد و ستائش ہے وہ ہر بات پر قادر ہے۔ ہم واپس آرہے ہیں توبہ کرتے ہوئے فرمانبردارانہ زمین پر پیشانی رکھکر اپنے پروردگار کی حمد و ستائش میں مصروف ہوکر۔ خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندے کی نصرت کی اور تمام قبائل کو شکست دی۔

سنہ ھ کے واقعات میں یہ بھی ایک مشہور واقعہ ہے کہ اسلام کے قدیم دشمن ابو عامر راہب نے قیصر ہرقل کی پناہ میں انتقال کیا اور اسی سال آیت استیذان نازل ہوئی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ ایکدن دوپہر کے وقت رسول اللہ نے مدلج بن عمرو انصاری کو حضرت عمرؓ کی طلبی کے لئے بھیجا حضرت عمرؓ اسوقت سو رہے تھے۔ مدلج انصاری بلا اجازت گھر کے اندر چلے گئے اور حضرت عمرؓ کی آنکھ کھل گئی۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں ہمارے بزرگوں بیٹوں بھائیوں اور غلاموں کو بلا اجازت گھر کے اندر نہ آنا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ خدمت رسول صلعم میں حاضر ہوئے تو اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایھا الذین آمنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلٰث مرٰت ط من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ ومن بعد صلوٰۃ العشاء ط ثلٰث عورٰت لکم ط لیس علیکم ولا علیھم جناح بعدھن ط طوافون علیکم بعضکم علی بعض کذالک یبین اللہ لکم الآیٰت والله علیم حکیم (سورہ نور۔ پارہ ۱۸ رکوع ۸)	ایمان والو! تمہارے غلاموں اور ان لڑکوں کو جو حد بلوغ تک نہیں پہنچے تم سے ان تین وقتوں میں اجازت لے کر آنا چاہیئے۔ صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جبکہ تم اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہاری پردہ کے ہیں ان وقتوں کے بعد نہ تم پر کچھ گناہ ہے اور نہ ان پر کہ ایک دوسرے کے پاس آیا جایا کرتا ہے جو آتے جاتے اللہ اپنے احکام اس طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خبردار حکمت والا ہے۔

ختم شد

—(※)—

سلہ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۔ سلہ زرقانی صفحہ ۲۵۲ جلد ۸
سلہ الخمیس صفحہ ۱۷۰ جلد ۲

دنیائے مستور

(عزیز حسن بقائی)

مجھے کس قدر ہنسی آتی ہے، اور پھر کس قدر افسوس ہوتا ہے جب میں نوجوان لڑکوں اور نئی نویلی دلہنوں کو جن کے بیاہ کو ابھی مشکل سے چار چھ مہینے گزرے ہوں آپس میں لڑتے جھگڑتے دیکھتی ہوں، اور مجھے کیسا غصہ آتا ہے جب صاحبزادے صاحب بڑے غصہ کے ساتھ بوڑھی ماں سے یہ فرماتے ہیں کہ "امی جان آپ نے میری شادی کر کے مجھے مصیبت میں ڈال دیا، ایسی بیوقوف اور ایسی بدتمیز لڑکی کے ساتھ بھلا میری گذر کیونکر ہو سکتی ہے"۔ یا جب صاحبزادی صاحبہ منہ بسور کر اور آنکھوں میں آنسو بھر کر یہ کہتی ہیں کہ "انکا مزاج تو ہر وقت عرش معلی پر رہتا ہے، میں لاکھ کوشش کرتی ہوں کہ کسی طرح وہ مجھ سے خوش رہیں مگر میری ایک نہیں چلتی، دنیا بھر کے مرد جو اگر ایسے ہی غضیل ہوا کریں تو عورتیں تو بیچاری سب ہی مر جائیں"۔

جوان بیٹے اور جوان بیٹی کی زبان سے یہ شکایتیں سنکر مجھے اپنا وہ زمانہ یاد آجاتا ہے کہ جب میں خود نوجوان تھی، اور جب اللہ بخشے ابا جان نے اماں جان کی مرضی کے خلاف ان بچوں کے والد کے ساتھ میرا بیاہ کر دیا تھا۔ مجھے خود بھی یہ بات کچھ بہت اچھی نہیں معلوم ہوئی تھی کہ اماں جان کے منع کرنے کے باوجود ابا جان میرا بیاہ اُن کے ساتھ کر دیں کیونکہ میں سمجھتی تھی جسطرح ہر لڑکی سمجھتی ہے کہ اماں جان میرا بھلا چاہتی ہیں اور ابا جان کو اس سے کچھ مطلب نہیں ہے کہ میرا گذارہ کیونکر ہوگا۔ انہوں نے تو بس یہ دیکھ لیا کہ لڑکا شریف خاندان ہے، پڑھا لکھا ہے، اور جائداد کا مالک ہے۔ جسطرح دنیا جہان کی لڑکیاں سمجھتی ہیں میں بھی یہی سمجھتی تھی اور یہی توقع رکھتی تھی کہ میاں صبح سے شام تک روز میری اداؤں پر صدقے قربان ہوا کریں گے، اور انہیں میرے ناز اٹھانے کے سوا دنیا میں کوئی اور کام نہ ہوگا۔ میں یہ بھی سمجھتی تھی کہ یہ میرا بالکل جائز حق ہے کہ میرا خاوند اپنی اماں اور اپنی بہن، غرضکہ اپنے تمام رشتہ داروں سے زیادہ مجھے چاہے اور پہلے گھر میں قدم رکھتے ہی میں گھر کی ملکہ بن جاؤں۔ مجھے یہ سکھا پڑھا بھی دیا گیا تھا کہ میں اپنے خاوند سے ہر بات میں دبا نہ کروں کیونکہ اس طرح شروع شروع میں اگر میں دب گئی تو عمر بھر دبا رہنا پڑیگا اور اگر اسوقت خاوند کو دبا لیا تو پھر وہ عمر بھر غلام رہیگا۔

جہانتک یاد پڑتا ہے کچھ ایسے ہی خیالات اور کچھ اسی قسم کی توقعات دل میں لئے میں نے سسرال میں قدم رکھا تھا۔ دس پانچ دن تو خیر ہنسی خوشی گذر گئے، اور مجھے واقعی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ "وہ" میری ایک ایک ادا پر جان دیتے ہیں، اور ساس نندیں بھی سب میری خدمت کرنی اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتی ہیں، مگر چند ہی روز بعد مجھے کچھ فرق سا معلوم ہوا، اور میں سچ کہتی ہوں کہ مجھے یہ فرق بہت ہی برا معلوم ہوا میرے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے یہ دیکھا کہ اب نہ ساس کو میری اتنی پرواہ ہے نہ نند کو، اور ماں بیٹے میں بھی کچھ چپکے چپکے باتیں ہوا کرتی ہیں اور بیٹے کی نگاہیں کسی قدر پھری پھری سی ہیں۔ ویسے تو میں "ان" سے اچھی طرح بول چال لیا کرتی تھی اور بس فقط اتنا ہی خیال رکھا کرتی تھی کہ اپنی محبت "ان" پر ظاہر نہ کروں تاکہ پھر وہ مجھ پر شیر نہ ہو جائیں، مگر جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میری تیوریوں میں بھی بل پڑ گئے، اور میں نے سوچا کہ میں کچھ کسی کی لونڈی باندی تو ہوں نہیں کہ میری طرف سے ایسی بے پروائی برتی جائے اس لئے میرے برتاؤ میں بھی بہت کچھ فرق آگیا ساس نندوں سے تو دن دن بھر کلام کرنے کی بھی نوبت نہ آتی تھی اور "ان" سے بھی بس اتنا ہی بولتی چالتی تھی کہ "انہوں" نے کوئی بات پوچھی تو منہ پھیر کر روکھا پھیکا سا جواب دیدیا۔

مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ جس طرح مجھے میری سہیلیوں نے سکھا پڑھا دیا تھا اسی طرح ان کے یار دوستوں نے انہیں بھی خوب سبق دیئے تھے اور ہوشیار کر دیا تھا کہ کہیں شروع شروع میں بیوی سے دب نہ جانا اس لئے اگرچہ انہیں میرا پھولا پھولا رہنا برا تو بہت معلوم ہوتا تھا اور چاہتے تھے کہ سبب پوچھیں، مگر کبھی نہ پوچھا اور آہستہ آہستہ بول چال میں کمی ہوتی گئی اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اب دو دو دن بات چیت کئے بغیر گذر جاتے تھے۔ میرا جی اس لئے بھی کڑھتا تھا کہ مجھے سچ مچ "ان" سے محبت سی ہو گئی تھی اور اس لئے بھی کہ میں سمجھتی تھی کہ اس حالت سے "انہیں" بھی تکلیف پہنچ رہی ہے، اور "انہیں" تکلیف دینا مجھے اچھا نہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر اب میں کرتی بھی تو کیا کرتی۔ یہ تو مجھ سے ہو نہیں سکتا تھا کہ خواہ مخواہ ہاتھ جوڑ کر "ان" کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور کہتی کہ خدا کے لئے میرا قصور معاف کر دو۔ جب کبھی ایسا خیال آتا بھی تھا تو میں سوچتی تھی کہ آخر میرا قصور ہے بھی کیا جو میں معافی مانگوں۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ "ان" کی بھی بالکل یہی حالت تھی اور وہ بھی اگرچہ دل سے چاہتے تھے کہ وہی پہلے کا سا پیار محبت کا برتاؤ پھر شروع ہو جائے مگر اپنی طرف سے پہل کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

ایک دن میں نے ایک کتاب میں یہ کہانی پڑھی کہ ایک دریا پر ایک پتلے سے تختے کا پل بندھا ہوا تھا اور بس وہ اتنا چوڑا تھا کہ ایک وقت میں ایک ہی آدمی یا جانور اسپر سے گزر سکتا تھا۔ اتفاق سے ایک بکرا اس کنارے سے اس پل پر چلا اور ایک دوسرے کنارے سے اس طرف آنے کے خیال

سے روانہ ہوا۔ بیچ پل پر دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی مگر اب مصیبت یہ تھی کہ اس تختے پر اتنی جگہ بھی نہ تھی کہ دونوں میں سے ایک گھوم کر الٹا چلا آئے تھوڑی دیر تو دونوں کھڑے رہے اور پھر ان میں سے ایک اسی تختے پر لمبا لمبا لیٹ گیا دوسرا بکرا اس کے اوپر پاؤں رکھکر گزر گیا اور پھر یہ بھی اٹھکر کھڑا ہو گیا اور دونوں مزے سے اپنے اپنے راستے پر چلے گئے۔ اسی تختے کے پل پر تھوڑی دیر بعد پھر دو بکرے آمنے سامنے سے آکر بیچ میں رکے مگر یہ دونوں ضدی اور بے وقوف تھے اور ان میں سے ہر ایک یہ کوشش کرنے لگا کہ دوسرے کو ہٹا کر اپنے لئے راستہ نکالے۔ ذرا سا تختہ، اسپر بکروں کی لڑائی شروع ہوئی تو ذرا سی دیر میں دونوں کے دونوں دریا میں گر گئے اور کہیں سے کہیں بہ گئے۔ اس کہانی کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا اور میں نے سوچا کہ یہ تو ہو بہو ہم دونوں کی حالت کا نقشہ ہے۔ ہم دونوں زندگی کے اتھاہ سمندر میں محبت کے پل کے تختے پر آمنے سامنے آکر مل گئے اور اب ہم دونوں کی یہی کوشش ہو رہی ہے کہ دوسرے کو گرا کر اس کے اوپر سے خود گزر جائیں اور اس کا نتیجہ صرف یہی نکلیگا کہ دونوں کی زندگیاں اس سمندر میں گر کر تباہ ہو جائینگی ہم نے ایک دوسرے کو دھکیلنا شروع کر دیا ہے اور اب صرف ہمارا گر کر ڈوب جانا باقی ہے۔

اس خیال کا آنا تھا کہ میرا دل کانپ گیا، اور میری روح اندر سے لرز اٹھی۔ میں نے سوچا کہ قمر زمانی یہ تو وہ جگہ ہے کہ جہاں جو پہلے دبے اور دوسرے کو راستہ دے وہی زیادہ عقلمند، نیک، اور بہادر ہے، اور کمبخت تو یہ چاہتی ہے کہ خود نہ دبے اور "انہیں" دبائے۔ میں یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اتنے میں وہ آگئے۔ ایک بے اختیاری کے عالم میں میں نے اٹھکر ان کے گلے میں باہیں ڈالدیں اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ "ان" کا بھی دل بھر آیا اور انکی آنکھوں سے بھی آنسو گرنے لگے میں نے پوچھا تم کیوں خفا ہو۔ انہوں نے تعجب سے کہا کہ میں خفا ہوں یا تم خفا ہو، تم بتاؤ کہ تم کیوں ناراض ہو میں۔ کیا سچ مچ تم مجھ سے خفا نہیں ہو۔

میں تو تم سے کبھی خفا نہیں ہوا تھا یہکر انہوں نے مجھے سینے سے لگالیا اور وہ دن ہے اور آج کا دن کہ ہم دونوں میں کبھی کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی رنجش کی نہیں ہوئی ہے۔ یہ نوجوان کمبخت اتنا نہیں سمجھتیں کہ ماں باپ کے گھر سے جو لڑکیاں آتی ہیں وہ "اچھی بیٹیاں" ہی ہوتی ہیں اور ہو سکتی ہے انہیں اچھی بیویاں بنانا خود خاوندوں کا کام ہے۔ اسی طرح "اچھے خاوند" بھی بنے بنائے اور گھڑے گھڑائے کہیں نہیں ملتے انہیں بنانا اور گھڑنا پڑتا ہے۔ اور میں تو سو باتوں کی ایک بات جانتی ہوں کہ جو پہلے تکلیف اٹھائیگا وہی عیش کر سکتا ہے اور جو پہلے دن سے عیش کرنا چاہتا [illegible]

طیبات

(از جناب مولانا زاہد القادری صاحب)

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن والد ماجد کی خدمت میں حاضر تھا حضرت نے مجھے مخاطب کیا اور ارشاد فرمایا:۔

یَا بُنَیَّ اِحْفَظْ عَنِّیْ اَرْبَعًا وَّاَرْبَعًا قَالَ وَمَا هُنَّ یَا اَبَتِ قَالَ اَحْسَنُ الْمَتَاعِ الْاِیْمَانُ وَاَحْسَنُ الْغِنَاءِ الْعَقْلُ وَاَکْبَرُ الْفَقْرِ الْحُمْقُ وَاَوْحَشُ الْوَحْشِ الْعُجْبُ وَاَکْرَمُ الْکَرَمِ حُسْنُ الْخُلُقِ وَاَنَا اَقُوْلُ لَکَ اِیَّاکَ وَمُصَاحَبَةَ الْاَحْمَقِ فَاِنَّهٗ یُرِیْدُ اَنْ یَّنْفَعَکَ فَیَضُرُّکَ وَمُصَاحَبَةَ الْکَذَّابِ فَاِنَّهٗ یُقَرِّبُ عَلَیْکَ الْبَعِیْدَ وَیُبَعِّدُ عَلَیْکَ الْقَرِیْبَ وَاِیَّاکَ وَمُصَاحَبَةَ الْبَخِیْلِ فَاِنَّهٗ یَخْذُلُکَ بِالْبُخْلِ وَاِیَّاکَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاسِقِ فَاِنَّهٗ یَقُوْلُ لَکَ لِلْفِسْقِ۔

(تاریخ الخلفا، جلد اول)

اے فرزند! میری آٹھ نصیحتیں ہمیشہ یاد رکھنا میں نے کہا وہ کیا نصیحتیں ہیں؟ فرمایا بہترین متاع ایمان ہے اسکی حفاظت کرنا اور بہترین غذا عقل ہے۔ اور بدترین مصیبت بیوقوفی ہے اور خودنمائی وحشت انگیز ہے۔ اور بہترین عمل حسن سلوک اور حسن خلق ہے۔ اور میں تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ ہمیشہ احمق آدمی کی صحبت سے پرہیز کر کیونکہ بظاہر وہ تجھے فائدہ پہونچانے کی سعی کریگا لیکن ضرر پہونچائیگا اور جھوٹے آدمی کی صحبت سے بچ کیونکہ وہ دُور کو تجھ سے نزدیک اور نزدیک کو دور بتلائیگا اور بخیل کی صحبت سے پرہیز کر کیونکہ وہ اپنے بخل سے تجھے نقصان پہونچائیگا اور فاسق آدمی کی صحبت سے پرہیز کر کیونکہ وہ تجھ سے بُری باتیں کہیگا اور تجھے برائیوں کی طرف مائل کریگا اور فسق و فجور میں مبتلا کر دیگا۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن طائف کے چند تاجر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عافیت دریافت کرتے رہے پھر خواہش ظاہر کی کہ نصیحت کیجئے حضرت نے فرمایا:۔

لَا خَیْرَ فِیْ صَلٰوةٍ لَّا خُشُوْعَ فِیْهَا وَلَا خَیْرَ فِیْ صَوْمٍ لَّا اِمْتِنَاعَ فِیْهِ عَنِ اللَّغْوِ وَلَا خَیْرَ فِیْ قِرَاءَةٍ لَّا تَدَبُّرَ فِیْهَا وَلَا خَیْرَ فِیْ عِلْمٍ لَّا وَرَعَ فِیْهِ وَلَا خَیْرَ فِیْ مَالٍ لَّا سَخَاوَةَ فِیْهِ وَلَا خَیْرَ فِیْ اُخُوَّةٍ لَّا حِفْظَ فِیْهَا وَلَا خَیْرَ فِیْ نِعْمَةٍ لَّا بَقَاءَ لَهَا وَلَا خَیْرَ فِیْ دُعَاءٍ لَّا اِخْلَاصَ فِیْهِ وَلَا خَیْرَ فِیْ مَوْعِظَةٍ لَّا صِدْقَ فِیْهَا وَلَا خَیْرَ فِیْ اَمْرٍ لَّا تَوَکُّلَ فِیْهِ

(نور الابصار جلد سوم)

اس نماز میں کوئی بھلائی نہیں جس میں عاجزی اور فروتنی نہ ہو۔ اور اس روزے میں کوئی بہتری نہیں جس میں لغو باتوں سے اجتناب نہ ہو اور اس تلاوت میں کوئی خوبی نہیں جس میں غور و فکر نہ ہو اور اس علم میں کوئی خوبی نہیں جس میں خوف خدا نہ ہو اور اس مال میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ پرہیزگاری نہ ہو۔ اور اس مال میں کوئی بھلائی نہیں جس سے سخاوت نہ کی جائے اور اس اخوت میں کوئی بہتری نہیں جسمیں حقوق کی حفاظت نہ ہو۔ اور اس نعمت میں کوئی بھلائی نہیں جسکو بقا نہ ہو اور اس دعا میں کوئی بہتری نہیں جسمیں خلوص نہ ہو اور اس وعظ میں کوئی بھلائی نہیں جو صدق کے ساتھ نہ ہو اور اس کام میں کوئی بہتری نہیں جسمیں خدا پر بھروسہ نہ کیا جائے۔

حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن حضرت علیؓ کے سامنے ایک قبیلے کے سرداروں کی جہالت اور طمع پرستی اور بخیلی اور خود رائی اور ریاکاری کی شکایت کی حضرت نے اظہار افسوس کیا اور فرمایا:۔

لَوْلَا خَمْسُ خِصَالٍ لَصَارَ النَّاسُ کُلُّهُمْ صَالِحِیْنَ اَوَّلُهَا الْقَنَاعَةُ بِالْجَهْلِ وَالْحِرْصُ عَلَی الدُّنْیَا وَالشُّحُّ بِالْفَضْلِ وَالرِّیَاءُ فِی الْعَمَلِ وَالْاِعْجَابُ بِالرَّاْیِ۔

(منبہات ابن حجر عسقلانی)

اگر پانچ خصلتیں نہ ہوتیں تو ساری دنیا نیک ہوجاتی اور تمام آدمی راستباز بن جاتے۔ وہ پانچ خصلتیں یہ ہیں جہل کیساتھ قناعت کرنا اور دنیا کی چیزوں پر حرص کرنا اور زندگی کے ساتھ بخل کرنا اور دکھلانے کے لئے کام کرنا اور اپنی ہی رائے کو پسند کرنا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:۔

یَا اَهْلَ الْعِلْمِ! اعْمَلُوْا بِهٖ فَاِنَّمَا الْعَالِمُ مَنْ عَلِمَ وَعَمِلَ اِعْلَمُوْا اَنَّ الْعِلْمَ بِلَا عَمَلٍ لَیْسَ بِشَیْءٍ وَاِنِّیْ سَیَکُوْنُ اَقْوَامٌ یَحْمِلُوْنَ الْعِلْمَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ وَیُخَالِفُ سَرِیْرَتُهُمْ عَلَانِیَتَهُمْ وَیُخَالِفُ عَمَلُهُمْ عِلْمَهُمْ

(تاریخ الخلفا، جلد اول)

اے علم والو! اپنے علم پر عمل کرو، یاد رکھو عالم وہ ہے جس نے علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اور وہ علم بے حقیقت ہے جس پر عمل نہ کیا جائے۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ عنقریب ایسے اشخاص پیدا ہونگے جو علم حاصل کریں گے لیکن وہ علم ان کے حلق سے نیچے نہیں اتریگا اور ان کا باطن ان کے ظاہر کے خلاف ہوگا اور ان کے اعمال ان کے علم کے برعکس ہوں گے۔

(۴)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے والد ماجد کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور واقعۂ خیبر کے حالات دریافت کر رہا تھا اتنے میں قبیلۂ سعد کے چند ممتاز اشخاص آئے اور انہوں نے اپنے قبیلے کے حالات بیان کئے اور درخواست کی کہ ہمیں کچھ نصیحت کیجئے۔ حضرت نے فرمایا:۔

اَلْبُهْتَانُ عَلَی الْبَرِیْءِ اَثْقَلُ مِنَ الْجِبَالِ وَالْحَقُّ اَوْسَعُ مِنَ الْاَرْضِ وَقَلْبُ الْقَانِعِ اَغْنٰی مِنَ الْبَحْرِ وَقَلْبُ الْمُنَافِقِ اَشَدُّ مِنَ الْحَجَرِ وَالسُّلْطَانُ الْجَائِرُ اَحَرُّ مِنَ النَّارِ وَالْحَاجَةُ اِلَی اللَّئِیْمِ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَالصَّبْرُ اَمَرُّ مِنْ سُمِّ الشِّیْمِ۔

(منبہات ابن حجر عسقلانی)

بے گناہ آدمیوں پر بہتان باندھنا پہاڑوں سے زیادہ ثقیل ہے۔ اور حق بات زمین سے زیادہ وسیع ہے اور قناعت کرنیوالے کا دل دریا سے زیادہ غنی ہے۔ منافق کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہے اور ظالم فرمانروا آگ سے زیادہ گرم ہے اور بخیل آدمی کے پاس حاجت لیجانا برف سے زیادہ سرد ہے اور صبر کرنا زہر سے زیادہ تلخ ہے اگر اس تلخی کو برداشت کر لیا جائے تو اس کا نتیجہ شہد سے زیادہ شیریں ہے۔



مشاہیر وطن



پیکر عمل حضرت مولانا کشفی شاہ صاحب نظامی

(عزیز حسن بقائی)

آپ کے جد امجد (آغا) بدیع الدین گیلانی ہمایوں بادشاہ کے ساتھ ہندوستان میں آئے تھے جبکہ وہ ایران کی امداد لاکر دوبارہ ہندوستان پر قابض ہوا تھا۔

ایرانی لوگ ان کو آغا کہتے تھے۔ وہ حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کی گیارہویں پشت میں تھے۔ ہندوستان میں آکر موجودہ گرداسپور پنجاب کے ایک ضلع میں ایک مقام اکبرپور مبارک میں ٹھہرے جو آجکل چک قاضیاں کے نام سے مشہور ہے اور ہمیشہ یہاں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا۔

اسوقت یہ تمام علاقہ غیر مسلم قوم سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت کی تبلیغ میں غیر مسلم سدراہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت کو ان کفار نے شہید کردیا۔

شہید بدیع الدین گیلانیؒ کے جانشین سید فیروز الدین گیلانیؒ ہوئے اور انہی سید فیروز الدین گیلانیؒ کی گیارہویں پشت میں کشفی شاہ صاحب ہیں جن کو جلال الدین اکبر بادشاہ نے ابو نعیم کا خطاب دیا تھا۔ مولانا کشفی شاہ صاحب کے والد کا نام سید بھولے شاہ گیلانی تھا ۱۸۹۴ء میں کشفی شاہ پیدا ہوئے اور اردو فارسی کے علاوہ انگریزی بھی انٹرنس تک حاصل کی۔ مگر ۱۹۱۱ء میں آپ کو بشارت ہوئی کہ تم غیر ملک میں جاؤ گے اور وہاں تم کو کامیابی ہوگی۔ اس لئے مولانا کشفی شاہ صاحب نے سکول چھوڑ دیا اور برما چلے گئے۔ ۱۹۱۲ء میں کشفی شاہ صاحب کو پھر بشارت ہوئی کہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب سے بیعت کرو اس لئے انہوں نے بموجب بشارت اسی سنہ میں بیعت کرلی اور کشفی شاہ پیر نے خطاب دیا جو اسقدر مشہور ہوا کہ اب سید محمد اشرف نام کوئی بھی نہیں جانتا اور سب کشفی شاہ کے نام سے ان کو جانتے ہیں۔

اسی زمانہ میں طرابلس اور بلقان کی لڑائی ہوئی جس میں کشفی شاہ نے بہت سا روپیہ جمع کرکے زمیندار اخبار کی معرفت ترکوں کو بھیجا۔ اور پبلک زندگی کی یہاں سے شروعات ہوئی۔

اس کے بعد خلافت کمیٹی میں شریک ہوئے اور ایک سال ممبر رہکر علیحدہ ہوگئے کیونکہ ان کو بعض ناگفتہ بہ حالات سے نفرت ہوئی تھی جس کو ان کا غیور دل برداشت نہ کرسکا۔

پھر جب اسشدھی کی تحریک آریہ سماج نے شروع کی تو اس کے خلاف کام کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے تمام تبلیغی انجمنوں اور اسلامی اخباروں کی مدد کرتے رہے۔ وہ بہت خاموش اور بے ریا آدمی ہیں۔ پنجاب کا بہت سادہ لباس پہنتے ہیں۔ ڈاڑھی رکھتے ہیں عمامہ باندھتے ہیں تہمد باندھتے ہیں اور ایک کوٹ پہنتے ہیں۔ صبح چھ بجے سے رات کے نو بجے تک اپنے دفتر کا کام کرتے ہیں جہاں وہ ملازم ہیں پھر نو بجے سے رات کے بارہ بجے تک تبلیغی کام کرتے ہیں۔ ایسا محنتی اور محنت ریاضت کرنیوالا آدمی کوئی بھی نہ ہوگا۔

آپ کی تحریر زبان اور بندش کے لحاظ سے اعلیٰ نہ ہو مگر خیالات اس میں نہایت اعلیٰ ہوتے ہیں۔ ان کا ایک مضمون صدائے کشفی اس قدر مقبول ہوا کہ انگریزی فارسی ہندی گجراتی برمی بنگالی وغیرہ بہت سی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے اور لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا گیا۔

موصوف تقریر بھی بہت اچھی کرتے ہیں اور اس میں بھی خیالات اور ان کے دل کا درد نمایاں نظر آتا ہے انہوں نے سینکڑوں بے روزگار مسلمانوں کو روزگار دلوایا اور قدیمی مسلمانوں کی روایت کی بموجب ان کی مدد کی۔

آپ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے تفرقے سے ازحد رنجیدہ رہتے ہیں۔ ایسے مسلمان اب

اس زمانہ میں پیدا

نہیں ہوتے

خدا ان کو اسلام کی خدمت کے لئے سلامت رکھے

(۱ ب)

جاندار کھلونا

(جناب مولانا اسرار حسن خانصاحب)

ننھا ننھا پیارا پیارا بچہ جب ماں یا باپ کو دیکھکر آغوں آغوں کرتا ہے' یا جب ٹمک ٹمک کر دوسروں کی گود میں سے ماں یا باپ کی گود میں آتا ہے تو کونسی ایسی ماں ہوگی جس کا دل باغ باغ نہ ہو جاتا ہو' اور کونسا ایسا باپ ہوگا جس کا دماغ اس وقت فخر کی وجہ سے آسمان پر نہ پہونچ جاتا ہو' لیکن کتنے ماں باپ ایسے ہیں جو اپنی آنکھوں کے نور اور اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو دیکھ کر خوش ہو ... ایسے بھی سوچتے ہیں کہ خدا نے یہ جاندار کھلونا انہیں صرف اس لئے نہیں دیا ہے کہ اس سے اپنا دل بہلایا کریں اور بس۔ کتنی مائیں ایسی ہیں کہ جن کے دل میں اس تمنا کے ساتھ ساتھ کہ میرا لال جوان ہو کر بہت ہی بڑا آدمی بن جائے یہ خیال بھی آتا ہے کہ اپنے اس لال کو بڑا آدمی بنانے کے لئے میں بھی کچھ تکلیف اٹھاؤں اور اسے نیک' لائق' ایماندار' راستباز' اور قوم کا مایۂ ناز فرزند بنانے میں میں اپنی جان تک خاک میں ملا دوں' اور کتنے باپ ایسے ہیں جنہیں اپنے بچے سے اس قدر محبت ہونے کے باوجود کبھی یہ فکر بھی لاحق ہوا کرتی ہو کہ بچے کو صرف پال پوس کر بڑا کر دینے ہی کا نام ادائے حقوق نہیں ہیں۔

بچوں کے پیٹ میں غذا کے نام سے کوئی سیال یا منجمد چیز ڈال دینا' اور ان کے بدن پر میلے کچیلے دو ایک چیتھڑے لٹکا دینے کا نام بچے کی پرورش کرنا نہیں ہے۔ باپ کو بھی اس سے بہت کچھ زیادہ کرنے کی ضرورت ہے' اور ماں کے فرائض کی تو ... ہی میں ہے۔ بچے کو اگر درحقیقت ایک انسانی بچے کی طرح پالا جائے' اور اسے معقول تربیت کے ذریعہ سے ایک اچھا انسان بنا دیا جائے تو بلا اندیشۂ تردید کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ مشکل اور اس سے زیادہ دلچسپ اور کوئی کام نہیں ہے۔ اپنے بچے سے حد درجہ کی محبت کرنا کوئی تعریف کی بات نہیں کیونکہ اس کی مامتا تو قدرت نے ماں باپ کے دلوں میں خود ہی پیدا کر دی ہے' اور اس سے محبت کرنے پر تو وہ طبعًا اور فطرتًا مجبور ہے۔ تعریف کے قابل جو بات ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی اولاد کو بہتر سے بہتر تعلیم اور عمدہ سے عمدہ تربیت دیکر ایک ایسا انسان بنا دیں کہ جس پر قوم اور ملک ناز کر سکے۔

قدرت بچوں کے ساتھ انتہائی فیاضی کا سلوک کرتی ہے' اور بجز چند مستثنیات کے کہ جو الشاذ کالمعدوم کے تحت میں آ جائیں گے تمام بچے صحیح اور سلیم فطرت لیکر دنیا میں آتے ہیں۔ ان کا دل فوٹوگرافی کا شیشہ ہوتا ہے جو ہر اس چیز کا عکس قبول کر لیتا ہے کہ جو اس کے سامنے آئے' اور اس کا دماغ ایک صاف اور شفاف آئینہ ہوتا ہے جس میں ہر چیز کی تصویر اتر آتی ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ وینصرانہ ویمجسانہ

یعنی تمام بچے فطرت سلیم لیکر پیدا ہوتے ہیں اور بعد میں ماں باپ اپنی تعلیم اور تربیت کے اثر سے کسی کو یہودی کسی کو نصرانی اور کسی کو آتش پرست بنا دیتے ہیں۔ گویا بچہ اپنے ساتھ فطرت سے جوہر قابل لیکر آتا ہے جو اچھے اور برے ہر قسم کے اثرات کو قبول کر سکتا ہے' اور اب یہ کلیتًا ماں باپ کے اختیار میں ہے کہ اسے اچھا اور نیک بنا دیں یا برا اور غلط کار اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو انسان کے لئے فتنہ سے تعبیر کیا ہے' اور اولاد کا ہمارے لئے فتنہ ہونا صرف اسی وجہ سے نہیں ہے کہ اس کی محبت ہم سے بہت سے ایسے کام کرا دیتی ہے جو ہمیں نہ کرنے چاہیئے تھے بلکہ وہ اسلئے بھی فتنہ ہے کہ ہم آلکمانی سے اپنی اولاد کے لئے وہ سارے کام نہیں کر سکتے جو ہمیں کرنے چاہئیں اور اس طرح گویا ان کے حقوق ہم پر واجب الادا رہ جاتے ہیں۔

ہندوستان کی جاہل ماں بچے کی پرورش کا مطلب صرف اس قدر سمجھتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح کھلا پلا کر اسے جوان کر دیا جائے اور جوان ہو جانے پر نہیں نہ نہیں اس کی شادی کر کے اس کا گھر آباد کر دیا جائے اسے اس سے مطلقًا بحث نہیں ہوتی کہ اگر بچہ جاہل رہا یا تربیت نہ ملنے کی وجہ سے بد اطوار اور بدخصلت بن گیا تو اس کی تمام عمر بھی مصیبت میں گذرے گی' اور وہ دوسروں کے لئے بھی ایک مستقل مصیبت ہوگا۔ تمام دنیا اس بات کو مانتی ہے کہ ماں کی گود بچے کا سب سے بہتر مدرسہ ہے' اور جو سبق وہ اس مدرسہ میں پڑھ لیتا ہے انہیں مدت العمر کبھی نہیں بھولتا' لیکن ہندوستانی ماں اپنی بے علمی اور جہالت کی وجہ سے بچے کے اس زمانہ کو جو وہ اس کی گود میں بسر کرتا ہے بالکل بیکار کھو دیتی ہے' یا اگر اس کی لوح دل پر کچھ نقش بٹھاتی بھی ہے تو وہ اسقدر برے ہوتے ہیں کہ آیندہ زندگی میں بچے کے لئے مفید ہونے کی بجائے اکثر مضر ثابت ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں ہر سال کروڑوں بچے پیدا ہوتے ہیں مان میں سے کچھ تو تعلیم یافتہ دائیوں کی جاہلیت کی نذر ہو جاتے ہیں اور جن کا دنیا میں آنا نہ آنا برابر ہوتا ہے کچھ ماں کی حماقتوں کی بھینٹ چڑھتے ہیں اور ان کی عمریں بھی بمشکل دو ایک سال کی ہوتی ہیں' اور کچھ جوان تمام اعمال دایہ گری اور آفات مادری سے محفوظ و مصئون رہکر پروان چڑھتے ہیں تو انہیں سے بیشتر ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ بھی بچپن ہی میں مر گئے ہوتے تو زیادہ اچھا تھا۔ بہت عرصہ ہوا گاندھی جی نے کہا تھا کہ ہندوستانیوں کو چاہیئے کہ بچے پیدا کرنے سے پرہیز کریں انہوں نے اسوجہ سے کہا تھا کہ ہم خود اور محکوم ہیں اس لئے جتنے زیادہ بچے ہم پیدا کریں گے اتنے ہی خدا کے بندوں کو گویا غلامی اور محکومی میں پھنسائیں گے' لیکن اس خیال سے علاوہ اگر اسے اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے کہ موجودہ حالات میں جو اولاد ہم*

* پیدا کیسے ہیں وہ کس حد تک انسانی ہوئی ہے تب بھی خدا ہی بہتر جانتا ہے' کہ جبتک ہماری عورتوں میں تعلیم عام نہیں ہوتی' اور جبتک انہیں بچوں کا صحیح طریقے پر پالنا نہیں آتا

اسوقت تک بچوں کی پیدائش روک دی جائے حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی اولاد پیدا کرنا کہ جو انسانیت کا ناسور ہو تو یہ گناہ ہے۔ لیکن وہ قومی گناہ ہو یا مذہبی دنیا کے کام اسی طرح چلتے رہیں گے' اور خدا ہی جانے وہ دن کب آئے گا جب ہندوستان کی مائیں بھی فخر کے ساتھ اپنے بچے قوم کو پیش کیا کریں گی ؟

تاریخی انکشافات

انارکلی

(جناب پروفیسر محمد علم الدین صاحب سالک بی اے)

انارکلی کا افسانہ ایک مدت سے تاریخی شہرت حاصل کر چکا تھا اور گرد گناہ اکبر اعظم تنخ عمی صفائی کا مرتکب تہا پایا جا رہا تھا۔ مگر مولینا محمد علم الدین صاحب سالک بی اے پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے پہلی مرتبہ اس تاریخی فسانہ کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ جس طرح نکاح جعفر و عباسہ کے غلط ہونے کا انکشاف پہلی مرتبہ جناب لیفٹنٹ عبد الرزاق صاحب مصنف البرامکہ نے کر کے علمی دنیا میں ایک تہلکہ برپا کر دیا تھا اسی طرح سالک صاحب کا یہ انکشاف ان مسلم غیر مسلم محققین کو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کے لئے کافی ہے جنہوں نے اغیار کی ساختہ سازشوں کا شکار ہو کر مرحوم مغل اعظم کو بدنام کر کے انارکلی کے افسانے اور ڈرامے لکھے اور سینما کے فلم بنائے۔

بہر حال علمی دنیا کو جناب حکیم یوسف حسن صاحب مدیر نیرنگ خیال کا اور محترمی سالک صاحب کا مشکور ہونا چاہیئے جن کی مساعی سے یہ تاریخی انکشاف ہوا۔ نیرنگ خیال کے سالنامہ سے سالک صاحب کا وہ معرکۃ الآرا مضمون ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ "پیشوا"

انارکلی اور جہانگیر کے عشق کی بے سروپا اور لایعنی داستان آج ملک کے افسانہ نگاروں کی بدولت اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اور تو اور خود ہمیں بھی اس کا یقین آ جاتا ہے ؎

من چنداں گنہ از بدگمانی من کنہ نسبت
کہ من ہم در گماں افتادہ پندارم گنہگارم

اس من گھڑت اور دلکش قصہ کا اثر ملک میں عام طور سے اس قدر مسلط ہو چکا ہے کہ اس کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے بھی خوف آتا ہے اور ڈر ہے کہ ہماری یہ جد و جہد کہیں صدا بصحرا ثابت نہ ہو۔ مگر راست گوئی اور حقیقت نمائی کے جذبات ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم ان تمام خطرات سے بالاتر ہو کر عوام الناس کو اصلی واقعات سے روشناس کرائیں اور بتا دیں کہ یہ داستان بے فروغ کس طرح متداول ہوئی اور اس کی نشر و اشاعت میں کیا راز مضمر ہے؟

انارکلی کا قصہ مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا جاتا ہے[1] کہ سرزمین ایران میں ایک نہایت متمول تاجر اعجاز نامی رہا کرتا تھا۔ نادرہ اس کی اکلوتی بیٹی تھی جب اعجاز اس کی پندرہویں سالگرہ منا رہا تھا تو ایک نال اسکے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر یہ لڑکی آج آدھی رات ڈھلنے سے پیشتر زمین میں زندہ چنوا نہ دی گئی تو تمام خاندان مصائب و حوادث کی آماجگاہ بنکر تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اعجاز نے اس کے الفاظ کی پرواہ نہ کی اور بدستور سابق جشن منانے میں مصروف رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آدھی رات ڈھلتے ہی ہوا کا ایک زبردست طوفان اٹھا اور اس کا آدھا گھر تباہ ہو گیا

کچھ عرصہ کے بعد خادم یہ خبر لایا کہ اسکا بھائی جو تجارت کی غرض سے باہر گیا ہوا تھا مال و اسباب سمیت سمندر میں غرق ہو گیا ہے۔ مرزا اعجاز یہ واقعات دیکھکر بہت گھبرایا اور قسمت آزمائی کے لئے عازم ہندوستان ہوا۔ نادرہ بھی باپ کے ہمراہ تھی۔ راستے میں یہ قافلہ دلیر نامی ڈاکو سے دوچار ہوا ... دلیر کے ہاتھوں مارا گیا نسیم نادرہ بھی اس کے جتنے ... کی خوش قسمتی سے صوبہ سرحد کا ناظم موقعہ پر پہنچ گیا۔ اور ... نے ڈاکو کو مار کر لڑکی راجہ مان سنگھ گورنر کابل کے پاس بھیجدی۔ راجہ مان سنگھ نے اسے شاہی دربار لاہور میں روانہ کر دیا۔ جہاں وہ کنیز ... حرم میں شامل کر لی گئی۔

ایک دن جب مریم زمانی[1] ... ساتھ شبستان حرم میں بیٹھی تھی۔ اس نے نادرہ کو ... طلب کیا۔ نادرہ نے اپنے کمالات سے محفل کو محو تحیر کر دیا۔ اکبر ... اس قدر محظوظ ہوا کہ اس نے نہ صرف ایک جڑاؤ ... اپنے گلے سے اتار کر اسے دیدیا بلکہ اسے "انارکلی" کا خطاب بھی عطا کیا۔ شہزادہ سلیم نے جب اسے دیکھ لیا۔ وہ اس پر عاشق ہو گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب سلیم اور مہر النساء آپس میں الفت کی پینگیں بڑھا رہے تھے ...

شہزادے کا کنیزان ... کے ساتھ ... کھیلنا۔ انارکلی کا غلطی سے شہزادہ کو نقل میں ... وغیرہ وغیرہ واقعات ہیں جو ہمارے افسانہ نگاروں کے قلم سے ... نہایت فصاحت سے بیان ہو چکے ہیں۔

"غرض سلیم اور انارکلی ... ہمشیر و شکر ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس معاملہ کی خبر انیر کماری کو ہو گئی۔ ... نے تحقیقات کے بعد انارکلی کو کوڑوں سے پٹوایا۔ سلیم یہ دیکھ کر انیر کماری پر بہت خفا ہوا۔ چنانچہ اس نے انیر کماری کو مجبور کیا کہ وہ انارکلی سے معافی مانگے۔ مگر انارکلی نے یہ کہکر معاملہ رفع دفع کر دیا کہ قصور میرا ہے۔ راجکماری بالکل بے قصور ہے"

[1] معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ... کو علم التواریخ سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مریم زمانی کون تھی اور جو ... کس کا نام تھا تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مریم الزمانی اکبر کی بہو یعنی جہانگیر کی رانی کا نام تھا اور جودھ بائی جسکا اصلی نام جگت گوسائیں تھا شاہجہاں کی والدہ اور جہانگیر کی چہیتی رانی تھی۔ علامہ ابو الفضل بھی سلیم کا اتالیق مقرر نہیں ہوا۔ تمام تاریخیں اس پر گواہ ہیں۔

[1] تحقیقات چشتیہ۔ تاریخ لاہور از سید محمد لطیف۔ انارکلی (ناول) از مولانا فوق۔ انارکلی (بنگالی ڈرامہ) سینما سینریو۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء سفرنامہ ولیم فنچ۔ سفرنامہ ... ٹیری

"سلیم ان دنوں ابوالفضل کی اتالیقی میں تھا۔ جب عشق کی بدولت اس نے اپنے مطالعہ میں تساہل برتنا شروع کیا تو اُسے کچھ شک ہوا۔ شہنشاہ کی غمازی نے تمام واقعات اصلی صورت میں اس کے سامنے پیش کر دیئے۔ ابوالفضل نے اس کے پوست کندہ حالات اکبر کے حضور میں پیش کر دیئے۔ بادشاہ نے دونوں کو علیحدہ کر دیا مگر [illegible] میں جب اکبر شیش محل (لاہور) میں بیٹھا انارکلی کا رقص دیکھ رہا تھا تو اس کی توجہ ایک شیشہ کی طرف منتقل کرائی گئی جس میں اسے شہزادہ سلیم اور انارکلی ایک دوسرے کو نگاہ شوق کی نظر سے دیکھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اکبر کی غیرت جوش میں آگئی اور اس نے انارکلی کو حراست میں لے لینے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا ولیعہد محل کی ایک ادنیٰ کنیز سے شادی کرکے خاندان کے نام کو بٹہ لگائے۔ مگر سلیم کسی طریقہ سے اسے لے بھاگا۔ شاہی سواروں نے اس کا تعاقب کیا۔ اور وہ رستہ میں گرفتار ہو گئے۔ انارکلی قاضی کی عدالت میں پیش کی گئی۔ جس نے ابوالفضل کے ایما سے فیصلہ کیا کہ اسے زمین میں زندہ چنوا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب جہانگیر سریر آرائے ہند ہوا تو اس نے اس کشتۂ الفت کی تربت پر ایک نہایت عظیم الشان مقبرہ تعمیر کرایا اور لوح مزار پر اپنی طرف سے یہ کتبہ نصب کرایا ؎

آہ! گر من باز بینم روئے یار خویش را
تا قیامت شکر گویم کردگار خویش را

مجنون سلیم

بعض یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جہانگیر نے قلعہ معلیٰ سے لیکر اس مزار تک ایک عظیم الشان بازار بھی تعمیر کرایا اور اس کا نام انارکلی رکھا۔ یہ ہے وہ مشہور تاریخی فسانہ جس پر ادیب، مصور، ناٹک کمپنیاں اپنی اپنی طبع آزمائی کر رہی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ یہ قصہ نہایت دلآویز اور دلکش ہے اور اس سے جذبات میں ایک ہیجان عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کی ایک ایک بات پر جان دی جائے۔ کیونکہ فلسفہ تاریخ کی رو سے جو واقعہ جس قدر زیادہ مشہور ہوگا اسیقدر اصلیت سے بعید اور حقیقت سے معرا ہوگا۔ چنانچہ جعفر و عباسہ کی داستان، اسکندریہ کے کتب خانہ کی مسلمانوں کے ہاتھوں تباہی، محمود کا مذہبی جوش اور علاءالدین و پدمنی کا قصہ سب اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم انارکلی کے مشہور عالم افسانہ پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کا ایک ایک لفظ بلکہ ہر ہر لفظ کی حرکت جھوٹ اور غلط بیانیوں میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے۔ مگر ہم اس نظریہ کو پایۂ اثبات تک پہنچانے سے پیشتر سب سے اول اکبر کے معاصر اور قریب العہد مورخین کے بیانات، دوم یورپ کے سیاحوں کے روزنامچے و سفرنامے، سوم اس وقت کی سیاسی حالت اور سب سے آخر میں خارجی اسباب و علل پر بحث کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

معاصر مورخین اکبر شاہان تیموریہ میں سب سے خوش قسمت ہے کہ اس کے عہد کے بڑے سے بڑے حالات نہ صرف ہندوستانی مورخین نے ہی سپرد قلم کئے ہیں۔ بلکہ ایرانی مورخین نے بھی سپرد قلم کئے ہیں۔ بلکہ ایرانی مورخین نے بھی ان پر خامہ فرسائی کی ہے۔ گو ان کے یہ بیانات نہایت مختصر ہیں اور بعض اوقات تو بالکل چیستان بنکر رہ جاتے ہیں۔ مگر اس موقعہ پر یہی حالات ہمارے لئے سب سے زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں ان میں سے کوئی بھی انارکلی شرف النسا یا نادرہ بیگم کا تذکرہ نہیں کرتا۔

ہندوستانی مورخین میں ہمارے دوست ابوالفضل کے بیانات کو اور اس نے جو کچھ لکھا ہے اکبر کو خوش کرنے یا اُسے دنیا کی عظیم ترین ہستی ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے۔ وہ اکبر کی خاندانی لغزشوں کو کچھ اس ڈھنگ سے بیان کرتا ہے کہ عیب بھی ہنر نظر آنے لگتے ہیں اور اس کی زبردست سیاسی غلطیاں ملکی جوڑ توڑ اور سیاسی دور دربستا میں الجھی ہوئی نظر آتی ہیں مگر باوجود ان الزامات کے ہم ابوالفضل کی زبان میں یہ بات نہایت فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ انارکلی کا واقعہ بالکل بناوٹی ہے اور اس کا ذکر اکبرنامہ میں بالکل نہیں۔ اکبری مورخین ملا عبدالقادر بدایونی اپنی عریاں نویسی اور نکتہ چینی کی بدولت خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس کی نکتہ چینی عیب جوئی اور سخت گیری اس قدر صبر شکن تھی کہ جہانگیر نے اس کی تاریخ کا پڑھنا عملاً بند کر دیا تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں وہ بھی سکوت بلب ہے کہ اکبر کے حرم میں کوئی کنیز انارکلی، نادرہ بیگم، یا شرف النسا بھی تھی۔ جس کا ناجائز تعلق ولیعہد سلطنت کے ساتھ تھا۔

قریب العہد مورخین قریب العہد مورخین میں جہانگیر کا درجہ سب سے ارفع اور اس کا روزنامچہ یعنی توزک جہانگیری سب سے افضل ہے۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا مصنف سیاسی ملمع کاریوں سے بالکل ناآشنا ہے۔ اس لئے ستائش کی امید اور سخت گیری کے خوف سے بے نیاز ہو کر ہر واقعہ کے پوست کندہ حالات نہایت پیاری زبان میں درج کتاب کئے ہیں۔ وہ عیب بھی کرتا ہے تو ڈنکے کی چوٹ اس کا اعتراف کرتا ہے اور اگر کوئی نیک کام اس سے بن آتا ہے تو فخریہ طور پر اس کا تذکرہ کرکے داد تحسین طلب کرتا ہے۔ اس نے لاہور میں متعدد باغ لگوائے اور بہت سی عمارتیں تعمیر کرائیں اور ان سب کا تذکرہ توزک میں موجود ہے۔ مگر ہمیں یہ کسی جگہ بھی نظر نہیں آتا کہ اس نے انارکلی کا مقبرہ، باغ یا انارکلی بازار بھی تعمیر کرایا ہو جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔

اقبالنامہ جہانگیری، مآثر جہانگیری اور دیگر کتب بھی اس باب میں مہر بلب ہیں۔ معتمد خاں سے بڑھ کر جہانگیر کا کوئی دشمن نہیں ہو سکتا مگر اس نے بھی اس انسانیت سوز واقعہ کا تذکرہ کہیں نہیں کیا۔

مغربی سیاحین انگریزی سیاحین کے سفرناموں اور

اور روزنامچوں کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی سب کے سب اس واقعہ سے بیخبر ہیں۔ ہاں ولیم فنچ جو سنہ ۱۶۱۱ء میں لاہور آیا تھا اس کا تذکرہ اپنے سفرنامہ میں بدیں الفاظ کرتا ہے: "شیخ فرید کی مسجد کے پاس شہر کے باہر ایک بہت بڑی عمارت کھڑی ہے۔ یہ دانیال شاہ کی ماں کا مزار ہے جو اکبر کی بیوی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ شہزادہ سلیم کی نیت اس کے متعلق بری تھی۔ اس کا نام انار کلی تھا۔ اکبر نے اسے اپنے محل کی دیوار میں زندہ چنوا دیا تھا۔ وہ مر گئی اور بادشاہ جہانگیر نے اپنی محبت کی یاد میں ایک بہت عالیشان مقبرہ تیار کر دیا۔" فنچ کا یہ بیان غلط بیانیوں کی ایک دستاویز معلوم ہوتا ہے۔ وہ مقبرہ کا جائے وقوع شیخ فرید کی مسجد کے قریب بتاتا ہے حالانکہ شیخ فرید نے کوئی مسجد لاہور میں تعمیر نہیں کرائی۔

اس کے بعد وہ انار کلی کو دانیال کی ماں قرار دیتا ہے حالانکہ یہ بھی سرتاپا غلط ہے .... کیونکہ دانیال کی ماں ایک ہندو رانی تھی۔ فنچ کا بعد وہ کہتا ہے کہ "اکبر نے اسے محل کی دیوار میں زندہ چنوا دیا"۔ آثار قدیمہ کے ماہرین یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ شاہان اسلام کے محلات عام طور پر قلعہ معلیٰ میں تھے۔ پس اس حالت میں انار کلی کی قبر لاہور کے اندر ہونی چاہیئے تھی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قلعہ سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر لاہور کے جنوبی مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔

فنچ نے انار کلی کے ساتھ اس کے مقبرہ پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے "یہ مقبرہ نہایت عالیشان ہے جس کے گرداگرد ایک مربع شکل کا باغ اور باغ کے گرد ایک دیوار بھی ہے جس میں ایک دروازہ ہے۔ عمارت کئی کمروں پر مشتمل ہے"۔ اس بیان کے ساتھ اگر عمارت کے کتبہ کا موازنہ کیا جائے تو فوراً معلوم ہو جائیگا کہ فنچ نے گمراہ کن غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ کیونکہ کتبہ کی رو سے یہ عمارت ۱۶۱۵ء یا ۱۶۱۶ء میں مکمل ہوئی تھی۔ اور فنچ اس سے چار سال پیشتر ۱۶۱۲ء میں ہندوستان سے رخصت ہو چکا تھا۔ علاوہ ازیں (جو ۱۶۰۸ء سے لیکر ۱۶۱۱ء تک ہندوستان میں رہا) اس کا بیان فنچ سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

"اکبر جہانگیر کو تخت و تاج سے بیدخل کرنا چاہتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے انار کلی کو گود لیا ہے دی تھیں جو اکبر کی چہیتی بیوی تھی"۔ یہ بیان اپنے اندر کس قدر صداقت رکھتا ہے؟ اس کا جواب ڈاکٹر وینی پرشاد کے مندرجہ ذیل مقولہ سے بخوبی مل سکتا ہے:- "ہندوستانی زندگی کے متعلق اکثر سیاحین کا نقطہ نہایت پست ہے۔ وہ جب کبھی کسی واقعہ کو بیان کرتے ہیں تو غلط بیانی کی عینک آنکھوں پر چڑھا لیتے ہیں"۔

خارجی اسباب و علل — انار کلی کے افسانہ نگاروں نے اس کے ہندوستان آنے کی تاریخ کہیں بھی نہیں لکھی مگر ان کے بیانات سے اس تاریخ کا تعین کر لینا کوئی مشکل بات نہیں وہ لکھتے ہیں کہ:- "جب انار کلی لاہور پہنچی تو اس وقت سلیم اور مہر النسا آپس میں محبت کی پینگیں بڑھا رہے تھے۔ اور اس سے کچھ عرصہ بعد مہر النسا کی شادی علی قلی خاں سے کر دی گئی"۔ تاریخ کے طلبہ پر یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ نور جہاں کی شادی شیر افگن خاں کے ساتھ ۱۵۹۴ء میں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نادرہ بیگم یا شرف النسا عرف انار کلی ۱۵۹۳ء میں وارد ہوئی ہمارے قابل تذکرہ نگار اس کے ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں راجہ مان سنگھ کابل کا گورنر اور اکبر لاہور میں مقیم تھا مگر تاریخ اس کے خلاف پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ راجہ مان سنگھ ۱۵۸۹ء سے لیکر ۱۶۰۴ء تک اڑیسہ کی نظامت پر مامور رہا ہے اور ۱۵۹۸ء میں اکبر کے حکم سے دربار آگرہ میں حاضر ہوتا ہے اور اس کے اگلے سال شہزادہ خسرو کا اتالیق مقرر ہو کر پھر اڑیسہ و بنگال کی طرف چلا جاتا ہے۔ ان تواریخی شواہد کے ہوتے ہوئے یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کابل و اڑیسہ کی نظامت کے فرائض انجام دیتا رہا ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ داستان محض بناوٹی ہے۔ اور اسے تاریخ سے شمہ بھر بھی تعلق نہیں۔ اگر ایک لمحہ کیلئے یہ داستان درست تسلیم کر لیجائے تو ہمیں یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ۱۵۹۹ء میں جب انار کلی دیوار میں زندہ چنوائی گئی تو اس وقت تراجیڈی (تمثیل مصائب) کے دونوں محرک یعنی اکبر اور جہانگیر لاہور میں مقیم تھے۔ مگر تمام تاریخیں حتیٰ کہ اکبر نامہ۔ اقبال نامہ جہانگیری۔ منتخب اللباب۔ خافی خاں اور تاریخ فرشتہ وغیرہم اس بات پر متفق ہیں کہ جس سنہ کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت یہ دونوں رکن لاہور سے دور ملکی مہمات میں مشغول تھے۔ اکبر ۱۵۹۸ء سے دکن جا چکا تھا اور جہانگیر رانائے چتوڑ کی مہم میں مصروف تھا۔ چنانچہ خافی خاں کا بیان ہے کہ:- "در سال دیگر کہ سال ہزار و هفت ہجری (۱۰۰۷ھ) باشد انتظام مہام آگرہ۔ دلی و پنجاب و مہم بارانائے چتوڑ بشاہزادہ محمد سلیم مقرر و منصوب نمودہ خود با ہشتاد ہزار سوار رایت ظفر پیکر برائے تسخیر دکن برافراشتند" (منتخب اللباب خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۱۰)

ان تاریخوں سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اکبر گیا تو اس ارادہ سے تھا کہ امرائے سلطنت کی نااتفاقی دور کرکے اور دکن کی مہم کو تھوڑی سی تھوڑی مدت میں سر کرکے اکبر آباد واپس چلا آئیگا۔ مگر واقعات نے اس قدر طول کھینچا کہ اسے طوعاً و کرہاً پورے دو سال تک دکن ہی میں مقیم رہنا پڑا۔ اور ممکن تھا کہ وہ وہاں سے دو سال کے بعد بھی نہ آتا۔ مگر یکایک دار الخلافہ سے اُسے یہ خبر موصول ہو گئی کہ شہزادہ محمد سلیم باغی ہو کر آگرہ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہو کر ۲۰ اسفندار ۱۰۰۹ھ کو اکبر آباد واپس آیا یہ تو اکبر کا ذکر تھا۔ اب ذرا جہانگیر کا حال بھی سن لیجئے۔ ...... رانا کی مہم میں مشغول تھا کہ چند بد اندیشوں نے اُسے ورغلایا اور کہا کہ اب میدان خالی ہے۔ عرش آشیانی دکن میں ہیں۔ آپ نہایت آسانی سے ہندوستان کے تخت پر جلوہ افروز ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے

بنگالے میں آکر مہم کو ادھورا چھوڑ دیا اور اکبر آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ مگر اس کی دادی مریم مکانی کو اس بات کا پتہ چل گیا اور وہ بہ نفس نفیس شہزادہ کی طرف روانہ ہوئی۔ جہانگیر اس کے آنے کی خبر پا کر الٰہ آباد کی طرف بھاگ گیا اور وہاں جا کر اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ دیباچہ توزک جہانگیری میں مذکور ہے کہ وہ الٰہ آباد میں سنہ ۱۰۱۳ھ تک مقیم رہا۔

ان واقعات پر غور کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اکبر اور جہانگیر سنہ ۱۰۰۸ھ سے لیکر سنہ ۱۰۱۳ھ تک ایک دوسرے سے ملاقی نہیں ہوئے۔ چہ جائیکہ وہ لاہور آکر ایک ہی محل میں مقیم رہے ہوں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ "باطل است آنکہ مدعی گوید"۔

ایسی کھلی صداقت کے ہوتے ہوئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے معاصر افسانہ نگار نے اکبر اور جہانگیر کو سنہ ۱۰۰۸ھ میں لاہور کیسے پہنچا دیا اور پھر واقعات کی کڑیوں کو آپس میں کس طرح ملا دیا۔ ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ ان تاریخی شواہد کے علاوہ اکبر اعظم کے اخلاق و عادات خود اس امر کے ضامن ہیں کہ اس کی ذات سے اس قسم کا وحشیانہ فعل کسی حالت میں بھی سرزد نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی پنجاہ سالہ حکومت کے تمام واقعات آج کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ ان میں کہیں بھی نظر نہیں آئیگا کہ اس نے فلاں شہر کو نذر آتش کیا۔ یا فلاں مقام پر قتل عام کا حکم دیا ہو۔ اس کے نوکر بڑے سے بڑے جرم کرنے کے بعد اس کی رحمت کے امیدوار ہوتے تھے۔ بیرم خاں نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ علی قلی خاں سیستانی اس کے حریف سلطنت بنکر میدان میں اتر آئے۔ لیکن جب وہ اپنے ارادوں میں ناکام ہو کر اس کے قدموں پر آگرے تو اکبر نے انہیں اپنی آغوش محبت میں لے لیا ہیموں بقال کا واقعہ جنگ زبان زد خلائق ہے۔ یہ بھی اس کی رحمدلی پر دال ہے۔ علاوہ ازیں اس کی انسانیت نواز شخصیت نے ستی کی ظالمانہ رسم کو قطعاً بند کیا اور جب جہانگیر نے ایک موقعہ پر اپنے خادم درگاہ کی کھال کسی جرم کی پاداش میں کھنچوا دی تو اکبر نے اسے سخت ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا:۔

"تا امروز جہانے را بشمشیر تسخیر کردہ ایم حکم کندن پوست گوسپندے در حضور خود نہ کردہ ایم۔ فرزندان ما عجب قسی القلب اند کہ آدمی را پیش خود پوست می کنند"۔ (دیباچہ توزک جہانگیری صفحہ ۱۳)

ایسے ایسے واقعات کے ہوتے ہوئے یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ اس نے ایک کمزور عورت پر اس قسم کا ظلم ڈھایا ہو۔ وہ رحم مجسم تھا۔ جب اس کا دل حیوانوں کے ساتھ بے رحمانہ سلوک دیکھ کر پگھل جاتا تھا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اس نے ایک صنف ضعیف کو زمین میں زندہ چنوا دیا ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ مشہور عالم عمارت جسے آج انارکلی کا مقبرہ کہتے ہیں کس کی ہے اور اس میں وہ کون سی قدسی منش خاتون خوابیدہ ہے جس کے فراق میں جہانگیر نے اپنے جذبات کا دلی اظہار مندرجہ ذیل پُردرد الفاظ میں کیا ہے ؎

آہ اگر من باز بینم روئے یار خویش را
تا قیامت شکر گویم کردگار خویش را

تو اس حقیقت کو بیان کرنے کیلئے ایک علیحدہ دفتر کی ضرورت ہے جسے ہم کسی آئندہ فرصت پر اٹھا رکھتے ہیں۔ سردست اتنا عرض کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ کہ وہ قدسی منش خاتون پرویز کی والدہ زین خاں کوکہ کی لڑکی اور جہانگیر کی چہیتی بیوی تھی۔ اس کا اصلی نام صاحب جمال تھا۔ جہانگیر سے اس کی شادی سنہ ۹۹۴ھ میں ہوئی تھی۔ اکبر اس شادی کے خلاف تھا۔ پرویز اس کے بطن سے ۲۳ شہریور سنہ ۹۹۸ھ کو پیدا ہوا تھا، اور وہ ۱۵ ارتیر سنہ ۱۰۰۸ھ کو فوت ہو کر یہاں دفن ہوئی تھی۔

اصل تو یہ ہے کہ یہ افسانہ جس نیت سے تراشا گیا ہے اس کے متعلق تیقن سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے رفقائے کار نے یہ داستان بے فروغ فقط مغلیہ بادشاہوں کو بدنام کرنے کے لئے وضع کی ہے۔ وہ اس کے ذریعہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اکبر جیسا اولوالعزم بادشاہ بھی مغلوب الغضب ہو کر انسانیت سوز حرکات کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ سب سے اول یہ افسانہ ولیم فنچ نے وضع کیا۔ اس کے بعد ایڈورڈ ٹیری نے اپنی شخصیت دکھانے کے لئے فنچ کی داستان کو بدل کر اسے ایک نئے رنگ روپ میں پیش کیا۔ دیگر یورپین سیاح چونکہ اس داستان کو قابل اعتبار نہ سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اسے بالکل نظر انداز کر دیا جو اس بات کی کافی دلیل ہے کہ یہ افسانہ فنچ کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد یہ افسانہ سید محمد لطیف نے اپنی تاریخ لاہور میں درج کیا۔ اور اس کی بنا پر بعد ازاں ایک اردو ناول کی صورت میں نمودار ہوا۔ جو عرصہ بعد بنگالی اسٹیج پر ایک ڈرامہ کی صورت میں کھیلا گیا۔ جس کے تراجم مختلف زبانوں میں ہوئے۔ اور آج یہی دلکش رومان ہماری خوش اعتقادی کی بدولت تاریخی حیثیت حاصل کر رہی ہے۔ ع

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

اصلاح معاشرت

پاخانہ تھا یا دیوان خاص

(حضرت خواجہ حسن نظامی کا قبیلہ)

آپا میں سچ کہتی ہوں کہ ان کے گھر کا پاخانہ دیکھ کے تو میرے بھی ہوش اڑ گئے۔ تمہیں خود معلوم ہے کہ میں اب ایسی بیوقوف جاہل نہیں رہی ہوں جیسی چند روز پہلے تھی۔ تم سے سن سن کر سینکڑوں ہزاروں باتیں معلوم ہو گئیں ہیں۔ اور اب تو وہ بھی جیسیوں باتیں بتاتے رہتے ہیں۔ مگر ان کے گھر کے پاخانے نے میرے بھی حواس باختہ کر دیے۔ یہ نئی بات انہی کے گھر دیکھی کہ دالان صحنچی اور کمروں میں تو معمولی اینٹوں کا فرش ہے۔ اور مگر پاخانے میں چینی کی اینٹوں کا فرش کرایا ہے جنہیں کیا کہتے ہیں۔ بس تو مگوڑیوں کا نام ہی بھول گئی۔

کیا ٹائیل؟

ہاں ہاں وہی ٹائیلوں کا فرش ہے۔ اور ایسا خوبصورت ہے کہ میرا تو کئی دفعہ جی چاہا کہ اس پر بیٹھ جاؤں۔ میں قلعہ دیکھنے گئی تھی تو وہاں دیوان خاص میں سنگ مرمر کا فرش دیکھا۔ بس بالکل ویسا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت ان کے پاخانہ کا فرش ہے۔ اور تماشا یہ ہے کہ کہیں قدمچہ کا نشان نہیں۔ چار چوکور بکس سے رکھے ہوئے ہیں اور دو دو بکسوں کے بیچ میں آبدست کے لئے ایک ایک قدمچہ بنا ہوا ہے۔ پاخانہ میں خوب روشنی تھی اور ہوا ایسی فراٹے کی آ رہی تھی کہ میرا تو بار بار ہی جی چاہتا تھا کہ وہیں لیٹ کر سو جاؤں۔ بو باس کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ بلکہ ہلکی ہلکی سی یو ڈی نائل کی ضرور آ رہی تھی۔ اب ناواقف آدمی ان بکسوں کا کیا مطلب سمجھے۔ ایک بیگم صاحبہ پاخانے گئیں اور جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو مجبور ہو کر بیچاری اسی آبدست کے قدمچے پر بیٹھ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر صاحب کی چھوٹی لڑکی پاخانے کو گئی تو وہاں سے ناک بھوں چڑھاتی اور چیختی ہوئی آئی کہ امی جان دیکھئے تو پاخانے میں کیا ہو گیا۔ ہم سب سمجھے کہ خدا جانے کیا ہوا ہے اور ڈاکٹرنی صاحبہ کے ساتھ ساتھ پاخانے تک گئے تو دیکھا کہ ایک قدمچہ میں غلاظت پڑی ہوئی ہے۔ ڈاکٹرنی نے اسی وقت خادمہ کو بھیجکر حلال خوری کو بلوایا اور اپنے سامنے کھڑے ہو کر سب صاف کرایا اور دھلوایا اور پھر ہم سب کو بتایا کہ وہ بکس جو رکھے تھے دراصل وہ پاخانہ کی چوکیاں تھیں۔ انہوں نے اوپر کا ڈھکنا ہاتھ سے اٹھا کر ہمیں دکھایا تو ہم نے دیکھا کہ بیچ بیچ ان سب بکسوں میں تام چینی کی بالٹیاں رکھی تھیں۔ اب ذرا انصاف سے تمہیں بتاؤ کہ یہ مہمانوں کے ذلیل کرنے کی بات ہے یا نہیں؟

اس میں مہمانوں کے ذلیل کرنے کی کیا بات ہے۔ اول تو مہمانوں میں خود ہی اتنی عقل ہونی چاہیئے کہ سمجھ لیں کہ بکس کس غرض سے رکھے ہونگے اور اگر ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا تو انہیں مناسب تھا کہ چپکے سے ڈاکٹرنی سے دریافت کر لیتیں۔ اب آخر انہوں نے بتایا یا نہیں۔ بتا یا اسی طرح وہ اسوقت بتا دیتیں۔ انہوں نے اپنے گھر میں صفائی اور تندرستی کے خیال سے نہایت عمدہ قسم کے پاخانے بنوائے ہیں تو اس میں ان کا کیا قصور ہے۔ قصور تو اصل میں ان بیگم صاحبہ کا ہے جنہوں نے پوچھنے میں شرم کی۔ اور ان کے پاخانے کو غلیظ کر دیا!

اے ہے تم تو کسی کی چلنے ہی نہیں دیتیں۔ میں تو کل والی دل میں کہہ رہی تھی کہ آپا ہوتیں تو ڈاکٹرنی سے خوب خوش ہوتیں مگر یہ تو بتاؤ کہ پاخانے کی چوکی کے ڈھکنے اپنے ہاتھ سے اٹھانا اور پھر بند کرنا کونسا اچھا کام ہے۔ انہیں ڈاکٹر صاحب کو گھن نہیں آتی۔

بہن تم تو بعض وقت ایسی فضول باتیں کرتی ہو کہ خدا کی پناہ۔ بھلا اس میں گھن کی کونسی بات ہے تم نے دیکھا ہوگا کہ ڈھکنا چوکی کی چوبی دیوار پر رکھا رہتا ہے وہ بالٹی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ پھر غلاظت جو کچھ رہتی ہے وہ بالٹی میں رہتی ہے اس لکڑی کی دیوار میں کوئی غلاظت نہیں لگتی۔ پھر ان پر جو ڈھکنا رکھا ہوگا اس میں غلاظت کہاں سے لگ جائیگی اور پھر ڈھکنے کو ہاتھ سے چھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈھکنے کے اوپر ایک کنڈا بھی تو لگا ہوا ہوگا جسے پکڑ کر ڈھکنا اٹھایا جاتا ہوگا۔ اب بتاؤ کہ اس کنڈے میں غلاظت کہاں سے پہنچ جائیگی۔

اے ہے وہ غلاظت میں سنا ہوا نہیں مگر غلاظت کے اوپر ڈھکنا تو رہتا ہے اس کے اوپر تو جراثیم اثر کرتے ہی ہوں گے۔

یوں تو بی یہ تمہارے پاخانے میں بیٹھتی ہو تمہارا لوٹا بھی غلاظت کے قریب ہی رکھا رہتا ہے۔ اور لوٹا کیا معنی تم خود ہی جو غلاظت کے اوپر بیٹھی رہتی ہو۔ اگر ناپاکی اسی طرح اڑتی ہے تو تمہارا لوٹا اور تمہارا بدن بھی بس قابل ہو جانا چاہیئے کہ اس سے گھن آئے۔

بھلا تم سے بحث کرکے کون جیتے گا۔ اچھا ابھی میں اور باتیں بتاؤنگی دیکھوں تم کہاں تک ڈاکٹر صاحب کی حمایت کرتی ہو۔

میں کسی کی جانب و حمایت کیوں کرتی۔ میں نے تو سچی بات تھی وہ کہہ دی۔

اچھا اب تم اور باتیں بتاؤ۔

آپا ڈاکٹر صاحب کا گھر تو بہت ہی صاف ہے اور ان کی بیوی بھی بڑی اچھی آدمی ہیں مگر بھئی ایک بات ان کے ہاں بہت ہی بری ہے میرا تو کل سے اب تک جی مالش کر رہا ہے۔

(عزیز حسن بقائی پرنٹر و پبلشر نے محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ پیشوا دہلی سے شائع کیا)

تھا۔ اجی تو یوں بھی متلاتا ہی رہتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے سب بچوں نے خدا جانے یہ کیا کھیل نکالا ہے کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بید کے لیکر ان کے سرے پر پان کی سی صورت کا ایک چمڑے کا ٹکڑا جڑ لیا ہے اور سب دن بھر مکھیاں مارتے پھرتے ہیں جہاں کوئی مکھی بیٹھی دکھائی دی اور انہوں نے پھٹکا اسے کچل ڈالا۔ ان کمبختوں کو نہ ترس آتا ہے ذرا گھن اور نہ ان کا جی متلاتا ہے۔ اب بھی کہدیجیے کہ مکھیوں کا اچار ہیضہ کے لئے مفید ہوتا ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کے یہاں مکھیاں نہیں دیکھی جاتی ہیں۔

مجھے تو کبھی ہیضہ ہوا نہیں اس لئے اس اچار کے فائدے مجھے معلوم نہیں تم البتہ ابھی بہت دن تک ہیضے میں مبتلا رہی تھیں اور ابھی ڈاکٹر صاحب کا علاج بھی کیا تھا اس لئے تمہیں ذاتی تجربہ ہو گا۔

اے ہے اللہ! بھئی آپا ایسی بری باتیں نہ کیا کرو۔ میرا آپ کل سے جی نگوڑا متلائے چلا جاتا ہے بڑے بڑے نیچے ہیں ڈاکٹر صاحب کے۔

اسوقت تو تم بڑی نفاست پسند بن رہی ہو جب مکھیوں کی لائی ہوئی غلاظت خوب مزے سے کھائی اور پورے مہینہ بھر تک چھپر میں پڑی رہی تھیں اسوقت یہ نفاست کہاں چلی گئی تھی؟

اوئی لو بہن دو گورہیں غلاظت کیوں کھانے لگی تھی ہیضہ کیا کوئی غلاظت کھانے سے ہوا ہے۔ ہیضہ تو ہاضمہ کی خرابی سے ہوا کرتا ہے۔

ہاضمہ اسی لئے خراب ہوا کرتا ہے کہ تم غلاظت کھا جاتی ہو تمہیں ان مکھیوں پر ترس آتا ہے مگر تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہی انسان کی سب سے بڑی دشمن ہیں اگر سانپ اور بچھو کو مارنا جائز ہے تو مکھیوں کا مارنا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے سانپ کے کاٹنے سے اتنے آدمی نہیں مرا کرتے جتنے ان مکھیوں کے ہاتھوں مرتے ہیں

اے ہے آپا خدا کے غضب سے ڈرو۔ مکھیاں نگوڑی کسی کو مارتی نہیں کاٹتی نہیں پھر وہ کسی کو کیونکر مار سکتی ہیں۔

میری بھولی بہن تم نے ہزاروں مرتبہ دیکھا ہو گا کہ مکھیاں پاخانے پر پیشاب پر اور اسی طرح کی اور غلیظ چیزوں پر بیٹھی رہتی ہیں اور وہاں سے اڑ کر سیدھی باورچی خانہ میں جاتی ہیں یا تمہارے دستر خوان پر اور چاول روٹی شکر غرضکہ جو چیز بھی تمہارے کھانے کی کھلی رکھی ہو اس پر بے تکلف بیٹھ جاتی ہیں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ انکی ٹانگوں اور پروں میں وہ غلاظت لگی ہوئی نہیں ہوتی جس پر وہ بیٹھی ہوئی تھیں؟ اب اگر ایک مکھی کی ٹانگوں میں ایک رتی کا سوواں حصہ غلاظت لگی ہوتی ہے تو اگر سو مکھیاں تمہاری روٹی پر بیٹھ گئیں تو پوری ایک رتی غلاظت تمہاری روٹی پر چپڑ دی اور اسی روٹی کو تم نے مزے کر چسکے سے کھا لیا اور پھر تمہیں ہیضہ یا پیچش یا دست آنے لگے اور تم مرتے مرتے بچیں تو کیا ان مکھیوں نے تمہیں نہیں مارا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسی لئے بچوں کو یہ کھیل سکھا دیا ہو گا کہ اس طرح گھر میں مکھیاں زیادہ نہ ہونے پائیں گی۔

بھئی آپا تم سے تو کوئی جیت نہیں سکتا ایسی ایسی باتیں نکالتی ہو کہ بس عقل حیران رہ جاتی ہے۔

میں کیا کوئی اپنے دل سے نکالتی ہوں اتنا ضرور ہے کہ میں اپنا وقت بیکار نہیں کھوتی اور برابر کوئی نہ کوئی کتاب پڑھتی رہتی ہوں اور تم خود سمجھ سکتی ہو کہ اگر روز ایک نئی بات کتاب سے معلوم ہو جایا کرے تو سال بھر میں تین سو پینسٹھ باتیں ہو جاتی ہیں۔

اللہ کرتا! کسی طرح میں بھی اتنی باتیں جان جاتی!

اب برابر جانتی تو جا رہی ہو اور اب تو ماشاء اللہ تم نے پڑھنا شروع کر دیا ہے اب تو اور بھی آسانی ہو گئی۔ جب تم میری عمر کو پہنچو گی تو تمہارا علم مجھ سے زیادہ ہو گا۔

بھئی آپا تمہاری صلاح ہو تو تم ان کی ساری باتیں "رسالہ پیشوا" میں چھپنے کے لئے بھیجدیں۔ بہت سی بہنوں کو یہ باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ اور اگر کسی ڈاکٹر کے ہاں مہمان ہونا پڑا تو انہیں شرمندہ نہ ہونا پڑے گا۔

بیشک ضرور بھیجدو۔ اور ایک اسی پر کیا منحصر ہے دہلی کے رسالہ پیشوا کیلئے تم ہر مہینہ کچھ نہ کچھ بھیجتی رہا کرو۔

بھئی میرا خط بہت برا ہے۔ تم لکھدو۔

برا خط لکھنے ہی سے اچھا ہو جایا کرتا ہے۔ جب تم لکھو گی نہیں تو خط کیونکر اچھا ہو گا۔

اے تم سے تو بس کوئی بات ہی نہ کرے۔

خوشنما پائیدار شب چراغ لیور پاکٹ واچ

نمبر ۱۹۳

یہ گھڑی نکل سلور کیس کی خوش وضع لیور مشین کی پائیدار بنی ہوئی ہے۔ ٹایم بھی صحیح بتاتی اور اسکے ہندسہ و سوئیاں گیس والی ہیں۔ جن کے باعث رات کو اندھیرے میں بھی مثل دن کے ٹایم معلوم ہوتا ہے رعایتی قیمت چار روپے چار آنہ

خوش وضع آٹھ روزہ چابی کی قابل دید رسٹ واچ

۱۹۴

گارنٹی ۲ سال

یہ رسٹ واچ دیکھنے میں نہایت خوشنما اور پرزے اسکے بہت مضبوط ہیں۔ مشین لیور اور بہت عمدہ ہے چابی اسمیں آٹھ روز میں ایکبار دیجاتی ہے ہر روز چابی دینے اور کلائی سے کھول کر باندھنے کی دقت نہیں ہوتی رعایتی قیمت معہ اسٹراپ چودہ روپے دس آنہ

پائیدار سنہری کیس کی رسٹ واچ

۱۹۵

گارنٹی ۲ سال

اس گھڑی کا کیس سنہری بہت خوشنما ہے اور پرزہ پختہ پائیدار ہیں اور مشین پالشدار ہے۔ ٹایم ٹھیک بتاتی ہے قیمت معہ اسٹراپ پانچ روپے آٹھ آنہ

شب بین الارم ٹایم پیس

۱۹۶

گارنٹی ۵ سال

اس ٹایم پیس کے ہندسہ و سوئیاں شب کو اندھیرے میں مانند ستاروں کے چمکتے ہیں۔ جن سے رات کو اندھیرے میں بھی مثل دن کے ٹایم معلوم ہوتا ہے۔ اسکے وقت پر الارم کی گھنٹی بجے سے آتی ہے جسکے باعث الارم کی آواز بہت بلند اور سوتیوں کو جلد بیدار کر دینے والی ہے۔ رعایتی قیمت سات روپے آٹھ آنہ

۲۲ کیرٹ گولڈن رسٹ واچ

۱۹۷

گارنٹی ۳ سال

یہ رسٹ واچ سنہری کیس کی خوشنما پائیدار بنی ہوئی ہے ٹایم بالکل صحیح بتاتی ہے اور پرزے بھی پختہ پالشدار ہیں رعایتی قیمت معہ اسٹراپ چار روپے بارہ آنہ (دیلٹ)

سنہری کیس فینسی رسٹ واچ

۱۹۸

گارنٹی ۲ سال

اس گھڑی کے ڈائل مختلف رنگوں کے نہایت خوش وضع رنگین بنے ہوتے ہیں کیس سنہری ہے پرزہ مضبوط مشین لیور پالشدار ہے رعایتی قیمت صرف پانچ روپے

چاندی کے کیس کی ریڈیم رسٹ واچ

۱۹۹

گارنٹی ۵ سال

اس کا کیس چاندی کا ہے اور اسکے ہندسہ و سوئیاں گیس والی ہیں اسمیں مثل دن کے رات میں بھی وقت معلوم ہو جاتا ہے رعایتی قیمت سات روپے بارہ آنہ

سنہری کیس کی چورس شیپ رسٹ واچ

۲۰۰

گارنٹی ۳ سال

یہ سنہری کیس کی گھڑی دیکھنے میں نہایت خوبصورت پسندیدہ مضبوط اور پختہ بنی ہے خوشنما ہونے کے باعث عام طور پر پسند کیجاتی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ پانچ روپے آٹھ آنہ

کارآمد شب بین رسٹ واچ

۲۰۱

گارنٹی ۵ سال

یہ رسٹ واچ ریڈیم ہے یعنی اسکا ڈائل اور سوئیاں گیس والی ہیں جو شب کو اندھیرے میں مثل ستاروں کے چمکتی ہیں جن سے آپ دن کے علاوہ رات کو اندھیرے میں بھی ٹایم معلوم کر سکتے ہیں ٹایم صحیح بتاتی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ پانچ روپے بارہ آنہ

خوش وضع نئے کام کی رسٹ واچ

۲۰۲

گارنٹی ۳ سال

اس گھڑی کی چوڑی پر کاریگری سے ایسا خوشنما بیل کا کام بنایا ہوا ہے جس سے دیکھنے والے کا دل کھنچتا ہے خوش وضع ہونے کے علاوہ مضبوط اور وقت بتانے میں بھی بڑی کارآمد ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ چار روپے

اعلیٰ درجے ریگولیٹر پاکٹ واچ

۲۰۳

گارنٹی ۷ سال

اسکی تعریف کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہر شخص اسکے نام سے واقف ہے پائیداری اور درستی ٹایم کے باعث مشہور ہوتی ہے اسمیں سکنڈ کی سوئی بھی لگی ہے رعایتی قیمت چار روپے آٹھ آنہ

سلور کیس کی لیور رسٹ واچ

۲۰۴

گارنٹی ۵ سال

اس گھڑی کا کیس چاندی کا ہے اور مشین اسکی لیور بہت عمدہ ہے جو سواری شکار دوڑ بھاگ میں خراب نہیں ہوتی ٹایم نہایت صحیح بتاتی ہے رعایتی قیمت گیارہ روپے بارہ آنہ

ہفت روزہ چابی کی خوبصورت اور مضبوط پاکٹ واچ

یہ گھڑی نکل سلور کیس کی بنی ہوتی ہے۔ اسمیں خوبی یہ ہے کہ چابی بجائے روزانہ کے آٹھ روز بعد چابی دینے کی ضرورت نہیں ہوتی اسکا بیلنس پھرتا ہوا معلوم ہوتا ہے دیکھنے میں نہایت خوبصورت [illegible] پرزے نہایت پختہ و پائدار ہیں وقت بھی صحیح بتاتی ہے رعایتی قیمت نو روپے چھ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک

فیشن ایبل خوشنما و پائیدار براسلٹ واچ

یہ گھڑی نکل سلور کیس کی خوشنما بنی ہوتی ہے علاوہ خوشنمائی کے پرزے پائدار [illegible] ہونے سے وقت بھی صحیح بتاتی ہے اس زنجیر والے چین کے علاوہ ہر قسم کا اسٹراپ بھی لگ سکتا ہے گارنٹی ۵ سال۔ رعایتی قیمت [illegible] چین کے پانچ روپے آٹھ آنے

نوٹ۔ فرمائش کے ہمراہ کلائی کا ناپ ضرور ارسال فرمائیں۔ [illegible]

ریڈیم رسٹ واچ

گارنٹی ۵ سال

اس گھڑی کا ڈائل [illegible] اندھیرے میں [illegible] ستارہ [illegible] علاوہ [illegible] رعایتی قیمت مع اسٹراپ [illegible]

پشت کی گھنٹی والا الارم ٹائم پیس

گارنٹی ۵ سال

اس ٹائم پیس میں الارم کی گھنٹی پشت پر [illegible] گھنٹی [illegible] وقت پر جگا دیتی ہے [illegible] اگر آپ اس ٹائم پیس کو [illegible] وقت نہایت صحیح بتاتا ہے پرزے اسکے پختہ اور پائدار [illegible] رعایتی قیمت چھ روپے آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک [illegible]

کیس والی کارآمد خوشنما رسٹ واچ

گارنٹی ۵ سال

اس گھڑی کا کیس نکل سلور کا ہے اور [illegible] گلاس [illegible] اس کا ڈائل اور سوئیاں ریڈیم کی ہیں [illegible] وقت بتاتی ہیں [illegible] رعایتی قیمت مع اسٹراپ [illegible]

شب چراغ لیور پاکٹ واچ

گارنٹی ۵ سال

اس پاکٹ واچ کے ہندسے اور سوئیاں ریڈیم کی ہیں جو شب کو [illegible] چمکتی ہیں۔ [illegible] اندھیرے میں [illegible] وقت [illegible] برسوں کام دیتی ہے۔ رعایتی قیمت صرف چھ روپے۔

[illegible] گولڈن فینسی رسٹ واچ

گارنٹی ۵ سال

یہ سنہری رسٹ واچ بالکل نئی وضع اور مختلف شیپ [illegible] جسکی خوشنمائی اور دلکشی [illegible] سے ظاہر [illegible] وقت بتاتی ہے رعایتی قیمت سات روپے آٹھ آنہ

[illegible] کی گولڈن [illegible]

۲۲۴

گارنٹی ۵ سال

یہ سنہری رسٹ واچ بالکل نئے فیشن کی نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے [illegible] ڈائل [illegible] نہایت نفیس و خوشنما [illegible] وقت [illegible] بتاتی ہے [illegible] رعایتی قیمت مع اسٹراپ [illegible]

پائیدار موٹے گلاس کی خوشنما رسٹ واچ

۲۲۵

گارنٹی ۵ سال

یہ رسٹ واچ نکل سلور کیس کی نہایت پائدار بنی ہوئی ہے [illegible] بہت دبیز لگا ہوا ہے جو معمولی ضرب سے نہیں ٹوٹتا ٹائم بالکل صحیح بتاتی ہے پرزے پختہ پالش دار ہیں شیپ نہایت موزوں و خوبصورت ہے۔ رعایتی قیمت مع اسٹراپ پانچ روپے آٹھ آنے

نوٹ۔ جو گھڑی پسند فرمائیں اسکا نمبر ضرور لکھیں

قابل دید [illegible] رسٹ واچ

۲۲۶

گارنٹی ۵ سال

اس گھڑی کا کیس ۲۲ کیرٹ [illegible] نہایت خوش وضع ہے۔ ڈائل اسکے مختلف اور بہت نفیس ہیں پرزے پختہ و پالش دار ہیں وقت بھی صحیح بتاتی ہے۔ رعایتی قیمت مع اسٹراپ صرف چھ روپے

اصلی سیکوریٹی لیور پاکٹ واچ

۲۲۷

قیمت [illegible]

گارنٹی ۵ سال

یہ گھڑیاں لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو چکی ہیں اسکی زیادہ بکری کا [illegible] اس وجہ سے ہے کہ یہ وقت صحیح بتاتی ہے اور [illegible] ہونے کے باعث بہت پائدار ہے قیمت میں بھی ارزاں ہے۔ رعایتی قیمت صرف چار روپے۔

نیو فیشن گولڈن رسٹ واچ

۲۲۸

گارنٹی ۵ سال

یہ سنہری کیس کی رسٹ واچ مختلف ڈائنوں اور خوشنمائی کی بنی ہوئی ہے جو نہ صرف خوبصورت ہی نہیں بلکہ پائیدار اور وقت صحیح بتانے والی بھی ہے پرزے اسکے بہت مضبوط ہیں۔ رعایتی قیمت مع اسٹراپ [illegible]

نمبر ۲۴۲ — نہایت پائیدار جو بلدار لیور کمپنی خوشنما پاکٹ واچ

یہ گھڑیاں خاص [illegible] کے کارخانہ کی کارگزاری کا [illegible] نہایت پائیدار لیور مشین گیارہ یاقوت [illegible] مشین میں نصب کئے ہیں جن کے باعث مدتوں خراب [illegible] وقت کی صحت کا یہ عالم ہے کہ ایک منٹ کا بھی فرق نہیں [illegible] گھڑی پر [illegible] رعایتی قیمت گیارہ روپے آٹھ آنہ۔

نمبر ۲۴۳ — خوشنما و پائیدار کیس والی پاکٹ واچ

اس گھڑی کی سوئیاں اور ہندسے رات کو مانند ستاروں کے چمکتے ہیں جن سے مثل دن کے رات کو اندھیرے میں بھی وقت بآسانی معلوم ہوتا ہے مشین اسکی بہت پختہ اور پرزے پائیدار ہیں۔ ٹائم نہایت صحیح بتاتی ہے کیس نکل سلور کا ہے۔ رعایتی قیمت چھ روپے چار آنے (مع [illegible]) چھ پہلا اور خوشنما کیس۔

نمبر ۲۴۴ — سنہری کیس کی خوشنما رسٹ واچ

یہ سنہری کیس کی رسٹ واچ [illegible] وقت بتاتی ہے [illegible] بہت پختہ [illegible] خوشنما [illegible] رعایتی قیمت معہ اسٹراپ [illegible]

نمبر ۲۴۵ — الارم ٹائم پیس

یہ ٹائم پیس علاوہ دن کے رات کو اندھیرے میں بھی ٹائم بتاتا ہے اور اس کا الارم [illegible] اور ایک دم دونوں طرح سے بجتا ہے رات کو ہوشیار کرنے کے لئے ایک چوکیدار کا کام دیتا ہے [illegible] مضبوط اور ٹائم کا سچا ہے [illegible] قیمت صرف آٹھ روپے۔ علاوہ محصول ڈاک

نمبر ۲۴۶ — نکل سلور کیس کی خوشنما رسٹ واچ

یہ رسٹ واچ چھوٹے سائز کی خوش وضع اور پائیدار بھی ہے اس کا کیس نکل سلور کا ہے [illegible] وقت صحیح بتاتی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ چار روپے [illegible]

نمبر ۲۴۷ — اصلی ریلوے ریگولیٹر لیور واچ

اس گھڑی نے وہ شہرت اور مقبولیت حاصل کی ہے کہ ہر شخص اسکے نام سے واقف ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت صحیح بتاتی ہے اور مشین پختہ و پائیدار ہے [illegible] رعایتی قیمت [illegible]

نمبر ۲۴۸ — ۲۲ کیرٹ گولڈن رسٹ واچ

یہ گولڈن سنہری کیس کی رسٹ واچ کی پوری خوشنمائی بیان نہیں کر سکتا بہت ہی خوشنما [illegible] اور مضبوط [illegible] رعایتی قیمت سات روپے چار آنہ

نمبر ۲۴۹ — خوشنما بجلی والی رسٹ واچ

اس رسٹ واچ کی سوئیاں اور ہندسے بجلی کی طرح چمکتے ہیں جن سے [illegible] اندھیرے میں بھی وقت معلوم ہو جاتا ہے ٹائم سچا بتاتی ہے [illegible] مضبوط ہیں رعایتی قیمت معہ اسٹراپ [illegible]

نمبر ۲۵۰ — نو ایجاد نہایت خوبصورت نقشی رسٹ واچ

اس رسٹ واچ کی خوشنمائی کا اندازہ نقشہ [illegible] ظاہر نہیں ہو سکتا ایسی خوبصورت ہے کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے اس کا کیس نہایت نقشی [illegible] بہت ہی قیمتی ہے دیکھنے میں یہ گھڑی ڈیڑھ دو سو روپے کی معلوم ہوتی ہے مشین بھی پائیدار ہے اور وقت بھی صحیح بتاتی ہے۔ رعایتی قیمت آٹھ روپے بارہ آنہ علاوہ محصول ڈاک۔

نمبر ۲۵۱ — خوبصورت اٹھ پہلو رسٹ واچ

یہ ۲۲ کیرٹ گولڈن سنہری کیس کی رسٹ واچ اٹھ پہلو بہت خوشنما اور نئی طرز کی بنی ہوئی ہے [illegible] خوبصورت ہونے کے ہر شخص پسند کرتا ہے ٹائم کی ہے۔ رعایتی قیمت معہ اسٹراپ پانچ روپے [illegible]

نمبر ۲۵۲ — سنہری کیس کی لیور پاکٹ واچ

یہ گھڑی سنہرے کیس کی نہایت پائیدار اور خوبصورت بنی ہوئی ہے اسکی مشین بہت پختہ ہے وقت بالکل صحیح بتاتی ہے اگر آپ کم قیمت کی خوبصورت [illegible] گھڑی لینا چاہتے ہیں تو یہ [illegible] رعایتی قیمت تین روپے دس آنے

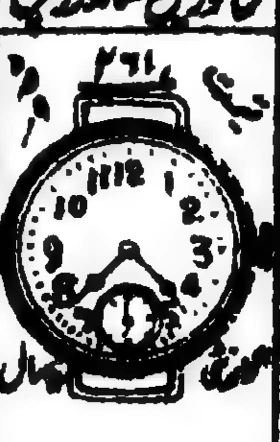
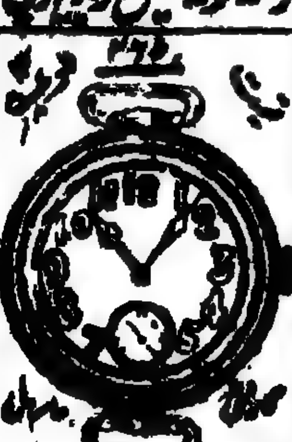
نمبر ۲۵۳ — پائیدار لیور ریڈیم رسٹ واچ

یہ رسٹ واچ لیور ہے اسکی مشین میں دس یاقوت (جول) لگے ہوئے ہیں ستارے وغیرہ [illegible] ریڈیم [illegible] رات کو اندھیرے میں بھی وقت بتاتی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ [illegible]

ہر ایک کے پاس ایک سچے ٹائم کی گھڑی کا ہونا ضروری ہے

خوشنما پائیدار نِکل کیس کی پاکٹ واچ	**ضروری اطلاع**	**بڑے کلاس کی ایکو ٹیلین پاکٹ واچ**
 اس گھڑی کے ٹائم کی طرف بیرونی شیشے کی حفاظت کے لئے ڈھکنا لگا ہوا ہے جو خفا سے اشارہ سے ذرا سا ٹھلنے کے کھل جاتا ہے یہ گھڑی خوشنمائی میں ... سے مضبوط ... بتاتی ہے۔ رعایتی قیمت صرف سات روپے	جو گھڑی یا ٹائم پیس طلب فرمائیں اس کا نام و نمبر اور قیمت ضرور لکھیں۔ پتہ اپنا پورا معہ ڈاک خانہ و ضلع اور صوبہ وغیرہ کے خوشخط لکھئے۔ یکمشت طلب کرنے پر چھ گھڑیاں ایک گھڑی مفت ملیگی	 اس گھڑی کی مشین بہت عمدہ جرمنی دار اور پائیدار اور پختہ ہے ... اس کا ... سے بھی ... ٹھیک ٹائم دیتی ہے رعایتی قیمت آٹھ روپے دس آنے۔

ٹرنڈار ... واچ	**... الارم ... ٹائم پیس**	**خوبصورت ... رسٹ واچ**	**... پاکٹ واچ**	**... رسٹ واچ**
				

اصل ... رسٹ واچ	**خوشنما ... لیڈی واچ**	**۲ کیرٹ گولڈن رسٹ واچ**	**خوشنما پائیدار لیڈی واچ**	**رولڈ گولڈ کیس ... رسٹ واچ**
				

ویسٹ اینڈ واچ کمپنی کی گھڑیاں ... اور ...

جملہ ... بنام ... ویسٹ اینڈ واچ کمپنی ... بازار چاندنی چوک ... دہلی

قابل شوہروں کے

شب عروسی

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

ساتواں باب

آٹھواں باب

نواں باب

دسواں باب

دہلی

H. ALI ARTIST

GD. No. L. 2085.
ED MONTHLY PESHWA DELHI ESTABLISHED



روپے قیمت فی پرچہ تین آنے
SAMI... DELHI

قابل شوہروں کیلئے

جو

عورت کی فطرت کو اچھی طرح سمجھ لے اور محبوبہ سے لطف اندوز ہونے کا صحیح طریقہ جانتا ہو ازدواجی زندگی کی نازک ذمہ داریوں کو سمجھتا ہو۔

شب عروسی

مع رنگین تصاویر

قیمت ایک روپیہ

پڑھ لینے کے بعد تمہیں یہ سب باتیں معلوم ہو جائیں گی اور تم کو خانگی زندگی میں جنت کا لطف آئیگا نوجوانوں کے لئے علم ازدواج پر یہ سرگرم آرا کتاب عرصہ دراز کی محنت اور ہندی و انگریزی کی کتابوں کی ورق گردانی کے بعد بصرف کثیر حال ہی میں لکھی گئی ہے یہ مغرب کی تمام تازہ ترین صنفی تحقیقاتوں کا جوہر ہے اسمیں ازدواجی زندگی کی اہم ذمہ داریاں۔ محبوبہ سے صحیح معنوں میں لطف اندوز ہونے کے طریقے۔ مواصلت کے اوقات۔ جسم نسوانی کی مکمل تشریح۔ استقرار حمل کی کیفیت اور اس کے طریقے۔ زمانہ حمل کے متعلق ضروری ہدایات۔ وضع حمل کے آسان طریقے۔ غرضکہ ہر ایک وہ بات جسکا ہر ایک شادی شدہ عورت و مرد کو ضرورت ہے نہایت شرح و بسط کیساتھ بیان کی گئی ہے علاوہ بریں اسمیں ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانیکے لئے وہ بیش قیمت طریقے درج ہیں جنہیں آپ لاکھوں روپیہ صرف کرکے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ کتاب کی عبارت اسقدر پرکیف اور رنگین ہے کہ ایک مرتبہ شروع کرکے جب تک ختم نہ ہو جائے آپ کتاب اگر ہاتھ سے رکھدیں تو ہمارا ذمہ۔ مبصرین کی رائے ہے کہ **اخلاقی پیرایہ میں صنفی معلومات پر بہترین کتاب** آج تک ہندوستان میں اس سے پہلے شائع نہیں ہوئی۔ ضخامت ۱۶۰ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک

فہرست مضامین کتاب شب عروسی۔

غنچۂ شب عروسی کی صبح
ٹوٹے ہوئے دل کی صدا

پہلا باب

نوجوانوں کے کان میں مذاق کی باتیں
مست شباب کی رعنائی
شریک زندگی کی خاموش نگاہیں
پیکر دوشیزگی کا نازک بار
قانون سے بدتر زندگی
زینت آغوش کی شرمساری
جسم نازک کے قدموں پہ پیہ
گلشن نسائیت کی تعجب کی
مجبور عالم حیرت
خواہش وصال کی رنگینیاں
گلچینی میں عجلت کرنے کا نتیجہ نازک زندگی
تباہ

دوسرا باب

آغوش محبت میں حسن کی تڑپ
بلبل خوشنوا قفس ازدواج میں
شرم و حیا کا طلسم اور رزدو
درۂ عصمت پر فاتحانہ حملہ
خوبصورت چہرے کا خوبصورت نقاب
پہلی رات کی فتح و شکست
ماؤں کی تاریکی اور نو رکا مرانی
شب عروسی کی اہمیت
جبری گلچینی جال کے نتائج
شب مواصلت کی جنگ
لذت دنیاوی کا سرچشمہ
مریم حسن کی ساخت
مریم حسن کا استادہ

گل ناشگفتہ کی پنکھڑیاں
خواہشات نفسانی
گلگوں کنار حوض نفسانی
حریم حسن کی مسدلی بہاریں
وادی نشاط
بلبل کی پراسرار کشادگی
دوشیزگی کا ضامن
پردۂ بکارت دوشیزگی کا بیش بہا
انسان کا پہلا مہد راحت
رحم کی تشریح
جوف رحم
انسانی زندگی کا مرکز
بچے کے رحم میں پہنچنے کا راستہ
انسانی زندگی کی تشکیل
گلچینی کیلئے باغباں کی اجازت
عورتوں کے دل میں ولولے

تیسرا باب

باغ نسائیت سے لطف اندوزی
نکہ عیش کا بادہ روح پرور
اتحاد تناسلی کی ضرورت
بادہ عیش ساغر اعتدال میں
گلچینی جال کیلئے عمدہ موقعہ
گلستان تعیش سے محروی
لطف اندوزی کا بہترین طریقہ
اوقات مواصلت
گلچینی جال میں کامیابی
پیکر نسائیت کی قسمیں
دنیا میں بہترین عورت

لطف اندوزی کے وقت
محبوبہ کے جذبات کا احترام
آتش شوق کے فرو ہونیکی علامت
فرقتوں کی بیکل لطف اندوزی
نکہ نشاط میں پستی
لذت جسمانی کی بیش بہا قیمت
جوہر زندگانی کی حفاظت
تجربۂ اعتدال کا زہریلا ثمر
اپنے ہاتھوں اپنی قبر
تحلیل شدہ جوہر کی قائم مقامی
خطرے کا الارم
شبیہ مرض کا صدمہ
پرکیف دعائے کا برا انجام
خوفناک امراض کی کہانی
اعتدال کا تعین زمانی

چوتھا باب

لطف اندوزی کے پھول میں
چند پوشیدہ کانٹے
بادۂ نسائیت کا دائرہ جواز
بیگانہ ہستیوں کو ناروا تصرف
سرمستی تعیش کی شگوفہ کاریاں
خواہشات نفسانی میں ہیجان
گلچینی جال کی قسمت
حسن مجسمہ کے کافی پیرہن
لطف اندوزی میں عمر کا تناسب
حسرت ارمان نہ جانے والی ہستی

قانون فطرت کی خلاف ورزی
گلشن وصال پر بجلی
ازدواجی مسرتوں پر قوت کا اثر
گلگوں بدن سے لطف اندوزی
نخل بارآور پر دست درازی
دل صد پارہ کی قاش فروشی
بہرۂ محبت کا ایک آستانہ
خطا وار عورت ہے یا مرد
مرد کی قابلیت کا معیار
محبوبہ کی جانب سے سرد مہری
بیگانیوں کا ادعین وردد
عورت کی فطرت شناسی
پھولوں کی تیج میں کانٹے

پانچواں باب

نخل تمنا کی بارآوری
محبوبہ کی عزت میں چار چاند
بارآوری کے آثار
صبح کو قے طبیعت کی ناسازی
تختۂ بلورین کی گرانی
رحم کی حرکت سے ایام کا تعین
نبرلین کی پیدائش
جہاد لیس میں بچہ کی حرکت
معصوم بچہ کی پہلی شوخی
زچہ ماں کے لئے فال نیک
حریم حسن کی سرخی سرمئیں نقوش
صدر حریر سینہ گرئی تحقیقت

غنچۂ دہن سے شبنم کے قطرے
تشنج اور غشی کی شکایت
مثانہ کی کمزوری
کلاہیت کے الہم میں چند ادھوری تصویریں
طبیعت کا اترا اعتدال سے تجاوز
استقرار حمل کی کیفیت
جوہر زندگانی میں جراثیم زندگانی
استقرار حمل کے لئے لازمی امر
استقرار حمل کا بہترین زمانہ

چھٹا باب

نخل بارآور کی نگہداشت
محبوبہ کی نازبرداری
لطف اندوزیوں سے اجتناب
معصوم ہستی خواہشات نفسانی کے نہال پر
فردوس آغوش اور جنت نگاہ
بارآور سرو رواں کیلئے لباس
حریم حسن کا غسل
سرو رواں کی نقل و حرکت
راحت و آرام کی ضرورت
غذا میں احتیاط
سوء ہضمی کی خرابیاں
مکان کی روشنائی
بغیر تکلیف کے وضع حمل
نخل تمنا کی پامالی
شاخ تمنا کی نئی کونپل

نخل تمنا قطع ہونے کے آثار
جہاد لیس سے قبل از وقت جدائی
اسقاط میں آخری چارہ و جفا
آغوش رحم میں معصوم ہستی کی قبر
اسقاط کے بعد ضروری ہدایتیں
طلسم مصائب توڑنے کے لئے
ارح کلیں۔

ساتواں باب

ازدواجی زندگی کا ثمرۂ فردوس
اس ثمر بے بہا نازحمل کی احتیاطیں
اور بچہ کی پیدائش وغیرہ کیلئے
ضروری ہدایتیں ہیں۔

آٹھواں باب

زنجیر فرائض میں نئی کڑیاں
کہاں ساتھ
مست شباب کے ہمتہ بہ ہپر مبہم
شریک زندگی کی دلنوازی
مست شباب کیلئے آغوش شوق
ایام رضاعت میں گلشن جمال کی محمل چینی
نخل تمنا کی قبل از وقت
دوبارہ بارآوری
نبرلین سے شیر خوار کی محرومی
۲۲ دودھ چھڑانا کب تک جائز ہے
زمانہ رضاعت میں گلگلق
لطف اندوزی کا اثر صحت
جسمانی پرونسائیت کے زندہ درگور
بیسے، محبوبہ کا جسم نازنیں

گلشن رعنائی کی خوشنما کلیاں
اس باب میں اس کے بطلاوہ
کی کثرت سے بازرہنے کی مختلف
تدابیر ہیں

نواں باب

۴۴ مضامین میں سے چند۔
گلشن ازدواج میں عروس بہار
عورت میں شان الوہیت
بادہ محبت ساغر نسائیت میں
عورت میں محبت
عورت کی تسخیر کا فن
شریک زندگی پر اعتماد
زن مردی کی صنعت
صفت کھو ی کی یاد مرہم
طمع و تشنہ کے خنجر
نشہ شباب میں خلوت گزینی
حسن عریاں کا نظارۂ سیم

دسواں باب

ازدواجی زندگی کے چند پوشیدہ راز
۲۶ مضامین میں سے چند۔
مردوں کی مخصوص بیماریاں
غیر فطری اخراج کے اسباب
سرور رواں کی بے ثمری
بے ثمری کے اسباب
حسب خواہش اولاد پیدا کرنا

ضخامت ۱۶۰ صفحے
قیمت صرف ایک روپیہ

ملنے کا پتہ منیجر اورینٹل بک ڈپو پوسٹ بکس نمبر ۱۰۵ دھلی

H. ALI ARTIST



پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

لذت شباب

شباب جاودانی کی تمنا ہو تو لذت شباب یعنی ایرانی کوک شاستر کا مطالعہ کیجیے اس کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ شباب کو مدت تک کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں عورت کے تاثرات کیا ہیں حسن کی ملکہ سے کس طرح لطف اندوز ہونا چاہیے گلزار شباب کس طرح رنگ افروز ہوتا ہے شباب کی دیوی کس طرح منتی ہے عورت کو عورت سے اور مرد اگر مرد سے اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتائج پیدا ہو سکتے ہیں لذت شباب میں ہندوستان و ایران کے حیات تازہ بخشنے کے نسخے [illegible] اودھ [illegible] طبیبوں کے سینکڑوں سہل الحصول مجربات ہیں [illegible] لذت شباب کے مطالعہ [illegible] شباب جاودانی کا [illegible] ضخامت تقریباً ڈیڑھ سو صفحات۔ آٹھ نہایت بہترین ملک کی تصاویر۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ کتاب کی فہرست مضامین حسب ذیل ہے:

ملنے کا پتہ۔ مینیجر اورینٹل بک ڈپو دہلی

بیوی کی چھپی ہوئی تحفہ ہے



شب تاپچہ عروسی

یہ کتاب نہایت دلآویز اور دلکش طریقہ پر ازدواجی زندگی کے تمام پوشیدہ معاملات کو وضاحت و متانت کے ساتھ بیان کرتی ہے ... ازدواجی مسرتوں کا ...
... شادی کے متعلق تمام امور سے واقف ہونا ضروری ہے ... عورت کو شادی سے ...
... کتاب ... صنفی تعلیم کے لئے ...
... ہندوستان ... کتاب ... صنفی معلومات ...
بہترین جلد ... صفحات قیمت صرف ایک روپیہ ... فہرست مضامین کتاب شب تاپچہ عروسی حسب ذیل ہے۔

فہرست تصاویر

شب عروسی کو دولہا کے نظارہ میں
شب تاپچہ والی دلہن کی تیاری
شب عروسی کی تیاری
شب تاپچہ کیا چاہیے
شب عروسی کے بعد
برقی غسل کا استعمال جسم کو خوبصورت بنانے کے لئے

مقدمہ

عزم و استقلال کی دستگیری
ہمت مرداں مدد خدا
شب تاپچہ کا مقصد
دوسری کتابوں سے موازنہ
اصلاح معاشرت

باب ۱

باب ۲

جنس لطیف اور صنفی تعلیم
صنفی معلومات کی ضرورت
صنفی معلومات کا ذریعہ
سہیلیوں سے نقصانات
بازاری کتابوں کا مطالعہ

شب عروسی
صنفی معلومات کا بہترین ذریعہ

باب ۳

باب ۴

باب ۵

باب ۶

باب ۷

باب ۸

باب ۹

باب ۱۰

عصمت کا آبگینہ

باب ۱۱

باب ۱۲

باب ۱۳

باب ۱۴

ملنے کا پتہ منیجر اورنٹیل بک ڈپو دہلی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کر [illegible] جلد [illegible]

پورے قرآن مجید کا صحیح [illegible]

دو سو صفحات کے اندر نہایت خوبصورت

سنہری جلد [illegible]

اور

ہدیہ علاوہ محصول ڈاک [illegible]

ملنے کا پتہ

مہتمم رسالہ [illegible] دہلی

دولت آپکو تلاش کر رہی ہے

اگر آپ مفلس ہیں تو یہ آپ کا قصور ہے کیونکہ

اگر آپکو روپیہ پیدا کرنے کے بہترین اصول معلوم ہیں تو سمجھ لیجئے کہ دولت آپ کی لونڈی ہے اور روپیہ پیدا کرنا آپ کا کام ہے زیادہ تر وہ لوگ مالی پریشانی اٹھاتے ہیں جن کی عقل معاش بیکار ہوتی ہے مفلسی اور مصیبت کو دیکھکر یورپ اور امریکہ کی صدہا کتابوں کی مدد سے حسب ذیل کتابیں تیار کی گئی ہیں۔ ان میں صنعت و حرفت و تجارت کی مکمل تعلیم ہے۔ ان کتابوں کو صرف ایک مطالعہ انسان کی تقدیر کو پلٹ دینے کے لئے کافی ہے۔

معلومات تجارت

بغیر سرمایہ کے لاکھوں روپیہ پیدا کرنا سکھاتی ہے۔ اس کتاب میں تجارت کے ذریعہ روپیہ کمانے کی مکمل تعلیم ہے۔ بلا سرمایہ کے تجارت کرنے کے عملی طریقے ہیں یورپ و امریکہ سے تعلقات پیدا کرنے کے راز ہیں۔ اس کتاب کو خرید کر انسان ایک قلم اور دوات لیکر لاکھوں روپیہ پیدا کر سکتا ہے۔ اس کتاب میں دو سو کے قریب مضامین ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ تجارت کی ضرورت کامیاب تاجروں کے تجربے۔ تاجر کے لئے ہدایتیں۔ تجارت کی تعلیم۔ سرمایہ پر بلا لفقا و ماہوار کاروباری خطوط۔ ترتیب و سلیقہ۔ بہی کھاتوں کی جانچ۔ عدالتی کاروائی تجارت کا انتخاب۔ تجارتی اشتہارات۔ مشترکہ سرمایہ سے تجارت۔ سرمایہ کے بغیر تجارت۔ دوکانداری۔ فروخت بذریعہ ایجنٹ کمیشن ایجنسی۔ ٹھیکہ داری۔ اکسپورٹ۔ امپورٹ۔ نیلام۔ تجارت کم سرمایہ سے سرمایہ کے بغیر تجارت۔ فوٹو گرافی۔ مختلف صنعتیں اور حرفتیں۔ علم تجارتی معلومات۔ قانون ٹریڈ مارک۔ ایجاد و پیٹنٹ۔ سکہ۔ منڈی۔ بیمہ وغیرہ وغیرہ غرضکہ یہ کتاب ایک مکمل تجارتی انسائیکلو پیڈیا ہے۔ قیمت دو روپے (۲)

مالی پریشانی کا علاج

جس کے پاس یہ کتاب ہوگی وہ کبھی غریب نہیں رہیگا یہ وہ کتاب ہے جس نے صدہا پریشان حالوں کی حالت درست کر دی ہے۔ اس کتاب میں وہ عملی تدابیر ہیں جن کے ذریعے مصنف نے لوگوں کی قسمتیں پلٹ دی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اگر آپ ملازمت چاہینگے تو ملازمت مل جائے گی۔ تجارت کرنا چاہیں گے تو آپ تجارت کر سکیں گے صنعت و حرفت کا اگر آپکو شوق ہوگا تو آپ اس میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کتاب کی مختصر فہرست مضامین یہ ہے۔ معاش کی صورتیں۔ کون پیشہ بہتر ہے۔ پیشے کا انتخاب ملازمت اور پیشے۔ تجارت کن کے لئے مناسب ہے۔ ملازمت کن لوگوں کو کرنی چاہیئے۔ ملازمت کیوں نہیں ملتی۔ ملازمت کیونکر جاتی رہتی ہے۔ ملازمت کیونکر تلاش کی جائے۔ ملازمت کا استحکام۔ تجارت کسطرح کیجائے۔ سرمایہ کی مقدار و حساب۔ کامیابی۔ کامیابی کی مثالیں۔ معاش کے آسان ذرائع۔ مختلف آسان صنعتیں قیمت ۱ر

فن اشتہار نویسی

جس کے ذریعہ گھر بیٹھے روپیہ کمایا جا سکتا ہے یہ کتاب یورپ امریکہ کی صدہا کتابوں کا عطر ہے۔ اسمیں اشتہار دینا، اشتہار لکھنا اور اشتہار کے موثر طریقے درج ہیں جن کے ذریعے لاکھوں روپیہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ صدہا مضامین میں سے مختصر فہرست مضامین یہ ہے۔ اشتہارات کی ضرورت۔ موجودہ اشتہار دینے کی عادت۔ یورپ کے نرالے اشتہاروں کے طریقے۔ اشتہاروں کی تخیل۔ اشتہار کا مضمون۔ ترتیب۔ سرخی۔ تمہید مطلب طرز ادا۔ صداقت۔ اختصار کی رسم الخط۔ اشتہار کی طباعت و اشاعت۔ ترجمہ کن پہلو۔ اشتہار میں تصاویر اور اشتہار کے عملی پہلو۔ کن چیزوں کا اشتہار دینا چاہیے۔ اشتہار کتنی مرتبہ شائع کیا جائے۔ اشتہار کی مختلف صورتیں مقامی اشتہار سائن بورڈ۔ پوسٹر۔ ہینڈ بل۔ روزانہ ہفتہ وار اخباروں میں اشتہار۔ ماہانہ رسالوں میں اشتہار۔ اسٹیشنری کی چیزوں پر اشتہار۔ حساب و کتاب اور ضروری یادداشتیں قیمت ۱ر

فن دوکانداری

چند روپے سے لکھ پتی بنا دیتی ہے۔ اس کتاب میں کامیاب دوکانداروں کے تجارب حاصل کر کے وہ باتیں بتائی گئی ہیں جن کی مدد سے ایک معمولی دوکاندار چند دن میں بہت بڑا تاجر بن سکتا ہے۔ صدہا مضامین میں سے مختصر فہرست مضامین یہ ہے۔ یورپ کی دکانیں۔ سرمایہ کا سوال دکان اور اس کا موقع۔ مال کی خریداری۔ دکان کی آراستگی۔ قیمت کا تعین۔ طریقہ فروخت گاہکوں سے تعلقات۔ خریداروں سے فائدہ اٹھانے کی ترکیب اور صورت خریداروں کی عادات۔ قرض خرید و فروخت۔ دوکانداروں کو ترقی دینے کی تدابیر کم وقت میں زیادہ کام۔ سرمایہ بڑھانے کی بہترین ترکیب۔ چیزوں کی ترتیب۔ حساب و کتاب۔ روزانہ فروخت۔ اس کتاب کا مطالعہ کر لینا گویا صدہا سال کام کے تجربے حاصل کر لینا ہے۔ قیمت بارہ آنے ۱۲ر

مراسلات تجارت

صرف میز کرسی اور قلم دوات سے ہزاروں روپیہ کمالیجئے اس کتاب میں یورپ و امریکہ کی تجارت کے وہ راز ہیں کہ آپ صرف میز کرسی اور قلم دوات فراہم کر کے صرف خط و کتابت کے ذریعے بڑی بڑی کمپنیوں کی ایجنسی لے کر گھر بیٹھے ہزاروں روپیہ ماہانہ پیدا کر سکتے ہیں قیمت ۱ر

تعلیم موٹر باتصویر

یہ کتاب ایک مہینہ میں موٹر انجینیر بنا دیتی ہے۔ یہ موٹر کی تعلیم پر مکمل کتاب ہے۔ اسمیں نہ صرف موٹر چلانا بتایا گیا ہے بلکہ ٹوٹے ہوئے موٹروں کی مرمت کرنا تمام موٹروں کے پرزے فٹ کرنا بھی سکھایا گیا ہے۔ ایک مہینے کے مطالعہ کے بعد اس کتاب کا پڑھنے والا موٹر انجینیر بن سکتا ہے۔ وہ جن کے پاس موٹر ہے اور وہ جو موٹر کے ذریعے روپیہ کمانا چاہتے ہیں اس کتاب کو اپنے پاس رکھیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ (عہ)

تذکرہ اولیائے ہند کامل

اس میں ہندوستان کے ستر سو اولیائے کرام کے حالات و کشف و کرامات جمع کئے گئے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کا ایک زمانہ مشتاق تھا اور جس کے مطالعہ سے طبیعت کبھی سیر نہیں ہوتی۔ تین حصوں میں ختم ہوئی ہے۔ زبان سلیس اردو۔ اب نیا ایڈیشن چھپا ہے اور ہاتھوں ہاتھ نکل رہا ہے اگر آپ کو اولیائے کرام و بزرگان عظام سے عقیدت ہے تو اس کتاب کو فوراً طلب فرمایئے ورنہ پھر تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا قیمت ہر سہ حصہ چار روپے۔ محصولڈاک علاوہ

تمام کتابیں مینیجر رسالہ مشیر دہلی سے طلب فرمایئے

(مرتبہ حسن نظامی، ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر نے اتحاد پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر دفتر منادی دہلی سے شائع کیا)

جب بچوں سے ناک میں دم آجائے

(اور جب بچوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہے)

جب استاد جواب دے چکیں اور جب اتالیق نا امید ہو جائیں تو مندرجہ ذیل کتابیں ایسے بچوں کو پڑھایئے۔ نالائق لائق بن جائیں گے عقل و شعور کے زیور سے آراستہ ہو جائیں گے اور ان کو وہ آجائے گا جس سے اس زمانہ کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ بھی محروم ہیں۔ مدارس میں سالہا سال کی تعلیم کے بعد جو بات حاصل نہیں ہو سکتی وہ چند دن میں مندرجہ ذیل ہیں کتابوں سے حاصل ہو جائے گی جن بچوں نے ان کتابوں کو پڑھا ہے ان کی کایا پلٹ گئی ہے استاد کو چھڑا دیجئے اتالیق کو رخصت کر دیجئے مگر ان کتابوں سے بچوں کو ہرگز محروم نہ کیجئے مصنف کا دعویٰ ہے کہ جو تعلیم بیس معلم نہیں دے سکتے وہ ان کتابوں سے حاصل ہو جائے گی اگر آپ یکجا طور پر پبلک لائبریری نہیں خرید سکتے تو دو دو چار چار کتابیں کر کے منگا لیجئے۔ مگر خدا کے لئے ان کتابوں سے بچوں کو کبھی محروم نہ کیجئے۔

قرآن کے سبق اس میں بچوں کے لئے کلام مجید سے نہایت کارآمد اور مفید سبق جمع کئے ہیں۔ زبان نہایت شستہ انداز تحریر دلچسپ۔ قیمت ۶ر

قرآن کی کہانیاں۔ اس میں کلام الٰہی سے دلچسپ نتیجہ خیز اور مفید کہانیاں بچوں کے لئے جمع کی گئی ہیں بچے بڑے شوق سے ان کو پڑھتے ہیں قیمت ۶ر

بچوں کی حدیثیں اس میں بچوں کے اخلاق و عادات کی اصلاح کرنیوالی حدیثیں نہایت صاف و شستہ اور آسان زبان میں لکھی گئی ہیں قیمت ۶ر

بچوں کی گلستان اس میں گلستان سعدی کا اردو ترجمہ ہے بچوں کے لئے نہایت مفید اور کارآمد کتاب ہے۔ قیمت چھ آنے ۶ر

بچوں کی بوستان اس میں بوستان کی کہانیوں کا اردو ترجمہ نہایت آسان اور شستہ زبان میں بچوں کے لئے کیا گیا ہے۔ قیمت چھ آنے ۶ر

پیمبروں کی کہانیاں اس میں بچوں کے لئے نہایت دلچسپ طریقہ پر کہانیوں کی صورت میں پیمبروں کے حالات درج ہیں۔ قیمت چھ آنے ۶ر

اولیاء اللہ کی کہانیاں اس میں اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے حالات کہانیوں کی صورت میں بچوں کے لئے لکھے گئے ہیں۔ قیمت ۶ر

بچوں کی تعلیم و تربیت اس کتاب میں بچوں کے لئے چھوٹے چھوٹے نہایت دلچسپ سبق لکھے گئے ہیں تاکہ بچے سچائی اور راستی کی طرف راغب ہوں۔ قیمت ۶ر

بچوں کے اخلاقی سبق اس کتاب میں ایسے سبق لکھے گئے ہیں جن کے مطالعہ کے بعد بچوں کی اخلاقی حالت کی خود بخود اصلاح ہو جاتی ہے قیمت ۶ر

بچوں کا مکتب اس کتاب میں بچوں میں تعلیمی شوق پیدا کرنیوالے سبق درج ہیں قیمت ۶ر

بچوں کی خطوط نویسی اس کتاب میں ننھے اور کمسن بچوں کو خطوط نویسی کے آسان اور سہل طریقے سمجھائے گئے ہیں۔ قیمت چھ آنے ۶ر

بچوں کی تندرستی کی تعلیم اس کتاب میں بچوں کو حفظان صحت، تندرستی

اور کھیل کود کے طریقے سکھائے ہیں۔ قیمت چھ آنے ۶ر

بچوں کے تاریخی قصے اس کتاب میں تاریخ سے بچوں کے لئے مفید کارآمد اور نتیجہ خیز افسانے انتخاب کئے گئے ہیں۔ قیمت چھ آنے ۶ر

بچوں کی اخلاقی کہانیاں اس کتاب میں بچوں کے لئے نہایت ہی دلچسپ ایسی کہانیاں لکھی گئی ہیں جن کے پڑھنے سے بچوں کی اخلاقی حالت درست ہو جاتی ہے۔ قیمت چھ آنے ۶ر

بچوں کی علمی کہانیاں۔ بچوں میں علمی ذوق پیدا کرنے والی کہانیاں اس کتاب میں درج کی گئی ہیں ان کے مطالعہ کے بعد بچے تعلیم کے دلدادہ ہو جاتے ہیں قیمت ۶ر

بچوں کی دلچسپ کہانیاں اس میں نہایت مزے دار اور نہایت شستہ کہانیاں بچوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ قیمت چھ آنے ۶ر

نئی نئی کہانیاں اس کتاب میں نہایت مزے دار بچوں کو تڑپا دینے والی نئی نئی کہانیاں درج کی گئی ہیں۔ قیمت چھ آنے ۶ر

پریوں کی کہانیاں اس کتاب میں نہایت دلچسپ مفید اور نتیجہ خیز کہانیاں بچوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ قیمت صرف چھ آنے ۶ر

بچوں کی نظمیں اس کتاب میں نہایت دلچسپ مفید اور نتیجہ خیز نظمیں بچوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ قیمت چھ آنے ۶ر

بچوں کی معلومات اس کتاب میں بچوں کی عام معلومات کو بڑھانے والے نہایت کارآمد اور مفید مضامین لکھے گئے ہیں قیمت ۶ر

دوزخ اور جنت کی سیر

اگر آپ دوزخ اور جنت کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اس حیرت انگیز اور عجیب و غریب دنیا کے حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں اور وہاں کی خوفناک اور حسین مخلوق کے طلسمی حالات سے واقفیت ہونا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ کیجئے

جنت کا سفرنامہ اس میں مشرق کے چند سیاحوں نے نہایت مفصل طور پر جنت کے پوشیدہ رازوں کا انکشاف کیا ہے اور جنت کی دلکشی اور دلفریبی کے تمام حالات درج کر دیئے ہیں یہ نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز کتاب ہے۔ قیمت صرف چھ آنے ۶ر

دوزخ کا سفرنامہ اس میں مغرب کے اور مشرق کے متعدد سیاحوں نے جہنم میں پہنچکر وہاں کے رازوں کو طشت از بام کیا ہے اور بتایا ہے کہ جہنم میں رہنے والے کس طرح زندگی گزارتے ہیں اور جہنم کی سفر کی ابتدا کیونکر ہوتی ہے اس کے علاوہ جہنم کے تمام پوشیدہ رازوں کا انکشاف کر دیا گیا ہے۔ قیمت چھ آنے ۶ر

موہن انگلش ٹیچر صرف ڈہائی ماہ میں انگریزی سکھانے والی کتاب مصنفہ پروفیسر ایم اے موہن تعلیمی جادوگر۔
قیمت صرف ایک روپیہ عمہ

ملنے کا پتہ - مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

یورپ میں صرف ایک نپولین کے حالات پر تقریباً دو سو کتابیں لکھی جا چکی اور تقریباً چالیس ملکوں کی تعداد میں چھپ چکی ہیں اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یورپ و امریکہ والے اپنے ملکی مشاہیر اور قومی بہادروں کے سوانح زندگی کا مطالعہ کس قدر ضروری سمجھتے اور ان کے کارناموں کی قدر کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر ایک شعبہ میں برابر تیز رفتاری سے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ان کی علمی و تمدنی ترقیاں ہمارے لئے باعث حیرت بنی ہوئی ہیں

کاش ہمارے اندر بھی یہ جذبہ پیدا ہو

کہ ہم اپنے قومی اور ملکی مشاہیر کے کارناموں سے واقف ہو کر ان کے تجربوں سے فائدہ اٹھائیں انکی سی امنگیں اپنے اندر پیدا کریں اور ان کے نقوش قدم کو آئندہ ترقیوں کے لئے اپنا رہبر بنائیں

خواص خاں ولی اور خان جہاں لودی

مسلمانوں کے دو بڑے بہادر جرنیل گذرے ہیں جن کے کارنامے مسلمانوں کے لئے باعث فخر ہیں اور جن کے سوانح زندگی میں آج کل کے مسلمانوں کے لئے بہت ہی عبرتیں اور بصیرتیں موجود ہیں۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ ان اسلامی جرنیلوں کے سوانح زندگی کا مطالعہ کرے اور ان کے کارناموں سے واقف ہو۔

ان دونوں جرنیلوں کی سوانح عمریاں مشہور اسلامی مورخ مولوی اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی نے لکھی ہیں اور خان جہاں لودی کی سوانح عمری کی قیمت صرف چھ آنے اور خواص خاں ولی کی سوانح عمری کی قیمت آٹھ آنہ ہے۔

محبت کے پیغام

عاشق و معشوق کے خطوط

یہ شراب محبت میں ڈوبی ہوئی کتاب ان دلچسپ اور محبت سے لبریز خطوط کا لکھنا سکھاتی ہے جو سچے عاشق شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے پیارے شوہر کو عالم محبت میں لکھا چاہتی ہے۔ ہر خط ایک افسانہ کی طرح دلچسپ ہے اور ہر سطر میں محبت کی داستان پوشیدہ ہے قیمت آٹھ آنے۔ علاوہ محصولڈاک۔ تمام کتابیں ملنے کا پتہ:- مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

اردو ادب میں ایک عظیم الشان اضافہ

رسالہ الکشاف کا سالگرہ نمبر

جو ہینک ۲۵ جون سنہ ۱۹۳۰ء کو شائع ہو گا جس کیلئے ہمارا دعویٰ ہے کہ آج تک ہندوستان کے کسی اردو رسالہ نے اتنا شاندار سالگرہ نمبر پیش نہیں کیا اس میں ہندوستان کے تمام مشہور ادیب حضرات کے اعلیٰ پایہ شاہکار شائع ہو رہے ہیں اسکی پچاس دیدہ زیب رنگین اور سادہ تصاویر آپ کے کمرہ کی آرائش کیلئے کافی ہونگی اس کا نظر فریب اور قیمتی ٹائٹل آپ کی میز کو گلدستہ بنا دیگا۔ اتنا بہتر اتنا شاندار اور اتنا دلچسپ نمبر آپ کی نگاہ سے آج تک گذرا ہوگا۔ اگر آپ کا آرڈر مئی میں وصول نہ ہو گیا تو پھر یہ پرچہ آپ کو مشکل سے مل سکیگا اس لئے بہتر ہو کہ آپ آج ہی آرڈر روانہ کر دیجئے۔ اس نمبر کی قیمت ہے مستقل خریداروں کی خدمت میں سالگرہ نمبر مفت ارسال ہوگا چندہ سالانہ سے

مینیجر الکشاف لکھنو

جب سب طرف سے مایوسی ہو جائے

اور دنیا کے اسباب شکستہ ہو جائیں انسانی ہمت دو مجبور ہو کر بیٹھ جائے راحت و اطمینان کی گھڑیاں مفقود ہو جائیں تو پھر انسانی ہستی ایک دوسری طرف رجوع کرتی ہے اس کا نام اوراد و وظائف ہے یہی دنیاوی مشکل کا آخری زینہ ہے اولیاء ہی سے وہ شاہراہ حقیقی ہے جس میں مجبور ہو کر ایک معمولی انسان اور شہنشاہ زمانہ سب ایک حالت میں ہو جاتے ہیں رضی اللہ عنہم سب فقرا کے پاس جس قدر خزینہ کرامات ہے وہ سب انہی اوراد کی برکت ہے اور انہی سے ہزارہا مصیبت زدوں کی جان بچی ہے ان ہی میں علی الخصوص حضرت تاج العارفین **مخدوم جہانیاں جہاں گشت** کے اوراد و وظائف بہت ہی مجرب ہیں اب تک یہ اوراد وظیفہ بسینہ رہے خدا بھلا کرے مولانا عرشی شاہ کا کہ انہوں نے رفاہ عام کے لئے اس خزانہ کو لٹا دیا اور کتاب کی صورت میں پیش کر دیا اس کتاب کا نام **اوراد و ظائف جہانگشت** ہے اس میں سب قسم کے مطلب کے لئے اوراد و وظائف اور نقش ہیں اب ہر شخص کو ان کے عمل کی اجازت ہے۔ محبت الٰہی محبت رسول۔ ایمان کی حفاظت گناہوں کی معافی۔ عذاب قبر سے نجات شیطان کو مغلوب کرنا نصیب کی یاوری صلوۃ التسبیح تسخیر و محبت۔ استخارہ۔ ہر حاجت پوری ہو۔ دشمن کو مغلوب کرنا۔ قرض ادا ہونے کے لئے بچوں کی حفاظت تندرستی بچوں کی بیماری دور کرنے کے لئے عورتوں کے مخصوص امراض کے لئے سسان درد سر لقوہ بخار ہر قسم کا درد چیچک آشوب چشم طاعون مرگی زہر کا اثر جو ہے گیبدڑ کی حفاظت کے نقش وظیفے اس کے علاوہ سورہ مزمل کے وظیفے۔ بچہ پیدا ہونے کے دشمن کو مقہور کرنے کے لڑکے کے پیدا ہونے تنگی رزق دور ہونے۔ کشائش رزق کھینچنا کی حفاظت جن بھوت سے حفاظت مصیبتوں سے نجات دشمنوں کو برباد کرنا گم شدہ کو حاضر کرنا محبت و تسخیر پانچوں وقت کی نماز کے وظیفے نماز قضا عمری کے وظیفے ختم خواجگان نقشبند دعائے حیدری اسم اعظم کا وظیفہ جو انسانی کوششوں سے بالا تر ہو اس کتاب میں موجود ہے۔ ہمیں مولانا عرشی کے لئے دعائے خیر کرنی چاہیئے کہ انہوں نے ان اوراد صمدیہ کو عام کر دیا ۱۰۰ صفحہ کی کتاب ہے قیمت ۱۰ /

ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام

ہندوستان کے دار الحرب یا دار الاسلام ہونے کے متعلق اگر آپ دلچسپ قصے کے پیرایہ میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مولانا حاجی حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمیعۃ علماء ہند کی **خاموش تبلیغ** پڑھیئے اس کتاب میں مشرکین کی بنائی ہوئی چیز کو کھانا مشرکین سے اتحاد کرنا مشرکوں کی رسموں کو ترک کرنا غرض یہ کہ حاضرہ کے تمام مسائل پر نہایت فاضلانہ بحث کی گئی ہے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف ۱۲ / رکھی گئی ہے۔ محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ:- **مینیجر رسالہ پیشوا دہلی**

دِل والوں ❤ کے لیئے

پیشوا کے دینی و دُنیوی اِشارے

تصاویر (۱) ملک الاعظم حضرت اورنگزیب عالمگیر غازی - (۲) حکیم عمر خیام نیشاپوری - (۳) دیوان عبدالحمید وزیر اعظم کپورتھلہ (۴) شہزادہ معظم جاہ (۵) آثار محل بیجاپور (۶) سلطان ابن سعود والی حجاز (۷) حکومت حجاز کا سب سے پہلا ہوائی جہاز (۸) دہلی کے لال قلعہ کا مشرقی دروازہ (۹) قلعہ رائچور کا مشرقی حصہ (۱۰) قلعہ رائچور کا مغربی حصہ - (۱۱) اورنگ آباد کی مسجد - (کل ۱۱ تصویریں)





عشاق رسالت

(عزیز حسن بقائی)۔

خدا کا شکر ہے کہ رسول نمبر کا کام نہایت مستعدی اور سمجھداری سے کیا جا رہا ہے۔ اور خدائے عز وجل نے محض اپنے فضل سے دو فاضل اہل قلم حضرات کی اعزازی خدمات سے مجھے مستفید ہونے کا موقع عطا فرمایا ہے

ایک جناب مولانا اشفاق حسین صاحب بی اے بی ٹی ہیں جن سے قارئین گزشتہ سال رسول نمبر میں متعارف ہو چکے ہیں انہوں نے ۳ گھنٹہ روزانہ رسول نمبر کے لئے کام کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ جن کے اخلاص اور قابلیت اور محنت سے یقیناً رسول نمبر سال گزشتہ سے بھی بہتر نکلے گا۔ اور دوسرے جناب شیام سندر صاحب حقیقت با صر مدیر اخبار پارس لاہور ہیں جنہوں نے سال گزشتہ کی طرح رسول نمبر کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے بیحد مصروف اوقات میں سے کچھ حصہ وقف کر دیا ہے۔

نیز اسوقت تک تین سو مشاہیر اہل قلم کو رسول نمبر میں مضمون لکھنے کے لئے خطوط ارسال کر چکا ہوں۔ اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اور خیال ہے کہ شاید بالمشافہ خطوط تقلی مجھے پورے کرنے پڑیں گے۔ اور اس طرح توقع ہوتی ہے کہ امسال رسول نمبر کے مضمون نگاروں میں سال گزشتہ سے زیادہ وقیع حضرات کے اسماء گرامی شامل ہوں گے۔

ایک عاجز انسان اور جاہل و مفلس غلام اپنے آقا و مولا کے نام اور کام کو سربلند کرنے کے لئے جتنی قربانی کر سکتا ہے انشاء اللہ اس سے گریز نہیں کروں گا۔ اور انتہائی کوشش کروں گا کہ ضخامت اور صوری و معنوی لحاظ سے پیشوا کا رسول نمبر نہ صرف اپنے تمام گزشتہ رسول نمبروں سے بہتر ہو۔ بلکہ وزن کے اعتبار سے بھی انشاء اللہ آدھ سیر کے قریب صرف رسول نمبر کا وزن ہوگا۔ اور مضامین اگر میرے حسب منشا جمع ہو گئے تو ایسے اچھوتے عنوانات ہوں گے، کہ انکی نظیر ہندوستان کے تمام رسائل کے رسول نمبروں میں تلاش کئے سے بھی نہیں ملے گی۔ اور یہ رسول نمبر کتابی صورت کے ایکہزار صفحات سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ جسکو اگر تجارتی حیثیت سے مقررہ قیمت پر فروخت کیا جائے تو پانچ روپے سے کم قیمت مقرر نہیں کی جا سکتی۔ اور یہ رسول نمبر مستقل خریداروں کو بغیر کسی قیمت کے ملیگا۔ بشرطیکہ وہ یکم جون تک خریدار ہو جائیں۔ قدیم خریداروں

سے بھی حسب معمول اس ضخیم پرچہ کی کوئی قیمت نہیں لیجائے گی۔ بلکہ اسی دو روپے سالانہ چندہ میں سیرت رسول کی انسائیکلوپیڈیا پیش کر دی جائے گی۔

ان تمام ارادوں کی تکمیل صرف اسی صورت میں ہو سکے گی کہ آپ کثرت سے جدید خریدار فراہم کریں۔ اور کتابیں اور کلام اللہ صرف دفتر پیشوا دہلی سے خریدیں تاکہ اس طرح فروخت کتب سے جو نفع ہو وہ بھی رسول نمبر میں ہی لگا دیا جائے۔ خوب یاد رکھیے کہ اس سال رسول نمبر کا بجٹ پانچ ہزار روپے سے زیادہ ہے۔ اور یہ پانچ ہزار روپیہ جدید خریداروں اور خرید کلام اللہ و کتب سے ہی آپ کو پورا کرنا ہے۔ کیونکہ اس خاص نمبر کو معراج کمال تک پہنچانے کے لئے ان غریب مسلمانوں ہی کے دل میں تڑپ ہوگی جن کو خاتم المرسلین سے عشق ہے۔ اور میں آج انہی کو مشتاق رسالت کی صف اول میں دیکھنے کے لئے بےچین ہوں۔ تاکہ کل فخر و انبساط کے ساتھ فخر کائنات کی خدمت میں عرض کر سکوں کہ حضور آپکے فلاں فلاں غلام نے آپ کے نام اور کام کو سربلند کرنے کے لئے میری اعانت فرمائی۔ کیونکہ میرا ایمان ہے کہ آج میرے آقا کی زندگی جسطرح غیرمسلموں میں تبلیغ کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ اسیطرح دوسرا کوئی ذریعہ نہ مسلمانوں کی موجودہ پراگندگی کو دور کر سکتا ہے۔ اور نہ غیرمسلموں میں تبلیغ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اور میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ فخر کائنات کی زندگی کو رسول نمبر کے ذریعہ تبلیغ اور تنظیم کا ایک بہترین لائحہ عمل بنا کر پیش کروں۔

بس اگر چاہتے ہو کہ اس تیرہ زار ہند میں محمد رسول اللہ کا نام عزت اور محبت کا آفتاب بنکر چمکے اور مسلمانوں کا افتراق اور پراگندگی دور ہو اور غیرمسلموں میں صحیح اور سچی تعلیم نبوی کی تبلیغ ہو تو کم سے کم ایک ہزار جدید خریدار فراہم کرکے انکے چندے دفتر رسالہ پیشوا میں بھجوا دو۔ اور اگر یہ چاہتے ہو کہ میں اطمینان اور سکون سے شریف غیرمسلم اہل قلم حضرات سے فخر کائنات کی تعریف میں مضامین حاصل کر سکوں تو آج ہی اپنے دوستوں سے جسقدر زیادہ ممکن ہو سکے دفتر پیشوا سے کتابیں خریدنے کے لئے گذارش کیجئے۔ اور کم سے کم پانچ روپے کے قرآن پاک یا کتابیں خود بھی خرید کر کاغذی سرمایہ کو چاندی کی صورت میں منتقل کرکے مجھے رسول نمبر کے مصارف کی طرف سے مطمئن کر دیجئے۔

کیا محمد رسول اللہ کے غلام سن رہے ہیں کہ ان سے میں کیا چاہتا ہوں۔ کیا فخر کائنات کے نام پر گردن کٹانے والے مسلمان زندہ ہیں جو میری درخواست کو صرف اس لئے قبول کریں کہ میں ان کے آقا اور مولا کے نام کو اس تیرہ زار ہند میں عزت و محبت کا آفتاب بنا کر چمکانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ آج اسلام کی تبلیغ اس کے علاوہ اور کسی ذریعہ سے ممکن نہیں کہ انسانیت کے محسن اعظم اور دنیا کے نجات دہندہ کی زندگی کو مختلف عنوانوں سے کروڑوں ناواقف انسانوں کے سامنے احسن طریقہ سے پیش کیا جائے۔ اور اس کا ذریعہ صرف رسول نمبر کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہے۔ پس کون ہے جو میری صدائے من انصاری الی اللہ کے جواب میں نحن انصار اللہ کا نعرہ بلند کرکے میری اس درخواست کو قبول کرے؟

پریس آرڈیننس

۲۸ اپریل کو لارڈ اردن جیسے شریف وائسرائے کے دستخطوں سے ۱۹۱۰ء کا پریس ایکٹ معہ اپنی قدیم دفعات کے چند سخت دفعات کے اضافہ کے بعد بطور آرڈیننس جاری کر دیا گیا جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں:۔

شملہ ۲۷ اپریل وائسرائے اور گورنر جنرل نے اخبارات کو مضبوط تر اقتدار میں رکھنے کے لئے ایک آرڈیننس نافذ کیا ہے۔ لارڈ اردن ایک بیان میں کہتے ہیں:۔

"انڈین پریس ایکٹ جو ۱۹۱۰ء میں بغاوت اور تحریک تشدد کو روکنے کے لئے جاری کیا گیا تھا ۱۹۲۲ء میں منسوخ کر دیا گیا اسوقت یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ یہ ایکٹ ان اغراض کے لئے کامل طور پر موثر نہیں نیز جدید سیاسی صورت حالات اور جدید آئینی فضا نے اس کے بحال رکھنے کی اجازت نہ دی یقین کیا جاتا تھا کہ اگر اخبارات اپنی ذمہ داری پر چھوڑ دیئے جائیں تو وہ ان مہلک اثرات کو جس سے ان کی ایک جماعت متاثر ہے فنا کر دیں گے۔

پریس ایکٹ کی منسوخی کی ناکامی

۱۹۲۲ء سے مختلف مواقع پر بغاوت کی روح کو تقویت پہنچانے اور حکومت ہند کے خلاف انتہائی نفرت پھیلانے میں ہندوستانی اخبارات کی تحریرات کے بڑے نتائج سامنے آتے رہے ہیں۔ یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ۱۹۲۲ء میں جو قبل از وقت توقعات قائم کی گئی تھیں۔ وہ پوری نہیں ہوئیں۔ بلکہ برخلاف اس کے اخبارات کے ایک خاص طبقے کا لہجہ موثر نگرانی نہ ہونے کے باعث زیادہ بری صورت اختیار کر رہا ہے پریس ایکٹ کی موثریت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ جب سے یہ منسوخ ہوا ہے۔ وہی امور کثرت سے رونما ہونے لگے جن کا انسداد اس کا مقصد تھا۔ مقدمات وقتاً فوقتاً بدتر حالات میں دائر کئے جاتے ہیں لیکن یہ ہمیشہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ان سے حالات کی اصلاح نہیں ہوئی اور اگر عمومی حیثیت سے دیکھا جائے۔ تو یہ مقدمات انتہائی بغاوت و انقلاب کے پروپیگنڈے کی مسلسل رفتار کی نگرانی کے لئے ناکافی ہیں۔

فسادات کراچی کلکتہ کا نتیجہ

بہرحال میری حکومت نے ان آئینی ترقیات کو دیکھتے ہوئے جن کی تعلق پیشین گوئی کی جاتی ہے اور پوری توقع رکھتے ہوئے کہ ان سے وہ اکثر اسباب دور ہو جائیں گے، جو پریس کے ایک طبقے کی انتہائی دشمنی کے موجب ہیں محض علامات و آثار کے ساتھ سرد کار رکھنے سے قطعاً انکار کر دیا ہے۔ بلکہ وہ زیادہ دوررس علاج کی تلاش میں مصروف ہے۔ بہر کیف تحریک خلاف ورزی قانون کے آغاز سے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ عام حکمت عملی کی بنا پر اس مسئلے کا تصفیہ نہ کیا جائے بلکہ ایک نازک و خطرناک ضرورت کے پیش نظر اس کا فیصلہ ہونا چاہئے تحریک خلاف ورزی قانون (خواہ اس کے شروع کرنے والوں کا مقصد کچھ ہی کیوں نہ ہو) تمام معقول پسند اشخاص کی پیش بینی کے مطابق حکومت کے خلاف تشدد و مقابلہ کرنے میں جلد جلد ترقی کر رہی ہے۔ کلکتہ اور کراچی کے فسادات چٹاگانگ کی مسلح بغاوت اور پشاور کے ہولناک فساد سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انقلاب کی وہ روح جو قانونی نافرمانی کی تحریک سے ترقی پذیر ہوئی ہے خطرناک صورتوں میں رونما ہونی شروع ہو گئی ہے۔

اخبارات پر الزام

اس وقت اس تحریک کو سب سے زیادہ تقویت اخبارات کی تحریروں کے باعث پہنچ رہی ہے۔ اکثر اخبارات کھلم کھلا تشدد اور انقلاب انگیز کارروائی کی تحریک کر رہے ہیں۔ دوسرے جرائد تحریک خلاف ورزی قانون کی قطعی تائید کر کے ملک بھر میں قانون شکنی کی روح کو ترقی دے رہے ہیں۔ ان حالات میں میں نے ایک ایسا آرڈیننس نافذ کرنا اپنا فرض خیال کیا ہے جس کی رو سے سنہ ۱۹۱۰ء کے پریس ایکٹ کے اختیارات کی بعض ایسی ترمیمات کے ساتھ تجدید ہوتی ہے جو حالات حاضرہ کی رو سے ضروری ہیں۔ اس قانون سے پریس کی جائز آزادی پر بندش عائد کرنا یا نظام حکومت پر معتدل تنقید و تبصرہ کو روکنا مقصود نہیں بلکہ ایک ضروری و ناگزیر صورت حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ اور وہ ناگزیر صورت حالات ظاہر ہے۔ علی ہذا اس کے تصفیے کے متعلق میری ذمہ داری بھی واضح ہے۔ مجھے وثوق و اعتماد ہے کہ اس وقت ہندوستان کے تمام زیادہ سلیم الفطرت و راسخ العزم حضرات قانون شکنی کی اس تحریک کے لازمی نتائج پر غور و خوض کرتے ہوئے فوضیت (انارکی) کی طاقتوں کا مقابلہ کرنے اور ملک کو امن و امان اور آئین و نظام کی ترقی کے رستے پر لے جانے کے لئے میرے اور میری حکومت کے ساتھ متفق ہوں گے۔

اس کی خاص خاص دفعات تو وہی ہیں جو پریس ایکٹ بابت سنہ ۱۹۱۰ء کی ہیں۔ لیکن اس میں بہت سی اہم دفعات کا بھی موجودہ صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اضافہ کیا گیا ہے اس کی رو سے اخبارات یا خاص قسم کا لٹریچر چھاپنے والے ان مطبع جات کی ضمانت جن سے کہ ضمانت داخل کرائی گئی ہو ضبط کر سکتی ہے۔

اس آرڈیننس کی رو سے ہر ایک مطبع کے مالک یا مالکان کو جو کہ اخبارات چھاپتے ہوں یا اخبارات کے پبلشروں کو ضمانت داخل کرنا لازمی نہیں ہو گا۔ موجودہ چھاپہ خانے یا اخبارات اس وقت جاری ہیں ان کے لئے اس وقت تک ضمانت داخل کرنے کی ضرورت نہ ہو گی جب تک کہ لوکل گورنمنٹ ان سے ضمانت داخل کرنے کا مطالبہ نہ کرے۔

لوکل گورنمنٹ موجودہ زمانہ میں جاری شدہ اخبارات چھاپہ خانوں سے صرف اسی حالت میں ضمانت طلب کرے گی جبکہ وہ بلاواسطہ انقلابی اور سول نافرمانی کی تحریک کے لئے عوام کو ابھاریں گے۔

کلاز نمبر ۴ مظہر ہے: جب لوکل گورنمنٹ کو یہ معلوم ہو گا کہ اس چھاپہ خانہ میں جس کے متعلق دفعہ ۳ کے ماتحت کوئی ضمانت داخل کرائی گئی ہو ایسے اخبارات کتاب یا دیگر کاغذات چھاپنے اور شائع کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن میں ایسے الفاظ یا نشانات نمایاں اور تصاویر ہوں جن سے کہ مندرجہ ذیل امور کے لئے بالواسطہ یا بلاواسطہ نتیجۃً بمشورہ اشارہ۔ مثال یا نیت وغیرہ ظاہر ہوتا ہو۔

(۱) قتل کرنا۔ یا ایکٹ مادہ آتشگیر بابت سنہ ۱۹۰۸ء کے ماتحت کسی جرم کا ارتکاب کرنے یا تشدد کرنے کی تلقین کرنا۔

(ب) ملک معظم کی بری۔ بحری۔ یا ہوائی فوج کے کسی افسر سپاہی۔ جہازراں یا ہواباز یا پولیس کے کسی افسر کو اپنے فرض کا احترام کرنے کے خلاف بھڑکانا۔

(ج) ملک معظم کی حکومت۔ یا برطانوی ہند کی آئینی حکومت یا برطانوی ہند یا ہندوستانی ریاست کے نظام یا ملک معظم کی رعایا کے کسی فرقہ میں ملک معظم یا حکومت یا کسی والیٔ ریاست کے خلاف منافرت پھیلانا۔

(د) کسی شخص کو خائف کر کے یا ناراض کر کے اس کی جائداد یا ضمانت دوسرے شخص کے حوالہ کر دینے کی ترغیب دینا۔

(س) قانون پر عملدرآمد کرنے اور قانون کی حفاظت میں مزاحمت کرنے کے لئے کسی شخص کو بھڑکانا یا اس کی حوصلہ افزائی کرنا۔ یا خود ایسا کوئی جرم کرنا یا سرکاری مالگذاری و دیگر واجب الادا ٹیکس یا دا کرنے سے منع کرنا یا چھپا

لگان یا دیگر قسم کے ٹیکس ادا کرنے سے منع کرنا۔

(ص) کسی سرکاری ملازم یا مقامی حاکم کے ملازم کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی ترغیب دینا یا اس کے سرکاری فرائض کی انجام دہی میں تاخیر کرنے یا اپنے عہدہ سے مستعفی ہو جانے کی ترغیب دینا۔

(ش) ملک معظم کی رعایا کے مختلف فرقہ جات کے مابین منافرت یا دشمنی پھیلانا۔

(ص) ملک معظم کی فوج میں بھرتی نہ ہونے کے لئے ترغیب دینا یا فوج کی تربیت انتظام یا ڈسپلن کے خلاف ان کے جذبات کو بھڑکانا۔

لوکل گورنمنٹ بذریعہ نوٹس کے ایسے چھاپہ خانوں کے مالکان کو ان الفاظ کو نشانات وغیرہ کو بیان کرتے ہوئے جو کہ اس کی رائے میں مندرجہ بالا اقسام کے ہوں پریس (چھاپہ خانہ) کی داخل شدہ ضمانت وغیرہ اس اخبار یا کتاب وغیرہ کی تمام کاپیاں برطانوی ہندوستان میں جہاں کہیں بھی دستیاب ہونگی ضبط کرے گی۔

تشریح

کلاز (ج) میں لفظ منافرت سے غداری و دشمنی کے ہر قسم کے خیالات سے مراد ہے لیکن حکومت کی تجاویز پر ان کو جائز طریقے سے تبدیل کرنے کے لئے جو رائے زنی کی جائے گی۔ یا نظم و نسق و حکومت یا والیان ریاست کے دیگر کاموں میں منافرت یا بے اطمینانی پھیلائے اور جائز طریقہ سے تبدیلی کے لئے تبصرہ کیا جائے گا وہ کلاز (ج) کی زد میں نہیں آتا۔ اس سلسلہ میں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ اس میں کلاز (س) اور ایک بڑی حد تک کلاز (ص، ش و ص) قطعی نئے ہیں۔

پرانے پریس ایکٹ میں ایک اور ایزادی کلاز ۲۳ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ جبکہ کسی چھاپہ خانہ کے مالک ماتحت دفعہ نمبر ۱ یا دفعہ ۱۲ کے کلاز ۳ یا دفعہ کے ماتحت ضمانت طلب کی جائے گی اس وقت تک اس پریس میں اخبارات یا کتب وغیرہ چھاپے یا وہاں سے شائع نہ کئے جائیں گے۔ اور جہاں کہیں کوئی چھاپہ خانہ دفعہ ۴ پریس ایکٹ کے خلاف اخبارات یا کتب وغیرہ چھاپنے یا وہاں سے شائع کرنے کے لئے استعمال کیا جائے گا تو لوکل گورنمنٹ بذریعہ تحریری نوٹس اس پریس کو یا دیگر پریسوں کو جو کہ اس عمارت کے اندر یا اس کے قریب پائے جائیں ملک معظم کے حق میں ضبط کر سکتی ہے اور ایسی صورت میں دفعہ ۔ (وارنٹ تلاشی کے اجراء) کے ماتحت کارروائی کی جائیگی۔

دفعہ ۱ کے ماتحت ضبطی ضمانت یا ضبطی پریس کی ہائی کورٹ میں اپیل کی جا سکتی ہے جس کی سماعت ہائی کورٹ کے جج جو کہ مشترکہ اسپیشل بنچ کرے گی۔

پہلی ضمانت ضبط ہو جانے کے بعد اس سے زیادہ رقم کی ضمانت طلب کی جا سکتی ہے۔ اور اگر چھاپہ خانہ میں ویسا ہی جرم پھر کیا گیا تو نقد ضمانت مع پریس کے ضبط کی جا سکتی ہے۔"

۲۹ اپریل کو دہلی کے قائمقام چیف کمشنر مسٹر جانسٹن نے دہلی کے بیس سے زائد اخبارات و رسائل اور چھاپہ خانوں سے تقریباً پچاس ہزار کی ضمانت طلب کر لی احکام ضمانت طلبی کے چند گھنٹے بعد دہلی کے تمام مالکان مطابع اور اخبارات اور رسائل کا جلسہ ہندوستان ٹائمس کے دفتر میں زیر صدارت مسٹر سابنی ایڈیٹر ہندوستان ٹائمس شروع ہوا اور صورت حالات پر پوری طرح غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ دہلی کے ہندو مسلمان مالکان اخبارات و رسائل کی ایک مشترکہ انجمن بنائی جائے۔ اور تا فیصلہ آل انڈیا جرنلسٹ ایسوسی ایشن بطور اظہار ناراضگی ضمانتیں۔ داخل کرنی ملتوی کی جائیں۔

۲۹ تاریخ سے آج ۵ مئی تک دہلی کے تمام وہ پریس اور اخبارات بند ہیں جن سے ضمانتیں طلب کی گئی ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ جس ۱۹۱۰ء کے پریس ایکٹ کے ماتحت ضمانت آسانی سے آسکتی ہوں۔ اس کو زیادہ سخت صورت میں نافذ ہونے کے بعد اخبار نویسی بہت ہی مشکل ہو گئی ہے۔

میں نے جدید پریس ایکٹ کا خلاصہ دیدیا ہے۔ اور اس کے بعد ان بھائیوں سے چھ مہینے کی (کیونکہ یہ آرڈیننس چھ مہینہ تک نافذ رہے گا) رخصت لیتا ہوں۔ جو لوگ پیشوا کو صرف اس کے شذرات کی وجہ سے پڑھتے ہوں۔ ان کو چھ مہینہ کے بعد میرے خیالات پڑھنے کا موقع ملے گا۔ کیونکہ اس ایکٹ کی موجودگی میں میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ سیاسی صورت حالات پر بحث نہیں کروں گا۔ باقی پرچہ کی حالت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ بلکہ شذرات کے صفحے ان کو صفحہ کی تصاویر زیادہ کر کے پورا کیا جائے گا۔

امید ہے کہ قارئین کرام میری اس مجبوری کو پیش نظر فرما کر اگر پیشوا میں کچھ خامیاں بھی ان کو نظر آئیں گی تو درگذر کریں گے۔

حیدر آباد کی صدارت عظمیٰ

۵ مئی ۱۹۳۰ء میں حیدرآباد کی صدارت عظمیٰ کا عہدہ جلیلہ خالی ہو گا۔ اور شاید مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی میعاد میں اضافہ نہ ہو۔ کیونکہ مہاراجہ بہادر پیرانہ سالی کی وجہ سے اب گوشۂ عافیت میں رہنا چاہتے ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس وقت حیدرآباد میں ایک بھی نہیں ایسا

نہیں ہے، جس پر اعلیٰ حضرت اور برٹش گورنمنٹ کو یکساں اعتماد ہو۔

اگرچہ برٹش گورنمنٹ ملکی رؤسا میں سر سالار جنگ کو اس اہم منصب پر دیکھنا چاہتی ہے۔ مگر چونکہ سر ممدوح کو اعلیٰ حضرت پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اس لئے ان کے وزیر اعظم ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

باہر کے حضرات میں سر عبد الرحیم، اور سر علی امام اور نواب قاضی عزیز الدین صاحب وزیر اعظم دتیا کے نام لئے جا رہے ہیں۔

ان ہر سہ حضرات میں اگر ذات شاہانہ اور سلطنت آصفیہ اور باشندگان دولت آصفیہ اور برٹش سلطنت کے لئے کوئی شخص مفید ہو سکتا ہے، تو وہ صرف خان بہادر قاضی عزیز الدین صاحب کی ذات گرامی ہے۔ جو اپنی خداداد قابلیت اور اثر و رسوخ کی وجہ سے یقیناً اقتدار کی اس گتھی کو سلجھا سکتے ہیں، جو حیدر آباد میں انگریز افسروں کی موجودگی اور مزید بھرتی سے الجھ گئی ہے۔

کیونکہ پولٹیکل ڈپارٹمنٹ میں جو عزت اور اعتماد قاضی صاحب کو حاصل ہے، وہ بڑے بڑے والیان ریاست کو حاصل نہیں۔ اور پھر قاضی صاحب کا یہ کیرکٹر ہے کہ وہ اپنے آقا کے مفاد کو ہر حالت میں مقدم رکھتے ہیں، اور کچھ ایسے خوش اسلوب طریقے سے معاملات کو برٹش حکام سے ریاست کے حق میں طے کرا لیتے ہیں کہ ان کے اقتدار کے کینہ حریف دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

جس نازک سیاسیات میں سے اس وقت دولت آصفیہ گذر رہی ہے وہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ذات شاہانہ کو جس روحانی تکالیف میں نااہل کارکنوں نے مبتلا کر دیا ہے۔ اس کا اگر تدارک نہ ہوا تو کسے خبر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی صحت پر اس کا کیا اثر ہو گا۔ اور برٹش افسران کی موجودگی کیا گل کھلائے گی۔ اس لئے ایسے نازک وقت میں اس کی اشد ضرورت ہے کہ کوئی ایسا مدبر قلمدان وزارت سنبھالے جس کو ریاستی معاملات پر کامل عبور ہو اور پولٹیکل ڈپارٹمنٹ میں کافی رسوخ ہو اور اعلیٰحضرت کو بھی اس پر کامل اعتماد ہو۔ اور یہ تمام صفات سوائے خان بہادر قاضی عزیز الدین صاحب دیوان دتیا کے کسی دوسرے نام میں نظر نہیں آتیں۔

اس لئے قاضی صاحب اس اہم عہدہ کے ہر طرح اہل ہیں۔ اور امید ہے کہ مہاراجہ صاحب دتیا اپنے فرض شناس اور دیانت دار اور مستعد اور وفادار وزیر کو اس وقت تک کے لئے حیدر آباد جانے کی اجازت مرحمت فرما دیں گے، جب تک کے لئے مہاراجہ صاحب کے دوست حضور نظام کو قاضی صاحب کی ضرورت ہو۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

جب سے مسٹر ایبن مرحوم لاہور کے انگریزی اخبار مسلم آؤٹ لک سے علیحدہ ہوئے ہیں اس وقت سے مسلم آؤٹ لک اپنے بلند معیار صحافت سے گر گیا ہے۔ اور افسوس ہے کہ مسلمانوں کا یہ واحد انگریزی روزنامہ جس بلند مقام پر پہونچ گیا تھا اس سے بتدریج نیچے اتر رہا ہے۔ اب سے پہلے جس طرح اس نے ہندو اخبارہ داری اور رنگیلا رسول کے خلاف مدلل مضامین لکھکر غیر فانی شہرت حاصل کی تھی۔ اب اسی طرح اسلامی ریاستوں کے خلاف جھوٹی خبریں شائع کر کے اپنے اسٹینڈرڈ کو گرا کر ان ذلیل اخبارات کی صف میں شامل ہو رہا ہے۔ جن کا گرو گھنٹال بھائی لکھن سنگھ نام نہاد ایڈیٹر اخبار ریش ہے۔ اور جس طرح ریش کی فیکٹری نے عباسی حکومت بہاولپور کے خلاف دروغ بافی کی تھی۔ اسی کی یاد بہاولپور کے متعلق لکھکر مسلم آؤٹ لک کے ہمہ دان ایڈیٹر نے تازہ کر دی ہے۔

نہیں معلوم پرائیویٹ سکرٹری کا عہدہ عزت کا کانٹوں بھرا تاج کیوں ہو گیا ہے، کہ جو شریف زادہ اعلیٰ حضرت عباسی شہریار کا پرائیویٹ سکرٹری ہوتا ہے اسی کے خلاف پنجاب کا کوئی نہ کوئی اخبار غلاظت اچھالنا ملک اور قوم اور ریاست کی سب سے بڑی خدمت سمجھتا ہے۔

۱۲ اور ۱۹ اپریل کے مسلم آؤٹ لک نے اسلام کی سب سے بڑی خدمت انجام دینے کے لئے اپنی دروغ باف فیکٹری سے یہ خبریں شائع کیں۔

(۱) کمال خاں مجرم کو میعاد گذرنے کے بعد بھی نہیں چھوڑا گیا۔ اور قید کے دوران میں قیدی سے سختی کی گئی۔

(۲) کپتان مقبول حسن پرائیویٹ سکرٹری اعلیٰ حضرت کسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۳) ڈاکٹر ریاض الحسن انچارج اسٹاف ڈسپنسری ڈیرہ نواب کمپاونڈر ہیں۔

(۱) کمال خاں کو جس عدالت نے سزا دی ہے اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ اختتام قید کے بعد ایک سال کے لئے نیک چلنی کی ضمانت دے۔ اور عدم ادائیگی ضمانت کی صورت میں قید میں رہے۔ یکم مئی تک چونکہ ضمانت داخل نہیں ہوئی۔ اس لئے کس قانون کے ماتحت اس کو رہا کیا جا سکتا ہے۔ کیا عدالت اور قانون کا احترام مسلم آؤٹ لک کی مصلحتوں کے لئے ختم کیا جا سکتا ہے۔ رہا قیدی کے ساتھ سخت برتاؤ کا معاملہ اس کی حقیقت ایک فسانہ سے زیادہ نہیں۔

(۲) مولوی مقبول حسن صاحب قریشی ایم اے ایل ایل بی ریاست کے ان خوش نصیب سرداروں میں سے ایک ہیں، جن کی دیانت داری مستعدی، اور فرض شناسی، اور پاکبازی کی تمام ریاست میں دھوم ہے۔ اور جنپر اعلیٰ حضرت تاجدار بہاولپور اور برٹش حکام کو یکساں اعتماد ہے۔ اور سوائے پنجاب کے ایک دو مرچیل کا مذہبی چیتھڑے کے یا مسلم اوٹ لک کے ان کا کوئی حریف نہیں۔ نہ ریاست میں اور نہ ریاست کے باہر ان کی کوئی پارٹی ہے۔ وہ اپنی خداداد قابلیت، اور فرض شناسی کی وجہ سے بہت جلد ترقی کی منزلیں طے کر گئے۔ اور اگر ان کا ترقی کے زینہ پر چڑھنا اور اعلیٰ حضرت کا انپر اعتماد کرنا کسی پارٹی کے ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے تو یہ ایک ایسا لا علاج مرض ہے کہ اس کی دوا مسیح الملک کے پاس بھی نہیں۔ اور اس مرض کا نام حسد ہے۔ جو ان کمین اور بزدل اور ذلیل انسانوں کے دلوں میں آگ کی مانند بھڑک رہا ہے۔ جو اپنی سیہ کاریوں اور بد دیانتیوں کی وجہ سے اپنا اعتماد عباسی تاجدار کے دل سے کھو چکے ہیں۔ اور ان ہی جیسے کمین حاسدوں کے لئے قرآن حکیم اشارہ کرتا ہے کہ وھو بما لم ینالو۔

(۳) ڈاکٹر ریاض الحسن صاحب ایک سند یافتہ ڈاکٹر ہیں۔ اور گذشتہ ۲۵ سال سے اسسٹنٹ سرجن کے گریڈ میں کام کر رہے ہیں۔ اور ان کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ پرائیویٹ سکرٹری صاحب کے بھائی ہیں۔ اور اپنے آقا کے وفادار اور معتمد ہیں، اور یہ ایسے سنگین ترین جرائم ہیں کہ جن کی سزا مسلم اوٹ لک کے ایڈیٹر کے خیالات کے مطابق کالے پانی سے کم نہ ہونی چاہیئے۔

دنیا حیران ہوگی کہ آخر بہاولپور کے پرائیویٹ سکرٹری کے عہدہ میں کیا بس ملا ہوا ہے کہ پنجاب کا پریس کسی نہ کسی طرح ان کو بدنام کیا کرتا ہے۔ یہ ایسا راز ہے کہ جس کا افشا اس وقت تک کے لئے ملتوی کرتا ہوں جب تک ایڈیٹر صاحب مسلم اوٹ لک اس راز کو افشا نہ کرنا چاہیں۔ ورنہ اگر انہوں نے اپنے طرز عمل میں تبدیلی نہ کی تو مجبوراً مجھے وہ اہم اطلاعات شائع کرنی پڑیں گی، جو حکام بہاولپور کی پوزیشن کو صاف کرنے کے لئے کافی ہونگی۔ اور کسے خبر ہے کہ مسلم اوٹ لک کی پوزیشن اس وقت کیا ہوگی؟

مورخ اسلام حضرت مولانا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی دور حاضرہ کے ان مورخوں میں سے ہیں، جن کا قلم تحقیق اور دلائل کے خلاف ایک نقطہ نہیں لکھتا۔ اور وہ تاریخ جیسے خشک اور پامال مضمون میں ایسی دلچسپی پیدا کر دیتے ہیں کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

قول حق افتراق بین المسلمین کی ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں فتنہ کی ابتدا کن لوگوں نے کی۔ اور مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کی وجوہات کیا ہیں۔ اور اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ کس طرح خفیہ سازشیں کر کے یہودیوں نے قبائلی عصبیت کو بھڑکا کر بجائی۔ اور اسلام میں کتنے فرقے کس سنہ میں پیدا ہوئے۔ اور ہر فرقہ کا بانی کون تھا۔

محترم مولانا کی اس وقت تک جتنی بھی تصانیف میری نظر سے گذری ہیں یوں تو وہ سب کی سب اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہترین ہیں۔ مگر قول حق کا تاریخی اور تحقیقی معیار بہت بلند ہے۔ اور یہ کتاب حقیقتاً ان کا شاہکار ہے۔

اگر بدنصیب مسلمان اپنی پراگندگی کا صحیح علاج معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ان کو قول حق پڑھنی چاہیئے۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کی پراگندگی دور ہو تو ان کو قول حق کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اگر وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ خیر القرون قرنی میں کون کون سی جماعتیں کار فرما تھیں تو ان کو قول حق خریدنی چاہیئے کہ اردو میں یہی پہلی اور مستند کتاب ہے جو ہر مسلمان کو ضرور پڑھنی چاہیئے۔

انکشاف لکھنؤ نے میرے محترم دوست جناب مولانا نسیم صاحب کی ایڈیٹری میں دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ اور خاص نمبروں کے متعدی مرض میں پنجاب کے رسائل نے جو فوقیت حاصل کر لی ہے اس میں نسیم صاحب کسی طرح پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عید نمبروں کی بجائے عید کے موقع پر روزوں کی خشکی کو ادب عالیہ اور لطیف ظرافت سے دور کرنے کے واسطے ہندوستان کے بلند پایہ ادبا سے نظم و نثر کے اعلیٰ مضامین حاصل کر کے شائع کئے ہیں۔ اور پر مذاق کارٹونوں نے انکشاف کے ظریف نمبر کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

میں اس خاص اور اردو کے پہلے کامیاب ظریف نمبر کے لئے مولانا نسیم صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں، اور قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ انکشاف کا اس ظریف نمبر کو ضرور خریدیں جسکو پڑھتے پڑھتے ہنسی کے مارے پیٹ میں بل نہ پڑ جائیں تو میرا ذمہ

دہلی کا ساقی

۹×۲۰ سائز ۸۰ صفحات کے قریب ضخامت سید اتنی چکنا کاغذ اعلیٰ درجہ کی کتابت و طباعت۔ سالانہ چندہ تین روپے فی پرچہ چار آنے ملنے کا پتہ: منیجر صاحب رسالہ ساقی دہلی۔

دہلی جو اردو کی جنم بھومی ہے اور جس کے اونٹی ذرے علم و ادب کے آفتاب بنکر چمکے اس سے پہلے آج تک کوئی ایسا پرچہ جاری نہیں ہوا تھا، جس کا مقصد صرف زبان کی خدمت ہو۔ اور سچ یہ ہے کہ اردو کے مرکز کی یہ ایک بہت بڑی کمی تھی۔ جو جناب مولوی شاہد احمد صاحب بی اے کی ادب نوازی اور علم دوستی اور انتھک کوشش اور صرف کثیر سے پوری ہو رہی ہے۔ شاہد صاحب اس نامور دادا کے پوتے ہیں، جو قصر اردو کے تعمیر کرنے والوں میں نمایاں خصوصیت رکھتے تھے اور سچ جنہوں نے اردو کو ایک علمی اور عالمگیر زبان بنانے میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ لٹریچر سے محبت اور صحیح زبان لکھنے کی بدولت شاہد صاحب کو ورثہ میں ملی ہے۔ اور مجھے خوشی ہے کہ ساقی کے ذریعہ خان بہادر شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب کے ہونہار پوتے جن کو قدرت نے ذوق سلیم عطا فرمایا ہے اور خدمت ادب کے لئے چن لیا ہے، اپنی تمام زرپاشیوں اور جوش کوششوں کے ساتھ دہلی کا ساقی چھ مہینے سے نکال رہے ہیں، اور حق یہ ہے کہ ساقی نے اپنی تمام رعنائیوں اور دلچسپیوں کے ساتھ پنجاب کے کامیاب رسائل کے سامنے دہلی کی لاج رکھ لی ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ ساقی اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ اور شاہد احمد صاحب کے طفیل دہلی کے ماتھے سے یہ کلنگ کا ٹیکہ دور ہو کہ دہلی سے اردو کی خدمت گذاری کے لئے کوئی پرچہ شائع نہیں ہوتا۔

میں قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ منیجر صاحب رسالہ ساقی سے ایک پرچہ طلب فرما کر ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

تاخیر اشاعت کی وجہ

افسوس ہے کہ مئی کا پیشوا تاخیر سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کی وجوہات مختصراً یہ ہیں کہ ۲۰ اپریل کو میں درد قولنج میں ۱۲ گھنٹہ تک مبتلا رہا اس ۱۲ گھنٹہ کی علالت میں موت کا مزا آ گیا۔ اور اگر تائید ایزدی شامل حال نہ ہوتی اور محترم ڈاکٹر محمد عمر صاحب خصوصیت سے توجہ نہ فرماتے تو شاید آج جسم و روح میں کوئی تعلق نہ ہوتا۔ ایک دن کے درد میں اتنا کمزور ہو گیا۔ کہ چھ مہینہ میں بھی طاقت عود نہیں کر سکی۔ ابھی علالت سے حواس درست نہیں ہونے تھے کہ میرے حقیقی بھائی جو چھ مہینے سے مسلسل علیل چلے آ رہے ہیں تقریباً سخت دورہ کی حالت میں ۱۲ گھنٹہ بے ہوش رہے۔ ڈاکٹر محمد عمر صاحب ان کو ہوش میں لانے کی تدابیر میں

مصروف تھی کہ چھپر پریس آرڈیننس کا دورہ پڑا۔ اور اس نے سب بچے حواس باختہ کر دیئے۔ جس پریس میں پیشوا چھپ رہا تھا۔ اس سے مقامی گورنمنٹ نے دو ہزار روپے کی ضمانت طلب کر لی۔ اور اس پر طرہ یہ ہوا کہ دوسرے مطابع نے پیشوا کو ہوا سمجھکر چھاپنے سے محض اس خوف سے انکار کر دیا کہ کہیں مزید ضمانت نہ طلب کر لی جائے۔ ایسی حالت میں کہ میں خود علیل تھا میرے بچے کی علالت میرے لئے کافی پریشان کن تھی۔ اور میرے بھائی صاحب فراش تھے، پریس آرڈیننس کی اس دارو گیری کی وجہ سے رہے سہے حواس جاتے رہے ایسی حالتیں کہ میری جان بچنے کی امید نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس مصیبت سے نجات پا نا دوسرے پریس ضمانت کے خوف سے پیشوا کو چھاپنے کے لئے تیار نہ تھے، آپ میری مشکلات کا اندازہ کیجئے کہ کس مصیبت میں پھنس گیا۔

بہرحال اس عالم یاس میں جبکہ ساری امیدیں منقطع ہو چکی تھیں اور مادی کوششیں ناکام ہو گئی تھیں، تو اس خدائے علیم و خبیر نے جس نے ہمیشہ اپنے مایوس غلاموں کو امید کی روشنی دکھائی ہے۔ پیشوا کی طباعت کا اور اشاعت کا انتظام کر دیا۔ اور مدد فرمائی کہ پیشوا اپنے اصلی مالکوں کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے مگر چونکہ پیشوا کے کچھ مضامین دوسرے پریس میں چھپ چکے تھے۔

خدا ہی جانتا ہے کہ میں ان حالات میں بھی تاخیر اشاعت پر کس قدر نادم ہوں جہاں تک میرے امکان میں تھا میں نے پیشوا کو ہمیشہ وقت پر شائع کرنے کی کوشش کی اور جب تک زندہ ہوں حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے بھی انشاءاللہ پیشوا وقت پر شائع کرنے کی کوشش کروں گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔ امید کہ قارئین کرام اس مصیبت بھری داستان کو سنکر اس چند روزہ تاخیر کو معاف فرمائیں گے۔

ممبر رسول کی عزت خطرے میں

اللہ اللہ یہ انقلاب کس قدر تعجب خیز ہے کہ جس منبر پر فخر کائنات نے رشد و ہدایت کا اعلان کیا ہو اور جس منبر کو رسول کی گدی سمجھکر تیرہ سو سال سے مسلمانوں نے اس کی عزت کی ہو اور اس پر غیر عالم کا بیٹھنا بھی گوارا نہ کیا گیا ہو اور جس مقدس منبر سے ہمیشہ اتحاد و تنظیم کا درس دیا گیا ہو آج اس منبر کی علانیہ بے حرمتی ہو رہی ہے اور اس سے مسلمانوں میں افتراق پھیلانے کا کام لیا جا رہا ہے۔ مثال کے متلاشی ہوں تو دہلی کی جامع مسجد میں کسی جمعہ کو جا کر دیکھیں کہ فخر کائنات کی جانشینی کے مدعی جناب مولانا محمد علی صاحب مولانا شوکت علی صاحب مولانا مظہر الدین صاحب اتحاد بین المسلمین کی بجائے افتراق اور انشقاق کی آگ کیسی سلگاتے ہیں اور مقدس علمائے کرام کو غیبت میں کیا کیا سناتے ہیں۔ ۲ مئی کو جمعہ کے دن مجھ غریب پر بھی سب و شتم کی بارش میری عدم موجودگی میں اس جرم میں کی گئی کہ میں نے ہندو مسلمانوں میں ضلالت کی اس تحریک میں شرکت سے انکار کر دیا جو دطن پرستی اور ملت فروش مولانا

نکاتِ قرآنی

تفسیر سورۃ العصر

(حضرت علامہ مفتی سید محمود صاحب مولف اسلامی تعلیم وغیرہ)

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (اور انہوں نے باہم حق اور صبر کے لئے وصیت کی) جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اہل ایمان اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے خسران اور نقصان سے دور ہو گئے اور ارباب سعادت بن گئے کیونکہ انہوں نے ایسے کام کئے ہیں جو فوز و فلاح اور نجات و رستگاری کی طرف لیجانے والے ہیں اور وہ عذاب و عقاب سے نجات حاصل کرنے والے ہیں تو ان اوصاف کے بعد فرمایا کہ ان اہل ایمان اور اصحاب اعمال صالحہ کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ وہ صرف نیکیوں پر خود قائم رہتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی حق و صداقت اور صبر و شکیب کی وصیت و نصیحت کرتے ہیں تاکہ وہ دوسروں کے لئے بھی طاعت و عبادت خداوندی کا ذریعہ اور سبب بن جائیں۔ اور وہ بھی اہل دین کی طرح ہو جائیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِیكُمْ نَارًا (اے مومنو! تم اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچانے کی فکر کرو) پس تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ میں دین کی تمام باتیں داخل ہیں خواہ وہ علم سے متعلق ہوں یا عمل سے اور تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ میں وہ امور شامل ہیں جو خدا کی طرف سے وارد ہوں تو نفس پر ان کی برداشت اور تحمل ضروری ہے۔ صبر کی برداشت کے لئے دوسرے مقام پر فرمایا

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ	یعنی ہم تم کو آزمائیں گے خوف اور بھوک اور مال اور جان
وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ	اور پھلوں کے نقصان سے اور بشارت دیدو صبر کرنے
وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ	والوں کو جب ان کو مصیبت پہنچی ہے تو انہوں نے کہا
مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ	ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے
أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَ	والے ہیں ان لوگوں پر اللہ کی رحمتیں ہیں اور وہ

رَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (اور وہی) ہدایت پانے والے ہیں۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اگر یہ امور مذکورہ خدا کی طرف سے ہوں تو ان پر صبر کرنا واجب ہے کیونکہ خداتعالیٰ کے علم میں یہ سب عدل اور حکمت کی بنا پر ہوئے ہیں۔ ہاں اگر ظالم لوگوں کی طرف سے پہنچا ہو تو اس پر صبر لازم نہیں اسکی مثال یوں سمجھو کہ مراہق الطفل قریب بلوغ لڑکے کو اگر اس کا باپ بطور تادیب سزا دے تو اس کو صبر اور برداشت لازم ہے لیکن اگر باپ کے سوا کوئی دوسرا شخص اس کو سزا دے تو وہ منع کر سکتا ہے بلکہ مقابلہ کر سکتا ہے اسی طرح غلام اور آقا کو قیاس کر لو پس جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیساتھ کرے وہ عین انصاف اور حکمت ہے برخلاف ظالم انسانوں کے کہ وہ عدل و حکمت سے نہیں کرتے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبر انسان کا خاصہ ہے یہ فرشتوں اور حیوانات میں نہیں پایا جاتا۔ بہائم اس لئے نہیں کہ وہ اصل فطرہ میں ناقص ہیں اور انپر خواہشات کا تسلط رہتا ہے اور ان کے مقابلہ میں عقل بھی نہیں ہے جو موقع اور بے موقع ہونے پر معارضہ کرے اگر کوئی قوت ایسی ہوتی جو شہوات کے مقابلہ میں روک دیتی تو کہا جاتا کہ انمیں صبر ہے مگر ایسا نہیں ہے اور ملائکہ میں صبر اس لئے نہیں ہے کہ وہ حضوری بارگاہ ربوبیت کے شوق میں صبر و شکیب سے مجرد اور پاک ہیں قرب ربانی کے باعث انپر کسی شہوت کا غلبہ نہیں ہوتا جو ان کو اس شوق ملاقات سے پھیر دے یہاں تک کہ ایک دوسری جماعت کی ضرورت پڑے جو مقابلہ اور مصادمہ کر کے ان کو حضرت جلال کی طرف لائے لیکن انسان میں صبر ہے کیونکہ بچپن میں ناقص مثل حیوان ہوتا ہے اور اسوقت اس میں سوائے شہوت غذا کے اور کوئی خواہش نہیں ہوتی جس کا وہ محتاج ہوتا ہے پھر اس میں کھیل کود نکاح وغیرہ کی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں لیکن جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو اسمیں ایسی خواہش پیدا ہوتی ہے جو اسے دنیائے فانی اور عارضی لذتوں کی طلب اور جستجو بلکہ تحصیل پر آمادہ کرتی ہے اور آخرت کی ازلی چیزوں سے اسے منحرف بنا دیتی ہے لیکن برخلاف اس کے اسکی عقل خدا اور اس کو دنیا سے کنارہ کش ہونے اور آخرت کی روحانی و باقی رہنے والی لذتوں کی طلب کی تعلیم دیتی ہے اور جب عقل کو معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی خواہشات کے اشتغال نے انسان کو لذات باقیہ سے روکدیا ہے تو پھر عقل فطرتی تقاضا ہائے شہوت کی مانع ہو جاتی ہے پس اسی منع اور روک کا نام صبر ہے جو صرف انسان میں پایا جاتا ہے پھر صبر دو طرح کا ہوتا ہے ایک بدنی جیسے اعمال شاقہ کی مشقت اور رنج و غم یا ضرب شدید پر تحمل اور دوسرا نفسانی یعنی نفس کو مقتضیات شہوت اور مشتہیات طبیعت سے باز رکھنا پھر اس کا صدور اگر شکم اور فرجگاہ سے ہو تو اسے عفت کہا جائے گا اور اگر صبر کیا جائے مثلاً اندوہ و مصائب آنے پر تو اسکی مختلف صورتیں اور مختلف نام ہیں ؛

پیارے نبی کی پیاری باتیں

(از جناب مولانا زاہد الحسینی صاحب)

سلام

سلام کرنا ہر قوم اور ہر ملت کے آداب خصوصی میں داخل ہے اسلام نے بھی اس کو ضروری قرار دیا ہے اور اس کو اخوت اور مساوات کے استحکام کا سبب بتایا ہے اور ہر امیر و غریب پر اس کی پابندی عائد کی ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ان رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاسلام خیر قال تقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف (بخاری و مسلم)

ایک شخص نے حضور کریم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اہل اسلام کی کونسی خصلت بہتر ہے حضور نے فرمایا سلام کرنا آشنا کو اور غیر آشنا کو۔

سلام کے اصولی آداب

حضور کریم نے سلام کے متعلق ایک اصول مقرر کیا ہے اور وہ یہ ہے:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم الصغیر علی الکبیر والراکب علی الماشی والماشی علی القاعد والقلیل علی الکثیر (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور سوار پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور قلیل جماعت کثیر جماعت کو۔

اس حدیث میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ غریب امیر کو سلام کرے اور ادنیٰ حیثیت والا اعلیٰ حیثیت والے کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس حدیث کو بیان کر کے لکھتے ہیں کہ اس سے اسلامی مساوات و اخوۃ کا ثبوت ملتا ہے لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں میں اور خصوصاً جماعت علما میں دن بدن تکبر بڑھتا جاتا ہے اور وہ سلام میں سبقت کرنا ایک قسم کی توہین سمجھتے ہیں۔ فیا حسرتا۔

مجلسی سلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انتہی احدکم الی المجلس فلیسلم فان بدا لہ ان یجلس فلیجلس ثم اذا قام فلیسلم (ترمذی و ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کا کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے پھر اگر وہاں بیٹھنا چاہے تو بیٹھے پھر جب چلنے کے لئے کھڑا ہو تو سلام کرے۔

سلام میں سبقت کرنا

اگرچہ ایک نظم قائم رکھنے کے خیال سے حضور نے سلام کے اصولی آداب بیان فرمائے ہیں لیکن خود حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ بلا تامل ہر ادنیٰ و اعلیٰ بلند و پست اور امیر و غریب کو پہلے سلام کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے

ان اولی الناس باللہ من بدا بالسلام

آدمیوں میں حق تعالےٰ سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام میں ابتدا کرے۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی غلمان فسلم علیھم (بخاری و مسلم)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑکوں کی جماعت کے پاس گذرے پس حضور نے بلا تامل ان کو سلام کیا۔

سلام کا ثواب

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ:۔

ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم فرد علیہ ثم جاء آخر فقال السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرد علیہ فجلس فقال عشرون ثم جاء آخر فقال السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرد علیہ فجلس فقال ثلثون (ترمذی و ابوداؤد)

ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا السلام علیکم حضور نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا حضور نے فرمایا کہ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی گئیں پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ حضور نے فرمایا اس کے نامہ اعمال میں بیس نیکیاں لکھی گئیں پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا حضور نے فرمایا اس کے نامہ اعمال میں تیس نیکیاں لکھی گئیں۔

طیبات

مولائے کائنات حضرت علیؓ کے ارشادات

(از جناب مولانا ابوالقادری صاحب)

خدا کی نعمتوں کا ذکر کرنا شکر ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک دن آیۂ کریمہ واما بنعمۃ ربک فحدث کی تفسیر بیان کی اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے شکر کرتا ہے اور جو کفران نعمت کرتا ہے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ بے نیاز ہے اور ہر حال میں سزاوار حمد و ثنا ہے اور حق تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہو کہ یہ بھی شکر گزاری کا ایک طریقہ ہے اور میں تمہارے سامنے ایک حقیقت بیان کرتا ہوں کہ

التحدیث بنعمۃ اللہ شکر وترکھا — حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی نعمت کا ذکر کرنا شکر میں

کفر۔ (جامع المناقب) — داخل ہے اور اس کا چھوڑ دینا کفر ہے۔

شاعری جائز ہے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ ایک دن ایک مجلس میں شریک ہوئے وہاں آپ نے کعب بن مالک کو اپنا یہ شعر سنایا۔

یا خا المعالی علیک معتمدی — طوبیٰ لمن کنت انت مولاہٗ

(ترجمہ: اے بلندیوں والے مجھے تجھ پر اعتماد ہے — اور اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کا تو مولا ہے۔)

اس شعر سے انداز بیان کی پختگی وسادگی اور تخیل کی رعنائی ظاہر ہے اور اس میں جس عقیدت ومحبت کا اظہار کیا گیا ہے وہ اس قدر فطری ہے کہ انسان شاعر ہو یا غیر شاعر سن کر بیتاب ہو جاتا ہے چنانچہ جب یہ شعر اہل مجلس نے سنا تو بیتاب ہو گئے اور بار بار پڑھتے رہے حضرت کعب نے فرمایا کہ حسن بندش اور ترکیب الفاظ کے ساتھ سلیس بیان وزبان اور پھر حقیقت کا اظہار حقیقتاً شعر کو بہت بلند کر دیتا ہے اور یقیناً یہ جذبہ بہت خوب ہے حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے شعر وسخن پر اعتراض کیا اور کہا کہ اسلام شاعری کو پسند نہیں کرتا پھر یہ مشق سخن کیوں ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — بے شک میں نے حضور سرور عالم سے یہ سنا ہے کہ

قال ان من الشعر حکمۃ فھذا عندنا — بعض اشعار سراپا حکمت ہیں پس ہمارے نزدیک یہ

احسن۔ (تذکرۃ الصالحین) — شاعری جائز ہے۔

مشورہ کرنا ضروری ہے

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن والد صاحب نے آیۂ کریمہ وامرھم شوریٰ بینھم (اور ان کے جتنے کام ہیں آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں) کی تفسیر بیان کی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کرنا چھوڑ دیا ہے اور وہ بغیر سوچے سمجھے کام شروع کر دیتے ہیں اس کا نتیجہ ذلت اور رسوائی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمان کمزور ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا۔

من اراد امراً فشاور فیہ مسلماً — جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اسے چاہیئے کہ

وفقہ اللہ لارشد امورہ — کسی مسلمان سے اس بارے میں مشورہ کرے ایسا کرنے

(جامع المناقب) — کے بعد حق تعالیٰ اسے بہترین طریقے کی توفیق عطا فرمائیگا۔

اور ایک تقریر میں یہ ارشاد فرمایا کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانتدار ہے اس کا فرض یہ ہے کہ جب اس سے مشورہ طلب کیا جائے تو ایسا مشورہ دے جو خود اپنے لئے بہتر سمجھتا ہے۔

دوست کا انتخاب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص طائف سے حضرت والد صاحب کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ حضرت! میں کس سے دوستی کروں اور کس سے نہ کروں آپ نے فرمایا۔

اظن المرء علیٰ دین رفیق فلینظر — میرا یہ خیال ہے کہ انسان اپنے دوست کے طریقے

احدکم من رفیق وعندی من الیقین — پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ

الخلوۃ خیر من جلیس السوء والجلیس — وہ کس سے دوستی پیدا کرتا ہے یعنی اس کے دوست

الصالح خیر من الخلوۃ — کا چال چلن کیسا ہے اور برے دوست کے مقابلہ میں

(تنویر الحقائق) — تنہائی بہتر ہے اور اچھے رفیق کا ہونا تنہائی سے بہتر ہے۔

حضرت علامہ عبدالعزیز یمنی اس قول کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم مسلمانوں سے جہاں اور پاکیزہ خصوصیات رخصت ہو گئیں وہاں یہ خصوصیت بھی جاتی رہی کہ ہم اپنے رفیق اور ہم جلیس میں تقویٰ اور پرہیزگاری تلاش نہیں کرتے اور آنکھیں بند کر کے تعلق محبت پیدا کر لیتے ہیں جس کا انجام اکثر پشیمانی ہوتا ہے۔

شرح مثنوی مولانا روم

عظمت کا راز

(جناب مولانا سردار علی صاحب صابری)

گوسفندے از حکیم اللہ گریخت پائے موسیٰ آبلہ شد نعل ریخت

(مطلب) حضرت موسیٰ حکیم اللہ کے ہاتھ سے ایک دن ایک بھیڑ چھوٹ گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نعلین مبارک اتار کر اس کے پیچھے اس قدر دوڑے کہ آپ کے پیروں میں چھالے پڑ گئے۔

در پئے او تا بشب در جستجو وان رمہ غائب شدہ از چشم او

(مطلب) حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی تلاش میں رات تک پریشان رہے اور اپنے گلے سے بہت دور نکل گئے۔

گوسپند از ماندگی شد سست و ماند پس حکیم اللہ گرد از وے فشاند

(مطلب) آخر کار بھیڑ دوڑتے دوڑتے تھک گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ کر اس کی گرد جھاڑی۔

(تشریح) تقاضائے بشریت یہ ہے کہ انسان کو تعب و تکان کی حالت میں غصہ آتا ہے اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس بھیڑ کی ڈنڈے سے اچھی طرح خبر لیتا لیکن چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مامور من اللہ تھے اور عام انسانوں سے بالاتر تھے اس لئے آپ کو بے زبان جانور کی شوخی پر غصہ نہیں آیا۔

کف ہمی مالید بر پشت و سرش می نوازش کرد ہمچون مادرش

(مطلب) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی پشت و سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر بھیڑ کے ساتھ ایسی محبت کا اظہار کیا جیسا کہ ایک ماں اپنے بچے سے محبت کا اظہار کرتی ہے

گفت گیرم بر منت رحمے نبود طبع تو بر خود چرا استم نمود

(مطلب) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بھیڑ سے فرمایا کہ میں نے مانا کہ تجھ کو میری دوڑ دھوپ پر رحم نہ آیا لیکن تو نے خود اپنے لئے اس قدر زحمت کیوں مول لی؟

(تشریح) اس شعر سے جناب حکیم اللہ کی شان نبوت خاص طور پر ظاہر ہوتی ہے آپ کو اپنے رنج و تکان کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے خیال ہے تو صرف اس بات کا کہ وہ بے زبان جانور بلا وجہ اس قدر دوڑ کر پریشان ہوا۔

با ملائک گفت یزدان آن زمان کہ نبوت را ہمی زیبد فلان

(مطلب) اس وقت خداوند کریم نے تمام فرشتوں سے کہا کہ نبوت موسیٰ علیہ السلام کو زیب دیتی ہے۔

(تشریح) خدائے پاک کی شان رحمت آشکارا ہے اور اس کی یہ صفت خاص طور پر نمایاں۔ خداوند کریم رحم و کرم کو دوست رکھتا ہے اُسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ شان کرم بہت پسند آئی اور اس نے اپنے فرشتوں کے سامنے اظہار خوشنودی کیا۔ اس شعر سے خاص طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ حصول عظمت و مرتبت کے لئے رحم و کرم کی کس قدر ضرورت ہے۔

مصطفےٰ فرمود خود کہ ہر نبی کرد چوپانیش برنا یا صبی

(مطلب) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ایک نبی نے اپنے لڑکپن یا جوانی میں گلہ بانی کی ہے۔

(تشریح) مندرجہ بالا شعر میں اس حدیث نبوی کی جانب اشارہ ہے "مابعث اللہ نبیا الا رعی الغنم" اور ایسا کیوں ہوا اس کا جواب آئندہ شعر میں ہے۔

تا شود پیدا وقار صبرشان کردشان پیش از نبوت حق شبان

(مطلب) خداوند کریم نے نبوت عطا کرنے سے پیشتر اپنے پاک بندوں سے گلہ بانی اس لئے کرائی کہ اس وقت قوت صبر و تحمل ظاہر ہو جائے۔

(تشریح) خداوند کریم نے کسی نبی کو بغیر اس کا امتحان لئے دنیا کا پیشوا نہیں بنا دیا۔

بے شبانی کردن و آں امتحان حق ندادش پیشوائی جہاں

(مطلب) خدا نے اپنے مامورین سے بغیر گلہ بانی کرائے اور بغیر ان کا امتحان لئے ان کو تاج نبوت عطا نہیں کیا۔

(تشریح) اس میں مصلحت یہ تھی کہ فرائض گلہ بانی ادا کرنے سے ان برگزیدہ ہستیوں کی صلاحیت کا امتحان ہو جائے۔ اگر کوئی شخص جانوروں کی گلہ بانی صبر و تحمل کے ساتھ نہیں کر سکتا تو پھر اس سے یہ امید کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی گلہ بانی کے فرائض انجام دے سکیگا۔

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھیئے ورنہ آپکے خط کی تعمیل ناممکن ہے۔

"منیجر پیشوا"

بادۂ خیام کا ایک جام

(از ترجمان حقیقت ڈاکٹر اسید احمد صاحب بریلوی آئی ایم ڈی)

رندوں اور شاعروں کی دنیا میں پہنچکر حضرت زاہد جناب محتسب اور قبلہ مفتی صاحب کی حقیقت شناسی پلید ہو جاتی ہے۔ آج تک فارسی اور اردو زبان کا ایک شاعر بھی ایسا نہیں گذرا ہے جس نے ان متبرک ہستیوں کی خوب اچھی طرح خبر نہ لی ہو اور انہیں برا بھلا کہنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی ہو خیام حکیم تھا فلاسفر تھا' عالم تھا سب کچھ تھا مگر آخر شاعر تھا اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ زاہدوں اور مفتیوں کو یونہی چھوڑ دیتا۔ اس نے بھی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے اور اچھی طرح پھوڑے چنانچہ کہتا ہے کہ:۔

اے مفتی شہر از تو پر کار تریم
با ایں ہمہ ہستی از تو ہشیار تریم
تو خون کساں خوری و ما خون رزاں
انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

جناب مفتی صاحب قبلہ آپ با ایں ہمہ جبہ و قبا و با ایں ہمہ دفتر فتاوی بنی نوع انسان کے لئے اس قدر مفید اور کار آمد نہیں ہیں کہ جس قدر ہم ہیں، ہماری اس ظاہری بے ہوشی اور سرمستی پر نہ جایئے' اس مستی کے باوجود ہم آپ سے زیادہ ہوشیار اور خبردار ہیں، سوچئے اور دیکھئے کہ آپ قصاص ہی کے طور پر سہی مگر انسانوں کا اپنے ہی جیسے خدا کے بندوں کا خون پیا کرتے ہیں' اور ہم اگر خون پیتے بھی ہیں تو صرف انگوروں کا۔ اب خود ہی انصاف کیجئے اور بتایئے کہ ہم زیادہ خونخوار ہیں یا آپ۔

یک دست بمصحفیم و یک دست بجام
گہ مرد حلالیم و گہے مرد حرام
مائیم دریں گنبد فیروزہ فام
نے کافر مطلق نہ مسلمان تمام

خیام انسانی فطرت سے اچھی طرح واقف ہے اور خوب جانتا ہے کہ انسان خطاء و نسیان سے مرکب ہے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ منبروں پر بیٹھکر وعظ کہنے والے' اور جلوت میں ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول فرمانے والے حجروں کی خلوت میں دوسرے انسانوں سے کچھ بہت زیادہ بلندی پر نہیں رہتے اور فطرت انسانی ان سے وہ سب کچھ کرا لیتی ہے جس کے لئے رندان قدح نوش بدنام ہیں۔ حافظ کی طرح کھلم کھلا یہ کہدینے کی بجائے کہ

واعظاں کایں جلوہ بر محراب و منبر می کنند
چوں بخلوت میروند آں کار دیگر می کنند

وہ اسی بات کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس طرح کہتا ہے کہ اپنا مطلب بھی ادا ہو جائے اور واعظوں اور زاہدوں کا خرقۂ ریا بھی تار تار ہونے سے بچا رہے، وہ انہیں مخاطب کرنے کی بجائے خود اپنے متعلق کہتا ہے کہ کبھی تو میرے ہاتھ میں کلام مجید ہوتا ہے اور کبھی شراب کا پیالہ' کبھی میں جائز مباح اور مستحسن کاموں میں منہمک ہوتا ہوں اور کبھی ممنوعات شرعی میں مشغول۔ اس دنیا میں رہکر حقیقت تو یہ ہے کہ نہ تو میں پورے طور پر کافر ہی بنکر رہ سکتا ہوں' اور نہ یہی ممکن ہے کہ سچا اور پکا مسلمان بن جاؤں۔

من بادہ خورم ولیک مستی نہ کنم
الا بر قدح دراز دستی نہ کنم
دانی غرضم ز مے پرستی چہ بود
تا ہمچو تو خویشتن پرستی نہ کنم

خیام نے بار بار اور صدہا مختلف طریقوں سے اس بات کو ثابت کرنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ دنیا میں اس سے بڑا گناہ اور کوئی نہیں ہے کہ ایک انسان اپنی دولت' اپنی طاقت' اپنی حکومت یا اپنے علم و ہنر اور زہد و اتقا پر مغرور ہوکر اپنے بھائیوں اور اپنے ہی جیسے انسانوں کے حقوق کو اور مفاد کو پامال کرنا شروع کردے اور اپنی ذات اور اپنے نفس کے سوا اسے قطعاً کسی کی پرواہ نہ ہو۔ خیام کو یہ صورت اور یہ حالت ایک آنکھ نہیں بھاتی کہ زبان سے خدا پرستی کا دعوے کرکے کوئی شخص صرف خود پرستی میں مصروف و منہمک ہو جائے۔ وہ کہتا ہے کہ میں شراب ضرور پیتا ہوں اور مجھے اعتراف ہے کہ بہت برا

کرتا ہوں لیکن اس لئے نہیں پیتا ہوں کہ مست ہو کر خالق کی تخلیق کا باعث بنوں۔ میں شراب پی کر کبھی مست نہیں ہوتا اور یہ کبھی مجھ سے نہیں ہوتا کہ دوسروں کے پیالوں پر بھی ہاتھ صاف کروں اور ان کا حصہ بھی اپنے ہی پیٹ میں انڈیل دوں۔ شراب یقیناً بری چیز ہے مگر تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ میں ایسی بری چیز کو آخر جو منہ لگاتا ہوں تو کیوں لگاتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ میں بیچارہ چاہتا ہوں کہ ہر وقت ایک عالم بے ہوشی میں پڑا رہوں تاکہ کبھی ایسا نہ ہونے پائے کہ ہوشیار ہو کر میں بھی آپ ہی کی طرح خود پرستی میں مبتلا ہو جاؤں گویا اس طرح ایک بڑے گناہ سے بچنے کے لئے میں نے ایک چھوٹے گناہ کو جائز کر لیا ہے۔

ما خرقۂ زہد در سر خم کردیم
وز خاک خرابات تیمم کردیم
باشد کہ درون میکدہ دریابیم
عمرے کہ درون مدرسہ گم کردیم

خیام اس نظام تعلیم اور اس نصاب تعلیم کا بالکل قائل نہیں ہے جو ہمارے مدرسوں میں رائج ہے جس طرح آج بعض بڑے بڑے فلاسفروں کی یہ رائے ہے کہ اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم انسانی دماغوں کو معطل اور بیکار کر دینے کے سوا نہیں اور کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور جس طرح اب عام طور پر یہ عقیدہ ہوتا جا رہا ہے کہ بہترین اور صحیح ترین تعلیم وہی ہے جو انسان بطور خود تجربوں اور مشاہدوں کے ذریعے حاصل کرے اسی طرح خیام نے بھی یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ مدرسوں میں ہماری عمر اور ہمارا وقت ضائع ہوا کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ زہد و طاعت کا جو جبہ مجھے ملا تھا وہ میں نے شراب کے مٹکے پر ڈال دیا اور شراب خانہ کی مٹی سے تیمم کیا ہے تاکہ عبادت الٰہی بجا لاؤں گویا ظاہری اور نمائشی طور پر جس سے دوسروں کو دھوکا ہوتا ہے اتار کر میں نے شراب کشی اس لئے شروع کی ہے کہ اس کے نشہ میں ماسوا اللہ کو بھول جاؤں۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے کہ مدرسہ میں سالہا سال تک قال اقول کی لفظی بحثوں میں پڑ کر میں نے اپنی عمر جس قدر ضائع کر دی ہے اس کی اس طرح کچھ نہ کچھ تلافی ہو جائے۔

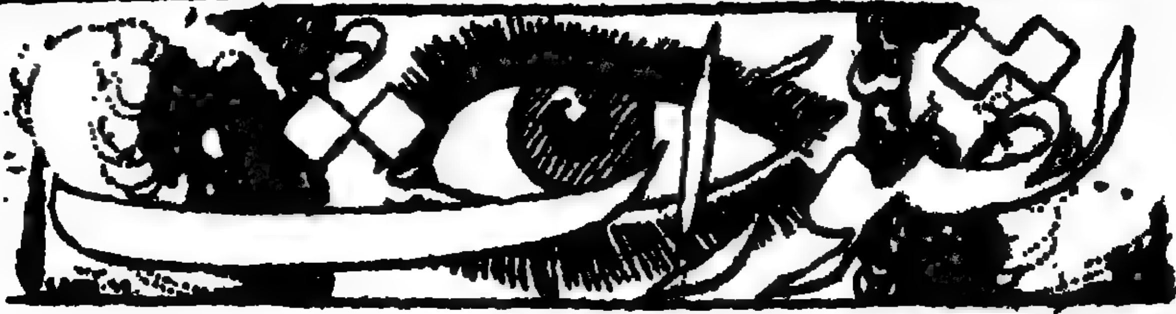
ما افسر خان و تاج کے بفروشیم
دستار و قصب بانگ نے بفروشیم
تسبیح کہ [illegible]

ناگاہ بیک جرعۂ مے بفروشیم

اس رباعی میں بھی خیام نے ایسی ظاہری عبادت و ریاضت کو ترک کرنے کی تلقین کی ہے جس کا مقصد صرف نمود و نمائش ہوتا ہے اور جس کے ذریعے یا تو دنیا کمائی جاتی ہے یا لوگوں کی نگاہوں میں جھوٹی عزت پیدا کی جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تو اس کے لئے تیار ہوں کہ شاہی تاج بھی اگر میرے سر پر رکھ دیا جائے تو اسے بھی بیچ ڈالوں، اجداد اور عمامہ اگر مجھے حاصل ہو جائے تو بانسری کی ایک صدا کے بدلے میں اسے بھی فروخت کر دوں۔ یہی نہیں بلکہ تسبیح کو بھی جو دھر ہی سے ہاتھوں میں لٹکتی ہوئی نظر آ جاتی ہے اور لوگوں کو فریب میں مبتلا کر دیتی ہے اسے بھی شراب کے صرف ایک گھونٹ کے بدلے میں بیچ کر فراغت حاصل کر لوں۔

چوں نیست مقام ما دریں دیر مقیم
پس بے مے و معشوق عذابیست الیم
تاکے ز قدیم و محدث اے مرد سلیم
چوں من رفتم جہاں چہ محدث چہ قدیم

دنیا کے رنج و غم سے متاثر نہ ہونا اور خوشی اور غم دونوں کو عارضی اور بے بنیاد خیال کرنا خیام کی فطرت ہے۔ حادثات اور صدمات سے اثر پذیر ہو کر وہ عورتوں کی طرح آنسو بہانا پسند نہیں کرتا اور نہ اسے یہ پسند ہے کہ ایسی فضول بحثوں میں جو ہماری محدود عقلوں کی رسائی سے باہر ہوں اپنا وقت عزیز ضائع کیا جائے۔ وہ کہتا ہے کہ جبکہ یہ یقینی ہے کہ اس دنیا میں ہمارا قیام صرف چند روزہ ہے تو پھر اس کے عیش اپنے اوپر کیوں حرام کر لئے جائیں اور شراب اور صحبت معشوق کے بغیر عمر بسر کرنے کا عذاب کیوں مول لیا جائے۔ وہ پوچھتا ہے کہ اے صاحب خود آخر عقل کو اس غلط مصرف میں کب تک استعمال کیا جائے اور کب تک یہ لایعنی بحث جاری رکھی جائے کہ کون حادث ہے اور کون قدیم ہے۔ ہمیں بہرحال و بہرصورت یہاں نہیں رہنا ہے اور چند روز سے زیادہ یہاں ہمارا قیام نہیں ہے پھر ہمیں کیا؟ جب ہم خود ہی یہاں سے چل بسے تو پھر دنیا حادث ہو یا قدیم ہمارے کس کام کی؟



(از جناب مولانا سردار علی صاحب صابری)

راتوں کو ایک مست الست کے پرجوش نعرے سونے والوں کی نیند حرام کر دیتے ہیں۔ بچے ماؤں کی گودوں میں لرز جاتے ہیں اور بیویاں متحیر ہو کر بیٹھے پرستاران ناز سے پوچھتی ہیں کہ یہ کس قسم کی ہولناک آوازیں ہیں۔ سنا جاتا ہے جیسے گرداب کر صدائے صور کا ہو کا ہوتا ہے۔ اور وہ خوف قیامت سے خلق کی طویل قراتوں کو مختصر کر کے مصروف استغنا ہو جاتے ہیں میں نے ایک دن اس مست الست سے پوچھا کہ تمہیں راتوں کو سونے والوں کی نیند اور عابدین شب بیدار کی عبادت خراب کرنے میں کیا لطف آتا ہے۔ انہوں نے اپنی بھاری آواز میں کڑک کر جواب دیا

"العشق ھو اللہ"

میں نے کہا کہ شاید آپ نے شیراز کے صوفی اعظم کا یہ قول نہیں سنا

عشق زیر دانہ بیاموز
کاں سوختہ را جان شد و آواز نیامد

عشق کو شور اور ہنگامہ آرائیوں سے کیا واسطہ؟ عشق اور جنون میں بہت زیادہ مشابہت و مطابقت ہے لیکن ان دونوں کے درمیان میں حد امتیاز یہی ہے کہ جنون کا طغرائے امتیاز ہنگامہ آرائیاں ہیں اور عشق کی شان تحیر و محویت۔ مجنون کچھ نہیں دیکھتا اور پھر چیختا ہے۔ عاشق سب کچھ دیکھتا ہے اور پھر خاموش رہتا ہے۔ عاشق کی زندگی کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ کسی کی یاد اور کسی کے مشاہدہ میں صرف ہو جائے۔ پھر وہ اپنے وقت عزیز کو شور و غل مچانے میں کیوں برباد کرے؟ جب ہی تو کسی اہل دل نے کہا ہے کہ سہ

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن
دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن

یہ حسن تو بے نیاز ہے اس کو عشق کی رسوائیوں ہی میں لطف آتا ہو لیکن حسن کو بدنام کرنا شیوۂ عشق کے خلاف ہے۔ عاشق بظاہر مجنون معلوم ہوتا ہے۔ اس کی گلی کوچہ میں رسوائی ہوتی ہے لیکن عشق و جنون کے متذکرہ بالا فرق کو پیش نظر رکھتے ہوئے عاشق رسوائی حسن کے خیال سے کبھی محبوب کا نام بھی اپنی زبان پر نہیں لاتا۔ دیوانہ بنتا ہے لیکن یہ نہیں بتاتا کہ میں کس کا دیوانہ ہوں۔ کسی دل جلے نے خوب کہا ہے سہ

جنہیں ہے عشق صادق وہ کہاں فریاد کرتے ہیں
لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

"اخفائے راز جو جان عاشقی ہے اس کی مثال تکمیل تو یہ ہے کہ عاشق اپنے محبوب کے سامنے بھی اظہار عشق نہیں کرتا۔ اس کی جھکی ہوئی پرنم نگاہیں تو سب کچھ کہہ دیتی ہیں لیکن زبان کچھ نہیں کہتی۔ وہ حرف مطلب زبان پر لانا چاہتا ہے اور اس کی کوشش بھی کرتا ہے لیکن تڑپتے ہوئے دل کے تاثرات زبان کو مفلوج و معطل کر دیتے ہیں اور وہ حیران ہو کر پکار اٹھتا ہے کہ سہ

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہے حسرت
ان سے مل کر بھی نہ اظہار تمنا کرنا

لیکن اس کے خلاف اپنے محبوب کا نام لے لے کر راتوں کو چلانا اور تمام دنیا کو بانگ دہل اپنے راز سے آگاہ کر دینا میں یہ سمجھ سکتا کہ یہ کونسی عاشقی ہے:

جامع مسجد دہلی کے پر رونق بازار سے گزرنے والو! سرمد شہیدؒ کے مزار سے پوچھو کہ عشق کی شان کیا ہے؟

شہید عشق کو اگر تحیر و محویت سے فرصت نہ ہو اور اگر وہ اب بھی اخفائے راز کو شان عاشقی کے خلاف سمجھتا ہو تو جامع مسجد کی سیڑھیوں سے پوچھو وہ اپنی زبان خاموش سے بتائیں گی کہ سر دے دیا لیکن عشق کا بھید کسی کو نہ دیا"

مذہبی معلومات

عید اضحیٰ کے فضائل و مسائل

(از جوائنٹ ایڈیٹر)

ماہ مبارک ذی الحجہ تاریخی اور مذہبی اعتبار سے نہایت مقدس و محترم مہینہ ہے اسکی نویں تاریخ کو فریضۂ حج ادا ہوتا ہے اور دسویں تاریخ عید اضحیٰ یعنی بقر عید ہوتی ہے۔ اس مقدس مہینے کی پہلی تاریخ سے لیکر نویں تاریخ تک روزے رکھنے کا عظیم الشان ثواب ہے خصوصاً نویں تاریخ کے روزے کی تو بے انتہا فضیلت ثابت ہے کسی باہمت مسلمان کو قصداً ترک نہیں کرنا چاہیئے اور ایام تشریق یعنی ذوالحجہ کی دسویں گیارہویں بارہویں اور تیرہویں تاریخوں میں روزہ رکھنا حرام ہے کیونکہ یہ دن حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی دعوت کے ہیں۔ اور بقر عید کے دن مکان کی تزئین و آرائش کرنا اور غسل کرنا اور بقدر استطاعت عمدہ لباس پہننا اور خوشبو لگانا اور علی الصباح بیدار ہونا اور عیدگاہ پیدل جانا اور راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہنا اور عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور ایک راستے سے عیدگاہ جانا اور دوسرے سے واپس آنا مسنون و مستحب ہے

عید کی نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے؟

اول اس طرح نیت کرو کہ میں دو رکعت نماز واجب عید اضحیٰ کی مع چھ تکبیر زائد کے نیت کرتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف۔ اس کے بعد "اللہ اکبر" کہکر ہاتھ باندھ لو اور سبحانک اللھم الخ پڑھکر امام کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھاؤ اور "اللہ اکبر" کہکر چھوڑ دو۔ پھر ہاتھ اٹھاؤ اور پھر "اللہ اکبر" کہکر چھوڑ دو تیسری مرتبہ پھر ہاتھ اٹھاؤ اور "اللہ اکبر" کہکر باندھ لو۔ اب امام کو چاہیئے کہ قرأت شروع کرے اور مقتدیوں کو چاہیئے کہ خاموش رہ کر سنیں پھر امام کے ساتھ رکوع و سجود کریں اور دوسری رکعت میں جب امام قرأت یعنی الحمد شریف اور کوئی اور دوسری سورہ پڑھ چکے تو اس کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھاؤ اور "اللہ اکبر" کہکر چھوڑ دو اور پھر ہاتھ اٹھاؤ اور پھر "اللہ اکبر" کہکر چھوڑ دو۔ پھر تیسری مرتبہ ہاتھ اٹھاؤ اور "اللہ اکبر" کہکر چھوڑ دو پھر چوتھی مرتبہ امام کے ساتھ "اللہ اکبر" کہکر رکوع میں چلے جاؤ اور باقی نماز حسب دستور پوری کرو۔

ایک اہم مسئلہ

اگر ایسا اتفاق ہو کہ جماعت کھڑی ہو جائے اور مقتدی بعد میں شامل ہو جبکہ امام پہلی رکعت میں تکبیریں کہکر قرأت پڑھ رہا ہو تو مقتدی کو چاہیئے کہ وہ بلا انتظار ختم قرأت خود تکبیریں کہکر قرأت سننے لگے اور اگر امام رکوع میں ہو تو فوراً اللہ اکبر کہکر رکوع میں شامل ہو جائے اور رکوع ہی میں تکبیریں کہے اب ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں اور اگر ایک رکعت جاتی رہے تو جب اُس رکعت کے ادا کرنے کے لئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو تو اول قرأت پڑھے پھر تکبیریں کہے

(در مختار و غنیۃ الطالبین)

عید کا خطبہ

جب عید کی نماز ختم ہو جائے اور امام خطبہ شروع کرے تو حاضرین کو چاہیئے کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور نہایت سکون کے ساتھ خطبہ سنیں۔ یہ خطبہ سنت ہے اور اس کا سننا واجب ہے خطبے کے وقت بات چیت کرنا اور مصافحہ اور معانقہ کرنا حرام ہے۔ آج کل عام طور پر یہ دستور ہے کہ نماز ختم ہوتے ہی اکثر آدمی اپنی اپنی جگہ سے اٹھکر منتشر ہو جاتے ہیں اور خطبہ سننے سے پہلے ایک دوسرے کو عید کی مبارکباد دیتے ہیں اور مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں یہ نہایت جاہلانہ طریقہ ہے اور ذوالحجہ کی نویں تاریخ کی نماز فجر سے تیرہویں کی نماز عصر تک ہر سمجھدار شخص پر پانچوں وقت بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے۔ تکبیر یہ ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔

قربانی کے احکام و مسائل

ہر سمجھدار اور بالغ اور مستطیع مسلمان پر قربانی واجب ہے اور قربانی کا افضل وقت نماز عید کے بعد ہے اور بلحاظ استحسان کے دسویں تاریخ کی صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے اس کے بعد قربانی قضا ہو جائے گی اور اس کی قیمت خیرات کر دینی چاہیئے۔ (در مختار)

اور قربانی کا جانور اونٹ اور گائے اور بھینس اور بکری اور دنبہ ہے ان کے سوا کسی دوسرے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اور قربانی کا جانور تندرست اور صحیح الاعضا ہونا چاہیئے اور اونٹ اور گائے اور بھینس میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں اور شرکت کے جانور میں خریدتے وقت شرکت کی نیت کرنا ضروری ہے اور پانچ برس

ذبیحہ

(از جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری)

میں نے پیشوا کے مجریہ نمبر میں اس موضوع پر حضرت حسن نظامی صاحب اور جناب مفتی کفایت اللہ صاحب کے ارشادات کو پڑھا۔ اور مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ مسئلہ ابھی مزید روشنی کا محتاج ہے۔ خواجہ صاحب کے خیالات کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ ان کا اپنا مذہب تو وہی ہے جو ہم سب کا ہے بلکہ جو کچھ انہوں نے برنگ اعتراض لکھا ہے۔ وہ اعتراض ان کا نہیں ہے بلکہ یہ اعتراض غیر مذاہب کے علاوہ خود ہم میں سے بعض تو تعلیم یافتہ اصحاب کا بھی ہے جو انہوں نے نقل کردیا۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ اللہ اکبر کی جگہ اگر ذبح کرنے کے وقت ان الفاظ کے مترادف کو کسی اور زبان میں پڑھ دیا جائے تو اس سے کیا فرق آتا ہے۔ میں اس اعتراض کو وزنی قرار دیکر یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر جانور کو جھٹکہ کرتے وقت خدا کا نام بھی لے لیا جائے تو بھی وہ مسلم کی حلال خوراک میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم نے اس مسئلے کو بالوضاحت بیان کردیا ہے۔ اس مسئلے پر پہلا حکم تو مندرجہ ذیل آیت نمبر ۱ میں آیا ہے جس کی تشریح بعد میں آیات نمبر دو اور تین نے فرما دی ہے۔ بلکہ آیت ۳ نے دلائل بھی دیدیئے ہیں

(۱) انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ۔
اس نے تم پر صرف اسے حرام کیا ہے جو خود بخود مرجائے اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے۔ (سورہ نحل)

(۲) حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذالکم فسق۔
ترجمہ۔ تم پر حرام ہوگیا وہ جو خود بخود مرجائے اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اور گلا گھونٹا ہوا (جانور) اور وہ جسے مار کر ہلاک کردیا جائے اور وہ جو گر کر مرجائے اور وہ جو سینگ کی ضرب سے مارا جائے اور وہ جسے درندہ نے کھایا ہو۔ مگر وہ نہیں جسے تم ذبح کرو۔ اور وہ جو تھانوں پر قربانی کرکے (بتوں کے لئے) رکھے جاتے ہیں اور وہ جنہیں تم تیروں کے ذریعہ تقسیم کرتے ہو یہ سب فسق (یعنی خلاف مذہبی شریعت ہے) (سورہ مائدہ رکوع پہلا)

(۳) قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا اھل لغیر اللہ بہ
یعنی کہہ دے جو مجھ پر وحی ہوچکا ہے اس میں میں (کوئی چیز ایک) کھانے والے کیلئے کھانے کیواسطے حرام شدہ نہیں پاتا۔ سوا اس کے جو خود مرگیا ہو۔ اور وہ خون جو نکلا ہوا ہو۔ اور سور کا گوشت کیونکہ یہ نجس ناپاک ہیں یا وہ جو فسق ہے (یعنی) جس پر خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا جاتا ہے (سورۂ انعام آیت ۱۴۶)

ان ہر سہ آیات نے ان چیزوں کے علاوہ خون کا کھانا ہم پر حرام کردیا ہے لامحالہ ہر ایسے جانور کا گوشت جس کے جسم سے کل کا کل خون اس کی موت سے پہلے نہ نکل چکا ہو۔ حرام ہونا چاہیئے۔ چنانچہ آیت نمبر دو مذکورہ بالا میں جن مقتول جانوروں کو۔ اور ان پر میں نے نمبر ایک تا پانچ لکھ دیئے ہیں۔ ہم پر حرام کیا گیا ہے ان میں ایک بھی جانور ایسا نہیں کہ جس کی موت پر اس کے خون کا بہت سا حصہ اس کے جسم میں رہ کر گوشت کی جزو نہ بن گیا ہو (اس کی تشریح میں آگے چل کر کروں گا) بلکہ مردہ کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہی خون ہے۔ آیت نمبر دو میں جو استثنا فرمادی کہ ایسا جانور جو مرنے سے پہلے اسلامی طریق پر ذبح ہوجائے وہ حلال ہوجاتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک وہ استثنا باقی چار قسم کے جانوروں پر بھی حاوی ہے۔ یعنی مرنے سے پہلے اگر وہ اسلامی طریق پر ذبح ہوجائیں تو حلال ہوجاتے ہیں۔

خون کا کھانا طبی طور سے مضر صحت ہے۔ بہت سی زہروں کے علاوہ خون میں یورک ایسڈ کا ایک کافی حصہ ہوتا ہے۔ جسے گردے مع خون سے نکال کر پیشاب کی شکل میں منتقل کردیتے ہیں آج ایک زمانہ جسم میں یورک ایسڈ کے بڑھ جانے کے باعث طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہے۔ الغرض خون کا کھانا مسلمۂ صحت کے لئے نقصان دہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جھٹکے سے مارا ہوا جانور جسم سے کل کا کل خون خارج ہوجانے سے پہلے مرجاتا ہے۔ جو لوگ جھٹکہ اور ذبیحہ کھا چکے ہیں۔ وہ تسلیم کریں گے کہ دونوں گوشتوں کے ذائقے میں بہت فرق ہوتا ہے جس کا باعث یہی خون ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوۃ والتسلیم کا منشا یہ بھی ہے کہ ذبح کرنے کے بعد جانور جلدی سے جلدی مرجانے اب ایک طرف تو یہ غرض ہے کہ مذبوح پر موت وارد نہ ہو جب تک کہ اس کے جسم سے کل خون نہ نکل جائے۔ اور دوسری طرف یہ ضروری ہے۔ کہ وہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں مرجائے یہ دونو باتیں اسی صورت میں ہوسکتی ہیں جب ایک طرف تو شاہ رگ کٹ جائے اور دوسری طرف جانور کے دماغ اور اس کے قلب کا تعلق منقطع نہ ہوجائے۔ کیونکہ یہ تعلق جس وقت ختم ہوجائے گا۔ اسی وقت آن واحد میں جانور پر موت وارد ہوکر اس کے جسم میں کل خون

کو منجمد کر دے گی۔ لہذا اعتراض بالا اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہیں جب جانور اسلامی طریق پر ذبح کیا جائے۔ اگر معترض کی سمجھ میں کوئی اور طریق آتا ہو تو وہ بتلا سکتا ہے۔ ایک غیر مسلم کے لئے قرآن کلام مجید کوئی حجت نہیں۔ لیکن وہ اس مسئلے کو عقل اور سائنس کی روشنی میں دیکھے۔ اگر میری صحت اصلی حالت میں ہوتی تو میں خون کے مضر صحت ہونے کے متعلق مغربی کتب طب کا حوالہ بھی دے دیتا۔

اسی مسئلہ کے ضمن میں جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا بالکل بجا ہے کہ اگر اہل کتاب کا کھانا ہم پر حلال ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کسی اہل کتاب کے دستر خوان پر غیر ذبیحہ چیز ہو وہ ہم پر حلال ہو جائے۔ کیونکہ اگر آیت ۵ سورہ مائدہ نے ہم پر اہل کتاب کا کھانا حلال کیا ہے۔ اس سے پہلی آیت ۵ نے غیر ذبیحہ چیزوں کا کھانا حرام کیا ہے صحابہ کرام کے علاوہ حضرت امام اعظمؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ یہ غلط منطق ہے کہ کسی اہل کتاب کے دستر خوان پر بیٹھکر ہمیں دوسرے احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنے کا حق ہو جاتا ہے۔

اسلام اور تمدن

دنیا کا دورِ جدید اور مذہب

(از جناب ملک عبد القیوم صاحب بی اے (علیگ) بیرسٹر ایٹ لا۔ گوجرانوالہ)

دورِ جدید کا نمایاں ترین مظہر

سٹاک ہالم واقعہ سویڈن کی مرکزی انجمن تجاربن آہن کے روبرو مسٹر لڈوگ نورڈ سٹارم مشہور سویڈش ادیب اور افسانہ نگار نے حال ہی میں دنیا کے دورِ جدید پر مبسوط تبصرہ کرتے ہوئے ایک حیرت انگیز نظریہ کا انکشاف کیا ہے۔ مسٹر نورڈ سٹارم کا بیان ہے کہ دنیائے عمل میں ایک عجیب و غریب تحریک نمایاں ہو رہی ہے جس کا لابدی نتیجہ ملوکیت اور کلیسیت کی شکست ہوگا کیونکہ ان ہر دو کی بنیاد کہنہ اور فرسودہ روایات پر پڑی ہے۔ اس تحریک کا کیا نام ہے۔ اس تحریک کو "اجتماعی عمل" کہتے ہیں۔ پروفیسر کا قول ہے کہ اس حقیقت کو سوشل ازم یا بالشویت ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ خود اشتراکیت اور بالشویت کو ایک اصول ناطق کی صورت میں پیش کیا جا کر اسے مذہب کا ماثل قرار دیا گیا ہے۔ اجتماعی عمل کا کوئی مقررہ اصول نہیں یہ فعل جمہور ہے اور فعل جمہور ہر حالت میں حالات مقامی اور عصری کا پرتو ہے۔ جہاں کہیں حالاتِ مساعد کا دور دورہ ہوگا فعل جمہور کی حقیقت اور حیثیت ارفع اور حاوی ہوگی۔ فعل جمہور کیا ہے۔ گویا کسی جماعت کے افراد کے دل و دماغ۔ ان کی دانش و بینش۔ ان کے مادی وسائل کی اوسط ہے۔ لہٰذا ہر ایک ملک اور قوم کی پہلی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ان کے عام افراد نہ اس درجہ ناخواندہ اور نہ اس قدر نادار ہوں کہ ان کی اجتماعی کوشش کے ثمرات کو چند عیار اور زمانہ ساز انسان اپنی کار براری کا آلہ بنا سکیں اور نہ اس قدر نکتہ رس ہوں کہ اپنا دماغ جماعت کے ہر قول اور فعل کی موشگافی کے لئے وقف سمجھیں۔ پہلی صورت کا دوسرا[1] نام ملوکیت ہے اور امکان ثانی کو مذہب کہتے ہیں۔ اور دنیا کے دورِ جدید میں ان میں سے کسی ایک کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ہر دو مردود ہیں۔ البتہ ان کی جگہ ایک اور چیز لے سکتی ہے اور وہ اخلاق ہے۔ مگر اخلاق مذہب اور کلیسیت کے پنجوں میں گرفتار ہو کر اپنی اصلی شکل مسخ کر چکا ہے لہٰذا جس چیز کو اخلاق کہا جاتا ہے وہ حقیقت میں اخلاق ہی نہیں۔ میری رائے میں وہ محض ایک ڈھکوسلا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیائے جدید کی روحانی بنیاد کیا ہو سکتی ہے۔ پروفیسر بیان کرتا ہے کہ دنیائے جدید کی مثال ایک مشین کی ہے جس میں چھوٹے پرزے بھی ہیں اور بڑے بھی۔ ایسی کیلیں بھی ہیں اور بڑے بڑے کانٹے بھی مگر مشین کی صحیح حرکت ان تمام پرزوں کی یکساں طور پر محتاج ہے۔ اس مشین میں سے چھوٹے سے چھوٹا پرزہ نکال دیجئے تو ساری مشین کا عمل معطل ہو جاتا ہے۔ بنا بریں دنیا کو اس وقت ایک ایسے اصول کی ضرورت ہے جو افراد کو چھوٹے اور بڑے ہونے کی افراط تفریط سے محفوظ رکھے اور مادی حیثیت سے نہ سہی کم از کم معنوی اعتبار سے ایک ہی سطح پر رکھے۔ اس ضرورت کی اولین اور آخری صورت "اجتماعی عمل" ہے جس کے بہترین عمل ہمارے صنعتی کارخانے ہیں جہاں مختلف اشیاء مقررہ ضرورتوں کے لئے مقررہ اصولوں کے ماتحت تیار ہوتی ہیں اور مشرقی اور مغربی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں۔ ریل اور جہاز۔ ہوائی جہاز۔ تار برقی۔ لاسلکی متحرک تصاویر۔ گراموفون۔ رسائل و اخبارات اس اجتماعی عمل کے ادنیٰ اور ابتدائی نتائج ہیں اور اگر فن اختراع اسی درجہ ترقی پذیر رہا جیسا کہ گذشتہ نصف صدی کے اندر رہا ہے تو یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں کہ دورِ جدید کا مذہب "اجتماعی عمل" ہوگا اور یہ عمل جمہور ہو وہی صحیح مذہب ہے۔

عمل جمہور اور عمل صالح

اس میں کلام نہیں کہ پروفیسر نورڈ سٹارم کا نظریہ ایک حد تک صحیح ہے کیونکہ مغربی دنیا کی موجودہ ترقی کے بہترین ذرائع اہل یورپ کی اختراعات ہیں اور جیسی کچھ تمدنی رفعت اہل یورپ نے اس زمانے میں حاصل کی ہے وہ کسی اور وقت میں نہیں کی۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا عمل جمہور واقعی عمل صالح ہے اور کیا یورپ کی موجودہ اجتماعی زندگی صحیح روحانی

زندگی کی مترادف قرار دیجاسکتی ہے۔ اس کا جواب بھی یورپ کی تاریخ حال دے گی جس میں مرقوم ہے کہ جیسا کچھ عناد جس قدر مغائرت اور جتنی رقابت اسکے افراد کے مختلف گروہوں میں اس وقت موجود ہے وہ مغربی دنیا کے کسی اور دور میں ظاہر نہیں ہوئی۔ لاریب اس کا نام مذہب نہیں ہوسکتا اور نہ اسے روحانیت کہا جاسکتا ہے آندازہ لگایا گیا ہے کہ جسقدر نقصان نفوس اور سرمایہ گذشتہ جنگ عظیم میں دنیا نے یورپ کے مشینی تمدن کے سبب اٹھایا اس سے پہلے کامل ایک صدی کے اندر نہیں اٹھایا۔ مینے گذشتہ جنگ عظیم کا بلہ عمداً استعمال کیا ہے۔ کیونکہ یورپین اہل الرائے کے بیانات اور خیالات جاریہ کے امکانات کی متفقہ شہادت ہے کہ جیسے کچھ مصائب جنگ آئندہ میں دنیا پر وارد ہونے والے ہیں جنگ دیروزہ کے نقصانات اس کا عشر عشیر بھی نہ ہونگے۔ اس جنگ کی تیاریاں اسوقت ہو رہی ہیں۔ یورپی جنگ سرمایہ جو اس وقت زوروں پر ہے جنگ آئندہ کے اسباب میں وسیع اضافہ کئے بغیر نہ رہے گی۔ اس کے علاوہ دنیائے ابیض و اسود کی بین الاقوامی مغائرت کچھ ترقی پر ہی ہے تنزل پذیر نہیں۔ اور اس وقت کی یورپی دماغی ایجادات کا بیشتر حصہ ان پراسرار اختراعات مادی وگازی پر مشتمل ہے جن کے ذریعہ بہ یک چشم زدن مقابلہ آرا قوموں کے ادبار وامصار خاکستر ہو جائیں گے۔ یہ کارروائیاں عمل جمہور ضرور ہیں۔ مگر عمل صالح نہیں۔ اور قلب انسانی کو وہ اطمینان اور راحت نصیب نہیں ہوئی اور نہ اس کے نصیب ہونے کی آئندہ کوئی صورت نظر آرہی ہے جس کی اسے اسقدر آرزو ہے۔ اور جس کی تحصیل کے لئے آئے دن بین الاقوامی لیگیں۔ کانفرنسیں اور مجلسیں منعقد کیجاتی ہیں۔ اب معلوم نہیں ہوتا کہ کن دلائل کی بنا پر پروفیسر مذکور نے مشینی عمل کے کارخانوں کو روحانی تعاون کا محل قرار دیا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس کا یورپ کی موجودہ کلیسیت پر بھی ایمان نہیں۔ اس بے اعتباری کے چند وجوہ موجود ہیں مگر "عمل جمہور" کی روحانیت کی اس نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

فعل جمہور صرف ایک صورت میں مستحسن قرار دیا جاسکتا ہے اور وہ صورت صرف یہ ہے کہ یہ عمل صالح ہو یعنی خواہ اس فعل پر جمہور کا صاد ہو یا نہ ہو مگر وہ عمل صالح ہو۔ فعل جمہور کی تعریف کسی قدر مشکل ہے مگر عمل صالح کی تعریف مشکل نہیں عمل صالح ایسی شے کو کہتے ہیں جس سے حق العباد غصب نہو فعل جمہور سے قطعی یہ نتیجہ پیدا نہیں ہوسکتا فعل جمہور میں اقلیت خواہ وہ کیسی ہی حقیر کیوں نہ ہو کی ناراضی کا امکان موجود ہے۔ مگر عمل صالح عین منشا فطرت ہے اور اسی کو اسلام کہتے ہیں۔ اسلام وہ جامع۔ محیط اور بسیط اصول عمل ہے جس میں چھوٹے اور بڑے اور سرمایہ دار اور حزب الاعمال کے مناقشات کا احتمال پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا متبع اور محرک مرضی مولی ہے اسے خوف خدا سے کیا جاتا ہے اور اس کا عامل خسر الدنیا کے ساتھ خسر الآخرۃ سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ عمل جمہور کی علت جلب مادہ ہے مگر عمل صالح کا سبب طلب حق جو حادث نہیں بلکہ ابد تک قائم رہے گا۔

کیا مسلمان مسلمان ہیں؟

اہل یورپ نے کلیسیت کو مردود قرار دیکر اپنے مذاہب سے کنارہ کشی کرلی تو کم از کم اس کی جگہ چند سیاسی اور معاشرتی اصول وضع کرلئے جنپر وہ کاربند ہیں مگر مسلمانوں کے پاس وہ کونسا حربہ ہے جس کی مدد سے وہ اپنے جماعتی شیرازہ کو پراگندہ ہونے سے روک سکتے ہیں۔ اس وقت ملک میں ایک ایسی جماعت کا ظہور ہو چکا ہے جو اہل یورپ کی طرح مذہب کو "مذہب" نہیں سمجھتی بلکہ چند دقیانوسی عقائد کا مجموعہ کمال بدقسمتی سے اس جماعت میں مسلمان بھی شامل ہیں اور اگر میرا قیاس غلطی نہیں کرتا تو انکی تعداد ترقی پر ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس جماعت کی ابتدا کس طور سے ہوئی۔ کیا قرآن کریم کے پڑھنے والے نہیں رہے یا اس کی زبان مردہ ہوچکی ہے یا اس کے حقائق موجودہ کشمکش میں کوئی ہدایت بہم نہیں پہنچاتے۔ ہرگز نہیں: تو پھر کیا سبب ہے کہ مسلمان نوجوانوں میں لامذہبیت کی وہ وبا اثر کر رہی ہے جو اہل مغرب کی روحانی ہلاکت کا موجب ہوئی۔؛

اس ناخوش آیند حالت کی بہت بڑی وجہ معدودے چند قابل احترام مستثنیات کے سوا ہمارے نام نہاد علمائے دین کی اسلام فروشی ہے جنہوں نے اسلامی عقائد کی تلقین کو پیشہ ورانہ روحانیت کے بندھنوں میں جکڑ کر ان کی وہی حالت کر دی ہے جو قرون وسطی میں عیسوی پاپائیت کی تھی اور جو اہل یورپ کی لامذہبیت بلکہ دہریت کی بانی ہوئی۔ گذشتہ نصف صدی کے اندر اور حکومت اسلامی کے زوال کے بعد ہمارے علما نے سب سے پہلے تحصیل علوم غیر اسلامی کی شدت سے تخریب کی جس کے سبب ہندوستانی مسلمان مادی اعتبار سے ان مصائب میں مبتلا ہوئے جس کا خمیازہ وہ اس وقت بھگت رہے ہیں۔ مگر جب چند روشن خیال اہل ملک نے انہیں زمانے کے لیل و نہار سمجھائے تو بھی ان حضرات کے بیجا تعصب اور کوتہ بینی میں فرق نہ آیا جس کا ادنے نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان علما کے پیش کردہ اسلام سے بیزار ہو کر مغربی مادہ پرستی کے خوگر

ہو رہے ہیں۔

جماعت اہل دین اور وہ دین جس کا اصل اصول واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا قرار پایا تھا۔ اب خود اس حبل اللہ پر ہاتھ صاف کرنے شروع کئے یہاں تک کہ اس کا تار تار علیحدہ کر دیا۔ کہیں اہل حدیث نے سر اٹھایا۔ کہیں اہل قرآن بن بیٹھے۔ کہیں مہدی فرقہ پیدا ہو گیا۔ کوئی نیچری ہو گیا اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشینگوئی کو ثابت کر دیا کہ "میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو گی"۔ کاش یہ جدید جماعت بندی ۷۳ فرقوں تک محدود رہتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک فرقہ دوسروں پر کفر کے فتوے صادر کر کے جمعیت اسلامیہ کی جڑیں کھوکھلی کر چکا ہے۔ کیا ان حالات سے اسلام سے بے بہرہ تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان متاثر ہوئے بغیر رہ سکتے تھے۔ چنانچہ ان پر بھی وہی اثر ہوا جو یورپ کے دور جدید میں پادریوں کی باہمی آویزشوں سے نوجوان طبقے پر ہوا تھا۔

بعض باغیرت مسلمان شدھی سبھاؤں اور سنگھٹن سوسائٹیوں کی کارفرمائی سے چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ غالباً انہیں معلوم ہو گا کہ ہمارے بیشتر اہل دین کے مبلغ علم اور ان کے باہمی طرز عمل سے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

البتہ تعلیم یافتہ نوجوان جن سے اسلام پرستی کی زیادہ توقع ہو سکتی تھی انہیں قرآن داں حضرات کے اعمال دیکھ دیکھ کر اسلام سے بیزار ہوتے جا رہے ہیں اور یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ عالم بے عمل کے فعل سے علم کی تکذیب نہیں ہوتی۔ پروفیسر نورڈ شارم نے "اجتماعی عمل" اہل یورپ کا آئندہ مذہب قرار دیا ہے۔ میری ناچیز رائے میں مسلمانوں کی نوخیز جماعت کو راہ راست پر رکھنے کے لئے بھی ہمارے علما کا اجتماعی عمل کارگر ہو سکتا ہے تاکہ وہ تمام اپنی موجودہ روش اسلام فروشی اور اسلام کشی سے باز آئیں اور اسلام کی حقیقی تعلیمات سے نابلد مسلمانوں کے لئے قابل تقلید زندگی کا نمونہ پیش کر سکیں۔

بحالت دیگر نہ یورپ کے "اجتماعی عمل" اور نہ اس کی "اشتراکیت" اور نہ تحریک ہائے تعاون اہل یورپ کے اطمینان قلب کا سامان بہم پہنچا سکیں گی اور نہ وہ یورپ پرست ایشیائیوں کی تسکین نفس کا موجب ہو سکیں گی۔

اور بالآخر اسلام ہی وہ اصول معتدل و مبرہن ثابت ہو گا جو زمانے کی روز افزوں افراط و تفریط کا ازالہ کر کے حقوق و فرائض انسانی کا بہترین معیار قرار پائے گا۔ اسلام کی ضرورت ہر زمانے میں رہے گی مگر اسلام کو غیروں میں ہر دلعزیز کرنے کیلئے اس مذہب کے مدعیوں کو پہلے خود مسلمان بننا ہو گا جو دہ [illegible]



ناموران اسلام



علامہ ابن سمعون

(از عزیز حسن بقائی)

علامہ محمد بن احمد بن اسمٰعیل دنیائے اسلام کی ایک مایہ ناز ہستی اور عہد بنی عباس کے بہترین مقرر تھے۔ ان کو اپنے دوسرے علوم فنون سے زیادہ فن خطابت میں غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی اور اس مخصوص فن میں ان کو آج تک ایک بہترین سند تسلیم کیا جاتا ہے۔

ان کی قوت تقریر کا یہ حال تھا کہ علامہ ابن جوزی ایسے نقاد اور نکتہ چین نے ان کو الشیخ الناطق بالحکمت کے قابل فخر خطاب سے یاد کیا ہے۔

پیدائش

جس وقت ابن سمعون پیدا ہوئے ہیں دنیا کو کیا خبر تھی کہ یہ بچہ ایک دن اپنے عہد کا بہترین مقرر ہوگا اسی لئے کسی نے ان کی تاریخ پیدائش بھی نہیں لکھی صفحات تاریخ کی ورق گردانی سے "نامعلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے آغاز" میں بمقام بغداد پیدا ہوئے اور وہیں زندگی کا ابتدائی حصہ گذارا ابن سمعون بچپن میں نہایت شریر تھے پڑھنے لکھنے کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی۔ ایک دن یہ اپنے شریر ہمجولیوں کے ساتھ دنیائے اسلام کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابو بکر شبلی کے پاس سے گذرے اور ان کے ساتھ شرارت کی بجائے اس کے کہ حضرت شبلی کمسن سمعون کی شرارت سے ناراض ہوتے آپکی جوہر شناس نگاہ نے اس شرارت میں بھی کوئی خاص بات دیکھ لی اور آپ نے اپنے خادم سے مسکرا کر فرمایا کہ اس بچے میں خداوند کریم نے کچھ خاص جوہر پوشیدہ رکھے ہیں اور ایک دن یہ نمایاں شہرت کا مالک ہوگا۔ زمانے نے دیکھ لیا کہ حضرت ابو بکر شبلی کی پیشین گوئی ایک دن حرف بہ حرف پوری ہو کر رہی۔

ابتدائی تعلیم و افلاس

ابن سمعون نے ابتدائی تعلیم و تربیت بغداد ہی میں حاصل کی اور واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں بغداد علم و فضل کا سرچشمہ بنا ہوا تھا اور بغداد کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں جانے کی ضرورت بھی نہ تھی نو عمری ہی میں ان کے باپ احمد بن اسمٰعیل کا انتقال ہو گیا اور سوائے ان کی بیوہ ماں کے ان کا کوئی کفیل نہ رہا اس صورت حال سے مجبور ہو کر ابن سمعون اپنی مزید تشنگی علم بجھانے کے لئے کسی دوسرے مقام پر جا بھی نہ سکے ان کی ابتدائی زندگی نہایت عسرت و پریشانی میں بسر ہوئی۔ یہ بغداد کے مفلس ترین لوگوں میں تھے لیکن خدا نے انکو ایک غیور اور باہمت دل عطا کیا تھا اس نے دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی بجائے اپنی قوت بازو سے کسب معاش کرتے تھے۔ چونکہ وعظ و پند گوئی سے انہیں اس قدر نہ مل سکتا تھا جو بسر اوقات کے لئے کافی ہو سکے ابن سمعون کتابت بھی کرتے تھے دن رات کی محنت شاقہ نے ابن سمعون کو بہت کمزور کر دیا تھا۔

زیارت کعبہ کا اشتیاق

اسی دوران میں ابن سمعون کو خانہ کعبہ کی زیارت کا اشتیاق ہوا جب انہوں نے اپنی بوڑھی ماں سے یہ خیال ظاہر کیا تو انہوں نے فقر و فاقہ کی وجہ سے بیٹے کو روکا اور کہا کہ اگر تم حج کرنے چلے گئے تو پھر میری بسر اوقات کس طرح ہوگی ابن سمعون اپنی ماں کے پاس ادب سے خاموش ہو گئے چند روز کے بعد ابن سمعون کی والدہ نے اپنے بیٹے کو بخوشی و خاطر حج کی اجازت دیدی۔ ابن سمعون کو اپنی والدہ کی اس تبدیلی رائے پر بہت تعجب ہوا اور جب انہوں نے اپنی ماں سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھے خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو سفر حج کی اجازت دیدوں۔

سفر حج کا عجیب و غریب واقعہ

اپنی والدہ کا یہ خواب سنکر ابن سمعون پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہوئی وہ جوش مسرت میں اسی وقت اُٹھے بازار جا کر چند قلمی کتابیں فروخت کیں اور ان کی قیمت اپنی ماں کو دے کر ایک قافلے کے ہمراہ پا پیادہ مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ گردش قسمت نے یہاں بھی ساتھ نہ چھوڑا راستے میں بدوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا چونکہ ابن سمعون کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا اس لئے عربوں نے ان کو مادر زاد برہنہ کر کے جنگل میں چھوڑ دیا۔ راہ میں ایک شخص نے ستر پوشی کے لئے ان کو ایک عبا دی ابن سمعون نے اس عبا کے دو ٹکڑے کر کے جامہ احرام کا کام لیا اور فاقے کی مصیبتیں برداشت کرتے

ہوئے مکہ معظمہ پہونچ گئے۔ مکہ معظمہ میں پہنچکر ان کی تقدیر کا ستارہ چمکا خادم کعبہ کے کلید بردار کو ان سے خاص محبت ہوگئی اور اس نے ان کو ایک دن اجازت دیدی کہ تنہا خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو کر دعا کریں۔ ابن سمعون نے اس نایاب موقع سے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے خانہ کعبہ کے اندر خشوع و خضوع سے یہ دعا کی کہ الٰہا مجھے دولت وافر مرحمت فرما کہ میں تیرے سوا کسی غیر کا محتاج نہ رہوں

قسمت کی نیرنگی

حج سے فارغ ہو کر ابن سمعون اپنے وطن کی جانب روانہ ہوئے اس مرتبہ ان کی شہرت ان سے پہلے ہی بغداد میں پہونچ چکی تھی اور اقبال ان کی آمد کے لئے چشم براہ تھا اس زمانہ میں خلیفہ بغداد اپنی خوبصورت کنیز سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ کسی مرد صالح کے ساتھ اس کنیز کا عقد کردیا جائے ابن سمعون جب بغداد میں داخل ہوئے تو خلیفہ بغداد نے ان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان کے ساتھ اپنی کنیز کا عقد کرکے انہیں اسقدر مال و اسباب دیا کہ یہ دولتِ دنیا سے بے نیاز ہوگئے جس گھر میں تین تین فاقہ ہوتے تھے وہاں اب فارغ البالی کا دور دورہ ہوگیا اس کے ساتھ ہی اطراف ملک میں ان کی شہرت بہت تیزی کے ساتھ پھیل گئی اور یہ حال ہوگیا کہ علامہ یافعی کی روایت کے مطابق تمام مشاہیر و رؤسائے بغداد ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کے ہاتھوں کو چومنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔

ابن سمعون کی اخلاقی جرأت

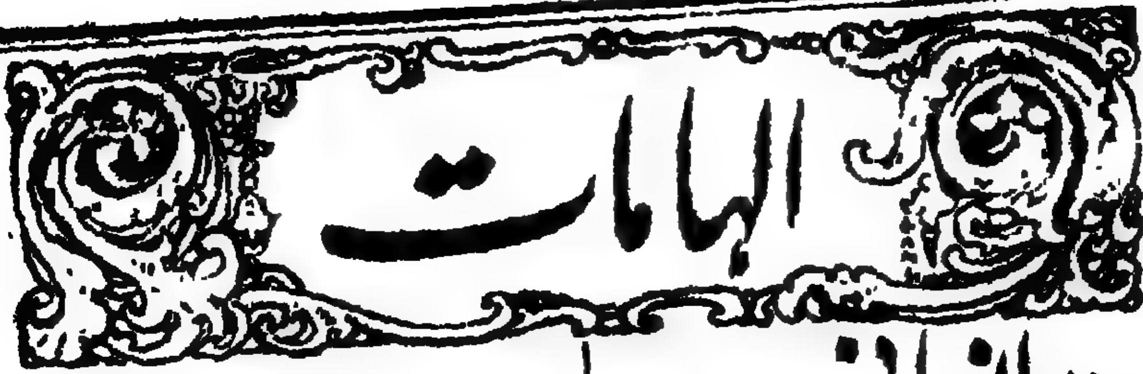
سنہ ۳۶۷ھ میں عضد الدولہ دیلمی نے بغداد پر قبضہ کرلیا اور چونکہ اسے مذہب تشیع میں بہت غلو تھا اس لئے اس نے حکم دیدیا کہ شہر بغداد میں کوئی واعظ اصحاب رسولؐ کے محامد بیان نہ کرے ورنہ اس کو سزائے قتل دیجائیگی تمام عالموں نے اس متعصبانہ حکم کی پابندی کی لیکن علامہ ابن سمعون نے اس حکم کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرتے ہوئے بغداد کی خاص جامع مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ طلب کیا اور وہاں حضرات خلفائے ثلاثہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے فضائل و محامد پر کئی گھنٹے تک نہایت زبردست تقریر کی عضد الدولہ نے برہم ہو کر ابن سمعون کو اپنے حضور میں طلب کیا ابن سمعون جب دیلمی سپاہیوں کی حراست میں عضد الدولہ کے سامنے پہونچے تو انہوں نے اس کی کوئی تعظیم و تکریم نہیں کی بلکہ سلام مسنون کے بعد کلام پاک کی ایک آیت پڑھی جس میں عذاب خداوندی کی شدت کا تذکرہ تھا۔

قوت تقریر کی حیرت انگیز مثال

عضد الدولہ نے جب ان سے خلاف ورزی حکم اور شاہی تعظیم بجانہ لانے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دینے کی بجائے پند و نصیحت کا دفتر کھول دیا اور عذاب خداوندی کا تذکرہ اتنے پر اثر الفاظ میں کیا کہ عضد الدولہ دیلمی ایسا خونریز اپنے منہ پر رومال رکھکر زار و قطار رونے لگا جب عضد الدولہ کا جوش رقت خوب بڑھ گیا تو یہ اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر اپنے مکان واپس چلے آئے۔ عضد الدولہ کو جب ہوش آیا تو اس نے شاہی خزانے سے کئی ہزار درہم اور بیش قیمت خلعت ابن سمعون کے پاس بھیجے لیکن ابن سمعون نے ان کو قبول کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اس واقعہ کے بعد سے عضد الدولہ کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ علامہ ابن سمعون سے اصحاب رسولؐ کے محامد بیان کرنے پر باز پرس کرتا۔

سنہ ۳۸۷ھ میں علامہ ابن سمعون نے داعی اجل کو لبیک کہا انکے سانحۂ موت پر تمام ملک میں ایک کہرام مچ گیا نماز جنازہ میں تمام عمائد و علمائے بغداد شامل تھے ان کی لاش مکان مسکونہ ہی میں دفن کیگئی لیکن کسی ضرورت سے چالیس دن کے بعد لوگوں نے ان کی قبر کھود کر باہر نکالا اور حضرت امام حنبلؒ کے مقبرے کے نزدیک دفن کردیا ارباب سیر کا بیان ہے کہ جس وقت ان کی قبر کھودی گئی تو لاش سالم تھی اور کفن تک میلا نہ ہوا تھا واللہ اعلم

علامہ ابن سمعون کی تصانیف میں سے صرف کتاب "مجالس" کا پتہ ملتا ہے +



الفت انسانی

(جناب مولانا ظفر ہاشمی صاحب مدیر چمنستان)

(۱)

چشم عبرت تو کجا مقصد فطرت تو کجا یعنی معصومی جذبات عبادت تو کجا
ظلمت کفر کجا! شمع حقیقت تو کجا ہے تو اسلام پہ اسلام کی عظمت تو کجا
جبکہ۔ انسان میں انسان کی الفت ہی نہیں

(۲)

نہ عبادت میں ہی نسبت نہ ریاضت میں مزہ نہ کسی پیر مغاں کی ہے ارادت میں مزہ
نہ کسی معتکف گوشۂ خلوت میں مزہ کچھ رہا باقی نہ "تقدیس محبت" میں مزہ
جبکہ انسان میں انسان کی الفت ہی نہیں

(۳)

نہ تو اسلام نہ اسلام کی عظمت باقی نہ تو ہے اصل شریعت نہ طریقت باقی
ہے اگر کچھ بھی تو بغض و حسد و عداوت باقی یعنی اب دنیا میں کچھ ہے تو کدورت باقی
گویا۔ انسان میں انسان کی الفت ہی نہیں

(۴)

آسماں سے وہ اتری ہوئی عظمت نہ رہی دل انسان میں انسان کی عزت نہ رہی
اب وہ قدرے عنانی جنت نہ رہی ہم کو جو دی تھی فرشتوں نے امانت نہ رہی
یعنی انسان کو انسان سے الفت ہی نہیں

(۵)

سطوت عشق کو تھی حسن سے تعلیم نیاز نہ ہوا ختم حقیقت پہ کبھی ذوق مجاز
جبکہ سجدہ ہی نہ ہو کون ہو پھر سجدہ نواز یعنی ہم بندے نہیں خود تو وہ "ہے بندہ نواز"
آہ "انسان میں انسان کی الفت ہی نہیں

(۶)

دل" وہ کیا جس میں تپش برق ادا ہی نہ رہی دوست کیا جس سے کہ امید وفا ہی نہ رہی
جان خود مائل تسلیم و رضا ہی نہ رہی اثر کیا فیض دلائے کہ دعا ہی نہ رہی
جبکہ۔ انسان میں انسان کی الفت ہی نہیں

(۷)

جوہر آئینۂ ہستی کی حقیقت گم ہے خون تدبیر کو مجبوری ہمت گم ہے
اس قدر جرأت ناکام پہ حیرت گم ہے یعنی ہنگامۂ عزت پہ بھی غیرت گم ہے
جبکہ۔ انسان کو انسان سے الفت ہی نہیں

(۸)

"موت" شیرازۂ ہستی کی ہے تکمیل اگر! زندگی روح کے عنصر کی ہے تحویل اگر!
"عشق" میں عالم "فطرت" ہوا تبدیل اگر! ہے فنا "عشق" کا اک قصۂ تطویل اگر!
یہ حقیقت ہے تو کیوں دنیا میں الفت بھی نہیں

(۹)

ہے حقیقت میں یہی وجہ نشاط جذبات سعی آزردہ سے بدنام نہ کر بزم ثبات!
اٹھ کہ بیداری احساس ہے مقصود حیات جلوۂ نور حقیقی سے اٹھا پردۂ رات!
اٹھ ظفر دیکھ کہ انسانوں میں الفت ہی نہیں

نوائے راز

(جناب مولانا ابوالفاضل صاحب راز چاندپوری)

کافر الفت ساقی کوئی میخوار نہیں
حیف ان بادہ پرستوں پہ کہ دیندار نہیں۔

جتنے میکش ہیں سب بے ہوش کے متوالے ہیں
کیا خرابات جہاں میں کوئی ہشیار نہیں!

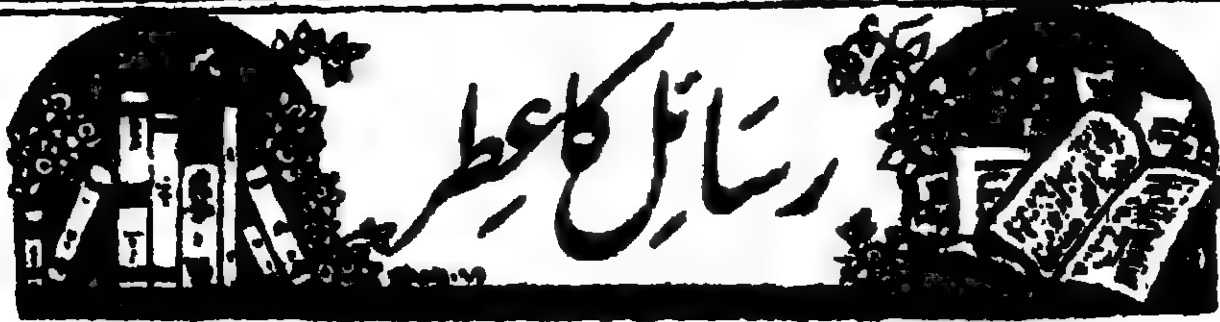
آئینہ خانۂ ہستی ہے کہ ظلمت خانہ؛
ایک آئینہ بھی تو مطلع انوار نہیں؛

آج بھی برق تجلی ہے سر طور۔ مگر
حوصلہ مند کوئی طالب دیدار نہیں

تو جو دشوار سمجھتا ہے رہ الفت کو
تجھکو دشوار ہے لیکن مجھے دشوار نہیں

قابل رحم ہے احباب کی حالت اے راز
مدعی سب ہیں مگر ایک بھی غمخوار نہیں

احمد بن اسمٰعیل کا استعمال ہو گیا اور ...



خدا سنتا نہیں فریاد میری

(جناب مولانا ابو الاثر حفیظ جالندھری)

نہ کر دل جوئی اے صیاد میری
کہ فطرت سے بہت آزاد میری

اسیری سے رہائی پانے والو
تمہیں پہونچے مبارکباد میری

سہارا کیوں لیا تھا ناخدا کا
خدا بھی کیوں کرے امداد میری

مٹا دو مجھکو لیکن یاد رکھنا
ستائے گی تمہیں بھی یاد میری

پسند آنے لگی تھی سر بلندی
یہی تھی اولیں افتاد میری

کیا پابند نَے نالے کو میں نے
طرز خاص ہے ایجاد میری

ظلم حد سے بڑھ گیا ہے
کھلا دو آدمی — نہیں فریاد میری (پلاس)

وطن

(جناب ماسٹر میر حسن صاحب ناز بی اے)

ان دنوں جب ملک میں امن و راحت کی فراوانی تھی، اور آنیوالی جنگ کہیں دور مستقبل کے پردوں میں دبکی پڑی تھی۔ موسم بہار کی ایک روشن صبح کو بیوہ خاتون اپنے دس سال کے بچے کو اینٹوں اور پتھروں کے ان ڈھیروں میں لے گئی جہاں دولت اور امارت کی سرکشیاں۔ جاہ و اقتدار کی ہمہ گیریاں۔ شجاعت اور جرأت کی کارگزاریاں۔ عسرت اور افلاس کی پژمردگیاں حسن و عشق کی بے نیازیاں اپنے آخری سکونوں میں بےحس و حرکت پڑی تھیں۔ بچے کو انگلی سے تھامے ہوئے شریف خاتون موت کی بستی کی سنسانیوں میں سے گذرتی ہوئی سنگ مرمر کے ایک بلند مینار کے سائے میں کھڑی ہوگئی جس پر جلی حروف میں لکھا تھا۔

"فدائیان وطن کی آخری آرام گاہ"

مینار کے ارد گرد قبروں کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا جنہیں قوم اور حکومت کی قدر افزائیوں نے طرح طرح کے کتبوں سے آراستہ کر رکھا تھا خاموشیوں کی سنسان اقلیم زبان حال سے ان کا۔ ناموں کی مدح سرائی میں مصروف تھی جنہوں نے مرنے والوں کو لقائے دوام کی دولتوں سے ممتاز کر دیا تھا۔ اور زندوں کو اپنی افسردگی کی پیہم آہوں سے یاد دلا رہی تھی۔ کہ غیور اور باحمیت مخلوق کس طرح وطن عزیز کی خاطر جان پر کھیل جاتی ہے۔

"یہ رستم کا مزار ہے" خاتون ایک قبر کی طرف اشارہ کرکے بولی "بڑا بہادر آدمی تھا۔ لڑتے لڑتے مرگیا۔ مگر اپنی تلوار دشمن کے حوالے نہ کی" وہ چند قدم اور آگے بڑھی۔ ایک قبر تھی جس کا تعویذ پتھر کا تھا۔ وہ ذرا آگے کو جھکی اور کتبے کی عبارت بلند آواز سے پڑھی۔ لکھا تھا۔

صفدر
عزت کے میدان میں مارا گیا

معصوم بچہ عدم آباد کی ویرانیوں سے سہما ہوا چپ چاپ اپنی ماں کے

ساتھ چلا جا رہا تھا کہ بیوہ خاتون چلتے چلتے ایک مزار کے سرہانے کھڑی ہوگئی۔ شگفتہ پھولوں کا ہار نذر کیا۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی "بیٹا - یہ تیرے جانباز باپ کی قبر ہے" ننھے ننھے ہاتھ بے اختیار دعا کو اٹھے۔ اور معصوم آنکھیں یتیمی کے آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ تسکین ملی کہنے لگی "لڑائی دن بھر ہوتی رہی۔ ہم تھوڑے تھے اور دشمن بہت۔ ایک ایک کر کے تمہارے باپ کے ساتھی ہلاک ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ اکیلا رہ گیا۔ اس کا تمام جسم زخموں سے چھلنی ہو رہا تھا۔ مگر وہ برابر لڑے جا رہا تھا۔ سورج ڈوبنے کو تھا جب دشمنوں نے اسے گھیر لیا وہ ضعف سے گرا۔ اور دشمن اس پر پل پڑے۔ مگر بہادر افسر نے ایک آخری کوشش کی۔ اس کا نعرہ ہواؤں میں گونجا۔ اس کی آبدار تلوار ڈوبنے والے سورج کی آخری شعاعوں میں چمکی۔ اور دشمنوں کے افسر کا سر زمین پر آ رہا۔ پھر کیا ہوا۔ آہ سفاک لٹیرے یکدم ٹوٹ پڑے اور چشم زدن میں تمہارے بہادر باپ کا خاتمہ ہوگیا" خاتون خاموش ہوگئی بچہ نے ایک آہ سرد بھری۔ بڑھا۔ اور قبر سے لپٹ کر کہنے لگا "اماں میں بھی بڑا ہوں گا۔ تو سپاہی بنوں گا" ماں نے آمین کہا۔ اور دونوں ماں بیٹے واپس مڑے۔

کئی سال کے بعد دشمنوں نے وطن عزیز کی سرزمین کو پھر ایک بار اپنے سرکش گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کردیا۔ اور گذشتہ شکستوں کا انتقام لینے کے لئے آہن پوش انسان زمین کی زرخیز اور آباد وسعتوں پر چھا گئے۔ آدم کے بیٹے دیرینہ عداوتوں کے جوش میں درندوں کی طرح ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ اور دنیا کی فضا درندوں کی چیخوں سے معمور ہوگئی۔ فرزندان وطن آرام اور آسائش کو ترک کر کے جان بکف میدان میں نکل پڑے۔ اور اپنی جانبازیوں سے دشمنوں کی غاصبانہ یورشوں کو ناکام کر کے چھوڑا۔ جنگ برسوں جاری رہی۔ اور جب ختم ہوئی۔ تو قبرستان میں لاتعداد قبروں کا اضافہ ہو چکا تھا۔ موسم بہار کی ایک روشن صبح کو وہی خاتون تن تنہا پھر ایک بار فدائیان وطن کی آخری آرام گاہ کے پاس کھڑی تھی۔ مگر ملول اور افسردہ۔ غم کی زردیوں نے اس کے چہرہ کی روشنیوں کو پامال کردیا تھا۔ اور اس کی چمکدار آنکھوں کی نور افشانیاں پیہم اشک افشانیوں سے ماند پڑ چکی تھیں۔ آج شگفتہ اور شاداب پھولوں کے دو ہار اس کے ہاتھ میں تھے۔ وہ آہستہ آہستہ بڑھی۔ اور دو قبروں کے درمیان جا کر کھڑی ہوگئی۔ ایک قبر پرانی تھی۔ اور دوسری نئی۔ ہار نذر چڑھا کر وہ بے اختیار نئی قبر سے لپٹ کر زار زار رونے لگی۔ قبر پر لکھا تھا۔ قاسم "بہادر باپ کا بہادر بیٹا" (ادبی دنیا)

دُعا

(از جناب نشتر جالندھری میرجان الفغان)

موسیٰ کو صبر خضر کو عمر دراز دے | اے بے نیاز! مجھکو دل بے نیاز دے
تقدیر کائنات کو دیکھے جو بے حجاب | پروردگار! وہ نگہ عرش تاز دے
صیادِ فتنہ گر نے بچھایا ہوا ہے جال | بال عقاب و چنگل صد شاہباز دے
بحر بلا میں ڈوب کے نکلوں میں سرخ رو | مجھ تفتہ دل کو وہ جگر غم گداز دے
وہ آنکھ دے جو پھول میں خوشبو کو دیکھ لے | اس جلوہ گاہ میں دل دانائے راز دے
اے حسن! التفات کہ سر خم کئے ہے عشق | شمشیر ناز سے شرف امتیاز دے
ظلمت گہ عدم میں جو شمع حیات ہو | وہ عشق کا شرارہ ہستی گداز دے

دُنیا میں قرب گنبد خضرا نصیب کر
عقبیٰ میں ظلِ دامن شاہ حجاز دے

(مخزن)

زراعتی اخبار کا ایڈیٹر

(شہرۂ آفاق امریکن ظرافت نگار مارک ٹوین کا ایک پُرلطف افسانہ)

(از جناب ظفر صاحب قریشی)

(۱)

میری مالی حالت بہت خراب تھی۔ اس لئے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ کسی زراعتی اخبار کی ادارت قبول کر لوں۔ اس وقت میری حالت اس شخص کی سی تھی جس نے کبھی سمندر نہ دیکھا ہو اور یکایک جہاز کا کپتان بنا دیا جائے۔ لیکن آپ جانتے ہیں مرتا کیا نہ کرتا۔ اور پھر معقول تنخواہ میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر ادارت قبول کر لی۔ چونکہ اخبار کا اصلی ایڈیٹر چھٹی پر جا رہا تھا۔ اسوجہ سے اس نے جو تنخواہ بھی پیش کی میں نے قبول کرکے ادارت کے فرائض انجام دینے شروع کر دیئے۔

مدت کی بے کاری کے بعد جو ایک مشغلہ ہاتھ آیا۔ تو میں نے بھی اپنا کام بہت مسرت تن دہی اور جوش کے ساتھ کرنا شروع کیا۔ اخبار چھپنے کے لئے پریس میں بھیج دیا گیا۔ اور میں انتظار کرنے لگا کہ دیکھیں میری تحریر نے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کی ہے یا نہیں۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میں شام کو دفتر سے رخصت ہو کر نیچے اترا تو زینہ کے نیچے چند آدمیوں اور لڑکیوں کا مجموعہ دیکھا۔ ان لوگوں نے مجھے آتا دیکھکر راستہ دیدیا۔ ان میں سے کسی نے یہ کہا "یہی ہیں نہ وہ!"

فطرتاً مجھے اس واقعہ سے بہت مسرت ہوئی۔ اور میں پھولا نہ سمایا کہ لوگ مجھے دیکھ دیکھ کر عش عش کرتے ہیں۔ دوسرے دن بھی مجھے اسی طرح لوگوں کا ایک مجمع نظر آیا۔ چند آدمی ادھر ادھر دو تین سڑکوں پر کھڑے دکھائی دیئے۔ جو میری طرف بہت دلچسپی سے دیکھ رہے تھے میرے آتے ہی لوگ منتشر ہو گئے۔ اور ایک نے کہا "ذرا ان کی صورت دیکھو!" لیکن میں نے سُنی اَن سُنی کر دی۔ اور غرور و بے اعتنائی سے اکڑ اکڑ چلتا ہوا سیڑھیوں پر چڑھتا چلا گیا۔ گویا میں نے ان لوگوں کی دلچسپی کو کوئی قابل وقعت چیز سمجھا ہی نہ تھا۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ آج ضرور پھوپی جان کو اپنی شاندار کامیابی اور بڑھتی ہوئی شہرت کا حال تحریر کروں گا۔ میں بالائی منزل پر پہنچا۔ تو نیچے سے قہقہوں کی آوازیں آئیں۔ لیکن میں اس کا کچھ مطلب نہ سمجھا۔ جونہی دفتر کا دروازہ کھلا۔ دو آدمی جن کی صورت سے دہقانیت ٹپک رہی تھی۔ میری طرف منہ بناتے ہوئے جھٹ سے نکل گئے لیکن میں اس کا بھی مطلب نہ سمجھ سکا۔

کوئی آدھ گھنٹہ بعد میرے دفتر میں ایک بوڑھا شخص داخل ہوا جس کے چہرے سے سختی ٹپکتی تھی۔ گھنی ڈاڑھی تھی۔ اور تیز نگاہوں سے دیکھتا تھا میرے کہنے پر وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ہمت نہ پڑتی تھی کہ اتنے بڑے ایڈیٹر کے سامنے کچھ کہہ سکے۔

بہرحال اس نے اپنی ٹوپی فرش پر رکھ دی۔ اور ایک سرخ ریشمی رومال نکال کر پیشانی کا پسینہ پونچھا۔ پھر ہمارے اخبار کی ایک کاپی نکالی اور اسے اپنی رانوں پر پھیلا کر اور عینک کے شیشے صاف کرتے ہوئے کہا "آپ ہی نئے ایڈیٹر صاحب ہیں؟"

میں نے اثبات میں جواب دیا۔

"کیا آپ نے اس سے پہلے بھی کسی زراعتی اخبار کی ادارت کے فرائض انجام دیئے ہیں؟"

"جی نہیں یہ میری پہلی کوشش ہے"

"میرا بھی یہی خیال تھا! لیکن آپکو زراعتی معاملات کا عملی تجربہ تو ضرور ہوگا؟"

"جی نہیں"

بوڑھے نے میری طرف گھورتے ہوئے کہا "میں تو پہلے ہی سمجھے ہوئے تھا" یہ کہکر اس نے اخبار کو حسب پسند تہ کرکے مجھ سے کہا "جو چیز میں آپ کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں۔ یعنی آپ کا لکھا ہوا مقالۂ افتتاحیہ (ایڈیٹوریل) اس کے مطالعہ نے مجھ پر یہ بات روشن کر دی تھی۔ کہ آپکو زراعت سے کتنا کچھ لگاؤ ہے۔ ذرا سُنیئے۔ اور بتایئے کہ یہ آپ کی ہی قلم سے گہرباری کی ہے؟"

اس نے جو مضمون پڑھا یہ تھا!

"گاجروں کو ان کی شاخیں پکڑ کر اکھاڑنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ یہ نقصان دہ طریقہ ہے۔ بلکہ کسی لڑکے کو درخت پر چڑھا کر درخت ہلانا چاہیئے۔ تاکہ گاجریں نیچے گر پڑیں!"

"کیا آپ ہی نے یہ تحریر لکھی ہے؟"

"ہاں! کیوں؟ نرالی بات ہے ـــــ آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے بیشک میں نے ہی یہ مضمون لکھا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس شہر میں لاکھوں من گاجریں محض اس وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں کہ ان کی شاخیں پکڑ کر اکھاڑا جاتا ہے۔ اگر ہم کسی لڑکے کو درخت پر چڑھا دیا کریں۔ اور شاخیں ہلوایا......"

"اپنا سر ہلواؤ! بیوقوف! یہ بھی خبر ہے کہ گاجریں درختوں میں نہیں

گیتیں۔ پھر شاخیں کیسی!

"واہ! بالکل ٹھیک بات ہے۔ کون احمق کہتا ہے گاجریں درختوں میں لگتی ہیں۔ یہ تو محض عبارت آرائی تھی۔ آپ زبان سے ناواقف ہیں۔ استعارہ و کنایہ زبان کا زیور ہوسکتے ہیں۔ جس شخص کے دماغ میں ذرہ برابر عقل ہوگی۔ سمجھ جائے گا کہ میری مراد یہ ہے کہ لڑکا آہستہ سے جڑ ہلا ہلا کر گاجر نکال لے!"

(۲)

بوڑھا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اخبار پھاڑ کر پرزہ پرزہ کرکے غصہ میں خوب پیسے روندا۔ لکڑی سے کئی چیزوں کو توڑ پھوڑ کر منہ میں کچھ کچھ بکتا جھکتا نکل کر سیدھا ہو لیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بات پر مجھ سے ناراض تھا۔ معلوم نہیں کیا خاص بات تھی۔ باوجود سوچنے کے مجھے کوئی قابل اعتراض وجہ یا خفگی کا سبب معلوم ہوا نہیں۔ میں بچارے کی ناراضگی کا کیا علاج کرسکتا تھا؟

ابھی ان حضرات سے چھٹکارا ملا تھا۔ کہ دوسری آفت نازل ہوئی ایک اور بھیانک آدمی جن کا جسم سوائے ہڈیوں کے ڈھانچ کے اور کچھ نہ تھا۔ کمرہ میں داخل ہوئے۔ عجیب بدہیئت آدمی تھا۔ بال الجھے ہوئے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں گویا ہفتہ بھر کے فاقہ سے تھا۔

اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کمر خم کرکے کچھ اس انداز سے میری طرف گھورا گویا کوئی بات سُن رہا تھا۔ کچھ دیر تک مجھ سے فاصلہ پر وہ یونہی کھڑا رہا۔ پھر چند قدم آگے بڑھ کر میری طرف اور غور سے دیکھا۔ دفعتاً لمبے لمبے قدم مارتا ہوا قریب آپہنچا۔ اور اندر کی جیب سے ہمارے اخبار کی ایک کاپی نکالتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوا۔ کیا یہ مضمون جناب ہی نے تحریر فرمایا ہے؟ ذرا پڑھ کر سنائیے، جلدی کیجئے، میرا دماغی توازن قائم نہیں ہے بری حالت ہے۔

میں نے حسب ذیل عبارت پڑھی۔ لیکن یہ دیکھ رہا تھا کہ ہر فقرہ پر اس شخص کی تسلی ہو رہی تھی۔ مجھے اندازہ ہوگیا۔ کہ اس کی بے چینی کم ہوتی چلی جارہی ہے جوں جوں میں مضمون پڑھتا تھا۔ اس کے چہرے پر مسرت واطمینان کا نور اس طرح چمکنے لگا۔ جیسے سنسان بیابان میں چاند چمک اٹھے۔

مضمون حسب ذیل تھا:۔

گوالو[1] ایک بہت عمدہ پرندہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کی پرورش میں بہت احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ انہیں گرم مکانوں میں رکھنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے بچے اچھی طرح سہہ سکیں۔

کدو کا درخت:۔ کدو کا درخت نیو انگلینڈ کے انبعونی باشندوں کا مرغوب ترین کھاجا ہے۔ یہ لوگ میوہ دار روغنی روٹیوں میں بھرنے کے لئے اسے شہتوت پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی گایوں کو رس بھریوں کی بجائے یہی کھلاتے ہیں۔ کیونکہ اس سے دودھ بہت عمدہ اور گاڑھا پیدا ہوتا ہے۔ نارنگی کی قسم کے پھلوں میں سے صرف کدو ہی ایک ایسا میوہ ہے جو شمالی حصہ ملک میں پیدا ہوتا ہے۔ یا میٹھا کھیا و آڑو کی مختلف قسمیں ہیں لیکن عرصہ دراز سے جو صحن مکان میں بیری کے ساتھ اس کا درخت لگانے کا رواج چلا آتا تھا۔ اب متروک ہو رہا ہے۔ لوگوں نے یہ عادت اس وجہ سے چھوڑ دی ہے۔ کہ کدو کے درخت سے بہت زیادہ سایہ حاصل نہیں ہوتا۔

اب موسم گرما قریب ہے۔ نر راج ہنس[2] اب انڈے دینے لگ جائیں گے ——"

وہ شخص جو اس وقت تک سنتا رہا تھا اب بے بس ہو کر کھڑا ہوگیا مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "بس بس رہنے دیجئے —— میں نے بھی اس مضمون کو اسی طرح پڑھا تھا جس طرح آپ نے۔ پڑھنے میں مجھے کوئی مغالطہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن جب میں نے صبح اسے پڑھا تھا تو ہرگز ہرگز یہ یقین نہ کرتا تھا کہ یہ مضمون کسی زراعتی اخبار کے ایڈیٹر کی قلم سے نکلا ہوگا۔ بلکہ میں تو یہ سمجھا کہ میں ہی پاگل ہوگیا ہوں۔ کہ لکھا کچھ ہے پڑھتا کچھ ہوں۔ چند دوستوں کو اس کے کچھ حصے پڑھ کر سنائے۔ وہ بھی عش عش کرنے لگے کہ کیا عمدہ معلومات کا ذخیرہ کاغذ پر منتقل ہوگیا ہے۔ میں اس شخص کو دیکھنے کے لئے جس نے یہ تاریخی مضمون لکھا تھا۔ دوڑا ہوا آیا راستہ میں بے تحاشا دوڑنے سے دو آدمیوں سے ٹکرایا۔ کئی آدمیوں سے دھینگا مشتی ہوئی۔ وہ تو یوں کہو کہ خدا کا شکر ہے۔ میں نے کسی بھلے مانس کو قتل نہیں کیا۔ خدا خدا کرکے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی زبان مبارک سے ان الفاظ کو سن کر مجھے کامل یقین ہوگیا کہ اگر میں نہیں تو آپ ضرور پاگل ہیں، اچھا خدا حافظ"

(۳)

جب یہ شخص رخصت ہوگیا۔ تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے سر سے کوئی بوجھ اتر گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس وقت یہ آفت ٹلی اور مجھ

[2] نر راج ہنس انڈے نہیں دیتے (مترجم)

[1] گوالو [illegible] پرندوں کی ایک قسم [illegible] امریکہ اور افریقہ میں پائے جاتے ہیں [illegible]

دیکھنے اس احمق اور کم فہم شخص کی بکواس سننے کا موقع نہ ملا۔ لیکن ابھی میں انہیں خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا کہ دفعتہً اخبار کا پرانا ایڈیٹر کمرہ میں خلاف توقع آموجود ہوا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ چھٹیوں پہ جو مصر جارہا تھا، اس ارادہ کو ملتوی کر کے اخبار کا حال دیکھنے آیا ہے۔

ایڈیٹر نے میری طرف غصے سے دیکھا۔ اس کے چہرے سے اداسی اور بدحواسی کے آثار نمایاں تھے۔

ایڈیٹر نے اس نقصان کو دیکھکر جو ابھی ابھی دو آدمی غصہ میں بھر کر کر گئے تھے۔ مجھ سے کہا "تم نے ستیاناس کر دیا! گو ندوانی ٹوٹی پڑی ہے' وقیشے توڑ دیئے' اگالدان اور شمعدان توڑ دیئے بھلے آدمی کبھی کسی دفتر میں گیا بھی تھا آداب و تمیز سے کچھ واقف ہی نہیں ــــ غیرے بھی جانے دو میرے اخبار کا ستیاناس کر دیا۔ تمکو کس احمق نے مجبور کیا تھا۔ کہ ایسے اخبار کی ایڈیٹری منظور کرو جس کے فن کی الف، بے، تے سے بھی واقف نہیں ہو' سڑک پر اور بنگلے کے پاس لوگ جوق در جوق آکر کھڑے ہوئے ہیں۔ اور آپ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایڈیٹر کون بزرگ ہیں جو اپنے اخبار میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ کدو نارنگی کی قسم کا ایک "میوہ" ہے۔ جب تمہیں زراعت سے اس قدر بھی واقفیت نہ تھی کہ گیہوں کب بوئے جاتے ہیں۔ اور گنے کب؟ تو تم ایڈیٹری کرنے کس برتے پر آئے تھے۔ آپ ہی تو فرماتے ہیں کہ "مولی آور پھاوڑا تقریباً ایک ہی چیز ہیں"۔ آپ ہی نے تو لکھا تھا کہ مرغیاں جگالی کرتی ہیں۔ اور ایک موسم میں بال جھاڑتی ہیں کیا آپ نے نہیں لکھا تھا کہ ولایتی بکریوں کو موسیقی کا بہت شوق ہوتا ہے۔ آپ کی قوت مشاہدہ کی اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ کے نزدیک روئی کی تجارت کی جگہ ریشم کی تجارت کو فروغ ہو رہا ہے۔ جناب نے لکھا تھا کہ ارنڈ کا درخت اگر گملوں میں لگا لیا جائے اور باغیچہ کی روشوں پر رکھدیا جائے تو بہت بھینی بھینی خوشبو دے گا۔ کیا آپ نے ہی لکھا تھا کہ مقوہ کی شراب بنتی ہے واہ! واہ! میں نہیں چاہتا کہ آپ کی شکل دیکھوں۔ نکل جاؤ۔ تم نے مجھ سے پہلے ہی کیوں نہیں کہدیا کہ تمہاری معلومات اس قدر وسیع ہیں اور زراعت کا اتنا قیمتی تجربہ رکھتے ہو۔ یہ صحیح ہے کہ اس عرصہ میں اخبار کی اشاعت دوگنی سے بھی زائد ہو گئی ہے۔ کئی کئی ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل جاتے ہیں۔ اور مانگ پوری نہیں کر سکتے۔ لیکن میں دیوانگی سے روپیہ پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ اپنے اخبار کی شہرت کو پامال ہوتا دیکھکر اور اپنے ملک کی جگ ہنسائی ہوتے دیکھکر میں خاموش نہیں رہ سکتا۔ افسوس! میرا اخبار تباہ ہو گیا!"

(۴)

میں نے بھی برافروختہ ہو کر کہا:-

"اے بیگن کے بھائی! اے خرگوش کے ماموں! تجھے کس نے ایڈیٹر بنا دیا تھا۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ میں اپنی شان میں ایسی گستاخانہ تقریر کو سنکر چپکا ہو رہا ہوں۔ تمہیں شاید پتہ نہیں مجھے ادارتی کاموں کا چودہ سال کا تجربہ ہے۔ لیکن آج تک یہ بات نہ سنی تھی کہ ایڈیٹر بننے کے لئے کسی علمیت اور تجربہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے تو جانتا ہے کہ اخبارات و رسائل میں ڈراموں پر تنقیدیں اور تبصرے کون لکھتا ہے۔ وہ موچی جنہیں جب اور کوئی کام نہیں ملتا۔ تو چند دن سٹیج پر ناچکر نقاد فن بن جاتے ہیں۔ کتابوں پر نکتہ چینی وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں کبھی تصنیف کرنے کی توفیق نہ ہوئی ہو۔ اقتصادی معاملات پر کون لوگ خامہ فرسائی کرتے ہیں؟ وہی لوگ جو کاروباری طبیعت نہ رکھنے کے باعث اور مالی معاملات سے مطلق بے بہرہ ہونیکے سبب سے دیوالیہ ہو جاتے ہیں افواج ہند کے مسئلہ پر لمبے لمبے مضامین کون سپرد قلم کرتا ہے؟ شیخ چلی یا تیس مارخاں! انسداد شراب نوشی پر وہی لوگ لکھتے ہیں جن کے لبوں سے کبھی جام و سبو نہیں چھٹتے۔ زراعتی اخبار کی ایڈیٹری بھی وہی کرتے ہیں۔ جنہیں ہر فن میں کامل دستگاہ ہو۔ جو شاعری، ناول نویسی، ڈرامہ نویسی اور شہری اخباروں کی ایڈیٹری میں بالکل ناکام رہے ہوں۔ جو لوگ کسی طرح بسر اوقات نہیں کر سکتے۔ افلاس کی لعنت سے بچنے کے لئے زراعتی اخبار کی ایڈیٹری کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آپ مجھے اخبار کی ادارت کرنی سکھا رہے ہیں؟ ماشاء اللہ کل کا بچہ اور ہمیں سبق دے رہا ہے!

حضرات! سمجھ لیجئے کہ میں نے صحافت کو الف سے لے کر یے تک مطالعہ کیا ہے یقین کیجئے کہ وہی ایڈیٹر بڑی تنخواہیں پاتے ہیں۔ اور پبلک کی واہ وا کام کرتے ہیں جنہیں الف کے نام بے نہیں آتی اور قلم "محمد فاضل" لکھکر لوگوں کو خوب الو بناتے ہیں جو لوگ جاہل مطلق اور کندۂ ناتراش ہوتے ہیں انہیں لوگ خوب بناتے ہیں! خدا کی قسم اگر میں عالم و فاضل ایڈیٹر ہوتا اور بالکل جاہل مطلق ہوتا تو دنیا میں نام پیدا کر کے دکھا دیتا۔ مگر بدقسمتی سے خدا نے مجھے فاضل بنا دیا ہے ــ آپ نے میری توہین کی ہے میرے عالمانہ مقالات کی تعریف کرنے کی بجائے مجھے سخت و سست کہا ہے۔ اسوجہ سے استعفیٰ دیتا ہوں۔ بھاڑ میں پڑے ایسا اخبار جس سے اپنی شہرت بھی وابستہ ہے میں تو تمہارے اخبار کو چند دن میں کچھ کا کچھ کر دیتا۔ اگر اشاعت تیس ہزار تک نہ پہنچا دیتا تو اپنے آپکو ایڈیٹروں کا استاد کہنا چھوڑ دیتا۔ میں نے اس قلیل عرصہ میں آپکے اخبار کے ناظرین کی وہ جماعت جمع کی ہے جو ان گنواروں کی طرح

فرعون کے پجاریوں کی بدُ دعا

اس امر نے کافی شہرت حاصل کرلی ہے کہ جب فرعون مصر کے جسم کو حنوط کرکے اہرام میں رکھا گیا تو پجاریوں نے دیگر مراسم تجہیز و تکفین کے علاوہ باآواز بلند یہ بددعا بھی پڑھی

"جو شخص فرعون کی قبر کو چھوئے گا۔ موت اپنے تیز پرواز بازوؤں پر آکر اس سے ہمکنار ہوگی"۔

اس بددعا کو سرزمین مصر میں اگرچہ اب بھی تمامتر وثوق کے ساتھ مانا جاتا ہے۔ لیکن ماہرین مصریات اور موجودہ زمانہ کے سربرآوردہ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ یہ محض خوش اعتقادی ہے۔ ورنہ اس میں حقیقت کچھ بھی نہیں۔ یہ افسانہ تراشی محض اس وجہ سے کی گئی ہے کہ مصر قدیم میں قبریں کھود کر سامان تکفین نکالنے کا جرم خوب زوروں پر تھا۔ ممکن ہے فرعون کے دفن کئے جانے کے وقت یہ الفاظ عوام الناس کے سامنے پجاریوں نے کہے ہوں۔ اس سے ان کا مقصد یہی تھا کہ فرعون کی قبر محفوظ رہے۔

ممکن ہے ماہرین مصریات کا یہ خیال ان کے علم و فضل کی بنا پر درست ہو لیکن کھدائی کا کام کرنے والوں کو جو حالات پیش آتے رہتے ہیں ان سے تو اس بددعا کی پوری طرح تصدیق ہوتی ہے۔ جب سے مسٹر کارٹر نے عمر بھر کی جدوجہد کے بعد فرعون کی قبر کا انکشاف کیا ہے۔ عجیب وغریب واقعات وجود میں آتے رہتے ہیں۔ ابھی قدیم زمانہ کی شان و شوکت کا انکشاف ہوئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ لارڈ کارنرون کو ایک زہریلے مچھر نے کاٹا۔ ڈاکٹروں نے تمام زور لگایا لیکن وہ ایک معمولی بھنگے کی نیش زنی کا مقابل نہ ہوسکا۔ اور بہت جلد عروس اجل سے ہمکنار ہوگیا۔ ایک طرف دوست احباب میں صف ماتم بچھائی جا رہی تھی۔ دوسری طرف مصری دیوتاؤں کے پجاری اعلان کررہے تھے کہ یہ ان کے آبا کی بددعا کا نتیجہ ہے۔

کچھ روز بعد مسٹر کارنر پر بھی ایک زہریلے کیڑے نے حملہ کیا جسے فرعون کی روح بطور آلہ کار کے استعمال کررہی تھی۔ مسٹر کارنر کچھ عرصہ صاحب فراش رہے لیکن فرعون کے اسرار کو طشت ازبام کرنے کے لئے موت نے انہیں اپنا اسیر بنانا پسند نہ کیا۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے جو فرعون کی قبر میں داخل ہوکر اس کے سکون میں خلل انداز ہوئے مسٹر کارنر آتش انتقام سے محفوظ ہیں۔

لیکن یہ افواہیں نہایت شدت سے پھیل رہی ہیں کہ قبر کی کھدائی کے ساتھ زمانہ ماضی کی بہت سی بدروحیں آزاد ہوگئی ہیں اور تمدن حاضرہ پر غلبہ پانے کی جدوجہد کررہی ہیں۔ جب لیڈی کارنرون قاہرہ سے اپنے خاوند کی لاش کو لیکر انگلستان روانہ ہوئی تو بیشمار مسافروں نے جو اس جہاز پر دیگر ممالک یورپ کو جا رہے تھے اس خیال سے کہ یہ جہاز تباہی کے منہ میں جا رہا ہے اور اس پر خبیث روحوں کی حکومت ہے اپنے ارادے منسوخ کردئے۔ کچھ روز بعد لارڈ کارنرون کا ایک بھائی کرنل اوبیرے ہربیرٹ بھی لندن میں وفات پاگیا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی قبر میں داخل ہوا تھا اور اس نے قبر کے اندر ہی کہا تھا "ہمارا خاندان کسی خوفناک واقعے سے دوچار ہونیوالا ہے"

ایک اور انگریز مسٹر گولڈ کی موت واقع ہوئی یہ شخص لارڈ کارنرون کا دوست تھا اور اس کے ہمراہ قبر کے اندر گیا تھا۔ اس کی موت پر لندن میں ان انگریزوں کے درمیان ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ جو فرعون کی قبر دیکھ چکے تھے اور ہر ایک کو اپنی جان کا اندیشہ ہوگیا۔

سنہ ۱۹۲۳ء میں مسٹر کارٹر نے ایکس ریز کے ایک انگریز ماہر سر آرچی بالڈ ڈوگلس ریڈ کی خدمات حاصل کیں کہ وہ فرعون کی ممی کا معائنہ کرے جب یہ شخص معائنہ کرنے والا تھا اس نے خفیف سی ناسازی طبع کی شکایت کی اور فوراً صاحب فراش ہوگیا۔ ڈاکٹر مرض کی تشخیص سے قاصر رہے۔ آخر موت نے اس کا نقش ہستی بھی صفحۂ عالم سے مٹا دیا۔

اس کے ایک مہینہ بعد ایک روز سائنسدانوں کو موت نے آن دبایا۔ کالج فرانس کا ایک پروفیسر پال کاساتو افرعون کی قبر کی تنقیب میں مصروف تھا کہ اچانک موت واقع ہوگئی۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے موت کی وجہ اختلاج قلب کی شکایت تھی لیکن اس سے پیشتر پروفیسر موصوف کو کبھی اختلاج کا مرض لاحق نہ ہوا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا "اختلاج قلب" لیکن ہشیار مصری کہہ رہے تھے "فرعون کے پجاریوں کی بددعا"۔

اس کے بعد مسٹر ایچ جی۔ ایولن وہائٹ کی خودکشی کا واقعہ آتا ہے۔ بظاہر کوئی ایسی وجہ نہ تھی کہ وہ خودکشی کے فعل کا ارتکاب کرتا یہ مشہور ماہر مصریات تھا۔ اور اس کی لاش کے پاس کاغذ کا صرف ایک پرزہ پایا گیا جس پر لکھا تھا۔

"میں جانتا تھا کہ مجھے بدُدعا لگی ہے"

اس پراسرار موت کے بعد پجاریوں کی بدُدعا کا دوسرا شکار ایک متمول مصری شاہزادہ پرنس علی فہمی بے تھا۔ وہ اس خیال کا قائل نہ تھا کہ فرعون کی قبر میں جانے والے کسی خبیث رُوح کے بُرے اثر میں آجاتے ہیں مسٹر کارنر نے اسے مدعو کیا تھا اور وہ کئی بار قبر میں گیا تھا۔ اس نے

انکشافات کے کام میں مالی مدد بھی کافی دی تھی۔

شہزادہ غالباً اس امر کو فراموش کر چکا تھا کہ کبھی وہ فرعون کی قبر بھی دیکھنے گیا تھا۔ وہ جوان تھا اور جوانی کی ہزاروں رنگین چیزیں اس واقعہ کو اس کے ذہن سے محو کر سکتی تھیں۔ وہ ایک فرانسیسی لڑکی سے ملا۔ کچھ عرصہ راز و نیاز ہوتے رہے آخر دونوں کی شادی ہو گئی۔ یورپ سے وہ مصر واپس گئے اور یہاں سیر و سیاحت میں مشغول رہے اور اس کی بیوی نے لندن میں مقدمہ کے دوران میں جب اس پر اپنے خاوند کے قتل کا الزام عاید تھا۔ بیان دیا کہ شہزادہ نے بے وجہ اسے گالیاں دینا شروع کیں۔ بیوی کی زندگی روز بروز دوبھر ہوتی گئی۔ ایک غلام کو اس کی ہر وقت کی حرکت کا جائزہ لینے پر مقرر کر دیا گیا۔ لندن میں یہ تعلقات نہایت کشیدہ ہو گئے۔ ادھر یہیں بڑے بڑے واقعہ ہوئے شہزادہ نے قرآن کی قسم کھائی کہ وہ اسے قتل کر دے گا۔ چنانچہ کئی رات وہ دونوں پستول پہلو میں رکھ کر سوتے رہے۔ اختتام اچانک رونما ہوا۔ لندن کے ایک ہوٹل میں دونوں میں جھگڑا ہوا اور فرانسیسی عورت نے ذاتی محافظت میں پستول چلا دیا۔ گولی شہزادہ کو لگی اور وہ ہلاک ہو گیا۔

شہزادہ کی اس المناک موت کے بعد اس کا پرائیویٹ سکرٹری صلاح بن اچانک مر گیا۔ ابتک اس کی موت کی وجوہات دریافت نہیں ہو سکیں صرف یہی کہا جا سکتا تھا کہ اس نے بھی فرعون کے برسوں کے خواب راحت میں خلل اندازی کی تھی۔

اس واقعہ کو دو سال گذر گئے لوگ فرعون کے پجاریوں کی بددعا کو تقریباً فراموش کر چکے تھے کہ پانچ ۱۹۲۵ء میں مشہور ماہر مصریات جارج بنڈیٹ کی موت واقع ہوئی۔ اس کے بعد پھر ان اموات کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور لوگ اس بددعا کو بھول گئے کہ پھر ایک امریکن عورت مصر میں فرعون کی قبر کو دیکھنے آئی۔ اس نے بازار میں پولیس کا ایک انگریز سپاہی کھڑا دیکھا فوراً اس پر فریفتہ ہو گئی ہر وقت اسے اپنے پاس رکھتی پر تکلف دعوتیں کھلاتی اور مصر تھی کہ اس سے شادی کرے۔ اس کا خاوند جنگ عظیم میں مارا گیا تھا۔

سپاہی حیران تھا کہ کیا کرے۔ اس کی بیوی تھی بچے تھے وہ ایک نہایت معمولی آدمی تھا۔ اس کا خیال تھا یہ متمول عورت دیوانی ہو گئی ہے جو اس قلاش سے شادی کرنا چاہتی ہے اس امریکن عورت نے فرعون مصر کی قبر کو دیکھا اور لارڈ کارنروِن کی دوست بھی رہی تھی اس کے بعد وہ مصر سے امریکہ واپس چلی گئی اور وہاں ایک رات اپنے کمرہ میں بیٹھ کر اس نے دو خط لکھے ایک اس سپاہی کے نام اور دوسرا خدا جانے کس کے نام۔ یہ خط نہایت پر اسرار تھا اور پولیس تفتیش میں بالکل ناکام رہی تھی لکھا تھا۔

"میں نے گناہ کیا ہے۔ خدا گواہ ہے میں نے موت کے
انتظار میں کس قدر عذاب اٹھایا ہے"

اس نے کیا عذاب اٹھایا کوئی نہیں کہہ سکتا اور کبھی کوئی اس سے آشنا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ خط لکھنے کے بعد اس نے اپنے سر میں پستول کی گولی ماری اور زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ ڈاکٹر اور پولیس صرف اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کو کوئی ذہنی بیماری لاحق تھی اس کے بعد آنریبل رچرڈ بیتھل لندن میں اپنے مکان میں مردہ پایا گیا۔ وہ کچھ عرصہ مسٹر کارٹر کا سکرٹری رہا تھا اس کی عمر ۴۶ سال تھی اور کوئی نہیں بتا سکتا اس کی موت کس طرح واقع ہوئی۔ لیکن اب تک مسٹر کارٹر محفوظ ہے اور اس کا بیان ہے کہ یہ تمام اموات اتفاقی ہیں۔ جن کا فرعون کی قبر سے کوئی تعلق نہیں ۞

(ریاست)

نمود و نمائش کا شوق

(از جناب شکر سعید احمد صاحب)

ہمارے معاشی وسعت و حالات سے بہت کچھ دور ہو جانیکا ایک بہت ہی خراب نتیجہ نکلا ہے کہ اب ہماری زندگیوں میں جھوٹی شیخی اور نمود و نمائش کو بہت زیادہ دخل ہو گیا ہے ایک غریب اور نادار شخص کو اب یہ ظاہر کرتے ہوئے بڑی شرم آتی ہے کہ وہ مفلس ہو اور اسکی آمدنی کے ذرائع محدود ہیں۔ ایک بے علم شخص علی الاعلان اس قسم کی باتیں کیا کرتا ہے کہ جس سے لوگ اسے عالم اور باخبر خیال کریں اور اسکی جہالت پر پردہ پڑا رہے۔ ایک گنہگار اور بدکار بااخلاق اور پسندیدہ خیالات کا اظہار کرتا رہتا ہے اور لوگوں کے سامنے اس قسم کی باتیں بناتا ہے کہ جسکی وجہ سے سب اسے پارسا اور نیک ہونیکا گمان کرنے لگیں۔ غرضکہ اسی طرح ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ فی الحقیقت ہے اس سے بہت بہتر اپنے آپ کو ظاہر کرتا رہے۔

اس بے ہودہ نمود کا اثر بہت سی حالتوں میں تو خود شیخی مارنے والے ہی پر برا پڑتا ہے اور کبھی کبھی دوسروں کو بھی اس سے بڑے بڑے نقصانات پہنچ جاتے ہیں۔ شادی بیاہ یا اسی قسم کی اور تقریبوں کے موقع پر اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ لوگ بھی جن کے پاس کچھ نہیں ہے یا اگر ہے تو بہت ہی قلیل اور ناقابل لحاظ سرمایہ ہے صرف نمود و نمائش کی خاطر بڑی بڑی دعوتوں کا بیش قیمت چیزوں کا اور فضول رسموں پر بیدردی سے روپیہ برباد کر کے اپنا نام پیدا کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ نقد روپیہ ان کے پاس موجود نہیں اس لئے اپنا شوق نمود پورا کرنے کو انہیں یا تو اپنی جائداد فروخت کرنی پڑتی ہے یا کسی نہ کسی طریقہ پر کہیں سے قرض روپیہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔

قرض لیتے وقت بالعموم ان لوگوں کو تھوڑی سی فرحت یا راحت ضرور محسوس ہوا کرتی ہے کیونکہ جس فضول یا لغو کام کو انہوں نے اپنا مقصد بنا رکھا تھا وہ پورا ہوتا نظر آتا ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ قرض ایک ایسی جونک ہے جو ایک مرتبہ چمٹ کر پھر جسم سے علیحدہ ہونا جانتی ہی نہیں۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں جائدادیں اور اچھی خاصی معقول جائدادیں صرف تھوڑی سی نمود اور نمائش کی خاطر اسی طرح قربان کی جا چکی ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے ان بھائیوں کو تباہی کے غار میں گرتے دیکھ کر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلی ہیں اور ہم اب بھی اسی طرح بلکہ شاید بیش از بیش تیزی کے ساتھ آنکھیں بند کئے اسی غار کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ ہماری جھوٹی نمود دوسروں کی تباہی کا بھی باعث ہو جایا کرتی ہے۔ اکثر خود غرض شکم پرست اور کمینے لوگ قومی ہمدردی اور فدائیت اسلام کا جامہ پہنکر قوم کے سامنے آتے ہیں اور جب قوم ان پر بھروسا کر کے ان کی تقلید کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے تو اپنے غلط مشوروں سے اسی راہ پر ڈال دیتے ہیں جو بربادی کے دوزخ کی طرف جاتی ہے۔ اس قسم کی بہت سی ناپاک ہستیاں سیاسی اور مذہبی پیشوا بنکر ہمارے سامنے آ چکی ہیں اور ہمیں اس حد تک تباہ کر چکی ہیں کہ اب پشیمان و شرمندہ نظر آ رہا ہو۔ اسی جھوٹی زندگی کی بدولت ہم لوگوں میں فضول خرچی اور افلاس بھی بہت زیادہ عام ہے۔ ہم ایک چیز خریدنے کی مقدرت نہیں رکھتے لیکن محض اس لئے اسے خرید لیتے ہیں کہ اپنے دوست یا اپنے ہمسایہ کی نگاہ میں ہم غریب اور کم مایہ قرار نہ پائیں۔ ہمیں ایک نوکر رکھنے کی ضرورت ہے اور نہ ہماری اتنی حیثیت لیکن صرف اس لئے کہ ہمارے اکثر ساتھیوں کے یہاں ایک نوکر موجود ہے ہم بھی تنگی ترشی برداشت کر کے ایک نوکر ضرور ہی رکھ لیتے ہیں۔ اپنے شہر کے امیروں کو جب ہم طرح طرح کے خوشنما ریشمی کپڑے پہنے دیکھتے ہیں تو ہمارا ذوق نمود جوش اٹھتا ہے اور اپنی جیب کی تنگی کا لحاظ کئے بغیر ہم اپنے اور اپنے بچوں کے لئے بھی ویسے ہی کپڑے خرید لیتے ہیں حالانکہ اس کا نتیجہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ ہمیں اسے پہنتے شرم آتی ہے اور وہ رکھے ہی رکھے خراب ہو جاتا ہے۔

ہم خواہ کچھ بھی کریں اور کتنا ہی کمائیں ہماری حالت اسوقت تک درست نہیں ہو سکتی جبتک کہ ہمارے مزاج میں سادگی اور سچائی نہ آ جائے۔ ہم اگر غریب ہیں تو غریب ہونا کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم کبھی غریب ہو ہی نہیں سکتے اگر جھوٹی شیخی اور نمود کی وجہ سے ہمارے اخراجات ہماری آمدنی سے بڑھ نہ جائیں۔ کسی شخص کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ہماری آمدنی بہت زیادہ نہیں ہے اور ہم بس اتنا ہی کماتے ہیں کہ جتنا ہمارا خرچ ہے تو اس میں ہمارے لئے کوئی وجہ شرم نہیں ہے لیکن اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہم گھر سے باہر تو سوٹ اور بوٹ سب کچھ پہنے پھرتے ہیں اور گھر میں بیوی بچوں کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں ملتی تو یہ بہت زیادہ شرم کی بات ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ جھوٹی اور نمائشی زندگی سے زیادہ انسان کے لئے اور کوئی لعنت نہیں ہو سکتی اور ہم جسقدر جلد اسے چھوڑ دیں اتنا ہی ہمارے لئے اچھا ہے۔

مروت اور لحاظ مروت اور لحاظ انسان کی بہت ہی اچھی صفتیں ہیں لیکن بدقسمتی سے یا تو ہم ان لفظوں کے صحیح معنی نہیں سمجھے یا پھر اسقدر افراط سے کام لیتے ہیں کہ یہی صفات عیب میں داخل ہو جاتی ہیں۔ مروت کے معنی اب ہماری زبان میں بہت کچھ بدل گئے ہیں اور اب ہم اگر کسی کو بامروت کہتے ہیں تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ ہمارے لئے بے وجہ و بے سبب ہر قسم کا نقصان اٹھاتا رہتا ہے۔ قربانی اور ایثار نفس کے جذبے انسان کے اعلیٰ ترین جذبے ہیں لیکن خواہ مخواہ بیوقوف بنکر نقصان اٹھاتے رہنا نہ قربانی ہے نہ ایثار۔ کوئی شخص اگر تکلیف و مصیبت میں مبتلا ہو تو خواہ اس سے ہماری کسی قسم کی شناسائی تک نہ ہو ہمیں یہی چاہیئے کہ اسکی تکلیف رفع کرنے میں مدد کریں اور یہی مدد اگر اپنا نقصان کر کے یا اپنے آپ کو خطرات میں ڈال کر کیجائے تو وہ ایثار نفس کی ایک نہایت صحیح مثال ہوگی لیکن آج مروت جس چیز کا نام ہے اور جسکی تعریف بھی کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ رات کے گیارہ بجے چار یا چھ آدمی بلا پہلے سے اطلاع دیئے ہوئے باہر سے ہمارے گھر آ موجود ہوئے اور اگرچہ وہ بآسانی سرائے یا ہوٹل میں قیام کر سکتے تھے لیکن اپنے تھوڑے سے پیسے بچانے کے لئے ہمیں اس زحمت میں مبتلا کر دیا کہ ایسے ناوقت ان کے کھانے پینے کا اور ان کے رہنے کا بندوبست کریں۔ مروت کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ہمارے کسی دوست کا بھائی یا لڑکا کسی جرم میں ماخوذ ہو گیا ہے تو اب ہم سے درخواست کی جاتی ہے کہ ہم عدالت میں جا کر اور حلف اٹھا کر یہ گواہی



(از قمر زمانی بیگم صاحبہ)

اچھی گوئیاں!

تمہارا خط ملا خیریت معلوم ہوئی۔ مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ میری محنت رائگاں نہیں جاتی اور تم میرے خطوط کو بہت شوق کے ساتھ پڑھتی ہو اس قسم کے خطوط لکھنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ تمہیں دوسرے حصص ملک کی عورتوں کا حال معلوم ہو جائے ہم مسلمان عورتوں کو زندگی میں ایسے موقع کم ملتے ہیں کہ گھر کی چہار دیواری سے باہر قدم نکال کر دنیا کی سیر کر سکیں خوش قسمتی سے مجھکو اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اور غالباً آخری مرتبہ یہ موقع ملا ہے کہ اتنی دور دراز مسافت طے کروں اس لئے میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ تنہا ہوا خوری کی بجائے اپنے تجربات و مشاہدات کے لطف میں تم کو بھی شریک کر لوں۔

میں ابھی تک بدستور گجرات ہی میں ہوں۔ اور شاید ابھی دو ہفتے اور مقیم رہوں گی۔ اس طویل مدت قیام میں مجھے خواتین گجرات سے ملنے کا بہت زیادہ اتفاق ہوا یہاں کی خواتین میں جینی مذہب کی مستورات بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہیں گجرات کے جینی سوداگر بہت دولتمند ہیں ان کی خواتین نہایت شریف باعصمت اور خلیق ہوتی ہیں ان عورتوں میں ایک جماعت سادھوین کے نام سے موسوم ہے اسمیں دوشیزہ لڑکیاں بھی ہوتی ہیں اور بیوہ مستورات بھی یہ عورتیں مسیحی ننوں کی طرح اپنی تمام زندگی مذہب کے لئے وقف کر دیتی ہیں۔ سادھوی بننے کے بعد عورت اپنے سب خوبصورت بال کٹوا دیتی ہے منہ کے آگے ایک کپڑا لٹکا لیتی ہے تاکہ سانس کے ذریعہ ننھے ننھے کیڑے اندر داخل ہو کر ہلاک نہ ہو جائیں اور راہ چلتے میں زمین کی طرف دیکھتی چلتی ہیں کہ قدموں کے نیچے کوئی کیڑا ہلاک نہ ہو جائے۔

سادھویاں زرد رنگ کے کپڑے پہنتی ہیں۔ انہیں ایک مقام پر رہنے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ یہ گاؤں گاؤں پھرتی رہتی ہیں اور کسی گاؤں میں چار دن سے زیادہ قیام نہیں کرتیں۔

تم ان سادھویوں کو عام فقیرنیوں کی طرح نہ سمجھنا کیونکہ انمیں اعلیٰ اور دولتمند خاندانوں کی مستورات بھی شامل ہوتی ہیں یہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتیں بلکہ ذات الٰہی پر توکل کرتی ہیں۔ اور مسافرت میں جو کچھ کھانے پینے کو مل جائے اسے صبر و شکر کے ساتھ قبول کر لیتی ہیں۔

میرے خیال میں سادہ طرز معاشرت جینی زندگی کا طغرائے امتیاز سادگی ہے سادھویوں کے علاوہ میں نے کروڑپتی گھرانوں کی عورتوں کو بھی دیکھا ان کو بھی بہت سادہ حالت میں پایا۔

جینی خواتین کے علاوہ گجرات میں بھاٹیہ خواتین بھی قابل ذکر ہیں بھاٹیہ بھی تجارت پیشہ ہیں لیکن ان کی تجارت عام سوداگروں کی طرح نہیں ہوتی بلکہ یہ زیادہ تر سٹہ بازی کرتے ہیں۔ گھوڑ دوڑ کے موسم میں بھاٹیہ سوداگروں کا کاروبار اپنے پورے شباب پر ہوتا ہے۔ بھاٹیہ خواتین علم طور پر سری کرشن جی مہاراج کی بہت معتقد ہیں اور انکے یہاں کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جس کے ہاں کنہیا جی کی مورتی نہ ہو۔ احمد آباد میں دولت مند بھاٹیہ خواتین نے سری کرشن جی کے کئی شاندار مندر بنوائے ہیں۔ بھاٹیہ مستورات چہرے مہرے سے درست اور خوبصورت ہوتی ہیں لیکن ان کی پوشاک کچھ زیادہ پسند نہیں یہ میموں کی طرح اپنے سینے کا بالائی حصہ نامناسب حد تک عریاں رکھتی ہیں اور پورے بازو بھی کھلے رہتے ہیں ساری کی بندش اس طریقے پر ہوتی ہے کہ پیٹ کا حصہ بھی کسی قدر عریاں رہتا ہے لیکن یہ ہوتی بہت خوش مزاج ہیں۔

ایک سال میں ایک مرتبہ بھاٹیہ خواتین درگا دیوی کی پوجا بہت دھوم دھام کیساتھ مناتی ہیں۔ اس تہوار میں دوشیزہ لڑکیاں خاص طور پر حصہ لیتی ہیں کیونکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دیوی کی مہربانی سے ان لڑکیوں کو اچھا شوہر دستیاب ہوگا تہوار کے دن دوشیزہ لڑکی کو دیوی کی مورت کیساتھ ایک تاریک کمرے میں تنہا بند کر دیتے ہیں اور وہ دیوی کے سامنے دست بستہ دو زانو بیٹھکر مخصوص منتر وغیرہ پڑھتی ہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد لڑکیاں اُن تاریک کمروں سے باہر نکل کر اپنی ہجولیوں کے ساتھ اٹھکھیلیوں میں مصروف بھی ہو جاتی ہیں لیکن ان کے لئے یہ لازمی ہے کہ دن کا بیشتر حصہ درگا دیوی کی مورت کیساتھ بند کمرے میں بسر کریں۔ دوسرے دن اشنان ہوتا ہے جہاں تمام بھاٹیہ خواتین جمع ہوتی ہیں اس موقع پر جو گیت گائے جاتے ہیں وہ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ایک دوشیزہ لڑکی کیلئے چند امیدوار موجود ہیں اور وہ انہیں سے بہترین شخص کو اپنا شوہر بنانے کے لئے منتخب کرتی ہے۔

ان کے گیت تو آزادانہ خیال کی جھلک ظاہر کرتے ہیں لیکن بھاٹیہ خواتین کے ہاں



(از جوائنٹ ایڈیٹر)

میرے جگر گوشہ

خوش رہو۔ دعائے ترقی عمر و اقبال۔ یہ کیا حرکت ہے۔ لاکھ مرتبہ سمجھایا نہیں ملتے۔ بچہ کو تم نے اسقدر نگینہ کیوں سمجھ رکھا ہے کہ ذرا ٹھوکر لگی اور چکنا چور ہو گیا۔ بچوں کی حفاظت والدین کا فرض ہے۔ انسان تو انسان حیوان بھی اپنے بچوں کی حفاظت کرتا ہے لیکن اس حفاظت کی ایک جائز حد ہوتی ہے کیا تم نے کبھی بلی کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اچھلنے کودنے سے باز رکھے کیا ایک ننھی سی چڑیا اپنے بچوں کو یہی مشورہ دیتی ہے کہ وہ ہوا میں اڑنے کی کوشش نہ کریں ورنہ ان کے گر پڑنے کا اندیشہ ہے۔

سمجھدار والدین کا فرض صرف اسقدر ہے کہ وہ اپنے بچوں کی نگرانی کرتے رہیں اور اگر کوئی خطرہ حقیقی خطرہ۔ ذہنی خطرہ نہیں سامنے آئے تو بچوں کو اس خطرے سے بچالیں۔ حفاظت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس کی ایک ایک حرکت پر سنسر قائم کر کے اس کے قوائے عقلیہ کو بیکار بنا دیا جائے دنیا کا اصول یہی ہے کہ جس چیز سے کام نہ لیا جائے وہ کچھ عرصہ کے بعد بیکار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب بچہ ابتدائے نشو و نما سے اپنے دماغ اور عقل سے کام نہ لے گا تو اس کی قوت دماغی ضرور کمزور ہو جائے گی۔ دنیا جائے آزمایش ہے بچوں کو یہاں چھوڑ دو تاکہ وہ آزمائشوں کے بعد تجربہ حاصل کریں۔ اگر تم دیکھو کہ تمہارا نادان بچہ گہرے غار کی جانب بے تحاشہ چلا جا رہا ہے تو تم اس کو ضرور روکو لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ معمولی چوٹ لگ جانے کے اندیشہ سے تم بچہ کو کھیل کود میں بھی کوئی حصہ نہ لینے دو۔

انسان جو بات اپنے ذاتی تجربہ کے بعد حاصل کرے اس کا نقش دوسروں کے پڑھائے ہوئے سبق سے بہت زیادہ دیرپا اور مستحکم ہوتا ہے۔ تم کسی چیز کی برائی یا بھلائی سے نادان بچہ کو واقف کرنا چاہو تو اس کا نقش بچہ کے دل و دماغ پر ایسا گہرا نہیں ہوگا جیسا کہ وہ ذاتی تجربہ کے بعد اس چیز کے عیب و صواب سے واقف ہو۔ مثال کے طور پر اس طرح سمجھو کہ تمہارا بچہ بار بار لیمپ کی چمنی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تم اسے منع کرتے ہو نہیں مانتا۔ ڈانٹ دیتے ہو ڈر کر چپ ہو جاتا ہے۔ ذرا تمہاری نگاہ ہٹتی ہے تو پھر اس چمنی کی جانب ہاتھ بڑھاتا ہے۔ لیکن جب ایک مرتبہ چمنی کو ہاتھ سے چھوئے اور اسکی انگلی میں کسی قدر سوزش محسوس ہو تو وہ فوراً سمجھ جاتا ہے کہ کسی روشن لیمپ کی چمنی کو چھونا تکلیف دہ ہے۔ جب تم اپنے بچہ کو لیکر ہوا خوری کے لئے نکلو تو سڑک پر راہگیروں کے اندیشہ سے اسے گود میں نہ لئے رہو۔ بلکہ بچہ کی حفاظت و سلامتی کا خیال رکھتے ہوئے سے سڑک پر چلنے دو تاکہ وہ راہگیروں کے مجمع سے بچ کر نکلے اور اپنی حفاظت کا سبق خود سیکھے۔ بچہ کو سکھاؤ کہ سڑک پر جب سامنے سے کوئی سواری آتی ہو تو کس طرح بچتے ہیں۔ تم اس کا ہاتھ اس طرح پکڑ کر کہ خطرہ سے اس کی حفاظت کر سکو بچہ کو سامنے سے آتے ہوئے تانگہ کے سامنے کر دو اور تانگہ کی جانب اشارہ کر کے کہو کہ وہ اپنے کو بچائے۔

بچوں کی پرورش کا یہ قدرتی طریقہ تدریس ہے اس کو یورپ والوں نے خوب سمجھا ہے۔ یورپین قوموں کے بچوں کو دیکھو کہ ذرا سی عمر سے ایسے ایسے جسمانی کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں مثلاً ہائی جمپ۔ لانگ جمپ۔ دریا میں تیرنا۔ برف پر دوڑنا وغیرہ وغیرہ کہ ان کے تصور سے ہندوستانی ماؤں کا کلیجہ دہل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپین قومیں قوت ارادی، قوت جسمانی اور ہمت میں ہم سے بدرجہا فائق ہیں۔

تم یہ خیال نہ کرنا کہ قدرتی طریقہ تربیت یورپ کی ایجاد ہے۔ اور ہندوستان اس سے پہلے محروم تھا۔ نہیں۔ ہمارے بزرگوں کو یہ طریقہ پرورش اچھی طرح معلوم تھا۔ وہ اپنے بچوں کو چینی کی گڑیا یا مٹی کا کھلونا نہیں بناتے تھے بلکہ انہیں ایسے کھیلوں اور ورزشوں میں حصہ لینے کی بخوشی اجازت دیتے تھے جن میں جسم کے لئے کسی قدر خطرہ بھی ہو۔ افسوس ہے کہ ہماری حکومت کے مٹتے ہی ہمارے دلوں سے یہ بیش بہا طریقہ تربیت بھی مٹ گیا۔ آج یورپ والے اس پر عمل پیرا ہیں اور اگر ہمارے دلوں میں کبھی یہ شوق پیدا بھی ہوتا ہے کہ بچوں کو صحیح قدرتی طریقوں پر تربیت دیں تو ہماری نگاہیں انگریزی کتب خانوں کی جانب اٹھتی ہیں۔ قوم کی عظمت رفتہ اسوقت تک واپس نہیں آسکتی جب تک کہ ہم اپنے بچوں کو قدرتی طریقوں پر پرورش کر کے انمیں جرات و ہمت کا مادہ پیدا نہ کریں گے کیونکہ قوم جس چیز کا نام ہے وہ ایک دن انہی بچوں ہی سے

محبت کے پیغام

(از جواہنسنت ایڈیٹر)

(۱)

جس طرح سورج مکھی کا پھول دن بھر سورج کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہتا ہے اور شام کو عجب ادا سی کے ساتھ سر جھکا لیتا ہے اسی طرح میں کسی چندر مکھ اپسری کی چنتا میں سورج مکھی تھا اور ڈاکیہ سورج۔ تمام دن اس کی راہ تکتا تھا اور شام کو آخری ڈاک کا انتظار کرکے میں نراشی سے نڈھال ہو جاتا تھا۔ دو دن اسی حالت میں گذرے۔ آج تیسرے دن تمہارا پریم پتر پرکھارت کی البیلی ہوا بن کر آیا اور میرے دل کا کنول کھل گیا۔ خوش ہوں اور خوش کیوں نہ ہوں؟ منہ مانگی مراد ملی۔ میرے ہرش کا کارن کیول یہی نہیں کہ تمہاری خیریت معلوم ہوئی بلکہ یہ سنکر جھٹ پٹ یہ بھی خوش ہوں کہ اب تم بابل نگری سے رخصت ہو! بہت جلد میری سونی سیج کو بسا دوگی۔ اس خوشی میں اگر جان بھی نچھاور کر دوں تو کم ہے۔ تمہارے آنے کی سوچنا وہ رنگیلی مدھوا ہے جس نے میرے شریر کے ایک ایک رونگٹے کو متوالا کر دیا۔ جھوم رہا ہوں اور من موہنی دیکھنا یہ ہے جھوم رہا ہوں!! ابھی پی نہیں۔ مدھوا صراحی سے باہر بھی نہیں نکلی لیکن کیوں جھوم رہا اس کی بھینی بھینی مہک تو سونگھ رہا ہوں۔ جب مہک سونگھ لی تو پھر پیالہ ہاتھ میں آتے تک کتنی دیر لگتی ہے!

گوری! میں اس سمے متوالا ہوں متوالا۔ خود جھوم رہا ہوں۔ شریر کا ایک ایک رونگٹا جھوم رہا ہے کاغذ بھی جھوم رہا ہے۔ قلم بھی جھوم رہا ہے۔ سوچتا ہوں کیا لکھوں کیا نہ لکھوں۔ دل کہتا ہے کہ اپنے بانکے ساقی کو بیتا بی دل کی رام کہانی سنا کر وہ تجھ پہ پیار کرے اور پریم بھٹی کی مدھوا سب سے پہلے تجھ ہی کو پلا دے۔ قلم کہتا ہے کہ برہا کی کتھا چھوڑ۔ تجھا نہ سنا۔ خوشی کا سندیش ہے۔ خوشی کا ترانہ چھیڑ۔

پیاری سجنی! اب تم ہی بتاؤ۔ دل کا کہنا سنوں یا قلم کا۔ میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ دونوں کی سنوں کہ اپنے متوالے ساقی کو بتھا بھی سناؤں اور اس کے چرنوں پر دھینہ باد کے پھول بھی نچھاور کروں۔

اپنی بتھا دو مہینے سے سنا رہا ہوں لیکن یہ وہ کہانی ہے کہ تمہارے آتے تک کبھی سماپت نہ ہوگی۔ درد دل کا ترانہ ایک نہیں جو چند منٹ میں تمہیں سنا کر ختم کر دیا جائے بلکہ اس کے ترانے تو بہت ہیں اور ایک ایک ترانہ ایسا ہے کہ اس سے دنیا میں نہ جانے کتنے راگ نکلے اور کتنی راگنیاں۔ اس ساز کو ذرا چھیڑ دو۔ جو ہمیشہ نیا ترانہ نکلے گا۔ دنیا کی موجوں کو کون انسان گنا سکتا ہے۔ اسی طرح برہا کی سونی راتوں میں جب کشٹوں کا دریا امنڈ رہا ہو پھر اس کا اُدھ ہے نہ چھو۔

میری سجری کو سونا کرنے والی! میں اس سمے کچھ زیادہ نہیں کہوں گا۔ کیوں بس اتنا ہی کہنا ہے کہ تمہارے آنے کے پندرہ دن میرے لئے پندرہ برس ہیں۔ جب ایک برس برہا کی ہا ہا کار اگنی میں جلونگا تب تمہارے انتظار کا ایک دن پورا ہوگا! نہیں نہیں پیاری بھول گیا۔ تمہارے انتظار کا ایک دن ایک برس نہیں بلکہ اس کی ایک گھڑی ایک ایک برس کے سمان ہے۔ دن رات میں ساٹھ گھڑیاں ہوتی ہیں یوں سمجھ لو کہ تمہارے انتظار کا ایک دن میرے لئے ساٹھ برس سے کم نہیں۔

پھر —— میری سجنی! سچ بتانا کیا تم یہ گوارا کر سکتی ہو کہ تمہارے نام کی مالا جپنے والا۔ تمہاری صورت کا پجاری۔ تمہارے چرنوں میں سیس جھکانے والا۔ اتنے عرصہ تک برہا کی ہا ہا کار اگنی میں یونہی جلتا رہے!!

نہیں —— موہنی —— نہیں! تمہارے کومل ہردے میں دیا ہے۔ تم دیا کی دیوی ہو۔ تم اپنے پجاری کو کشٹ دینا نہیں چاہتیں۔ جو تمہارا نام جپے تم اسے مصیبت سے مکتی دوگی۔ مجھے وشواش ہے کہ تم مجھے اتنے عرصہ تک تڑپا نہیں سکتیں۔ تم آؤ گی۔ اور میرا خط دیکھتے ہی آؤ گی۔

———×(⁘)×———

(۱۳)

(انارکلی شریمتی لیلا بائی صاحبہ آف الوڑہ)

میرے متوالے سیّاں!

تمہارا سندیسہ پریم مدہوا کی مہک بن کر پہنچا۔ وہ متوالا کیا جو اپنے ساتھ دوسرے کو بھی متوالا نہ کر دے۔ تم تو "بے پئے" جھومو اور میں نہ جھوموں۔ یہ پریت کی کونسی ریت ہے۔ پریم مدہوا پی کر اگر تم جھوم رہے ہو تو میں بھی اس مدہوا کی متواری ہوں۔

میں کیول اپنے کو اس لائق ہی نہیں سمجھتی کہ تم ایسا مہاپرش میری تعریفوں میں صفحوں کے صفحے سیاہ کر دے۔ پیارے سچ سمجھنا۔ میں تو تمہاری ایک ادنیٰ چیری ہوں۔ گن تو گانے چاہئیں تمہارے کہ تم کو بیتاں پکڑنے کی اس قدر لاج ہے۔ لیکن نہیں میں ناشکری نہیں۔ جب میرا پیارا مجھکو پیاری کہے تو میں پیاری کیوں نہ بنوں میں تو یہ جانتی ہوں کہ "

کوئی رنگیلی کوئی چھبیلی کوئی بنی گلنار
جو سیاں کو بس میں کر لے وہی سہاگن نار

تم تو اپنی جتیابیوں کی تصویر کھینچ کر مجھے مفت میں اسقدر لجت کرتے ہو۔ دھیرج دھرو۔ پریتم دھیرج دھرو۔ میں تو تمہاری ہوں اور سدا تمہاری ہی رہوں گی۔ سماج کی ریتیں ہیں جو میں چند روز کے لئے تم سے جدا ہو کر اپنے پتاجی کے یہاں آئی۔ میں خود ہی کب چاہتی ہوں کہ تم نگاہ کے سامنے سے ایک منٹ کے لئے بھی دور ہو۔ کیا کروں مجبور ہوں۔ کلیجہ پر پتھر رکھکر اتنے دن بابل نگری میں بیٹھی۔

سیّاں! اگر تم کو اعتبار نہ ہو تو برہا کی کٹھن راتوں سے سوگند دیکر پوچھنا۔ وہ تم کو بتائیں گی کہ تمہاری چیری۔ تمہاری داسی نے کس طرح کروٹیں بدل بدل کر صبح کر دی ہے۔ نہیں ——— ہر نیند ——— بھول گئی ——— میں نے صبح نہیں کی بلکہ سدریہ دیوتا کو میری بے تابیوں پر رحم آیا اور انہوں نے خود بخود جلدی سے نکل صبح کر دی۔

کس کو امید تھی کہ میں برہا کی گھور اندھیاری راتوں میں زندہ بچوں گی۔ پھر روز میں سخت جان جب مر مر کر زندہ بچتی تھی تو باغ کی چہچہانے والی چڑیاں مجھے زندہ بچ جانے پر دھنیہ باد دیتی تھیں۔

میری دکھ بھری حالت پر آکاش کے تاروں کو دیا نہ آئی یا پرتھوی کے ذروں پر میری بھانسکر بادلوں کا کلیجہ پانی نہ ہوا یا وایو نے میرے سر پر منڈل باندھ کر مجھے دلاسا نہ دیا لیکن ایک رحم نہ آیا تو اس دل کو جو ہمیشہ تڑپا اور جس نے تڑاپ تڑپ کر مجھے برہا کی راتوں میں ہمیشہ تڑپایا۔

تم چنتا نہ کرو۔ ہردیشور۔ میں آؤنگی اور بہت جلد آؤنگی مجھ خود جلدی ہے کہ تمہاری سیوا میں ہو چکر تم سے اس دل کی شکایت کروں۔ مجھے اس نے سخت پریشان کیا۔ پریشان کر رہا ہے اور میں جبتک تمہارے پاس نہ پہونچ جاؤں مجھے پریشان کرتا رہے گا۔

اب تو تم کو اپنی بھاسانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ متوالے بنے رہو خوشی میں جھومو اور خوب جھومو۔ تمہارے ہردے میں جس بات کی کامنا چٹکیاں لے رہی تھی وہ بات پوری ہو رہی ہے۔ میں جس چیز کی تمنا میں سر دھنتی تھی وہ مجھے ایشور بہت جلد دے گا۔ اب کیا ہے۔ نہ تم کو چنتا نہ مجھکو چنتا۔ برہا کی دکھ بھری کہانیاں تم بھی بھول جاؤ۔ میں بھی بھول جاؤں۔ اور پریم مدہوا پی کر تم بھی جھومو میں بھی جھوموں۔

مگر ہاں پریتم۔ ایک بات تو بتاؤ۔ مجھے تم سے اپنے دل کی شکایت کرنا ہے۔ اس نے مجھے بہت ستایا۔ جگ کی ریت ہے کہ ناری اپنا دکھ درد اپنے سوامی ہی سے کہتی ہے۔ تم سوامی ہو۔ تم پر مجھکو ناز ہے۔ تم سے نہ کہوں تو اور کس سے کہنے جاؤں۔ لیکن دیکھو! اچھے بالم دیکھو!! سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔ میری کہنا میرے دل کی سچ کہنا۔ مگر نہیں۔ میں ڈرتی ہوں۔ تم تو میرے اس ڈھنٹ دل ہی کی ایسی کہو گے۔

اچھا جاؤ ——— میں تم سے نہیں بولتی۔



نندجی راج

(از جوائنٹ ایڈیٹر)

نندجی راج کو اٹھارہویں صدی عیسوی میں ملک دکن میں خاص شہرت حاصل تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ انگریز ہندوستان میں اپنا اقتدار جمانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے مظفر جنگ کا بیٹا محمد علی خاں کرناٹک کا نواب تھا اور انگریزی اور فرانسیسی دونوں قوتیں مصروف سازو باز تھیں ان دونوں مغربی ممالک میں سے ہر ملک یہی چاہتا تھا کہ کرناٹک پر اپنا سکہ جمائے دوستی کے پردے میں تاجگیری کی خواہش جھلک رہی تھی ہندو ریاست تنجور کے وزیر مانک جی کی سازش سے چند اصاحب کی لاش خاک و خون میں تڑپ چکی تھی ایک طرف انگریز ریاست تنجور میں جوڑ توڑ لگا رہے تھے اور دوسری طرف مشہور فرانسیسی سردار ڈوپلے سلطنت تیموریہ کا وارث بننے کے منصوبے گانٹھ رہا تھا۔

میسور کی ہندو ریاست اپنے ذاتی اغراض کے ماتحت کرناٹک کے تاریکی قضیات میں نواب محمد علی خاں کے ساتھ تھی۔ اور جب محمد علی کو فتح نصیب ہوئی تو ریاست میسور کا سپہ سالار اور وکیل مطلق نندجی راج نواب محمد علی سے ترچناپلی کا طالبگار ہوا اور یہی وہ واقعہ ہے جس سے نندجی راج کی شہرت میں چار چاند لگے۔

نواب محمد علی نے بجا طور پر عذر پیش کیا کہ میں شہنشاہ دہلی کا ماتحت ہوں اس کی اجازت کے بغیر ایک انچ زمین بھی کسی غیر کو نہیں دے سکتا۔ علاوہ بریں ابھی کرناٹک کی تسخیر پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچی ہے اور ریاست میسور نے تسخیر کرناٹک میں کوئی ایسی قابل قدر عملی مدد بھی نہیں کی جو وہ ترچناپلی پانے کی مستحق ہو۔

نندجی راج نے اس انکار پر جھلاکر مرہٹوں کی بارگاہ میں فریاد کی اس قضیہ کو طے کرنے کے لئے مرہٹوں کا مشہور سردار مراری راؤ مقرر ہوا۔ لیکن مراری راؤ نندجی راج سے بھی زیادہ چلتا پرزہ تھا اس نے ترچناپلی کو خود ہضم کرنا چاہا اور نواب محمد علی خاں سے کہا کہ اگر تم مجھے پچاس ہزار روپیہ نقد دو تو میں تمہارے حق میں فیصلہ کر دوں۔ نواب نے اس کو مندرجہ بالا رقم دیدی اور مراری راؤ نے یہ فیصلہ کیا کہ نواب محمد علی خاں دو ماہ تک ترچناپلی پر اور قابض رہیں اس کے بعد یہ علاقہ نندجی راؤ کو دیدیں۔

نواب محمد علی نے یہ فیصلہ منظور کر لیا اور فیصلہ کے بعد اس کی فوجیں کرناٹک کی تسخیر کو مکمل کرنے کے لئے آگے بڑھیں لیکن نندجی راج نے خلاف معاہدہ پھر پاؤں پھیلائے اور نواب کو مجبور کیا کہ وہ دو ماہ تک ترچناپلی کو ملکیت اپنی ہی سمجھے لیکن شہر میں میسور کی فوجوں کو داخل ہونے کی اجازت دیدے۔

نواب نے بدرجہ مجبوری نندراج کی شرط منظور کر لی اور میسور کی فوجیں ترچناپلی میں داخل ہو گئیں۔

ادہر نواب محمد علی خاں اپنے انگریز حلیفوں کے ساتھ تسخیر کرناٹک کیلئے ترچناپلی سے روانہ ہوئے ادہر نندراج کے دل میں شیطنت آئی اس نے اپنا راستہ صاف کرنے کے لئے انگریز افسر کپتان ڈلیٹن اور نواب کرناٹک کے بہنوئی نواب خیر الدین خاں کو سازش کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتارنا چاہا۔ سازش مکمل ہو گئی قتل کے لئے آدمی بھی منتخب ہو گئے لیکن خوبی قسمت سے نواب کرناٹک کو اس سازش کی بالکل بر وقت خبر ہو گئی دونوں مجوزہ قاتل گرفتار کئے گئے اور جب نندجی راج سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے لاعلمی ظاہر کی۔

دونوں ملزموں کے لئے سزائے موت کا حکم ہوا نندجی راج نے دونوں بدمعاشوں کی خود تو کوئی سفارش نہ کی لیکن اپنے پشت پناہ مراری راؤ کی چوکھٹ پر ناک گھسنی شروع کی اور اس سے درخواست کی کہ وہ اپنے رسوخ اور اثر سے کام لیکر منتخب کردہ قاتلوں کی جان بخشی کرا دے چنانچہ مراری راؤ نے نواب خیر الدین خاں سے دونوں ملزموں کی سفارش کی۔ چونکہ نواب کرناٹک اس وقت مرہٹوں سے پرخاش مول لینا نہیں چاہتا تھا اس لئے اس نے دونوں ملزموں کو رہا کر دیا۔

ان سازشیوں کے صاف بری ہو جانے سے نندجی راج کے حوصلے بڑھ گئے اور اس نے نواب محمد علی خاں کے ایک یورپین ملازم

سے جو شاہی جیل خانے کا افسر اعلیٰ تھا اپنا کام نکالنا چاہا اور بیس ہزار روپیہ کا لالچ دے کر اس کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ تاریخ معینہ پر نواب کرناٹک کے فرانسیسی قیدیوں کو جیل خانے سے ہتھیار دیکر رہا کر دے اور اس ہنگامہ میں کپتان ڈیفیش اور نواب [illegible] خاں کو قتل کر دے۔ لیکن والی کرناٹک کو اس سازش کا بھی علم ہو گیا اور نندجی راج کو کمال مایوسی ہوئی۔

نندجی راج کو جب ان ذلیل سازشوں سے کامیابی کی شکل نظر نہ آئی تو اس نے فرانسیسی افسر ڈوپلے کے ساتھ ساز باز شروع کی۔ نواب محمد علی خاں نے شمالی کرناٹک میں اقتدار جما رکھا تھا اور جنوب میں ڈوپلے نے چندا صاحب کے بیٹے راجہ صاحب کو کرناٹک کا نواب مشہور کر رکھا تھا۔ ۱۷۵۲ء میں جب نواب محمد علی اور ڈوپلے کی کشمکش زیادہ بڑھی تو نندجی راج نے ترچناپلی میں بیٹھکر علانیہ سرکشی شروع کر دی اور مرہٹہ سردار مراری راؤ بھی اس کی کمک کے لئے پہونچ گیا نندجی راج نے اپنی شرافت اور رفاقت دکھانے کے لئے محمد علی کی فوجوں کی رسد بند کر دی اور اگر کوئی رسد لیجاتا تو نندجی راج اس کی ناک کاٹ لیتا تھا۔

ترچناپلی میں نواب محمد علی کے انگریز حلیفوں اور نندجی راج کی باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ نندجی راج کے پاس اس نے ۲۰ ہزار سپاہیوں کے علاوہ مراری راؤ کے چار ہزار کے قریب مرہٹہ سپاہی اور ڈوپلے کے فرانسیسی سپاہی بھی تھے۔

ابھی یہ جنگ جاری ہی تھی کہ صلابت جنگ کا بھائی نواب غازی الدین خاں شہنشاہ دہلی سے صوبہ داریٔ دکن کا فرمان لیکر اورنگ آباد آ پہنچا اس کی آمد سے ممکن تھا کہ ملک کی صورت حال بدل جاتی لیکن وہ یکایک مر گیا۔ ادہر ڈوپلے نے یہ خبر اڑا دی کہ مجھے صلابت جنگ نے از روئے فرمان کرناٹک کا نواب مقرر کیا ہے ۱۷۵۲ء میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان کئی خونریز لڑائیاں ہوئیں اس کے بعد جب دونوں یورپین قومیں تھک گئیں تو انہوں نے ایک دوسرے کی جانب دست صلح دراز کیا اور کچھ عرصہ کے لئے انگریزوں اور فرانسیسیوں کی جنگ ملتوی ہو گئی۔ اور محمد علی کو کرناٹک کا نواب تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن نندجی راج اب بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا اور اس نے ترچناپلی کو خالی نہ کیا ادہر نواب محمد علی خاں اپنی رنگ رلیوں میں مصروف تھے اس کے علاوہ ان کا فرض تھا کہ اپنے انگریز دوستوں کو بھی روپیہ کی طاقت سے خوش رکھیں اور صوبہ دار دکن کو بھی خوش رکھیں چنانچہ وہ بہت مقروض ہو رہے تھے۔ کرناٹک کی حفاظت کے لئے انہوں نے ایک زبردست انگریزی فوج ملازم رکھی تھی اس کے مصارف نے نواب کی پیٹھ اور بھی توڑ دی تھی انگریزوں نے مصارف فوج کے نام سے چار ضلع نواب سے لے لئے تھے۔

اسی دوران میں نندجی راج اور بالاجی راؤ مرہٹے کی چل گئی مرہٹوں نے سری رنگ پٹم کا محاصرہ کر لیا [illegible] نے ان کو رشوت دے کر ٹالنا چاہا لیکن نندجی راج کی شرارتوں کی وجہ سے خزانہ بالکل خالی تھا اسلئے رقم کے عیوض مرہٹوں کو ملک دینا پڑا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مشہور مجاہد اسلام ٹیپو سلطان کے باپ حیدر علی کو ریاست میسور میں رسوخ حاصل ہو گیا تھا اور وہ نندجی راج کا معتمد سردار تھا نندجی راج نے جو علاقے مرہٹوں کو دیئے تھے ان میں بہادر حیدر علی نے مرہٹوں کو اس قدر دق کیا کہ ان کو سوائے فرار کے کوئی راہ نظر نہ آئی اور انہوں نے مفوضہ علاقہ کچھ رقم میں حیدر علی کو دے کر اپنی جان بچائی حیدر علی کے اس اقتدار سے نندجی راج غم و غصہ کی آگ پر لوٹنے لگا اور بجائے اس کے کہ وہ حیدر علی کی شجاعت و فرمانبرداری کی قدر کرتا اس نے حیدر علی کو تباہ کرنا چاہا۔ لیکن حیدر علی بھی کچھ کم نہ تھے جب نندجی راج نے حیدر علی کی صلح جوئی اور شرافت کو حقارت کی ٹھوکروں سے ٹھکرایا تو حیدر علی کی رگ غیرت بھڑکی انہوں نے سپاہ جرار فراہم کی اور گھاٹوں پر چڑھکر تمام علاقہ فتح کر لیا اس کے بعد انہوں نے راجہ میسور اور نندجی راج کو اپنی حساب فہمی کے لئے لکھا کیونکہ حیدر علی نے گذشتہ موقعوں پر مرہٹوں کو اپنے پاس سے روپیہ دیا تھا یا اپنی ضمانت پر روپیہ دلایا تھا۔

غرضکہ نندجی راج اب بالکل بے دست و پا ہو گیا اس نے حیدر علی سے درخواست کی کہ وہ اس کا ایک لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کر کے نندجی راج کے تمام اختیارات لے لے حیدر علی نے نندجی راج کی درخواست منظور کر لی اور اس کے بعد ہی ۱۷۶۰ء میں راجہ میسور نے بھی تین لاکھ روپیہ سالانہ پنشن پر اپنی تمام ریاست حیدر علی کے حوالے کر دی۔

اسطرح نندجی راج کے اقتدار کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ وہ سازشوں کا جو غار اپنی تمام عمر کھودتا رہا تھا آخر کار اُسی غار میں وہ خود گرفتار ہوا۔ نندجی راج نے کئی مرتبہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کرنا چاہا لیکن ہمیشہ ناکام رہا۔ اور اس نے حیدر علی کے ایک معمولی دست نگر کی حیثیت سے اپنی بقیہ زندگی کے ایام پورے کئے ۔

خط و کتابت کے وقت اپنا نمبر خریداری جو پتہ کی چٹ پر ہوتا ہے ضرور تحریر فرمایا کریں۔ (مینیجر پیشوا)

اِصلاحِ اعمال

اصفہانی خنجر

(جوائنٹ ایڈیٹر)

ڈاکٹر انور کے چہرے پر اس وقت کامل اطمینان کی جھلک تھی۔ اگرچہ پلیٹ فارم پر ایک طرف قلیوں کی چیخ پکار تھی اور دوسری جانب مسافروں کی کشمکش۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نہایت اطمینان کیساتھ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ کے سامنے کھڑے ہوئے اپنے ایک دوست سے مصروف گفتگو تھے۔ انہوں نے اپنی گول شیشوں کی عینک کو درست کر کے سگریٹ سلگایا اور اپنے دوست سے کہا کہ

"نواب صاحب آپ نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا"

نواب حید رمہدی کے پر زور قہقہے سے سارا کمپارٹمنٹ گونج اٹھا اور انہوں نے ڈاکٹر سے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کر کے کہا

"کیا میں بیوقوف ہوں۔ جو ان کمبختوں پر اعتماد کردوں میرے تمام اعزا و اقارب انسان نہیں گدھ ہیں گدھ وہ ہر وقت اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ میں کب مروں اور کب ان کی قسمت پلٹے۔ میں کیوں کب نادرہ ہیرے کو اپنے ساتھ ہی لئے جا رہا ہوں"

ڈاکٹر صاحب کے چہرے پر سرخی جھلکنے لگی لیکن انہوں نے اپنے جذبات پر قابو حاصل کرتے ہوئے کہا۔

"واللہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ ان عزیزوں کا کیا اعتبار تھا آپکے پیچھے جب چاہتے خواب گاہ کا دروازہ توڑ کر اس بیش قیمت ہیرے کو چرا سکتے تھے"

"جی ہاں کیا میں بچہ ہوں؟"

یہ کہکر نواب حید رمہدی نے اپنی واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک طلائی سگریٹ کیس نکال کر ڈاکٹر انور کے کان میں آہستہ سے کہا اور دیکھو یہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے بیتابی کے ساتھ اپنی گردن اندر کی نواب صاحب نے طلائی سگریٹ کیس کھولا۔ اس کے اندر سے ایسی چیز برآمد ہوئی جس سے ڈاکٹر انور کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں اور تمام جسم پر لرزہ آگیا۔ یہ نواب حید رمہدی کا مشہور خاندانی ہیرا کوکب نادرہ تھا (۲)

ٹرین کے چھوٹتے ہی ڈاکٹر انور لپکتے ہوئے پلیٹ فارم سے باہر آئے پھاٹک پر تیز رفتار چھوٹی موٹر موجود تھی اس پر بیٹھے اور کاکوری کی جانب روانہ ہو گئے۔ رات کا وقت تھا اور سنسان سڑکیں۔ کوئی چیز موٹر کی راہ میں حائل نہ تھی۔ معلوم نہیں موٹر کے نمبروں پر راستہ میں اتفاقیہ طور پر مٹی لگ گئی تھی یا ڈاکٹر نے قصداً موٹر کے نمبروں کو ناقابل شناخت بنا دیا تھا۔ کاکوری اسٹیشن کے قریب موٹر کی رفتار کم ہوئی ڈاکٹر انور نے درختوں کے جھنڈ کی جانب رخ کیا اور اپنی موٹر کو درختوں کی آڑ میں ایک جگہ ٹھہرا کر تیزی کیساتھ اسٹیشن کی طرف بڑھے۔ ڈاکٹر کے انداز رفتار میں کوئی فرق نہ تھا لیکن چلتے میں وہ بار بار یہ کوشش ضرور کرتے تھے کہ ان کے بائیں عارض کا ایک مکروہ داغ خاص طور پر نمایاں رہے۔

لکھنؤ سے ٹرین آنے میں چند منٹ کی دیر تھی۔ ڈاکٹر انور نے اول درجہ کا ٹکٹ خریدا اور ٹرین کے انتظار میں ٹہلنے لگے ٹرین آئی دو چار مسافر اترے دو چار سوار ہوئے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب بدستور ٹہلتے رہے۔ لائن کلیر ہو گیا۔ انجن نے سیٹی دی۔ گارڈ نے سبز لالٹین دکھائی ٹرین آگے بڑھی اور ڈاکٹر انور لپک کر اسی درجے میں سوار ہو گئے جس میں نواب حید رمہدی لیٹے ہوئے تھے۔ نواب صاحب گھبرائے کہ ان کے ریزروڈ کمپارٹمنٹ میں کون شخص داخل ہو گیا لیکن قبل اس کے کہ وہ زبان سے ایک لفظ بھی نکال سکیں بجلی کی روشنی میں ڈاکٹر انور کا وہی بیش قیمت اصفہانی خنجر چمکا۔ جو نواب حید رمہدی نے چند روز پیشتر ان کو بطور تحفہ دیا تھا۔ اور نواب کی لاش خون میں تڑپنے لگی۔ ڈاکٹر انور نے آلودہ خون خنجر کو چلتی ٹرین سے پھینک دیا۔ مقتول نواب کی جیب سے طلائی سگریٹ کیس نکالا۔ غسل خانے میں جاکر اپنے کپڑے درست کئے اور جب وہ باہر نکلے تو ان کے چہرے پر مکروہ داغ کا نام و نشان تک باقی نہ تھا۔ ٹرین ملیح آباد کے اسٹیشن پر رکی ڈاکٹر انور خاموشی کیساتھ اترے۔ اسٹیشن سے باہر نکلے اور چند میل کی مسافت پیدل طے کر کے پھر کاکوری میں اسی مقام پر پہونچ گئے جہاں درختوں کے جھنڈ میں

ان کی موڑ کھڑی تھی۔

(۳)

ڈاکٹر انور کے تمام جسم پر لرزہ آگیا۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں گھبرا کر بولے — "ہائیں ہائیں! تم کیا کہتے ہو؟"

لالہ موتی چند جوہری نے مسکرا کر کہا

"میں سچ کہتا ہوں یہ ہیرا اصلی نہیں بلکہ بلور کا معمولی ٹکڑا ہے۔ ہاں کاریگر کی تعریف کرنی چاہیے جس نے یہ مصنوعی ہیرا تراشا ہے۔ واقعی بالکل اصلی سے ملا دیا!"

"تو اسکی کوئی قیمت نہیں"

"میں عرض تو کر چکا کہ یہ معمولی کانچ ہے۔ اسکی کوئی قیمت نہیں ہاں اس کا بنانے والا ضرور انعام کا مستحق ہے"

"ذرا اچھی طرح غور سے دیکھو"

"بابو جی میں سات پشت کا جوہری ہوں جسے آپ بناتے ہیں ایک بار نہیں دس بار دیکھ چکا"

ڈاکٹر انور مایوس ہو کر دوکان سے اٹھے۔ ان کا سینہ مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ پاؤں ڈالتے کہیں تھے پڑتا کہیں تھا۔ انہوں نے اپنی جان خطرے میں ڈالی اپنے عزیز ترین دوست کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا لیکن اس کے بدلے میں ان کو ملا کیا۔ ایک معمولی بلور کا ٹکڑا!!

(۴)

پولیس کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ نواب حیدر مہدی کے قاتل کا سراغ نہ ملا۔ عام بیان یہی تھا کہ کاکوری اسٹیشن سے ایک شخص چلتی ٹرین میں سوار ہوا اور اس کے بائیں گال پر ایک بہت بڑا داغ تھا۔ پولیس ایسے شخص کی تلاش میں سرگرداں تھی لیکن اسے کیا خبر تھی کہ ڈاکٹر انور جیسے ماہر طب کے لئے مختلف ادویات کی مدد سے ایسے ایسے داغوں کا بنانا اور مٹا دینا بالکل آسان تھا۔

مقتول نواب حیدر مہدی کے مشیر قانونی بیرسٹر مسٹر چیٹرجی کے پاس مقتول نواب کا مصدقہ وصیت نامہ موجود تھا۔ مسٹر چیٹرجی نے نواب کا وصیت نامہ ظاہر کرنے کے لئے ایک دن مقرر کیا۔ تاریخ معینہ پر مقتول کے تمام اعزا و احباب جمع ہوئے۔ بھلا کوئی بات تھی کہ اس موقع پر مقتول نواب کے مخلص ترین دوست انور موجود نہ ہوں! ہر عزیز کی نگاہ وصیت نامہ پر تھی اور ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ کوکب نادرہ ہیرا مجھکو ملے گا۔

بیرسٹر نے وصیت نامہ پڑھکر سنایا۔ کہ مقتول نواب نے سوائے ایک چیز کے اپنی تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ مختلف خیراتی امور کے لئے راہ خدا میں وقف کر دی ہے اور وہ چیز ہیرا کوکب نادرہ ہے۔

مقتول کے اعزا میں کھلبلی مچ گئی۔ لیکن ہر شخص کو مایوسی کی اس گھنگھور گھٹا میں کوکب نادرہ کی چمک اب بھی نظر آ رہی تھی۔ مسٹر چیٹرجی نے ڈاکٹر انور کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا "مبارک ہو مقتول نواب صاحب نے اپنا محبوب اور بیش قیمت ہیرا آپ کو دیا ہے"

ڈاکٹر انور نے گھبرا کر کہا "مجھکو! مجھکو!!"

بیرسٹر نے ہنسکر کہا "جی ہاں آپ کو"

"تو وہ ہیرا کہاں ہے؟"

"آپ ہی کے قبضے میں"

فرط استعجاب میں ڈاکٹر کا دماغ مختل ہو گیا۔ اس وقت ان کے پیش نظر نواب حیدر مہدی کی خونچکاں لاش تھی اور ان کی جیب سے نکلا ہوا وہ طلائی سگریٹ کیس جس میں نقلی ہیرا تھا۔ ڈاکٹر نے گھبرا کر مرتعش آواز سے کہا

"ہیرا تو میرے پاس نہیں ہے"۔

مسٹر چیٹرجی نے پھر ہنسکر کہا

"جی نہیں وہ آپ ہی کے پاس ہے اور آج سے نہیں بلکہ کئی ہفتوں سے"

ضمیر کا اضطراب ڈاکٹر انور کے دل میں چٹکیاں لے رہا تھا جسم کانپ رہا تھا منہ سے بات نکلتی نہ تھی۔ تمام لوگوں کی حیرت آمیز نگاہیں ان کے رنگ بدلنے والے چہرے پر تھیں۔ قریب تھا کہ وہ غش کھا کر گر پڑیں۔ لیکن بدقت تمام اپنے آپ کو سنبھال کر بولے

"مجھے اس ہیرے کا کچھ علم نہیں"

مسٹر چیٹرجی قہقہہ مار کر ہنسے اور کہا۔

"اچھا زیادہ گھبرائیے نہیں میں صاف صاف عرض کرتا ہوں مقتول نواب نے اپنی زندگی میں آپ کو کوئی اصفہانی خنجر بطور تحفہ دیا تھا؟"

"جی..... جی..... جی..... جی ہاں"

"سو وہ مشہور ہیرا کوکب نادرہ اسی کے دستہ میں پوشیدہ ہے"

(اس فسانہ کا پلاٹ ایک فرانسیسی فسانہ سے ماخوذ ہے)

وفا شعار دوشیزہ

(از جناب پریم چند صاحب)

منی جس وقت ولاس نگر میں آئی اس کی عمر پانچ سال سے زیادہ نہ تھی وہ بالکل اکیلی تھی۔ ماں باپ دونوں نہ معلوم مر گئے یا کہیں پردیس چلے گئے تھے۔ منی صرف اتنا جانتی تھی کہ کبھی ایک دیوی اسے کھلایا کرتی تھی اور ایک دیوتا اسے کندھے پر لیکر کھیتوں کی سیر کرایا کرتا تھا۔ پر وہ ان باتوں کا ذکر کچھ اس طرح کرتی تھی گویا اس نے خواب دیکھا ہو۔ خواب تھا یا واقعہ اس کا اسے علم نہ تھا جب کوئی پوچھتا تیرے ماں باپ کہاں گئے تو وہ بے چاری کوئی جواب دینے کے بجائے رونے لگتی۔ اور یوں ہی ان سوالوں کو ٹالنے کے لئے ایک طرف ہاتھ اٹھا کر کہتی اور کبھی آسمان کی طرف دیکھ کر کہتی۔ وہاں۔ اس اوپر۔ اور وہاں سے اس کا کیا مطلب تھا۔ یہ کسی کو معلوم نہ ہوتا۔ شاید یہ منی کو خود ہی معلوم نہ تھا بس ایک دن لوگوں نے اسے ایک پیڑ کے نیچے کھیلتے دیکھا۔ اور اس سے زیادہ اس کی بابت کسی کو کچھ پتہ نہ تھا۔

اسطرح کچھ دن بیت گئے۔ منی اب کچھ کام کرنے کے قابل ہو گئی کوئی کہتا ذرا جا کے تالاب سے کپڑے تو دھو لا منی بے عذر کپڑے لیکر چلی جاتی۔ لیکن راستہ میں کوئی اُسے بلا کر کہتا۔ بیٹی! کنوئیں سے دو گھڑے پانی تو کھینچ لا۔ تو وہ کپڑے وہیں رکھکر گھڑے لیکر کنوئیں کی طرف چل دیتی۔ کنوئیں پر کوئی کہہ دیتا۔ ذرا کھیت سے جا کر ساگ تو لے آ۔ اور منی وہیں گھڑے رکھکر ساگ لینے چلی جاتی پانی کے انتظار میں بیٹھی ہوئی عورت اسکی راہ دیکھتے دیکھتے تھک جاتی۔ کنوئیں پر جا کر دیکھتی ہے تو گھڑے رکھے ہوئے ہیں۔ وہ منی کو گالیاں دیتی ہوئی کہتی۔ آج مفتل کل ہوتی کو کچھ کھانے کو نہ دونگی۔ کپڑے کے انتظار میں بیٹھی ہوئی عورت اس کی راہ دیکھتے دیکھتے تھک جاتی اور غصہ میں تالاب کی طرف جاتی تو راستے میں کپڑے پڑے ہوئے ملتے تب وہ بھی اسے گالیاں دیکر کہتی۔ آج سے اسے کچھ کھانے کو نہ دونگی اس طرح منی کو کبھی کبھی کچھ کھانے کو نہ ملتا۔ اور تب اسے بچپن یاد آتا جب وہ کچھ کام نہ کرتی تھی اور لوگ اُسے بُلا کر کھانا دیتے تھے وہ سوچتی کس کا کام نہ کروں۔ جسے جواب دوں وہی ناراض ہو جائے گا۔ میرا اپنا کون ہے۔ میں تو سب کی ہوں۔ اس غریب کو یہ نہ معلوم تھا کہ جو سب کا ہوتا ہے اس کا کوئی نہیں ہوتا وہ دن کتنے اچھے تھے جب اسے دنیا کھانے پینے کی اور کسی کی خوشی یا ناخوشی کی پرواہ تھی۔ بخت سیاہ میں بھی بچپن کا وہ زمانہ چین کا تھا۔

کچھ دن اور گذرے منی جوان ہو گئی، اب تک وہ عورتوں کی تھی۔ اب مردوں کی ہو گئی۔ وہ سارے گاؤں کی معشوقہ تھی پر کوئی اس کا محبوب نہ تھا سب اس سے کہتے تھے میں تم پر مرتا ہوں۔ تمہارے فراق میں تارے گنتا ہوں تم میرے دل و جان کی مراد ہو پر اس کا سچا محبوب کون ہے اسکی اسے خبر نہ ہوتی تھی کوئی اس سے یہ نہ کہتا تھا کہ تو میری رنج و غم کی شریک ہو جا سب اس کی نگاہ پر ایک تبسم زیر لب پر قربان ہونا چاہتے تھے۔ پر کوئی اس کی بانہہ پکڑنے والا اس کی لاج رکھنے والا نہ تھا۔ وہ سب کی تھی۔ اس کی محبت کے دروازے سب پر کھلے ہوئے تھے، پر کوئی اس پر اپنا قفل نہ ڈالتا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا کہ یہ اس کا ہے اور کسی کا نہیں۔

وہ بھولی بھالی لڑکی جو ایک دن نہ جانے کہاں سے بھٹک کر آگئی تھی۔ اب اس گاؤں کی ملکہ تھی۔ جب وہ اپنا فراخ سینہ ابھار کر، غرور حسن سے گردن اٹھائے نزاکت سے لچکتی ہوئی چلتی تو منچلے نوجوان دل تھام کر رہ جاتے۔ اس کے پیروں تلے آنکھیں بچھاتے۔ کون تھا جو اس کے اشارے پر اپنی جان نہ نثار کر دیتا وہ یتیم لڑکی جسے کبھی گڑیاں کھیلنے کو نہ ملیں۔ اب دلوں سے کھیلتی تھی کسی کو مارتی تھی کسی کو جلاتی تھی کسی کو ٹھکراتی تھی کسی کو تھپکیاں دیتی تھی کسی سے روٹھتی تھی کسی کو مناتی تھی۔ اس کھیل میں اسے ایک سفاکانہ مزا آتا تھا۔ اب پانسہ پلٹ گیا تھا پہلے وہ سب کی تھی کوئی اس کا نہ تھا۔ اب سب اس کے تھے۔ وہ کسی کی نہ تھی اسے جس چیز کی تلاش تھی وہ کہیں نہ ملتی تھی کسی میں وہ ہمت نہ تھی جو اس سے کہتا آج سے تو میری ہے۔ اس پر دل نثار کرنے والے بہتیرے تھے، سچا رفیق ایک بھی نہ تھا۔ اصل میں وہ ان آشفتہ سروں کو حقیر سمجھتی تھی کوئی اس کی محبت کے قابل نہ تھا ایسے پست ہمتوں کو وہ کھلونوں سے زیادہ وقعت نہ دیتی تھی جس کا مارنا اور جلانا ایک دلچسپ مشغلہ سے زیادہ نہیں۔

جس وقت کوئی نوجوان مٹھائیوں کے خوان اور پھولوں کے ہار لیے ہوئے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا۔ تو اس کا جی چاہتا کہ منہ نوچ لوں اسے وہ چیزیں زہر ہلاہل سی لگتیں۔ ان کی جگہ وہ روکھی روٹیاں چاہتی تھی۔ سچی محبت میں ڈوبی ہوئی۔ زیوروں اور اشرفیوں کے انبار اسے بچھو کے ڈنک سے لگتے۔ ان کی جگہ وہ سچی تہ دل سے نکلی ہوئی باتیں چاہتی تھی۔ جن میں الفت کی بُو اور خلوص کا نغمہ ہوا سے رہنے کو محل ملتے تھے پہننے کو ریشم کھانے کو غذائے لطیف۔ پر وہ ان چیزوں کی طالب نہ تھی۔ وہ طالب تھی پھونس کے جھونپڑے۔ موٹے جھوٹے گاڑھے اور روکھے سوکھے کھانے کی۔ اسے اثبات روح سوز سے نفی روح پرور کہیں زیادہ مرغوب تھی۔ فضا کے مقابلہ میں کنج قفس کہیں زیادہ مطلوب

(۲)

ایکدن ایک پردیسی گاؤں میں آنکلا بہت ہی کمزور خستہ حال آدمی تہا۔ ایک درخت کے نیچے سستو کہاکر لیٹا ہوا تہا۔ دفعتہً منی ادہر سے جانکلی مسافر کو دیکہکر بولی۔ کہاں جاؤ گے۔

مسافر نے بے رخی سے جواب دیا۔ جہنم ۔

منی نے مسکراکر کہا۔ کیوں ؟ کیا دنیا میں جگہ نہیں۔

اوروں کے لئے ہوگی میرے لئے نہیں ہے۔

دلپر کوئی چوٹ لگی ہے۔

مسافر نے زہرخند کرکے کہا۔ اور بدنصیبوں کی تقدیر میں کیا ہے۔ رونا دہونا۔ اور ڈوب مرنا۔ یہی ان کی زندگی کا خلاصہ ہے۔ پہلی دو منزلیں تو طے کرچکا۔ اب تیسری منزل اور باقی ہے کوئی دن میں وہ بھی پوری ہوجائیگی ایشور نے چاہا تو بہت جلد۔

یہ ایک چوٹ کہائے ہوئے دل کے الفاظ تھے ضرور اس کے پہلو میں دل ہے۔ ورنہ عینیت کہاں سے آتی۔ منی بہت دنوں سے دل کی تلاش کررہی تہی۔ بولی کہیں اور وفا کی تلاش کیوں نہیں کرتے۔

مسافر نے مایوسانہ انداز سے جواب دیا۔ میری تقدیر میں نہیں ورنہ میرا کیا بنا بنایا آشیانہ نہ اجڑتا۔ دولت میرے پاس نہیں۔ حسن میرے پاس نہیں پہر وفا کی دیوی مجہپر کیوں مہربان ہونے لگی پہلے سمجہتا تہا کہ وفا دل کے بدلے ملتی ہے۔ اب معلوم ہوا کہ اور جنسوں کی طرح وہ بھی زر وجواہر سے خریدی جاسکتی ہے۔

منی کو معلوم ہوا کہ میری نظروں نے دہوکا کہایا تہا۔ مسافر سیہ فام نہیں صرف سانولا تہا۔ اس کے خط وخال بھی اسے دلآویز معلوم ہوئے بولی نہیں یہ بات نہیں تمہارا پہلا خیال صحیح تہا۔

یہ کہکر منی چلی گئی۔ اس کے دل کے جذبات اس کی قوت ضبط سے باہر ہورہے تہے۔ مسافر کسی خیال میں محو ہوگیا۔ وہ اس حسینہ کی باتوں پر غور کررہا تہا۔ کیا سچ مچ یہاں وفا ملےگی۔ کیا یہاں بھی تقدیر فریب نہ دےگی۔

مسافر نے رات اسی گاؤں میں کاٹی۔ وہ دوسرے دن بھی نہ گیا۔ تیسرے دن اس نے ایک پہوس کا جہونپڑا کہڑا کیا۔ منی نے پوچہا یہ جہونپڑا کس کے لئے بناتے ہو؟

مسافر نے کہا جس سے وفا کی امید ہے۔

چلے تو نہ جاؤگے ؟

جہونپڑا تو رہےگا۔

خالی گہر میں بہوت رہتے ہیں۔

اپنے پیارے کا بہوت بھی پیارا ہوتا ہے۔

دوسرے دن سے منی اس جہونپڑے میں رہنے لگی۔ لوگوں کو دیکہکر تعجب ہوتا تہا۔ منی اس جہونپڑے میں نہیں رہ سکتی وہ اس بہولے مسافر کو ضرور دغا دیگی یہ عام خیال تہا۔ لیکن منی پہولی نہ سماتی تہی۔ وہ نہ کبہی اتنی حسین نظر آئی تہی نہ اتنی خوش اسے ایک ایسا انسان مل گیا تہا جس کے پہلو میں دل تہا۔

(۳)

لیکن مسافر کو دوسرے دن یہ فکر پیدا ہوئی کہ کہیں یہاں بھی وہی روز سیاہ نہ دیکہنا پڑے۔ حسن میں وفا کہاں۔ اسے یاد آیا کہ پہلے بھی اسی قسم کی باتیں ہوئی تہیں ایسے ہی عہد وپیمان ہوئے تہے مگر ان کچے دہاگوں کو ٹوٹتے کتنی دیر لگی۔ وہ دہاگے کیا پہر نہ ٹوٹ جائیں گے اس کی عارضی مسرت کا دور بہت جلد ختم ہوگیا اور پہر وہی مایوسی دلپر مسلط ہوگئی۔ اس مرہم سے بھی اس کے جگر کا زخم نہ بہرا تیسرے دن وہ تمام دن مغموم اور متفکر بیٹہا رہا۔ اور چوتہے دن وہ لاپتہ ہوگیا۔ اسکی یادگار صرف اس کی پہولس کی جہونپڑی رہ گئی۔

منی دن بہر اسکی راہ دیکہتی رہی۔ اسے یہ امید تہی کہ وہ ضرور آئیں گے لیکن مہینوں گذر گئے اور مسافر نہ لوٹا۔ کوئی خط بھی نہ آیا لیکن منی کو امید تہی وہ ضرور آئینگے سال گذر گیا۔ درختوں میں نئی نئی کونپلیں نکلیں پہول کہلے۔ پہل لگے۔ کالی گہٹائیں آئیں۔ بجلی چمکی یہانتک کہ سرما بھی گذر گیا اور مسافر نہ لوٹا مگر منی کو اب بھی اس کے آنے کی امید تہی وہ ذرا بھی متفکر نہ تہی۔ ذرا بھی خائف نہ تہی۔ وہ دن بہر مزدوری کرتی اور شام کو جہونپڑے میں پڑ رہتی۔ لیکن وہ جہونپڑا اب ایک محفوظ قلعہ تہا جہاں آشفتہ سروں کی بھی پائے نگاہ لنگ ہوجاتی تہی۔

ایکدن وہ سر پر لکڑی کا گٹہا لئے چلی آتی تہی۔ ایک رسیا نے چہیڑ خانی کی منی کیوں اپنے نازک جسم کے ساتہ یہ ستم کرتی ہو۔ تمہاری ایک نگاہ کرم پر اس لکڑی کے برابر سونا صدقے کرسکتا ہوں۔

منی نے روح شکن حقارت کے ساتہ کہا۔ تمہارا سونا تمہیں مبارک ہو یہاں اپنی محنت کا بہروسہ ہے۔

کیوں اتنا اتراتی ہو۔ اب وہ لوٹکر نہ آئےگا۔

منی نے اپنے جہونپڑے کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ وہ گیا کہاں جو لوٹکر آئیگا۔ میرا ہوکر پہر وہ کہاں جاسکتا ہے۔ وہ تو میرے سینہ میں بیٹہا ہوا ہے۔

اسی طرح ایک دن ایک عاشق نے کہا تہا۔ تمہارے لئے میرا محل حاضر ہے۔ اس ٹوٹے پہوٹے

جاتا ہے تو دل کی کمزوریاں اس کے قریب آتے ڈرتی ہیں

اصلاح معاشرہ

دولت کی بھینٹ

(از جناب مولٰینا سردار علی صاحب صابری کانپوری)

جبتک اس کی شادی نہ ہوئی تھی سارا معاملہ درست تھا لیکن شادی کے بعد تو برندابن نے پیٹ سے پاؤں نکالے پہلے وہ اگر دن دن بھر بھوکا رکھا جاتا تھا جب بھی اپنے باپ سے چنے چبانے کو ایک پیسہ نہ مانگتا تھا لیکن اب اگر ایک وقت بھی گھر میں کھانا نہ بنتا تو برندابن چیخ پیخ کے سارا گھر سر پر اٹھا لیتا کہ کیا میری عورت فاقے کرنے آئی ہے۔

رشیوں کے متعلق سنا جاتا ہے کہ وہ اپنی ضروریات زندگی اسقدر مختصر کر لیتے ہیں کہ انہیں روپے پیسہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن بوڑھا جگنا تھ اس معاملہ میں رشیوں سے بھی دو ہاتھ آگے تھا۔ وہ تو یہ کہئے کہ جگن ناتھ جی مہاراج کے متعلقین ابتک "بشریت" کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اسی لئے گھر میں دونوں وقت نہ سہی ایک وقت روکھی سوکھی روٹی پک ہی جاتی تھی۔ ورنہ اگر کہیں اکیلے بڑے میاں کا دم ہوتا تو شاید ہوا کھا کر ہی زندگی بسر کر دیتے۔ برندابن کی بیوی سخت بیمار تھی وہ ایک کبراج کو دکھلانے لے گیا۔ ویدنے دو چار پیسے کا نسخہ لکھدیا۔ دو چار پیسے کی دوا!

بوڑھے جگنا تھ کے مذہب میں یہ ناقابل برداشت فضول خرچی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے کو بلا کر نہایت حسرت آمیز لہجہ میں کہا:-

"برندا کیا تو باپ دادا کی دولت لٹا کر ہی دم لیگا؟"

برندابن نے تیوری پر بل ڈالکر کہا۔

"پتا جی، آپ پرائی لڑکی بیاہ کر لائے ہیں اگر اس کی دوا میں دو چار پیسے صرف ہو جائیں تو کیا اس سے باپ دادا کی دولت لٹتی ہے؟"

جگنا تھ نے حقہ کا کش لیکر کہا۔

"سچ ہے لکھنے پڑھنے سے آدمی کا دھرم نشٹ ہو جاتا ہے۔ ارے مورکھ برندا کیا تو بھگوان سے لڑنا چاہتا ہے؟ جگ کی ریت یہی ہے کہ جس کی موت آتی ہے مرجاتا ہے۔ جب تیری ماں کی موت آئی وہ مرگئی اسی طرح اگر تیری عورت کی موت آگئی ہے تو وہ بھی مرجائے گی وہ دوا کرنے سے ہرگز نہیں بچ سکتی۔ لیکن اگر اس کی زندگی باقی ہے تو دو ایک دن میں آپ ہی اچھی ہو جائے گی۔ علاج کرنے سے فائدہ کیا؟"

غریب برندا نے خوشامد سے کہا۔

"مگر پتا جی ایک مرتبہ تو دوا منگا ہی دو...."

غصے سے جگنا تھ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں سارا بدن کانپنے لگا اس نے پیٹ کر کہا۔

"دور ہو میرے سامنے سے کپوت! باپ دادا کی ریت توڑتا ہے۔ ہمارے یہاں آجتک کبھی کبراج کی دوا نہیں ہوئی۔ تیری عورت میں کوئی لال لگے ہیں"

(۲)

یہ بات برندا کے ذہن میں سما گئی تھی کہ اس کی بیوی صرف علاج نہ ہونے سے مر گئی۔ اگر وہ کبراج کا نسخہ پی لیتی تو ضرور زندہ رہتی۔ وہ اپنے باپ کو بہو کا قاتل سمجھا کرتا تھا۔ پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ جگنا تھ کے ساتھ رہ سکے۔ وہ غصے سے کانپتا ہوا اپنے باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"اب میں تمہارے گھر سے نکلا جاتا ہوں۔ خوب رقم جوڑ لینا" جگنا تھ نے بگڑ کر جواب دیا۔

"ابے جاتا ہے تو جا ڈراتا کسے ہے تو نکل جائیگا تو کیا میری روٹیاں چھن جائیں گی۔ میں نے جو کچھ تیرے کھانے پہنانے میں صرف کیا ہے پہلے وہ میرے آگے رکھ دے پھر ناک لگا کر بات کرنا۔

برندا نے اپنا سامان درست کیا اور کسی دوسرے مقام کی راہ لی۔ گاؤں کے بڑے بوڑھے آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے کہ کلجگ ہے۔ بیٹے نے عورت کے لئے باپ کو چھوڑ دیا۔ عورتیں تو بہت ملسکتی ہیں لیکن کہیں باپ بھی دوبارہ ملا کرتا ہے۔

جگنا تھ کو برندابن کے نکل جانے کا کوئی صدمہ نہ ہوا بلکہ اُلٹے وہ اور خوش ہوئے کہ مصارف میں کمی ہو گئی۔ ایک خلش ضرور تھی جسے

جگناتھ کا دل برابر محسوس کرتا تھا۔ برندابن اپنے چار سال کے بچے گوکل چند کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ چونکہ [illegible] تھا اس لئے جگناتھ کو بھی اس سے محبت ہو گئی تھی۔ گوکل چند کے چلے جانے سے گھر بالکل سونا ہو گیا تھا۔ بوڑھا جگناتھ جب کبھی [illegible] وہ لکیریں دیکھتا جو ننھے گوکل چند نے کھینچی تھیں تو اس کے دل کا پیمانہ غم سے لبریز ہو جاتا۔ لیکن وہ فوراً یہ سوچ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا کہ دو آدمیوں کے چلے جانے سے جو گھر کے مصارف میں کمی ہو گی تو سال بھر میں کس قدر رقم پس انداز ہو گی اور یہ رقم کس قدر اصل کا سود ہو گی۔ جگناتھ کی باچھیں فرط مسرت سے کھل جاتی تھیں کہ اُسے اتنی بڑی رقم کا سود مفت میں مل رہا ہے۔

(۳)

جگناتھ کو اب گھر میں چین نہ ملتا تھا۔ اکثر دوپہر کے وقت جبکہ گاؤں کے تمام بھلے آدمی آرام میں مصروف رہتے تھے، وہ اپنا حقہ لیکر کھیتوں میں نکل جاتا اور ادھر اُدھر گھومتا پھرتا تھا۔

ایک دن وہ حسب معمول گاؤں میں پھر رہا تھا۔ آموں کے درخت کے نیچے لڑکے کھیلتے نظر آئے اس وقت جو لڑکا ان بچوں کا سرغنہ بنا ہوا تھا جگناتھ نے کبھی پہلے اس کی صورت نہ دیکھی تھی۔ غضب کا چنچل بلا کا شریر لڑکا تھا۔ گاؤں کے لڑکے جگناتھ کی صورت دیکھکر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ لیکن وہ نو وارد لڑکا بالکل بیخوفی کے ساتھ جگناتھ کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کلھیا تھی۔ قریب آ کر اُس نے کلھیا کھول دی اور ایک بڑی سی چھپکلی کود کر جگناتھ کے کپڑوں پر چڑھ گئی۔ جگناتھ گھبرا کر اپنے کپڑے جھاڑنے لگا۔ اتنے میں لڑکے نے لپک کر جگناتھ کے کاندھے پر سے اس کا انگوچھا اُتار لیا اور اپنے سر پر لپیٹ کر کہنے لگا۔

"بڑے بابا سلام!"

نہ معلوم اس لڑکے کی شرارت میں بدمزاج جگناتھ کو کیا خوبی نظر آئی کہ اس نے ناراض ہونے کی بجائے بچے کو محبت سے اپنے پاس بلانے کی کوشش کی لڑکا بہت مشکل سے جگناتھ کے قریب آیا۔

جگناتھ نے پوچھا۔

"بیٹا تمہارا کیا نام ہے"

"نتھی پال"

"تم کہاں رہتے ہو"

"نہیں بتائیں گے۔"

"کیوں نہیں بتاؤ گے"

"ہم اپنے گھر سے بھاگ آئے ہیں"

"گھر سے کیوں بھاگ آئے"

"ہمارا باپ ہمیں پڑھنے کے لئے اسکول بھیجتا ہے۔"

جگناتھ نے اپنے دل میں سوچا کہ اس لڑکے کا باپ بھی کس قدر بیوقوف ہے جو لڑکے کو پڑھانے لکھانے کے لئے پیسہ برباد کرتا ہے۔ میں نے اپنے بیٹے برندابن کو پڑھا لکھا کر کیا پھل پایا جو وہ پھل پائیگا۔ اس نے لڑکے سے پوچھا "تم ہمارے پاس رہو گے؟" لڑکے نے جواب دیا "رہیں گے مگر اسکول پڑھنے نہیں جائیں گے۔"

(۴)

بوڑھا جگناتھ نتھی پال کی صورت دیکھکر اپنے پوتے گوکل چند کو یاد کر لیا کرتا تھا اس کا خیال تھا کہ اس لڑکے کی صورت گوکل چند سے ملتی ہے گاؤں والے سمجھتے تھے کہ جگناتھ کی دولت کا کوئی وارث نہیں ہے۔ اس کے مرنے کے بعد ساری رقم ہمارے حصے پڑے گی۔ لیکن اب نتھی پال کے آنے سے وہ بہت ناخوش تھے انہیں افسوس تھا کہ جگناتھ کا پیسہ کھانے والا یہ کہاں سے نکل آیا۔

جب کبھی گاؤں والے اس سے پوچھتے کہ تم اس شریر لڑکے کی اس قدر نازبرداری کیوں کرتے ہو تو بوڑھا جگناتھ فلسفیانہ انداز سے سر ہلا کر جواب دیتا "مجھے اس سے بہت بڑا کام لینا ہے" ایک دن شام کو خبر اڑی کہ گاؤں میں کوئی شخص دامودر پال اپنے لڑکے کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ دامودر پال کا نام سنکر نتھی پال کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اس نے گھبرا کر جگناتھ سے کہا "میرا باپ مجھے ڈھونڈھنے آیا ہے۔ مجھے کہیں چھپا دو۔ نہیں تو میں کسی اور جگہ بھاگ جاؤں گا"

جگناتھ نے ہنسکر کہا۔ "بیٹا تم اس قدر گھبراتے کیوں ہو۔ میں تم کو ایسی جگہ چھپا دوں گا جہاں تمہارا باپ سات جنم میں بھی تم کو نہیں ڈھونڈھ سکتا۔"

کمسن نتھی پال کے دل سے اپنے باپ کا خوف نکل گیا اس کے ساتھ ہی اُسے یہ خوشی ہوئی کہ مجھے "آنکھ مچولی" کھیلنے کے لئے ایک نئی جگہ مل جائے گی۔ جب میں وہاں چھپا کروں گا تو گاؤں کے لڑکے مجھے ڈھونڈھ نہ سکیں گے۔

(۵)

کسن نتی پال نے جگناتھ کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "دادا رات ہو گئی اب ہمیں چھپانے کے لئے چلو" جگناتھ نے نتی پال کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ "بیٹا ابھی گاؤں والے جاگتے ہوں گے سب سو جائیں تو نے چلوں"

ٹھیک گیارہ بجے رات کو جگناتھ نتی پال کو اپنے ہمراہ لیکر گھر سے باہر نکلا۔ کھیتوں سے گذرتا ہوا وہ جنگل کی طرف چلا۔ سامنے ایک ٹوٹا ہوا مندر تھا۔ اس کی جانب انگلی سے اشارہ کر کے جگناتھ نے کہا "بیٹا میں تم کو یہاں چھپا دوں گا"

نتی پال کو یہ جگہ دیکھکر مایوسی ہوئی کیونکہ یہ مختصر شکستہ عمارت ایسی نہ تھی جہاں آنکھ مچولی کھیلنے میں اُسے گاؤں کے لڑکے تلاش نہ کر سکتے لیکن جگناتھ نے جب مندر کے اندر پہونچکر ایک بڑے پتھر کو سرکایا تو نتی پال بہت خوش ہوا۔ اسے ایک بڑا تہ خانہ نظر آیا جس میں نیچے اترنے کے لئے زینہ لگا ہوا تھا۔ جگناتھ نتی پال کو لے کر نیچے اترا۔ تہ خانے میں مٹی کا چراغ روشن تھا۔ اسکی دھندلی روشنی میں نتی پال نے دیکھا کہ ایک عمدہ مسند بچھی ہوئی ہے جس کے کنارے پر پوجا پاٹ کا سامان رکھا ہوا ہے اور تہ خانے میں مٹی کے دس بارہ گھڑے باقاعدہ طور پر چنے ہوئے ہیں۔ نتی پال نے پوچھا "دادا ان گھڑوں میں کیا ہے"؟ اور یہ کہکر اس نے ایک گھڑے کے اندر ہاتھ ڈالا اسمیں اشرفیاں بھری ہوئی تھیں جگناتھ نے ہنسکر کہا "بیٹا یہ ساری دولت تمہارے لئے ہے" کسن بچے نے معصومانہ انداز سے کہا "نہیں دادا تم مجھے یہ اشرفیاں نہیں دو گے"

بوڑھے جگناتھ نے جواب دیا "نہیں بیٹا یہ اشرفیاں تم کو آج دیدوں گا۔ لیکن اس بات کا مجھ سے وعدہ کر دو کہ اگر کبھی میرا پوتا گوکل چند یا اس کا بیٹا یا اس کا پوتا یا اس کی نسل میں سے کوئی شخص ادھر آ نکلے تو تم یہ دولت اسی کے حوالے کر دو گے"

نتی پال نے ہنسکر کہا "اچھا"

جگناتھ نے نتی پال کو مسند پر بٹھایا اس کے گلے میں ہار ڈالا پیشانی پر صندل کا ٹیکہ لگا کر دھوپ سلگائی اور نتی پال کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کچھ زیر لب پڑھنا شروع کیا۔

نتی پال نے حیرت سے پوچھا "دادا یہ کیا ہے" لیکن جگناتھ نے کوئی جواب نہ دیا جب وہ منتر پڑھکر فارغ ہوا تو اس نے تمام گھڑے ایک ایک کر کے نتی پال کے سامنے رکھے اور اس سے یہ الفاظ کہنا شروع کئے "میں دھرم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جگناتھ کے پوتے اور برندابن کے بیٹے گوکل چند یا اس کے بیٹے۔ پوتے۔ پرپوتے یا اس کی نسل میں کسی شخص کو جو مجھے ملے میں یہ خزانہ اُسی طرح حوالے کر دوں گا اور جب تک گوکل چند یا اس کی نسل میں کوئی شخص نہ آئیگا میں اسکی حفاظت کرتا رہوں گا"

جگناتھ نے تین مرتبہ نتی پال سے یہ وعدہ لیا۔ تہ خانہ کے اندر گندھک کی دھونی سے نتی پال کا دم گھٹ رہا تھا۔ شدید تشنگی غالب تھی۔ اس نے کہا "دادا میں مرا جا رہا ہوں مجھے باہر نکالو" اتنے میں چراغ گل ہو گیا اور تاریکی میں نتی پال کو جگناتھ کے زینے پر چڑھنے کی آواز معلوم ہوئی۔ نتی پال نے گھبرا کر کہا "دادا تم کہاں جا رہے ہو" جگناتھ نے جواب دیا

"اب میں جاتا ہوں تم یہاں رہو لیکن برندابن کے بیٹے اور جگناتھ کے پوتے گوکل چند کا نام نہ بھولنا"

نتی پال نے بہت درد کے ساتھ رو کر کہا "دادا میں اپنے باپ کے پاس جاؤنگا ...... ہائے میرا باپ ......" مگر جگناتھ نے کوئی جواب نہ دیا اور غار کے منہ پر پتھر دوبارہ رکھدیا۔ غار کا منہ بند کر کے اس نے اینٹوں کی چنائی کی اور جنگل سے کوڑا کرکٹ بٹور کر اس جگہ پر اُس کا انبار کر دیا۔

(۶)

صبح کے آثار ظاہر ہوئے جگناتھ بہت خوش تھا کہ اب اس نے اپنی دولت محفوظ کر دی۔ نتی پال بھوت بنکر خزانہ کی حفاظت کرے گا۔ اور جب کبھی اسے گوکل چند یا اسکی اولاد کی صورت نظر آئیگی تو وہ خزانہ اسکے حوالہ کر دیگا۔ وہ خوشی سے جھومتا ہوا اپنے گھر روانہ ہوا۔ گاؤں کے اندر داخل ہی ہوا تھا کہ پیچھے سے کسی نے آواز دی "پتاجی"۔ بوڑھے جگناتھ نے گھبرا کر پیچھے دیکھا اس کا برندابن سامنے کھڑا ہوا تھا۔ پانچ برس کے بعد بیٹے کی صورت دیکھی محبت نے جوش کیا چاہا دوڑ کر اسے چھاتی سے لگا لے لیکن برندابن نے گھبرا کر پوچھا "پہلے یہ بتاؤ میرا لڑکا کہاں ہے میں نے گاؤں والوں سے سنا ہے کہ وہ تمہارے یہاں ہے"

جگناتھ نے متحیر ہو کر پوچھا "تمہارا لڑکا"؟

برندابن نے جواب دیا "ہاں میرا لڑکا گوکل چند جس کا نام اب نتی پال ہے چونکہ اس گرد و نواح میں تم بہت بدنام ہو اس لئے میں نے اپنا نام دامودر پال اور گوکل چند کا نام نتی پال رکھ لیا تھا۔ نتی پال گھر سے بھاگ آیا ہے میں اسکی تلاش میں ہوں"

یہ سنکر بوڑھے جگناتھ کا تمام جسم کانپنے لگا آنکھیں پتھرا گئیں۔ اسکی زبان سے نکلا "نتی پال ہمیرے خزانہ کا زینہ لوٹ گیا" اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ برندابن نے اسے دوڑ کر اٹھایا لیکن اب بوڑھا جگناتھ کہاں، اسکی لاش پڑی تھی۔

(ڈاکٹر ٹیگور کے ایک انگریزی فسانے سے ماخوذ ہے)

تفریحات

"اونہ"

(جناب مولانا مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی)

خدا اس "اونہ" سے بچائے جس کی زبان پر آیا اس کو تباہ کیا جس گھر میں گھسا اس کا ستیاناس کیا اور جس ملک میں گھسا اس میں ہل چلوا دیئے ثبوت درکار ہو تو دنیا کی تاریخ الٹ کر دیکھ لو کہ اس "اونہ" نے زمانے کے کیا کیا رنگ بدلے ہیں۔ جنرل گردش کو نپولین حکم دیتا ہے کہ انگریزوں کی فوج کے پیچھے ابھی پہونچ جاؤ۔ اور پہونچنے سے پہلے پشت پر دباؤ ڈالو میں سامنے سے حملہ کرتا ہوں۔ ملونشہ کے آنے سے پہلے اس فوج کو رگڑ ڈالیں گے۔ جنرل گردش "اونہ" کر دیتا ہے۔ صبح نو بجے ناشتے سے فارغ ہو کر روانہ ہوتا ہے واٹرلو کی لڑائی نہ صرف یورپ بلکہ ساری دنیا کا نقشہ بدل دیتی ہے۔

ہندوستان میں بھی اس "اونہ" کا کچھ کم زور نہیں رہا ہے۔ نادرشاہ چڑھا جا رہا ہے۔ محمد شاہ رنگ رلیاں منا رہے ہیں۔ پرچہ لگتا ہے کہ نادر لاہور تک آ گیا بادشاہ سلامت "اونہ" کر دیتے ہیں جس کا فارسی ترجمہ تاریخوں میں "ایں دفتر عزق مے ناب اولے کیا گیا ہے لیکن ان کی ایک "اونہ" سے دلی لٹ جاتی ہے۔ خزانہ خالی ہو جاتا ہے۔ تخت طاؤس اڑ جاتا ہے مرہٹے بڑھتے آ رہے ہیں۔ دہلی پر قبضہ کر کے کنج پورہ لوٹ لیتے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی کو خبر ہوتی ہے وہ بدلہ لینے جاتا ہے۔ ہلکر اور سندھیا دونوں بھاؤ کو سمجھاتے ہیں کہ توپ خانہ یہیں چھوڑ دو۔ ہلکے پھلکے ہو کر مقابلہ کرو۔ سامنے کی لڑائی ابدالی سے مشکل ہے "بھاؤ" "اونہ" کر دیتا ہے۔ اس اونہ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سلطنت ہند کا جو خیال مرہٹوں کو تھا وہ پانی پت کی لڑائی سے خراب ہو جاتا ہے۔

پہلے تو جو کچھ تھا وہ تھا۔ آج کل اس "اونہ" کا ہندوستان میں بڑا زور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے انتظام کا اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھتا ادھر رعایا کے مطالبات پر گورنمنٹ نے "اونہ" کی اور ادھر اس "اونہ" کا جواب بکمال طلاقت گورنمنٹ کے انتظام پر رعایا نے "اونہ" کی اور اس "اونہ" پر ایجی ٹیشن قانون کا پنجہ دراز ہوا رعایا کی حالت دیکھو تو یہاں بھی اس "اونہ" کے نتیجے موجود ہیں۔ مسلمان مسلمان میں جھگڑا۔ ہندو ہندو میں جھگڑا۔ ہندو مسلمان میں جھگڑا شمال جنوب میں جھگڑا۔ مشرق مغرب میں جھگڑا۔ یہاں تک کہ زمین آسمان میں جھگڑا۔ اگر یہاں "اونہ" کا کچھ عرصہ یونہی اور زور رہا تو سوراج ملنا کیسا۔ غلامی بھی نصیب ہونی مشکل ہے۔

ملک کے بعد اب جلسوں کی کیفیت دیکھو تو وہاں بھی یہی رنگ نظر آئے گا۔ ممبر ہیں کہ بجتے ہٹنے گدے دار کرسیوں پر رونق افروز ہیں۔ اسپیکر جوش میں آ کر کہیں سے کہیں نکلے جا رہے ہیں۔ ممبروں نے تھوڑی دیر یہ سلسلہ گفتگو سنی اور "اونہ" کر کے آنکھیں بند کر لیں لیجئے ان کے لئے تو جلسہ کی کارروائی ختم ہو گئی۔ جو ممبر ذرا آنکھیں کھولے بیٹھے ہیں وہ بلاٹنگ پر پھول پتے یا گدھے اور آدمیوں کی تصویریں بنا رہے ہیں۔ کوئی ان بھلے آدمیوں سے پوچھے کہ حضرت یہاں آپ سونے اور تصویریں بنانے آئے ہیں یا ملک کے لئے کچھ کرنے۔ ووٹ لینے کا وقت آیا اور انہوں نے بے سوچے سمجھے مخالفت یا موافقت میں ہاتھ اٹھا دیا۔ ان کو نہ یہ معلوم کرنے کی ضرورت کہ اس مضمون پر کیا بحث ہوئی اور نہ یہ جاننے کی حاجت کہ حالات کے لحاظ سے تردید کرنی چاہیئے یا تائید یہ تو صرف "اونہ" کرنے اور ہاتھ اٹھانے آئے تھے اس فرض کو پورا کر دیا اب جلسہ کرنے والے جانیں اور ان کا کام جانے۔ ختم جلسہ پر ان لوگوں سے پوچھو تو انشاء اللہ نوے فیصدی "اونہ" سے جواب دیں گے۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ جلسہ بیکار اسپیکر بیوقوف اور سننے والے گدھے۔

طالب علموں کو دیکھو تو "اونہ" کا زور سب سے زیادہ انہیں میں پاؤ گے۔ سال بھر کھیل کود میں گذار دیا۔ امتحان کا خیال آیا تو "اونہ" کر دی یعنی کل سے پڑھیں گے آخر یہ "اونہ" یہاں تک کہ جب امتحان آ گیا فیل ہو گئے اس فیل ہونے پر بھی "اونہ" کر دی۔ یہ اونہ بہت ہی بامعنی ہے اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ باپ زندہ ہیں۔ کھانے پینے اور اڑانے کو مفت ملتا ہے اگر وہ مر بھی گئے تو جائداد موجود ہے۔ قرضہ دینے کو ساہوکار تیار ہیں پھر پڑھ لکھ کر اپنا کیوں وقت ضائع کریں۔ دوسرے معنی ہوں کہ ابھی ہماری عمر ہی کیا ہے صرف اٹھارہ برس کی ہے اگر مڈل کے امتحان

یں دو چار دفعہ فیل ہو چکے ہیں تو کیا ہرج ہے تیس سال کی عمر تک بھی سنر نس پاس کر دیا۔ تو سفارش کے بل پر کہیں نہ کہیں چپک ہی جائیں گے اسے کم ولایت جانے کا قرضہ تو ضرور مل جائے گا۔ اور ذرا کوشش کی تو بعد میں معاف بھی ہو سکے گا۔

اس فیل ہونے پر ادھر انہوں نے "اونہ" کی ادھر ادھر ماں باپ نے "اونہ" کی اس صورت میں "ابا" اور "اماں" کی "اونہ" کا دوسرا مطلب ہے یعنی کہ "بچہ ابھی فیل ہوا ہے دل ٹوٹا ہوا ہے۔ ذرا کچھ کہا تو ایسا نہ ہو کہ رو رو کر جان ہلکان کرے یا کہیں جاکر ڈوب مرے۔

غرضکہ اس "اونہ" نے صاحبزادے کی تعلیم کا خاتمہ بالخیر کر دیا۔

گھر والی کی "اونہ" سب سے زیادہ خطرناک "اونہ" ہوتی ہے کسی ماما پر خفا ہو رہی ہیں۔ وہ برابر جواب دیئے جاتی ہے یہ "اونہ" کر کے خاموش ہو جاتی ہیں پیچھے نوکر شیر ہو گئے۔ گھر کا سارا انتظام درہم برہم۔ خود ان کے اختیارات سلب۔ گھر کی حکومت ان کے ہاتھ سے نکل کر ماماؤں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ کوئی چیز چوری گئی۔ بیگم صاحبہ نے ادھر ادھر ڈھونڈا کچھ تھوڑا بہت غل مچایا آخر "اونہ" کر کے بیٹھ گئیں۔ اب کیا ہے پٹاری میں سے کتھ چھالیا غائب۔ خرچ کی صندوقچی میں سے روپے پیسے غائب صندوقوں میں سے کپڑے غائب۔ غرض رفتہ رفتہ سارے گھر کا صفایا ہو گیا۔ ماما نے کوئی رکابی توڑ ڈالی شکایت ہوئی۔ انہوں نے وہی اپنی "اونہ" کا استعمال کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں الماری کے پیچھے سے شیشے اور چینی کا ٹوٹا ہوا سامان نکالا کہ خاصے کئی صندوق بھر جائیں۔ بچوں نے کوئلے سے دیواروں پر لکیریں کھینچیں دروازوں پر پنسل سے کیڑے مکوڑے بنائے پہلے تو یہ تھوڑی بہت بگڑیں۔ پھر "اونہ" کر کے چپ ہو گئیں۔ اب جا کر دیکھو تو تھوڑے دنوں میں تمام مکان نقش و نگار سے "غیرت دہ نگارخانہ ختن" ہو گیا۔

اب رہے میاں تو ان کی "اونہ" سب سے زیادہ تیز ہے بیوی کسی بات پر بگڑیں۔ میاں "اونہہ" کر کے باہر چلے گئے۔ اب نہ تو میاں کی کوئی عزت نوکروں میں رہی۔ اور نہ بیوی کی نگاہ میں۔ ماما نے پندرہ دن میں دس روپے کی لکڑیاں جلا دیں۔ میاں کو غصہ آیا۔ اور کیوں نہ آتا مفت کی کمائی اس طرح جلتی دیکھ کر کیوں نہ دل جلے۔ کچھ بڑبڑائے۔ بیوی کی طرف امداد کے لئے دیکھا۔ انہوں نے "اونہ" کر دی۔ ماما نے یہ رنگ دیکھ کر دوسرے پندرہ دن میں بیس روپیہ کی لکڑیاں پھونک دیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میاں بیوی کی یہ "اونہ" بعض دفعہ وہ کام کر جاتی ہے جو بڑے سے بڑے افلاطون مصلاح کار بھی نہیں کر سکتے۔ بیوی کو غصہ آیا میاں نے "اونہ" کر دی۔ چلو لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ میاں کسی بات پر بگڑے بیوی نے "اونہ" کر دی میاں کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اگر "اونہ" کے بجائے جواب دیا جاتا تو میاں کو گھر چھوڑنا اور بیوی کو اپنے میکے جانا پڑتا۔ سچ یہ ہے کہ ہندوستان کے بہت سے گھر اس "اونہ" ہی نے بچا رکھے ہیں۔

بہر حال ملک کی دو ہی صورتیں ہیں۔ فتح یا شکست۔ اور دونوں صورتوں میں "اونہ" نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ شکست پر جس نے "اونہ" کی گویا اس نے شکست کو شکست نہ سمجھا ایسی شکل میں وہ خلاصی کی کیا خاک کوشش کرے گا جس نے فتح پر "اونہ" کی اس نے گویا اپنی ہمت کی قدر نہیں کی۔ وہ آج نہیں تو کل ڈوبے گا۔ دنیا میں وہی لوگ کچھ کر سکتے ہیں جو فتح کو فتح اور شکست کو شکست سمجھیں اب رہے "اونہ" والے جو لاپروائی سے شکست اور فتح کو برابر سمجھیں۔ ان کا بس خدا ہی مالک ہے۔ دنیا سے اگر نہ مٹ جائیں گے تو کم سے کم جوتیاں ہمیشہ ضرور کھائیں گے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں اس "اونہ" کے مسئلہ "ارتقا" سے کچھ بحث بھی کر دی جائے اور یہ بتایا جائے کہ یہ پہلے کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا ہم لوگ تقلید اور تعلق تدبیر کے قائل ہو گئے ہیں اور اس یقین سے ہم کو فائدہ پہنچا ہے کہ کوئی ذمہ داری ہم پر باقی نہیں رہی اس لئے ہماری کوشش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ یہ اس خالص تقلید کے مدارج جتنے بڑھائے جا سکتے ہیں اتنے بڑھا دیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ صفت کے دو تین درجے ہوتے ہیں اس لئے پہلے تو ہم نے اس تقلید کو ان تین درجوں پر بچا کر صبر رضا اور تسلیم تک پہونچایا لیکن اس سے بھی جب ہماری سیری نہیں ہوئی تو چوتھا درجہ "اونہ" کا نکالا۔ تقلید خالص کا یہ وہ آخری زینہ ہے جہاں اتنا ہی خیال آنا کہ ہم نے اس معاملہ میں تسلیم سے کام لیا ہے گناہ کبیرہ سمجھا جاتا ہے۔ ہماری ہمتوں کی تعریف کرنی چاہیئے کہ ہم اس آخری زینہ کو بھی طے کر چکے ہیں اور اگر زمانے کی یہی حالت رہی تو تھوڑے ہی دنوں میں اس "اونہ" سے بھی کوئی اونچا مقام نکال کر وہاں پہونچنے کی کوشش کریں گے اور انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

میری طرف سے کوئی ہندوستان کے لیڈروں کو سنا دے کہ ملک کی سیوا اگر کرنی ہے تو پہلے اپنے بھائیوں میں سے اس "اونہ" کو نکالو۔ اس کے بعد ہندوستان کیا ساری دنیا تمہاری ہے۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو خواہ مخواہ چیخ کر کیوں گلا پھاڑتے ہو ہم "اونہ" کر دیں گے اور تم چیخ چیخ کر مر جاؤ گے ؎

ذرائع معاش

(از جوائنٹ ایڈیٹر)

دو آنہ سے بارہ آنہ پیدا کرو

ڈیڑھ آنہ کا ایک دستہ فرنچ کاغذ لو اور اس کے دو دو ورق کر لو اس کے بعد مٹی کے تیل کا کاجل یا میٹھے تیل کا کاجل اگر سیاہ بناؤ تو کاسنی رنگ جو بازار میں بکتا ہے دو پیسہ کا لے کر تھوڑا سا میٹھا تیل اور پانی و کاجل یا رنگ قدرے مصری ملا کر خوب گھوٹیں اور برش یا پھریری سے کاغذ پر لگائیں خشک ہونے پر بوتل کی پیندی سے کسی چکنی پٹڑی پر رکھ کر دھرا کریں یعنی گھوٹیں یہ کاربولک پیپر یعنی نقل کا کاغذ بن گیا چھ آنہ دستہ کے حساب سے فروخت کریں۔

دو آنہ سے ایک روپیہ آٹھ آنہ پیدا کرو

بچھو کا دشمن | پیاز ایک پیسے کی نوشادر دو تولہ تین پیسہ کا شیشی ایک درجن ایک آنہ کی۔ ترکیب پیاز کو کوٹ کر اس کا عرق صرف دو تولہ حاصل کر لو اور نوشادر پیس کر اس میں حل کر دو اور بارہ شیشیوں میں بھر کر فی شیشی دو آنہ کو فروخت کرو۔ ایک قطرہ مقام ڈنک پر مل دو زہر غائب ہو جائیگا

چار آنہ کے سرمایہ سے تین روپیہ پیدا کرو

ترکیب نمبر ۱۔ تین آنہ کا سیاہ پرمٹہ جو چار گرہ آئے گا اس کے تم قینچی سے کاٹ کر بارہ ٹکڑے سوا انچ چوڑے ایک فٹ تین انچ لمبے کر دو اس کے بعد جست کا تار ایک پیسہ کا تانبہ کا تار ایک پیسہ کا لو اور دونوں کو ملا کر بٹو اس کے بعد ہتھوڑے سے کوٹ کر چپٹا کر دو اس کے بعد اس چپٹے تار کے گیارہ گیارہ انچ لمبے بارہ ٹکڑے نکال لو اور ایک پرمٹے کے ٹکڑے کو اندر رکھ کر سوئی تاگے سے سی دو اب یہ برقی گلوبند تیار ہے ان سے بچوں کے دانت بآسانی نکل آتے ہیں جو ولایت سے آکر ایک روپیہ بارہ آنہ آٹھ آنہ چھ آنہ تک فروخت ہوتے ہیں تم فی گلوبند چار آنہ کو فروخت کرو۔

برقی گلوبند ——— تیار شدہ

ترکیب نمبر ۲۔ سرس کے تخم لے کر اول پانی میں بھگو دو جب وہ نرم ہو جائیں تو سوئی سے تاگے میں پرو لو لیکن ایک بیج سے دوسرا الگ رہے۔ اس کے بعد بجائے پرمٹہ کے سبز یا نیلگونی یا سیاہ ریشم چار آنہ کا لے کر بطریق مذکور بالا بناؤ فی چار آنہ کو فروخت کرو یہ گلوبند تار والے سے زیادہ مفید ثابت ہوئے ہیں بے مثل چیز ہے۔

ترکیب نمبر ۳۔ کالی کتیا یا کتے کے بال مگر وہ کتا جو بالکل سیاہ ہو لیکن بال بھی سفید نہ ہو کتر کر رکھو اور ایک کاغذ کی پٹی پر پچاس ساٹھ بال گوند لگا کر جما دو اور کاغذ کو دہرا کر دو کہ بال چھپ جائیں بعد ازاں اس کاغذی پٹی کو ایک سیاہ ریشمی یا سیاہ سوتی کپڑے میں مثل فتیلہ کے بنا کر سی سلا کر تیار کر لو اور اس کے دو طرف دو ڈوریاں سیاہ باندھ دو یہ برقی فتیلہ یا ولایتی فتیلہ اور اوپر کے ذکر کئے ہوئے دو فتیلوں سے دس گنا فائدہ دیتا ہے اگر اس کو دو روپیہ کو بھی فروخت کیا جائے تو کم ہے لیکن تم چار آنہ کو فروخت کرو۔

چار آنہ کے سرمایہ سے ایک روپیہ پیدا کرو

چار آنہ کا قند سفید لو اور اس کو کڑھائی میں ڈال کر پتلی چاشنی بناؤ اور دودھ کا چھینٹا دے دے کر اس کو صاف کرو پھر اس میں جس قسم کا تم چاہو گلابی یا نارنگی رنگ ملا دو۔ اور پھر چاشنی بناؤ یہاں تک کہ چاشنی کی گولی بننے لگے اس کو اتار کر ایک تھالی میں ڈالو اور اس کا ایک موٹا ڈنڈا بناؤ پھر اس کو آگ پر تپا تپا کر اور کسی صاف پتھر یا تختہ پر کسی چیز کو ذرا سی چکنائی لگا کر پتلی سلاخیں بنا کر چاقو سے برابر برابر کاٹ کر اور چپٹی چوڑی کی شکل کر کے منہ جوڑ دو یہ مٹھائی کی چوڑیاں تیار ہیں پیسہ کی ایک فروخت کرو کم از کم چونسٹھ تیار ہوں گی۔

چھ آنہ کی پونجی سے تین روپیہ چھ آنہ پیدا کرو

ایک سیر آٹھ چھٹانک راجن کوٹ کر کڑھائی میں ڈال کر آگ پر رکھو جب پگھل جائے تو عمدہ سرخ اینٹ تین پاؤ خوب باریک پیس کر کپڑے میں چھان کر راجن میں خوب ملا دو پھر کسی صاف پتھر یا ٹین کے تختہ پر مثل بتاشے کے ٹپکاتے جاؤ اس طریقے سے گول ٹکیاں بنتی جائیں گی پانی کی پونجی میں ڈال دیجئے یہ ٹکیوں کی صورت میں ہو جائے گا یہ چپڑا لاکھ بن گئی فی سیر پونے کے حساب سے فروخت ہوگا۔ راجن من کے حساب سے روپیہ کی چار سیر

اسلام اور عبادت

تصنیف ڈاکٹر سید احمد صاحب بریلوی۔ اس میں نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کے اصلی مقاصد بتائے ہیں اور نہایت مدلل طریقے پر یہ ثابت کیا ہے کہ عبادت الٰہی کے ان سے بہتر طریقے نہیں ہو سکتے۔ اس کتاب کو پڑھکر نماز، روزہ میں دوگنا چوگنا لطف آنے لگتا ہے۔ قیمت آٹھ آنے۔

اسلام اور مذہبیت

مصنفہ ڈاکٹر سید احمد صاحب بریلوی۔ انسانی تمدن و معاشرت کے متعلق اسلامی تعلیمات کو نہایت دلکش و دلآویز طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے ۱؎

اسلام اور عورت

مصنفہ ڈاکٹر سید احمد صاحب بریلوی۔ اسلام نے عورت کا کیا درجہ رکھا ہے۔ مرد و عورت کے کیا حقوق ہیں اور وہ کس طرح انسانی دنیا کی تکمیل میں مرد کے برابر حصہ لیتی ہے۔ عورت کے متعلق اتنی معلومات اور کسی اردو کتاب میں یکجا نہیں مل سکتی۔ قیمت دس آنے (۱۰؍)

محبت کی ایک نگاہ

ایک انسان کی زندگی میں کیسے کیسے انقلاب پیدا کر سکتی ہے اور خونخوار وحشی درندوں کو کس آسانی سے رام کر سکتی ہے اس کا حال اگر دیکھنا منظور ہے تو ڈاکٹر سید احمد صاحب کا دلچسپ اور دلکش ناول ملاحظہ فرمایئے جو اپنی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے بھی معدن ادب کا

پتھر سے ہیرا

ایک درخشندہ ہیرا ہے۔ یہ سچا تبلیغی قصہ آپ کو بتائے گا کہ اس دنیائے انسانی میں ایک عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کیسے کیسے جادو کر سکتی ہے۔ یہ قصہ آپ کو اس بات کا بھی یقین دلائے گا کہ بچوں کی صحیح تربیت کا طریقہ کیا ہے۔ قصہ اتنا دلآویز ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر اسے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ قیمت ۸؍

دوزخ کا کھٹکا

یہ سبق آموز اور نہایت مفید کتاب حضرت مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند نے تالیف فرمائی ہے۔ اس دور میں جبکہ طبیعت سے مذہب کی عظمت مفقود ہو رہی ہے اور خدا کا خوف لوگوں کے دلوں سے دور ہوتا جاتا ہے ضروری ہے کہ مسلمان اس کتاب کا مطالعہ کریں اور بار بار کریں۔ دنیا میں مسلمانوں کے لئے سب سے ضروری اور بنیادی اصول ہی خدا کا خوف ہے جس بندے کے دل میں خدا کا خوف نہ ہوگا اس سے شریعت اسلامیہ کی پابندی ناممکن ہے۔ مولانا نے اس کتاب میں وہ تمام حدیثیں جمع کر دی ہیں جن میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عذاب نار یا دخول جہنم یا کسی اور قسم کی وعید فرمائی ہے۔ جا بجا عنوان بھی قائم کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ پڑھنے والوں کے لئے فہم مطالب میں آسانی و سہولت پیدا ہو جائے۔ احادیث کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ لکھائی چھپائی اچھی۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ

فن صابون سازی

یہ کتاب امریکہ اور جاپان کے فن صابن سازی کا نچوڑ ہے۔ ماہرین صابن سازی کی امداد سے تیار ہوئی ہے۔ ۵۰۰ سو کے قریب نسخے صابون سازی کے اس میں درج ہیں قیمت ایک روپیہ۔ محصول ڈاک ہر ایک کا بذمہ خریدار۔

جنت آپکے گھر میں

اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے مذاہب اسلام میں عورت کا کیا درجہ تھا تو اس کتاب کو ضرور پڑھیئے جس میں عورت کے متعلق وہ تمام احکام درج کئے گئے ہیں جو عیسائی، موسائی، ہندو، چینی، پارسی وغیرہ تمام اقوام کی مذہبی کتابوں میں درج ہیں اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عرب، عجم، ایران، یونان، روم اور ہندوستان، چین اور مصر غرضکہ روئے زمین پر عورت کی کیا حیثیت تھی تو میاں بیوی کے حقوق و فرائض نامی کتاب ضرور منگایئے جس میں مستند تاریخوں کے اقتباسات دیئے گئے ہیں اور عورت کے متعلق اس وقت کے مشاہیر کے اقوال مستند کتابوں سے درج کرکے بتایا گیا ہے کہ عورت کی پوزیشن ایک جانور سے بھی بدتر تھی اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ داعی اسلام نے صنف نازک پر کیا کیا احسانات کئے۔ اور اپنے غلاموں کو عورت کے ساتھ کیسے سلوک کی تاکید کی ہے تو میاں بیوی کے حقوق و فرائض پڑھیئے جس میں قرآن حکیم اور احادیث رسول اللہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام نے عورت کی جو عزت قائم کی ہے اور مرد کے مساوی جو حقوق دیئے ہیں وہ آج بھی متمدن ممالک اور مہذب سوسائٹی کو نصیب نہیں۔ میاں بیوی کے حقوق میں بتایا گیا ہے کہ اسلام نے لڑکی کی حیثیت سے عورت کے لئے کیا حکم دیا گیا ہے اور بیوی کی حیثیت سے اس کے ساتھ مردوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہیئے اور ماں کی حیثیت سے اولاد کو کتنی عزت کرنی چاہیئے۔ اور اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ میاں بیوی کے حقوق اور فرائض کی اسلام نے کیا حد مقرر کی ہے۔ کتاب شروع سے آخر تک بہت دلچسپ ہے اور ہر خیال و مذہب کے انسانوں کے مطالعہ کے قابل ہے۔ کتاب کی فہرست مضامین حسب ذیل ہے:-

اسلام سے پہلے کی عورت کی حیثیت۔ عورت کی نسبت اہل یونان کے خیالات مسیحی پیشواؤں کا فتویٰ۔ انگلستان کے تہذیب پرستوں کے کارنامے۔ روس میں عورت کی حیثیت۔ چین میں عورت کی بے عزتی۔ ایران میں صنف نازک کی حالت۔ شام اور فلسطین میں عورت کی بے توقیری۔ ہندوستان میں عورت کی مظلومیت۔ عرب میں عورت کی حیثیت۔ دوشیزہ لڑکیوں کے نام اشتہار۔ مکہ والوں میں عورتوں کی بے عزتی۔ ایک مرد کی پچیس بیویاں۔ مذاہب عالم میں عورت کا درجہ۔ اسلام کے بعد عورت کی حیثیت۔ عورتیں تمہارے لئے زینت ہیں حقوق کے لحاظ سے عورت کا درجہ مساوی ہے۔ حسن سلوک کی ہدایت۔ دنیائے نسواں پر اسلام کے احسانات۔ دختر کشی کی ممانعت۔ لڑکیوں کی پرورش کا اجر و ثواب شادی کے اختیارات۔ جوان لڑکی کو اپنے نکاح کا اختیار ہے۔ ولی کی اجازت ضروری نہیں۔ ولی کی حیثیت محض نگرانی کی ہے۔ خلاف مرضی نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ مسئلہ نکاح اسلام ترک دنیا کا حکم نہیں دیتا۔ تعدد ازدواج۔ مسئلہ طلاق۔ ہندو دھرم شاستر کا فیصلہ۔ مسیحی قانون کا فیصلہ۔ یہودی مذہب کا قانون۔ طلاق کی حقیقت۔ محبت سے پہلے طلاق۔ طلاق کے متعلقات۔ ایک شدید ظلم کا انسداد۔ ایک اور غلط کاری کی اصلاح۔ حلالہ۔ مسئلہ خلع۔ اگر شوہر نامرد ہو۔ جوہر عصمت کی حفاظت۔ الحقوق والفرائض۔ بیوی کے حقوق۔ محبت کی پہلی حقدار بیوی ہے حضور سرور عالم کی بصیرت افروز تقریر۔ نان نفقہ۔ ترکہ۔ ماں کا حصہ میراث میں۔ بیوی کا حصہ۔ بیٹی کا حصہ۔ مہر عورت کا شرعی حق ہے۔ محبت اور دلنوازی۔ بیوی کے رشتہ داروں سے ممتاز سلوک۔ رازداری۔ بچوں کی پرورش۔ بیوی کے جذبات کا احترام۔ شوہر کے حقوق۔ بیوی کے فرائض۔ زریں ہدایات۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔ قیمت صرف آٹھ آنے ۸؍

ملنے کا پتہ مینجر رسالہ پیشوا دہلی

تصنیفات حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

میلاد نامہ مولود شریف کی مجلسوں میں پڑھنے کے لئے نہایت پراثر و دلکش کتاب جس میں ذکر میلاد بھی ہے اور مختصر سیرت نبوی بھی۔ قیمت ایک روپیہ۔

محرم نامہ محرم کی مجالس میں پڑھنے کے لئے نہایت پرسوز و پراثر کتاب جس میں ذکر شہادت بھی ہے اور مختصر سیرت امام حسین بھی۔ قیمت ایک روپیہ عہ

یزید نامہ محرم نامہ کا دوسرا حصہ واقعہ شہادت کے تاریخی نتائج اور حادثہ کربلا کے بعد کے عبرتناک واقعات قیمت ۱۲

گیارہویں نامہ گیارہویں کی مجلسوں میں پڑھنے کے لئے نہایت پراثر و دلکش کتاب حضرت غوث پاک کے فضائل و مناقب اور متبرک حالات۔ قیمت بارہ آنے ۱۲

اردو دعائیں خواجہ حسن نظامی صاحب کی لکھی ہوئی ہر مراد اور مقصد کے لئے نہایت ہی موثر اور رقت انگیز دعائیں اردو زبان میں نئی چیز ہے قیمت ۲ آٹھ آنے ۸

اعمال حزب البحر مشہور و ماحزب البحر پڑھنے کے طریقے اور اس کے فوائد کامیابی مقاصد کی دلچسپ حکایات۔ قیمت ۱۰

اردو خطبے مسلمانوں کی موجودہ ضروریات کے مطابق جمعہ اور عیدین میں سال بھر تک پڑھنے کے لئے نہایت پراثر اردو خطبے۔ قیمت ۱۲

سی پارہ دل حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے نہایت دلکش و پراثر ادبی اخلاقی اور صوفیانہ مضامین کا قابل قدر مجموعہ۔ اردو میں فرانسیسی انشاپردازی کا بہترین نمونہ۔ پنجاب یونیورسٹی کی اعلیٰ جماعتوں کے نصاب تعلیم میں داخل ہے قیمت ۶

چٹکیاں اور گدگدیاں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے قابل دید ظریفانہ مضامین کا مجموعہ جس کے مطالعہ سے ظریفانہ مضامین لکھنے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ قیمت بارہ آنے

غدر دہلی کے افسانے

بیگمات کے آنسو خاندان شاہی کی مصیبتوں کے دردناک فسانے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں نہایت مقبول ہوا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

انگریزوں کی بپتا غدر میں انگریزوں پر کیا گذری۔ اس کا حال۔ قیمت آٹھ آنے۔

محاصرہ دہلی کے خطوط اس میں ان دلچسپ تاریخی خطوط کا ترجمہ ہے جو غدر میں انگریزوں نے انگریزوں کو لکھے ان خطوط سے غدر کے تاریخی واقعات کا علم ہوتا ہے۔ قیمت ۴

بہادر شاہ کا مقدمہ اس میں اس مقدمہ کے مفصل حالات ہیں جو غدر کرانے کے الزام میں دہلی کے آخری بادشاہ بہادر شاہ پر قائم ہوا تھا غدر کے متعلق نہایت اہم تاریخی واقعات اس سے معلوم ہوتے ہیں۔ قیمت دو روپے ۲

گرفتار شدہ خطوط اس میں وہ دردناک اور دلچسپ خطوط ہیں جو غدر کے وقت پر شہزادوں شہزادیوں نے بادشاہ اور بادشاہ نے ہندوستانیوں کو لکھے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے ۵

غدر دہلی کے اخبار اس میں ان اخباروں کے نہایت دلچسپ اقتباسات ہیں جو غدر کے زمانہ میں شائع ہوا کرتے تھے۔ بہت ضروری تاریخی سرمایہ ہے قابل دید ہے۔ قیمت ۴

غالب کا روزنامچہ غدر مرزا غالب نے غدر کے جو حالات اپنے دوستوں کو لکھے وہ سب ایک جگہ جمع کر دیئے گئے ہیں مرزا غالب کی زبان اور خواجہ صاحب کی تالیف و ترتیب قابل دید تاریخی چیز ہے۔ قیمت بارہ آنے ۱۲

دہلی کی جاں کنی بیگمات کے آنسو کی طرح یہ کتاب بھی نہایت دردناک اور موثر ہے قیمت ۱۲

دہلی کا آخری سانس اس میں بہادر شاہ بادشاہ کے درباری اور خانگی حالات روزنامچہ کے طور پر لکھے ہیں۔ قیمت ۱۲

غدر کی صبح و شام اس میں ایک ہندو اور ایک مسلمان کا وہ دلچسپ روزنامچہ ہے جو انہوں نے غدر کے زمانے میں لکھا تھا قیمت ۱۲

دہلی کی آخری شمع اس میں غدر سے پہلے کے ایک مشاعرہ کا تذکرہ ہے بڑی پرلطف اور عبرتناک کیفیت ہے۔ مصنفہ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی۔ قیمت ۱۲

اولاد کے کان میں کہنے کی باتیں خواجہ صاحب نے اپنے بچوں کی تربیت کے لئے یہ کتاب لکھی تھی مگر سب ماں باپ اپنی اولاد کو اس کے ذریعہ سے تربیت دے سکتے ہیں۔ قیمت ۸

قرآن آسان قاعدہ چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے لکھا گیا ہے ہندوستان کے تمام بڑے آدمیوں نے پسند کیا ہے حضور نظام کے ملک میں تعلیمی نصاب میں داخل ہے۔ عمدہ کاغذ اعلیٰ ایڈیشن قیمت آٹھ آنے۔

تعلیم القرآن اس میں قرآن مجید کی تمام ضروری تعلیمات کا خلاصہ عام فہم طریقہ سے درج کیا گیا ہے۔ عربی آیات بھی ہیں اور ان کا اردو مطلب بھی۔ قرآن آسان قاعدہ کے بعد بچوں کو پڑھائی جاتی ہے قیمت ۸

قرآن مجید کے بارہ معجزات جن سے اس کا الہامی کتاب ہونا ثابت ہوتا ہے قیمت ۳

مرشد کو سجدۂ تعظیم ان لوگوں کا رد جو سجدۂ تعظیمی جائز سمجھنے والوں کو کافر و مشرک کہتے اور اولیاء اللہ کو ملعون کرتے ہیں قیمت آٹھ آنے (۸)

سلاطین عباسیہ حصہ اول عباسیہ سلطنت کی ابتداء سے ہارون رشید تک کا تذکرہ اور اس دور کے خلفاء کے تاریخی حالات قیمت ۱۲

سلاطین عباسیہ حصہ دوم ہارون رشید سے لیکر عباسی سلطنت کے آخری بادشاہ تک کے تاریخی حالات دلچسپ پیرایہ میں ۱۲

شامی جہاد فتح شام کے سلسلہ میں جو اسلامی لڑائیاں ہوئیں ان کے عبرت خیز تاریخی حالات قیمت ڈیڑھ روپیہ

غزنوی جہاد سلطان محمود غزنوی کے ان تاریخی حملوں کی داستان جو انہوں نے ہندوستان پر کئے۔ نہایت مفید و دلچسپ ۱۲

سلاطین بہمنی۔ دکن کے ابتدائی مسلمان بادشاہوں کا تذکرہ۔ قیمت ۸

تاریخ مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاک زندگی اور متبرک تعلیم کے تاریخی حالات جو خواجہ صاحب نے اپنے پراثر پیرایہ میں لکھے ہیں۔ قیمت دو روپے ۲

کرشن بیتی ہندوؤں کے مشہور بزرگ سری کرشن جی کی زندگی اور تعلیمات کے مفصل حالات جو خواجہ صاحب نے اپنے لطیف انداز میں لکھے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ دس آنے ۱۰

آپ بیتی خواجہ صاحب کی نہایت دلچسپ خود نوشت باتصویر سوانح عمری جس میں مصنف نے اپنے عیوب بھی ظاہر کر دیئے ہیں قیمت ۱۲

کائنات بیتی خواجہ صاحب نے جاندار کی مختلف اشیاء اور سیاروں کی زبانی حقائق معرفت بیان فرمائے ہیں قیمت چودہ آنے

بیوی کی تعلیم خواجہ صاحب اور خواجہ بانو صاحبہ کی مشترک تصنیف۔ بیویوں کو ضروری معلومات سے باخبر کرنے والی کتاب قیمت حصہ اول ۱۲۔ حصہ دوم موسومہ بیوی کی تربیت قیمت ۱۲۔ حصہ سوم موسومہ لڑکی کی شادی ۱۲ ایک روپیہ۔ محصولڈاک ہر حال کا بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:- مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی عام فہم تفسیر

قرآن مجید کی تمام موجودہ تفسیروں میں صرف یہی ایک تفسیر ایسی ہے جو ذاتی عام فہم ہے اور جسے معمولی اردو خواں مرد عورتیں اور بچے بھی آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ ہما تفسیر کے پڑھنے سے قرآن مجید کے مطالعہ کا پیار و روحانی لطف حاصل ہوتا ہے اور یہ تفسیر اردو کی ایک الہامی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ اس تفسیر کی شاعت کا مقصد یہ ہے کہ عام مسلمان جو عظیم تفسیروں کے سمجھنے کی قابلیت اور فرصت نہیں رکھتے اس تفسیر کے ذریعے قرآن مجید کے مطالب و مضامین سے پورے طور پر واقف ہو جائیں اور قرآنی تعلیم سے ناواقف ہونے کے سبب جو خرابیاں مسلمانوں میں آ مل گئی ہیں اور روز بروز پھیلتی جاتی ہیں ان سب کا سدباب ہو جائے لڑکوں اور لڑکیوں کو قرآنی تعلیم سے باخبر کرنے اور ان کے ایمان کو لا مذہبی کی آندھیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اس تفسیر کا پڑھانا نہایت ضروری ہے۔ یہ تفسیر تین جلدوں میں مجلد ہے۔ مکمل تفسیر کا ہدیہ صرف بارہ روپے ہے اور ہر پارہ کی تفسیر علیحدہ علیحدہ بھی مل سکتی ہے۔ ہدیہ فی پارہ آٹھ آنے ہے۔

خواجہ حسن نظامی صاحب کی عام فہم تشریح بخاری

حدیث کی سب سے زیادہ مستند و مشہور کتاب جس کو کلام اللہ کے بعد دوسرے درجہ پر مانا جاتا ہے صحیح بخاری ہے اب تک صحیح بخاری کے جس قدر اردو ترجمے یا اردو شرحیں چھپی ہیں وہ عام فہم نہ ہونے کی وجہ سے معمولی اردو خوانوں کے لئے زیادہ مفید نہیں تھیں اور ان کے ذریعے سے حدیث کے ضروری مضامین سے عام مسلمان واقف نہیں ہو سکتے تھے اس لئے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی عام فہم تفسیر کے بعد عام فہم تشریح بخاری لکھنی شروع کی ہے جس میں سب سے زیادہ خیال دو باتوں کا رکھا گیا ہے۔ (۱) زبان ایسی عام فہم اور سلیس ہو کہ عورتیں اور بچے بھی بلا تکلف پڑھ کر مطلب سمجھ لیں۔ (۲) احادیث میں جو اخلاقی اور روحانی تعلیمات مسلمانوں کو دی گئی ہیں وہ ایسے سلجھے ہوئے طریقے سے بیان کر دی جائیں کہ مسلمان ان سے پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ ان مقاصد کے لحاظ سے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ عام فہم تشریح بخاری سے بہتر صحیح بخاری کی کوئی اردو شرح اس وقت تک نہیں چھپی یہی وجہ ہے کہ عام فہم تفسیر کی طرح عام فہم تشریح بخاری بھی بابند چھپتی اور نکل جاتی ہے اس وقت تک صرف پانچ پارے چھپے ہیں۔ ہدیہ فی پارہ ایک روپیہ ہے عمر

کیا آپ کو فارسی پڑھنے کا شوق ہے؟

اگر ہے تو کسی استاد کی منت و ساجت کی ضرورت نہیں کسی اسکول میں داخل ہونے کی حاجت نہیں کسی فارسی دان کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں صرف ایک دو پیسہ خرچ کر کے کتاب بغا دوی بول چال جسکو زبان فارسی کے اعلیٰ ڈگری یافتہ ہوئے دو حضرات نے نہایت محنت سے مرتب کیا ہے منگالیں جس کے چند روزہ کے مطالعہ سے آپ بغیر کسی استاد کے مدد کے فارسی زبان میں تحریر و تقریر کی وہ لیاقت پیدا کر سکتے ہیں کہ جو مدتوں کے پڑھنے والے حضرات کو باوجود خانہ روزکی محنت کے حاصل نہ ہو سکی۔ قیمت ایک روپیہ عمر

پیاسے گلے پر چھری

کس طرح چلائی گئی عرب کے ریگستان میں کس طرح ان بیگناہوں کا خون بہایا گیا کس طرح بچوں کو ذبح کیا گیا اور کس طرح عورتوں کو ملعون یزید کے سپرد کیا گیا یہ دل ہلا دینے والی داستان کربلا نامہ میں ملاحظہ کیجئے یہ تاریخ اسلام کا خونی ورق بھی ہے مظلوموں کی ستم آرائیوں کے افسانے بھی اسمیں اول سے لیکر آخر تک تمام واقعات افسانوں کے انداز میں قلمبند کئے گئے ہیں۔ تمام واقعات نہایت تحقیق اور تصدیق کے بعد درج کئے گئے ہیں حضرت امام حسن کو زہر دینے کی داستان۔ آل رسول کی جلا وطنی کا افسانہ کوفیوں کی شرارتوں کے افسانے آل رسول کی شہادت کی سرگذشت دل کو ہلا دینے اور تڑپا دینے والے واقعات۔ قیمت صرف آٹھ آنے ۸؍

عاشقوں کی ضرورت

ایسے عاشقان رسول کی ضرورت ہے جو یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ حضور سرور عالم نے دنیا میں کیا کیا اور کیوں ان کو اتنی فضیلت حاصل ہے۔ ایسے دیوانوں کو اگر مدنی رسول کی مکمل سوانحعمری اور حالات زندگی پڑھنے ہیں تو **رسالت نامہ** پڑھیں۔ یہ عہد رسالت کی مکمل تاریخ ہے۔ اسمیں آپکی پیدائش سے لیکر وفات کے بعد تک کے تمام چھوٹے بڑے واقعات درج ہیں عہد رسالت کی ایسی زبردست اور مکمل تاریخ آپنے ابتک نہیں پڑھی ہوگی۔ اس کتاب میں بیشمار مضامین ہیں ان میں سے چند یہ ہیں ۱۔ اسلام کی ابتدا عرب کی جہالت رسول عربی کا جلوہ فرما ہونا آپ کے سفر نامے نبوت سے پہلے حضور کی عظمت آفتاب رسالت۔ لوگوں کو اسلام کا بلاوا۔ بلاکشان اسلام کفار کا حضور کے ساتھ سلوک کفار کا مسلمان ہونا۔ اذان کی ابتدا کیسے ہوئی۔ بدر کی لڑائی حضرت فاطمۃ الزہرا کی شادی احد کی لڑائی۔ احد کے شہید۔ واقعہ رمک۔ احزاب کی لڑائی صلح حدیبیہ بادشاہوں کو دعوت اسلام خیبر کی لڑائی۔ فتح مکہ۔ حنین کی لڑائی غرضکہ ہجرت کے پہلے سال سے لیکر آپ کی وفات تک کے حالات اس تاریخ میں درج ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عمر

کیا کوئی دل ہے جس پر آپ قابو چاہتے ہیں؟

وہ کوئی دل ہو کسی کا ہو مرد کا ہو عورت کا ہو۔ خاوند کا ہو۔ بیوی کا ہو۔ حاکم کا ہو محکوم کا ہو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ آپ اسی پر قابو حاصل کر لیں گے اگر آپ ہماری کتاب **تسخیر القلوب** منگا کر اس میں جو عمل درج ہے اس کے عامل بن گئے تو احباب کو مسخر کرنا زن و مرد کو مطیع بنانا۔ آقا و افسر پر قابو پانا۔ مقدمات کا اپنے حسب منشا فیصلہ کرانا اس کتاب کے عامل کے لئے ایک معمولی بات ہے یہ ایک نہایت عجیب و غریب کتاب ہے اس کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں تسخیر کا فن سکھایا جاتا ہے یہ فن ایسا تیر بہدف ہے کہ سو فیصدی کامیاب ہوتا ہے اور اس کے عامل کے لئے ناکامی کا امکان ہی نہیں دوسرا حصہ اعمال کا ہے اس میں صدہا سینہ بسینہ مجرب در مجرب اعمال و وظائف درج ہیں اور انشاء اللہ ہر وظیفہ اور ہر نقش کامیاب ہے۔ قیمت آٹھ آنے۔

ملنے کا پتہ۔ **مینجر رسالہ پیشوا دھلی**

کتاب الصلوٰۃ

کتاب الجنائز

کتاب الصوم

کتاب الزکوٰۃ

کتاب الحج

کتاب النکاح

کتاب الطلاق

کتاب الذبائح

کتاب اللباس

ملنے کا پتہ — مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

TITLES & PICTURES PRINTED IN PESHWA FINE ART PRESS DELHI.



تذکرہ جمیل

پیشوا





سید ظفر حسن نقوی



آفتاب ہدایت طلوع ہونے کی خوشی میں

۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۳۱ء بدھ کے روز

دفتر پیشوا کا عظیم الشان رعایتی اعلان

۱۲ ربیع الاول کو اپنا فرمایشی خط لیٹر بکس میں ڈالئے

اور

حسب ذیل رعایتوں سے فائدہ اٹھائیے

(۱) اعلیٰ ایڈیشن کے دس خریداروں سے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ تک بیس روپے چندہ و فیہ منی آرڈر بھجوانے والوں کو مندرجہ کتابوں میں سے چار روپے کی کتابیں حسب پسند مفت پیش کی جائیں گی۔

(۲) ارزاں ایڈیشن کے دس خریداروں سے دس روپیہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوانے والے بھائی کی خدمت میں دو روپے کی کتابیں حسب پسند ارسال کی جائینگی۔

(۳) مطبوعات پیشوا میں سے سو روپے کی کتابیں خریدنے والوں کو پانچ آنے فی روپیہ کی رعایت دی جائے گی۔

(۴) پچیس روپے سے پچاس روپے تک کتابیں خریدنے والے بھائی کو چار آنے فی روپیہ کی رعایت دی جائے گی۔

(۵) دس روپے سے چوبیس روپے تک کتابیں خریدنے والوں کو تین آنے فی روپیہ کی رعایت ہوگی۔

(۶) پانچ روپے سے دس روپے تک کتابیں طلب کرنے والے بھائی دو آنے فی روپیہ رعایت کے مستحق ہوں گے۔

(۷) ایک روپیہ سے پانچ روپے کی کتابوں تک ایک آنہ فی روپیہ کی رعایت۔

(۸) محصول ڈاک ہر حالت میں ذمہ خریدار ہوگا۔

(۹) دس روپے سے زائد کی فرمائش کے لئے کم سے کم دو روپے پیشگی بھیجئے۔ ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔

(۱۰) بازار کی کتابوں کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے دفتر پیشوا کو یہ حق ہوگا کہ وہ بازار کے نرخ سے کتابیں بھیجے۔

(۱۱) اس رعایتی اعلان سے کسی صورت میں قرآن شریف طلب کرنے والے مستفید نہ ہو سکیں گے۔ البتہ اگر کسی دوسرے رسالہ کا دفتر کوئی رعایت دے تو وہی رعایت دفتر پیشوا سے بھی طلب کی جا سکتی ہے۔

جو پیشوا کے خریدار نہیں ہیں وہ بھی اس رعایتی اعلان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں

مزید اعلان

یہ ہے کہ رسالہ پیشوا کے جو بھائی خریدار نہیں ہیں، وہ اگر دس روپے کی کتابیں ۱۲ ربیع الاول کو دفتر پیشوا سے طلب فرمائیں گے تو ان کو ایک سال تک رسالہ پیشوا کا ارزاں ایڈیشن مفت دیا جائے گا۔ اور اگر بیس روپے کی کتابیں طلب فرمائیں گے تو ان کی خدمت میں باتصویر رسالہ پیشوا کا اعلیٰ ایڈیشن ایک سال تک ارسال کیا جائے گا۔ مگر ایسے حضرات مندرجہ بالا رعایتی اعلان سے مستفید نہ ہو سکیں گے۔

خوب یاد رکھئے کہ یہ رعایتی اعلان صرف پیشوا کے قرضہ کی ادائیگی کے لئے کیا گیا ہے۔ جو رسول نمبر کو شائع کرنے کے لئے جولائی کی دس تاریخ تک کے وعدہ ادائیگی پر لیا گیا۔ اس لئے پہلی فرصت میں ۱۲ ربیع الاول کو اس رعایتی اعلان سے فائدہ اٹھایئے۔ اور رسول نمبر کو شائع کرنے کے لئے جو قرض لیا گیا ہے۔ اس کو ادا کرنے کے لئے دفتر پیشوا دہلی سے کتابیں طلب کیجئے۔

کتابوں کی جو قیمتیں درج ہیں۔ ان میں محصول ڈاک اور فیس منی آرڈر شامل نہیں ہے۔ جو ہر صورت خریدار صاحبان کے ذمہ ہے۔

آپ

ہر وہ کتاب دفتر پیشوا سے طلب کر سکتے ہیں جس کا اشتہار کسی رسالہ یا کسی اخبار یا کسی فہرست میں آپ نے پڑھا ہو۔ دفتر پیشوا ایسی کتابیں بازار سے فراہم کرکے آپ کی خدمت میں پیش کر دے گا۔

زائد محصول کے بار سے بچنے کے لئے

ایک شہر یا قصبہ کے کئی بھائیوں کو مل کر دفتر پیشوا سے کتابیں طلب کرنی چاہئیں۔ تاکہ ڈاک کے خرچ میں بھی کفایت ہو سکے۔

۱۲ ربیع الاول کے بعد

کوئی رعایت کسی کتاب پر اور کسی فرمائش پر خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو نہ دی جائے گی۔

جس فرمائش پر ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۳۱ء کی ڈاکخانہ کی مہر نہ ہوگی وہ کسی رعایت کی مستحق نہ ہوگی۔ اس لئے بہتر ہے کہ ۱۲ ربیع الاول سے پہلے ہی فرمائش بھیج دیں۔

اگلا پرچہ تتمہ رسول نمبر ہوگا

اور اسی میں تذکرۂ جمیل کے بقیہ وہ مضامین شائع کئے جائیں گے جو دیر میں وصول ہونے کی وجہ سے اس اشاعت میں جگہ نہ پا سکے نیز اس تتمہ رسول نمبر میں ان تمام دوستوں اور بزرگوں کے نام بھی شائع کئے جائیں گے جنہوں نے گذشتہ مہینہ نہایت سرگرمی سے جدید خریدار فراہم کئے اور اس مہینہ جدید خریدار فراہم کریں یا کتابیں خرید کر پیشوا کے قرضہ کی ادائیگی میں عملی حصہ لیں گے۔ وباللہ التوفیق!

خاکسار سید عزیز حسن بقائی ایڈیٹر پیشوا دہلی ۱۴ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق

بارگاہ رسالت کے نذرانے

از خواجہ حسن نظامی صاحب

میلاد نامہ میلاد شریف کی مجلس میں پڑھنے کے لئے نہایت دلکش و پر اثر کتاب جس میں ذکر میلاد بھی ہے اور مختصر سیرت و اخلاق نبوی بھی۔ عورت مرد سب بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ قیمت عمر

تذکرۃ المصطفٰے یعنی آنحضرت کی سیرت کی ایک دلکش و پر اثر کتاب ہے جو میلاد شریف کی مجلسوں میں بڑے ذوق شوق سے پڑھی جاتی ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ عہ

ذکر جمیل سیرت پاک اور اخلاق حضور کا دلکش تذکرہ۔ مولود شریف کی مجلسوں میں پڑھنے کی نہایت عمدہ اور دلکش کتاب۔ قیمت چھ آنے ۶ر

ذکر حبیب عورتوں اور بچوں کے پڑھنے کے لئے نئی طرز کا میلاد شریف۔ قیمت چار آنے ۴ر

درویشی مولود شریف جس کے پڑھنے سے سامعین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ مصنفہ شاہ ابراہیم خاں خاکی قیمت ۸ر

میلاد حبیب نہایت عمدہ مولود شریف آسان زبان میں از مولوی حبیب حسین صاحب قیمت ۸ر

میلاد محمدی سلیس و بامحاورہ اردو میں نہایت دلچسپ و پر اثر مولود شریف قیمت چار آنے

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ذکر ولادت و فضائل سرور کائنات نہایت مستند و معتبر روایات سے از مولانا اشرف علی صاحب قیمت ۱۲ر

مولود شہیدی مولوی غلام امام شہید کا مشہور و معروف مولود شریف۔ قیمت چھ آنے ۶ر

زیور ایمان بیان ولادت و فضائل عورتوں کی زبان میں قیمت صرف ۵ر

راحت القلوب حضرت مولانا

عبد السمیع صاحب بیدل رامپوری کا نہایت مشہور و مستند مولود شریف قیمت ۸ر

بہار جنت حضرت بیدل رامپوری کا مقبول خاص و عام مولود شریف۔ قیمت چار آنے ۴ر

ہندو کی نعت چودھری دلو رام صاحب کوثری کی دلکش نعتیہ غزلوں کا مجموعہ۔ قیمت چار آنے۔

رائے بہادر کی نعت رائے بہادر لالہ پارس داس صاحب آنریری مجسٹریٹ دہلی کا ایک نعتیہ مضمون جس پر ان کو ایک سونے کی گھڑی انعام میں ملی۔ قیمت ایک آنہ ۱ر

درشن ہندوؤں کے لکھے ہوئے نہایت موثر نعتیہ مضامین اور نظموں کا مجموعہ۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

آمنہ کا لال حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تازہ تصنیف جس کا کئی سال سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو انتظار تھا نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپ کر تیار ہے۔ اب پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جائے گی اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بھی فخر کے ساتھ بلا سکیں گی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے "آمنہ کے لال" کا مطالعہ کریں گے کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جا سکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اسقدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھیں گے کیونکہ تمام اشعار خود علامہ محترم ہی کے ہیں۔ آمنہ کا لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے۔ بہت خوبصورت ٹائٹل دبیز کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ

زیارت رسول تاجدار مدینہ کی موہنی صورت دیکھنے کا کونسی امتی ہے جو شیدائی نہ ہو گا پر بہت ہی کم وہ لوگ ہوں گے جو سعادت زیارت حبیب کریم سے بہرہ ور ہوچکے ہوں گے خوش نصیب وہ ہے طالع حضرت مولانا احمد سعید ناظم جمعیۃ علماء ہند کو خدا اجر خاص عطا فرمائے کہ انہوں نے زیارت رسول کا طریقہ عام کر دیا اور درود شریف کے وہ فضائل اور اعمال تعلیم کئے ہیں جس سے زیارت حبیب لازمی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسی نام سے حضرت ممدوح کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں درود شریف کی برکات و سعادات اور اس کے فضائل صحیح احادیث سے بیان فرمائے ہیں اس کے بعد اولیائے عظام کے حالات رقم کئے ہیں جنہوں نے حضور صلعم کی زیارت جن جن طریقوں سے کی حضرت ممدوح کا بہت بڑا احسان ہے کہ یہ نعمت بے بہا عام ہو گئی ہے اب بھی کوئی ایسا بدقسمت ہے جو زیارت رسول سے بہرہ ور ہونے کی سعی نہ کرے گا بہت ہی مفید و دلچسپ و موثر کتاب ہے۔ قیمت آٹھ آنے۔

النبی والاسلام تصنیف ڈاکٹر عبد الحکیم خاں سیرت و اخلاق نبوی اور تعلیمات اسلام پر نہایت محققانہ تصنیف قیمت تین روپے ۔ے

تذکرۃ الحبیب تصنیف مفتی انوار الحق صاحب ایم اے رسول مقبول

کے اخلاق و عادات متبرکہ کا بیان آسان زبان میں۔ قیمت ایک روپیہ عہ

سیرۃ الحبیب آنحضرت کی سیرت پر معتبر اور عام فہم کتاب از مولوی عبد التواب صاحب۔ قیمت ۱۲ر

سیرۃ الرسول تصنیف مولوی حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری سلسلہ تاریخ اسلام کا پہلا حصہ قیمت ۱۲ر

اسوۂ حسنہ از مولانا عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی۔ آنحضرت صلعم کے مقدس اخلاق و متبرک عادات کا بیان قیمت ڈھائی روپے عمہ

پیام امین از مولوی عبد اللہ صاحب قیمت عہ

ہمارے نبی بچوں کے لئے آنحضرت کے اخلاق مقدسہ ... آسان مضامین ... قیمت ۴ر

محمد کی سرکار سیرت نبوی مولفہ سردار گوردت سنگھ صاحب بی اے قیمت ۵ر

اسلامی رسول رسول مقبول کی دلکش و مختصر سوانح حیات ۲ر

سیرت خیر البشر رسول اللہ صلعم کے اخلاق و شمائل متبرکہ کا نہایت مفید و مفصل بیان از مولانا محمد علی ایم اے۔ قیمت عمر

پیغمبر اسلام مشہور روسی فلاسفر ٹالسٹائی کے خیالات حضور انور کی تعریف میں۔ قیمت آٹھ آنے۔

پیغمبر عالم رسول اللہ صلعم کے مقدس حالات اور حضور انور کے ظہور کی توراۃ و انجیل سے بشارتیں اور ان تمام اعتراضات کے مدلل جوابات جو آنحضرت کی سیرت پاک پر کئے جاتے ہیں۔ قیمت ۱۲ر

پیشوا ۱۹۲۹ء کا رسول نمبر ضخامت ... قیمت ... رعایتی ...

پیشوا ۱۹۳۰ء کا رسول نمبر ضخامت ۲۳۰ صفحہ قیمت ... رعایتی ...

تھوڑی سی جلدیں باقی ہیں جلد منگوا لیجئے

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ پیشوا دہلی

ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

شہید کربلا

رسول پاک کی روح مقدس کا کیا حال ہوگا جب خاندان نبوی کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں سر و پا برہنہ بے یار و مددگار جانوروں کی طرح گھسیٹے جا رہے تھے اگر ان حالات المناک کو صحیح الفاظ میں پڑھنا اور دیکھنا چاہیں تو کتاب "شہید کربلا" منگائیے اس میں شہادت کے سچے واقعات نہایت تحقیق و تدقیق کے بعد درج کئے گئے ہیں اور ابتدا سے لیکر انتہا تک اس دردناک تاریخ کو نہایت درد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یزید کی تخت نشینی حضرت امام حسن کو زہر دیا جانا۔ ترک وطن۔ امام مظلوم کی مکہ کو روانگی کوفیوں کی شرارت۔ ظالموں کا معصوموں تک کو چن چن کر جام شہادت پلانا۔ اہلبیت پر مظالم۔ یہ کتاب کربلا کی نہایت دردانگیز تاریخ ہے جگہ بجگہ میرانیس کے مرثیے بھی لکھے ہیں اور آخر میں تو حضرت خواجہ حسن نظامی کے نثر کے مرثیے تو اسقدر المناک ہیں کہ ہچکی بندھ جاتی ہے دور حاضر کی سب سے موثر کتاب ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر ملنے کا پتہ۔ مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

اوراد وظائف مخدوم جہانیاں جہاں گشت

جب سب طرف سے مایوسی ہو جائے اور دنیا کے اسباب شکستہ ہو جائیں انسان غمگین و دلگیر ہو کر بیٹھ جائے راحت و اطمینان کی گھڑیاں مفقود ہو جائیں تو پھر انسانی ہستی ایک دوسری طرف رجوع کرتی ہے جس کا نام وظائف ہے یہی دنیا دی تسکین کا آخری ذریعہ ہے یہیں سے وہ شہنشاہ ہیں جس میں فقیر و انسان بلکہ شہنشاہ زماں سب ایک حالت میں ہیں بہت سے بزرگوں کی کرامات الٰہی اور دعا میں مضمر ہے ان میں بہت خصوصیت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے وظائف کو ہے کیونکہ آپنے ایک عالم کا بگڑا کارخانہ چلایا یہ وظائف کس سلسلے سے ملا اگر تجربہ کرنا ہو تو یہاں موجود ہے ایک عمل دیا لیا گیا ہے جو صدہا عملیات ہو و اور مجرب ہے اس کتاب کی اثر و مقبولیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ایک سال میں دو ایڈیشن نکل جاتے ہیں ہر وہ شخص جس نے ... استعمال میں رکھے ہمیشہ فائز المرام رہا اس میں متعلق ضرورت ایک بھی نہیں چھوڑی جس کے لئے تیر بہدف وظیفہ یا نقش نہ ہو دور حاضر میں اس سے مستند مجرب اور زود اثر ایک کتاب بھی نہیں ہے قیمت ۱ر ملنے کا پتہ:۔ مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

فہرست مطبوعات دفتر رسالہ پیشوا دہلی

نام کتاب	قیمت
اسلامی تعلیم	
قرآنی دعائیں	
پیغمبر کی دعائیں	
عجائبات عالم	
تفسیر سورۂ یٰسین	
فن تجارت	
درس معاشرت	
عالم غازی	
عملیات باقی	
دلی کا اجڑا ہوا لال قلعہ	
شب قدر	
ایرانی لڑکی کی سرگذشت	
میاں بیوی کی باتیں	
محبت کے پیغام	
میاں بیوی کے فرائض	

[illegible]

مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

تفسیر سورہ یٰسین

یہ تفسیر اس زمانہ میں لکھی گئی ہے جبکہ بغاوت و طغیان کا زمانہ اور قدم قدم پر مذہب کے لئے عقلی دلائل مانگے جاتے ہیں یہ تفسیر اس لحاظ سے بہت شاندار ہے کہ ہر بات کو معقول طریقہ پر کہا گیا ہے یہ تفسیر علامہ عبدہ مصری کی تفسیر القرآن سے مستنبط ہے دلپسند عجیب و غریب پیرایہ میں مذہب کے اعمال کو ذہن نشین کیا گیا ہے کہ بالآخر دہریہ بھی ایمان لے آتا ہے۔ صرف تفسیر کے لحاظ سے ہی یہ تفسیر بہت اہم اور مفصل ہے ایک ایک واقعہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے گویا بہت سی تفاسیر کا عطر ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کتاب میں نفس رسالت پر بہت پر زور و دلچسپ بحث ہے۔ غرضکہ یہ کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہے ایسی لاجواب تفسیر آپ کی نظر سے اب تک نہ گزری ہوگی۔ چھپائی لکھائی بہت صاف ہے۔ کاغذ بہت اعلیٰ قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر۔ محصولڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

آپ کے خواب کی تعبیر کیا ہے؟

اگر آپ اپنے خواب کی صحیح صحیح تعبیر معلوم کرنا چاہتے ہیں اگر آپ خواب کے نیک یا بد نتیجہ کا حال معلوم کرنا چاہتے ہیں تو **مجموعہ خواب نامہ صدیقی** کو منگا کر مطالعہ کیجئے جس میں اس کے مولف نے تعبیر خواب کی پرانی اور نایاب عربی کتابوں کی مدد سے ہر ایک قسم کے خواب کو مفصل بیان کر کے بتایا ہے کہ کس قسم کے خواب قابل تعبیر ہوتے ہیں اور کون سے خواب قابل تعبیر نہیں ہوتے فراموش خواب کیسے یاد آتے ہیں اور دن کے کس حصہ اور مہینہ کے کس دن اور کس تاریخ کا خواب قابل تعبیر ہوتا ہے۔ شروع میں فلسفہ خواب پر ایک مفصل مضمون ہے اور آخر میں علم قیافہ اور ہتھ دیکھنے کے علم پر نہایت نایاب مضمون درج ہے۔

قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ ـ ملنے کا پتہ۔ مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

تصانیف علامہ راشد الخیری مدظلہ

صبح زندگی اس کتاب میں لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کھانا پکانا۔ سینا پرونا۔ کشیدہ کاری۔ گھر کا انتظام عزیزوں کا میل جول۔ خوش مزاجی۔ چھوٹے بڑوں کے ساتھ برتاؤ وغیرہ غرضکہ ایک لڑکی کی شادی تک کے لئے یہ مکمل تعلیم ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ ۔

شام زندگی یہ کتاب صبح زندگی کا دوسرا حصہ ہے یہ عورتوں کو خانہ داری خدمتگذاری اور اطاعت سکھاتی ہے شادی کے بعد کے تمام امور میں کام دیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد لڑکی اپنی سسرال والوں کو اپنا گرویدہ بنا سکتی ہے اور دونوں میاں بیوی کی زندگی خوشگوار زندگی ہوگی۔ قیمت عہ

شب زندگی یہ کتاب صبح زندگی اور شام زندگی کا تیسرا حصہ ہے جو دیکھنے کے قابل ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ مقصد دوم اس کے دلگیر کوئی کتاب مولانا نے نہیں لکھی قیمت عہ

نوحہ زندگی ایک نوعمر حسینہ بیوہ کے نکاح ثانی کرنے پر حسینہ کے ماں باپ اور کنبہ والوں نے اس غریب پر جو ظلم ڈہائے ہیں شاید دنیا میں کوئی ماں باپ اور عزیز اس کو گوارا نہ کرے گا۔ نظام قدرت مصیبت زدہ بیوہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے اور اس کی تمام تکالیف آرام سے بدل جاتی ہیں۔ قیمت بارہ آنے ۱۲ر

منازل السائرہ ایک لڑکی کی عملی زندگی کا مکمل درس خانہ جس کے پڑھنے کے بعد وہ دنیا کے نشیب و فراز میں ایک تجربہ کار سن رسیدہ کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ خاوند کو اپنا دیوانہ بنا سکتی ہے۔ کنبہ اور برادری میں عزت حاصل کر سکتی ہے غرضکہ عجیب کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ عہ

ستونتی کہنے کو افسانہ ہے ہندو کہانی لیکن اعلیٰ درجہ کی اخلاقی کتاب ہے اور مولانا کی بہترین تصنیف ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

جوہر عصمت یہ مولانا راشد صاحب کے بارہ چھوٹے چھوٹے ناولوں کا مجموعہ ہے۔ تمام قصے عبرت انگیز نصیحت آموز درد اور سوز میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ عہ

تفسیر عصمت بے انتہا عبرت انگیز اور موثر و سبق آموز افسانہ ہے دردو اثر کی یہ کیفیت ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ اس پر لطف یہ کہ رشید عبدل کا کیرکٹر سنجیدہ سے سنجیدہ شخص کو بھی ہنسائے بنا نہیں رہتا ہے۔ ظلع اور مارتداد پر بے نظیر افسانہ ہے۔ قیمت چھ آنے ۶ر

درشہوار ایک ایران کی شہزادی کا واقعہ جس کے حسن کی شہرت ایران سے کرستان تک پھیل گئی ہے۔ قیمت دس آنے ۱۰ر

تائید غیبی ابوالحسن کی مستقبل کے واسطے ایک سبق پیدا کرتی ہے ابو عبداللہ جس نے تخت سلطنت اور عیش پرستی کے لئے باپ سے دغا کی خوش نہ رہ سکا شہزادہ جس کی مدینۃ الزہرا و قصر احمر جیسی عمارتیں گہوارہ بنی ہوئی تھیں دولت غرناطہ مدتوں اس کے جلوس میں حاضر رہی آخرکار اس عیش پرستی سے قدرت کی بے پناہ طاقت نے اسے محروم کر دیا تھا۔ نتیجہ خیز ناول ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

امین کا دم واپسیں شہنشاہ ہارون الرشید کے لخت جگر اور اس کی مشہور ملکہ زبیدہ خاتون کے لاڈلے امین الرشید کا قتل اور ملکہ کی بیچینی اس کی تڑپ۔ ایک لاجواب تاریخی ناول ہے۔ قیمت چھ آنے ۶ر

سات روحوں کے اعمالنامے عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا موت کو دیکھنا ہو تو سات روحوں کے اعمالنامے ملاحظہ فرمائیے۔ جن کو پڑھ کر ہر ناظر کو دوزخ کی بندی اور بہشت کے سبزہ زار بہشتی کے پیشنیں بلبلنے راز و نیاز کے جو نقشے عشق و محبت کے کرشمے۔ خانہ داری کے مناظر غرضکہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے سات روحوں کے اعمالنامے محروم ہوں ما س بحث پر جناب مصنف نے ایسے لطیف و پُر منظر نظارے دکھائے ہیں کہ حیات و ممات دونوں کی سچی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ قیمت صرف ۸ر

سراب مغرب یہ وہ تصنیف ہے جس کا دنیائے نسواں کو مدتوں سے انتظار تھا اور وہ لٹریچر جس کے واسطے بے چین تھا۔ تعلیم نسواں کے مسئلہ میں اس نتیجہ کی شد ضرورت تھی کہ غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے۔ حضرت مصنف کا یہ فیصلہ قابل دید ہے۔ قصہ اسقدر دردانگیز ہے کہ ہر لفظ کلیجہ کے پار ہوتا ہے اور آنکھیں روتے روتے طوفان بپا کر دیتی ہیں۔ سراب مغرب کتاب نہیں جادو ہے جس کو پڑھ کر ہر ناظر ساکت ہو جاتا ہے۔ اگر مسلمانوں کے ہاتھوں آبروئے سادات کا انجام فیشن جدید کے نتائج پارٹیز کا حشر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے قیمت ۸ر

نوبت پنج روزہ اس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر دردانگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلوا دیتی ہیں پانچویں نوبت وہ ہے جب دہلی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات مخبروں کا ظلم مظلوموں کی حالت زار۔ مردوں کی بربادی۔ عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے ہیبت مصائب ناممکن بلکہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں۔ بادشاہ کی تصویر اور بہت نادر عکسی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت عہ۔

ولایتی ننھی نازی عشق کے جوڑ کا نہایت پرلطف افسانہ۔ قیمت ۸ر

مجلد رنگی کتابوں کا سٹ

علم الانسان اور علم الازدواج پر بہترین اور کمیاب آٹھ کتابیں

نمبر	نام کتاب	ضخامت	قیمت
(۱)	علم الانسان اور علم الازدواج	صفحات ۱۰۸	عہ
۲	شب عروسی	۱۵۲	۱۲ر
۳	عورت	۱۶۰	عہ
۴	ایرانی کوک شاستر	۱۴۴	عہ
۵	شب تا بچہ عروسی	۱۶۴	عہ
۶	ہر ہفتہ کنواری	۶۸	۸ر
۷	میاں بیوی کی باتیں	۶۲	۸ر
۸	محبت کے پیغام	۱۲	۸ر
۹	دہلی کا باورچی خانہ	۸۰	۸ر
۱۰	میاں بیوی کے فرائض		۸ر
	شاہی کوک شاستر		

اس مکمل سٹ کی قیمت مجموعی ۲۰ روپیہ ہوتی ہے مگر جو ۱۲ روپیہ الادا سا کو گزرے بو بی اور ۲۰ روپیہ تک زیادہ سے زیادہ ۸ روپیہ کی رعایت ہو جائے گی۔ مینجر رسالہ پیشوا دہلی

ملنے کا پتہ:- مینجر رسالہ پیشوا دہلی

تمغۂ شیطانی اس کتاب میں است شیطانی کے آٹھ بے حل کیر کٹر ہیں اور بہر کیر کٹر ہندوستانی مسلمانوں کی معاشرت کا ہو بہو فوٹو ہے افسانہ کی دلچسپی کی یہ کیفیت ہے کہ شروع کرکے ختم کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔ نائکہ نانی بہری۔ خانصاحب حاجی ڈھنپو کے حالات پڑھ کر مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ قیمت بارہ آنے ۱۲ر

قلب حزیں میں چھوٹے چھوٹے ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ۔ علامہ راشد کی انشا پردازی کا اعلیٰ درجہ کا نمونہ۔ قیمت آٹھ آنے۔

انگوٹھی کا راز یہ تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے رابعہ کا عبرت انگیز انجام۔ اسلام کی جگر خراش داستان۔ صفیہ کی شادی کی پراسرار کہانی اور انگوٹھی کے راز کا حالی جو تمام مشکلات کا حل کرتا ہے ایسے دلچسپ واقعات کو بار بار پڑھیے۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

نانی عشو علامہ راشد الخیری مرحوم جہاں داستان غم لکھنے میں فرد ہیں وہاں افسانہ ہائے لطف دہر بھی ایسے لکھتے ہیں کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ نانی عشو ایسا ہی ہنسانے والا افسانہ ہے جدید و قدیم تہذیب ہر جگہ اس میں ٹکراتی ہے۔ بے انتہا مقبول ہوا ہے۔ ایک سال میں تین مرتبہ چھپ چکا ہے۔ قیمت دس آنے ۱۰ر

طوفان اشک ان بارہ درد انگیز افسانوں کا مجموعہ ہے جن کی ہندوستان بھر میں دھوم مچ چکی ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ ر

سیلاب اشک علامہ راشد الخیری کے ایسے پر سات معرکۃ الآرا افسانے جن کا ڈنکا بج چکا ہے۔ ہر افسانے کے ساتھ ہاف ٹون بلاک کی تصاویر ہیں۔ قیمت صرف سوا روپیہ ۴؎

شہید مغرب شہید مغرب اردو و مسعود انگیز جگر خراش افسانے جو درد و اثر کے لحاظ سے علامہ راشد الخیری کے تمام افسانوں میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عہ ر

منازل ترقی اس کتاب میں ترقی یافتہ انسانوں کی اندرونی زندگی کی تصویر ہے جس میں ایک سچا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ قیمت عہ ر

ملنے کا پتہ :- مینجر رسالہ پیشوا دہلی

بچوں کی بیس کتابیں

بیس کتابوں کا یہ سٹ بچوں کی اخلاقی اور دینی تعلیم کے لئے مصنف نے تیار کیا ہے اور بہت مقبول ہو رہا ہے کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

قرآن کے سبق قیمت	۲ر	بچوں کی علمی کہانیاں	۲ر
قرآن کی کہانیاں	۲ر	بچوں کی دلچسپ کہانیاں	۲ر
بچوں کی حدیثیں	۲ر	ناول کی گلستان	۲ر
بچوں کی بوستان	۲ر	پیغمبروں کی کہانیاں	۲ر
اولیاء اللہ کی کہانیاں	۲ر	بچوں کی تعلیم و تربیت	۲ر
بچوں کے اخلاقی سبق	۲ر	بچوں کا مکتب	۲ر
بچوں کی معلومات	۲ر	بچوں کی خطوط نویسی	۲ر
بچوں کی تندرستی	۲ر	بچوں کے تاریخی قصے	۲ر
بچوں کی اخلاقی کہانیاں	۲ر	بچوں کی اصلاحی نظمیں	۲ر
بچوں کی نئی نئی کہانیاں	۲ر	پریوں کی کہانیاں	۲ر

ملنے کا پتہ: مینجر رسالہ پیشوا دہلی

معلومات تجارت کسی تجارت و کاروبار کے شروع کرنے سے قبل جتنی ضروری باتیں ایک تاجر کو جاننی چاہئیں ان کا مفصل بیان اور نہایت مفید مشورے۔ ایسے تجارتی کاموں کی فہرست جو بہت بڑے سرمایہ اور معمولی تجربے کامیابی کے ساتھ کئے جاسکتے ہیں ضروری اور نہایت مفید کاروباری معلومات کی مختصر اردو انسائیکلوپیڈیا قیمت صرف دو روپیہ۔ عہ

فن اشتہار تجارتی اشتہارات کے لکھوانے چھپوانے اور شائع کرنے اور اشتہارات کے ذریعے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے متعلق نہایت مفید اور عملی اصول فن اشتہار بازی پر اردو کی ایک جامع اور نہایت مفید کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

فن دوکانداری ہم میں دوکاندار ہزاروں ہیں لیکن دوکانداری کے جدید اصول و قواعد سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اس مفید کتاب کے ذریعے دوکان کا انتخاب کرنے دوکان کے سجانے۔ دوکان پر بیٹھنے گاہکوں سے معاملہ کرنے اور گاہکوں کو مال خریدنے پر مجبور کرنے کے متعلق ایسی بیش بہا معلومات درج ہیں جن کے ذریعہ ہر شخص اپنی دوکان اور دوکانداری کو فروغ دے سکتا ہے قیمت صرف بارہ آنے۔ ۱۲ر

تجارتی خط و کتابت (اردو و انگریزی) تجارتی اور کاروباری خطوط لکھنے کے اصول و قواعد اور بہترین تجارتی خطوط کے اردو و انگریزی نمونے۔ یہ کتاب ایک ماہر تجارت نے لکھی ہے۔ قیمت دو روپے۔

مالی پریشانیوں کا علاج۔ روپیہ کمانے اور جمع کرنے کے متعلق بہترین اور نہایت مفید عملی ہدایات جن پر عمل کرکے انسان مالی مشکلات سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ عہ ر

وسائل معاش حصول معاش کے ایسے آسان طریقوں کا بیان جن کے ذریعہ سے انسان تھوڑے سرمایہ اور معمولی تجربہ سے اپنی معاش حاصل کرسکتا ہے۔ قیمت دو روپے عہ

ملنے کا پتہ مینجر رسالہ پیشوا دہلی

مکمل مرغی خانہ مرغیوں کی تجارت کو یورپ و امریکہ کے اصول تجارت کی طرح ہندوستان میں رائج کرنے کے واسطے ماہرین فن کی نگرانی میں صرف کثیر کے بعد یہ کتاب لکھوائی ہے جو اس فن پر پہلی اور غالباً آخری کتاب ہے مرغیوں کی تجارت ایک ایسی تجارت ہے کہ یورپ و امریکہ میں صرف اسی ایک تجارت کی بدولت صدہا حوصلہ مند تاجر بہت کم سرمایہ سے کروڑ پتی بن گئے ہندوستان میں بھی ایک تجارت کے ذریعہ ہزار ہا روپیہ کمانے کے واسطے یہ کتاب مکمل مرغی خانہ شائع کی جارہی ہے اس کتاب کے ذریعہ آپ کو مرغیوں کی تجارت۔ انڈوں کی تجارت و حفاظت مرغیوں کی پرورش اور ان کا علاج انڈوں کے بڑے ہونے اور کثرت سے انڈے دینے کا راز معلوم ہوجائے گا۔ غرضکہ کوئی سوال مرغیوں کی تجارت کا ایسا نہیں ہے جو اس کتاب میں درج نہ ہو ضخامت ۲۰۰ صفحے کے قریب ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے

تعلیم موٹر موٹر ڈرائیوری سیکھنے کے لئے نہایت کارآمد ۸ر

روح انجینئری فن تعمیر کے تمام ضروری اصول کا بیان۔ قیمت ایک روپیہ دس آنے ۱۰؎

اسرار صنعت جو لوگ تلاش معاش میں سرگرداں ہیں ان کے لئے یہ بہترین کتاب ہے جس میں ایک پیسہ کے سرمایہ سے لے کر دو سو روپے تک کے سرمایہ سے تجارت و کاروبار کرنے کے نہایت مفید طریقے بتائے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ عہ

ملنے کا پتہ مینجر رسالہ پیشوا دہلی

تصانیف حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

محرم نامہ اسلامی تاریخ کا دوسرا حصہ ہے اس میں حضور سرور عالم کی وفات چاروں خلافتوں کا مفصل حال۔ خلافت کے جھگڑے یزید کی ظالمانہ کارروائیاں۔ حضرت امام حسین کی شہادت، کربلا کے دل ہلا دینے والے واقعات نہایت موثر الفاظ میں۔ قیمت ایک روپیہ عمر

یزید نامہ یہ اسلامی تاریخ کا تیسرا حصہ ہے اسمیں قاتلان حسین سے انتقام اور یزید کی مصیبتیں خاندان بنی امیہ کے تمام بادشاہوں کے حالات نہایت تحقیق و تصدیق کے ساتھ بیان کئے ہیں عہ

طمانچہ برخسار یزید اگر خاندان بنی امیہ کے مردوں اور عورتوں کے خوفناک حالات دیکھنے ہوں تو یہ کتاب منگالیئے عورتوں کو یہ کتاب نہ دکھانی چاہیئے۔ قیمت عمر

سی پارۂ دل حضرت خواجہ صاحب کے نہایت دلچسپ مضامین کا مجموعہ، مذہبی اخلاقی و معاشرتی تعلیم کا بہترین ذریعہ کہے جا سکتے ہیں۔ قیمت دو روپے عہ

بیگمات کے آنسو (حصہ اول) اسمیں دہلی کے مغلیہ شہزادوں اور بیگمات پر جو ظلم توڑے گئے ہیں ان کے واقعات نہایت دردناک پیرایہ میں۔ قیمت عہ

انگریزوں کی بپتا (حصہ دوم) اس کتاب میں انگریز مردوں عورتوں اور بچوں کی ان مصیبتوں کا حال ہے جو ان کو غدر میں پیش آئے۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

محاصرہ دہلی کے خطوط (حصہ سوم) ان انگریزی خطوط کا ترجمہ جو انگریز افسروں نے دہلی کے محاصرہ کے وقت پنجاب کے افسروں کو لکھے تھے۔ قیمت ۱۲ر

بہادر شاہ کا مقدمہ (حصہ چہارم) دہلی کے آخری بادشاہ پر جو بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا تھا اسکے دردناک واقعات۔ قیمت دو روپے عہ

گرفتار شدہ خطوط (حصہ پنجم) اس مجموعہ میں وہ تمام خط و کتابت درج ہے جو غدر کے موقعہ پر بہادر شاہ اور غدر کرنیوالوں کے درمیان ہوئی تھی قیمت عہ

غدر دہلی کے اخبار (حصہ ششم) اس میں غدر ۱۸۵۷ء کے ان اخبارات کے اقتباسات درج ہیں جو غدر کے زمانہ میں اور اس سے پہلے شائع ہوتے تھے جن پر انگریزی گورنمنٹ نے یہ الزام لگایا تھا کہ غدر کرانے میں ان مضامین کا دخل تھا

غالب کا روزنامچہ (حصہ ہفتم) غدر کے متعلق نواب اسد اللہ خاں غالب کی تحریریں جو انہوں نے اپنے دوستوں کو روانہ کیں اور غالب کی مشہور کتاب دستنبو کا اردو ترجمہ قیمت ۱۲ر

دہلی کی جانکنی (حصہ ہشتم) اس کتاب میں اہل دہلی کے مصائب اور دردناک واقعات درج ہیں شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ سے ان واقعات کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے قیمت عہ

دہلی کا آخری سانس (نواں حصہ) نہایت دردناک حصہ ہے۔ جو ابھی تیار ہوا ہے۔ قیمت عمر

غدر کی صبح و شام (دسواں حصہ) اس میں غدر کے دردناک حالات نہایت موثر انداز میں بیان کئے گئے ہیں عہ

آخری شمع (گیارہواں حصہ) اس میں آخری مغل بادشاہ کے وہ دردناک فسانے ہیں جو غدر میں پیش آئے تھے ۱۲ر

بیوی کی تعلیم اس کتاب میں بیوی کی تعلیم کے لئے دلچسپ مفید نتیجہ خیز سبق لکھے گئے ہیں خواجہ صاحب نے سبق کی صورت میں بیوی کے لئے ایک مکمل کورس تیار کر دیا ہے قیمت ۱۲ر

بیوی کی تربیت اس کے پڑھنے کے بعد ہر سلیقہ شعار خاوند کی خدمتگزار بچوں کی حقیقی معنوں میں ہمدرد بن سکتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ عمر

اولاد کی شادی اولاد کی شادی سے پہلے اس کتاب کو ضرور پڑھ لینا چاہیئے تاکہ شادی اولاد کے لئے خانہ بربادی کا باعث نہ بن سکے۔ قیمت عمر

اتالیق خطوط نویسی (ہر حصہ) اس کتاب کے مطالعہ کے بعد عورتوں کو خود بخود لکھنا آجاتا ہے قیمت سوا روپیہ عہ

آسان قاعدہ (حصہ اول) اس قاعدہ کے پڑھنے کے بعد بچوں کو عربی عبارت اور اردو عبارت پڑھنی آجاتی ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

تعلیم القرآن (حصہ دوم) اس میں قرآن مجید کے ضروری مضامین کا خلاصہ درج ہے اس کو یاد کرنے کے بعد ہر موقع ہر محل پر کلام اللہ کی آیتوں کو پیش کر سکتا ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

اردو سبق (حصہ سوم) اس رسالہ کو بچے خود بخود خوشی خوشی پڑھتے ہیں، پرشوق بچوں کے لئے سب سے بہتر کتاب ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

اولاد کے کان میں کہنے کی باتیں یہ خواجہ صاحب کی نئی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد بچے دنیاوی معاملات میں اتنے سمجھدار ہو جاتے ہیں جتنا ایک ہوشمند اور تجربہ کار کو ہونا چاہیئے قیمت ۸ر

بچوں کی کہانیاں (۲۱ تصویریں) اس کتاب میں وہ کہانیاں درج ہیں جو دہلی کے اشراف گھرانوں میں ننھے ننھے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں۔ قیمت دس آنے

ذکر غوث پاک گیارہویں شریف کی محفلوں میں پڑھنے کے لئے حضور غوث کی نہایت معتبر اور مستند سوانح قیمت ۱۲ر

جگ بیتی کہانیاں اس میں حضرت خواجہ صاحب کے مخصوص انداز میں لکھی ہوئی نہایت دلچسپ کہانیاں ہیں ۸ر

معلومات سیر دہلی اگر آپ دہلی آکر دہلی کی سیر کرنا چاہتے ہیں یا گھر بیٹھ کر دہلی کے مشہور مقامات کو دیکھنا چاہتے ہیں تو یہ کتاب منگائیے قیمت ۴ر

ہندو مذہب کی معلومات اس کتاب کو پڑھنے کے بعد سارا ہندو مذہب اور اس کی حقیقت آئینہ بنکر سامنے آجاتی ہے اس میں ہندوؤں کے دیوتاؤں کا بھی تذکرہ ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

حلوائی کی تعلیم اس کتاب میں ہر قسم کی مٹھائی بنانے اور مٹھائی کی دکان قائم کرنے کے طریقے درج ہیں قیمت ۸ر

تسخیر مہر و قہر اس میں مشہور مجذوب المیر کے وہ تمام مخفی اعمال درج کئے گئے ہیں جو ہندوستان کے مشائخ میں صدیوں سے مروج ہیں۔ قیمت ۱۰ر

غازی اورنگزیب کا قلمی قرآن مجید غازی اورنگزیب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن مجید کا فوٹو لے کر اور بلاک بنوا کر تیار کرایا گیا ہے عجیب و غریب چیز ہے۔ ہدیہ مجلد صرف ۱۲ر

عام فہم تفسیر اردو مکمل خواجہ صاحب کی نہایت عام فہم اردو تفسیر جس کی مجموعی ضخامت ۱۱۶۵ صفحات ہے یہ اردو کی بہترین تفسیر شمار ہوتی ہے ہدیہ مکمل مجلد بارہ روپے فی پارہ آٹھ آنے ۸ر

تشریح بخاری اردو کلام مجید کے ہر پارہ کی طرح علیحدہ علیحدہ طرح بخاری شریف اردو میں شائع ہو رہی ہے اردو میں لاجواب اضافہ خیال کیجاتی ہے۔ ہدیہ فی پارہ ۸ر

سلاطین عباسیہ عباسی سلطنت کی ابتدا سے لیکر انتہا تک تاریخ نہایت دلچسپ انداز میں یہ کتاب لکھی گئی ہے ضخامت ہر دو جلد تین سو صفحے قیمت ۱۲ر

شاہی جہاد ۸ر۔ کائنات ہستی ۱۲ر تدریج مسیح قیمت عہ

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ پیشوا دہلی

ترجمہ موطا امام محمد امام محمد کی موطا بھی حدیث کی مشہور و مستند کتاب ہے۔ اس کتاب میں موطا کی اصلی عربی عبارت بھی ہے اور ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی ہے۔

شمیم الریاض ترجمہ شفائے قاضی عیاض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و اخلاق و معجزات پر حضرت قاضی عیاض کی مشہور و مستند کتاب شفا کا اردو ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب کا نظر ثانی شدہ۔ قیمت دس آنے ۱۰؍

دقائق الاخبار مع ترجمہ اردو یہ کتاب امام غزالی کی تصنیف ہے۔ اس میں نور محمدی صلعم کی آفرینش۔ حضرت آدم کی پیدائش۔ صور، شفاعت، جنت و دوزخ وغیرہ کی کیفیت احادیث سے تحریر فرمائی ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸؍

انتخاب صحاح ستہ مؤلفہ مولوی نیاز علی صاحب عباسی۔ کتب مشہورہ چھ کتاب، بخاری شریف، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، موطا امام مالک کا بہترین خلاصہ جس میں صرف وہ احادیث لی گئی ہیں جن میں اسلام کے ابتدائی مسائل اور اخلاق کا ذکر ہے۔ اصل حدیثیں بھی ہیں اور ان کا سلیس اردو ترجمہ بھی۔ رسول اللہ صلعم کی مختصر سوانح عمری بھی کتاب کے ساتھ شامل ہے۔ قیمت ۱؍

عقائد الاسلام تصنیف مولانا عبدالحق حقانی دہلوی۔ اس میں عقائد و اصول اسلامی کو زبردست عقلی اور فلسفیانہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے اور لا مذہبوں، عیسائیوں اور آریوں وغیرہ کی جانب سے جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کے نہایت مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۱؍

حقائق اسلام تصنیف فتح الزار الحق صاحب ایم اے۔ اس میں عام فہم طریقے سے اسلامی اصول و مسائل کی فلسفیانہ تشریح کر کے حقانیت اسلام کا ثبوت دیا گیا ہے۔ قیمت دو روپے ۲؍

توضیح العقائد مصنفہ مولانا رکن الدین صاحب نقشبندی۔ اس میں علم عقائد کے دقیق مسائل کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں سوال و جواب کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ قیمت بارہ آنے ۱۲؍

مذہب اسلام ابتدائے اسلام سے جس قدر مسلمانوں میں جو فرقے پیدا ہوئے ہیں ان سب کے تاریخی حالات اور عقائد۔ نہایت جامع کتاب ہے۔ قیمت ۱؍

فتاوی رشیدیہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتاوی کا مجموعہ۔ قیمت اول ۱؍ حصہ دوم ۱؍ حصہ سوم ۱۲؍

ملنے کا پتہ:- **منیجر رسالہ پیشوا دہلی**

فلاح دین و دنیا اس مشہور مفید کتاب میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ وہ تمام دینی اور دنیاوی معلومات جمع کر دی گئی ہیں جن کی زندگی کے مختلف شعبوں میں ایک دیندار انسان کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ یہ کتاب تمام ضروری دینی مسائل، احکام و اعمال پر حاوی ہے اگر مذہب اسلام کی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بیجا نہیں ہے۔ مرد و عورت دونوں کے لئے مفید ہے۔ قیمت ۲؍

اسلامی زندگی یہ کتاب فلاح دین و دنیا کے دوسرے حصے کے طور پر نئی تیار کر دی گئی ہے۔ اس میں زیادہ تر وہ اسلامی تعلیمات درج ہیں جن کا تعلق معاشرت و تمدن اور کاروباری معاملات سے ہے۔ قیمت ۱؍

تصنیف ڈاکٹر سعید احمد بریلوی

اسلام اور عبادت اس میں نماز روزہ اور حج و زکوۃ کے اصلی مقاصد بتائے ہیں اور نہایت مدلل طریقے پر یہ ثابت کیا ہے کہ عبادت الہی کے ان سے بہتر طریقے نہیں ہو سکتے۔ اس کتاب کو پڑھ کر نماز روزہ میں دو گنا چوگنا لطف آنے لگتا ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸؍

تصنیف ڈاکٹر سعید احمد صاحب

اسلام اور مذہبیت انسانی تمدن و معاشرت کے متعلق اسلامی تعلیمات کو نہایت دلکش اور دلآویز طریقے سے بیان کیا ہے۔ قیمت سوا روپیہ ۱؍

تصنیف ڈاکٹر سعید احمد بریلوی

اسلام اور عورت اسلام نے عورت کا کیا درجہ رکھا ہے، مرد پر عورت کے کیا حقوق ہیں اور وہ کس طرح انسانی دنیا کی تکمیل میں مدد دیتی ہے۔ یہ حصہ یقینی ہے عورت کے متعلق اتنی اسلامی تعلیمات اور کسی اردو کتاب میں یکجا نہیں مل سکتیں۔ قیمت دس آنے ۱۰؍

کتاب الطلاق طلاق کے تمام ضروری مسائل فقہ حنفی کے مطابق مولفہ جسٹس سید محمود وکلا کے لئے نہایت مفید۔ قیمت دو روپیہ۔

کتاب الشفعہ مسائل شفعہ کے سمجھنے کے لئے نہایت عمدہ کتاب مولفہ جسٹس سید محمود مرحوم۔ قیمت ۱؍

شرح وقایہ اردو فقہ کی مشہور و مستند درسی کتاب شرح وقایہ کا اردو ترجمہ مفید حواشی کے ساتھ۔ قیمت صرف چار روپے۔

بہشتی جھومر لڑکیوں کے لئے مسنون و مستور العمل عورتوں کے تمام مسائل ایک دلچسپ قصے کی شکل میں۔ قیمت بارہ آنے ۱۲؍

ملنے کا پتہ:- **منیجر رسالہ پیشوا دہلی**

تصانیف جناب قاری سرفراز حسین صاحب عزمی

طوائفوں کی پر سرور زندگی کے فریب سے خبردار کرنے والے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول جن کو پڑھ کر نوجوان لڑکے چوکنے ہو جاتے ہیں بزرگ اپنی بے راہ اولادوں کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ بیبیاں خاوند کی بے توجہی کے اسباب سمجھ جاتی ہیں اور رنڈیاں نیکی کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ یہ سات ناول ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

۱۔ **شاہد رعنا**۔ ایک ڈیرہ دار طوائف کی خود نوشت سوانح عمری
۲۔ **سعید**۔ ایک مسلمان اور پاک ترین عشق کی داستان۔ قیمت ۸؍
۳۔ **سعادت**۔ دہلی کی ایک مشہور تعلیم یافتہ طوائف کے نہایت دلچسپ حالات۔ قیمت آٹھ آنے۔
۴۔ **سراب عیش**۔ طوائف سے نکاح کر لینے کے عبرتناک نتائج۔ قیمت دس آنے ۱۰؍
۵۔ **سزائے عیش**۔ ایک شریف گھر اور ایک طوائف کے کوٹھے کا موازنہ۔ قیمت دس آنے ۱۰؍
۶۔ **انجام عیش**۔ پاکیزہ زندگی اور آوارگی کے مختلف پہلو۔ قیمت گیارہ آنے ۱۱؍
۷۔ **بہار عیش**۔ ایک ڈیرہ دار طوائف کی توبہ۔ قیمت ۸؍

فردوس آسیہ یہ پانچ اکابرین اسلام کی سوانح عمریاں اور تذکرے کے ترجمہ کی سب سے بہتر اور مستند کتاب ہے۔ اس کتاب کے چھ حصے ہیں پہلا حصہ مناقب الصدیق۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی اور آپ کے کارنامے ہیں۔ اس کی ضخامت ۱۰۰ صفحے ہیں۔ دوسرا حصہ روضۃ الاحباب۔ اس میں جناب عمر بن خطاب کے حالات زندگی و خلافت بشرح و بسط درج ہیں ضخامت ۴۰ صفحے۔ تیسرا حصہ مناقب ذو النورین یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زندگی اور ان کے کارنامے۔ صفحات اس کے ۲۲ صفحے ہیں۔ چوتھا حصہ درکار الحارب یعنی حضرت اسد اللہ الغالب کے حالات زندگی و خلافت ضخامت ۵۰ صفحے۔ پانچواں حصہ مصباح الحبیب اس میں اہل بیت کے حالات زندگی ہیں جس میں ازواج مطہرات اور آل رسول سب شامل ہیں ضخامت ۳۰ صفحے۔ اس کے بعد مرآۃ الحسنین یہ چھٹا حصہ ہے۔ اس میں حضرت امام حسن و امام حسین کے حالات ہیں ضخامت ۱۰ صفحے۔ غرض کل مجموعہ ۲۸۰ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ۔ پتہ ملنے کا منیجر رسالہ پیشوا

عورتوں اور بچوں کے لئے حضرت خواجہ حسن نظامی کی لکھی ہوئی **سیرت نبوی ﷺ** ۱۰۰ صفحے کی کتاب مع رنگین تصویر نیا جلد بندی ہوئی۔ تمام ہندوستان میں اس کی دھوم مچی ہوئی ہے کہ ایسی آسان اور عام فہم سیرت نبوی آج تک کسی زبان میں نہیں چھپی۔

ملنے کا پتہ:- منیجر رسالہ پیشوا دہلی

بالکل آسان اردو میں وعظ کی ایک بے نظیر تازہ کتاب

بارہ مجالس

یہ وعظ و مجالس کی علمی کتاب ابھی حال میں شائع کی ہے اور دعوے ہے کہ اس موضوع پر یہ کتاب اپنی آپ نظیر ہے چونکہ وعظ کی مجالس ہندوستان کے ہر حصہ میں ربیع الاول، ربیع الثانی، رجب، محرم میں منعقد ہوتی ہیں اور رمضان میں خاص طور سے ہر دیہات کے واعظ بمشکل فراہم کئے جاتے ہیں اس لئے یہ کتاب بہت ہی سہل اردو میں تیار کرائی ہے تاکہ ہندوستان کے ہر حصہ میں آسانی سمجھی جائے اور اپنی اپنی مجالس میں ہر بھائی اس کی روزانہ ایک مجلس پڑھ دیا کرے اس طرح علاوہ اجر آخرت کے ہر پڑھنے والا خاصا اچھا مقرر اور شیریں زبان واعظ ہو سکتا ہے۔ اس کتاب میں حسب ذیل بارہ مجالس ہیں۔

پہلی مجلس ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت یہ وعظ بہت ضروری ہے تاکہ عوام ہمارے قول آمنا باللہ لفظاً ہی نہیں مانیں بلکہ خدا کی ہستی کو خوب سمجھ کر اور مجبور ہو کر ایمان لائیں۔

دوسری مجلس "توحید الٰہی" یہی بحث اسلام کا مابہ الامتیاز ہے اور عقلی دلائل سے ثابت ہے کہ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے اس میں دیگر ادیان باطلہ کی توضیح القدس و بتاؤں کی پول۔

تیسری مجلس "شمع توحید کے پروانے" یہ مجلس بہت ہی جوش انگیز اور ولولہ خیز ہے اسی کے ذریعے روح مسلم میں تازگی پیدا ہوتی ہے اور مومن اسلام کے کارنامے معلوم ہوتے ہیں۔

چوتھی مجلس "نبوت و رسالت" اس میں نبوت و رسالت کی تحقیق کے ساتھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین اور دنیا کا آخری مصلح ثابت کیا ہے۔

پانچویں مجلس "ختم نبوت" اس میں ہزارہا دلیلوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول کریم کے ساتھ خدا کی پیام رسانی کا سلسلہ دنیا میں ختم ہو گیا "الیوم اکملت" کی تفسیر یہی ہے۔

چھٹی مجلس "فضائل رسول" اس میں رسول اعظم کا تفوق دیگر انبیاء پر بتلایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

ساتویں مجلس "اسوۂ حسنہ" رسول محترم بحیثیت انسان کے جس قدر مکمل تھے انکی پیروی ہر انسان پر واجب ہے اس کی تشریح اس مجلس میں ہے۔

آٹھویں مجلس "محبت رسول" اس میں رسول کریم کی محبت کے ہزارہا واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی نجات ہی رسول کی اطاعت و محبت میں ہے۔

نویں مجلس "فضائل اخلاق و حسن معاشرت" اس میں ہر دو عنوانات پر بہت ہی عجیب انداز میں ایک مسلمان کی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو ہر مدعی ایمان کے لئے قابل تقلید ہے۔

دسویں مجلس "اسلامی وحدت اور اسلامی مساوات" اسمیں دوسرے تمام مذاہب سے اسلام کی وحدت و مساوات کا موازنہ بہت لطیف اور موثر پیرایہ میں کیا ہے۔

گیارہویں مجلس "اسلام میں عورت کے حقوق" وہ مدعی تہذیب جو عورتوں کے حقوق کے سب سے بڑے علمبردار ہیں اسلام میں عورتوں کے حقوق کیا ہیں معلوم کریں۔

بارہویں مجلس "واقعات کربلا" یہ مجلس بہت ہی دردناک انداز میں مرتب کی گئی ہے، واقعات شہادت بہت صحت کے ساتھ لئے گئے ہیں گویا سارے واقعات آنکھوں کے سامنے ہو رہے ہیں اگر کوئی شخص بلا آنسو بہائے دو سطریں نہیں پڑھ سکتا۔ ضخامت دو سو صفحات کتاب مجلد ہے۔

قیمت صرف ایک روپیہ عہ

محصول ۔ کل ۔

ملنے کا پتہ:۔ مینجر رسالہ پیشوا دہلی

تصانیف شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب

ترجمہ قرآن مجید سب سے زیادہ سلیس و بامحاورہ اردو ترجمہ قرآن مجید کا اب تک نہیں ہوا۔ ہدیہ قرآن شریف کا مجلد مطلا اور مع حمائل کا مجلد ساڑھے پانچ روپے۔

دہ سورہ قرآن مجید کی مشہور دس سورتوں کا مجموعہ جو اور دو وظائف میں پڑھی جاتی ہیں مع ترجمہ اردو۔ ہدیہ دس آنے

مطالب القرآن۔ قرآن مجید کی تفسیر نامکمل۔ قیمت سوا روپیہ ۔

ادعیۃ القرآن۔ قرآن مجید کی تمام دعائیں مع ترجمہ و خواص۔ ہدیہ ۱۲ر

الحقوق والفرائض اسلامی حقوق و فرائض کا مکمل مجموعہ مع آیات و حدیث تین حصوں میں۔ قیمت مکمل ۔

اجتہاد اسلام کی حقانیت کا دلائل و براہین قاطعہ سے اثبات۔ قیمت ۔

مراۃ العروس لڑکیوں کو امور خانہ داری کی تعلیم۔ قیمت ۔

توبۃ النصوح لڑکیوں کیلئے اخلاق و خانہ داری کی تعلیم۔ قیمت ایک روپیہ

بنات النعش۔ لڑکیوں کے تمدن و معاشرت کی اصلاح۔ قیمت ۔

محصنات یعنی فسانۂ مبتلا و شادیاں کرنے کی مصیبتوں کا بیان۔ قیمت ۔

ایامیٰ بیواؤں کی دکھ بھری داستان قیمت سوا روپیہ ۔

رویائے صادقہ قصہ کے پیرایہ میں اسلام کے عقلی مذہب ہونے کا ثبوت۔ قیمت ۔

ابن الوقت نئی تہذیب کی کورانہ تقلید کی خرابیاں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ ۔

موعظۂ حسنہ صاحبزادہ کے نام مولانا کے نصیحت آمیز خطوط۔ قیمت ۔

چند پند بچوں کے لئے دلچسپ و نتیجہ خیز اخلاقی کہانیاں قیمت ۸ آنے ۸ر

منتخب الحکایات بچوں کے لئے چھوٹے چھوٹے دلچسپ مضمونوں کا مجموعہ قیمت سوا روپیہ ۔

نصاب خسرو جدید طرز کی خالق باری بچوں کو فارسی سکھانے کے لئے قیمت ۔

املا نویسی کے قواعد صحیح املا لکھنے کے آسان قاعدے۔ قیمت ۶ر

صرف صغیر اردو زبان میں فارسی گرامر۔ قیمت چھ آنے ۶ر

مانیغینک فی الصرف اردو میں عربی زبان کی آسان گرامر۔ قیمت ۱۲ر

مبادی الحکمت اردو میں علم منطق کی نہایت آسان کتاب۔ قیمت ۔

نظم بے نظیر مولانا کی دلکش قومی نظموں کا مجموعہ۔ قیمت ۔

لکچروں کا مجموعہ مولانا کے دلچسپ لکچروں کا مجموعہ قیمت ۔

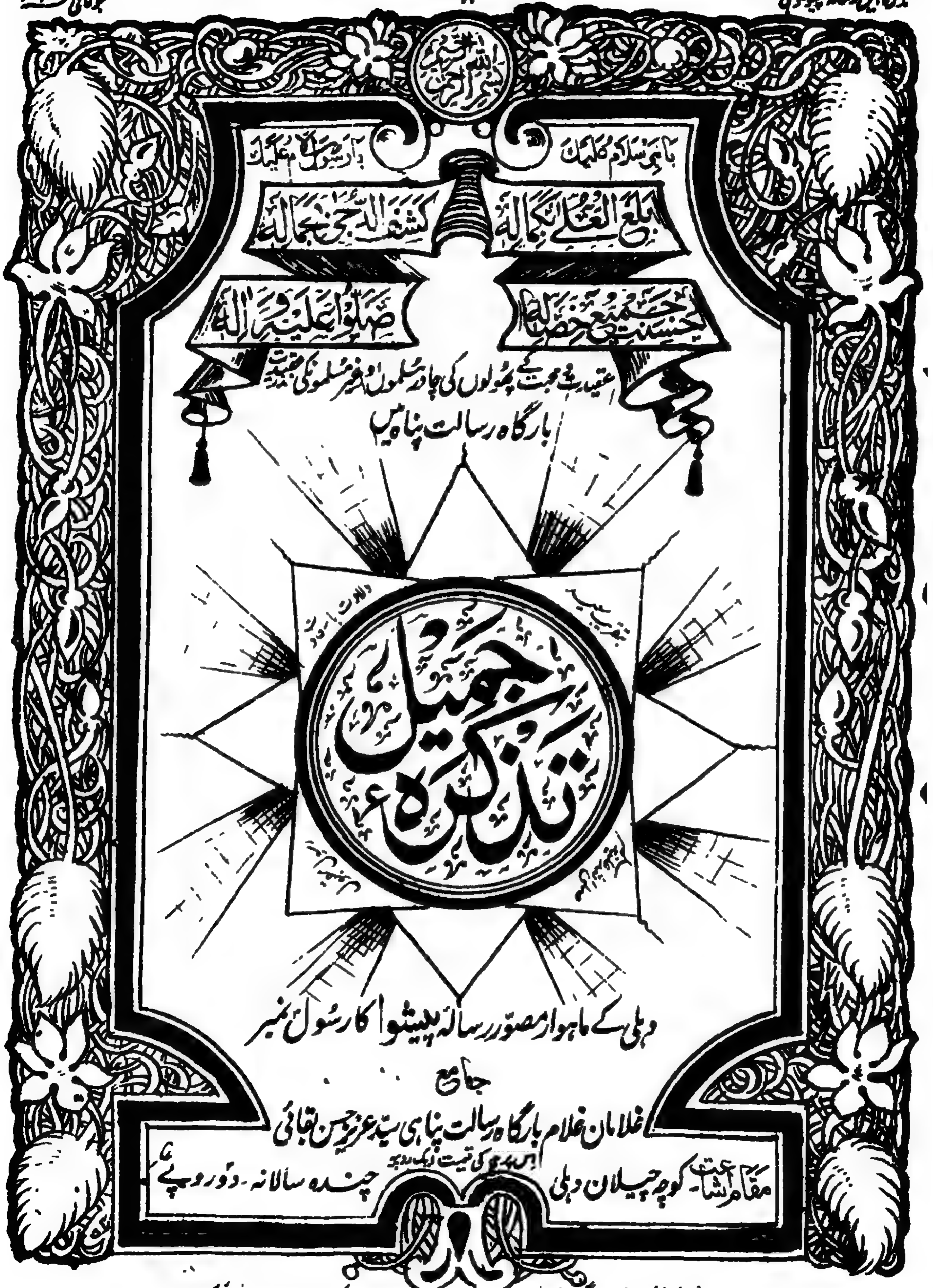
حیات النذیر شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم کی مفصل سوانح عمری مع فوٹو۔ قیمت تین روپے۔ ۳ـ

ملنے کا پتہ:۔ مینجر رسالہ پیشوا دہلی

تجرید بخاری مکمل

مع اصل عربی و ترجمہ اردو۔ تالیف علامہ زماں حضرت غلام حسین مبارک زبیدیؒ۔ یہ کتاب صحیح بخاری کا بہترین خلاصہ ہے جس میں سوا دو ہزار مستند حدیثیں مع سلیس اردو ترجمہ کے درج ہیں۔ ممالک اسلامیہ میں تجرید بخاری ہی داخل نصاب ہے اس لئے ہندوستان کے طلباء بھی اس کے ذریعہ سے صحیح بخاری کی تمام ضروری حدیثوں سے واقف ہو سکتے ہیں۔ سائز ضخامت ... صفحے قیمت تین روپے

ملنے کا پتہ:۔ مینجر رسالہ پیشوا دہلی


بانیم سلام کلیمک
یا رسول اللہ علیک
بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ و آلہٖ
عقیدت و محبت کے پھولوں کی چادر مسلموں اور غیر مسلموں کی جانب سے
بارگاہ رسالت پناہ میں
تذکرہ جمیل
دہلی کے ماہوار مصور رسالہ پیشوا کا رسول نمبر
جامع
غلامان غلام بارگاہ رسالت پناہی سید عزیز حسن بقائی
مقام اشاعت۔ کوچہ چیلان دہلی
اس نمبر کی قیمت ایک روپیہ
چندہ سالانہ۔ دو روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنتساب

یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری حضور سرورِ کائناتؐ کی محبوب ترین سنت ہے

اور اس پیغمبرانہ عمل کے بہت بڑے عامل یوپی کے علم دوست درویش صفت

بزرگ جناب خان بہادر نواب قاضی سر عزیز الدین احمد صاحب سی آئی ای۔

ایم بی' او' وزیر اعظم ریاست دتیا ہیں۔ اور محترم قاضی صاحب کا یہی اسوۂ حسنہ

مجھے مجبور کرتا ہے کہ رسالہ پیشوا کے تذکرہ جمیل ۱۹۳۱ء کا انتساب قاضی صاحب

ممدوح کے اسم گرامی سے کیا جائے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیازکیش۔ سیّد عزیز حسن بقائی ایڈیٹر رسالہ پیشوا دہلی

۲۴ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۳۱ء

اسلامیہ دار الاشاعت دہلی کا

پیشوا

ایک ماہوار مصور اصلاحی رسالہ

جلد ۷	بابت ۸ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء مطابق ۲۱ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۰ھ	نمبر ۷

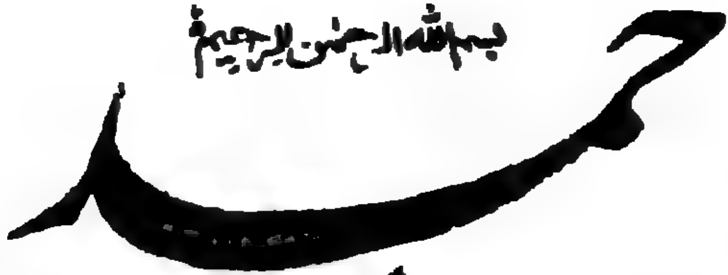
فہرست فوٹو بلاک

(۱) مکہ معظمہ (۲) جبل عرفات (۳) جبل ثور (۴) غار حرا (۵) چاہ زمزم (۶) جمرے (۷) سیدہ حضرت فاطمہؓ کا گھر (۸) جبل احد (۹) مسجد قبا کا بیرونی منظر (۱۰) مشہد گاہ دندان مبارک (۱۱) قبۃ الصخرا (۱۲) چند اشجار مدینہ (۱۳) مقام معجزہ شق القمر (۱۴) شہدائے احد کے مزارات (۱۵) باب السلام (۱۶) باب الرحمۃ (۱۷) مسجد قبا کا بیرونی حصہ (۱۸) گنبد خضرا کا اندرونی حصہ۔

حصۂ نظم

حصہ نثر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



(از جناب مولانا مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی بی اے ہوم سکرٹری سلطنت آصفیہ)

مجھہ کو ذوق نظر دیا تو نے
بے ہنر کو ہنر دیا تو نے

باتوں باتوں میں کہہ کے قصۂ طور
سب کو بے ہوش کر دیا تو نے

کیوں نہ اپنوں کو تو بھلا دے گا
جبکہ غیروں کو بھر دیا تو نے

کر دیا دل کو سیر گاہِ خیال
بے گھروں کو بھی گھر دیا تو نے

جو کہا تو نے مجھہ سے ہو نہ سکا
جو کہا میں نے کر دیا تو نے

راستہ خود بتا دیا ہم کو
اور پھر راہبر دیا تو نے

مجھہ سے خود سر غلام کو یارب
کون دیتا مگر دیا تو نے

درد سے دل کو روشناس کیا
آہ میں پھر اثر دیا تو نے

یوں تو ہر چیز سب کو دیتا ہے
عشق ہاں دیکھکر دیا تو نے

دی فرحت کو اور کیا حاجت
عشق اپنا اگر دیا تو نے

جگت سادہک وتار

(از جناب مولانا حاجی محمود حسن صاحب اسرائیلی پروفیسر السنہ شرقیہ)

سنسار کو پاپ نے گھیرا تھا ہر اور نپٹ اندھیرا تھا
باگوں کی طرح لڑتے رہتے تھے منش انیائے کا گھر گھر ڈیرا تھا

ست شکشا تھی نہ ست پستک اور کھوٹ پڑی تھی دھرموں میں
پریم کے بندھن ٹوٹ گئے تھے کرودہ کپٹ تھی کرموں میں

گیان کی کایا پلٹی تھی اپدیش نہ کوئی سنتا تھا
دھرم کے پھول سمجھکر مورکھہ پاپ کے کانٹے چنتا تھا

مورتی پوجن کا چلن تھا جس میں کچھہ کلیان نہیں
پوجن یوگیہ ہے کب وہ ایشور جس ایشور میں گیان نہیں

نہ دھرم سماج ادھرمی تھے اور گرہست نرکھہ کے دوارے تھے
ہنسا کے یادھک دیو نے آکر لاکھوں پاپ مارے تھے

مورتی کے استھان بہت تھے مکے کے ست دوارے میں
پاپ کی موجیں اٹھنے لگیں تھیں دھرم کے نرمل دھارے میں

بطحا کا اک راج کنور جب آیا لٹین لٹکائے ہوئے
آگرے اس کے چرنوں میں تھے جو بھٹکے بھٹکائے ہوئے

وہ چندر ماروپ اوتار تھا آیا جو مکے کے پربت پر
تمکائیں دیا کی کرنیں جس نے اپنی ادھرمی سنگت پر

جو اپنی سندر نینوں سے مکتی کا رس چھلکاتا تھا
جو درشن کو آتا تھا وہ سیس نوا کر جاتا تھا

یثرب کے باسی راج کنور اوتاروں کے سرتاج ہو تم
پرنام لو اپنے سیوک کا مہاراجوں کے مہاراج ہو تم

محمود پہ کرپا ہو داتا یہ پرارتھنا تم سے کرتا ہے
وہ پاپی ہے وہ مورکھہ ہے دم پریم کا پر تو بھرتا ہے

مہا سُندر من موہن

(از شریمتی کملا دیوی صاحبہ بمبئی)

من موہن سندر روپ شری بھگوان! میں آپ کی داسی کملا آپ کی سیوا میں نویدن کرتی ہوں کہ میرے من کی چنتا کو اپنے پریم سے تسکین دیجئے۔

میں آپ کے پریم کی ابھلاشی اور آپ کے درشن کی متوالی ہوں مہا سندر! میری آشا کو پورا کیجئے۔

میں آپ کے پوتر کاموں سے واقف اور آپ کی سچی داسی ہوں۔ میں نے آپ کی پریم سیوا کا حال کتابوں میں پڑھا ہے میں بھول نہیں سکتی کہ آپ ہی ایشور روپ اوتار ہیں جنہوں نے حرا کی گھاٹی میں۔ امن اور شانتی کے ساتھ تپسیا کی اور ایشور کا سندیس آنے کے بعد سنسار کی اصلاح کی۔

اے عرب کے مہا پُرش! آپ وہ ہیں جن کی سکشا سے مری ہوئی جاہت گئی اور ایشور بھگتی کا دھیان پیدا ہوا اور یہ آپ ہی کی کرپا تھی کہ عرب دیس کے ظالم ڈاکو اور راکشش اعلیٰ درجے کے دھرماتما سوامی اور ساد ہو بن گئے اور ویدانت کو سمجھنے لگے۔ بیشک آپ نے دھرم کے سیوکوں میں وہ بات پیدا کر دی کہ ایک ہی سمے کے اندر وہ جنرل کمانڈر اور چیف جسٹس بھی تھے اور مہاتما کی سدھا کا کام بھی کرتے تھے۔

اے مہا سندر رشی! میں اس لئے آپ کے نام کی مالا جپتی ہوں کہ آپنے عورت کی مٹی ہوئی عزت کو بچایا۔ اور اس کے حقوق تسلیم کئے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو اے سندر اوتار! آج ہماری آبرو خطرے میں ہوتی اور ہم سنسار میں ذلت کے ساتھ زندگی بسر کرتے۔ آپ ہی نے ہماری لاج رکھ لی اور ہمارے کلیش کو دور کیا۔

اے کملی والے داتا! میرے من کو شانتی ہوتی ہے جب میں اس بات پر غور کرتی ہوں کہ آپ نے اس دکھ بھری دنیا میں شانتی اور امن کا پرچار کیا اور امیر و غریب کو ایک سبھا میں جمع کیا۔

میں اس پریم شکتی کو دیکھکر خوش ہوتی ہوں کہ جب آپ کے ماننے والے پرماتما کو یاد کرنے کے لئے مسجد میں جمع ہوتے ہیں تو ان میں کوئی دشمنتا نہیں ہوتی۔ وہ سب آپس میں ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

اے پریم رشی! میں تمہارے درشن کے لئے بیتاب ہوں یہ ہی آشا

کملی والا من موہن

(از جناب سندر لال صاحب بی اے جمبد)

اک رام سنیہی گیانی گرو کل مجھ کو ملا تھا یاروں میں
وہ نین رسیلے پریم بھرے دلدار تھا دلداروں میں
وہ سندر چہرہ نور بھرا وہ رام سروپی متوالا
دلدار تھا وہ دلداروں میں سردار تھا وہ سرداروں میں
لولاک لما کا تاج دہرے وہ کملی والا من موہن
توحید کی مالا ہاتھوں میں کہتا تھا وہ ناداروں میں
کیوں دہن مایا کے لوبھ لگن نے من ہے تمہارا موہ لیا
تم باغ ارم کو چھوڑ یہاں پھرتے ہو کیوں غاروں میں
سب مایا ہے اس مالک کی جو خالق ہے ہر کایا کا
تم اس کے ہوتے اپنا سر کیوں پھرتے ہو بے چاروں میں
وہ سورج بنسی غار حرا سے آیا اتم نگری میں
تھی کرپا آپ نرائن جی کی مکتی کے اظہاروں میں
وہ بھگت گیانی من موہن تھا واقف ہر کے رازوں سے
گن گیان لوے کر آیا تھا وہ غفلت کے بیماروں میں
میں سیس نواؤں چرنن لاگوں نام محمدؐ جس کا ہے
شدھ ما دیش کئے سب اخل جس نے ہر کے پیاروں میں
آنند کے گر سکھلائے گیوا وگھٹ گھٹ میں تبلائے گیو
تھا وہ گیانی لاثانی پرمیشر کے اوتاروں میں
ہم داس رہیں گے مرتے دم تک یارو اس گر گیانی کے
ہیں روپ سروپ محمدؐ کے یاں قدرت کے آثاروں میں
تم لے کے نام اُسی کا جھنڈا پیدا کر دو اس نگری میں
یہ گیان دہرم کی آن نہیں ہے جاکر چھپنا غاروں میں

عرضداشت بحضور آقائے نامدار حضور سرور کائنات صلعم

(از جناب مولانا منظور حسین صاحب مہر القادری)

اے کہ ترا جمال ہے طلعت مہر گستری
اے کہ تری ادا میں ہے نازش بندہ پروری

تیرے کرم کی معترف عظمت کعبۂ خلیل
تیرے کمال کی گواہ صنعت دست آذری

اے کہ ترے قدم سے ہے عرش کا تاج سرفراز
تیرے حضور سجدہ ریز رفعت چرخ چنبری

پیکر کفر و شرک میں ڈال دیں تو نے لرزشیں
رعب سے تیرے کانپ اٹھی روح غرور خودسری

تو نے عرب کی خاک کو تختۂ گل بنا دیا
ریت سے خود ابل پڑا چشمۂ مہر پروری

تیرے کرم کی ایک شان ہستی حضرت بلال رضؓ
فیض کا تیرے ایک نقش داغ جبین بوذری رضؓ

صبر کا تیرے ایک رخ منظر سجدۂ حسین رضؓ
رحم کا تیرے آئینہ رحمت چشم حیدری رضؓ

تیری وفا کی ایک جھلک دست فگار فاطمہ رضؓ
تیری معاشرت کی شان گرد قبائے حیدری رضؓ

خاک پہ سونے والوں کو تیرے کرم نے کر دیا
صاحب جاہ و مملکت مالک تخت قیصری

آ کہ ترے غلام پھر بندۂ اہل کفر ہیں
فرق سے کب کا گر پڑا دیکھ تو تاج سروری

گنبد سبز کے مکیں دیکھ ہماری حالتیں
اب نہ وہ شان سروری اب نہ وہ ناز برتری

خالدؓ با وفا کو بھیج۔ حیدر صف شکن کو بھیج
چار طرف سے ہو گیا حملۂ فوج کافری

پھر ہمیں بامراد کر، پھر ہمیں فتحمند کر
دے وہی ولولوں میں جوش پھونک دے روح حیدری

امت خستہ حال را مژدۂ جانفزا بدہ
چارۂ درد دل بکن عزت و اعتلا بدہ

زمانے میں مچی ہے دھوم لو شق القمر دیکھا

(از جناب علامہ پنڈت رام ناتھ صاحب ساحر بی اے دہلوی)

تجھے اے جلوہ آرا ہم نے ہر سو جلوہ گر دیکھا
ہمیں تو ہی نظر آیا جہاں دیکھا جدھر دیکھا

سراپا میں ترے حسن دو عالم جلوہ گر دیکھا
نہاں و آشکارا سر بسر پیش نظر دیکھا

نظر کب تاب لا سکتی ہے دیدار تجلے کی
جو بیہوشی میں دیکھا ہے تو بے ذوق نظر دیکھا

لگا آنکھوں میں جب خاک در میخانہ کا سرمہ
تکلف بر طرف ساقی نظر آیا جدھر دیکھا

پڑے کاکل ہیں کس انداز سے رخسار ساقی پر
زمانے میں مچی ہے دھوم لو شق القمر دیکھا

پکارا ناز سے یہ بے اثر ہے میری آتش سے
میرا دامن شراب شوق ساقی سے جو تر دیکھا

فنا ہونے میں ہر دم راحت جاوید ملتی ہے
یہ وہ جلوہ ہے ساحر جس کو ہم نے عمر بھر دیکھا

توحید حق کا پھیلانے والا دنیا میں آیا

(از جناب مولانا عبد الحی صاحب قادری الیفی)

توحید حق کا پھیلانے والا دنیا میں آیا دنیا نے دیکھا
نور ہدایت عالم میں چمکا عالم ہی بدلا گمراہیوں کا
باطل کے گھر میں ماتم ہے برپا پیدا ہوا وہ حق کا منادی
شیطان بھاگا بت گر پڑے سب اللہ اکبر کیا بت لا
ادیان بدلے اخلاق بدلے اعمال بدلے افعال بدلے
کس کی صدائے معجز نما کا ہے یہ کرشمہ ہے یہ تماشا
تہذیب سکھی تعلیم پائی بدکار قوم اور ایسی بھلائی
کس نے سکھائی کس نے بتائی کس نے سدھاری کس نے سنبھالا
غارتگری کو رحمت سکھائی چوری کو بخشش کرنی بتائی
قاتل شہیدوں کی صف میں آئے صفہ کے بیکس ہیں شاہ دنیا
ہے سر قلیت قیصر کی گریاں اور قصر ابیض برباد ویراں
کھڑی چٹائی پہ جلوہ فرما فرمان شاہی لکھتا ہے ایسا
ہے روم میرا اور شام میرا فارس بھی میرا میں اس کا مالک
میرے خدا نے مجھ کو دیا ہے دنیا پہ غلبہ عالم پہ قبضہ
ہے فوج میری حق کی اعانت ہتھیار میرے نیکی و طاعت
نصر من اللہ ہے قوت میری میرا نشاں ہے انا فتحنا
میدان کا غازی منبر کا واعظ مسجد کا عابد مسند کا مالک
میرے خدا نے مجھ کو کیا ہے میرے خدا نے مجھ کو بنایا
مجھ کو مٹا دے دنیا کی طاقت؟ سن لے یہ دنیا ممکن نہیں ہے
میں ہی رہوں گا دنیا میں قائم لونڈی رہیگی میری ہی دنیا
ہے وصف میرا مسلم موحد عبد الہی انسان کامل
حامد محمد محمود احمد میرے لقب ہیں میرے ہی اسما

فخر کائنات غیر مسلموں کی کتب مقدسہ میں

"مارانا تا"

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی ایڈیٹر اخبار پیغام صلح)

مسیحیت کے ابتدائی زمانہ میں عیسائی لوگ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ تو سلام کے طور پر "مارانا تا" کہا کرتے تھے۔ عشائے ربانی کی رسم میں مے پیتے اور یسوع مسیح کی یاد میں روٹی کا ٹکڑا توڑتے تو زور سے کہتے "مارانا تا" کوئی دوست کسی دوست کو خط لکھتا تو آخری کلمہ ہوتا "مارانا تا" مصائب سے نجات پانے کے لئے رات کی تاریکی میں کسی جگہ دعا کے لئے جمع ہوتے تو وہ رات شب "مارانا تا" کہلاتی یہ کلمہ ان کے اندر برکت کا کلمہ تھا۔ اس "مارانا تا" کے فقرہ سے ان کی جماعت میں ولولہ اور ذوق و شوق کے جذبات پیدا ہوتے۔ وہ اس کلمہ میں امید و رحمت کی روشنی دیکھتے تھے ان کی زندگی کا نصب العین ہر کام میں ان کا مطمع نظر "مارانا تا" تھا۔ صبح و شام ان کے اندر "مارانا تا" کا شور و غوغا تھا۔ جہاں کسی مسیحی کو غافل دیکھا دوسرے نے کہا "مارانا تا" اور اسکی سستی اور غفلت۔ جوش و خروش اور چستی سے بدل گئی۔ غرض گھر میں۔ بازار میں۔ گرجا میں۔ رات کی تاریکی میں دن کی محفلوں میں اور مذہبی رسوم اور عبادات میں سب جگہ "مارانا تا" کا غلغلہ تھا۔ مسیحی دنیا میں اس "مارانا تا" کے ساتھ بڑے بڑے مقاصد اور امیدیں وابستہ تھیں۔ لیکن یسوع مسیح کی یہ امت "مارانا تا" سے مایوس ہونے لگی۔ کوئی امید اور آرزو اس نعرے کے ورد اور ذکر سے ان کی بر نہ آئی۔ اور آخر یہ نعرہ بے اثر ہو کر رہ گیا اور رفتہ رفتہ اس کا رواج چند صدیوں بعد بالکل مفقود ہو گیا۔ اب اس "مارانا تا" کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ اب ضرورت ہو اس امر کی کہ ہر ایک مسلمان جب کسی عیسائی دوست سے ملے۔ تو اسکو یاد دلائے "مارانا تا" اور جب اپنے مسیحی دوستوں کی محفل میں جائے تو نعرہ لگائے "مارانا تا" پادری صاحبان لیکچر کے لئے کھڑے ہوں تو مسلمان کہے "مارانا تا" مسیم صاحب پڑھانے کے لئے سکول آئیں تو لڑکیاں پکاریں "مارانا تا" مشن کالج میں پروفیسر آئیں تو لڑکے سلام کریں "مارانا تا" کسی عیسائی دوست کو خط لکھیں تو پہلے لکھیں "مارانا تا" لیکن آپ اب تک اس "مارانا تا" سے واقف نہ ہوئے ہونگے کہ یہ کیا چیز ہے اور عیسائی دنیا کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ لیجئے ہم آپکو اس "مارانا تا" کی حقیقت سمجھائے دیتے ہیں۔ جناب مسیح نے ایک تمثیل بیان کی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت

ایک گھر کا مالک تھا۔ جس نے انگوری باغ لگایا اور اس کے چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبان کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا پھر جب پھل کا موسم قریب آیا۔ تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبان کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا۔ مگر باغبان نے اسکے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا کسی کو سنگسار کیا۔ اور کسی کو قتل کیا" ــ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلے سے زیادہ تھے مگر باغبانوں نے ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا" ــ "آخر اس نے اپنے بیٹے (یعنی یسوع مسیح) کو ان کے پاس یہ سوچکر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کرینگے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا کہ وارث تو یہی ہے۔ آؤ اسے قتل کر کے اس پر قبضہ کر لیں۔ چنانچہ اسے پکڑ کر باہر نکالا۔ اور قتل کر دیا"۔ پس جب باغ کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ انھوں نے کہا کہ وہ ان برے آدمیوں کو بری طرح ہلاک کرے گا۔ اور باغ کا ٹھیکہ اور باغبان کو دیگا۔ جو موسم پر اسکو پھل دیں گے"......

...."یسوع نے ان سے کہا کہ کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا۔ کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ اور خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہوا۔ پس میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کو پھل دے گی دیدی جائے گی۔ جو کوئی اس پتھر پر گرے گا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے۔ مگر جس کسی پر وہ گر گیا اسے پیس ڈالے گا"

یہ ہے وہ "مارانا تا" کہ جس کی آمد کی یاد مسیحی دنیا نے ایک عرصہ تک قائم رکھی کہ ان تمام اعمال و اشغال زندگی میں اسی کی پکار رہی ہے۔

دوسری بشارت

اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کروگے ؟ تو میں باپ سے درخواست کرونگا کہ وہ تمہیں دوسرا وکیل بخشیگا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی حق کی روح ۔

(یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵ - ۱۷)

تیسری بشارت

میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں ...... لیکن **وکیل جو روح القدس** ہے ۔ اور جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا ۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا

—— اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا ۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور میرے پاس اس کا کچھ نہیں ہے "

(یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۵ تا ۳۱)

اس بشارت سے ہمیں مندرجہ ذیل باتیں ملی ہیں :-

(ا) آنے والا مسیح سے افضل ہوگا ۔ کیونکہ مسیح خود اقراری ہے کہ وہ میرے پاس اس کا کچھ نہیں ہے "

(ب) آنے والا نبی تمام دنیا کا سردار ہوگا ۔

(ج) جس شریعت کو میں ناکمل چھوڑ کر چلا ہوں ۔ وہ اس کو کامل کردے گا ۔

(د) جو جو باتیں میں نے (مسیح نے) تم سے کہی ہیں وہ ان سب کو دہرائے گا ۔ آنحضرت صلعم کے سوا دوسری کوئی شخصیت ان کی مصداق نہیں ۔

چوتھی بشارت

...... لیکن جب وہ یعنی حق کی روح آئے گی تو تم کو تمام حق کی راہ دکھائے گی ۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گی بلکہ جو کچھ سنیگی وہی کہے گی ۔ اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گی ۔ اور میرا جلال ظاہر کرے گی ۔

(یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ - ۱۴)

اس بشارت سے آیہ کریمۂ "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی" کی تصدیق ہوتی ہے ۔ نیز اس بشارت میں جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گی ۔ بلکہ جو کچھ سنے گی وہی کہے گی " :

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

کا ترجمہ ہے :-

"مارانا تا" کے معنی ہیں ۔ خداوند آتا ہے ۔ وہ خداوند کون ہے ۔ اور اس کے نشانات اور علامات کیا ہیں ۔ وہ جناب مسیح کی مندرجہ بالا پیشگوئیوں سے ظاہر ہیں ۔ اب مسیحی دوستوں کو چاہیئے کہ وہ خداوند کے ان نشانات کے مطابق محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ابتدائی مسیحی زمانہ کے مقدس لوگوں کے دل کی تڑپ اور خداوند کے انتظار میں ان کے قلبی ولولہ اور جوش و خروش کو سامنے رکھتے ہوئے ایک دفعہ پھر سچے دل سے نعرہ لگائیں "مارانا تا" اور اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق کو انجیل کی روشنی میں تلاش کریں ۔

با دشمنان مدارا

(جناب مولانا حامد حسن صاحب قادری بچھرایونی پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ)

وہ فخر آدم سردار دو عالم | عقبیٰ کا آسرا ہیں۔ دنیا کا ہیں سہارا
خلق عظیم والے لطف عمیم والے | عالم پہ جن کے احساں ہیں عالم آشکارا
وہ خلق تھا کہ جس سے بن جائیں دوست دشمن | وہ لطف تھا کہ جس سے ہو موم سنگ خارا
ادنیٰ سا اک نمونہ خلق نبیؐ کا یہ ہے | آئے تھے وفد لے کر نجران کے نصارا
حسن سلوک کیا تھا ان غیر مسلموں سے | انصاف کی نظر سے دیکھے کوئی خدارا
گو دشمنان دین تھے آئے تھے بن کے مہمان | مسجد میں خود نبیؐ نے اس وفد کو اتارا
مہماں نوازیاں تھیں اُن پر رسول حق کی | تھا منکران حق کا کیا اوج پر ستارا
تثلیثیوں کو اس میں اذن نماز دیدی | جس پاک سرزمیں کو تھا شرک سے نکھارا
مشرق کے رُخ انہوں نے مسجد میں کی عبادت | پایا رسول حق کی مرضی کا جب اشارا
یہ بات گو صحابہ دل سے نہ چاہتے تھے | انکار کا مگر تھا اس وقت کس کو یارا
حکمت انھیں بتا دی حسن معاملت کی | سمجھا دیا یہ ان کو جن کو نہ تھا گوارا

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

قیام تعظیمی

(از جناب مولانا مولوی محمد لطیف الدین صاحب)

اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مختلف اسلوب سے اس درجہ ہم کو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی تعظیم کے متعلق ہدایات فرمائی ہیں کہ جس کے سرسری مطالعہ کے بعد کسی بحث اور شک کی ذرا بھی گنجائش باقی نہیں رہتی لیکن آج بدبختی اور شامت اعمال سے دنیائے اسلام کے مختلف گروہوں میں ذکر ولادت شریف کے وقت قیام تعظیمی کو بدعت ٹھیرایا جاتا ہے حالانکہ اللہ جل شانہ نے خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ادب واحترام کیا ہے کہ تمام قرآن شریف میں بجز چند مقامات کے کہیں آپ کا نام نامی نہیں لیا ہے بلکہ جہاں کہیں خطاب فرمایا ہے وہاں آپ کو آپ کے القاب سے خطاب فرمایا ہے کہیں ارشاد ہوتا ہے یا ایہا الرسول کہیں یا ایہا النبی، کہیں فرماتا ہے یا ایہا المزمل کہیں یا ایہا المدثر کہیں طٰہٰ، اور کہیں یٰسین کے ایسے مبارک القاب سے خطاب فرماتا ہے۔

خیال فرمایئے کہ جس نبی و رسول کا خالق مطلق یہ ادب واحترام کرے اس کا ادب واحترام اس کی امت یعنی ہم غلامان غلام برائے نام پر کس درجہ واجب ولازم ہوگا۔ صرف یہ ہی نہیں کہ اللہ تعالے کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم بھی ادب واحترام بجالائیں بلکہ اللہ جل شانہ نے ہمارے اوپر حضور کے ادب واحترام کو فرض کیا ہے۔ یہ امر بالکل مسلم الثبوت ہے کہ ہر امر قرآنی ہر مسلمان پر واجب ہے چنانچہ ایک مقام پر اللہ جل شانہ مومنین کو خطاب فرما کر حکم صادر فرماتا ہے۔

یا ایہا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین	اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول
یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ	کے سامنے پیش دستی نہ کرو، اور اللہ سے
سمیع علیم٭ یا ایہا الذین اٰمنوا	ڈرتے ہوئے بے شک اللہ سننے والا اور جاننے
لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی	والا ہے۔ اے ایمان والو نبی کی آواز پر
ولا تجہروا لہٗ بالقول کجہر بعضکم لبعض	اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو اور بلند آواز کی
ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون٭	بات نہ کرو جس طرح تم میں کا ایک دوسرے
ان الذین یغضون اصواتہم	سے باآواز بلند بات کرتا ہے کہیں ایسا نہ
عند رسول اللہ اولٰئک الذین	ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور
امتحن اللہ قلوبہم للتقوی لہم	تم کو خبر نہ ہو بے شک جو لوگ رسول اللہ
مغفرۃ واجر عظیم٭ ان الذین	کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے
ینادونک من وراء الحجرات اکثرہم	ہیں وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے
لا یعقلون٭ ولو انہم صبروا حتی	پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے ان کے لئے
تخرج الیہم لکان خیرا لہم واللہ	بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ بے شک جو لوگ
غفور رحیم٭	آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں

کے اکثر آپ کے علوی مراتب کو نہیں سمجھتے اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یقیناً ان کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات میں اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو چند آداب تعلیم فرمائے ہیں اور سب سے پہلے حضور کا ادب اور آپ کی تعظیم صحابہ کو تعلیم فرمائی کہ رسول کے سامنے کسی کام میں پیش قدمی نہ کرو آپ کے ارشاد اور حکم کے منتظر رہا کرو جیسا کچھ آپ حکم دیں اس کی تعمیل کرو رسول کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو اور نہ آپ سے باآواز بلند کلام کیا کرو۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے:-

لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ	تاکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ
وتوقروہ	اور مدد کرو اس کی اور تعظیم کرو۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء	آپس کے پکارنے کی طرح رسول کو نہ پکارو
بعضکم بعضا۔	یعنی حضور کا نام نامی لے کر نہ پکارو بلکہ آپ کو

القاب وآداب سے پکارو۔

غرضکہ اسی طریقہ سے متعدد مقامات پر ہم کو حضور کی تعظیم وتکریم بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ذکر ولادت باسعادت کے وقت جو قیام کیا جاتا ہے وہ تعبیری نہیں بلکہ تعظیمی ہی ہے۔ پس جبکہ عموم الفاظ کے تحت میں ہر قسم کی تعظیم ہم پر واجب ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ قیام تعظیمی جو منجملہ تعظیمات نبوی کے ایک فرد تعظیم ہے ممنوع ہو بلکہ یہ تو ادب واحترام کی وہ ادا ہے جو جائز ہی نہیں بلکہ مستحسنات علماء میں ہے۔

احادیث ذیل جواز قیام تعظیمی پر دلالت کرتی ہیں

سنن ابی داؤد میں حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شان میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

عن عائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا قالت ما رایت احدا اشبہ سمتا	عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے
وخلقا وھدیا برسول اللہ صلی اللہ	کسی کو نہیں دیکھا مشابہ زیادہ از روئے شکل
علیہ وسلم فی قیامھا وقعودھا من	اور اخلاق اور رویہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ

فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه علیہ وسلم کے ان کی نشست و برخاست میں تھا
وسلم ورضی الله عنها قالت وکانت رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
اذا دخلت علی النبی صلی الله علیه وسلم سے فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ جب حضرت
وسلم قام الیها فقبلها واجلسها فی فاطمہ حضورؐ کی خدمت میں تشریف لاتیں تو حضور
مجلسه وکان النبی صلی الله علیه ان کے واسطے قیام فرماتے اور ان کو بوسہ
وسلم اذا دخل علیها قامت من دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھلاتے اور جب حضور
مجلسها فقبلته واجلسته فی مجلسها نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم حضرت فاطمہ
کے یہاں تشریف لیجاتے تو حضرت فاطمہ حضور کے واسطے قیام فرماتیں اور آپ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کے واسطے حضور خود قیام فرماتے تھے حالانکہ یہ امر بالکل مسلم الثبوت ہے کہ کوئی ذات حضور سے افضل نہ تھی باوجود اس کے حضور نے اپنی صاحبزادی کے واسطے قیام فرما کر یہ امت کو تعلیم فرمایا ہے کہ تمہارے اوپر ہر بزرگ کی تعظیم وتکریم ضروری ہے۔ سنن ابی داؤد اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری اور مشکوۃ شریف میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی الله ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ سعد بن
عنه ان ناسا نزلوا علی حکم سعد معاذ کے حکم کی بنا پر لوگ حضورؐ کی خدمت
بن معاذ رضی الله عنه فارسل الیه میں حاضر ہوئے پس آپ نے ان کو بلا بھیجا
فجاء علی حمار فلما کان قریبا من المسجد پس سعد بن معاذ گدھے پر تشریف لائے جب
قال النبی صلی الله علیه وسلم قوموا مسجد سے قریب ہوئے تو حاضرین سے نبی
الی خیرکم او سیدکم۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھڑے ہو تم طرف
بہتر اپنے کے یا سردار اپنے کے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ شخص کی تشریف آوری پر ہمارے اوپر بھی قیام ضروری ہے۔ جیسا کہ سعد بن معاذ کی تشریف آوری پر حضورؐ نے ان کی تعظیم کا حکم حاضرین کو دیا جیسا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس حدیث کے تحت میں شرح فارسی مشکوۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔

پوشیدہ نماند کہ قیام آنحضرت مر فاطمہ را ترجمہ:- چھپا نہ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ
وقیام وی مر آنحضرت را سابقا معلوم شد علیہ وسلم کے واسطے حضرت فاطمہ کا قیام
وتاویل آنکہ آں قیام محبت واستقبال بود اور حضرت فاطمہ کے واسطے حضور انورؐ کا
نہ تعظیم واجلال خالی از بعدے نیست وہم قیام پہلے معلوم ہو چکا ہے اور اس قیام
طیبی از محی السنۃ نقل کردہ کہ اجماع کردہ اند کی اس طور پر تاویل کرنا کہ یہ قیام تعظیم
جماہیر علماء بایں حدیث بر اکرام اہل فضل از اور بزرگی والفت کا نہ تھا بلکہ محبت اور
علم یا صلاح یا شرف بقیام و امام محی السنۃ استقبال کا تھا دور از فضول ہونے سے
محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ ایں خالی نہیں ہے اور واقع میں توجیہ
قیام مر اہل فضل را وقت قدوم ایشان لائق ہے اس واسطے کہ قیام کرنا ابتدا
مستحب است واحادیث در ایں باب سے اس وقت تک صرف محبت کی وجہ
وارد شدہ ونہی از ان صریحا چیزے بلا اظہار عظمت کسی انسان سے واقع نہیں
صحیح وارد نشدہ و در مطالب المومنین از ہوا ہے) اور طیبی نے امام محی السنۃ سے
قنیہ نقل کردہ کہ مکروہ نیست قیام جالس نقل کیا ہے کہ سب علماء کے گروہوں نے
از برائے کسیکہ در آمدہ است بروی بجہت اسی حدیث سے اہل بزرگی اور عظمت کے
تعظیم وقیام مکروہ نیست بلکہ مکروہ قیام کرنے پر اجماع کیا ہے وہ بزرگی علم
محبت قیام است از کسیکہ قیام کردہ ہو یا صلاح یا اور کوئی شرف ظاہری ہو
شدہ واستعمال وے وانگر دے ہوا اور امام محی السنۃ محی الدین نووی رح
محبت قیام نزار وقیام برائے او مکروہ نے کہا ہے کہ اہل فضل کے واسطے قیام تعظیمی
نیز وقاضی عیاض مالکی گفتہ کہ قیام میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور
منہی عنہ در حق کسے است کہ نشستہ باشد قیام تعظیمی کی ممانعت میں کوئی خبر صحیح و
وایستادہ باشند پیش وے مردم تا صریح ثابت نہیں ہوئی ہے اور مطالب المومنین
نشستن وے چنانچہ در حدیث بیاید میں فتاوی قنیہ سے کہ یہ دونوں فقہ کی
در قیام تعظیمی برائے اہل دنیا بجہت کتابیں ہیں) نقل کیا ہے کہ کسی بیٹھے ہوئے
دنیائے ایشان وعید شدید وارد شدہ شخص کا کسی آنیوالے شخص کی وجہ سے
است مکروہ در غایت کراہت۔ اس کی تعظیم کو کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے اور
کسی کا بالذات کسی کے واسطے قیام کرنا فی نفسہ مکروہ نہیں ہے بلکہ جس شخص کے واسطے لوگ قیام کرتے ہیں اس کو اپنی تعظیم کرانے کا شوق مکروہ ہے قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ قیام تعظیمی اس شخص کے حق میں منع ہے جو خود بیٹھا رہے اور لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں (جیسا کہ متولین اہل دنیا کا قاعدہ ہے کہ اپنے ماتحت کو اپنے سامنے کھڑا رکھتے ہیں) چنانچہ اہل دنیا کے قیام کے متعلق ان کے تمول دنیاوی کی وجہ سے حدیث میں وعید شدید وارد ہوئی ہے البتہ یہ بہت سخت مکروہ ہے۔

اور بھی مشکوۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔

قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ حضور ہمارے ساتھ
یجلس معنا فی المسجد یحدثنا فاذا قام مسجد میں تشریف فرما ہوتے اور باتیں
قمنا قیاما حتی نراه قد دخل بعض کرتے رہتے پھر جب حضور تشریف لے جانے
بیوت ازواجه۔ لگے تو ہم اتنا قیام کرتے کہ حضور اپنی بعض
بیویوں کے گھروں میں داخل ہو جاتے۔

وعن عائشة رضی الله عنها قالت یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ زید بن
قدم زید بن حارثة المدینة و حارثہ حضورؐ کی موجودگی میں مدینہ شریف آئے
رسول الله صلی الله علیه وسلم بها تو حضورؐ نے ان کے لئے قیام فرمایا اور ان سے
فقام الیه فاعتنقه وقبله۔ معانقہ فرمایا اور ان کو بوسہ دیا۔

وعن عدی بن حاتم ما دخلت اور عدی بن حاتم سے کہا کہ نہیں حاضر ہوا میں

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
الا طرک - (اقدس میں مگر یہ کہ حضور نے قیام فرمایا ہو آپ کے)

وفی روایۃ ان قیام المرأۃ من مرتبیہ اور ایک روایت میں ہے کہ مکلوم کا اپنے رئیس
الفاضل والوالی بالعادل وقیام المتعلم فاضل و حاکم عادل کے واسطے اور شاگرد کا
للعالم مستحب غیر مکروہ۔ استاد کے واسطے قیام کرنا مستحب ہے مکروہ نہیں ہے

قارئین نے اندازہ فرمالیا ہوگا کہ احادیث مذکورہ بالا میں سے بعض احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ حضورؐ نے ہم کو قیام تعظیمی کا حکم صادر فرمایا اور بعض اس امر پر دال ہیں کہ حضورؐ نے خود قیام تعظیمی فرمایا اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے قیام کو حضورؐ نے منع نہیں فرمایا پس ان احادیث مذکورہ بالا سے قیام تعظیمی کا ثبوت قولاً اور فعلاً اور تقریراً بخوبی ہوگیا اور یہ امر تو بالکل ظاہر ہے کہ وقت ذکر ولادت شریف جو قیام کیا جاتا ہے وہ تعظیمی ہی ہے پس اس کے بدعت و ممنوع ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس کے مستحسن ہونے میں ذرا بھی شک و گنجائش نہیں۔

جو لوگ کہ قیام تعظیمی کے منکر ہیں وہ تین حدیثیں اپنے ثبوت میں پیش کرکے عوام کو سخت مغالطہ میں ڈالتے ہیں حالانکہ ان تینوں حدیثوں سے قیام تعظیمی کی ممانعت ہرگز نہیں ثابت ہوتی اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث کا تذکرہ کرکے ان پر بھی کافی روشنی ڈالدی جاوے تاکہ عوام مغالطہ میں نہ پڑیں۔

عن انس قال لم یکن شخص احب حضرت انس سے روایت ہے کہ صحابہ کے
الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد
وسلم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما کوئی ذات محبوب نہ تھی لیکن صحابہ جب حضورؐ
یعلمون من کراھتہ لذلک (رواہ الترمذی) کو دیکھتے تھے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ
وہ جانتے تھے کہ حضور اس کو پسند نہیں فرماتے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اس حدیث میں قیام تعظیمی کی ممانعت نہیں ہے بلکہ صحابہ کے قیام نہ کرنے کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کراہت مذکور ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضورؐ کا اپنے قیام تعظیمی کو ناگوار کرنا بسبب شفقت صحابہ کرام تھا جیسا کہ لم یکن شخص احب الیہم اس امر پر دال ہے اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وطیبی گفتہ کہ ایں کراہت از جہت کمال محبت یعنی طیبی نے کہا ہے کہ یہ کراہت یعنی آنحضرت
درسوخ مودت و صفائے باطن و تآلف صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کے کھڑے ہونے کو
محبوب بود کہ موجب رفع تکلف و حشمت و حجاب اپنے واسطے ناگوار کرنا کمال محبت کی وجہ
اتحاد و یگانگی است پس حاصل آں آمد تھا جو صحابہ کو حضور کے ساتھ اور حضور کو
کہ قیام و ترک قیام بحسب ازمان و احوال صحابہ کے ساتھ تھی اور حضورؐ کے کمال خلق
واشخاص مختلف گردد و ازیں جا است کہ عظیم کی وجہ سے جو حضور کی ہیبت خاص
گاہے کردہ اند و گاہے نہ و بایں وجہ حاصل میں مخفی ہوئی تھی اور آپ کا باطن صاف
می گردد تطبیق و توفیق میان احادیث اور بے تکلف تھا آپ کے نزدیک یہ عادات
وقول او لم یکن شخص احب اشعر ست رسمیہ زوائدات سے تھی اور مقصود حضور
باکثر محبت مستلزم تعظیم و ہیبت و اجلال صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کے دلوں کو
ست باوجود آں چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الفت کرنا اور خوش کرنا ہوا کرتا تھا یہ ہی
علیہ وسلم کراہت میداشت آں را بعنی وجہ بات تھی کہ اپنی بار بار کی آمد و رفت میں
خواستند بجہت طلب رضا و اطاعت صحابہ کے کھڑے ہونے کو اپنے واسطے ناگوار
وازیں جا معلوم گردد کہ الاطاعت فوق خیال فرماتے تھے تو حقیقۃً یہ ناگواری اظہار
الادب و بردشتی طیبی کہ رفت ہیں محبت ناشی ہیبت کی غرض سے نہیں ہوسکتی بلکہ
دکمال آں باعث بر عدم قیام آمد گرپا یقیناً مفید شفقت و رحمت ہے کہ بار بار کے
کانوا اذا راوہ لم یقوموا بیان ثمرہ و نتیجہ اٹھنے والے کو اٹھنے میں ایک مشقت ہوتی
کلام سابق ست فافہم۔ ہے حاصل کلام یہ ہے کہ قیام کرنا یا نہ کرنا

وقتوں اور لوگوں اور کیفیتوں کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتا ہے کبھی کسی شخص کو کسی مصلحت کی وجہ سے قیام کرنا ضروری ہوتا ہے اور کبھی کسی کو کسی خاص مصلحت کی بنا پر قیام نہ کرنا ضروری ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے اپنے واسطے کہیں قیام کو پسند فرمایا اور کہیں ناپسند فرمایا انہیں وجوہات سے قول فعل اور عادات حضور نبی کریمؐ و صحابہ کے درمیان تطبیق و توفیق حاصل ہوتی ہے اور راوی کا قول (لم یکن شخص احب) اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ غلبہ محبت کثرت تعظیم و ہیبت اور بزرگداشت کا مقتضی ہے اور یہ چیز اس امر کی مقتضی ہے کہ حضورؐ کے واسطے خواہ مخواہ قیام کیا ہی کریں باوجود اس کے چونکہ حضور نبی کریمؐ ناگوار فرماتے تھے حضورؐ کی اطاعت کی غرض سے صحابہ کبھی قیام نہیں کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت ادب سے بڑھکر ہے یہی وجہ ہے کہ بعض وقت صحابہ نے بسبب اطاعت حضور کے قیام نہیں بھی کیا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ نفس قیام تعظیمی مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر نفس قیام مکروہ ہوتا تو دیگر مواقع پر حضور نہ خود قیام فرماتے اور نہ دوسروں کو حکم قیام دیتے حالانکہ دیگر مواقع پر حضور کا خود قیام فرمانا اور قیام کے واسطے حکم دینا ثابت ہے جیسا کہ احادیث مندرجہ بالا سے معلوم ہوتا ہے تو بلاشبہ نفس قیام مکروہ نہیں ہے۔

وعن ابی امامۃ قال خرج علینا ابی امامہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والتسلیم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف
متوکئا علی عصی فقمنا الیہ فقال لائے تو ہم لوگ آپ کی وجہ سے کھڑے ہوگئے
لا تقوموا کما تقوم الاعاجم تعظیم فرمایا کہ مت کھڑے ہو جیسے عجمی ایک دوسرے
بعضہا بعضاً (رواہ ابوداؤد) کی تعظیم کرتے ہیں۔

اس حدیث سے بھی مطلق قیام تعظیمی کی ممانعت نہیں ثابت ہوتی بلکہ ممانعت اس تعظیم کی ہے جو عجمی ایک دوسرے کی کیا کرتے تھے یعنی معظم کے بیٹھ جانے کے بعد بھی دوسرے لوگ اس کے سامنے مودب کھڑے رہتے تھے جیسا کہ امرا و سلاطین کے درباروں کا قاعدہ تھا چنانچہ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضہا بعضاً

اس امر پر کافی دلیل ہے اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"جس طرح عجمی لوگ کھڑے ہوتے ہیں اس طرح نہ کھڑے ہو اہل عجم کی تشبیہ یہ نہ اٹھنے اور نہ کھڑے ہونے میں دی ہے آیا اصل قیام میں تشبیہ ہے یا کیفیت خاص میں کہ جب کوئی ان کا بڑا ان کے روبرو آجاتا ہے تو اس کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں اور تعظیم دینے کے لئے کھڑے رہتے ہیں اور اس کی تعظیم کے واسطے آگے بڑھتے ہیں اور اس کے بیٹھنے کے بعد کھڑے رہتے ہیں جیسا کہ حضور نے اپنے قول تعظیم بعضہا بعضا سے اس کی تشبیہ دی ہے کہ بعض چھوٹے بعض بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں اس توجیہ پر اصل قیام تعظیم کی غرض سے منع نہیں کیا جاتا جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے البتہ وہ قیام جو کبر اور نخوت کی بنا پر ہو تو یقیناً ممنوع ہے۔"

ابو داؤد کی روایت ہے کہ حضرت معاویہ ابن زبیر اور ابن عامر کے پاس آئے تو ابن عامر کھڑے ہو گئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے تو ابن عامر سے حضرت معاویہ نے فرمایا کہ بیٹھو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس کو اپنے لئے لوگوں کا قیام پسند آئے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

اس حدیث سے بھی مطلق قیام تعظیمی کی کراہت و ممانعت نہیں معلوم ہوتی بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کو اپنی تعظیم محبوب ہو تو اس کی تعظیم مکروہ ہے جیسا کہ حضرت معاویہ کا قول "من احب ان یتمثل له الرجال" اس امر پر دال ہے۔

اور حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں "اس جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام اس وقت مکروہ و ممنوع ہے جبکہ کوئی شخص کسی دوسرے کے قیام کو اپنے سامنے بطریق تعظیم و تکبر محبوب رکھتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو مکروہ بھی نہیں ہے"۔

پس احادیث مذکورہ سے قیام تعظیمی کو ناجائز ٹھہرانا خلاف انصاف ہے۔

نیز حضور کے دنیا میں تشریف لانے کا وقت شعائر اللہ میں سے ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور شعائر اللہ کی تعظیم دلیل تقویٰ ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب یعنی جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یقیناً وہ بھی قلوب کی پرہیزگاری کی علامت ہے۔

پس ولادت شریف کی صورت مثالی کے وقت قیام تعظیمی کرنا جو تعظیم کا ایک فرد ہے مستحسن ہوگا علاوہ بریں بڑے بڑے علماء کا ذکر ولادت شریف کے وقت قیام تعظیمی کرنا تو اتفاق علماء کی وجہ سے دلیل استحسان ہوگا اور کسی ایسے عمل کو جو علماء عمل کرتے ہوں اور اس میں کوئی قبح شرعی نہ پایا جائے حدیث شریف میں مستحسن بتایا گیا ہے حدیث شریف میں ہے "ما راٰه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن" جس فعل کو مومن بہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

اس وقت عام طریقہ سے لوگ دوسروں کو حضرت مولانا محمد عبد الحی صاحب فرنگی محلی کا حوالہ دیتے ہوئے قیام تعظیمی سے منع کرتے ہیں حالانکہ جو عبارت مولانا نے قیام تعظیمی بوقت ذکر ولادت شریف کے متعلق تحریر فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بھی اس قیام کو مستحسن جانتے تھے اس لئے ہم بعینہ اس جگہ وہ عبارت نقل کئے دیتے ہیں تاکہ قارئین کو ان کا مسلک بھی معلوم ہو جائے اور وہ آجکل کے مبتدعین کے دھوکوں سے اپنے کو محفوظ رکھ سکیں دھو ہذا۔

"اگر کسے در آں وقت بحال وجد صادق بے یاد تصنع ایستادہ شود معذور است و از آنجا صحیح است کہ حاضرین اتباع او سازند بغیر حال وجد صادق باختیار خود ایستادہ شدن نہ فرض است و نہ واجب و نہ سنت مؤکدہ و نہ مستحب شرعی یعنی عرفی شرعی زیرا چہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقول نہ شدہ و نہ در قرون ثلثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند بود لامام غزالی در احیاء العلوم می فرمایند روی انس انه کان اصحاب لا یقومون لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحوال لیکن علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا قیام می فرمایند امام برزنجی در رسالہ مولدی نویسد وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمة ذو روایة ودرایة فطوبی لمن کان تعظیمه صلی اللہ علیه وسلم غایة مرامه ومرماه انتهی (فتاوی جلد سوم مطبوعہ یوسفی)

یہ سب احادیث وغیرہ اس وقت کے ثبوت کی ہیں جبکہ ولادت شریف کے قیام کو قیام تعظیمی کہا جائے اور اگر ہم اس قیام کو قیام تعظیمی نہ خیال کریں بلکہ بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سننے کے بعد جب خشوع پیدا ہو جائے تو کھڑے ہو کر حضور کی خدمت اقدس میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کریں تو پھر اس کے جائز بلکہ مسنون (بسنت تقریری) ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں حضرت حسان بن ثابت کے واسطے منبر بچھایا جاتا تھا اور حضرت حسان بن ثابت اس منبر پر کھڑے ہو کر حضرت کے مدائح پڑھتے تھے اور حضور تشریف فرما ہوتے تھے اور سنت تقریری اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی فعل حضور کے سامنے کیا گیا ہو اور حضور نے اس سے منع نہ فرمایا ہو اس سے زائد قوی ثبوت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ امر تو بالکل مسلم ہے کہ ذکر رسول عین ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے فاذکروا اللہ قیاما وقعودا یعنی اللہ کا ذکر کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر کرو پس عموم الفاظ میں ہر قسم کا ذکر داخل ہے اصول فقہ کا مشہور مسئلہ العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب ہے یعنی اعتبار عموم الفاظ کا ہوا کرتا ہے سبب کی خصوصیت کا اعتبار نہیں ہوتا پس جبکہ ہم کھڑے ہو کر حضور کا ذکر کریں تو اس آیت کے عموم الفاظ کے تحت میں وہ بھی داخل ہوگا اور پھر اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ بہرحال ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرنا (خواہ اس کا کوئی نام بھی رکھا جائے) یقیناً جائز بلکہ مستحسنات علماء میں سے ہے۔

خدا خود مدح خوانِ مصطفےٰ بس

(جناب مولانا حامد حسن صاحب قادری بجبر ایونی پروفیسر سینٹ جانسن کالج آگرہ)

یاایھا النبی انا ارسلنک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیرا (الاحزاب کوع ۶) — اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی اجازت سے اسکی طرف بلانے والا اور روشن سورج بناکر بھیجا ہے۔

امت نے اپنے پیغمبر اعظم، اپنے رسول محترم، اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں دفتر کے دفتر لکھے۔ قصیدوں پر قصیدے کہے۔ غزلوں کا انبار لگا دیا۔ رباعیوں کے خزانے بھر دیئے۔ اور اس شان سے لکھے۔ اس زور سے کہے کہ ایمان کی لَو ہے کہ ایمان چمک اٹھا اور اسلام روشن ہو گیا۔ لیکن یہ وہ حق نہ تھا جو ادا ہو سکتا۔ وہ داستان نہ تھی جو ختم ہو سکتی جو کچھ لکھا اور جتنا کچھ کہا سمندر کے آگے ایک قطرہ اور آفتاب کے سامنے ایک ذرہ تھا۔ حقیقت یہ ہے اور واقعہ یہی کہ

خدا خود مدح خوان مصطفےٰ بس

جس نے پیدا کیا جس نے رسول بناکر بھیجا وہی جان سکتا ہے کہ کس کو رسول بناکر بھیجا ہے اور وہی سمجھ سکتا ہے کہ اس نبی کی کیا شان ہے اور کیا مرتبہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب عزیز اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ذکر جن الفاظ کے ساتھ قرآن حکیم میں کیا ہے۔ ان کی جو شانیں بیان کی ہیں۔ جو اوصاف گنائے ہیں وہ سادہ الفاظ ہیں۔ سیدھی باتیں ہیں۔ آسان کلام ہے لیکن ان کے اندر جو معانی پوشیدہ ہیں۔ جو اسرار مخفی ہیں۔ جو کرامتیں پنہاں ہیں وہ نہ تقریر میں آسکتے ہیں نہ تحریر میں سما سکتے ہیں۔ ان کے لئے نہ دفتر کافی ہیں نہ منبر وافی۔ تاہم علماء کالانبیاء نے ان میں سے بعض رموز و درجے سینوں سے نکال کر سفینوں میں رکھ دیئے ہیں۔ جو تازگی ایمان کا باعث ہیں اور سرور دل و جان کا موجب۔

اسی آیہ کریمہ میں جو عنوان پر درج کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ اوصاف اور پانچ شانیں بیان فرماتا ہے۔

۱۔ شاھد۔ شہادت دینے والا
۲۔ مبشر بشارت دینے والا
۳۔ نذیر خوف دلانے والا
۴۔ داعی الی اللہ اللہ کی طرف دعوت دینے والا۔
۵۔ سراج منیر روشن سورج۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت لطیف نکتے بیان کئے ہیں۔ ان کا اسلوب بیان اتنا دلکش اور الفاظ تفسیری اس قدر خوبصورت ہیں کہ صرف ترجمہ لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ علامہ ممدوح کے الفاظ ہی اور ترجمہ بھی دیجئے۔

(۱)

قولہ تعالیٰ یاایھا النبی انا ارسلنک شاھداً — اے نبی ہم نے آپ کو گواہ بناکر بھیجا یعنی رسولوں
شاھداً لرسل بالتبلیغ — کے تبلیغ کی گواہی دینے والا اور ایمان
ومبشراً لمن امن بالجنۃ ونذیراً — لانے والوں کو جنت کی خوشخبری سنانے والا اور
لمن کذب بالنار — تکذیب کرنے والوں کو دوزخ سے ڈرانے والا۔

(۲)

قولہ تعالیٰ شاھداً علی العامۃ و — شاہد یعنی سب پر گواہی دینے والا۔ مبشر یعنی
مبشراً بالکرامۃ ونذیراً للعزامۃ — بزرگی و کرامت کی خوشخبری سنانے والا۔ نذیر
وداعیاً للسلامۃ وسراجاً منیراً — یعنی سزا و عذاب سے خوف دلانے والا اور
لاھل الاستقامۃ۔ — سلامتی کی طرف بلانے والا اور راہ راست پر چلنے والوں کے لئے روشن چراغ۔

(۳)

قولہ تعالیٰ انا ارسلنک شاھداً — یعنی انبیاء کے لئے گواہ۔ اولیاء کے لئے بشارت
شاھداً للانبیاء ومبشراً للاولیاء — دینے والا۔ اشقیاء کے لئے ڈرانے والا۔ اتقیاء
ونذیراً للاشقیاء وداعیاً للاتقیاء — کے لئے دعوت حق دینے والا۔ اصفیاء کے لئے
وسراجاً منیراً للاصفیاء — روشن چراغ۔

(۴)

انا ارسلنک شاھداً علی — ہم نے آپ کو گواہ بناکر بھیجا یعنی گواہوں کی
الشھود ومبشراً لاھل السجود ونذیراً — گواہی دینے والا۔ سجدہ کرنے والوں کو خوشخبری
لاھل الجحود وداعیاً الی المعبود وسراجاً — سنانے والا۔ انکار کرنے والوں کو خوف دلانے
منیراً علی الصراط یوم الورود — والا معبود کی طرف بلانے والا قیامت کے دن پل صراط پر روشن چراغ۔

(۵)

شاھداً اے شاھداً للعابدین و — یعنی عبادت کرنے والوں کے لئے شاہد۔ توحید
مبشراً للموحدین ونذیراً للجاھدین — پرستوں کے لئے بشارت دینے والا۔ اہل ارادت
وداعیاً للمریدین وسراجاً منیراً — کو دعوت دینے والا اللہ تک پہونچنے والوں کے
للواصلین۔ — لئے روشن چراغ۔

(۶)

یاایھا النبی انا ارسلنک اے بعثناک — اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا یعنی مبعوث کیا اپنا گواہ
شاھداً لنا ومبشراً منا ونذیراً انا — بناکر اپنی طرف سے خوشخبری کا پیغام دیکر ہم سے

وداعیا الینا وسراجا لکوننا ومنیرا علی وجودنا۔ اور دعوت کیلئے ہماری ہستی کے لئے چراغ کا کام کرنے کے واسطے ہمارے وجود پر روشنی ڈالنے کیلئے

(۷)

وکانہ تعالیٰ یقول یا حبیب یا محمد انت الشاھد وانا الواحد وانت البشیر وانا الخبیر۔ انت النذیر وانا القدیر انت الداعی وانا القاضی۔ اشھد انت فاقبل انا۔ بشر انت واکرم انا۔ فانی کریم بالمغفرت لمن امن بی وصدقک وا اقر۔ انذر انت فانی قدیر علی الانتقام ممن اشرک بی وانکر واستکبر۔ وادع انت فانی قاضی بالحق علی من اطاع وعصی او عاد واستغفر ولجیب لک ولمن تبعک یا سید البشر۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ شاہد ہیں اور میں واحد آپ بشیر ہیں اور میں خبیر۔ آپ نذیر ہیں اور میں قدیر۔ آپ دعوت دینے والے ہیں اور میں آپ کی دعوت کو پورا کرنے والا۔ شہادت دیں آپ۔ قبول کروں گا میں بشارت دیں آپ کرم کروں گا میں۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق اور اقرار کرے میں اس کو مغفرت کرنے میں کریم ہوں۔ آپ ڈرائیں کیونکہ جو کوئی میرا شرک کرے اور میرا انکار کرے اور تکبر کرے میں اس سے انتقام لینے پر قادر ہوں۔ آپ لوگوں کو میری طرف بلائیں کیونکہ جو شخص میری اطاعت کرے اور جو شخص میری نافرمانی کرے یا جو رجوع کرے اور مغفرت چاہے میں اس پر حق کا حکم صادر کرنے والا ہوں اور اے سردار بنی آدم میں آپ کی اور آپ کے متبعین کی دعا کو قبول کرنے والا ہوں۔

(۸)

سماہ اللہ سبحانہ سراجا منیرا بدلیل قولہ تعالیٰ الم تر کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا وکما ان الشمس نور من السماء الرابعة الی الارض فمحمد صلی اللہ علیہ وسلم کان شمس نور عین الشرک والکفر والطغیان۔ وسماہ اللہ تبارک وتعالیٰ سراجا لانہ یھتدی بہ الی الظلمات کالسراج یستضاء بہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام سراج رکھا ہے یعنی شمس۔ اور اس امر پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ خَلَقَ الی آخر الآیة (یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیونکر ہفت طباق آسمان کو پیدا کیا اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ) اور جس طرح آفتاب نور چوتھے آسمان سے زمین پر آتا ہے اسی طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے آفتاب ہیں جن کے نور نے شرک اور کفر اور طغیان کی آنکھوں کو بے نور کر دیا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سراج (یعنی چراغ) رکھا۔ کیونکہ جیسے چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے ایسے ہی ان سے تاریکیوں میں راستہ ملتا ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

فخر کائنات

(از جناب مولانا مسعود الرحمٰن خاں صاحب ندوی۔)

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین ۝

ولادت و پرورش

چھٹی صدی عیسوی میں جبکہ تمام عرب و عجم پر ایک گھنگور گھٹا عام طور پر طاری و ساری تھی، ہر طرف قتل و غارتگری کا بازار شباب پر تھا، تمدن و تہذیب کا سایہ تک نہیں پڑا تھا۔ بغض و عناد کی ہر طرف گرم بازاری تھی، عیش و عشرت، شرابخواری، قتل، ڈکیتی، بدعنی اور لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دینے کی رسم پر پورے طور سے عمل کیا جاتا تھا، عام طور پر بہیمیت کے دیوتا کی حکمرانی تھی، شرم و احترام نفس اور حقوق مساوات پامال کئے جا رہے تھے۔ دل رحم سے خالی، انصاف و عدل سے مبرّا۔ اور عفو سے ناآشنا تھے۔ چپہ چپہ پر بتوں اور جہالت کی خدائی تھی۔ مخلوق اور نسل انسانی رعونت و تجبر کی گرویدہ تھی۔ دفعتاً ۵۷۰ء میں خاندان قریش کے ایک نامور گھرانے حضرت عبدالمطلبؓ سے ایک نور مجسم ظلمت کدۂ عالم میں قدم رکھتا ہے، اس کا سینۂ نوری انکشافات الٰہیہ کا خزینہ ہوتا ہے۔ غرضکہ اس تیرہ و تار عالم میں "نور محمدی" کا ظہور ہوا ؎

بہار آئی ہے شب لبس کردیا زہ خلد کوثر میں
بدتک اب خزاں سوتی ہے پھولوں کی چادر میں

آپ نے چار سال کی عمر تک اپنی غمگسار و مہربان دایہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلہ میں شہر سے کچھ فاصلہ پر پرورش پائی۔ یہ وہ قبیلہ تھا کہ جس کی فصیح و بلیغ زبان قبائل عرب میں ممتاز تھی،

آپ یتیم پیدا ہوئے۔ آہ یتیمی کا داغ بھی کس قیامت کا داغ ہوتا ہے۔ عمر مبارک کے چھ سال اپنی والدۂ محترمہ بی بی آمنہؓ کی آغوش مبارک و سایۂ عاطفت میں گذارے ؛

داغِ یتیمی

ایک ہی سال گذرنے پایا تھا کہ آپ کی مادر شفقت حضرت آمنہؓ جب مدینہ سے مکہ واپس تشریف لا رہی تھیں کہ مقام ابوا میں آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ پر یہ مصیبت کا پہاڑ بہت گراں تھا۔ فاما الیتیم فلا تقہر کی تفسیر ان ہی لوگوں سے سننا چاہئے جن کے دل اس درد سے آشنا ہوئے ہیں۔ آہ لق و دق ریگستان اور خار مغیلاں سے آباد صحرا میں ایک مادر مہربان کا اپنے ہونہار فرزند کو داغ مفارقت دینا سینوں کو شق کئے دیتا ہے۔ دو مہینے پہلے پیدائش سے مہربان باپ کا سایۂ بزرگ سر سے اٹھ گیا، اور اب ماں کا !

دادا کی سرپرستی

۸ برس کی عمر تک آپ کو حضرت عبدالمطلبؓ کی سرپرستی و شفقت میسر رہی۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ اپنے محترم چچا ابو طالبؓ کے سایۂ عاطفت میں رہے۔

عمر کی تیرہ منزلیں ختم کرنے کے بعد آپ ابو طالبؓ کے ہمراہ سفر شام کو تشریف لے گئے۔ اور وہاں بھی بحیرہ راہب کی ملاقات کا تاریخی واقعہ پیش آیا۔

"جس نے آپ کے پیغمبر برحق اور نائب الٰہی ہونے کا اعلان کیا"

تارک الدنیا معمر راہب سمجھ چکا تھا کہ یہ نوعمر شخص خدا کی آخری نبوت کا دنیا میں بانگ دہل اعلان کرے گا۔ آپ کے دادا ابو طالبؓ کو علیحدہ دعوت دے کر بحیرہ نے کہا کہ "آپ اس لڑکے کو معمولی انسان نہ سمجھیں۔ یہ دنیا میں خدا کا آخری پیغمبر ہوگا۔ یہودیوں کی زد سے اس کو محفوظ رکھیئے"

اسی سفر کے بعد ایک سال عجائبات عالم کے مطالعہ میں آپ نے صرف فرمایا۔ آپ نے اس خوردسالی ہی کے عالم میں جو کہ عموماً بچوں کے کھیل و کود کا زمانہ ہوتا ہے۔ اپنے اخلاق و طرز عمل سے جاہل اہل عرب کے دلوں پر اپنا سکہ جمانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ قوم میں آپ کو "امین" و "صادق" کے خطابات سے سرفراز فرمایا گیا۔ کیا دنیا کی کوئی پیغمبری تاریخ اس سے زائد عجز و انکساری کی مثال پیش کر سکتی ہے ؟ کہ جب آپ بازار کو تشریف لے جاتے تو ہمسایہ اقوام کے دروازے کی کنڈیاں کھٹکھٹاتے اور فرماتے کہ "محمد بازار کو جا رہا ہے اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اطلاع دو" اللہ اکبر !

سفر اور پہلی شادی

اسلامی تاریخ کی معتبر و مستند کتابیں ہم کو بتلاتی ہیں کہ خاندان بنو امیہ کبھی خاندان بنی ہاشم کو اچھی طرح اور آرام کی حالت میں دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا، وہ ہر وقت اسی فکر میں مصروف تھا کہ بنو ہاشم کا خاندان کسی طرح ذلیل و بدنام ہو۔ چنانچہ یہ ان ہی کی معمولی شرارت کا نتیجہ تھا کہ خانہ کعبہ کی محترم خدمات جن کو خاندان بنو ہاشم کے افراد انجام

دیتے تھے، ان سے یکسر محل گئیں، اور اب حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کی گذر اوقات بہت تکلیف و عسرت کے ساتھ ہونے لگی، روز افزوں تکالیف کا یہ عالم دیکھتے ہوئے حضرت ابوطالبؓ نے چاہا کہ آپ کو کسی تجارت میں لگا دیا جائے۔ مگر قلتِ سرمایہ کی وجہ سے یہ خیال عملی صورت نہ اختیار کر سکا۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ قبیلۂ قریش کی ایک بیوہ بوجہ اپنے تمول و امارت کے نزدیک و دور شہرت رکھتی ہیں۔ آپ کا نام نامی خدیجہؓ تھا۔ اور یہ اکثر تجارتی مال کمیشن بخشش سے بذریعہ اکنافِ عالم میں فروخت کرایا کرتی تھیں، جب انھوں نے آپ کا رجحانِ طبع تجارت کی جانب پایا تو آپ سے کہلا بھیجا کہ میں آپ کو نہایت امانت دار سمجھتی ہوں لہٰذا اگر آپ کو کسی تجارت کا شوق ہے تو میرا روپیہ بیٹھے ہوئے کسی تجارت میں لگا دیجیے۔ آپ نے بعد مشورہ اپنے چچا کے خدیجہؓ کی اس تجویز کو منظور فرما لیا اور میسرہ نامی غلام کو ہمراہ لے کر سفرِ حجاز کے لیئے تیار ہو گئے۔

بصرے تک پہنچتے پہنچتے آپ کا کل سامانِ تجارت اچھے نرخ سے فروخت ہو گیا۔ اور آپ بہت کم وقت صرف کر کے معہ اپنے غلام اور زر کثیر کے خدیجہؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے وہ کل رقم اصل و منافع جو اس سفر کا نتیجہ تھا سب خدیجہؓ کے سامنے ڈالدی۔

• آمدنی و خرچ کا حساب بالکل صاف تھا۔ اس اعلیٰ دیانت اور امانتداری کو محسوس فرماتے ہوئے خدیجہؓ نے آپ کو تحیۂ مبارکباد پیش کی اسی طرح آپ کی امانت و اخلاق کی تعریف بی بی خدیجہؓ نے جب آپ کے غلام سے سنی تو آپ آنحضرت کے اطوار و خصائل پر اس قدر فریفتہ ہوئیں کہ حضرت کے نکاح میں آنے کی خواہش ظاہر کرنے لگیں،

ایک چالیس سالہ عمر رکھنے والی بیوہ خاتون خدیجہؓ نفیسہ بنت منبہ کی معرفت پچیس سالہ نوجوان، عرب کا "امین و صادق" خدا کا برگزیدہ نبی یعنی آنحضرتؐ کے پاس پیام نکاح بھیجتی ہیں، ممکن تھا کہ آپ خدیجہؓ کی یہ خواہش رد فرما دیتے۔ مگر یہ کیونکر ہوتا، آپ کو تو ایک بہترین اور اچھوتے اسوۂ حسنہ کی بنیاد قائم کرنی تھی، معاشرت کے قوانین میں ایک جدید دفعہ کے اضافہ کی ضرورت تھی، نفیسہ سے آپ نے فرمایا "اے نیک بخت عورت! بھلا خدیجہؓ مجھ جیسے مفلس و بے باپ شخص کو کیوں پسند کرنے لگی" نفیسہ نے کہا۔ اگر خدیجہ نے پسند کر لے گی تو میں اس کو راضی کر لونگی، آپ تو اقرار فرمائیے۔ یہ سن کر آپ نے کہا کہ اچھا اگر چالیس سالہ خدیجہؓ کی یہی مرضی ہے تو محمدؐ کو بھی انکار نہیں۔

آپ کا عندیہ معلوم کر کے خدیجہؓ بہت خوش ہوئیں۔ ایک دن مقرر ہوا اور حضرت ابوطالبؓ، حضرت عباسؓ، اور حضرت حمزہؓ اپنے ہمراہ آپ کو لے کر بی بی خدیجہؓ کے دولتکدہ پر تشریف لائے۔ آپ کی طرف سے حضرت ابوطالبؓ نے اور بی بی خدیجہؓ کی طرف سے آپ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل نے خطبہ نکاح پڑھا اور ساڑھے بارہ اوقیہ سونا (ایک ہزار چار سو اٹھاون روپیہ سوا پانچ آنے) کا مہر باندھا گیا۔

آج کل کے جدید تعلیم یافتہ حضرات آئیں اور اس اسوۂ حسنہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اخلاقی معاشرت کے اس نکتہ سے سبق حاصل کریں۔ حیف ہے ان مسلمانوں پر جو بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کو بری نگاہوں سے دیکھتے اور اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ آئیں اور جناب پیغمبر آخرالزماں کے اس فعل احسن کو ملاحظہ فرمائیں۔ سب سے زیادہ عبرت و بصیرت اس اسوۂ حسنہ میں ان بوالہوس دراز ریش بزرگوں کے لیئے ہے جو ہمیشہ اپنی خواہشات کے مجسمہ کے چڑھاوے کے لیئے نا کتخدا کمسن عورتوں کو تلاش کرتے ہیں۔ صد حیف!

تقریباً ۱۶ سال تک حضرت خدیجہؓ زندہ رہیں آپ کے بطن مبارک سے پانچ بچے تولد ہوئے۔ ایک فرزند اور چار صاحبزادیاں۔ فرزند جناب قاسم ایام رضاعت ہی میں تشریف فرمائے عالم بقا ہوئے۔ آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی بی بی رقیہ حضرت عثمان بن عفانؓ سے منسلک کی گئیں، اور بی بی زینبؓ حضرت ابوالعباسؓ اور بی بی فاطمہؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقد مبارک میں لائی گئیں،

ملکی محبت

اہل مکہ کی ایک با اثر مجلس "حلف الفضول" کے نام سے قائم تھی جسکے اغراض و مقاصد حسب ذیل تھے:۔

(۱) مفلوک الحال اور غربا کی امداد و اعانت۔

(۲) ملک کی ترقی اور بدامنی کا ازالہ۔

(۳) غیر وطنی جماعتوں سے اپنے وطن کی سرزمین کو محفوظ رکھنا

(۴) مسافروں کی حفاظت وغیرہ وغیرہ۔

اکثر و بیشتر اس مجلس کی رہنمائی آپ ہی فرماتے۔ اب کہ آپ کا سنِ مبارک پینتیسؓ سال کا تھا مکہ میں ایک اہم و پیچیدہ واقعہ پیش آیا۔ یعنی کعبہ محترم کی تعمیر ختم ہو چکی تھی، صرف "حجر اسود" کا نصب ہونا باقی رہ گیا تھا۔ اہل عرب کا ہر قبیلہ اسی فکر و کوشش میں تھا کہ اس پتھر کو نصب کرنے کی سعادت اور دوسرے معنی میں فخر اسی کو حاصل ہو رفتہ رفتہ اس امر پر اس قدر بحث و حجت نے طول کھینچا کہ بنو عبدالدار نے مرنے مارنے پر کمر ہمت باندھی اور اس کے لیئے قسم کھالی،

آخر ایک طول و طویل بحث کے بعد آپ کا حکم ہونا قدرت کی طرف سے ظاہر کیا گیا۔ آپ نے عتبہ بن ربیعہ۔ الاسود ابن مطلب

ابو حذیفہ، قیس بن عدی ان چار سربرآوردہ سرداروں کو بلا کر فرمایا:۔

"تنازعہ ابھی ختم ہو جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ہماری ہدایت پر عمل کرو"

سب نے اقرار کر لیا، غرضکہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھدیا اور فرمایا تمام قبائل اس چادر کو پکڑ لو اور مقام نصب کے قریب لیچلو اور خاص قیام حجر کے مقام پر پہنچکر آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس مقام پر رکھدیا اور اپنی اس قوتِ فیصلہ سے ایک بڑی خونریزی کو دبا دیا، اور تمام قبائل کی عزت حقوق کو مساوی طور پر برقرار رکھا۔ اگر آپ کی بہتر تجویز اس جھگڑے کا فیصلہ نہ کردیتی تو خاندانِ قریش کا یہ جھگڑا بھی تاریخ کا ایک غمناک واقعہ قرار دیا جاتا۔

عرب کے ممتاز بُت

عام طور پر تمام مورخ اس پر متفق ہیں کہ قبل بعثت آپ کے عرب تمام ترخرابیات کا گہوارہ تھا۔ یہاں بداخلاقیاں اور ادائیگی دنیا کے ہر خطے سے زیادہ پیدا ہوتیں اور عالم میں وسیع ہوتی تھیں، اس دورِ جاہلیت و بربریت میں عرب کا کوئی گھرانا الیسا تھا کہ جس میں ایک نہ ایک بت نہ ہو۔ اس طور پر ہر قبیلہ کا (نعوذ باللہ) ایک ایک خدا علیحدہ تھا۔ ذیل میں ہم عرب کے مشہور ترین بتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) ھبل ایک بہت بڑا بُت جو خاص خانہ کعبہ کے اوپر رکھا رہتا تھا

(۲) ودّ۔ یہ اس سے خورد۔ قبیلۂ بنو کلب کا خدا۔

(۳) سواع قبیلۂ بنو مذحج کا بُت۔

(۴) عزیٰ۔ قبیلۂ بنی غطفان کا بُت۔

(۵) لات۔ منات۔ یہ دونوں اہلِ عرب کے مشترک بت تھے۔

(۶) لمیس۔ یمنیوں اور حمیریوں کا بُت۔

(۷) دوار۔ یہ نوجوان عورتوں کا معبود۔

(۸) اساف۔ کے نام سے کوہ صفا پر ایک مورت قائم تھی

(۹) نائلہ۔ کوہ مروہ کی بلندیوں پر سر جھکایا کرتے ہیں۔

(۱۰) خاص کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر بنائی گئی تھی جس کے قریب ایک بھیڑ کے بچہ کی مورت بھی تھی،

علاوہ ان بتوں کے ستارہ پرستی، ہوا پرستی، اور انسان پرستی غرضکہ خدا پرستی کے علاوہ ہر شے کی پرستش اہلِ عرب میں جائز تھی، اخلاقیات کے اعتبار سے بدترین خصلتوں کا نمونہ اہلِ عرب تھے، قوم عرب میں زناکاری، قماربازی۔ قتل و خون ریزی، رہزنی، مردارخواری، کوئی ایسی بُرائی نہ تھی جو اِن میں موجود نہ ہو،

ایسی حالت میں ان کو کبھی یہ فکر نہ ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی اصلاح اور اجتماع شیرازۂ قومیت کی طرف متوجہ ہو سکیں گے۔

غرضکہ آپ نے اپنی مقدس ترین ہستی سے اس سیلاب جہالت کو روکا اور اس بدترین قوم کو بہترین نمونہ اصلاح و اخلاق بنا کر دنیا کے سامنے پیش کردیا، جسکی مثل آج دنیا کی مہذب سی مہذب قوم میں نہیں۔

عرب میں قحط

تھوڑے ہی زمانہ کے بعد تمام عرب میں ایک عالمگیر اور سخت قحط نمودار ہوا، جسمیں ہزاروں جانیں روزانہ تلف ہونے لگیں، اس پریشانی کے عالم میں آپ نے اس قدر تندہی اور ایثار نفسی سے اہلِ عرب کی خدمات کیں کہ مخلوق کی پریشانیاں ہوا ہو گئی، حضرت خدیجہؓ نے اپنے تمام زر و مال اور جائداد کا مالک و مختار بنا کر آپ کو اختیار کلی دیدیا تھا، لہٰذا آپ نے اس تمام مال و اسباب کو خدا کی راہ میں بہت سیرچشمی کے ساتھ تقسیم کیا۔ اس پُرآشوب قحط کے زمانہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے اپنی کفالت میں لے لیا اور حضرت جعفرؓ کو اپنے محترم چچا حضرت عباسؓ کو سونپا۔

عہدِ نبوت

جب آپ کا سنِ مبارک چالیس سال کا ہوا تو آپ اکثر غارِ حرا[1] میں رہتے اور یادِ الٰہی میں مصروف، حرا مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے جسمیں ایک تنگ و تاریک غار ہے۔ اسی غار میں آپ تشریف لاتے اور تین تین، چار چار یوم تک اسی میں قیام فرماتے، چند روز کا ناشتہ ساتھ لے جاتے۔ عین اس حالت میں کہ یہ خدا کا برگزیدہ نائب حرا کے تنگ و تاریک غار میں مصروف یادِ الٰہی تھا، خدا کی طرف سے مرتبۂ نبوت کی دلخوش کن نوید اس کو پہنچائی گئی اور سب سے پہلی غیبی آواز ان کلمات ربانیہ میں نازل ہوئی

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

ترجمہ (پڑھ۔ خدا کا نام لے کر جس نے پیدا کیا انسان کو پانی کے کیڑے سے۔ پڑھ، اور رب تیرا کریم ہے، جس نے علم دیا قلم کے ذریعہ سے اور بتلائیں انسان کو وہ باتیں جن کا اس کو علم نہ تھا)

ربیع الاول کا مہینہ۔ چاند کی آٹھویں تاریخ، اور دوشنبہ کا دن تھا آپ اس غیبی آواز کو سنکر جو کچھ پڑھے، امی تھے، کیا پڑھتے آپ کے جسم کا رونگٹا رونگٹا خشیت الٰہی سے تھرا اٹھا،

سب سے پہلی وحیِ آسمانی تھی جو حضرت جبریلؑ کی معرفت آپ کو پہنچائی گئی۔ آپ اسی حالت میں خائف و ہراساں مکان تشریف لائے اور چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ جب قلب کا اضطراب روبہ سکون ہوا تو حالات حضرت خدیجہؓ کو سنائے اور فرمایا کہ مجھے خوف و ڈر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ آپ کے اطوار و آثار سے بخوبی واقف تھیں، اطمینان دلاتی تھیں، اور آپ کی نبوت کی قائل ہو گئیں۔ اور اسی دم اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں اور کل حالات سنائے۔ ورقہ بن نوفل نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا۔ اے خدیجہؓ! میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں جس امانت کے حامل حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے وہی امانت اب ہمارے رب نے تمہارے شوہر اور ہمارے پیشوا کے سپرد فرمائی ہے۔

آپ کی پہلی دعوتِ نبوت پر آپ کی رفیق زندگی حضرت خدیجہؓ اور کمسن بچوں میں حضرت علیؓ، اور پختہ کار مردوں میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زید بن حارثؓ نے لبیک کہا اور بعد ازاں حضرت بلالؓ، حضرت عمروؓ بن عبسہؓ۔ حضرت خالد بن سعیدؓ بھی مسلمان ہوئے اور پھر اسی طرح سلسلۂ اسلام میں مزید کڑیوں کا مبارک اضافہ ہوتا رہا۔

تبلیغ و اشاعتِ اسلام

چھ ماہ اسی خوف و رجا کے عالم میں گذرے۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کا اپنے مختصر مختصر گروہ مسلمین کے ذریعہ کام لیتے رہے۔ گو نبوت مل چکی تھی، مگر آپ ابھی اشاعت اسلام میں بالکل آزاد نہ تھے، ایک روز جبکہ آپ اصلاحِ قوم کے خیال میں مستغرق چادر اوڑھے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے دولت کدہ پر لیٹے ہوئے تھے، دوسری بار آپ پر پھر وحی نازل ہوئی جس کے الفاظ یہ تھے :-

یا ایہا المدثر ۝ قم فانذر ۝ و ربک فکبر ۝
و ثیابک فطہر ۝ والرجز فاہجر ۝

ترجمہ (اے چادر میں لپٹے ہوئے اٹھ، خدا کے عذاب سے لوگوں کو ڈرا، اور اپنے پروردگار کی بزرگی بیان کر، اور اپنے لباس کو صاف اور پاک رکھ اور نجاست سے دور رہ۔)

غارِ حرا کے بعد یہ دوسرا موقعہ نزولِ وحی کا تھا۔ یہ سنکر آپ فوراً اٹھ بیٹھے۔ خونِ ہاشمی رگوں میں جوش مارنے لگا، تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے کمرِ ہمت چست باندھی۔ تقریباً تین برس کا خدا کا یہ محبوب بندہ خاموشی و سکون کے ساتھ لوگوں کو ملتِ ابراہیمی کی جانب متوجہ کرتا اور دعوتِ اسلام دیتا رہا۔ تین سال کے عرصہ میں تیس مرد اور عورتیں آپ پر ایمان لائیں، اہلِ عرب بہت حیرت و استعجاب سے آپ کی اس خاموش تبلیغ کے نتائج دیکھتے رہے۔ اب بھی مختلف قسم کے خیالات لوگوں کے دلوں میں آپ کی جانب سے جاگزین تھے، کوئی آپ کو ساحر کہتا، کوئی کاہن سمجھتا۔ کوئی آپ کو "مجنون" کے پر ہیبت خطاب سے مخاطب کرتا،

مگر آپ صبر و استقلال کے پیکرِ نورانی اور حکمِ رب کے منتظر، یہاں تک کہ ایک دن آپ پر پھر وحی نازل ہوئی،

فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین

(ترجمہ) پس تجھے جو کچھ حکم ہوا ہے کھول کر سنا دے اور مشرکین کی ذرا بھی پرواہ نہ کر)

اس وحی کے نازل ہوتے ہی آپ کی طبیعت میں ایک جوش پیدا ہوا آپ تبلیغ کے لئے مردانہ وار تنہا نکل کھڑے ہوئے اور سیدھے کوہِ صفا پر تشریف لے گئے۔ جس کی بلند چوٹی پر کھڑے ہو کر تمام اہلِ قریش کو نام بنام پکارنا شروع کیا اور دعوتِ وحدت کی تبلیغ کا آغاز کیا ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی — اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

اس محترم آواز کو سن کر جس کا منادی خدا کا برگزیدہ نائب تھا، اہلِ قریش اپنے اپنے گھروں سے گھبرائے ہوئے نکل کھڑے ہوئے، اور دامنِ کوہ میں آ آکر جمع ہونے لگے، آپ کی دعوت کو اہلِ قریش حیرت کی نگاہوں سے دیکھتے، آپ کی امانت، صداقت، حلم و رضا، صبر و عطا، جود و سخا، اور مقدسانہ طرزِ زندگی کا اثر تمام اہلِ قریش کے دلوں میں متمکن ہو چکا تھا۔

جب تمام اہلِ قریش جمع ہو گئے تو آپ نے ایک مختصر خطبہ دیا فرمایا کہ "اے لوگو! اللہ ایک ہے۔ اور میں اس کا رسول ہوں، بت پرستی چھوڑ دو، اور سچے ایک خدا کو ماننے والے بن جاؤ، تاکہ جو وقت اب آنے والا ہے تم اس کی مصیبتوں سے بچ سکو"

اسی مجمع میں آپ کا چچا ابولہب بھی تھا، تمسخر آمیز ہنسی ہنسکر کہنے لگا، صرف اتنی سی بات کے لئے آپ نے ہمیں اس قدر تکلیف دی اسی طرح دوسرے اہلِ قریش نے کہا اور چلتے بنے۔ غرضیکہ آپ کی تبلیغ پر کسی نے مطلق توجہ نہ کی۔

اہلِ قریش کے اس طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے آپ بھی پہاڑ سے اتر کر نیچے تشریف لے آئے۔ پھر آپ کا یہ دستور ہو گیا کہ بازاروں اور عام شاہراہوں پر وعظ و پند فرماتے۔ اور بت پرستی کو مذموم حرکت قرار دیتے ہوئے اس رسم کو مٹانے پر اہلِ قریش کو متوجہ کرتے، کسی نیک

مقصد کی تبلیغ کے لئے آپ نہیں تو یقیناً آپ کی اس اصلاحی تبلیغ کا اثر عوام الناس پر بہت کم ہوگا۔ اور وہ ہر طرح آپ کا مضحکہ اڑانے کے لئے طیار و آمادہ ہوں گے، اہلِ قریش حضرت ابو طالبؓ کے پاس گئے اور آپ کی شکایت کی کہ آپ کے یہ لائق بھتیجے علی الاعلان ہمارے معبودوں کی سربازار تشہیر کرتے پھرتے ہیں، ہم اہل مکہ آپ کی وجہ سے ساکت و خاموش ہیں، ورنہ کلمہ بہ کلمہ جواب دینے کے لئے تیار ہیں۔

آپ کے چچا اہل قریش کی گفتگو سُن کر خاموش ہو گئے۔ اور دوسرے وقت آپ کو خلوت میں بلا کر اہلِ مکہ کی ناراضگی کا اظہار کیا۔ "بیٹا! اہل مکہ تیری اس جائز تبلیغ و اشاعت سے بہت برہم و غضبناک ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ تو قوم کا خیر خواہ ہے اور تیرا دین بھی دینِ برحق ہے۔ مگر تقاضائے مصلحت یہی ہے کہ اس سلسلہ کو بند کر دیا جائے"

"میرے اعلانِ حق سے قوم میں آثارِ برہمی پیدا ہیں، مگر میرے چچا! میں اعلائے کلمۃ الحق سے کیونکر باز رہ سکتا ہوں، اپنے مالک الملک کے حکم کا پابند ہوں"۔

آپ نے نہایت جرأت و دلیری سے فرمایا۔ حضرت ابو طالبؓ خاموش ہو گئے اور در پردہ امداد و اعانت کا وعدہ فرمایا، اہل قریش جب اس سے مطلع ہوئے کہ ابو طالبؓ کے کہنے کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تو اب انہوں نے ایک سفیر اپنی جانب سے روانہ کیا، جس نے آپ سے جا کر کہا کہ میں اہل مکہ کا وکیل ہوں اور آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ منظر عام اور سربازار ہمارے معبودوں کی توہین و تذلیل سے آپ کا کیا مقصد ہے؟ اگر اس سے زر و مال حاصل کرنا ہے تو ہم اس قدر دولت دے سکتے ہیں کہ آپ عرب میں سب سے ممتاز رئیس ہو جائیں، اور اگر اس تبلیغ سے آپ کا مقصد کسی حسین و خوبصورت عورت کی طلب ہے تو ہم اس کو بھی حاضر کر سکتے ہیں"

آپ خاموشی سے سفیر کی گفتگو سنتے رہے۔ پھر فرمایا کہ میں کچھ نہیں چاہتا۔ صرف یہ دیکھنے کا متمنی ہوں کہ تم سب ایک اللہ کو مانو اور مجھے اس کا رسولِ برحق جانو، بُت پرستی سے توبہ کرو، اور خدا پرستی اختیار، میں تو صرف اپنے اللہ کا سچا پرستار اور اپنی قوم کا مصلح ہوں و بس"

اس گفتگو کا سفیر اہل مکہ پر بہت گہرا اثر پڑا اور وہ خاموش ناکام آپ کی خدمت سے رخصت ہوا۔ جب یہ تدبیر بھی اہلِ مکہ کی ناکام رہی تو اب اہلِ مکہ نے علانیہ دشمنی کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔ دور دراز مقامات سے جو لوگ حج کے لئے مکہ معظمہ آتے ان سب سے کہا جاتا کہ یہاں ایک شخص "محمد" نامی بہت بڑا ساحر ہے۔ اس کی چالوں میں نہ آ جانا۔ کوششیں یہاں تک کی گئیں کہ آپ جس راہ سے گذرتے اس پر کانٹے بچھائے جاتے، غرضکہ دشمنانِ نبی کے ترکش میں کوئی ایسا تیر نہ رہا جو آپ پر نہ صرف کیا گیا ہو، مگر آپ کے پائے استقلال کو ذرا جنبش تک نہ ہوئی، اللہ اکبر!

اہلِ مکہ ان لوگوں کو بھی اپنے ظلم و ستم سے نوازتے جو آپ کے سچے جذبۂ ایمان سے متاثر ہو ہو کر آپ کے دستِ حق پرست پر کلمہ پڑھتے۔ انہی جاں نثارانِ رسولِ عربی میں ایک حبشی نژاد وفادار مخلص بلالؓ بھی تھے۔ حضرت بلالؓ کا مالک اُمیّہ حضرت بلالؓ کو صرف اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہو چکے تھے طرح طرح کی اذیتیں دیتا۔ آپ کو عین دوپہر کے وقت عرب کی جھلستی ہوئی گرم گرم ریت کے بچھونے پر برہنہ لٹا دیتا، اور ایک بہت گرم بھاری پتھر آپ کے سینہ پر رکھ کر کہتا کہ جو کلمہ تو پڑھتا ہے وہ چھوڑ دے۔ مگر حضرت بلالؓ چونکہ سچے عاشقِ رسول تھے، آپ کی زبان اقرارِ وحدت و رسالت سے کبھی منحرف نہ ہوتی، آخر آپ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خرید کر آزاد کر دیا، پھر آپ نہایت اطمینان سے آنحضرت کی خدمت فیض برکت میں دن و رات صرف فرمانے لگے،

پہلی ہجرت

اہل مکہ کے ترقی پذیر مظالم و شدائد کو دیکھتے ہوئے ایک دن آپ نے تمام جماعت مسلمین کو جمع فرمایا، اور کہا کہ "اہل وطن تم لوگوں کی جانوں کے دشمن ہو گئے ہیں۔ بہتر ہو کہ تم لوگ ابی سینیا کی طرف ہجرت کر جاؤ، وہاں کا بادشاہ اہل کتاب ہے وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا اور تم پر رحم کرے گا"۔ آپ کے اس حکم کے مطابق دو قافلے جن میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں تھیں مکہ سے ابی سینیا کی طرف روانہ ہو گئے۔

مسلمانوں کا یہ قافلہ اسلام کی سچی محبت اور توحید الٰہی سے پُر دلوں کا قافلہ جب حبشہ پہنچا تو اہل قریش نے وہاں بھی ان کا تعاقب کیا، اور ایک قریشی سفیر عمرو بن العاص کچھ تحائف لے کر نجاشی حاکم ابی سینیا کے دربار میں پہنچا، اور اس نے وہاں یہ چال چلی کہ کچھ لوگ جو اہلِ قریش کے غلام ہیں مکہ سے فرار ہو کر آپ کے یہاں آئے ہیں، آپ ان کو ہمارے سپرد کر دیجئے، یہ لوگ اپنا آبائی مذہب ترک کر چکے ہیں، اور سب سے بڑا ستم یہ ہے کہ یہ لوگ مذہب عیسوی کے بھی بہت سخت مخالف ہیں۔

نجاشی سفیر اہل قریش کا مطالبہ سُن کر خاموش رہا۔ اس نے مہاجرین کو طلب کیا۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؓ نجاشی کے سامنے بطور نمائندہ مہاجرین پیش ہوئے۔ آپ نے کہا:-

"اے حبشہ کے حاکم! اب تک ہم بہت ہی تاریکی اور ضلالت

رہے تھے ، درخت اور پتھروں کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ دختر کشی عصمت فروشی ہمارے بہترین شعار اور قابل فخر کارنامے تھے ، ہماری اخلاقی حالت بالکل خراب تھی ، نہ ہمارا ملک کسی آئین و قانون کا پابند تھا۔ ہر طرف گمراہی نظر آتی تھی ، دفعتاً خدائے برتر کو ہمارے اس ناپاک طرز زندگی پر رحم آیا اور اس کی درستی کے لئے ہماری ہی جماعت سے اس نے ایک شخص کو ہم پر ہادی اور رہنما تجویز کرکے ہم پر ظاہر کیا۔ ان صاحب کا نام نامی محمدؐ ہے۔ وہ اہل قریش کے ایک بہت بڑے سربرآوردہ قبیلہ کے شخص ہیں ، عبداللہؓ کے بیٹے عبدالمطلبؓ کے پوتے ، اور ابوطالبؓ کے بھتیجے ہیں ، نہ صرف ہم بلکہ تمام اہل قریش ان کی امانتداری ، دیانت ، صداقت ، ہمدردی اور قوم وملک سے سچی خیرخواہی کے معترف ہیں اور ہمارے دل ان کے جذبات محبت سے لبریز ، وہ کہتے ہیں کہ خدا کو ایک جانو ، اور مجھے اس کا رسول مانو ، بت پرستی ترک کرو ، خیانت سے درگزرو ، زنا و عصمت فروشی کو چھوڑو ، یتیموں کا مال نہ کھاؤ ، صدقہ خیرات کرو ، نماز اور روزہ کو فرائض مذہبی سمجھو ۔ بس اس تبلیغ پر ہم لوگوں نے ان کو اپنا ہادی و پیغمبر سمجھا ، اسی پر غصہ ہو کر اہل قریش ہمارے درپئے آزار ہو گئے ۔ اور قسم قسم کے مظالم و شدائد کا ہم کو شکار بنا رہے ہیں ، وہ چاہتے ہیں کہ ہم کسی طرح ایک خدا کو ماننا چھوڑ دیں اور پھر ان ہی باطل معبودوں کی پرستش شروع کر دیں۔ جب اہل مکہ کے مظالم کی کوئی حد و انتہا نہ رہی تو ہم بہ حکم و مشورہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم آپ کے شہر میں آئے ہیں۔ جہاں ہمیں پناہ و امن ملنے کی پوری توقع ہے "۔

حضرت جعفرؓ کی اس صاف اور آزاد بیانی کا اہل دربار اور نجاشی پر خاص اثر ہوا ، تھوڑی دیر تک اہل دربار پر عالم سناٹا رہا۔ پھر نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے کہا کہ اے سردار ! تمہارے رسول پر جو کلام خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اس میں سے کچھ سناؤ ۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے فرمائی ، جس کو سن کر نجاشی حاکم حبشہ بے قرار ہو گیا ۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے ، اور مضطرب ہو کر کہنے لگا کہ :-

" قسم خدا کی یہ تو وہی کلام ہے جس کی آواز طور سینا پر گونجی تھی۔ جس شخص پر یہ کلام اترا ہے وہ سچا اور برحق پیغمبر ہے۔ اور تم لوگ سچے اور سیدھے راستہ پر ہو "

نجاشی نے یہ کہا اور اہل قریش کے سفیر کو مع ان تحائف کے دربار سے نکال دیا۔ اور ان مہاجرین کو حکم ہوا کہ جس جگہ چاہیں آزادی سے زندگی بسر کریں ، ادھر نجاشی کا یہ روزانہ معمول ہو گیا کہ وہ حضرت جعفرؓ کو بلاتا کلام الٰہی سنتا ، اس کے ذوق کا عالم روزانہ ترقی پکڑتا رہا۔ یہاں تک کہ آخرکار ایک روز جناب رسول کریم صلعم پر ایمان لے آیا ،

اسلامی تاریخ کا یہ پہلا واقعہ ہے کہ اسلام اور عیسائیت اس طرح بغلگیر ہوئے ۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلبؓ کے بعد حضرت عمرؓ آپ پر ایمان لائے حضرت عمرؓ جس وقت مشرف بہ اسلام ہوئے مسلمان جو انگلیوں پر شمار ہوتے تھے نہایت کمزوری کے عالم میں تھے ، حضرت عمرؓ جب مسلمان ہو چلے تو کل تعداد مسلمانوں کی چالیس ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے اسلام لاتے ہی علانیہ خانہ کعبہ میں نماز ادا فرمائی ، اور اپنا مسلمان ہونا علی الاعلان ظاہر فرما دیا۔

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلعم کے تلاوت قرآن شریف کی آواز سنکر مشرف باسلام ہوئے ، آپ کے مشرف باسلام ہو جانے پر اہل قریش بہت زائد شرمندہ و پشیمان ہوئے ، حضرت عمرؓ کفار قریش میں سب سے زائد بہادر اور نڈر تھے ۔ اہل قریش کو آپ کے وجود پر فخر و ناز تھا۔ جب آپ مسلمان ہو چکے تو آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ اب ہم کو کب تک خفیہ پوشیدہ طریقے سے فرائض ادا کرنے چاہئیں ، بلا کسی خوف و خطر کے خانہ کعبہ چلیے ، اور علانیہ نماز باجماعت ادا فرمائیے ، غرضکہ اسی طرح کیا گیا۔ اور پھر آپ علانیہ منظر عام پر اسلام کی اشاعت فرمانے لگے حضرت عمرؓ کی ذات سے اسلام کو بہت زیادہ قوت پہنچی ۔

قریش کا آخری فیصلہ

مہاجرین حبشہ کے سلسلہ میں ناکام و نامراد واپس لوٹنے پر اہل قریش نے اپنی تمام برادری کو جمع کرکے کہا :- ابن عبداللہؓ محمدؐ کا سحر اب بہت عام ہوتا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے مکائد و فریب سے بچنے کے لئے کوئی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے ۔ لہٰذا ایک عام جلسہ کیا گیا ۔ اور اس میں یہ عہد و پیمان ہوا کہ کوئی شخص بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ، نکاح نہ کرے ، اور نہ ان کے ساتھ موالات رکھے ، اسی مضمون کا ایک اشتہار خانہ کعبہ پر آویزاں کیا گیا۔ کہ آنحضرت اور آپ کے خاندان والوں سے برادری ترک کر دی جائے ، اس خبر کے عام ہوتے ہی اہل قریش نے سختی سے اس پر عملدرآمد شروع کر دیا ، اور اس عہد نامہ پر جملہ سربرآوردہ اہل مکہ کی مہریں ثبت ہوئیں۔ تین سال تک یہ مقاطعہ جاری رہا۔ اور

خاندانِ بنی ہاشم اور خدامِ رسولِ عربی نے یہ زمانہ نہایت صبر و سکون سے برداشت کیا۔ اس زمانہ میں اکثر ایسا بھی ہوا کہ ابوطالبؓ اور دیگر غیر مسلم بھی برابر آنحضرت کے شریک کار و معاون رہے۔ جب اہلِ قریش کے مظالم و شداید کی کوئی انتہا نہ رہی تو پھر آپ مع اپنے قبیلے کے گھاٹی شعب ابوطالب میں جا کر مقیم ہوئے۔ اور اہلِ قریش کی ان زیادتیوں اور ناانصافیوں پر نہایت صبر و سکون اور اپنی طرف سے عدم تشدد کے ثبوت فراہم فرماتے رہے، جو جو تکالیف اور مصائب آپ کو اس زمانہ میں پیش آئیں اس کو ہر شخص محسوس نہیں کر سکتا۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھوک اور پیاس سے چلاتے تھے۔ ان کے رونے اور فریاد کرنے کی آوازیں مکہ میں آئیں اور اہلِ مکہ اپنی شقاوتِ قلبی کی وجہ سے اس طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے تھے۔ ایامِ حج میں جب قافلے مکہ میں آتے تو آپ گھاٹی سے نکل باہر آتے اور تبلیغ توحید فرماتے، ابولہبؔ آپ کی سخت مخالفت کرتا اور لوگوں سے کہتا کہ آپ کی فضول گفتگو پر توجہ نہ دو کامل تین برس کے بعد رحمتِ خداوندی جوش میں آئی۔ اور ہشام ابن عمر اور زبیر ابن ابوامیہ کی متفقہ کوششوں سے وہ عہدنامہ پھاڑ ڈالا گیا۔ اور پھر آپ مع تمام مسلمانوں کے اہلِ قریش سے ملنے جلنے لگے۔ اور سابقہ تعلقات بدستور قائم ہو گئے۔

عام الحزن

اس واقعہ کے آٹھ ماہ کے بعد حضرت ابوطالبؓ نے ستاسی برس کی عمر میں وفات پائی، اس سانحہ عظیم کے تیسرے ہی دن آپ کی محترم و ہر دلعزیز خاتون حضرت خدیجہؓ نے بھی ۶۵ برس کی عمر میں اس دارِ فانی کو خیرباد کہا۔ آپ کا جسدِ مطہر مقبرہ حجون واقع مکہ مکرمہ میں دفن کیا گیا اسی وجہ سے اس کا نام "عام الحزن" رکھا گیا۔

نکاح ثانی

اسی اثنا میں حبشہ سے ایک خاتون سودہ نامی بے یار و مددگار آپ کے پاس آئیں، کسی قدر عمر میں آپ سے بڑی تھیں، جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ ان خاتون کا بیٹا عبدالرحمٰن نامی جو ہجرت کر کے حبشہ چلا گیا تھا انتقال کر گیا اور یہ خاتون بیوہ ہیں تو آپ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا، اور ایسی مصیبت و تکلیف کے زمانے میں جو ایک بے یار و مددگار عورت کے لئے زمانہ مہیا کر دیتا ہے آپ کا ان کو اپنی آغوش میں لینا انتہائے خلقِ عظیم کا نمونہ تھا۔

دوسری ہجرت

حضرت ابوطالبؓ اور حضرت خدیجہؓ جیسی گراں قدر اسلام ہستیاں جب اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکیں تو پھر اہلِ مکہ نے تشدد و مظالم کی گرم بازاری شروع کر دی، لہذا آپ نے مناسب سمجھا کہ طائف کی جانب ہجرت کی جائے۔ طائف وہ مقام ہے جو مکہ سے ستر میل جانب شمال ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ یہاں پہنچ کر تبلیغ و خدمت نوع انسانی کا آپ نے وعظ شروع کر دیا۔ مگر وہاں بھی پبلک نے آپ کو طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کر دیں۔

اسی طرح ایک ماہ بھی نہ گذرا تھا کہ اہلِ طائف آپ کو اور حضرت زید بن حارث کو زخمی کر کے طائف سے باہر کر آئے۔ اللہ اکبر! اہلِ مکہ و قریش کی شقاوتِ قلبی کا یہ عالم اور آپ کے صبر و سکون کا یہ حال کہ کبھی تو زبان مبارک سے ایک بار بھی بددعا نہ دی۔ بلکہ آپ خدا سے التجا فرماتے کہ الٰہی ان لوگوں کو ہدایت فرما۔

غرضکہ آپ طائف سے پھر مکہ تشریف لے آئے۔ اہلِ قریش کی شقاوت میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوئی، مگر آپ کا بھی یہ فرض رہا کہ ہر شخص کو آپ تلقین و ہدایت فرماتے۔ چونکہ حج کا موسم آ چکا تھا، لہذا آپ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ ہر قبیلے کے سردار کی فرودگاہ پر تشریف لے جاتے۔ کلمۂ حق کی دعوت دیتے، قرآن کے رشد و ہدایات سے آگاہ فرماتے۔ چنانچہ ایک روز آپ عقبہ کے قریب رونق افروز تھے، بنو خزرج کے چھ آدمیوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے قرآنِ حکیم میں سے کچھ سنایا۔ چنانچہ یہ سب مشرف باسلام ہوئے۔ اور اپنے مقام پر پہنچ کر تبلیغ کا کام شروع کر دیا اور خدا کے فضل و کرم سے مدینہ کا کوئی گھر باقی نہ رہا جس میں آپ کا مبارک تذکرہ نہ ہوتا ہو۔

معراج

بعثتِ رسولؐ کے بعد جو سب سے اہم واقعہ تاریخِ اسلامی کا ہے وہ واقعہ "معراج" ہے۔ یہ نبوت کا بارہواں سال تھا۔ معراج کا واقعہ ایک خاص شرف و عزت ہے۔ واقعہ معراج یوں ہے، آپ جسمِ ظاہری کے ساتھ بیداری کے عالم میں ستائیسویں رجب کی شب میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اور پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر کے واسطے مدعو فرمایا، واقعہ معراج کی برکتیں خدا جانے یا اس کا رسولؐ۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے اپنے محبوب بندے کو خزائنِ قدرت کے نظارے کے لئے مدعو فرمایا، آپ نے وہ دیکھا جو ایک انسان کی آنکھ نہ دیکھ سکتی تھی، اور وہ سنا جو ایک انسان کے کان نہ سن سکتے تھے، دقائقِ معراج کی موشگافی اور ادنیٰ ترین غلام، بارگاہِ رسول کا ناچیز قلم، تاب و مجال نہیں۔

ترقی اسلام

نبوت کے تیرہویں سال کا مشہور ترین واقعہ یہ ہے کہ ایک بڑی جماعت مدینہ سے مکہ آئی۔ جس میں پچھتر نفوس تھے اور سب نے آ کر آپ سے استدعا کی کہ ہم بیعت کرنا چاہتے ہیں، آپ اپنے چچا

حضرت عباسؓ کے ساتھ (جنھوں نے ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا) اس جماعت میں تشریف لائے، اور آپ نے اس جماعت کو ان الفاظ سے مخاطب فرمایا۔ کہ :-

"اے مدینہ کے رہنے والو! یہ زمانہ اسلام کے لیے بہت مخدوش ہے۔ مسلمانوں کے قتل و ہلاکت کے لیے اہل قریش ہر وقت آمادہ ہیں۔ میں تم سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تم کو کس چیز نے قبول اسلام کے لیئے آمادہ کیا۔"

ان لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم کو اپنی جانوں کی مطلق فکر نہیں ہے ہم لوگ اپنی جان پر کھیل کر یہاں تک پہنچے ہیں، آپ ہم کو مشرف بہ اسلام فرمایئے۔ غرضکہ کوئی اثر دباؤ ہم کو اس خیال سے باز نہیں رکھ سکتا، یا رسول اللہ ہم کو جلد تر شرف اسلام بخشیے، اس قدر راسخ الاعتقاد پاکر آپ نے اس کل جماعت کو بیعت رسالت سے سرفراز فرمایا، فراغت بیعت کے بعد یہ جماعت مدینہ واپس ہوئی اور آپ سے یہ وعدہ لیا کہ ہم لوگوں کو حضورؐ کبھی فراموش نہ فرمائینگے

حقیقی ہجرت

جب باہرت لوگ اس اشتیاق کے ساتھ آ آکر مشرف باسلام ہونے لگے تو اہل قریش میں بہت زائد کھلبلی مچ گئی۔ اور اپنی [illegible] پر بہت زائد افسوس کرتے۔ اور قسم قسم کے منصوبے آپ کو [illegible] کو رسوا کرنے کے لیئے سوچے جانے لگے۔ بڑی بڑی کمیٹیاں مکہ کے "دارالندوہ" میں منعقد کی جانے لگیں۔ اور آخر میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جو شخص محمد (صلعم) کو قتل کر ڈالے گا اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے، تمام اہل قریش نے اپنے جلسہ میں بالاتفاق یہ رائے پاس کی، یہ بھی طے کیا گیا کہ کوئی شخص اہل قریش کا نہیں بلکہ ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص منتخب کرکے ایک گروہ بنایا جائے۔ اور یہ لوگ بیت الرسول کا محاصرہ کرلیں۔ جس وقت آپ باہر نکلیں قتل کر ڈالے جائیں، ایک روز، شب میں خاندان قریش کے متعدد بہادر نوجوان تلواریں لیئے ہوئے رسول اللہ صلعم کے گھر کے ارد گرد مجتمع ہوگئے اور مکان کا محاصرہ کرلیا، آپ کو اس حالت کی اطلاع بذریعہ وحی الٰہی ہو چکی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسا جان نثار و بہادر رفیق اس وقت آپ کے پاس موجود تھے۔ آپ نے فرمایا "علی! کفار قریش میرا محاصرہ کر چکے۔ اقتضائے وقت یہ ہے کہ تم میرے بستر پر آرام کرو اور میں نکل جاؤں" حضرت علیؓ نے منظور فرمالیا اور یہ سنتے ہی حضور کے بستر پر آرام فرمانے لگے، کفار قریش روزن میں سے دیکھ دیکھ کر اپنا اطمینان کرلیتے تھے کہ رسول اللہ بستر پر محو خواب ہیں

وہ اسی خواب خیال میں تھے کہ خدا کے محبوب ایک کھڑکی سے نکل گئے۔ جب صبح ہوئی اور رسول خدا صلعم مکان مبارک سے برآمد نہ ہوئے تو اہل قریش مکان کے اندر ایک دم گھس گئے۔ وہاں جاکر دیکھا تو حضرت علیؓ مصروف خواب تھے۔ بڑے نادم و پشیمان ہوئے اور اپنی رات بھر کی کوفت سے انتہائی خجل و پریشان، گھبرا کر اہل قریش کے اس بہادر جتھے نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا۔ بتلاؤ محمد (صلعم) کہاں ہیں؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا (اپنے رسول کے حال سے خدا ہی خبردار ہے) غرضکہ یہ نادم و پشیمان گروہ قاتلان اپنی بدبختی پر افسوس کرتا ہوا چلا گیا۔ اور اعلان کردیا کہ جو شخص رسول خدا صلعم کو شہید کردے گا وہ مالا مال کردیا جائیگا

جناب رسول کریم صلعم اپنے مکان مبارک سے نکل کر سیدھے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دولتکدے پر پہنچے۔ سارا ماجرا بیان فرمایا اور دن بھر وہیں قیام فرمایا۔ بعد ازاں ارشاد ہوا اے ابوبکر جلد تر مکہ چھوڑ کہیں باہر قیام کرو تاکہ پھر ہم حفاظت خداوندی میں مدینہ پہنچ سکیں، حضرت ابوبکر صدیق چونکہ آپ کے نہایت سچے غمگسار اور جان نثار تھے فوراً تعمیل حکم کے لیئے تیار ہوگئے۔ دن بھر ضروری اسباب سفر درست فرماتے رہے۔ نصف شب کو مع مختصر ضروری اسباب کے اپنے تمام زر و مال کو رسول خدا کی خوشی پر نثار کیئے مکہ سے باہر تشریف لے گئے اور "غار ثور" میں مقیم ہوئے،

غار ثور میں رونق افروزی

یہ کوہی غار نہایت تنگ و تاریک تھا، تین شبانہ روز غار ثور میں قیام رہا، روزانہ شب کو حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے تشریف لاتے۔ اور اہل مکہ کے حالات سے مطلع فرماتے۔ تیسرے روز غار ثور سے روانگی ہوئی۔

تین اونٹ ہمراہ ہیں۔ ایک پر عبداللہ ابن اریقط، رستہ بتلانے والے، دوسرے پر خود رسول خدا صلعم اور حضرت ابوبکرؓ تیسرے اونٹ پر عامر بن فہیرہ۔ حضرت ابوبکرؓ کے غلام۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری

ربیع الاول کا مہینہ، پیر کا دن، زوال آفتاب کے قریب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ پہنچے، اہلیان مدینہ کئی دن سے مشتاق زیارت و جمال تھے، روزانہ استقبال کے لیئے تشریف لاتے مگر مایوس واپس جاتے، اس دن بھی وقت ختم ہو چکا تھا، لوگ مکانوں کو واپس جا چکے تھے کہ ناگاہ ایک یہودی نے بلندی سے اس مقدس قافلہ کو دیکھ کر پکارا :-

"اہل مدینہ نکلو، طیبہ کے باشندوں دوڑو، خدا کا محبوب رسول تشریف لا رہے ہیں"

یہ صدائے دل خوش کن ایک دعوتِ مسرت تھی۔ ہر شخص گھر سے بیتابانہ نکل پڑا۔ نوجوان لڑکیاں جوشِ مسرت سے جھومتی اور خوشی میں مست ہو ہو کر دف بجاتیں، آپ کو دیکھ کر ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ آپ اس کے مہمان ہوں۔ چونکہ آپ رحمۃ للعالمین تھے، کسی ایک کی دل شکنی آپ کو گوارا نہ ہوئی، فرمایا کہ ہماری اونٹنی جس جگہ جاکر بیٹھ جائے بس وہیں قیام کریں گے۔ حسنِ اتفاق دیکھئے، اونٹنی اس جگہ جاکر بیٹھی، جہاں اب آپ کا مزارِ مبارک مطہر ہے۔ حضرت ایوبؓ انصاریؓ کا مکان چونکہ اس جگہ سے قریب تھا۔ لہٰذا آپ نے حضرت ایوب انصاری کے مکان کو شرفِ قدوم سے ممتاز فرمایا، جب اقامت و حفاظت سے آپ کو اطمینان ہو چکا تو آپ نے ان مہاجرین کا معائنہ فرمایا جو اللہ اور اللہ کے رسول کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لائے تھے، مدینہ میں یہ مہاجرین گو ہر طرح محفوظ و مامون تھے، مگر انصارؓ سے بہتر حالت نہ تھی، آپ نے مہاجرین کی یہ حالت دیکھ کر انصارؓ کو اخوت، ہمدردی، اتحاد اور رواداری کی تعلیم دینا شروع کی، انصارؓ آپ کے انتہائی جان نثار تھے۔ آپ کے فرمانے پر فوراً اظہارِ اطاعت کیا۔ اور مہاجرین کے ساتھ سلسلۂ مواخاۃ قائم، مہاجرین کو تجارت میں مدد دی گئی، اور ان کی شادی و بیاہ کے مراسم بھی انصار میں ہونے لگے۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر

مہاجرین کی طرف سے مطمئن ہو جانے پر ایک مسجد مدینۂ منورہ میں جنابِ رسالت پناہ نے بنانا چاہی، اور اس کے لئے وہ مقام تجویز کیا گیا جہاں آنحضرت کی اونٹنی نے قیام کیا تھا۔

زمین حاصل کر لینے کے بعد کچی اینٹوں اور مٹی کے گارے سے سلسلۂ تعمیر شروع کر دیا گیا۔ خود جنابِ رسولِ عربی اپنے مقدس ہاتھوں سے اینٹیں اور گارا اٹھا کر لاتے اور مسجد تعمیر فرماتے۔ غرضکہ یہ مسجد کچی اینٹوں، مٹی کے گارے اور کھجور کے پتوں سے بنا کر تعمیر کی گئی۔

حضرت عائشہؓ

ہجرت سے قبل از تین سال حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی پیاری اور چہیتی بیٹی حضرت عائشہؓ کو جو ابھی مکہ میں تھیں، آنحضرت صلعم سے منسوب کر دیا تھا، جب مدینہ میں فراغت اور اطمینان کی زندگی نصیب ہوئی تو حضرت عبداللہ ابن ابوبکر مکہ تشریف لے گئے۔ اور اپنی ہمشیر حضرت عائشہ کو ہمراہ لیتے آئے۔ مدینہ پہنچکر حضرت عائشہؓ آنحضرت صلعم کے یہاں رخصت کی گئیں۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۱۲ سال کی تھی۔ اور ماہ صفر میں حضرت علی کرم اللہ کے ساتھ حضرت سیدہ زہرا فاطمہؓ کا بھی نکاح کر دیا

نماز، زکوٰۃ، اذان

نماز مکہ ہی میں فرض ہو چکی تھی، نمازِ مغرب کے سوا کہ اس کی تین رکعتیں تھیں، باقی اور تمام نمازوں کی دو دو رکعتیں تھیں، جو مدینہ منورہ میں آکر چار کی گئیں۔ اطلاع نماز و جماعت کے لئے اذان کا طریقہ رائج کیا گیا۔

پھر زکوٰۃ فرض کی گئی۔ ادائے زکوٰۃ ایک مسلمان کا بہت اہم فرض مذہبی ہے۔ یہ عبادتِ مالیہ بھی مثل روزہ، نماز کے ہے۔ مگر کس قدر مسلمان شاذ و نادر اس طرف متوجہ ہوتے ہیں، زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کو منافق اور منکرِ زکوٰۃ کو کافر بتایا گیا ہے۔ ایک سال کے بعد نقد زر و مال کا چالیسواں حصہ راہِ خدا میں مستحقین کو تقسیم کرنا مسلمانوں کا اہم فریضہ ہے۔

جنگ و جہاد اور غیر مسلم اقوام سے عہد نامے

کفارِ قریش جو اپنی جنگجویانہ حماقتوں پر انتہائی نادم و پشیمان تھے وہ اب بھی جبکہ آنحضرت صلعم مدینہ منورہ تشریف لے جا چکے تھے بیٹھے نہ بیٹھ سکے۔ قبل از آمدِ آنحضرت صلعم ایک دولتمند با اثر سربر آوردہ رئیس عبداللہ ابن ابی مدینہ میں اپنے شورہ پشت ساتھیوں کی وجہ سے کافی اثر حاصل کر چکا تھا۔ بہت ممکن تھا کہ حضور صلعم اگر مدینہ نہ تشریف لاتے تو یہ شخص یہاں کا بادشاہ بن جاتا۔

حضور صلعم کے تشریف لانے پر ابن ابی کا اثر زائل ہونے لگا، اور تمام اہلِ مدینہ حرمِ رسالت کی جانب متوجہ ہو گئے، اور آپ کی پاک و مخلصانہ تعلیم برکار بند ہونا شروع کر دیا۔ جب یہ حالت ابن ابی نے دیکھی تو سخت تر پریشان و متردد ہوا۔ اور ایک خط مکہ ابوجہل کو لکھا کہ تم تمام اہلِ قریش کی متفقہ طاقت سے مدینہ پر حملہ کرو، ہم تمہاری مدد اور اعانت کریں گے۔ اور ادھر خود بمصلحت اپنی تمام جماعت کے ساتھ مسلمان ہو گیا، اہلِ مدینہ اس جماعت کو جماعتِ منافقین کہتے تھے

اسی دوران میں آنحضرت صلعم نے تمام اہلِ مدینہ اور وہاں کے یہودیوں سے ایک معاہدہ کیا۔ جس میں ان واقعات کا اچھی طرح اظہار کیا گیا اور اس معاہدے میں یہ طے کیا گیا کہ یہ سب لوگ ایک قوم سمجھے جائیں گے ان میں اگر کوئی ایک شخص بھی کسی کا دشمن ہوگا تو پھر ہر شخص اس کا دشمن ہوگا۔ اس جماعت کا ہر شخص فرداً فرداً امن و صلح کا ذمہ دار ہے۔ یہودی اگر ہمارے نظامِ جمہوری میں شرکت کریں گے تو ان کی حفاظت ہم پر فرض ہوگی، ہر مسلک و ملت والے کو اس کے فرائضِ مذہبی کی ادائگی کا آزادانہ حق حاصل ہے۔ یہودیوں کو بھی وہ تمام عہدے اور منصب عطا کئے جائیں گے جو مسلمانوں کو دیئے جا سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص مدینہ پر حملہ کرے تو ہر ساکنِ مدینہ کا فرض ہوگا کہ وہ اس کی مدافعت کرے۔

غرضکہ یہ معاہدہ ہر ہر شخص نے پسند کیا اور اپنے اپنے دستخط کر دیئے

۔۔ یہاں تک کہ یہودیوں کے تین زبردست قبیلوں کے سرداروں کے دستخط بھی اس پر ثبت ہوئے۔ **بنی النضیر۔ بنی قینقاع اور بنی خزاعہ**، جب یہاں کے کام کی تکمیل ہو چکی تو آنحضرت صلعم نے ان قبائل کی جانب توجہ کی جو نواحِ مدینہ منورہ میں آباد تھے، چنانچہ ماہِ صفر میں ہجرت کے بارہویں مہینے ان قبائل کی طرف آپ چند ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے، وہاں جا کر غزوۂ ودان۔ غزوۂ بواط غزوۂ صفوان اور غزوہ ذی العشیرہ نامی معاہدے کیے گئے،

ان تکمیل معاہدات کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے یہاں پہنچتے ہی ابوجہل کا خط ملا۔ جس میں لکھا تھا کہ مدینہ والوں کی حمایت پر مغرور مت ہو جاؤ۔ میں تم پر عنقریب حملہ آور ہونے والا ہوں، اور اپنی جنگی جلد جلد اور خدا کے رسول کی مخالفت میں قوت صرف کرنے لگا۔

غزوۂ بدر کبریٰ

تاریخ اسلامی کا سب سے اہم بالشان کارنامہ "جنگ بدر" ہے جس میں باوجود قلتِ سامان وبے مائیگی ایک بہادر و مشہور اور شجاع قوم ثابت کر دکھایا۔ ۸۰ مہاجرین اور ۲۳۵ انصار کل تین سو بارہ نفوس کو لے کر جنابِ رسول کریمؐ جانب شمال۔ رکبت علی کھڑے ہوئے، اس گروہ نے ساز و سامان کا یہ عالم تھا کہ صرف ستر اونٹ اور چند گھوڑے، گنتی کی تلواریں ان کے پاس تھیں۔ بدر ایک گاؤں یا کنویں کا نام تھا۔ جو بدر ابن خلف ابن نضر ابن کنانہ کی طرف منسوب تھا۔

دشمن کی جمعیت نو سو سے زائد تھی، مسلمان باری باری سے سواریوں پر سوار ہوتے۔ خود حضور انورؐ کے ساتھ حضرت علیؓ کی باری تھی، بہت سے مسلمانوں کے ہاتھ میں کھجور کی لکڑیاں، اور اونٹ کی ہڈیاں تھیں، ابوجہل کے ساتھ ایک ہزار نبرد آزما، اور تجربہ کار جنگجو شامل تھے، سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے ہمراہ تھے، دشمنانِ خدا کے یہ ساز و سامان دیکھ کر رسولِ محترم نے مسلمانوں سے دریافت فرمایا کہ اب کیا ارادہ ہے؟ سب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ جہاد کا حکم فرما چکے ہیں، ہم سرفروشی کے لئے تیار ہیں، اللہ کے سچے بندوں کی یہ گفتگو سن کر آنحضرت صلعم بہت شاد ہوئے اور فتح کی بشارت جو بذریعہ وحی نازل ہو چکی تھی سنائی، اور فرمایا کہ اپنی طرف سے پہل نہ کرنا چاہیئے۔ ابتدا لشکر کفار ہی سے ہو تو اچھا ہے۔

صبح کے وقت کفار کے لشکر میں سے عتبہ ابن ربیعہ مع اپنے بھائی **شیبہ** اور لڑکے ولید کے میدان میں نکلا، اور بلند آواز سے کہا کہ میرے مقابلہ میں مسلمانوں میں کون سا ایسا جوانمرد ہے جو کہ انصار کے تین جوانمرد مقابلے کے لئے بڑھے۔ مگر مغرور عتبہ نے حقارت آمیز لہجے میں کہا کہ اے محمدؐ (صلعم) ہم ان دیہاتی کسانوں پر کیا حملہ کریں، ہمیں شرم آتی ہے۔ خاندانِ قریش میں سے کسی مسلمان کو جو ہمارے ہمعصر ہیں مقابلے کے لئے بھیجئے۔ چنانچہ آپ نے یہ سنکر حضرت حمزہؓ حضرت **علیؓ** اور حضرت **عبیدہؓ** بن حارث بن عبدالمطلب کو میدان میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تینوں نوجوانان قریش اسلام کی حمایت کے لئے لشکر اسلامی سے نکل کر لشکر کفار میں گھس پڑے۔ آخر کار حضرت علیؓ نے پہلے ہی حملے میں ولید کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور حضرت حمزہؓ نے عتبہ کو ہلاک کر ڈالا اور شیبہ کو حضرت عبیدہؓ نے ختم کر دیا، ان تینوں سردارانِ قریش کے اس طرح اور اس قدر جلد قتل ہو جانے سے تمام لشکر کفار میں ہلچل پڑ گئی۔ ابوجہل نے لشکر کو پریشان اور سراسیمہ دیکھ کر مسلمانوں پر ایکبارگی حملے کے لئے ہمت دلائی، لشکر کفار اپنا ہمت آمیز تقریر سے متاثر ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا، آنحضرت صلعم یہ حالت دیکھ کر عریش[1] میں تشریف لے گئے اور درگاہ رب العزت میں دعا کرنے لگے کہ اے رب العزت سب مسلمانوں کی عزت و آبرو تیرے ہاتھ ہے، تیرے نام پر وہ اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں، ان کو فتح و کامرانی سے سرفراز کر جس کا تو وعدہ فرما چکا ہے" حضورؐ کی یہ دعا بارگاہ جناب باری عزاسمہٗ میں مقبول ہوئی، غبار اٹھا، بجلی کڑکی، اور غیبی فرشتے لشکر کفار پر ٹوٹ پڑے۔ ابوجہل سخت زخمی ہوا۔ یہاں تک کہ اس کی ایک ٹانگ ران سے علیحدہ ہو گئی۔ اور پھر بالآخر اس کا حضرت معوذؓ کے ایک بے پناہ حملے سے ہمیشہ کے لئے چراغ زندگی گل ہو گیا، لشکر کفار میں ایک بے چینی اور پریشانی پیدا ہوئی۔ اور دیوانوں کی طرح اہلِ لشکر ہر طرف بھاگ رہے تھے کچھ لوگوں کو پناہ دی گئی، جنگِ بدر کے بعد شوال سنہ ۲ھ میں غزوۂ قینقاع۔ ذوالحجہ سنہ ۲ ہجری میں غزوۂ سویق اور محرم میں غزوۂ قرقرۃ الکدر وغیرہ واقع ہوئے ہیں،

بادشاہانِ عالم کو دعوتِ اسلام

سنہ ۶ ہجری میں آپ نے دنیا کے بڑے بڑے شاہنشاہوں کو پیامِ خداوندی بصورت مکتوب روانہ کیئے۔ نجاشی والی حبشہ مسلمان ہوا۔ قیصر روم، اور مقوقس مصر آپ کی رسالت کے قائل ہوئے،

مندرجہ ذیل بادشاہوں کے نام آنحضرت صلعم نے مکتوبات روانہ کیئے

(۱) یمامہ کا بادشاہ	(۴) اسکندریہ کا بادشاہ
(۲) بحرین کا "	(۵) قیصر روم
(۳) عمان کا "	(۶) حرث غسانی والی دمشق

[1] وہ چھپر جو آنحضرت صلعم کے لئے میدانِ جنگ میں ڈالدیا گیا تھا۔ ۱۲

(۷) خسرو پرویز ایران (۸) والی حبشہ

فتح مکہ

۲۰ رمضان ۸ھ کو مکہ فتح کیا۔ مکہ کی فتح بھی عجیب مسرت تھی خدا کے محبوب کے لیئے جو سرزمین کفار قریش نے تنگ کردی تھی، جنہوں نے اس محبوب کو تمام شہری حقوق سے محروم کردیا تھا وہ سرزمین آج اس کا کشادہ دلی سے خیر مقدم کر رہی تھی،

اب آپ باطمینان مدینہ منورہ میں قیام فرماکر تبلیغ اسلام فرمانے لگے، مگر کفار قریش کی سرگرمیاں معطل ہوچکی تھیں،

تکمیل تبلیغ

سنہ ۹ ہجری میں جب عام سکون تمام قبائل عرب میں پیدا ہوگیا تو ہر طرف واعظ، قاری، نقیب وغیرہ مقرر کیئے گئے، عرب کی تمام سرزمینیں آپ کے نور سے منور ہوگئیں، کفر و گمراہی کے بادل پھٹ گئے رب العزت کی طرف سے آپ کو یہ خوشخبری سنائی گئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم "اے پیغمبر ہم نے آج تمہارے دین کو مکمل کردیا"

اس خوش خبری کو سُنکر آپ نے تمام حضار مجلس کو مخاطب فرمایا اور کہا کہ اب کچھ روز تک ہم دنیا میں باقی ہیں۔ خدا نے جس کام کے لیئے ہم کو مقرر فرمایا تھا وہ انجام کو پہنچا، الحمدللہ

حجۃ الوداع اور عرفات میں خطبہ مبارکہ

ایک لاکھ جماعت خدام و صحابہ کے ہمراہ ۲۴ یا ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۰ ہجری کو مدینے سے بقصد حج روانگی ہوئی اور اس پاک دیار کی جانب قدم کامرانی بڑھایا گیا کہ جس کا نام مکہ معظمہ ہے۔ عرفات میں حضور انور نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں مردوں اور عورتوں کے لیئے ہزاروں عبادات و معاملات کے درس پنہاں تھے قتل و خونریزی، گمراہی و ضلالت، کفر و الحاد سے علیحدہ رہنے کا مشورہ نیک تھا، غلاموں سے مساوات برتنا۔ انہیں آرام و آسائش پہنچانا چھوٹوں کی خطاؤں سے درگذر کرنا وغیرہ وغیرہ بیشمار مفید نصائح تھے۔

بعد الفراغ حج آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

علالت اور وفات شریف

تعلیم اسلامی کسی خاص وقت اور قوم کے مخصوص نہ تھی اور اس کے احکام محدود نہ تھے۔ "کل نفس ذائقة الموت" لفظ کل کا اطلاق ایسا حاوی اور طاری نکلا کہ اس سے وہ پاک نفس افراد بھی نہ بچ سکے جن کو عرف عام میں انبیاء کہا جاتا ہے۔ اس کلیہ سے جناب رسول اکرم صلعم بھی نہ بچ سکے۔ حجۃ الوداع کے تین ماہ بعد کا واقعہ ہے کہ آپ کو بخار کا آنا شروع ہوا۔ صفر کی دو آخر راتیں باقی تھیں کہ آپکے درد شروع ہوا زمانۂ علالت میں حضرت عائشہؓ کے حجرۂ مبارکہ میں بسر فرمایا۔ کچھ صحت ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ باہر تشریف فرما ہوئے۔ آخر خطبہ آپ کا یہ تھا:-

"بیشک اللہ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کا اختیار دیا۔ پس اُس نے آخرت کو قبول کر لیا۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ اس صحبت میں موجود تھے، آپ اس اشارہ وداع کو سمجھ گئے اور بے انتہا رونے لگے۔ بعدازاں صحابہ کو جمع کیا گیا۔ اور اُن کے حق میں آپ نے دعاء خیر فرمائی اور فرمایا۔

(۱) میں تم کو خوف الٰہی کی وصیت کرتا ہوں، اور اللہ نے تم کو وصیت کی ہے۔

(۲) اور میں اس کو تم پر چھوڑتا ہوں،

(۳) اور تم کو اس کے سپرد کرتا ہوں۔

(۴) بیشک میں تم کو دوزخ سے ڈرانے والا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں،

(۵) اللہ کے ملکوں اور بندوں پر علو نہ چاہو، کیونکہ اُس نے کہا ہے کہ یہ مکان آخرت اُن لوگوں کے لیئے ہے جو زمین پر نہ برتری کا قصد کرتے ہیں، اور نہ فساد کا، اور بہتری آخرت کی پرہیزگاروں کے لیئے ہے۔ اور کہا ہے خدا نے کیا نہیں ہے جہنم ٹھکانا غرور کرنے والوں کا۔

اس کے بعد کچھ اور وصیتیں آپ نے فرمائیں۔ اس دوران میں درد زائد شدت سے ہونے لگا۔ یہاں تک کہ غشی طاری ہوگئی۔ تمام ازواج مطہرات و حضرت فاطمہؓ و علیؓ و عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر خدمت رہے، اس عرصہ میں نماز کا وقت آگیا۔ عشا کی نماز کے وقت آپ کو بھی ہوش ہوا۔ حکم دیا ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ وہ رقیق القلب ہیں، آپ کی جگہ خالی دیکھ کر ان کا دل بھر آئیگا۔ فرمایا نہیں وہی نماز پڑھائیں، لہٰذا آنحضرت صلعم کے حکم سے حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی، غرضکہ تیرہ دن علالت رہی اس اثناء میں جب طبیعت کسی قدر سکون پذیر ہوتی ہدایت و تلقین فرماتے۔ کبھی آپ اپنی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمہؓ کو مخاطب فرماتے کہ اے فاطمہؓ محمد صلعم کی بیٹی اور اے صفیہ محمد صلعم کی پھوپھی نیک عمل کرو کہ وہی تمہارے کام آئے گا، نہ یہ کہ تم میری بیٹی اور پھوپھی ہو، کبھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرماتے کہ گھر میں مال دنیا کی قسم سے جو چیز بھی ہو صدقہ کردو کہ میری روح کو تکلیف ہوتی ہے کہ میرے گھر میں دنیا کا مال رہے۔

ربیع الاول کا مہینہ ہے۔ ۱۲ تاریخ حضرت عائشہ کا بیت النور بیت الحزن والملال بنا ہوا ہے۔ در و دیوار پر ایک خاص اثر کیفیت نمایاں

منال ہے۔ اس حالت میں ہمارے دو جہان کے سردار حضرت محمد صلعم "الرفیق الاعلیٰ" فرماتے ہوئے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوگئے ۶۳ سال کی عمر مبارک میں آپ نے وصال فرمایا۔

تجہیز و تکفین

حضرت علیؓ آپ کی پشت مبارک کو سہارا دیئے ہوئے غسل دے رہے تھے، حضرت عباسؓ کروٹ بدلواتے جاتے تھے۔ اور حضرت اسامہ پانی ڈالتے جاتے تھے،

تین کپڑوں میں حضور انور کو کفن دیا گیا، جن میں دو سفید تھے اور ایک یمنی تھی،

حضرت عائشہ کے حجرہ مبارکہ میں آپ کو مدفون کیا گیا۔

شبیہ مبارک

درمیانی قد تھا۔ آنکھیں نہایت خوبصورت، ابرو ملے ہوئے پیشانی چوڑی، آپ کی ریش مبارک بہت گھنی تھی، بینی درازی مائل گردن بلند، سر مبارک بڑا، سینہ چوڑا، رفتار تیز، مگر نہایت متانت و وقار لیے ہوئے، طرز گفتگو نہایت شیریں و نرم۔ اکثر متبسم ہوتے مگر قہقہہ کبھی نہ فرماتے۔ وضع سادہ مگر بہت دلکش تھی، خوشبو بہت پسند فرماتے،

ازواج مطہرات

(۱) حضرت خدیجہؓ آپ کی سب سے پہلی بیوی ہیں، یہ بیوہ تھیں، نکاح کے وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی، آپ اسلام میں سب سے پہلی مسلمان خاتون ہیں،

آپ کی حیات میں آنحضرت صلعم نے دوسرا نکاح نہ فرمایا۔ ابتدائی وقت میں اسلام کو آپ سے بہت امداد ملی۔ آنحضرت صلعم سے آپ کی چھ اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے چار صاحبزادیاں،

(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت خدیجہؓ کے بعد دوسرا نکاح سرکار کا آپ سے ہوا۔ یہ بھی بیوہ تھیں، آپ بہت بڑی متواضع، اور سخاوت والی بیوی تھیں،

(۳) حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیقؓ۔ سنہ ۱۰ ہجری بعثت میں نکاح میں لائی گئیں، وقتِ نکاح آپ بہت خورد سال تھیں یعنی عمر مبارک ۶ برس کی تھی۔ ۹ سال کی عمر میں آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ آنحضرت صلعم کی وفات شریف کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال کی تھی، سنہ ۵۸ھ میں وفات پائی، رسول عربی آپ سے انس و محبت رکھتے تمام ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ وہ پہلی خاتون ہیں جن کا مذہبی علمی دنیا پر انتہائی احسان ہے اور احکامات شرعیہ کا بہت بڑا حصہ محض آپ کے منقولات کے سلسلہ سے ہے،

دینیات کے اکثر مسائل جمیعہ میں اکثر صحابہ آپ کے مشورہ کے منتظر رہا کرتے تھے، ۶۰ حدیثیں امام بخاریؒ نے آپ سے نقل کی ہیں، آپ نہایت خوش تقریر تھیں،

(۴) حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمر فاروقؓ۔ آپ بھی بیوہ تھیں مزاج کسی قدر تیز رہتا۔ واقعۂ ایلا یعنی آنحضرت صلعم کا شہد کھانے سے عہد کر لینا اور قرآن شریف کی آیات کا اترنا آپ ہی کی وجہ سے ہوا تھا،

(۵) حضرت زینبؓ ہلالیہ۔ آپ سب سے اوّل حضرت عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، جنگِ احد میں انہوں نے شہادت پائی، جس کے بعد آپ آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئیں۔ آپ کو فقرا و مساکین کی خاطرداری بہت مرغوب تھی، اسی وجہ سے آپ "ام المساکین" کہلاتی تھیں، نکاح کے بعد صرف چند ماہ آپ زندہ رہیں،

(۶) حضرت ام سلمہؓ۔ آپ بھی بیوہ تھیں، ہجرت حبشہ کے وقت اپنے شوہر عبداللہ ابن اسد (ابوسلمہ) کے ساتھ تھیں۔ آپ پہلی خاتون ہیں جو مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئیں، آپ کے شوہر اوّل ابوسلمہ جنگ میں شریک و زخمی ہوئے۔ اور آخرکار وہی زخم آپ کی موت کا سبب ہوا۔ پھر آپ حضور کے نکاح میں آئیں، حضرت عائشہ کے بعد ازواج مطہرات میں آپ سب سے افضل، علم و فضل والی خاتون ہیں، آپ ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں فوت ہوئیں،

(۷) حضرت زینبؓ بنت جحش۔ آنحضرت صلعم کی پھوپھی زاد بہن تھیں، متقی و پرہیزگار انتہا درجہ کی تھیں۔ ۵۳ سال کی عمر پائی، سنہ ۲۰ھ میں انتقال فرمایا،

(۸) حضرت جویریہؓ بنت حارث، قبیلۂ بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں، مالِ غنیمت میں آئیں۔ جب ایک صاحب کو جن کے حصہ میں آپ تقسیم ہو کر آئی تھیں سپرد کی گئیں تو آپ کی آزادی کے لیئے انہوں نے کچھ سونا مقرر کیا۔ آنحضرت صلعم نے سونا ادا کر دیا اور اپنے نکاح میں لے آئے۔ ۶۵ برس کی عمر پائی، سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی

(۹) حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان، آپ عبیداللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں۔ اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت حبشہ کی۔ وہاں خاوند کے عیسائی ہو جانے پر ان سے علیحدگی اختیار کی۔ آنحضرت صلعم نے پیام نکاح دیا۔ لہٰذا آپ کے ساتھ نکاح ہو گیا۔ نجاشی حاکم حبشہ نے آپ کی طرف سے مہر ادا کیا۔ سنہ ۴۴ھ میں وفات پائی۔

(۱۰) حضرت میمونہؓ بنت حارث۔ آپ بھی بیوہ تھیں، آپ حضرت خالد ابن الولید کی خالہ ہیں، ان کا مہر حضرت عباس نے بہ تعداد چار سو درہم ادا کیا۔ سنہ ۵۱ھ کے بعد وفات پائی۔

(۱۱) حضرت صفیہؓ بنت حیی ابن اخطب۔ آپ قبیلۂ بنو نضیر کی

رضیہ ہیں۔ جنگ خیبر میں حاصل ہوئیں، وہیں آپ سے نکاح ہوا۔ آنحضرت صلعم آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ سنہ ۵۰ھ میں فوت ہوئیں۔

تعدد ازواج کی مصلحت

یہ گیارہ خاتونانِ حرم ہیں۔ جن میں سے چھ قریشی ہیں اور باقی سب عربی ہیں۔ آپ کا ہر عمل اسلام کی برتری کے لیئے تھا، اگر ہر ہر نکاح کی مصلحت کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے تو مضمون ضخیم ہو جائے گا۔ مختصر الفاظ میں سُن لیجئے۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی ان ازواج مطہرات میں بہت سی بیویاں سن رسیدہ، معمر اور بیوہ تھیں۔ ان خاتونانِ حرم کو حضورؐ نے اپنے نکاح میں اس لیئے لیا تاکہ ان کے قبائل مائل و گرویدہ رہیں۔

اسی طرح بعض سردارانِ قبائل کی لڑکیوں کو اس لیئے برکتِ نکاح سے نوازا گیا تھا کہ ان کی عظمت اسی امر کی مقتضی تھی۔

ازواج مطہرات میں سادگی

آنحضرت صلعم کی پُر فیض صحبت کا اثر تھا کہ تمام ازواجِ مطہرات عدل، مساوات، ایثار، تواضع، قناعت کا بے مثل نمونہ تھیں، نہایت سادہ زندگی بسر فرماتیں اور اسی میں خوش رہتیں۔ ازواجِ مطہرات کی زیب وزینت کے لیئے زرق برق ریشمی لباس، اور جگمگاتا طلائی زیور نہ تھا۔ بلکہ ان کے اخلاق اور جذبۂ خدا پرستی اور نیکی ان کا زیور تھا؛ ازواجِ مطہرات اچھے کپڑوں اور اچھے کھانوں کی خوگر نہ بنائی گئی تھیں، بلکہ یہ مقدس و مطہر ہستیاں فقر و صبر کی سختیاں نہایت خندہ پیشانی سے برداشت فرماتیں اور پھر بھی اس وقت تک کھانا نہ کھاتیں جب تک غرباء و مساکین کو تقسیم نہ فرمالیتیں۔

کئی کئی دن ہو جاتے تھے کہ ازواجِ مطہرات کے مکانوں میں چولہے گرم نہ ہوتے۔ صرف کھجوروں یا بکری کے دودھ پر بسر اوقات ہوتی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جس دن آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا اس رات میرے مکان میں چراغ جلانے کو تیل نہ تھا۔ یہ دنیا کی ایسی اعلیٰ و برتر ہستیاں تھیں کہ جن کی بزرگیاں ہمیشہ تاریخ اسلامی کا سرمایہ رہیں گی، اور قیامت تک ان کی یاد دلوں میں روشن۔ مگر آج تہذیب جدیدہ کی مدعی کتنی بیویاں ایسی ہیں جو اس روش پر عمل پیرا ہیں؟ ہندوستان کی وہ معزز خواتین جو ہمیشہ اسلامی تہذیب اور اصلاح نسواں کی بلند آہنگ آوازوں سے ملک بھر میں ایک زلزلہ پیدا کیئے دیتی ہیں، کیا ایسی خواتین نے ان مبارک و محترم ہستیوں کے حالات زندگی و عملی جد و جہد کے واقعات اسلامی تاریخ میں نہیں پڑھے۔؟

اولاد

آنحضرت صلعم کی چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تھے، بعض روایات میں صاحبزادے بھی چار تھے (حضرت قاسمؓ۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت طیب۔ حضرت طاہر۔ حضرت زینب۔ حضرت رقیہ۔ حضرت ام کلثوم۔ حضرت سیدہ زہرا فاطمہؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت زینب کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابو العاص سے ہوئی تھی جو بعد کو مسلمان ہوئے تھے۔ آپ سب سے بڑی صاحبزادی تھیں،

آنحضرت صلعم کی ۳۰ سال کی عمر میں آپ تولد ہوئیں۔

حضرت رقیہ حضرت زینب سے تین سال بعد پیدا ہوئیں۔ حضرت عثمانؓ کی زوجہ ہیں،

حضرت ام کلثوم یہ بھی حضرت عثمانؓ کی زوجہ ہیں۔ حضرت رقیہ کے بعد آپ کے نکاح میں آئیں۔

سیدہ فاطمہؓ، برکاتِ الٰہی کی مجسمہ ہیں۔ حضرت علیؓ سے نکاح ہوا ۲۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت محسن حضرت ام کلثوم۔ حضرت زینب تھیں۔

آج دنیا میں حضرت سیدہ ہی کی اولاد اسلام کے لیئے سرمایۂ ناز ہے۔ حضرت فاطمہؓ کی زندگی نہایت سادہ اور صاف تھی۔ اکثر وقت انتظام خانہ داری کے بعد آپ کا عبادتِ الٰہی میں گذرتا تھا۔

سیرت کی مطالعہ کرنے والی نیک بخت بیویو! سنو، اپنے ہاتھ سے آپ چکی پیستی تھیں، اپنے ہاتھ سے آپ رسی تیار فرماتی تھیں۔ غرضکہ گھر کے کل وہ کام جو ماماؤں سے لیئے جاتے ہیں وہ سب یہ رسولؐ کی چہیتی لختِ جگر انجام دیتی تھی اور ان کو اس میں کوئی عار نہ تھا، کیا سیدہ خاتونِ جنتؓ کی پیروی آج کل بھی شرفا اور تعلیمیافتہ خواتین کے لیئے سرمایۂ ناز نہیں ہے۔ اور کتنی خاتونیں ہیں جن کا اس پر عمل ہے؟

اِسلام کے اوّلین مجاہد

شاہ نامۂ اسلام جلد دوم غیر مطبوعہ کے چند اشعار (باب جنگ بدر)
(از فردوسِ اسلام ابوالاثر مولانا حفیظ صاحب جالندھری)

مجاہد عشق کو مختار کر کے مرنے جینے پر
مثال کوہ آہن ڈٹ گئے مٹی کے سینے پر

سرِ راہِ شہادت سربلندوں نے صفیں باندھیں
خدا کا حق ادا کرنے کو بندوں نے صفیں باندھیں

نہ ملک و مال کی دُھن میں۔ نہ عز و جاہ کی خاطر
یہ مرنے کے لئے آئے تھے خلق اللہ کی خاطر

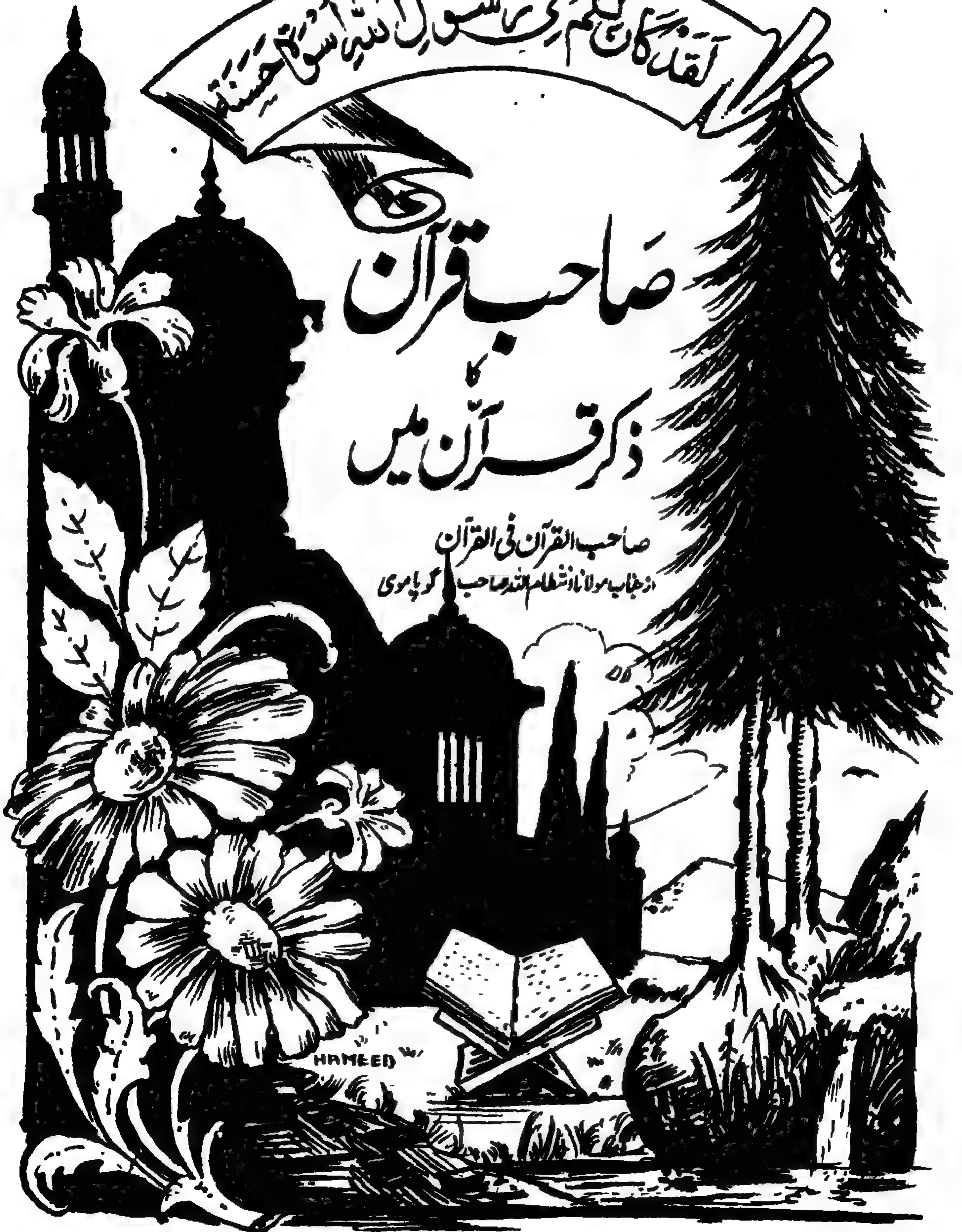
نہ ذاتی رنج تھا کوئی نہ کینہ ان کے سینوں میں
صفائی قلب تھی مانندِ آئینہ جبینوں میں

یہ چند افراد جو دیندار تھے۔ عابد تھے۔ زاہد تھے
یہی تھے ہاں یہی اِسلام کے پہلے مجاہد تھے

مجاہد تھے کہ جوشِ و ضبط کی خاموش تصویریں
مجاہد تھے کہ دینِ اللہ افواج کی تفسیریں

چلے آئے تھے مسجد کے نمازی آج میداں میں
صفیں باندھے کھڑے تھے بن کے غازی آج میداں میں

نہ مسجد میں۔ نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں


لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ
صاحب قرآن
کا
ذکر قرآن میں
صاحب القرآن فی القرآن
از جناب مولانا انتظام اللہ صاحب گوپاموی
HAMEED

صاحب القرآن فی القرآن

(از جناب مولانا محمد انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی شریک مدیر دائرہ معارف قرآنیہ)

ضرورت انبیاء

اولٰئک الذین اٰتینا ھم — یہی گروہ انبیاء ہے جسے ہم نے کتاب
الکتاب والحکم والنبوۃ — اور حکم اور نبوت عطا کی۔
وجعلنٰہم ائمۃ یھدون — اور ہم نے ان سب انبیاء کو نبی
بامرنا۔ لقد ارسلنا رسلنا — نوع انسان کا امام اور پیشوا بنایا
بالبینٰت (الحدید) — تاکہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت
دیں۔ ہم نے اپنے رسولوں کو ظاہر دلائل کے ساتھ مبعوث کیا۔

جماعت انبیاء

ان ھٰذہ امتکم امۃ واحدۃ — یہ سب انبیاء کی جماعت ایک ہی
وانا ربکم فاعبدون (انبیا) — جماعت تھی (اور ایک ہی تعلیم کی
(انبیاء) — حامل جس کا مآل یہ تھا کہ) میں نبی
تمہارا رب ہوں سب میری عبادت کرو۔

قوم میں ہادی

ولکل قوم ھاد۔ — اور ہر ایک کے واسطے ہادی ہے۔
ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا — اور ہر ایک امت میں ہم نے رسول پیدا کیا
وان من امۃ الا خلا فیھا — کوئی بستی ایسی نہیں جس میں نذیر نہ آیا ہو
نذیر۔ ولقد بعثنا فی کل امۃ — اور ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر (یہ حکم
رسول۔ ان اعبدوا اللہ — دیکر) بھیج چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو
واجتنبوا الطاغوت (النحل) — پوجو اور طاغوت سے بچتے رہو۔

میثاق انبیاء

واذ اخذنا من النبیین میثا — اور جب ہم نے سب انبیاء سے
قھم ومنک ومن نوح و — عہد لیے اور (محمدؐ) تم سے اور
ابراھیم وموسیٰ وعیسی ابن — نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ
مریم واخذنا منھم میثاقا — ابن مریمؑ سے عہد لیے اور سب
غلیظا۔ (الاحزاب) — سے نہایت پختہ وعدہ لیا کہ میری
سچی تعلیم کو میرے بندوں تک پہونچا دوگے۔

بشارت محمدیہ

الذین یتبعون الرسول — یہ لوگ وہ ہیں جو اس پیغمبر امی کی پیروی
النبی الامی الذی یجدونہ — کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے
مکتوبا عندھم فی التوراۃ — پاس توریت

والانجیل (الاعراف) — اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں

عام دنیا کی حالت

ظھر الفساد فی البر والبحر — تری و خشکی میں فساد پھیل گیا تھا
بما کسبت ایدی الناس — لوگوں کے اعمالوں کی وجہ سے۔

آنحضرت کا ورود

وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس — اور اے نبی ہم نے تم کو تمام انسانوں
بشیرا ونذیرا ولکن اکثر — کے لیے ڈرانے والا اور بشارت
الناس لا یعلمون (السبا) — دینے والا بناکر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ
اس حقیقت سے ناواقف ہیں۔

چالیس سالہ زندگی

والاٰخرۃ خیر لک — یقیناً تیری پچھلی
من الاولیٰ — زندگی پہلی زندگی سے بہتر ہے
ولسوف یعطیک — وہ تجھ کو وہ کچھ دیگا
ربک فترضیٰ — جس سے تو خوش
الم یجدک یتیما فاٰویٰ — ہوجائے گا کیا اس نے یتیم
ووجدک ضالا — نہیں پایا تو اپنے پناہ میں
فھدیٰ ووجدک — لے لیا اور تجھ کو راہ
عائلا فاغنیٰ — حق کا جویا پایا
فاما الیتیم فلا تقھر — تو اس نے سیدھی راہ
واما السائل فلا — دکھائی اور تجھ کو
تنھر واما بنعمۃ — مفلس پایا تو غنی کردیا تو
ربک فحدث — (ان نعمتوں کے شکریہ میں)
یتیم کو ظلم نہ کرنا اور سائل کو نہ جھڑکنا اور اپنے پروردگار کے احسان
کو یاد کرتے رہیں۔

بعثت

ھو الذی بعث فی الامیین — وہ خدا ہے جس نے (عرب کو)
رسولا منھم۔ — ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں
(الجمعہ) — ایک پیغمبر بھیجا۔

رسالت

یاایھا الناس قد جاءکم الرسول — لوگو یہ پیغمبر (یعنی محمد مصطفیٰ) تمہارے

بالحق من ربکم فامنوا خیرا لکم وان تکفروا فان للہ ما فی السموات والارض وکان اللہ علیما حکیما ٥ (النساء)

پاس مالک کی طرف سے سچی بات لے کر آیا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ تمہارے لیئے بہتر ہوگا اور اگر تم نہ مانو تو (اللہ تعالیٰ کو کیا پرواہ ہے) اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے ؛

وحی

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ (النساء)

اللہ تعالیٰ جاننا ہو حکمت والا بیشک ہم نے تیری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد دوسرے پیغمبروں کی طرف بھیجی ؛

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون ٥ (الانبیاء)

اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس پر یہی وحی بھیجتے رہے دیکھو میرے سوا کوئی سچا خدا نہیں تو مجھ ہی کو پوجتے رہنا۔

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسلتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکفرین۔ (المائدہ)

اے پیغمبر تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ پر اترا وہ لوگوں کو سنا دے اور اگر تو ایسا نہ کرے تو (گویا) تو نے اللہ کا پیغام (بالکل) نہیں پہونچایا اور اللہ تجھ کو لوگوں سے بچائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کافروں کو راہ پر نہیں لگاتا ؛

قرآن مجید

کتب انزلنہ الیک مبرک لیدبروا ایتہ ولیتذکر اولوا الالباب (ص)

(اے پیغمبر) یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کو ہم نے تجھ پر اتارا برکت والی اس لیئے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور عقل والے اس سے نصیحت لیں ؛

طس تلک ایت القرآن وکتب مبین ٥ ھدی وبشری للمومنین ٥ (النمل)

یہ سورت۔ قرآن اور کھلی کتاب کی آیتیں ہیں۔ ایمان والوں کے لیئے ہدایت اور خوش خبری ہے ؛

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ٥ (الحجر)

بے شک قرآن ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں ؛

وانہ لھدی ورحمۃ للمومنین (النمل)

اور بیشک یہ قرآن مسلمانوں کے لیئے ہدایت اور رحمت ہے ؛

ورتل القرآن ترتیلا (المزمل) اور قرآن کو ٹھیرا ٹھیرا کر اچھی طرح پڑھا کرو

ھذا بصائر للناس وھدی ورحمۃ لقوم یوقنون

یہ قرآن کیا ہے لوگوں کے لیئے عقل کی باتیں ہیں اور جو لوگ (قیامت) پر یقین رکھتے ہیں ان کے لیئے ہدایت اور رحمت ہے ؛

شان مبارک

انا ارسلنک بالحق بشیرا ونذیرا ٥ (فاطر)

ہم نے تجھ کو سچا خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (النجم)

تمہارا ساتھی (یعنی پیغمبر) نہ بہکا ہے نہ بھٹکا اور نہ (اپنے دل کی خوشی سے کوئی) بات کرتا ہے۔ اس کی جو بات ہے وہ وحی ہے جو (اس پر) بھیجی جاتی ہے ؛

محمد رسول اللہ (الفتح)

محمد اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے۔

وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا ٥ (الفتح)

کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کا ادب کرو اور اس کی تعظیم کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو ؛

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق (الصفت)

وہی خدا ہے جس نے اپنے پیغمبر (محمد) کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ؛

غیب دانی

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الی ٥ (الانعام)

(اے پیغمبر) کہہ دیجئے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور (یہ بھی) کہہ دیجئے میں غیب نہیں جانتا۔ اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں ؛

بشریت

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد فاستقیموا الیہ واستغفروہ

میں تو اسی پر چلتا ہوں جو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مجھ کو حکم ہوتا ہے۔ کہہ دیجئے میں کچھ نہیں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں مجھ پر (خدا کی طرف سے) حکم آتا ہے تمہارا سب کا) خدا ایک ہی ہے سیدھے اسی کی طرف منہ کیئے رہو (اسی کی پوجا کرو) اور اس سے (اپنے گناہوں کی) معافی چاہو ؛

عبدیت

وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یمسسک بخیر فھو علی کل شیء قدیر۔
اے نبی اگر خدا تمہیں ضرر پہنچائے تو خود خدا کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اگر وہ تمہیں فائدہ پہنچائے تو وہ ہر حال پر ہر چیز پر قادر ہے۔

قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ
اے محمد کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے لیے بھی نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتا سوائے اس کے جو خدا چاہے۔

وما علیک من حسابھم من شیء وما من حسابک علیھم من شیء فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب
تم پر نہ ان کے حساب میں سے کسی چیز کی ذمہ داری ہے اور نہ ان پر تمہارے حساب میں سے کسی چیز کی کیونکہ تمہارا کام پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب کرنا ہمارا کام۔

ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءک من العلم انک اذا لمن الظالمین ٥
اگر تم ان کی خواہشات کی پیروی کرو گے۔ اس علم کے باوجود جو تم پر اتارا گیا ہے تو اس وقت تم بھی ظالم ہو گے

نذیر

ھذا نذیر من النذر الاولی
یہ ایک ڈرانے والا ہے اگلے ڈرانے والوں میں سے۔

انک لمن المرسلین
اے نبی تم بھی پیغمبروں میں سے ایک ہو

وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل
اور محمد ایک رسول کے سوا کچھ نہیں ہے اور اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں

عبادت

یایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر
اے چادر اوڑھنے والے اٹھ لوگوں کو ڈرا اپنے پروردگار کی بڑائی کر۔

دعوت اسلام

یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ
اے لوگو! اس خدا سے ڈرو جس نے ایک ہستی سے پیدا کیا۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین (آل عمران)
اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے تو ہرگز اس کی طرف قبول نہ ہوگا اور آخرت میں اس کا خسارہ ہوگا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

انسانِ کامل

اکمل البشر

(از جناب مولانا شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر و رکن کونسل آف اسٹیٹ)

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پے مصطفیٰ

کوئی اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس زمانہ سے جب سے نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کو چھوڑا ہے اب تک بہت کچھ ترقی ہو چکی ہے اور تقریباً ہر شعبہ زندگی میں انسانی معلومات و واقفیت کا اضافہ ہوا ہے خود وہ پودا جو اسی باغبان نے عرب کے بے آب ریگستان میں لگایا تھا اس قدر عظیم الشان ہو گیا کہ بہت مسکون کو اسی کی شاخوں اور اس کے سایہ نے گھیر لیا۔ اسی امی پیغمبر کی تعلیم سے ایسے عالم اور فاضل پیدا ہو گئے جنھوں نے قدیم اور جدید ترین علماء و فضلا کی یاد کو بھلا دیا اور اس وقت تک تمام عالموں اور فاضلوں پر سبقت حاصل کر لی۔

نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ پہلی صدیوں میں اس نبی امی کی معجز نما تعلیم سے بعض شعبہائے زندگانی انسانی میں غیر مسلموں خصوصاً اہل یورپ نے خود مسلمانوں سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور علم و حکمت میں تمدن و سیاست میں تنظیم و معاشرت میں اور دولت میں مسلمانوں سے نمایاں ترقی کر گئے۔

لیکن میں ان ترقی یافتہ اقوام و ملل کو ان موجودہ مصلحوں رہنماؤں مقننوں و حکماء علماء و فضلا کو مخاطب کر کے کہتا ہوں اور علی الاعلان کہتا ہوں اور وہی کہتا ہوں اور انہی الفاظ میں کہتا ہوں جو شیخ مصلح الدین شیرازی نے (جس کو بعض لوگ شکسپیر سے تشبیہ دیکر توہین کرتے ہیں) صدیاں گزریں کہا تھا۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا تواں رفت جز در پے مصطفیٰ

آج بھی ہمارے پاس بلکہ بنی نوع انسان کے پاس ایک اور صرف ایک ایسا ہادی موجود ہے جس کی پیروی اور تتبع حسنة الدنیا و الآخرة کی کفیل ہو جس کی تعلیم ہر انسان کے لئے خواہ وہ یورپ کا ہو یا ایشیا کا، افریقہ کا یا امریکہ کا ترقی و فلاح کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

اگر کسی کو خود خدا کو پہچاننا ہے اس کو بھی محمدؐ کے پاس جانا چاہیئے میں جانتا ہوں کہ اس نبی امی سے بہت پیشتر سے اس دنیا میں خدا پرست موجود تھے۔ بہت سے لوگ بلکہ قوم کی قوم خدائے واحد کی پوجنے والی بھی موجود تھی۔ آج بھی بہت سے جو اپنے کو محمد مصطفیٰ صلعم کا پیرو نہیں کہتے لیکن ایک خدا کے پوجنے والے ہونے کے دعویدار ہیں لیکن ذرا غور کر کے دیکھو کہ ان لوگوں کے ساتھ کیسا خدا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ صلعم کی معرفت سے تم کیسے خدا کو پہچان سکتے ہو۔ محمدؐ کے خدا کا وصف خاص لیس کمثلہ شیئ ہے اس طرح پتھر اور بت کیا کوئی اوتار بھی۔ کوئی اس کا "بیٹا" بھی کوئی اس کی "بیٹی" بھی (عیسائی جس طرح خدا کا ایک "بیٹا" فرض کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ خدا کی "بیٹیاں" بھی مانتے ہیں) کوئی فرشتہ۔ یا کوئی مخلوق اس کے مثل نہیں۔

وہ پاکیزہ ارفع اعلیٰ رحیم و رحمٰن۔ قدوس و قادر خالق مصور ہے وہ رب العالمین ہے۔ وہ اپنی قدرت کے لحاظ سے قہار و جبار بھی ہے وہ عالم الغیب ہے۔ وہ مالک الملک ہے۔ نہ اسے نیند آتی ہے نہ شہوت وہ خواہشات نفسانی رکھتا ہے نہ اولاد جنتا ہے۔ اس کے علم اور قدرت دونوں کا احاطہ محال ہے۔ وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی ناظر۔ الغرض وہ ایک ایسی ہستی ہے جس کا تصور بھی صرف اس کے اوصاف سے ممکن ہے۔ اسی لیئے اس ہستی پر صرف فلسفیانہ عقیدہ کے بجائے اگر تم کو ہمیشہ عین الیقین حاصل کرنا ہو تو ایسے شخص کے پاس تم کو جانا پڑے گا جو ان اوصاف کا کامل ترین مظہر ہو۔ اور دنیا کی اس صد ہزار بلکہ ہزار ہزار صد سالانہ تاریخ میں وہ شخص وہی نظر آئے گا جس کا نام محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

میں نے نظر آئے گا کہا مگر آج تیرہ چودہ سو برس کے بعد بھی نظر آئیگا۔ یعنی خدا کے اعلیٰ ترین صفت "حاضر" کے مظہر بھی محمد مصطفیٰ ہی ہیں۔ اور کوئی نہیں ہے کوئی دوسرا شخص اس دنیا میں جس سے ہم لوگ اسی طرح شناسا اور واقف ہوں جس طرح اس کے ہم عہد اور ہم وطن تھے حالانکہ ہمارے اور اسکے درمیان صدیاں حائل ہیں اور میلوں کا فاصلہ ہے۔ بلکہ ایک معنی کر کے ہم لوگ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آپ کے کسی ایک معاصر سے بھی زیادہ واقف ہیں اس لیئے کہ جو ہزارہا لوگ ایک ایک کر کے اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے ان سب کا مجموعہ ہمارے ایک ایک کے پیش نظر ہے۔

ان کتابوں میں کوئی ایک کتاب ایسی نہیں جس کو آسمانی کہا جاتا ہو جس میں خدا کا ذکر قرآن پاک کے برابر ہو۔ نہیں تمام آسمانی کتابوں کے کل مجموعہ میں بھی خدا کا ذکر ایک قرآن کے برابر نہ ملے گا۔ نہ ویسی حمد نہ تاریخ عالم میں کوئی ایسی ہستی بھی ایسی ملے گی۔ جو محمد صلعم کی طرح خدا کی یاد میں مصروف رہی ہو آسمان کی گرج میں۔ بجلی کی تڑپ میں بھی محمد مصطفیٰ صلعم کو خدا کی یاد آتی تھی۔

اپنی عمر میں ایک اتفاق ایسا ہوا تھا کہ آپنے کسی بات کے آئندہ ہونے کی بابت کے ساتھ "انشاء اللہ" نہیں کہا تھا۔ فوراً اس کی تلافی کی گئی کسی قدر واقفیت پر مبنی آپ کا یہ ارشاد تھا ان صلاتی ونسکی ومحیای و مماتی للہ رب العالمین۔ کوئی دوسرا شخص اس دنیا میں ایسا نہیں گزرا جس نے خداوند کارساز پر اس یقین کے ساتھ بھروسہ کیا ہو جس طرح خاتم النبیین نے جب آپ اپنے وطن سے ہجرت کرکے مع ایک رفیق کے مدینے تو تعاقب کرنے والے دشمنوں سے راہ میں ایک غار میں دونوں چھپ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد دشمنوں کا ہجوم اس غار کے پاس پہونچا۔ آپ کے رفیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دشمنوں کی آہٹ پاکر کہا کہ ہم صرف دو ہیں اور دشمن بہت۔ فوراً آمنہ بی بی کے اس یتیم کی زبان پر تھا لا تحزن ان اللہ معنا کچھ ڈر نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ایکبار اور یہ واقعہ ہوا کہ آپ تن تنہا تھکے ماندے ایک درخت کے سایہ میں سو گئے ایک دشمن اتفاقیہ اسی وقت وہاں پہونچ گیا اکیلا پاکر پاس گیا۔ اور تلوار ننگی کرکے آپ کو اس نے جگا کر کہا۔ "محمد اب تم کو کون بچاوے گا۔" آپنے جواب میں "میرا خدا" کہہ کر اٹھ بیٹھے۔ اس دشمن پر ایسا رعب غالب ہوا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آپ نے تلوار ہاتھ میں لے کر اس کے سوال کو پھر دہرایا "اب تم کو کون بچاوے گا"۔ وہ دہشت زدہ ہو گیا۔ اس کا عقیدہ کسی حاضر و ناظر خدا او قادر و توانا خدا پر نہ تھا۔ اور ہوتا بھی تو وہ عین الیقین کہاں میسر ہو سکتا تھا۔ وہ غریب مایوس ہو گیا۔ تو اس رحمت والے نے اسے یہ کہہ کر تلوار واپس دیدی کہ وہی خدا جس نے مجھے بچایا تجھ کو بھی بچا دے گا۔ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وذریاتہ اجمعین پیغمبر آخر الزمان کے خدا پر اس قدر کامل بھروسہ کے واقعات معلوم نہیں کس قدر دہرائے جا سکتے ہیں۔

خدا کے "رحمٰن و رحیم" عیسائیوں کے تخادرے میں "عشق" (لو) کے وصف کے بھی بہترین مظہر آپ تھے۔ کوئی کمزور صنف ایسی نہ تھی جس پر آپ نے رحمت نہ برتی ہو۔ اور جس پر رحمت کی تعلیم نہ دی ہو۔ یتیم۔ غریب مسافر۔ بیمار۔ سائل۔ جنس نازک۔ غلام۔ جو ہو سب پر آپ کی شفقت عام تھی اور سب کے لئے شفقت خاص کی آپ نے تعلیم فرمائی۔ لیکن میں تو اس رحمت والے کی اس رحمت پر سب سے زیادہ عشق عشق کرتا ہوں کہ اس نے جنت کے دروازے سب کے لئے کھول دیئے ؎

گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ — باز آ باز آ از ہر چہ ہستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

قرآن پاک ان الفاظ میں یہ عام پروانہ راہداری بخشتا ہے:-

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون "۔

"عمل صالحا" کیسی پاکیزہ شرط ہے۔ عیسائی دنیا میں اس امر پر بہت بحث ہوئی کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ سے پہلے تھے اور اپنے خالق سے لو لگاتے اور نیکیاں کرتے تھے۔ یا جن لوگوں کا اب بپتسما نہیں ہوا اور انھوں نے حضرت عیسیٰ کو ذریعہ شفاعت نہیں بنایا لیکن نیک کام کرتے ہیں۔ ان کے لئے جنت ہے۔ افسوس کہ بالآخر عیسائی ہمارا شوق ہمدردی نہیں اور ہرگز نہیں۔ ان کی سب نیکیاں بیکار سب عمل خیر بالکل رائگاں حتی کہ وہ مقدس ہستیاں جنکو عیسائی پیغمبر بھی مانتے ہیں بغیر حضرت عیسیٰ کی شفاعت کے جنت کی راہ نہ پاویں گے اور خود وہ معصوم نوزائیدہ بچے جو عیسائی ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوئے اگر بپتسما ہونے سے قبل فوت ہو جاویں تو جہنم میں ڈالے جاوینگے

لیکن محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا اعلان عام یہ ہے کہ ایک ذرہ بھی کسی کی نیکی کا رائگاں نہیں جاتا۔ ہر متنفس کو اس کے عمل کا اجر ملتا ہے۔

اس طرح نہ صرف وہ لوگ جو خاتم النبیین سے پہلے تھے۔ وہ ہندوستان کی مقدس ہستیاں جو اپنے کو یاد الٰہی کے لئے وقف کر دیتی تھیں یا وہ مخیر لوگ جو چیونٹی کو بھی ستانا گناہ سمجھتے تھے بلکہ اب بھی سب نیک کام کرنے والوں سب اپنے خالق کی پرستش کرنے والوں کے لئے رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اجر حاضر ہے۔ خوف و ہراس کی کوئی وجہ نہیں ہے اس رحمٰن و رحیم کی مخلوق سب پر اس کی شفقت۔ جو رسول اللہ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ ہے جو ایک محبتی ماں کو اپنی اولاد پر ہوتی ہے ہر ایک پر حاوی ہے دنیا کے ہر متنفس کے لئے صلائے عام ہے۔ ولا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔

دیکھو سورۂ فاتحہ میں بھی آپ رب العالمین کہہ کر مخاطب ہے نہ کہ رب المسلمین کیا سورۂ فاتحہ ایسا نہیں جس کو ہر مذہب و ملت کا شخص خلوص دل سے ورد کر سکتا ہے۔ عیسائی ہو یا موسوی۔ پارسی ہو یا ہندو کون ہے جو عالموں کے پرورش کرنے والے جو ہر ایک کے اعمال کا حساب لینے والے کی حمد و ثنا نہ کرے گا۔ کون ہے جو رحمٰن اور رحیم سے خلوص دل سے اپنے کو رجوع نہ کرے گا۔

لیکن غور کرکے دیکھو اکمل البشر کے سوانح حیات پر نگاہ رکھ کر دیکھو تاریخ عالم سے واقف ہو کر دیکھو خود اپنے نفس اور ضمیر کو مخاطب کرکے دیکھو۔ کون ہے جو ایاک نعبد وایاک نستعین کے ادعائے ساتھ رب العالمین الرحمٰن الرحیم کے پاس حاضر ہو سکتا ہے محمد اور صرف محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اوصاف خداوندی کے بہترین مظہر ہیں۔ اس پر اعتراض یہ ہو سکتا ہے اور عیسائی اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے اگر اوصاف دکھائے بھی تو اسی کے ساتھ انسانی

منہ نامنہ بھی نو نو کھائے تلوار چلائی عقد کیے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو کبھی جن کو خدا یا خدا کا بیٹا یا اوتار قرار دیا گیا ہے انسانی جذبات سے متصف کرنے پر مجبوری ہوئی ہے۔ چاہے عیسیٰ ہوں۔ یا کرشنا۔ خود حضرت عیسیٰ کا یہ مقولہ انجیل میں درست ہے کہ میں صلح کے لیے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ باپ اور بیٹے میں تلوار چلانے آیا ہوں۔ عقد نکاح کو بھی خود حضرت عیسیٰ نے خدا کا جوڑا ہوا رشتہ قرار دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ میں اگر انسانی جذبات نہ ہوتے تو ان کو انسان خدا کا مظہر کیوں سمجھتا۔ خود خدا نہ کہتا۔ ایک بار میں انما البشر کا ذکر فیہ ایک ملا صاحب کر رہے تھے لہ میرے منہ سے نکلا یعنی العبد کے بے ساختہ جل بشانہ نکلا۔ چونکہ یہ جملہ صداقت ہدیٰ کے مو قعہ کے لیے مخصوص ہو گیا ہے اس لیے عالم صاحب میرا منہ حیرت سے تکنے لگے۔

لیکن میں اس بات کو چھپانا نہیں چاہتا کہ مجھے تو محمد مصطفیٰ کے اوصاف سے خدا کی شان یاد آجاتی ہے۔ اور اس میں تعجب کیا جب کہ یہی تو خدا کی معرفت کا ذریعہ بن سکتی ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

[illegible] دریا اور پہاڑ اور جانوروں کو خدا کا مظہر سمجھ کر [illegible] پوجتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کو اگر مظہر [illegible] بنانا ہے تو محمد (صلعم) کو لو جیں۔ گائے اور گنگا میں کیا دھرا ہے۔ رام اور کرشنا بھی تو اس رتبہ کو نہیں پہونچے نہیں پہنچے نہیں پہونچے۔ رسول اللہ کا خود اعلان ہے انما انا بشر مثلکم [illegible] عیسیٰ یا بدھ۔ تمہاری طرح اس انسان۔ اس بشر نے قطع علائق نہیں کیا۔ نہ اپنے جذبات انسانی کا اپنے ہاتھ سے گلا گھونٹا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس راہ کو پہلے اختیار کر کے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ نے بھی تنہا غار میں بیٹھ بیٹھ کر ریاضتیں کی ہیں۔ نفس کشیاں کی ہیں مگر بعد کو آپ نے جب اپنی بعثت بلکہ انسانی حیات کا مقصد سمجھا اور خالق مطلق نے اس راہ سے نکال کر ایک کٹھن راہ کی ہدایت کی تو آپ نے علائق سے کنارہ کشی کے بجائے انسانی زندگی اختیار کی و وجدک ضالا فھدی۔ اور تنہا غار میں ریاضتوں کے بجائے اپنے گھر میں اپنی بی بی کے پاس رہنے کے باوجود شب بیداری اختیار کی اور ایسی ریاضتیں شروع کیں کہ نماز میں کھڑے کھڑے پیر تک سوج جانے لگے اور اپنی زندگی سے دکھا دیا کہ خداوند کارساز اس بات کی بھی قدرت رکھتا ہے کہ ایک ایسا انسان پیدا کر دے جو باوجود انسانی جذبات کے زندہ رہنے کے ان پر اس قدر غالب آ سکتا ہے کہ نہ خالق کی یاد سے غافل ہو۔ نہ مخلوق کی خدمت کے فرض سے دریغ کرے۔ محمد مصطفیٰ ص

کا سب سے بڑا وصف جو ان کو دوسرے ہر انسان پر شرف بخشتا ہے۔ جو ان کو کمال الغیر کی تعریف کا سزاوار بناتا ہے جو ان کو ہر قوم کے لیے جو انسانی اخلاق اور اوصاف کے ساتھ ساتھ دنیا میں ترقی اور عروج حاصل کرنے کی متمنی ہو جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ایک قابل تقلید نمونہ ڈھونڈھتی ہو کے لیے بہترین ہادی قرار دیتا ہے یہی تھا کہ انسانی جذبات رکھتے رہنے کے باوجود وہ خدائی اوصاف کا نمونہ اور خدا کا مظہر بنے رہے اور اس طرح بے نیاز اور انسانی جذبات سے خود معرا خدا اور اس کے بندوں میں جنکو خدا اس خالق نے جذبات و خواہشات ودیعت کی ہیں۔ رابطہ بن گئے۔

عیسائی یہ رابطہ نہایت مہمل طریقہ سے اور خدا کی شان کو بہت بہت پست کر کے قائم کرتے ہیں بقول کس۔ خدا میں خواہش نفس کا وجود قرار دیتے ہیں ایک عفیفہ کو اسکی زوجہ بناتے ہیں۔ نو مہینہ شکم مادر میں قید رہنے کے بعد خدا کا ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ تمام انسانی کمزوریاں دکھاتا ہے حتی کہ یہودی اسکو صلیب پر چڑھا کر کانٹوں کا تاج پہنا کر پسلیاں توڑ کر سخت بے بسی کی حالت میں ہلاک کر دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

برخلاف اس کے محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو رابطہ خدا اور بندے میں پیدا ہوا وہ اس طرح کہ بندہ کا مرتبہ ارفع ہوا۔ اور وہ خدائی اوصاف کا مظہر بن گیا اور اس طرح وہ بندے اپنے وجود سے اپنے عمل سے خدا کی قدرت بلکہ خدا کے وجود کے انسان پر ذہن نشین کرنے خدا کی شان کو دوبالا کرنے کا باعث ہو گیا مسلمانوں میں بہت سے حکیم (سائنٹسٹ) ہوئے ہیں مگر ایک بھی دہریہ نہ ہوا۔ آج مجھے محمد مصطفیٰ کے ذریعہ سے محمد مصطفیٰ کی بدولت خدا کے وجود پر ویسا ہی یقین ہے جیسا خود محمد مصطفیٰ صلعم کے وجود پر اسی لیے ارشاد ہوا من رانی فقد رائی الحق۔

میں نے لکھا کہ خاتم النبیین نے بھی وہی راہ اختیار کی تھی جو حضرت عیسیٰ یا ہندو رشیوں اور جوگیوں اور اولیاء وغیرہ نے اختیار کیں۔ یا اس عظیم الشان بدھ نے اختیار کی۔ لیکن بعد کو آپ نے اپنے اوپر زیادہ مشکلات کو اس لیے قبول کیا کہ آپ نے نہ صرف اپنے خود کے نفس کا تزکیہ کرنا اپنا فرض گردانا بلکہ اسی کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کو بھی اس طرح ایک زبردست اصولی فرق آپ کے طریقہ اور دوسرے بزرگوں کے طریقہ میں ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ کی نظر صرف آسمانی بادشاہت کی طرف تھی حضرت بدھ کے نزدیک مقصد حیات انسانی صرف حصول نروانا تھا۔ لیکن محمد مصطفیٰ صلعم کے نزدیک انسانی مقصد حیات عبادت خالق اور شفقت خلق اللہ دونوں تھے۔ اسی لیے جبکہ حضرت عیسیٰ (اگر انجیل کے روایات صحیح ہیں) انسان کے اخلاق و عادات اس حد تک بھی درست نہ کر سکے کہ خود ان کے دس بارہ ہر وقت زیر تعلیم رہنے والے حواریوں نے خود ان سے دغا کی

حملہ آور ہوئے، بزدلی دکھائی۔ اور ایک نے ان کو ان کے دشمنوں کو سونپ دیا۔ اور وہ بھی ایک فریب یا حیلہ سے۔

برعکس اس کے محمد مصطفیٰ صلعم نے اپنی صحبت اپنے نمونہ اپنی تعلیم سے ایک دو دس بارہ نہیں قوم کی قوم کے عادات و خصائل و اخلاق کو فرشتوں سے آسمان کے رہنے والوں سے برتر اور افضل بنا دیا۔ آسمانی بادشاہت زمین پر نہ صرف اپنے عہد میں اتار دی، بلکہ اسی کے ساتھ ایک زبردست سلطنت، ایک ترقی پذیر قوم کی بنیاد رکھ دی بلکہ ایسے اصول منضبط کر دیئے اور خود اپنے عمل سے ایسا نمونہ پیش کر دیا کہ آج بھی جو قوم انسانی اوصاف کے ساتھ ساتھ دنیا میں عروج و ترقی چاہے وہ اسی نمونہ کی طرف رجوع ہونے پر مجبور ہے۔

رسول خدا صلعم نے جہاں تمام دنیا کی طرح اپنے تزکیہ نفس کی بھی فکر کی اور دولت یا جنت کو اپنے پیش نظر رکھا۔ لیکن انسان کے دوسرے فرض خدمت خلق اللہ سے بھی غفلت نہیں کی۔ اگر انسان کی حیات کا مقصد صرف نروانہ ہو اور اگر نروانہ محض نفس کشی اور جذبات و خواہشات انسانی کے مار ڈالنے سے حاصل ہو سکتا ہے تو یہ تو پندرہ بیس روز کا کام ہونا چاہیئے۔ ایک شخص اپنے کو ایک غار میں۔ یا ایک کمرے میں بند کر لے۔ چند دن بغیر آب و دانہ کے پھر تمام خواہشات وغیرہ فوت ہو جاویں گی۔ اس طرح دس بارہ روز یا پندرہ بیس روز بے دانہ زندگی ممکن ہوگی اس عرصہ میں تزکیہ نفس پوری طرح ہو جائے گا اور آخر میں یہ جسم خاکی خاک کا پیوند ہو جاوے گی اور روح نروانہ میں شامل یا داخل۔

مگر محمد مصطفیٰ کا اس افضل الناس کا کارنامۂ اعظم (مخصوص) اپنے تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ خدمت خلق ہے۔ ہر مخلوق کی ہر زمانہ کی۔ ہر ملک کی اسی لیئے رسول اللہ نے نہ صرف انسان کے اخلاق و فضائل کو بلند کیا۔ بلکہ انسان کی عقل و حکمت پر بھی جلا دے دی۔ اور اس طرح ایک ایسی قوم کا نمونہ قائم کر دیا جس سے وہ قوم عقل، حکمت و ترقی (تمدن) معاشرت و سیاست سب میں چند ہی سال میں بہترین مثال بن گئی اور مشرق سے مغرب تک فتح اور کامیابی کے جھنڈے اڑا دیئے۔ اور آج بھی دیکھو کہ متمدن قوموں کے افکار ترقی و عروج کی مد آخر کیا ہیں:-

سب سے پہلے یہ کہ انسانی مساوات قائم ہو جائے۔

اب رسول کریم کی زندگی کو دیکھو۔ ایک وقت تھا کہ ان کی قوم ان کو دین و دنیا دونوں کا سردار مانتی تھی۔ اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھتی تھی کہ سب سے برتر انسان ہیں۔ پھر بھی کیا اس شخص کی زندگی غریب سے غریب انسان سے مساوات پر قصداً اور ارادتاً نہیں رکھی جاتی تھی۔ وہ دیکھو یہ سرور دو جہاں کملی اوڑھے ہوئے زندگی کملی اوڑھے بیٹھے

کے فرش پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور دیکھو کہ اس کے شکم مبارک سے بھاری پتھر بندھا ہوا ہے کیونکہ فاقہ سے تکلیف ہے۔ وہ دیکھو اس فخر انسان کو معصوم بچے انگلی پکڑے ساتھ لیئے جا رہے ہیں اور کہیں وہ خود نابینا دوں یا بوڑھوں کا ہاتھ پکڑ کر راستہ دکھا رہا ہے ارشاد نبوی ہے کہ راستہ سے کانٹے اور کنکر پتھر ہٹا کر اسے صاف کرنا بھی کار خیر ہے۔ صرف ایک بار ایسا کہ تبلیغ کرنے میں ایک نابینا کو توقف کا موقع دیا گیا تھا۔ اس پر فوراً عتاب الٰہی نازل ہوا۔ اس مقنن اعظم کا دستور تھا کہ جس قانون کا دوسروں کے لیئے اعلان ہو اس سے سب سے پہلے اپنے گھر والے خبردار کر دیئے جاتے کہ خلاف ورزی پر سب کی طرح سزا ان کو دی جانی ضروری تھی از خود اپنے لیئے رسول کریم نے اعلان کر دیا کہ اگر رتی برابر بھی خود خلاف ورزی احکام شرعی کریں تو تباہ کر دیئے جائیں۔

رسول کریم صلعم کے اولاد موجود تھی۔ اور سب کے سب فرشتہ صفت لیکن کیا آپ کی اولاد یا آپ کے اعزہ میں کوئی امتیاز رکھا جا سکتا تھا۔ فاطمہ زہرا کے ہاتھ میں چکی چلاتے چلاتے چھالے پڑ جاتے تھے۔ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اچھے کپڑوں اور اچھے کھانوں کو ترستے تھے۔ تو تم کو معلوم ہے کہ حضرت بلالؓ جو سب سے بلند ہو کر اذان دیا کرتے تھے حبشی غلام تھے لیکن ان سے اور شریف و خاندانی شخص سے برتاؤ میں کیا مطلق کوئی فرق کیا جاتا تھا۔

دوسری کوشش آج کل کے مصلحوں کی یہ ہے کہ انسان

میں باہم اخوت پیدا ہو جائے اور وہ اس طرح کہ ملک اور رنگ اور قوم کے حدود مانع نہ ہوں۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ قومیت نیشنلزم کا زور تھا۔ اب اس پر اضافہ ہو کر انٹر نیشنلزم کا زور ہوا ہے اور **انسانی اخوت** کا معیار قائم ہوا ہے۔ اب غور کرو کیا تم کو اسی انسانی اخوت کا بہترین نمونہ رسول کریم کے وقت کے مسلمانوں کے سوا کہیں اور مل سکتا ہے کہ جہاں مہاجر و انصار کو برادرانہ ورثہ تک دینے کو تیار ہو گئے تھے۔ کیا مسلمانوں نے کبھی گورے اور کالے کا فرق ملحوظ رکھا کیا چین اور عرب کے مسلمان میں کبھی کوئی فرق کیا گیا۔ کیا ابھی کل تک سینکڑوں اور ہزاروں مسلمانوں نے سختیاں اور تکالیف محض اپنے ایسے بھائیوں کے لیئے نہیں اٹھائیں جن کی قومیت سے زبان سے، ملک سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا۔ کوئی یکسانیت نہ تھی۔

رسول اللہ صلعم کی تعلیم نے تنگ قومیت کے حدود کو گرا دیا۔ عربیت، ترکیت اور ہندیت اور اندلسیت باقی نہیں رہی۔ کل دنیا مسلمانوں کا وطن ہو گئی۔ اور چاہے جس ملک کے رہنے والے مسلمان ہوں آپس میں اخوت کی رسی میں بندھ گئے۔ دنیا کے ہر مسلمان کے لیئے وحدت زبان کا بھی یوں انتظام کیا گیا کہ نماز عربی زبان میں رکھی گئی جس کا مطلب یہ تھا

کہ ہر مسلمان عربی زبان کو پڑھنا اور سمجھنا مذہبی ضرورت کے لیئے فرض سمجھیگا۔ کہ آج بھی دنیا کی ہر مسجد میں زبان ایک ہی ہے۔ گو بعض بد قسمتی یا حماقت سے مسلمانوں نے عربی کی تعلیم سے اپنے کو بہرہ اندوز نہیں کیا۔ اور کروڑوں مسلمان قرآن یا نماز عربی میں پڑھتے ہیں تو مگر معنی اور مطلب سمجھ کر نہیں (اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ قرآن اصل زبان عربی ہی میں رہنا چاہیئے۔ نماز بھی انہیں الفاظ میں مگر ہر مسلمان کو عربی زبان پڑھ لینا چاہیئے اس سے پڑھنے کا شوق بھی بڑھے گا)

انٹرنیشنل تعلقات کے مضبوط کرنے کے لیئے حج فرض کیا گیا اور آج بھی جز زندہ نمونہ مساوات اور اخوت انسانی کا ہر سال مکہ کے ریگستان میں نظر آتا ہے کہیں دنیا کے پردے پر نہیں۔

الغرض آج کل جو دو باتیں سب متمدن قوموں کی نظر کو اپنی طرف منعطف کرتی ہیں ان کا نمونہ بہترین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلعم نے مہیا کیا تھا ان معاملات میں آج بھی سبق آپ ہی سے لیا جا سکتا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں جو متمدن قوموں کے زیر غور ہیں۔ مثلاً امریکہ نے مسکرات کے استعمال کی ممانعت کر دی یا روس میں سود کی حد معین کر دی گئی تاکہ سرمایہ داری کا رواج نہ ہو اور مساوات قائم رہنے میں مدد ملے۔ یہ سب اصلاحات ایسی ہیں جن کا نمونہ وہ نبی امی (روحی فداک) تیرہ سو برس ہوئے قائم کر چکا تھا۔

آج کل سرمایہ دار اور مزدور کی کشمکش ہے۔ اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہر بچے کو ایک سا موقع ترقی کا ملے۔ مزدوروں کا خون چوس چوس کر سرمایہ دار نہ بن جاویں یا بڑی بڑی زمینداریاں ایک شخص کی ملک نہ ہو جاویں یہ سب باتیں اس قوم کی تعمیر میں ملحوظ رکھی گئی تھیں جو اس اکمل البشر نے تمام عالم کے لیئے بطور نمونہ خود اپنے ہاتھ سے تیار کی تھی اور جس پر آپ کے اصحاب کبار بالخصوص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (جن سے بڑھ کر مدبر آج تک دنیا نے پیدا نہیں کیا) نے ایک نہایت عالی شان اور محیر العقول عمارت کھڑی کر دی تھی۔

آج کل کی اصلاحات کی سب سے اول شق تعلیم کا عام کرنا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اس کے لیئے موجود ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت کا فرض ہے اور یہ ارشاد ہوا تھا کہ علم مسلم کا کھویا ہوا مال ہے جہاں پاتا ہے لے لیتا ہے۔ یہ بھی حکم تھا کہ اگر چین میں بھی علم ہو تو وہاں جا کر حاصل کرو۔

آج کل صنعت و حرفت محنت اور مزدوری کو ترقی دینے کا سودا ہے خاتم النبیین صلعم کا ارشاد موجود ہے الکاسب حبیب اللہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آج کل کی ترقی کا سارا دار و مدار سائنس (حکمت) پر ہے۔ قرآن پاک نے حکمت کو خدا کی بہترین نعمت قرار دی ہے اس بات کا بھی قرآن نے ارشاد کر دیا کہ انسان نہ صرف ہوا اور پانی بلکہ آفتاب و مہتاب کو بھی مسخر کر سکتا ہے اور کون ایسا علم۔ کون سی ایسی حکمت تھی جس کو مسلمانوں نے نہیں اٹھایا تھا اور اپنے وقت میں اعلیٰ منزل تک نہیں پہونچا دیا تھا۔ مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں سائنس و فلسفہ کی تعلیم عام تھی اور طبابت وغیرہ بھی جیسے پڑھنا پڑھانا تھا وہ اندلس (اسپین) کا تھا جہاں عورتوں کی تعلیم بھی دایہ گری یا نرسی تک ہوتی تھی۔ آج کل بہت سی ایسی قومیں ہیں جو انسانی معاشرت کی اصلاح کی طرف مخاطب ہیں صنف نازک مردوں کے برابر کے حقوق طلب کر رہی ہے۔ عورت خصوصاً ماں کی عزت کا سبق اس دنیا میں سب سے پہلے بی بی آمنہ کے یتیم ہی نے دیا اور خود اپنے عمل سے ایسا نمونہ قائم کیا کہ اس وقت کے سب لوگ حیرت میں رہ گئے۔ اس وقت جبکہ عرب اپنی لڑکی کو زندہ گاڑ دیتے تھے رسول کریم اپنی لڑکی (جن کا نہایت صحیح لقب خاتون جنت ہے) کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ ان کے آنے پر بیٹھے سے تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور اپنی دایہ کی لڑکی کے بیٹھنے کے لیئے خود اپنی چادر بچھا دیتے۔ آپ کی محبت بی بی خدیجہ یا بی بی عائشہ سے زن و شو کی محبت و مروت کا اس عالم میں بہترین نمونہ ہے۔

کوئی قوم ایسی اس دنیا میں نہیں ہے جس کی تاریخ علم و فضل و ہمت و استقلال میں مسلمان عورتوں سے زیادہ لمبی فہرست پیش کر سکے یورپ تو اپنی پڑھی لکھی عورتوں کو ابھی سو سوا سو برس تک ادھر جادوگرنی کہہ کر زندہ جلایا کرتا تھا۔ کل یورپ کی تاریخ کے اوراق نسوانی ترقی اور قابلیت کے نمونوں سے بالکل معرا ہیں۔ برخلاف اس کے اسلامی تاریخ مالا مال ہے۔ اور خود آپ کی ازواج مطہرات میں بی بی عائشہ کا نام سب سے زیادہ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے آپ اپنے وقت کی بہترین فقیہہ تھیں اور خطیب بھی تھیں۔

یاد رہے کہ دنیا کی ہر چیز ترقی پذیر ہے۔ دنیا کی ہر چیز تیرہ سو برس سے اب زیادہ کو واپس نہیں لے جا سکتے نمونہ سامنے رکھنا اور بات۔ لکیر کا فقیر بننا ہے جب خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے کاموں میں دخل دینے سے احتراز فرمایا تھا تو آپ کو دخل معقولات کا کیا موقع اور کیا منصب ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک بار حکم دیا کہ اہل عرب جو کھجوروں کا لکاح کیا کرتے تھے یعنی ایک درخت (نر) کا زر گل لے کر دوسرے درخت (مادہ) پر بار آور ہونے کے لیئے ڈالتے تھے ترک کریں۔ مگر جب تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس کے روکنے سے بار آوری میں فرق ہو گیا تو رسول اللہ نے اپنے حکم کو یہ فرمایا کہ رد کیا کہ تم لوگ مجھ سے بہتر ایسی باتوں کو جانتے ہو۔

آپ کو معلوم ہے کہ جب مصر مسلمانوں نے فتح کیا تو وہاں کے گورنر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ بھیجا کہ اگر کوئی نئے معاملات پیش آویں تو ان کا فیصلہ میں کس طرح کروں تو آپ نے کہلا بھیجا کہ اپنے قیاس اور عقل سے کام لو۔

مسلمانوں نے لکھنا پڑھنا حکمت اور علوم غیر مسلموں سے سیکھنے میں ہرگز باک نہیں کیا خود کے میں یہودی معلم تھے کل یونان کے بہترین حکما اور فلسفیوں کے معلومات پر مسلمانوں نے عبور حاصل کیا اور ان پر اضافہ کیا ہند و فلسفہ سے بھی مسلمانوں نے واقفیت حاصل کی۔

مسلمانوں نے دنیا کو اپنی ذہانت عقلیت۔ معلومات حکمت تمدن۔ تہذیب سے اسی طرح مغلوب کر لیا تھا جس طرح تلوار سے۔ لیکن ان سب میں عرب کے ریگستان کے باشندے فطرتاً ہرگز کامل نہ تھے سب باتیں رسول سے سیکھی ہوئی تھیں ذہن اور عقل پر بھی باہر نکل کر جلا ہوئی تھی

ظاہر ہے کہ اگر قرآن پاک نہ ہوتا تو قوم میں حرکت ہی نہ پیدا ہوتی ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلعم ہدایت نامہ کے ساتھ ساتھ خود نمونہ نہ تیار کر جاتے تو اس قدر جلد ترقی اور عروج محال تھا۔ اس قدر استواری و استقلال میسر آتا اگر بنیاد مضبوط نہ ہوتی۔ خدا کا ایک لفظ کن سے عالم کا برپا کر دینا کیا مشکل جب اس کے ایک بندے نے دس برس کے قلیل عرصہ میں دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اور بقول ایک عیسائی مورخ کے ایک مذہب۔ ایک قوم۔ ایک سلطنت سب ساتھ قائم کر دی۔

مذہب اصولی چیز ہے۔ اصول میں تغیر نہیں۔ مثلاً سچ ہر حال میں اچھا رہے گا۔ دروغ برا۔ لیکن قوم اور سلطنت کے حالات گردش میں تغیر لاتے ہیں ہر اور اس تغیر کا لحاظ رکھنا بھی لازمی ورنہ نتیجہ قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ دوسری قومیں یقیناً اسے فنا کر دیں گی۔ خود مسلمانوں کا یہی حال ہو رہا ہے اگر ان کو زندہ رہنا ہے تو مدافعت کے سب اوزاروں کو اختیار کرنا ہوگا اگر ان کو عروج حاصل کرنا ہے تو علوم حال اور حکمت جدید پر عبور حاصل کرنا ہوگا۔ جس طرح پہلے مسلمانوں نے کیا جس طرح خود رسول اللہ صلعم نے ہدایت فرمائی۔ جو بات گرہ دینے کی ہے وہ یہ کہ اب بھی وہی عروج اور ترقی بہتر ہوگی جو سعدی شیرازی کے اس شعر کو ذہن میں رکھ کر کیجاوے گی:

پندار سعدی کہ راہ صفا
توان رفت جز در پے مصطفےٰ

بشرِ کامل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی معاش

(از جناب مولانا ملک عبدالقیوم صاحب بی اے (علیگ) بیرسٹرایٹ لا گوجرانوالہ سابق ایڈیٹر مسلم اسٹینڈرڈ لندن)

قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ کلوا من طیبات ما رزقنکم واعملوا صالحا یعنی اچھی چیزیں (جو ہم نے روزی دی ہیں) کھاؤ اور اچھے کام کرو پھر اسی صحیفہ برحق میں ارشاد ہوتا ہے من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ - یعنی کس نے خدا کی وہ نعمت حرام کی ہے جو خدا نے بندوں کے لئے پیدا کی۔ ان آیات مبارکہ کی بہترین اور عملی تفسیر لاریب دنیائے حال و سبق کے کسی انسان کے افعال سے پیدا نہیں ہوتی اِلّا اس انسان کامل کے سانحات حیات سے جس نے طلب دینی و تحصیل دنیا میں متمدن سے متمدن قوموں کے لئے ایسی صورت عمل چھوڑی ہے جس کی نظیر تاریخوں اور تذکروں میں ناپید ہے - یہ ذات والاصفات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھی جنہوں نے بادشاہی کی تو الفقر فخری اپنا طغرائے امتیاز قرار دیا اور فقیری میں جود وسخا کے وہ وہ کارہائے نمایاں سرانجام فرمائے کہ دنیا کامل تیرہ سو سال سے اس عدیم النظیر انسان، اس بشر کامل و برتر کی مدح و توصیف میں رطب اللسان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قبیلے کے ایہ ناز تھے۔ قریش کے جن کی نجابت و اصالت میں کسی ہمہ داں مورخ کو کلام نہیں۔ آپ کس گھرانے کے چشم و چراغ تھے ؛ ہاشمی گھرانے کے بدر منیر تھے۔ اس کے ساتھ آپ کے محاسن ظاہری و باطنی کے کمالات اس قدر زبان زد عوام تھے کہ دشمنان اسلام جو خود آپ سے برسر پیکار تھے میدان جنگ کو جاتے تو خود آپ کی ذات ستودہ صفات کو اپنے متاع دنیوی کا امین اور حوالہ دار مقرر کرتے۔ اور ملک عرب کی حور وش لڑکیاں جہاں آپ کا گذر ہوتا دف بجا بجا کر آپ کی خوبصورتی کے گیت گایا کرتیں آپ چاہتے تو محض اپنی ذاتی حیثیت اور خاندانی وجاہت کی بنا پر مشکوئے امة کو زر و سیم سے بھر لیتے۔ مگر داورے بے نظیر خدا و سرکردہ سالکان صفا دین و دنیا کی دولت و سیادت کے باوجود آپ نے دریوزہ گری اور گداگری سے قطع نظر اپنے زور بازو سے اپنی معاش پیدا کی اور اس کا بیشتر حصہ مستحق اہل احتیاج کے درمیان صرف فرمایا۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و دماغ کسب معاش حلال کی جزدیات سے اس قدر خوگر ہو چکا تھا کہ آپ نے بار بار صحابۂ کرام کے روبرو اپنے بازو سے روزی پیدا کرنے والوں کو بارگاہِ معبودیت کا مقرب گردانا۔ چنانچہ جب ایک دفعہ ایک صحابی نے آپ کے حضور میں تذکرہ کیا کہ فلاں شخص صائم الدہر اور قائم الصلوۃ ہے اور دن رات یاد الٰہی میں مشغول ہے اور کسی سے سروکار نہیں رکھتا۔ تو حضورؐ نے فرمایا تو پھر کھاتا کہاں سے ہے؟ صحابی نے عرض کیا کہ اس کا ایک بھائی ہے جو کماتا ہے اور خود کھاتا ہے اور اسے بھی کھلاتا ہے۔ آپ نے یہ جملہ سنکر فرمایا۔ اخوہ افضل منہ۔ اس کا بھائی اس سے بہتر ہے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی اوائل عمر سے کر دم واپسیں تک کسب تجارت و فلاحت میں گذاری اور اس سے نہ صرف عائلہ نبوی کے لئے ذریعہ معاش پیدا کیا بلکہ سینکڑوں بے زر، زن و بیواؤں کی دستگیری کی۔

دنیا کے برگزیدہ سے برگزیدہ مقتدایان دین کی زندگیوں پر نظر ڈالئے تو آپ کو کسی ہادی کی زندگی میں دین و دنیا کے جملہ مدارج کی وہ کلی و انتظامی تکمیل نہ ملے گی جو ہادیٔ برحق جناب سرور کائنات کے حصہ میں آئی۔ عطیہ رسالت تو خیر ایک فیضان تھا مگر دنیوی دیانت و حذاقت کے باب میں جو اہتم بالشان معیار حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قائم کیا وہ ایسا تھا کہ جس کی مثال دنیا کے بڑے بڑے رہنماؤں کی زندگی میں نہیں ملتی۔ اس کی غایت یہ تھی کہ دین اکمل و رسول کامل کے پیرو بلکہ دنیائے غیر اسلامی کے متلاشیان حقیقت دنیا و عقبےٰ کی کسی منزل میں ایک مکمل لائحہ عمل کی جزدیات سے تہی دست نہ رہیں اور طلوع مہر رسالت سے لے کر روز محشر تک خواہ دنیا کیسی ہی متمدن اور ترقی پذیر ہو جائے اسوۂ نبوی دربارہ کسب معاش منارۂ ہدایت کی طرح انسانی نسلوں کی رہنمائی کرتا رہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیروایان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں تک اپنی دنیوی زندگی کے باب میں اسوۂ رسول اللہ کے رہین ہدایت ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کا موجودہ افلاس ان کی روز افزوں فرد مائگی۔ ان کے مارزہوں - ان کا عدم تشریق تجارت و حرفت اس امر کی بین شہادت ہے کہ انہوں نے سیرت نبوی کا مطالعہ کیا تو اس لئے کہ اسے طاق نسیان پہ جگہ دیں۔ اور اس بشر کامل و مکمل کے کسب روزگار کی مصدقہ اسناد کے علم کے باوجود خود اپنی زندگیوں میں گلزار محمدی کے گلہائے گوناگوں دبو قلموں کی خوشہ چینی نہ کی۔ گویا کہلانے تو مسلمان مگر عرصۂ معیشت کے ہر ایک محاذ پر غیر مسلم بلکہ زائل عمل مذاہب کے نام لیواؤں سے پیچھے ثابت ہوئے۔

چنانچہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

لاخیر فی منی لایحب جمع المال من جو شخص وہ حلال سے مال جمع کرنا پسند
حلال فکیف بہ وجہہ ویقضی بہ دینہ نہ کرے۔ ایسا مال جس سے اپنی آبرو
ویصل بہ رحمہ۔ میں رکھ سکے۔ اپنا قرضہ ادا کر سکے۔ اور رشتہ
داروں کے حقوق ادا کر سکے ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں۔

اب اس حدیث کریمہ کی روشنی میں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اسلام تعوذ باللہ ساد ہوؤں۔ راہبوں اور سجادہ نشینوں کا مذہب ہے۔ اور اس میں دنیوی ترقی اور کشائش کی کوئی راہ موجود نہیں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ ہم نے مذہب کے متعلق لامذہب جماعت کے خیالات سنکر اور ان کے خیالات سے مطمئن ہو کر کبھی یہ بات دریافت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ صحیح مذہب کی کیا تعریف ہے اور کونسا مذہب اس تعریف کا مصداق ہے۔ وہ لوگ جو مذہب کو محض پادریوں اور مذہب فروش جماعت کا ذریعہ روزگار سمجھتے ہیں۔ سخت غلطی پر ہیں کہ اسلام کا شمار ایسے مذاہب میں ہو سکتا ہے جن میں دین اور دنیا کو دو مختلف راہیں بتایا گیا ہے۔ سب سے پہلے ہی کیا کم ہے کہ خود پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے کار رہ کر اپنی معیشت کا بار دوسروں پر ڈالنے کی شدت سے مذمت کی ہے اسی لئے تو اسلام نے مذہب کی تلقین کرنے والی پیشہ ور جماعت کا وجود سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا اور مذہبی اقتدا صرف اس شخص کا حق قرار دیا گیا ہے جو اسلام کے معارف و حقائق سے واقف ہو اور ان پر عمل کرتا ہو۔ اور بس۔ اس کے برخلاف دیکھئے دنیا کے دیگر مذاہب میں اہل دین ہونا ایک خاص فرقے کا پیشہ قرار دیا جا چکا ہے۔ اور بسا اوقات یہ پیشہ ذاتی حیثیت سے نکلکر جدی میراث گردانا گیا ہے۔ شاید وہ لوگ جو مذہب کو دنیاداری کے مشاغل سے جدا سمجھکر اسے محض ایک جماعت خاص کا شغل سمجھے ہوئے ہیں وہ ان واقعات سے متاثر ہو کر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں جو ان کے گرد و پیش ہو رہے ہیں اور اس امر کی تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ زندگی کے اس اہم جزو کے متعلق اپنے وقت کا کچھ حصہ صرف کر کے اس امر کی تصدیق کریں کہ شارع اسلام نے کس خوبی کے ساتھ دین اور دنیا کو ایک ہی جسم کے دو بازو قرار دیکر ان میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کا جزو لاینفک بنا دیا ہے۔

چنانچہ اسلامی تاریخ کا ایک ایک حرف اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ مقتدایان اسلام نے اپنے سرتاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل حکم میں مذہبی تلقین کی تو اس کا معاوضہ سیم و زر کی صورت میں اپنے پیرووں سے وصول نہیں کیا بلکہ تلقین مذہب کے بعد اپنی معاش اپنے دست و بازو سے پیدا کی۔ انبیائے کرام اور قرون اولیٰ کے علمائے کرام کی طویل فہرست سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اہل دین کو پیشہ ہمیشہ مرغوب رہا۔ چنانچہ مشتے نمونہ از خروارے ذیل کی فہرست سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فلاحت کی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے نجار کا پیشہ اختیار کیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام خیاط تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کسان تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام زرہ ساز تھے۔ حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قصاب تھے۔ نیز حضرت ابوبکرؓ حضرت عثمانؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ حضرت طلحہؓ حضرت محمد بن سیرینؒ حضرت میمون بن مہرانؒ بزاز تھے۔ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عامر بن کریز قصاب تھے۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص تیر ساز تھے۔ ابراہیم بن ادہمؒ کسان تھے اور حذیفہ مرعشی خشت پز تھے۔

اور ان سب سے بڑھکر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معاش شبانی اور کمرشل اجنٹی (وکیل تجارت) کی حیثیت سے پیدا کی۔

ان کے علاوہ اسلامی تاریخ کے آسمان شہرت پر نظر ڈالی جائے تو ستارہ درخشندہ ستاروں یعنی ارباب فضل و کمال میں ایک بڑی تعداد ایسے بزرگوں کی نظر آجائے گی جنہوں نے تلقین و تدریس مذہب کی توضیح فی سبیل اللہ اور اس شغل جلیلہ کی کما حقہ تکمیل کے بعد اپنی روزی اپنے ہاتھ سے پیدا کی۔ چنانچہ ضیاء الدین ابن بیطار بیطاری کرتے تھے۔ منصور حلاج تھے ابوالفضل یحییٰ حکاک تھے۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی حائک تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی خزاز تھے۔ حضرت عمادالدین یاقوت خیاطی کرتے تھے۔ ابوعبداللہ ابن جوزی خیاط تھے۔ شیخ ابوعلی دقاق اور حکیم عمر نیشاپوری خیام تھے۔ ابویزید بسطامی سقہ تھے ابوبکر محمد بن احمد اور ابویعقوب سراج الدین یوسف خوارزمی سکاک تھے۔ ابونصر صباغ تھے۔ حکیم شیخ فریدالدین عطار تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی تھے۔ شمس الائمہ حلوائی تھے اور ابوبکر مروزی قفال تھے۔

اور یہ بزرگان دین و امت کیوں تمام کے تمام پیشہ ور نہ ہوتے جبکہ یہ معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ

العبادۃ سبعون جزأ وافضلہا عبادت کے ستر جزو ہیں اور ان میں سے افضل
طلب الحلال ترین کسب حلال ہے۔

ہماری اسلام دانی کی آج یہ کیفیت ہے کہ اگر کسی آدمی سے کہا جائے کہ مال حلال جمع کرنا بھی عبادت ہے تو وہ شخص ایسا بیان کرنے والے کو دنیا پرست کہنے پر اتر آئے گا۔ حالانکہ یہ قول سرمن خود اس ذات والا صفات سے سرزد ہوا ہے۔ جس کی زندگی کا ایک ایک واقعہ لاتعداد معارف سے مملو ہے۔ کسب حلال اور اکتساب وسائل مادی کی درخشندہ ترین مثال اسلامی تاریخ کے ان ابواب سے پیدا ہوتی ہے جن میں مرقوم ہے کہ مسلمانوں کی دنیوی حیثیت اس زمانے میں ترقی پذیر ہوئی جبکہ مسلمان آجکل کے مسلمانوں سے کہیں زیادہ عابد و پرہیزگار تھے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ

اس زمانے کے مسلمان محض خرقہ پوشوں کی جماعت ہوتی اور ملک داری اور ملک گیری تو نیز دنیوی کامرانی کے کسی باب میں ان سے کسی کار نمایاں کا ظہور نہ ہوتا۔ مگر ایسا ہوتا کیوں جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے محض اسلامی تعلیمات و اسوۂ محمدی کی تکمیل کے لئے بلاد و امصار کے سفر کئے دنیا کی دور دراز وسعتوں میں پھیل کر اور بحر ذخار کو کھنگال کر مال و دولت فراہم کیا اور پھر اس متاع سے اگر ایک طرف حدود اسلام کو وسیع کیا تو دوسری طرف مسلمانوں کی دنیوی پستی کو دور کیا اور اس سیم و زر سے وہ وہ کرشمے دکھائے جن کے سامنے کسی اور قوم کی دنیوی ثروتمندی ہیچ ثابت ہوئی۔

آج حالت یہ ہے کہ اسلامی درد کے جذبات رہ رہ کر دلوں سے اٹھتے ہیں مگر دنیوی فروتنی کچھ ترقی پر ہی ہے تنزل پذیر نہیں اس کا سبب فقط یہ ہے کہ ہم نے اسوۂ رسول اللہؐ سے منہ موڑ کر دینداروں اور دنیاداروں کے درمیان ایک دائمی حد فاصل مقرر کر دی ہے۔ جس سے نہ دینداروں کے دین کی تکمیل ہوتی ہے اور نہ دنیادار دین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مبادا وہ بھی اہل دین کی طرح اپنی معاش کے لئے دوسروں کے دست نگر ہو جائیں۔ لہٰذا ہمیں برائے اسوۂ بشر کامل صلی اللہ علیہ وسلم و بقول حضرت امام جعفر صادقؑ اس امر کا اعلان بانگ دہل کرنا چاہیئے کہ لیس ھذا طلب الدنیا ھذا طلب الدنیا۔

یہ چیز جسے طلب دنیا کہا جاتا ہے فی الحقیقت طلب آخرت ہے اور کیا کسی ایسے شخص کا ایمان صحیح ہے جو احکام رسول اللہؐ سے روگردانی کر کے اپنی معیشت کا بار دوسروں کے کندھوں

افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ

اُمت مرحومہ کے لئے حقیقی دستور العمل

(از حضرت العلامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند دہلی)

اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور ابوالبشر حضرت آدم صلی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ وسلم کی اولاد میں سب سے افضل، سب سے اکمل، سب سے اعلیٰ، سب کے ماویٰ و ملجا، خدا کے وہ رسول اور حبیب ہیں جو عرب کے شریف ترین خاندان قریش کے بہترین گھرانے بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا سایہ ولادت سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا۔ دادا اور دادا کے بعد چچا نے پرورش اور تربیت فرمائی۔ کسی مکتب میں نہیں بیٹھے۔ کسی اُستاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ بچپنے میں حلیمہ سعدیہؓ کے گھر اُن کے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے میں مشغول رہے۔ ہوش سنبھالا تو گھر والوں کو بتوں کے سامنے سجدے کرتے قربانیاں چڑھاتے ہوئے دیکھا۔

کسی اعلیٰ سوسائٹی، مہذب کلب، تعلیمی سکول اور کالج کا عرب میں وجود ہی نہ تھا، وہی صنم پرستی، شراب نوشی، قماربازی، جنگ وجدال، تفاخر، کبر و نخوت، آپ کے ماحول میں بھی پھیلی ہوئی تھی، جو تمام عرب کی فضا کو محیط تھی۔

اس ماحول و گرد و پیش کے تمام حالات و واقعات کے باوجود مبدأ فیاض کی طرف سے حضور انور کی ذات گرامی اور نفس قدسی صفات میں جو کمالات ودیعت رکھے گئے تھے ان کا ظہور اس شان و شوکت کے ساتھ ہوا کہ کائنات ارضی و سماوی کا ذرہ ذرہ اس کا شاہد ہے۔

خالق کے ساتھ تعلق اور مقام عبدیت کے مضمون مطہرہ تو بہت طویل الذیل ہیں ہم اس وقت نہایت مختصر طور پر صرف اُن مکارم اخلاق کے متعلق ذکر کرنا چاہتے ہیں جو معاشرت اور باہمی زندگی گذارنے میں خلق خدا کے ساتھ برتے جاتے تھے۔

ان میں سے ایک ایک پر غور کرو اور دیکھو کہ ایک یتیم بچے کے یہ ملکات فاضلہ اور اوصاف حسنہ راسخہ اگر اخلاق عالم کے فیض محبت و رافت کے عطا فرمودہ نہ تھے تو کس کالج کے درجۂ تکمیل کے شرمندۂ احسان تھے اور دنیا بھر کے بہترین سے بہترین تعلیمیافتوں اور تہذیب پروردوں میں سے کوئی نظیر یا مثیل پیش کرو۔

پھر دوسری طرف یہ بھی دیکھو کہ اس مظہر صفات قدسیہ کے نام لینے والوں اور کلمہ پڑھنے والوں میں سے کتنے ہیں جو اپنے طرز عمل سے ان خصائل حمیدہ اور شمائل پسندیدہ کا نمونہ پیش کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں؟

سیرۃ مبارکہ کے دفتروں میں سے یہ ایک چھوٹی سی حدیث ہے اسی پر اپنے اعمال و اخلاق کا جائزہ لو اور خود ہی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اعتراف کرو کہ کہاں تک تم اپنے ہادی، پیشوا، اپنے شفیع، اپنے پیشوا کے نقش قدم پر چلتے ہو۔

حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ایک ایک اد واقف اور ایک ایک اشارے کے جاننے پہچاننے والے تھے ان سے حضورؐ کی سیرت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم البشر یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خندہ رو کشادہ جبین رہتے تھے۔ یعنی لوگوں سے ملنے جلنے میں کسی وقت آپ کو چیں بجبیں، ابروؤں پر بل پڑے ہوئے، تیوری چڑھائے ہوئے نہیں دیکھا جاتا تھا، باوجودیکہ خشیۂ خداوندی اور فکر آخرت اور غم اُمت سے حضورؐ دل میں ہمیشہ متواصل الاحزان یعنی غمگین و متفکر رہتے تھے۔ مگر خلق خدا کے ساتھ ملنے جلنے میں اس دلی رنج و غم کو مطلقاً ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور لوگوں کے ساتھ ایسی کشادہ پیشانی اور خندہ روئی سے ملتے کہ سوائے مخصوص محرمان راز کے کوئی آپ کے واردات قلبیہ سے مطلع نہیں ہوتا۔

سھل الخلق لین الجانب اور نرم خو نرم طبیعت مہربان تھے۔ یعنی کشادہ روئی کے ساتھ، آپ کی عادت شریفہ میں نہایت نرمی اور لطف و مہربانی تھی، خشونت اور درشتی ایذا اور سختی کا حضور کے اخلاق گرامی میں نام و نشان نہ تھا۔

لیس بفظ ولا غلیظ ولا صخاب ولا فحاش، بدخلق، سخت دل، چیخ پکار کرنے والے، فحش گو نہ تھے، یعنی حضور کے اندر بدخلقی کا نام و نشان نہ تھا۔ سخت دلی کہ کسی کی حاجت اور مصیبت کی طرف متوجہ نہ ہوں معدوم تھی، چیخ پکار کرنا، شور مچانا، زور زور سے باتیں کر کے مخاطب کو سہمانا حضورؐ کا شیوہ نہ تھا، عملی یا قولی فحش کے قریب بھی نہ جاتے تھے۔

ولا عیاب ولا مشاح: حضورؐ کسی کو عیب لگاتے تھے نہ کسی کی عیب جوئی کرتے تھے، اور نہ تنگدلی فرماتے تھے۔ یعنی جو شخص کوئی حاجت پیش کرتا، کوئی سوال کرتا تو اس کی حاجت روائی میں نہایت وسعت

قلب سے کام لیتے اور کسی قسم کی تنگدلی یا بخل کو کام میں نہ لاتے۔

یتغافل عما لا یشتھی ۔ ناپسندیدہ باتوں سے تغافل اور اعراض فرماتے تھے ۔ یعنی اگر کسی خادم، کسی دوست، گھر کے کسی آدمی سے کوئی ناپسندیدہ کام صادر ہوجاتا تو ایسے تغافل کے ساتھ گزر جاتے کہ گویا آپ کو خبر ہی نہیں ہوئی، یا آپ نے دیکھا ہی نہیں، یہ عادت نہ تھی، کہ لوگوں کی غلطیوں کو اور خطاؤں کو کرید کرید کر یاد رکھیں اور سختی فرمائیں۔ اور اُن کو ہر وقت طعن وتشنیع کرتے رہیں۔

ولا یوئس منہ راجیہ ولا یخیب فیہ ۔ یعنی حضورؐ سے کوئی اُمیدوار مایوس نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ محروم کیا جاتا تھا۔ یعنی اگر کوئی اُمیدوار کوئی اُمید لیکر آتا تو حضورؐ کی جانب سے مایوس نہیں جاتا تھا۔ اگر اس کی مانگی ہوئی چیز نہ بھی ہوتی اور اُسے نہ بھی ملتی جب بھی وہ اس بات کا یقین لے کر جاتا کہ حضورؐ نے مجھے اپنی طرف سے تو مایوس نہیں فرمایا نہ ہونے کی وجہ سے میں محروم رہا۔ اگر حضورؐ کے پاس یہ چیز ہوتی تو ضرور مجھے عطا فرماتے۔

ترک نفسہ من ثلاث المراء حضورؐ نے اپنے نفس کو تین باتوں **والاکثار وما لا یعنیہ** سے بالکل علیٰحدہ اور پاک کرلیا تھا لوگوں سے جھگڑنا۔ اور زیادہ باتیں کرنا۔ اور لایعنی، یعنی غیر مفید کاموں میں مشغول ہونا۔ یعنی نہ تو لوگوں سے جھگڑتے تھے۔ نہ زیادہ اور فضول باتیں کرتے تھے، اور نہ بیکار اور لایعنی اور غیر مفید کاموں میں مشغول ہوتے۔ ٹھیک اور سچی اور حق بات نرمی اور ملائمت سے کرتے اور جو بات دنیا یا دین میں مفید ہوتی اتنی ہی بات کرتے اور بیکار کام جس کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں کبھی اختیار نہ فرماتے۔

وترک الناس من ثلاث لا یذم احدا اور لوگوں کو اپنی طرف **ولا یعیبہ ولا یطلب عورتہ** سے بھی تین باتوں سے مامون ومطمئن فرما دیا تھا۔ کسی کی مذمت نہیں فرماتے تھے، کسی کی عیب جوئی نہ کرتے، اور نہ عیب لگاتے، اور نہ کسی کے چھپے ہوئے معائب تلاش نہیں کرتے۔

ولا یتکلم الا فیما رجا ثوابہ صرف وہی بات کرتے جس کے ثواب کی حضرت حق سے اُمید ہوتی۔ یعنی جو بات کرتے ثواب کی نیت سے کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص ہر وقت حضرت حق کی حضوری کو پیش نظر رکھے گا اسکی ہر بات اسی نیت اور اسی ارادے سے ہوگی، خواہ وہ تبلیغ دین کے متعلق ہو یا دنیوی اعمال وافعال سے تعلق رکھتی ہو۔

صحابہ کرام کا طرز عمل

واذا تکلم اطرق جلساؤہ کانما اور جب حضورؐ کلام شروع **علی رؤسھم الطیر** فرماتے تو تمام حاضرین توجہ اور خضوع کے ساتھ سر جھکا کر ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ جاتے گویا کہ ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہیں۔ (آپ نے دیکھا ہوگا کہ گائے بھینس وغیرہ کے سر پر جب چڑیا آکر بیٹھ جاتی ہے تو یہ جانور بالکل ساکت وساکن ہو کر کھڑے ہوجاتے ہیں نہ کان ہلاتے ہیں نہ دُم۔ اس خیال سے کہ چڑیا اُڑ جائے۔ کیونکہ چڑیاں اُن کے بدن کی چیچڑیاں پکڑ پکڑ کے کھاتی ہے جس سے جانوروں کو آرام پہنچتا ہے۔ تو اب یہ کلام ایک مثل کے طور پر بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص ایسا بیٹھا ہے کہ گویا اس کے سر پر چڑیا ہے یعنی بالکل ساکت وساکن) صحابہ کا یہ سکوت و سکون حضورؐ کی ہیبت وجلال اور استماع وتوجہ کی بنا پر ہوتا تھا۔

فاذا سکت تکلموا جب حضورؐ اپنا کلام ختم فرماتے تو پھر صحابہؓ **لا یتنازعون عندہ** کلام کرتے۔ لیکن یکدم کئی کئی آدمی نہیں بولتے **الحدیث ومن تکلم** اور آپس میں کشمکش نہیں کرتے تھے۔ جو شخص **عندہ انصتوا لہ** بات شروع کرتا تو سب اسکی طرف متوجہ **حتی یفرغ** ہو کر اس کی بات سنتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی بات ختم کرلیتا۔ جب اس کی بات ختم ہوجاتی اور وہ خاموش ہوجاتا اس وقت دوسرا شخص کلام شروع کرتا۔

حدیثھم عندہ حدیث اولھم اور بات کرنے کا بھی یہ طریقہ تھا کہ حضورؐ کے سامنے جو پہلے آتا، پہلے بات کرنے کا بھی وہی حقدار ہوتا تھا۔ اور جو اس کے بعد آیا ہے وہ دوسرے نمبر پر بات کرتا۔ اسی طرح نمبروار قاعدے سے بات کرتے۔ اور ایک بولنے والے کی بات کے وقت سب خاموش رہتے۔

یضحک مما یضحکون ویتعجب اگر کسی ہنسی کی بات پر صحابہ کرام **مما یتعجبون منہ** ہنستے تو آپ بھی ان کے ساتھ ہنسی میں شریک ہوجاتے اور کسی تعجب کی بات پر لوگ تعجب کا اظہار کرتے تو حضورؐ بھی اُن کے تعجب میں شرکت فرماتے۔ یعنی لوگوں کے ساتھ آپ بھی بے تکلفانہ انداز سے اُن کے انداز مکالمت میں شریک رہتے۔

یصبر للغریب علی الجفوۃ کسی باہر کے آدمی سے اگر گفتگو میں یا **فی منطقہ ومسئلۃ الخ** سوال میں کوئی سختی (یا گنوار پنے کی بات) ہوجاتی تو اُس پر صبر فرماتے اور ذرا بھی تلخی یا غضب یا ناگواری کا اظہار نہ کرتے یہاں تک کہ صحابۂ کرام بسا اوقات ایسے لوگوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر لاتے تھے تاکہ وہ بے دھڑک سوال کریں۔ اور حضورؐ جواب دیں اور ہم فائدہ اٹھائیں، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ گاؤں والے سوالات کرنے میں بے دھڑک ہوتے ہیں اور حضورؐ بھی ان پر ناراض نہیں ہوتے اس لیے اُن کے ذریعے سے ہمیں بہت سی ایسی معلومات حاصل ہوجائینگی جو خود دریافت نہ کرسکیں گے۔

ویقول اذا رأیتم طالب حضورؐ صحابۂ کرام سے فرمایا

حاجة فارفداده کرتے تھے کہ جب تم کسی حاجتمند کو پاؤ تو اسکی حاجت روائی کر دیا کرو۔ یا کم از کم اس کی امداد کیا کرو، تاکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔

ولا یقبل الثناء الا من مکافی اور کسی کی تعریف قبول نہ فرماتے مگر اس شخص کی جو کسی احسان کے شکریہ کے طور پر کرے، یعنی اگر کوئی حضورؐ کی تعریف کرتا تو اس کی جانب بالکل توجہ اور التفات نہ فرماتے، ہاں اگر حضورؐ نے کسی کے ساتھ کوئی احسان فرمایا ہوتا اور وہ اس احسان کے شکریہ میں تعریف کرتا اور تعریف بھی حد سے متجاوز نہ ہوتی تو سن لیتے۔

ولا یقطع علی احد حدیثه حتی یجوز فیقطعه بنهی او قیام اور کسی کی بات نہیں کاٹتے یعنی اس کے کلام کے درمیان میں کلام شروع نہ فرماتے۔ ہاں اگر وہ اپنے کلام میں کوئی زیادتی اور اعتدا کرتا تو روک دیتے۔ یا اٹھ کھڑے ہوتے۔

مسلمانو، ایک چھوٹی سی حدیث ہے۔ جس میں ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اخلاق کریمہ درج ہیں، اس کو بار بار پڑھو، اور اپنے اخلاق و عادات کا جائزہ لو۔

اور کوشش کرو کہ تمہارے افعال و اعمال تمہارے آقا کے نمونہ پر ہو جائیں۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

حضور انورؐ کی سادہ زندگی

(از جناب مولانا مولوی محمد عبد الحامد صاحب قادری بدایونی ناظم جمعیۃ علمائے کانپور)

حضور انور علیہ التحیۃ والثنا کی حیات شریفہ اول سے آخر تک ایک ایسا مرقع رشد و ہدایت ہے جس سے ہر انسان، ہر مذہب و ملت فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

اگرچہ آپ ولادت سے قبل یتیم ہو گئے، ہوش سنبھالنے نہ پائے تھے کہ موت نے والدہ محترمہ کی آغوش محبت سے جدا کر دیا۔ چند روز کے بعد دادا کا سایہ شفقت بھی سر سے اٹھ گیا۔ غرض بچپن یوں یتیمی بیکسی میں گذرا، جوان ہو کر مدت دراز تک عسرت و نادارگی میں بسر کی۔ یکایک قدرت نے چالیس برس کی عمر میں آپ کو وہ خلعت نبوت عطا فرمایا جس کے سامنے کائنات کی تمام نعمتیں حقیر و ذلیل تھیں۔ منصب نبوت بھی اس شان کے ساتھ کہ آپ سے پہلے کسی کو وہ عزت نہ ملی مگر اس تمام ماحول میں اعزا کی دشمنیاں احباب کی سختیاں شہر اور مسکن میں ہمہ قسم کی سختیاں بیگانوں کی آئے دن کی مخالفتیں جن کی وجہ سے وطن عزیز ترک کرنا پڑا انتہا یہ تھی کہ ترک وطن پر سر دربار اعدا اپنی کامیابی و کامرانی کی مجالس مسرت منعقد کر رہی ہیں مگر زمانہ آہستہ آہستہ انقلاب نبوت کا اعلان کر رہا ہے۔ دنیا کو بتایا جا رہا ہے کہ یہی یتیم جو ظاہری طور پر اپنا دیار چھوڑ رہا ہے ایک ساتھی کو ہمراہ لے کر رخصت ہو رہا ہے وقت آئیگا کہ جس مقام سے تم نے خارج کیا وہی مقام اس کا مرکز دین ہوگا۔ اس وقت ایک مصاحب کو تم دیکھتے ہو۔ تھوڑے عرصہ میں انسانوں کی دنیا اس کی معیت میں ہو گی۔ غرض جس مقصد عظیم کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے اس کی تکمیل شروع ہو گئی۔ مکہ سے ترک وطن فرما کر مدینہ طیبہ میں توحید الٰہی کی تبلیغ شروع ہوئی۔ توحید کے فلک بوس نعرے حجاز کے صحرا سے نکلتے ہوئے عرب کے حدود کو چیرتے ہوئے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں پہنچ گئے دنیا محو حیرت ہے کہ زندگی کے ان مختصر سے لمحات میں وہی قوم جس کے اطوار و عادات تمام خرابیوں کا مجموعہ ہے حضور انور کی حیات اقدس اور تبلیغ دینی کے اثر سے محاسن و اخلاق کا عملی پیکر کیونکر بن گئی۔

ہم اس مختصر مضمون میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضور انور علیہ التحیۃ والثنا کی مبارک زندگی یتیمی و غربت سے لیکر تا اختتام سادگی و ایثار کا ایک ایسا نمونہ تھی جس کی مثال جامعیت کے ساتھ کسی جگہ نہیں مل سکتی۔ آپ کی طرز معاشرت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ ہمیشہ ایک ہی طور پر زندگی بسر فرمائی، جب کچھ نہ تھا اس وقت بھی وہی تھی اور جس وقت شہنشاہیاں قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج قدموں پر آکر جمع ہو گئے تب بھی غرور و نخوت پاس نہ آیا۔ جس طرح بچپن میں بکریاں چراتے تھے نبوت و سلطنت کے بعد بھی خود دودھ دوہا کرتے تھے کبھی اپنے ذاتی کام کیلئے بھی خدام کو تکلیف نہ دی بلکہ اپنے کاموں کو اپنے ہاتھوں انجام دیا۔ اگر کبھی کسی سے کوئی کام لیا تو اس سے زیادہ کام خود کر دیا۔ ضعفاء و ناتواں کا بوجھ اکثر اوقات دوش نبوت پر اٹھائے رہتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں جس طرح تم لوگ اپنا کام کرتے ہو اسی طرح آپ بھی کرتے تھے۔ خود دودھ دوہتے۔ کپڑے سیتے۔ جوتیاں گانٹھ لیتے۔ (بخاری و ترمذی شریف)

صحابہ کے ساتھ تعمیر مسجد میں شرکت

مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت صحابہ کے ساتھ آپ بھی اینٹیں اٹھاتے پھرتے تھے۔ (بخاری شریف)

غزوۂ خندق میں صحابہ خندق کھود رہے تھے تو دوسری طرف آپ کی یہ حالت تھی کہ کدال شریف ہاتھ میں تھی اور خود خندق کھودنے میں مصروف و منہمک تھے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں فلبثنا ثلثۃ ایام لا نذوق ذواقا یعنی ہم تین دن سے کھانے کو کچھ نہ ملا تھا بعض صحابہ نے بھوک کی شکایت کی آپ نے پیرہن مبارک اٹھایا حضرت جابر کہتے ہیں وبطنہ معصوب بحجر آپ کے شکم اطہر پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ (بخاری شریف)

غزوات میں جان نثاروں کی قیادت

اس شہنشاہ عالم سے یہ کب ممکن تھا کہ خود مسند نبوت پر بیٹھے رہیں اور غلامان بارگاہ نبوت سرفروشی کریں۔ وہ کونسا غزوہ تھا جس میں سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی ایثار و سادگی کے ساتھ شرکت نہ فرمائی۔

فتح خیبر میں آپ گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کی چھال کی تھی حضرت انس فرماتے ہیں فتح مکہ میں جو پالان آپ کے اونٹ پر تھا وہ ایک روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ ہوگا۔

(شفا شریف)

حضور انورؐ کی غذا!

کھانے میں آپ کی غذا عموماً جو کی روٹی تھی بسا اوقات تو یہ بھی آپکو نہ ملتی تھی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ کے اہل و عیال کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی متواتر دو دن تک نہ ملی۔ (ترمذی شریف)

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کے رضاعی بھائی تشریف لائے آپنے اُن کے لئے ماحضر منگوایا اور فرمانے لگیں جب کبھی میں سیر ہو کر کھاتی ہوں تو رونا آتا ہے حضورؐ نے ایکدن بھی سیر ہو کر روٹی نہ کھائی۔

(ترمذی شریف)

غربا و مساکین کا پیٹ پالنے سے جب کچھ بچ رہتا نوش فرما لیتے اس بارگاہ عالی کا مطبخ بھوکوں، محتاجوں کے لئے وقف تھا موجودہ دنیوی شاہنشاہوں کا باورچی خانہ نہ تھا جو صرف اپنی ذات پر قوم رعایا کا ہزار دل روپیہ بری طرح لٹا دے۔ بلکہ یہ اس کی بارگاہ تھی جو دوسروں کی ضرورت پوری کرکے آپ فاقہ کرتا صلی اللہ علیک یارسول اللہ۔

لباس

جو ذات بابرکت تمام عالم کی باذن الٰہی حاکم و مالک تھی اس کا ذاتی لباس صرف قمیص، چادر، تہبند ازار یا عمامہ تھا یہ اشیاء بالعموم معمولی قسم کے کپڑوں کی تھیں جن میں کوئی بھڑک اور نمائش نہ ہوتی تھی۔ بلکہ اکثر اوقات پیوند لگے ہوئے کپڑے ہی آپ زیب تن فرماتے تھے اور وہ بھی جب کوئی محتاج و غریب طلب کرتا فوراً اُسے عطا کر دئے جاتے۔

ایک بار ایک عورت بنی ہوئی چادر آپ کے پاس ہدیہ کیلئے لائی اور عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ آپ کو پہناؤں۔ آپ کو اس وقت چادر کی ضرورت تھی قبول فرما لیا۔ آپ چادر کو تہبند کے طور پر باندھ کر باہر تشریف لائے۔ ایک شخص نے اس کی بہت تعریف کی اور آپ سے چادر مانگی آپ نے اسی وقت اس کے حوالہ کر دی۔ صحابہ نے اس شخص کو قائل کیا کہ حضورؐ کے پاس چادر نہ تھی تو نے کیوں مانگی اس نے کہا خدا گواہ ہے کہ میں نے پہننے کے لئے نہیں مانگی بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ یہ میرا کفن ہو (بخاری صفحہ ۱۷۱)

سامان استراحت

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضہ سے دریافت کیا گیا کہ حضورؐ کا بستر کس چیز کا تھا آپ نے فرمایا ادھوڑی کا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بخاری و ترمذی شریف)

یہی سوال حضرت حفصہ رضہ سے بھی کیا گیا آپنے فرمایا کہ آپکے آرام فرمانے کے لئے ہم اکثر اوقات ایک ٹاٹ کا ٹکڑا بچھا دیا کرتے تھے ایک شب میں نے اس ٹاٹ کو (بجائے دو تہوں کے) چار تہیں کرکے بچھا دیا تاکہ آپ کو زیادہ آرام حاصل ہو۔

جب صبح ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا رات تم نے کیا بچھایا تھا، میں نے عرض کیا وہی آپ کا ٹاٹ فرق صرف اتنا تھا کہ چار تہیں کر دیں۔ فرمایا اسے جیسا پہلے تھا ویسا ہی کر دو۔ (ترمذی شریف)

اعزا کو سادگی کی تعلیم

حضرت امیر المؤمنین سیدنا مولا علیؓ فرماتے ہیں کہ میری زوجہ نبی اکرمؐ کی صاحبزادی فاطمہ زہراؓ کی یہ کیفیت تھی کہ چکی چلاتے چلاتے ہتھیلیوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ اکثر اوقات خود ہی پانی بھی بھرا کرتی تھیں میں نے ایک دن مسجد نبوی سے واپس آ کر آپ سے کہا کہ اب تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔ حضور انورؐ سے عرض کرو کہ ایک لونڈی ہمیں بھی عطا فرما دیں۔ آپ کو سوال پر شرم آئی مگر (شوہر کی) اطاعت میں حضور انور سے عرض کیا آپنے فرمایا جان پدر میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں جو خادم سے بہتر ہو سوتے وقت ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے (بخاری شریف)

اللہ اللہ بارگاہ نبوت سے ہزاروں خدام کو مال غنیمت سے زر و نقد لونڈی غلام تقسیم ہوں مگر لخت جگر کو اس سادگی کی تعلیم دی۔ سچ ہے

یوں کٹی ہے اہلبیت نبوت کی زندگی
یہ ماجرائے دختر خیر الانام ہے

مسلمانوں سے معروضہ

برادران ملت ہمارے روز افزوں افلاس و نکبت نے ہمیں بد سے بدتر حالتوں میں پہنچا دیا ہے۔ ہم اپنے عیش و نشاط کی وجہ سے ساہوکاروں کے غلام بنتے جا رہے ہیں وہ وقت آ چکا کہ ہم سرمایہ داروں کے ہاتھوں برباد ہو جائیں۔ خدارا اپنی قدیم سادگی کو اختیار کیجئے شادی غمی، روزمرہ کی زندگی میں سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اہلبیت، صحابہ، رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوہ کو اپنا شعار بنا لیجئے جو روپیہ اپنے ذاتی ترفع پر خرچ ہوتا ہے وہ اپنی قومی اسلامی برادری غربا و یتامیٰ اور تمام ضروریات دینی پر صرف کیجئے۔ پھر دیکھئے کیا انقلاب رونما ہوتا ہے۔

حضورِ انور کا عدل و انصاف

(از جناب مولانا مولوی عبد الحامد صاحب قادری بدایونی ناظم جمعیۃ علمائے کان پور)

قدرت نے اپنے اس آخری نبی و رسول کو جیسا ل اور بے نظیر خصوصیتوں سے سرفراز فرمایا وہاں آپ میں عدل و انصاف اور وہ قوتِ فیصلہ عطا فرمائی جس کی مثال دوسری جگہ ملنا دشوار ہے۔

جو مسائل بڑے بڑے اہل دماغ حل نہ کر سکتے تھے آپ نے معمولی باتوں میں طے کر دیئے۔ اُلجھے ہوئے معاملات، باہمی اختلافات کا تصفیہ اس خوبصورتی سے فرماتے کہ ہر فریق مطمئن اور مسرور ہو کر واپس جاتا۔

ہر عادل و منصف کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذاتی اغراض سے بے نیاز ہو، فریقین سے حسن سلوک کا برتاؤ کرے، کسی کی ناجائز جنبہ داری نہ کرے، اہل معاملہ بلا امتیاز مذہب و ملت قوم و نسل اس پر اعتماد کریں۔ آیئے اس اصول پر ہادیِ عالم کے عدل و انصاف کا مطالعہ کریں۔

حضورِ انور اوائل عمر سے عادل و منصف تھے

ساکنانِ مکہ اور خصوصاً قریش اختلافاتِ باہمی کا مرکز بنے ہوئے تھے معمولی معمولی باتوں پر جنگ و جدال کا ہونا اس قوم کا تمغۂ امتیاز تھا۔ ایسی جماعت میں عدل و انصاف قلوب کو کسی فیصلہ پر مطمئن کر دینا معمولی کام نہ تھا۔ مگر آپ بچپن ہی سے عادل و منصف تھے۔ حجرِ اسود کے معاملہ پر مکہ والوں میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا، قریب تھا کہ عظیم کشت و خون ہو جائے، ہر فریق اپنی جگہ خواہشمند تھا کہ میں حجرِ اسود نصب کروں، ذی ہوش اور سمجھدار لوگوں کی نگاہیں آپ پر لگی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں جو کچھ فیصلہ کروں تم سب کو منظور ہوگا یا نہیں۔ سب نے بالاتفاق منظوری ظاہر کی۔ آپ نے تمام جماعتوں میں سے ایک ایک نمائندہ منتخب فرمایا، جب یہ انتخاب ہو چکا تو آپ نے دستِ اقدس سے حجرِ اسود اٹھا کر چادر میں رکھا اور مندوبین کو حکم دیا کہ چادر کے کونے پکڑ کر اٹھا لو، اس فیصلہ نے قبائل اور جماعتوں کا تمام اختلاف آسانی سے رفع کر دیا۔ اور جنگ کے مشتعل شعلے عدل و انصاف کے چھینٹوں سے دب گئے۔

مسلم و غیر مسلم کے فیصلے

قریش ہی پر کیا منحصر ہے، ہر جماعت مقدمات کے فیصلوں میں آپ سے رجوع کرتی، اور یہ یقین کرتی تھی کہ آپ سے بڑھ کر دوسرا عادل و منصف نہیں، ہے۔

احسن الثناء ما اعترف بہ الاعداء

بہترین تعریف وہ ہے جسے دشمن بھی تسلیم کریں۔

بعثت کے بعد مدینہ کے وہ یہود جو شب و روز آپ کی مخالفتیں کرتے رہتے تھے حضور کو اپنا جج مقرر کرتے اور بالاتفاق آپ کے فیصلے کی خواہشات پیش کرتے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک یہودی اور نام کے مسلمان (منافق) میں نزاع ہوا۔ یہودی نے کہا چلو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنا فیصلہ کرائیں۔ بشر (منافق) اس نے اس خیال سے کہ یہودی حکام رشوت کے عادی ہیں کعب ابن الاشرف سردار یہود کے پاس چلنے کی رائے دی۔ یہودی نے انکار کیا۔ بالآخر دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معاملہ کی نوعیت پیش کی، یہودی حق بجانب تھا اس کے حق میں آپ نے فیصلہ کیا۔ بشر اپنی منافقت کی وجہ سے فیصلہ سن کر باہر آیا اور یہودی سے کہا چلو عمرؓ کے پاس چلیں (بشر سمجھتا تھا کہ حضرت عمر میرے مسلمان ہونے کی رعایت کریں گے) یہودی آپ کے فیصلہ اور حضرت عمر کی تائید پر یقین رکھتا تھا اس نے بشر کی خواہش بھی منظور کر لی، دونوں آپ کے پاس گئے۔

بشر نے مقدمہ کی نوعیت بیان کی۔ یہودی نے حضورِ انور کے فیصلہ وغیرہ کا بھی سارا حال سنایا اور بشر کے انکاری ہونے کا تذکرہ کیا۔ حضرت فاروق نے یہ سنکر فرمایا ذرا ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں اندر جا کر تلوار لائے اور بشر منافق کی گردن تن سے جدا کر دی اور فرمایا جو رسولؐ کے فیصلہ سے انحراف کرے اس کا یہی علاج ہے۔ دیگر منافقین نے شور و غل مچایا مگر وحیِ الٰہی نے آپ کے اس فیصلہ کی تصدیق فرمائی۔ جس کے بعد آپ کا لقب فاروق ہوا۔

عدل و انصاف کا اہم فیصلہ

شرفائے قریش کی ایک عورت فاطمہ بنت الاسود چوری کے جرم میں پکڑی گئی، آپ نے ثبوتِ جرم کے بعد ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر کیا۔ تمام قریش نے شرافتِ نسب کی وجہ سے اس سزا کو باعثِ عار سمجھ کر کوشش کی کہ کسی طرح آپ عورت کو بری کر دیں۔ اس کام کی تکمیل کے لئے حضرت اسامہ ابن زید کو سفارشی بنا کر حضورؐ کے پاس بھیجا۔ حضورؐ نے حضرت اسامہ سے فرمایا "اے اسامہ اللہ کی مقرر کردہ سزا میں سفارش کو دخل دیتے ہو" یہ کہہ کر آپ نے ایک تاریخی خطبہ

ارشاد فرمایا جس کا ایک جزو یہ بھی تھا کہ تم سے پہلے قومیں اس وجہ سے ہلاک ہوگئیں کہ جب کوئی بڑا آدمی جرم کا ارتکاب کرتا اُسے رہائی دیدی جاتی اور غریب کو سزا ملتی۔ خدا گواہ ہے اگر فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ (بخاری شریف)

بعض بعض مواقع پر صحابہؓ رعایت کے خواہشمند ہوتے، مگر حدود الٰہی میں آپ کبھی سفارش قبول نہ فرماتے۔

سنہ ۶ھ میں آپ بارادۂ حج و زیارت کعبہ روانہ ہوئے۔ ایک ہزار جاں نثار ہمراہ تھے، ساکنان مکہ کو خوف پیدا ہوا کہ آپ کے آنے سے مکہ میں بھی مسلمانوں کا گروہ بڑھ جائے گا۔ اور اسلام قبولیت حاصل کریگا اس خیال سے رستہ ہی میں مکہ والوں نے آپ کو روکا۔ اور لڑائی کا آغاز اپنی طرف سے کرنے لگے۔ آپ نے اُن کو پیام بھیجا کہ ہمارا ارادہ لڑائی کا نہیں ہے، مگر جو عزم زیارت کعبہ کا قائم ہوچکا اس کا فسخ نہیں ہوسکتا۔ بہتر ہے کہ امن و صلح سے اس کا فیصلہ کرلو۔ سہیل ان کی طرف سے معاہدہ کی تکمیل کے لیے آئے۔ اور شدید شرائط صلح پیش کیں۔ آپ نے قیام امن کی وجہ سے بطیب خاطر تصدیق فرمادی۔ کاتب معاہدہ کی عبارت لکھنے کے لیے بلایا گیا۔ آپ نے معاہدہ کی تحریر لکھوانی شروع کی۔ اور فرمایا لکھو، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سہیل نے کہا ہم رحمٰن کو نہیں جانتے جو پہلے آپ لکھتے تھے وہی لکھوائیے۔ آپ نے فرمایا اچھا، لکھدو بسمک اللّٰھم۔ پھر آپ نے فرمایا لکھو من محمد رسول اللہ، یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور مکہ والوں کے درمیان میں ہوا۔ سہیل نے پھر ٹوکا، اگر ہم آپ کو رسول ہی مان لیتے تو پھر یہ جھگڑا کیوں ہوتا، یوں لکھوائیے۔ من محمد بن عبد اللہ۔ یعنی یہ معاہدہ محمد بن عبد اللہ کی طرف سے ہے۔ آپ نے اسے بھی قبول فرمالیا۔

صحابہ ان شرائط پر ملول تھے، مگر قدرت آپ کی قوت فیصلہ کی تصدیق کرتے ہوئے اعلان کررہی تھی کہ یہ معاہدہ مستقبل قریب میں فتح عظیم کا باعث ہوگا۔

فتح مکہ

مکہ کے سفاک و ظالم انسانوں نے ہجرت کے بعد جس قسم کے انسانیت سوز مظالم آپ پر کیئے ان کی تفصیل پیشوائے اس مخصوص نمبر میں لکھنا مقصود نہیں، تاریخ ان حوادث سے بھری پڑی ہے۔ ہمیں اس وقت صرف یہ دکھانا ہے کہ جب قدرت الٰہی نے اپنے محبوب کو مکہ پر فتح عظیم عطا فرمائی اس وقت آپ نے مکہ کے ان افراد کے ساتھ کس قسم کے عدل و انصاف کا برتاؤ فرمایا۔ کیا ظالم و سفاکوں کو دار پر چڑھایا، خون کا بدلہ خون سے لیا گیا، نہیں اور ہرگز نہیں۔

بلکہ جب آپ مکہ میں فتحیاب و منصور ہوکر داخل ہوئے تو آپ نے تمام دشمنوں کو جمع فرماکر پوچھا کہ آج کے دن جبکہ خدا نے دین کو بلند کیا تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے، سب نے جواب دیا تم مہربان بھائی اور مہربان بھائی کے بیٹے ہو۔

صحابہ منتظر ہیں کہ آج ان بے دینوں کو کافی سزا ملے گی جنہوں نے ہم پر سختیاں کیں آج ان کو ہمارے حوالے کیا جائے گا۔ آپ نے اعلان کیا:-

لا تثریب علیکم الیوم — آج تم پر کچھ الزام نہیں۔ اللہ تم کو
یغفر اللہ لکم وھو — معاف کرے بیشک وہ رحم کرنے والوں
ارحم الرّاحمین — میں سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

اللہ اکبر! عدل و انصاف کی حد ہوگئی۔ دنیا حیران ہے کہ ایسے سفاک و ظالم جن کا ہر قدم آپ کی مخالفت میں متحرک تھا، جنہوں نے آپ کو شہر چھوڑنے پر مجبور کیا۔ ایذائیں پہنچائیں، صحابہ کو بیدریغ قتل کیا۔ مدینے میں کسی وقت آرام نہ لینے دیا۔ ان سب کیلئے عام معافی کا اعلان آخر کس مصلحت پر کیا گیا۔ اس کے بعد کے تاریخی واقعات سے پوچھو وہ شہادت دیگی کہ اس عدل و انصاف عفو و ترحم نے دشمنوں کو اپنا بنالیا۔ جو اسلام کی بیخ کنی میں زور صرف کر رہے تھے اسلام کے سچے شیدائی و خادم بن گئے۔ جس مقام سے اسلام کو تباہ کیا جاتا تھا وہی ہمیشہ کے لیے مرکز دین بن گیا۔

ہم دنیا کی تمام حکومتوں، ملتوں، مذاہب سے بآنگ دہل کہتے ہیں کہ جو عدل و انصاف حضور انورؐ نے دکھایا آج دوسری جگہ اس کی ادنیٰ مثال بھی نہیں پیش کی جاسکتی، بلکہ اس کے بالمقابل ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آج قانون، عدل و انصاف کے نام پر مخلوق خدا جس طرح برباد کی جاتی ہے اس کی مثالیں بے شمار دی جاسکتی ہیں۔ دنیا میں کامیاب حکومتیں اس وقت ہی قائم ہوسکتی ہیں کہ خدا کے محبوبؐ و رسولؐ کی اطاعت اور عدل و انصاف کی سنت پر عمل کیا جائے۔

اتنا سستا ایسا اچھا مولوی اشرف علی صاحب کے ترجمہ کا قرآن شریف آپ نے دیکھا ہے

اصلی عجیب شان کا قرآن

کتابت بلحاظ خوشنویسی ہندوستان ہی نہیں ایران و مصر میں بھی نرالا ہے، بلحاظ چھپائی ہندوستان کے ہر چھاپہ خانہ سے اعلیٰ ہے کاغذ معمولی ہے اس قرآن شریف میں یہ خصوصیت ہے کہ ترجمہ کی سطر اس سے بڑی ہے تاکہ ترجمہ کشادگی کے ساتھ پڑھنے میں آجائے مولوی اشرف علی صاحب کا ترجمہ چونکہ تمام ترجموں میں زیادہ مفصل ہے اس لئے اس اہتمام کے بغیر ہر قرآن میں بہت گنجان ہوتا ہے اور اگر چھپائی ذرا بھی خراب ہو تو پھر پڑھا نہیں جاتا اس قرآن شریف کے ترجمہ کا ایک ایک حرف موتی کی طرح جڑا ہوا ہے، ترجمہ میں یہ بھی اہتمام ہے کہ کسی لفظ کا بھی ترجمہ دوسری سطر میں نہیں آیا ہے۔ حاشیہ پر بیان القرآن تفسیر حضرت مولانا اشرف علی سے فوائد اور شان نزول اور توضیحات ہیں، ابتدا میں ایک مختصر مقدمہ بھی ہے جو قرآن شریف کے متعلق ضروریات پر حاوی ہے کتابت میں سب سے بڑا اہتمام یہ ہے کہ حروف علیحدہ اور اعراب بالکل ٹھیک لگے ہوئے ہیں اور ذرا بھی ہٹے ہوئے نہیں ہیں اور کہا جا سکتا ہے یہ ایک بہت بڑی خصوصیت ہے کہ ایک ادھ پڑھا آدمی جس نے قرآن شریف پہلے نہ پڑھا ہو صحیح پڑھ لے یہ اسی وقت ممکن ہے جب حروف علیحدہ علیحدہ اور اعراب بالکل برجا ہوں، نمونہ کی جو سطریں نیچے ہیں یہ اصل قرآن کا چربہ ہے پورے قرآن شریف کی تحریر ایسی ہی علیحدہ علیحدہ اور اسی طرح صحیح اعراب ہیں (خدا کرے بالکل ٹھیک چھپ جائے) اصل قرآن شریف کی چھپائی کا اندازہ اس اشتہار سے نہ کیجئے گا، قرآن شریف کی طباعت بہتری صاف اور روشن ہے اگر آپ کے پاس دس قسم کے قرآن شریف ہوں تو انشاء اللہ سب میں ممیز ہوگا۔

صحت کا اہتمام جیسا ہوا ہوگا وہ آپ اس کی چھپائی سے معلوم ہو سکتا ہے لیکن ایک آسان نظریہ یہ ہے کہ اگر کتابت کشادہ ہو تو غلطی کا امکان بہت کم رہتا ہے۔ غلطی عام طور پر اعراب کی ہوتی ہے لیکن چونکہ اعراب ٹھیک لگے ہوئے ہیں اس لئے اب ہو ہی نہیں سکتی الحمد للہ اس میں ایک غلطی بھی نہیں ہے۔

اب ہدیہ سنئے آپ متعجب ہو جائیں گے کہ دفتر پیشوا دہلی میں اتنے سستے قرآن شریف کیونکر مل جاتے ہیں ایک جلد مجلد چرمی پشتہ دو روپے محصول ۱۲؍، ۵ جلد مجلد چرمی پشتہ نقری دس روپے معہ محصول چار کے منگانے میں محصول کا فائدہ ہے۔ ملنے کا پتہ:- **مینجر رسالہ پیشوا دہلی**

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ

سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے جو بڑے مہربان

الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ

نہایت رحم والے ہیں جو مالک ہیں روز جزا کے ہم آپ ہی کی

نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا

عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں بتلا دیجئے ہم کو

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ

رستہ سیدھا رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۥ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ

انعام فرمایا ہے نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے

ورقہ نے تسلی دی کہ کہا کہ اے محمد تم خوف نہ کرو بلکہ کان لگا کر سنو کہ وہ کیا کہتا ہے اس کے بموجب آنحضرت صلعم صحرا کی جانب تشریف لے گئے اور حسب دستور محمد کی آواز کان میں آئی تو آنحضرت صلعم نے لبیک کہا آواز آئی کہ اے محمد میں جبرائیل خدا کا فرشتہ ہوں اور تم اس امت کے نبی ہو کہو اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ پھر پڑھو الحمد للہ رب العالمین

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

رسولِ معظم ؐ
کا
درجہ صفِ انبیا میں

اطاعتِ نبی — جناب مولانا ماہر القادری صاحب

رسالتِ عظمیٰ — جناب قاری سرفراز حسین صاحب عزمی (علیگ)

غلط مذہبوں کا کافر — مسٹر ساہنی ایڈیٹر ہندوستان ٹائمز

غارِ حرا کا سماں — جناب مولانا حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی

ملکِ عرب کا آفتابِ درخشاں — مسٹر دیوی داس صاحب گاندھی

سیرتِ نبوی کی ہدایات — عزیز حسن بقائی

حضرت محمد صاحب کا کامیاب مشن — جناب لالہ دیش بندھو گپتا مدیر تیج

حضرت محمد ؐ صاحب کا راستہ — جناب سوامی رامانند صاحب سنیاسی

اطاعت نبیؐ

(از جناب مولانا منظور حسین صاحب ماہر القادری)

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ خدائے حکیم و علیم کا ہر حکم اپنے دامن میں فوز و فلاح۔ ہدایت و بہبودی کے نہ مرجھانے والے پھول لئے ہوئے ہے جنکی خوشبو مشام عقل کو معطر کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے بشرطیکہ ذکاوت عقل اور احساس فہم اکتساب فیض شمیم کے لئے مائل بہ اقدام ہوں "حکم" ایک ایسا وسیع المعنی لفظ ہے جس کی تشریح کے لئے کائنات ارضی کے ذروں۔ سمندر کے قطروں اور آسمان کے تاروں کو اگر مخاطب بنایا جائے تو ان کی خاموشی خود پکار کر کہے گی کہ ہماری ہستی کچھ نہیں ہے بلکہ "خدا کا ایک حکم" جس طرح کہ آگ کی حرارت سبزہ کی طراوت ریت کی یبوست کو جن سب میں خدا کا حکم مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہے انسانی عقل فوراً تسلیم کر لیتی ہے۔ اسی طرح اس کے جس حکم کا بہ نگاہ امعان مطالعہ کیا جائے اور ژرف بیں نگاہ انکشاف حقیقت کی کوشش کرے تو کچھ بعید نہیں ہے کہ اگر تمام اسرار بے نقاب نہ ہوں تو کم از کم واقعیت کی ہلکی سی جھلک اپنی تمام جاذبیتوں کے ساتھ ایک طرف نگاہ کو پیام تسکین دے تو دوسری طرف روح کو لبریز مسرت اور دماغ کو سکون و اطمینان کا گنجینہ بنا دے یہی وہ مقام ہے جہاں پہونچکر مرتبۂ "ایقان" حاصل ہو جاتا ہے اور پھر صاحب یقین اشیاء کی ماہیتوں اور خاصیتوں کے ابتدائی عرفان سے گذر کر اس کے ہر حکم کی طرف اپنی گردن جھکا دیتا ہے۔ انسانیت کی اس منزل اور روحانیت کے اس درجہ کا نام "اسلام" ہے۔ ہر مسلمان خواہ وہ شہنشاہ ہو یا فقیر۔ عالم ہو یا جاہل۔ مریض ہو یا بیمار۔ افریقہ کے ریگستان کا رہنے والا ہو یا ترکستان کے سبزہ زار کا ساکن احکام الٰہی کی بجا آوری اپنا فرض اولیں خیال کرتا ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ خدا کا ہر حکم بلا چون وچرا لائق تسلیم ہے۔ لیکن آؤ قادر مطلق کے قرآنی احکام کو واقعیت کی روشنی میں مطالعہ کرنے کی کوشش کریں تاکہ دور حاضرہ کے ایقانات کا تذبذب مکمل یقین سے بدل جائے۔ قرآن کریم میں جس حکم کو سب سے زائد اہمیت حاصل ہے وہ "اطاعت نبیؐ" ہے۔ لہذا خدا کے اس حکم کو موضوع بیان قرار دے کر واقعات سے تطبیق کی جاتی ہے۔

انسان فطرتاً آزاد پیدا ہوا ہے۔ اس کے خون کا ہر قطرہ آزادی کا ایک دریا ہے۔ اس کی زندگی کا ہر سانس حریت کا ایک طویل دور ہے۔ اس کے تخیلات کی ہر جنبش آزادی کی علمبردار ہے۔ اس کے جذبات کا ہر تلون آزادی کا انقلاب مجسم ہے اور اس کے ولولوں کی ہر ترنگ آزادی کی ایک دنیا ہے۔ لہذا یہ پیکر حریت اور مجسمۂ آزادی طوق غلامی اسی وقت پہن سکتا ہے جب کسی ہستی کو وہ دنیا کا مکمل ترین فرد خیال کرے۔ اور اس کو اس امر کا پورا اطمینان ہو جائے کہ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں غلام بن جانے سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ ان جملوں کی وضاحت سے قبل غلامی کی اس تفریق کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ غلامی انسان کے لئے باعث ہتک و توہین ہے جو اس کو بازراہ خاطر اور بہ جبر قبول کرنی پڑی ہو۔ ایسی غلامی انسانیت کی توہین ہے۔ ایسی غلامی دامن آدمیت پر غیرت سوز دھبہ ہے اس جابرانہ غلامی کی زنجیریں صرف جسم کو جکڑ سکتی ہیں۔ لیکن خیالات و جذبات دل و دماغ۔ روح و ضمیر بدستور آزاد رہتے ہیں۔ ایک دن وہ وقت آ جاتا ہے کہ سحر کاری تظلم اور ظلم جبر ٹوٹ جاتا ہے اور آقا کی جباریت کا زوال غلام کی ترقی اور عروج کا باعث بن جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ جس غلامی کی طرف انسانوں کو بلاتا ہے وہ غلامی جبر و اکراہ کی نہیں ہے۔ وہ اطاعت ظلم و جور کی اطاعت نہیں ہے بلکہ وہ غلامی ہے رضا و رغبت کی وہ انقیاد ہے عقل اور خوشی کا۔ عقل سلیم صرف اسی ہستی کی غلامی قبول کر سکتی ہے جو جامع کمالات صوری اور حامل اوصاف معنوی ہو۔ دنیا کے لاتعداد اوصاف اور لاتحصیٰ کمالات کی اگر اجتماعی تقسیم کی جائے تو اس کی تین صورتیں قائم ہو سکتی ہیں۔ یعنی۔ مال۔ جمال کمال۔ آؤ ہستی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان اوصاف کا مطالعہ کریں اور بعد اطمینان و یقین خود ہی غلام نہ بنیں بلکہ انسانیت اور آدمیت کو حلقہ بگوش بننے کی دعوت عام دیں۔

مال۔ تلواروں کی چمک میں تیروں کی بارش میں نیزوں کی جنبش میں گولیوں کی بوچھاروں میں تڑپتی ہوئی لاشوں کے درمیان ایک سپاہی عزم و استقلال کے ساتھ سدم آرائی کر رہا ہے موت کا بھیانک تصور اجل کا خوفناک تخیل اس کے ولولوں میں تزلزل پیدا کرنا چاہتا ہے لیکن اشرفی کے توڑوں کی تمنا مال وزر کی خواہش اس کی ہمتوں میں روح بن کر مرنے مارنے کے لئے آمادہ کر دیتی ہے۔ سکندر اعظم کی شہرت۔ بکرماجیت کا نام۔ سلاطین مصر کی سطوت۔ بابل و نینوا کی شان و شوکت۔ کس چیز کی مرہون منت ہے۔ "مال و دولت" کی۔ تاج محل کی فقید المثال صنعت۔ سویز کینال (Suez Canal) کی غیر معمولی اہمیت۔ اہرام مصر کی تحیر کن ہیئت پر کس کا احسان ہے صرف "مال" کا۔ بڑی بڑی سلطنتیں امریکہ کی کیوں دست نگر ہیں

صرف اس وجہ سے کہ وہ صاحب مال اور سرمایہ دار ہے۔ غرض زندگی کے ہر شعبہ اور حیات کے ہر سلسلہ میں مال و دولت کی کارفرمائی ہے۔ آپ آؤ دربار نبوی میں حاضر ہو کر مال و دولت کو ایک نظر دیکھیں اور ساتھ ہی یہ بھی اندازہ لگائیں کہ سرکار نے اپنے غلاموں کو مال و دولت سے کس حد تک نوازا۔ ان کثرت قصوں اور فرضی روایتوں سے کام نہیں چلے گا جب آقا کی تلاش اور غلام بننے کی ہوس ہے تو ہر چیز کا استقرا خوب دیکھ بھال کر کرنا چاہیئے

غلامان نبی خندق کھود رہے ہیں۔ ایک پتھر کی چٹان باوجود کوشش دیار اپنی جگہ سے نہیں ہلتی۔ غلام آقا کی خدمت میں جاتے ہیں۔ آقا کدال کو چٹان پر مارتے ہیں۔ چٹان پاش پاش ہو جاتی ہے۔ حضورؐ اپنے غلام حضرت سلمان سے پوچھتے ہیں "قد رایت ذالک یا سلمان" "یا سلمان تم نے بھی اس روشنی کو دیکھا؟ حضرت سلمان جواب دیتے ہیں کہ ہاں پہلی روشنی میں یمن کھولا گیا۔ دوسری میں مغرب اور شام کھولا گیا۔ تیسری میں مشرق کھولا گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس واقعہ کے کچھ سال بعد وہ غلامان نبی جن کے پاس بدن ڈھکنے کے لئے کپڑا نہ تھا حریر اور دیبا کے توشہ خانوں کے مالک ہو گئے جن کے مکانوں میں ثابت چٹائی بھی نہ تھی ایران کے بیش بہا قالین اُن کے جوتوں کے جولانگاہ بن گئے۔ حضرت محمد رسول اللہ روحی فداک کی عطا کا حال قیصر و کسریٰ کے خزانوں، شام کی امارت، تخت ایران کی عظمت سے پوچھئے۔ بادیہ نشینوں کو صاحب جاہ و حشم کس نے بنایا؟ فقیروں کے سر پر شہنشاہیت کا تاج کس نے رکھا؟ روم و مدائن کے پرشکوہ ایوانوں کا مالک زمین پر سونے والوں کو کس نے بنایا؟ اُس تاجدار کونین نے جس کے جسم اطہر پر بان کے نشان دیکھ کر اس کے غلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ جس کی لخت جگر بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر چشم فلک نے کبھی ثابت چادر بھی نہیں دیکھی جس نے پیٹ پر سات سات پتھر باندھ کر ایک سجدہ میں صبح کر دی۔ دنیا کی تاریخ کسی ایسے نبی کسی ایسے ہادی۔ کسی ایسے رہبر۔ کسی ایسے شہنشاہ کو پیش کر سکتی ہے۔ جو کئی دن کے فاقہ سے کدال ہاتھ میں لے کر مٹی کھودتے ہوئے بادشاہتیں تقسیم کر رہا ہو جس نے بکری چرانے والے خانہ بدوشوں کو قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کا مالک بنا دیا ہو۔ آؤ حضرت خاتم النبیین کی عطا و دولت کے ایک واقعہ کو ذرا تفصیل سے مطلع کریں۔

حضورؐ کے مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کے بعد کفار کو اپنی ناکامی پر بے حد قلق ہوا۔ قریش نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی گرفتاری پر سو اونٹ کا انعام مقرر کیا۔ بنی مدلج کا ایک نوجوان سُراقہ نامی انعام حاصل کرنے کی ہوس میں ایک تیز گام گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت صدیقؓ کے تعاقب میں نکلا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے اس مذموم ارادہ کے ساتھ آقا اور غلام کے پاس پہونچ گیا۔ حضورؐ نے اس طرف مطلق توجہ نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا اللھم اکفنا بما شئت یعنی اے اللہ ہم کو اس کے شر سے محفوظ رکھ۔ اس دعا کا خیر مقدم فوراً اجابت نے کیا اور سراقہ کے گھوڑے کے پیر اس طرح زمین میں گڑ گئے کہ وہ تلملا کر پکار اٹھا "اے محمدؐ (روحی فداک) مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ میں تعاقب کرنے والوں کو روک دوں۔ حضورؐ نے فرمایا اللھم ان کان صادقا فاطلقہ یعنی اے اللہ اگر یہ سچا ہے تو اس کو نجات دے چنانچہ ایسا ہی ہوا سراقہ نے اپنی ترکش سے تیر نکال کر حضورؐ کو دیا۔ اور عرض کیا کہ آپ اس میری نشانی کو دکھا کر میرے آدمیوں میں سے جو راہ میں آپ کو ملیں گے ہر طرح کی خدمت لے سکتے ہیں حضورؐ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ تم میرے راز کو مخفی رکھنا اور کسی سے بیان نہ کرنا۔ اس کے ساتھ یہ بھی بیان فرمایا کیف لک اذا لبست سواری کسریٰ کیا وقت ہوگا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ عہد فاروقی میں جب ایران فتح ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کے کنگن حضرت سراقہ کے ہاتھ میں ڈال دیئے۔ حضرت سراقہ کے ہاتھ اور کسریٰ کے کنگن سرکار مدینہ کی اس عطار جاتم کی سخاوت یقیناً سجدہ میں گر پڑی ہوگی۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ۞ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

جمال۔ قیس و لیلیٰ فرہاد و شیریں کی داستان عشق کو اگر فرضی تصور کر لیا جائے تو تاریخ حسن کی خونچکانیوں کی ایسی داستانیں ضرور پیش کرے گی جو اپنے دامن میں انقلابات اور ہنگامہ آرائیوں کا بہت بڑا ذخیرہ رکھتی ہیں۔ انسان جیتقدر حسن و جمال کا دلدادہ ہے اور تمنائی ہے غالباً اس قدر وہ دنیا میں کسی چیز کا نہیں ہے۔ وہ پھولوں کی اس لئے قدر کرتا ہے کہ ان میں حسن کی جھلک موجود ہے۔ اس کی نظر میں موتی اس سبب سے گرانقدر ہیں کہ ان میں حسن و جمال کی تابش پائی جاتی ہے۔ چاندنی رات اُس کی نگاہوں کو اس وجہ سے بھلی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں حسن و جمال کے منتشر جلووں کا نظارہ آسانی سے ہو سکتا ہے وہ باوجود تاجدار حریت ہونے کے صاحب حسن و جمال کا غلام ہونے کو ہر وقت تیار ہے آؤ ہستی محمدؐ رسول اللہ (روحی فداک) میں جلوہ ریزی حسن اور فروغ جمال کا مشاہدہ کریں۔

آفتاب اپنی تمام ضیا باریوں کے ساتھ سرزمین حجاز کو خیرباد کہہ چکا ہے تاریکی پھیل رہی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ کے ہاتھ سے جو کپڑا سینے میں مصروف تھیں سوئی زمین پر گر گئی ہے۔ کاشانہ نبوت میں اتنا تیل بھی نہیں ہے کہ چراغ روشن کر لیا جائے اسی اثنا میں حضورؐ تشریف لے آتے ہیں اور حضرت عائشہ رضؓ کو اپنے ناکام تجسس پر افسردہ دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں۔ دندان مبارک کی چمک سے ایک روشنی نمودار ہوتی ہے جس کی مدد سے حضرت عائشہ سوزن گمشدہ اٹھا لیتی ہیں۔ آپ نے اشعار میں "برق تبسم" بارہا دیکھا ہوگا لیکن کیا آپ کا دل اس کی تصدیق کرتا ہے اور کیا آپ کسی حسین کی مسکراہٹ میں واقعی بجلیاں کوندتی دیکھی ہیں۔ یہ سب غلط دعوے ہیں۔ الفاظ کی طلسم بندی ہے۔ واقعیت

کی توہین ہے۔ اصلیت کی تضحیک ہے۔ "برق تبسم" کا لفظ صرف ماہ عرب کی مسکراہٹ کی صحیح ترجمانی کرسکتا ہے۔ زنان مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے متاثر ہوکر اپنی انگلیاں تراش لی تھیں لیکن آپ کو معلوم ہے کہ شمع جمال محمدی کے پروانوں نے اپنے سروں کو بھینٹ چڑھا دیا۔

کسی غزوہ کے واقعات کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا۔ کہ حلق پر تلوار چل رہی ہے پسلیوں میں تیر پیوستہ ہیں لیکن نظریں رخ محمدی پر جمی ہوئی ہیں اور تپلیوں کا ہر ارتعاش بزبان حال کہہ رہا ہے ؎

اے کہ ترا جمال ہے مظہر نور ایزدی؛ ہر خامہ عرب سوئے غریب بنگری

جمال محمدی کی تابانی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھیے جن کی کشش انکو حبش سے کھینچ کر عرب میں لے آئی تھی۔ امیہ بن خلف نے حضرت بلال کو جلتی ہوئی ریت پر لٹا دیا ہے گرم گرم پتھروں کو حضرت بلال کے سینہ پر رکھکر ظالم کہتا ہے کہ "یاد محمدی سے باز آ" لیکن کیا وہ سچا عاشق جس کے سینہ میں محبت نبی کی تسکین بخش اور روح نواز آگ بھڑک رہی ہو گرم پتھروں کی تکلیف اس کے عاشقانہ جوش اور فدایانہ ولولہ کو سرد کرسکتی ہے۔ شمع جمال محمدی کا یہ پروانہ جس قدر اذیت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی قدر زاندوالہانہ انداز میں "واحمدا" کا نعرہ لگاتا ہے جس کا منشا یہ باعث تسکین مضرو ہے۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا۔ روح فرسا اذیتوں اور جگر گداز تکلیفوں میں بھی حسن و جمال کا تصور باعث تسکین بن گیا ہو۔

یہ صحیح ہے کہ رعب جلال سے اظہار تمنا کی جرأت نہیں ہوتی۔ حرف مطلب منہ پر نہیں آتا۔ لیکن یہ واقعہ اپنی نوعیت میں فقید المثال ہے کہ حضور درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے ہیں دشمن قتل کے ارادہ سے تلوار لیکر حضور کے قریب آکر کہتا ہے "اے محمد بتا تیرا بچانے والا کون ہے" حضور نہایت اطمینان سے فرماتے ہیں "اللہ" بہادر دشمن کے بدن میں رعب جلال سے تھرتھری ڈال دیتا ہے۔ حواس مختل ہوجاتے ہیں۔ روح میں کپکپی اور جذبات میں سراسیمگی پیدا ہوجاتی ہے۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹ پڑتی ہے حضور تلوار کو دست مبارک میں تھام کر فرماتے ہیں "بتا تیرا بچانے والا کون ہے"۔ پہلے تو جلال سے مرعوب ہوکر کانپ اٹھا تھا لیکن اب جو نگاہیں دو چار ہوتیں تو تیغ جمال محمدی سے اس کا دل زخمی ہوگیا۔ روح گھائل ہوجاتی ہے اور بے ساختہ اس کے منہ سے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ نکل جاتا ہے یہ وہی تو ہے ایک صورت تھی جس کی حقیقت ربینا نشیوں کو دیکھکر حضرت عبد السلام بے ساختہ پکار اٹھے تھے "کہ قسم خدا کی یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہوسکتا" کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

رخ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشم خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

کمال۔ اہل دنیا کی آنکھیں صاحب کمال کا فرش راہ بننے کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہیں۔ کمال نے دنیا سے ہر زمانہ میں خراج تحسین اور داد ستائش حاصل کی ہے کمال کی جلالت کے آگے نگاہ قدر دانی کا جھک جانا امر ناگزیر ہے۔ مادہ پرستی کو کمال ہی کو خدا تسلیم کرتی ہے۔ جب کسی صاحب کمال کا نام آپ کے سامنے لیا جاتا ہے تو آپ کے دل میں وقعت و قدردانی تشکر و امتنان کے ستائش آفرین جذبات پیدا ہوجاتے ہیں۔ آؤ ذات محمدی میں شان کمالات کے مشاہدہ کی عزت حاصل کریں۔

تاجدار مدینہ کے کمال کی شہادت آفتاب دے گا جو حضور کے ایک اشارے میں پلٹ آیا تھا اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا فرمائی تھی شگفتہ کونین کے کمال کا اعتراف، مہتاب کرے گا جس کو حضور کی ایک انگلی کے اشارے نے شق کردیا تھا۔

حضور کے کمال کی داستان پتھر کی کنکریاں سنائیں گی جو ابوجہل کے ہاتھ میں بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھ رہی تھیں۔ سرکار کے کمال کے اعتراف کعبہ کی محرابیں کریں گی جو بار احسان سے اب تک خم ہیں۔ میرے مولا کے کمال کی داستان عرش کی رفعت سے پوچھو۔ جبرئیل کے نورانی رخساروں سے پوچھو۔ فرشتوں کی چمکتی ہوئی پیشانیوں سے پوچھو حضرت خلیل کی خلت حضرت موسیٰ کی شان کلیمی حضرت عیسیٰ کی روحانیت حضرت سلیمان کی سطوت سلطنت۔ غرض تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے دریافت کرو۔ جو معراج شریف کی شب بیت المقدس میں ہاتھ باندھے ہوئے خاتم النبیین کے پیچھے کھڑے تھے اور اقتدائے محمدی پر ناز کر رہے تھے۔ آقائے دوعالم کے کمال رحمت کے حالات بدر کے ان قیدیوں کی زبان سے سنو جن کو مسجد نبوی کے صحن میں بندھا دیکھکر حضور بے چین تھے اور جب تک ان کے ہاتھ تھموں سے نہ کھولے گئے حضور نے آرام نہ فرمایا۔ حضور کی ہر ادا کمال تھی حضور کی ہر حرکت کمال تھی۔ حضور کا ہر اشارہ کمال تھا۔

دنیا میں سب سے بڑا کمال روحانیت ہے۔ کرشن اور بدھ کے پیرو ان ہستیوں کو روحانیت کا دیوتا مانتے ہیں حالانکہ لیک کے یہاں گوپیوں سے چھیڑ چھاڑ اور پیر پوشوں سے تفریح کو وجہ کمال سمجھا گیا ہے۔ اور دوسرے کے یہاں رہبانیت اور تقشف ہی کو معراج روحانیت خیال کیا گیا ہے۔

انسانیت نام ہے بندگی معبود کا۔ عزت نفس کا۔ پاکیزگی اخلاق کا۔ طہودہ ضمیر کا۔ اگر کوئی آدمی ان اوصاف سے منزہ ہے تو وہ حقیقت میں انسان نہیں ہے بلکہ ایک پیکر متحرک اور ایک مجسمہ مرتعش ہے۔ لہذا وہی انسان جو دنیا کا سب سے بڑا انسان کہلائے جانے کا مستحق ہے اور کمالات کی شیدائی دنیا کو اس کے آستانہ پر سر اطاعت رکھ دینا چاہیئے جو نہ صرف ان اوصاف کا حامل ہو بلکہ دوسروں کو بھی اس نے از سرتاپا کمال بنا دیا ہو۔

بعثت نبوی سے قبل عرب کی وحشت و بربریت کے قصے دہراتے ہوئے روح کانپنے لگتی ہے۔ اہل عرب کے ضابطہ معاشرت میں خدا کا نام لینا جرم تھا۔ رحم و انصاف گناہ۔ فواحش سخیفہ کا ارتکاب ثواب تھا قتل و غارتگری

پر ناز کیا جاتا تھا۔ بے ایمانی۔ فریب۔ تغلب۔ تخلیفِ عہد۔ کذب گوئی۔ افترا پردازی۔ بُت پرستی۔ اُن کی عادتِ ثانیہ بن گئی تھی۔ اُن کے ہونٹ تھے اور ناپاک شراب کے پیالے اُن کے سر تھے اور بہتر کی سوتیں۔ بھلا اس شقاوتِ قلبی۔ بے رحمی اور ناخدا ترسی کی کوئی انتہا ہے کہ زندہ لڑکیوں کو زمین میں گاڑ دینا عزتِ نفس اور غیرتِ خودداری کی معراج خیال کی جاتی۔ عرب کا ریگستان نہ تھا بلکہ وحشیوں کا مسکن تھا۔ درندوں کا جنگل تھا۔ شیطانوں کی جائے پناہ تھی۔ ایسے تاریک ماحول اور مسموم فضا میں ایک انسان مکمل مبعوث ہوکر خدا کی راہ سے بھاگے ہوؤں کو پیار چمکار کر پھر اسی راستہ پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ دنیا میں ہزاروں خدا کے خوف سے ڈرنے والے آئے۔ سینکڑوں نے اپنی زندگیاں اصلاح۔ تبلیغ اور دعوت الی اللہ میں صرف کردیں۔ لیکن آفتاب کی آنکھ گواہ ہے کہ عرب کی سی کایا پلٹ کہیں ہوئی ہے؟ ہاں یہ ضرور ہوا کہ پانی کی موجوں۔ آگ کے شعلوں۔ سینکڑوں کے غول اور تند ہوا کے جھونکوں نے لاتعداد آدمیوں کو آغوشِ اجل میں سلا دیا۔ خدا کے اُس سچے رسول نے جس کی اطاعت کو خدا نے اپنی اطاعت بتایا ہے۔ وہ روحانیت کا کمال دکھایا جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر نہیں بلکہ یقیناً عاجز ہے اور ہمیشہ معترفِ عجز رہے گی۔ درندے انسان بن گئے۔ راہزن رہبری کرنے لگے۔ بُت پرستوں میں خداپرستی کا اس قدر والہانہ جذبہ پیدا ہوگیا کہ تلواروں کی چھاؤں میں بھی نمازِ خدا ہو رہی ہے۔ پیمانوں کی ناپاک شراب کی بجائے شرابِ معرفت کے ایسے روح پرور جام پلانے لگے جن کے نشہ پر عقلِ اول کے ہوش و حواس قربان۔ جن کے غار پر افلاطون و بقراط کی ذکاوتیں نثار۔ جہاں عدل و انصاف اور حق شناسی کو باعثِ ننگ سمجھا جاتا تھا وہاں کی یہ حالت ہوگئی کہ جلیل القدر خلیفہ سے ایک بڑھیا کہتی ہے کہ اے عمرؓ! اگر تجھ کو خلافِ شریعت دیکھیں تو تکلے کی طرح تیرے بل نکال دیے جائیں۔" عرب کا ریگستان کیا ہوگیا؟ روحانیت کا سرچشمہ جس کی لہروں نے اکنافِ عالم کو سیراب کیا۔ وہ لوگ جن کی ذات سے انسانیت کو عار آتی تھی کیا بن گئے؟ فرشتے۔ میں نے کیا کہا؟ فرشتے تو ان کی راہ میں اپنی آنکھیں بچھانا باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔ گورے کالے۔ بادشاہ اور فقیر۔ رذیل اور شریف سب کو ایک سطح پر لاکر کھڑا کردیا اور ان تمام امتیازاتِ باطلہ کو اس طرح مٹایا کہ حبشی غلام حضرت بلال کو اشرف النسب خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے حکم سے درندے اپنے مسکن چھوڑ دیتے ہیں۔ "سیدی" کہکر پکارتے ہیں۔ کثیف دلوں کو شفاف بنایا گیا۔ ذہنیتوں کو بدلا گیا۔ مزاجوں کو درست کیا گیا۔ اخوت و محبت۔ غیرت و حمیت۔ دستگیری اور خداترسی کی خیر خلق روح پھونکی گئی۔ کسی کو صدیق۔ کسی کو فاروق۔ کسی کو صاحب الحیا۔ کسی کو باب العلم بنایا گیا۔

یہ فقید المثال کمالات کس نے دکھائے۔ یہ عدیم النظیر انقلابات کس نے پیدا کئے؟ حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن کی غلامی کے لئے جن کی اطاعت کے لئے جن کا امتی بننے کے لئے خداوند قدوس نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔ دُنیا کو سرکارِ نامدارؐ کا حکم پڑھ لینا چاہیئے اور ضرور پڑھ لینا چاہیئے ورنہ دنیا شدید ترین

خسارہ میں

رہے گی۔

وما علینا الا البلاغ المبین

رسالتِ عظمےٰ

(از جناب قاری سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی معلم مشنری جاپان و انگلستان)

اسلامی رسالت پر بیشمار مختلف پہلوؤں سے نظر ڈالی جا سکتی ہے اور آنحضرت کی سیرت کی کتابوں میں عموماً اور متعدد رسائل کے رسول نمبروں میں خصوصاً قریب قریب ہر پہلو پر روشنی ڈالی جا چکی ہے اس مضمون میں کوئی نئی بات کے لکھنے کا دعوےٰ نہیں کیا گیا ہے بلکہ رسالت آپؐ کی لائف پر تبصرہ کرنے کے لئے چند نئی طرز کے استدلالات سے محض تمہیدی طور پر کام لیا گیا ہے۔ مثلاً۔

(۱) ذات بابرکات رسول اللہؐ کو حسب ذیل شقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۲) شکل و شمائل وغیرہ (۳) ایک مکمل انسان کی حیثیت سے (۴) افضل الرسل خاتم النبیین کی حیثیت سے (۵) تجرد۔ تاہل و معاشرت (۶) وفات و بعد الوفات۔

(۲) نظامات جو آپ نے اپنے بعد امت میں چھوڑے ان کو اس طرح پر تقسیم کیا ہے۔ (ا) خلافت (ب) امامت (ج) ولایت (د) ہدایت عامہ (نوٹ) قرآن شریف بحیثیت کلام الٰہی کے اس تقسیم سے مستثنےٰ کیا گیا ہے۔ اس پر علٰحدہ بحث کی جائے گی)

مذاہب کا عام نظریہ یہ ہے کہ خدا ہے۔ اس نے دنیا و مافیہا کو پیدا کیا۔ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا عقل اور ایمان سے ممتاز فرمایا اور اس کی ہدایت کے واسطے وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اسلام کا مزید دعوےٰ یہ ہے کہ اس سلسلہ کے آخری پیغمبر حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰؐ تھے۔ اس مضمون میں اس نظریہ سے بحث نہیں کی جائے گی کہ خدا نے ایسا کیوں کیا بلکہ یہ دیکھا جائیگا کہ ارتقا کی رو سے انسان کو جس قسم کی عقلی اور ایمانی ضرورتیں داعی ہوتی گئیں۔ ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے واسطے وقتاً فوقتاً ان ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے ع۔ تا عاقبت آں فخل عربؐ از ہمہ آمد

زیادہ تفصیل تو اس مضمون کے احاطہ سے باہر ہے مختصر یہ ہے کہ جب دنیا یہاں تک پہنچ گئی کہ قانون کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس کا احترام مرکوز خاطر ہوا تو حضرت موسےٰؑ ایک مجموعہ قانون لائے۔ اس سے وہ ضرورتیں تو پوری ہوگئیں مگر علما و قانون کا عامۃ الناس پر غلبہ ہوگیا اور قانون اور رسوم کی خامیوں کی پیچیدگیوں نے قانون و رسوم قانون و شرع کے رحم اور محبت کو پس پشت ڈالدیا۔ اس درد کے علاج کے لئے حضرت عیسیٰؑ مبعوث ہوئے اور شریعت موسوی مع محبت کی تعلیم عیسوی کے دنیا کی روحانی تشنگی کو بجھاتی رہی۔

دنیا اب بیشمار منازل ارتقا طے کر چکی تھی اور نہ محدود شریعت کافی رہی تھی نہ "کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو تم اس کے سامنے دوسرا گال بھی کر دو"، کی یکرخی فلاسفی ممکن العمل ہی تھی ایسی صورت حالات میں ساری دنیا کے لئے جامع شریعت اور سہل العمل قواعد زندگی مع جامع الکمالات ظاہری و باطنی ہادی کے دنیا کے قلب کی پکار تھی۔ اس ضرورت کو آنحضرت نے پورا کیا۔ "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"،

آنحضرت کے شکل و شمائل کا مسئلہ عام حسن و جمال کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ تبلیغ رسالت کا جز ہے۔ جس ذات عالی کو ساری دنیا کی ہدایت اور ہمہ وقت کے لئے مبعوث کیا گیا ہو اور جس کی طرف اس کی زندگی میں لاکھوں انسانوں کی نظریں اٹھنے والی ہوں اور جس کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کروڑوں انسانوں کے قلب میں اس کا تصور جاگزیں ہونے والا ہو اس میں جمال ظاہری کا ایک کافی حد تک جلوہ افروز ہونا لازمی تھا۔ یہ بفضلہ تعالیٰ آنحضرت کو حاصل تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا کی ایستھٹک کلچر یعنی حسن جمال کے ساتھ ناانصافی ہوتی اور حسن سیرت سے جو جاذبیت پیدا ہوتی اور جو مقصد تبلیغ کے لئے ضروری تھی۔ اس میں خدا نخواستہ نقص جمالی رخنہ انداز ہوتا۔ میرے مفہوم کو محسن کاکوروی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ بیت باوجود شاعرانہ مبالغہ کے اچھی طرح واضح کرتا ہے

بہت پرزور تھا ہر چند خامہ دست قدرت کا نہ تھا آسان لیکن کھینچنا محبوب کا نقشہ
پس از صد محو و اثبات ایک مدت میں کھنچا خاکہ مثا ڈالیں ہزاروں صورتیں آدمؑ سے تا عیسےٰؑ
تب آیا راست نقشہ کلک قدرت سے ترے قد کا

اس شعر کے دوسرے مصرعہ نے اور جلا کر دی۔

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

شان جمال کے ساتھ آنحضرت کا نجیب الطرفین اور اعلیٰ خاندان سے ہونا آپ کی قوت جاذبیت کو درجہ کمال کو پہنچاتی ہے۔

بیش از ہمہ شاہاں غیور آمدہ — ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ

اے ختم رسل قرب تو معلوم شد — دیر آمدہ ئی ز راہ دور آمدہ

مکمل انسان حسب ذیل کمالات سے ممتاز ہونا چاہیئے یہ جملہ صفات بدرجہ غایت آنحضرت میں تھیں۔

(ا) وقار نفس و شرافت انسانی۔ صدق۔ حلم و مروت عدل۔ شجاعت۔ نفس پروری سے بیزار۔ محنت و مشقت کا شوق۔ کم کھانا۔ کم سونا۔ کم بولنا۔ صلہ رحمی۔ غربا پروری وفائے عہد۔ قوت عمل پر اعتماد۔

(ب) نظام رسالت میں منسلک ہونے کے بعد اس کے فرائض بدرجہ کمال کے انجام دینا۔

(ج) حالت تجرد میں متقی رہنا۔ نکاح کرنے کے بعد بیویوں کے ساتھ عدل کے ساتھ پیش آنا۔

(د) زندگی کے شریف شعبے یعنی تجارت۔ سپہ گری۔ حکومت ان سب میں ایک ممتاز حیثیت رکھنا۔

(ہ) جس سادگی اور فاقہ و فقر کے ساتھ حضور نے با منبا خود زندگی گذاری آپ کی وفات بھی اسی عسرت کی حالت میں واقع ہوئی۔ بعد وفات کے لئے کامل ہدایتیں اپنے پس ماندگان کے لئے چھوڑیں کہ کوئی ان کے لئے کسی قسم کا طمطراق نہ کرے۔

(ح) منصب رسالت افضل ترین کمالات انسانی میں سے ہے۔ گو آنحضرت اس جلیل القدر منصب پر فائز ہونے سے پہلے ہی انسانیت کے نقطۂ نظر سے کامل ترین انسان تھے مگر منصب رسالت پر مشرف ہو کر کامل ترین انسان ہو گئے اور اس منصب جلیلہ کے انتہائی مدارج بھی آپ نے اللہ کے فضل و کرم سے طے فرمائے۔

(۱) معراج۔ یعنی روحانی عروج کا بلند ترین بام رفعت خدا اور بندہ کے درمیان انتہائی راز و نیاز کا ظہور ہمہ نور و صفائی اسی کا نام ہے۔

(۲) افضل الرسل۔ یعنی جامع الکمالات ظاہری و باطنی ہونے کی وجہ سے۔

(۳) خاتم المرسلین۔ ان کمالات کا بدرجہ اتم ظہور ہو کر آپ کے بعد کسی دوسرے رسول کا بھیجا جانا تحصیل حاصل ہوتا اس لئے آپ کا خاتم المرسلین ہونا بالکل موافق عقل سلیم اور قطعاً موزوں ہے۔

(۵) ہنود کی بعض تعلیمات کی رو سے اور اسلام کے پیشوا سے

عیسائیت نے رہبانیت کو انسان کا اعلیٰ کمال قرار دیا تھا ہزاروں برس سے دنیا اس مغالطہ میں پڑی رہی۔ مگر خاتم المرسلین کی عملی زندگی اور تعلیم نے آخر کار انسانوں کو اس مغالطہ سے نجات دی اور یہی رسالت عظمیٰ کی بعثت کا مقصد تھا۔ لا رہبانیۃ فی الاسلام دنیا کا آخری دستور العمل قرار پایا۔ خاتم المرسلین سے یہی فیضان زیبا تھا۔ آپ کی ذات بابرکات سے حسب موقع تجرد۔ تاہل اور حسن معاشرت سب بہترین طور پر ظہور میں آئے حتیٰ کہ دنیاوی زندگی کی آخری گھڑی یعنی وفات بھی انتہائی حالت میں نہایت سادگی کے ساتھ واقع ہوئی۔ نہ آپ کے واسطے "سنگھاسن" آیا نہ آپ آسمان پر تشریف لے گئے۔ بلکہ آپ نے انسانوں میں رہ کر انسانوں کی طرح وفات پائی اور جس طرح زندگی کے ہر کرم شعبے میں آپ نے اسوۂ حسنہ کا ظہور فرمایا اسی طرح موت کے جملہ شعبوں میں بھی اسوۂ حسنہ جلوہ گر ہوئی اور آپ زندگی اور موت دونوں میں انسانوں کے کامل رہبر اور قابل تقلید پیشوا ثابت ہوئے۔ اسی بنا پر اسلام میں عمل بالسنۃ ہدایت کا رکن اعظم ہے۔

(۶) شیعہ اور سنی کے اختلاف سے قطع نظر کر کے رسول اللہ کے اپنے بعد چھوڑے ہوئے نظام قابل تحسین و آفرین ہیں۔ خلافت راشدہ نے دنیا پر ظاہر کر دیا کہ رعایا اور ملک و مال کا انتظام بے نفسی اور خدا ترسی کے ساتھ ممکن العمل ہے۔ امامت نے وہ روحانی فیض دنیا کو پہنچایا جو آل نبی کو ورثہ میں رسول سے ملا تھا ان میں کا سب سے بڑا کارنامہ واقعہ کربلا ہے جس کی بابت حضرت خواجہ بزرگ نے خوب فرمایا ہے۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین — دین است حسین دین پناہ است حسین

سر داد و نداد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

ولایت سے تصوف کی بنیاد پڑی جس سے اُن لوگوں کو تسکین ملی جا عمل حق سے جا ملے نظر جنگ ہتھیار و دولت سے ارفع و اعلیٰ ہے جن کے دلوں میں خدا اور رسول کی محبت جاگزیں ہوتی ہے اور اسی کے صدقہ میں وہ انسان تو کیا کل مخلوق سے محبت کرتے ہیں۔ اپنے نفس کی خاطر وہ چیونٹی تک کو ایذا نہیں پہنچاتے۔ نفس کشی ان کا شیوہ ہے اور خدمت خلق اللہ ان کی بہترین عبادت ہے۔ دنیائے دوں سے دل نہیں لگاتے۔ غریبی امیری دونوں حال میں اپنے مالک سے لو لگائے رہتے ہیں۔ حضرت غلام احمد صاحب کے اس شعر پر ان کا عملدرآمد ہے۔ یہ خاص لوگ ہیں۔

مقررہ وقت تک تجھکو ملا ہے سلک زباں — غرض یہ تھی کہ حبیب ہو بخش گلشن امکاں

ترے نغمے سے ہو ہمصفیر ان چمن کی زباں — ملیح ترقی پر دل ہو انکا اور سفر جاں

گر شکل کی پرچا کہیں نغمہ خوش کہے — تو ہر ایک سو میں شامل ہو ہو اور بیچ

ایسے ہی ہدایت عامہ اسی کامل شریعت داخل ہے اس لئے

الہامی علمائے دین مبین ہیں۔ (۷) جس مذہب میں توحید۔ رسالت۔ خلافت۔ معرفت اور شریعت بدرجۂ اتم شامل ہو تو وہ کہ آخری دین میں ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا اور اسلام میں یہ سب کچھ ہے۔

غلط مذہبوں کا کافر

(از قلم مسٹر بے این ساہنی اڈیٹر ہندوستان ٹائمز دہلی)

ایک ایسا شخص کہ جسے کسی خاص مذہب سے کوئی تعلق نہ ہو اس کے لئے مذہبی معاملات و مسائل پر قلم اٹھانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے رسی یا تار کے اوپر چلنا، اس کوشش میں میرے لئے جو چیز باعث تسکین ہو سکتی ہے وہ یہ کہ اپنے اپنے زمانہ میں محمد (صلعم) عیسیٰ اور بدھ جیسے بزرگوں کے ساتھ اسی قسم کی حقارت و نفرت کا برتاؤ کیا گیا تھا جو کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ اور حضرت محمد (صلعم) کو اسی قسم کے کفر کا ایک زبردست پیشوا سمجھ کر ہی میں اس .... بات پر مجبور ہوا ہوں کہ

ان کی تعظیم کروں یہ آپ ہی کا کام تھا کہ عدیم النظیر عزم و استقلال اور استقامت کے ساتھ جس کی وجہ سے آپ کئی مرتبہ موت کے منہ میں پہنچ گئے۔ آپ نے اس وقت کے رواج یافتہ مذہب کے اصولوں کو توڑا اور ایک ایسے مذہب کی بنیاد ڈالی کہ جس نے اس مخصوص زمانہ کی تہذیب میں بھی عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا اور آگے چل کر اس دنیا کے مختلف گوشوں میں بسنے والے کروڑوں انسانوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دیا۔ اسلام کی فلسفیانہ عظمت سے بحث کرنا کا میرا منصب نہیں ہے، کیونکہ میں کسی ایسے مسئلہ کو چھیڑنا نہیں چاہتا جس میں اختلاف رائے پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ البتہ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ بانی اسلام کی ذات جس قدر پاک اور اعلیٰ تھی اسی قدر مقناطیسی کشش بھی اس میں موجود تھی، اور آپ ایسے دل اور ایسے دماغ کے مالک تھے کہ جن کی نظیریں آج تک اس دنیا میں بہت کم پیدا ہوئی ہیں۔ اس مقدس پیغمبر نے صدیوں پہلے اپنے پیروؤں کے لئے معاشرت کا جو نظام قائم کیا تھا اس میں دو باتیں خصوصیت کے ساتھ ہر شخص کی توجہ اپنی طرف منعطف کر لیتی ہیں۔ یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ اس عہد جمہوریت میں بھی ہم معاشرتی اور ذہنی مساوات کے اس بلند درجہ پر نہیں پہنچ سکے ہیں جس کا تخیل اس عظیم المرتبت پیغمبر کے ذہن میں صدیوں پہلے آ چکا تھا اور جس پر مسلمانان عالم میں من حیث القوم اپنی روزمرہ زندگی میں حیرت انگیز وفاداری کے ساتھ عمل کیا ہے۔ سیاسی جمہوریت میں بھی بہت کچھ خوبیاں ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ ہر ایسا نظام سیاسی کہ جو عوام کو اس حکومت کے قائم کرنے کے متعلق کامل آزادی دے کہ جس کے ماتحت وہ زندگی بسر کرنی چاہتے ہیں یقیناً غیر منصفانہ اور جابرانہ ہے لیکن تنہا سیاسی جمہوریت سے کام نہیں چلا کرتا اور جمہوری طرز زندگی کی اس سے تکمیل نہیں ہوتی، جمہوریت کا اصلی راز جس چیز میں پنہاں ہے وہ تو یہ ہے کہ

ایک انسان کی نظر میں دوسرے انسان کی وقعت کتنی ہے۔ اور ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کر رہی ہے، دنیا کے تمام مذہبوں میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اس بات کا دعویٰ کر سکے کہ اسے جمہوریت کا سچا پیغام اور سچا پیغمبر ملا ہے۔ اسلام کے متعلق قابل ذکر چیز وہ حقوق ہیں جو اس نے عورت کو دیئے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ جہاں تک سماج کے اندر عورتوں کی حیثیت کا اور صنف مقابل کے ساتھ میل جول رکھنے کی آزادی کا تعلق ہے ہندو مذہب اور عیسائیت نے عورتوں کو بہت زیادہ آزادی دے رکھی ہے۔ لیکن وراثت، خلع اور جائداد و املاک کے قانونی حقوق کے معاملہ میں مذہب اسلام کے بانی اور پیشوا نے عورتوں کو ایسے ایسے حقوق دیئے ہیں کہ جو آج ہر ملک کے مذہبی پیشوا اپنی عورتوں کو دینے کے متمنی ہیں، یہ امر ضرور افسوسناک ہے کہ عورتوں کے حقوق کو اس قدر فراخدلی کے ساتھ تسلیم کر لینے کے باوجود کہ جس حد تک اسلام کرتا ہے۔ آج ترکی کے سوا تمام دنیا کے مسلمانوں کا عموماً اور مسلمانان ہند کا خصوصاً عورت مرد کے میل جول کے متعلق جو رویہ ہے وہ تنگ نظری کے مفہوم سے متاثر نظر آتا ہے اور احتیاط اور دور اندیشی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ جسے غلطی کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تہذیب جس سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہے اسے دیکھ کر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ترکی رہنما یاں قوم کی طرح مسلمانان ہند بلکہ مسلمانان عالم بہت ہی جلد اس بات پر مجبور ہوں گے کہ اس امر خاص کے متعلق اپنے رویہ پر نظر ثانی اور اس میں ضروری ترمیم کریں۔ ایک بڑی حد تک زن و شوہر کے تعلقات کے متعلق خرابیاں تو اب بھی محسوس کی جا چکی ہونگی۔ لیکن اگر یہ ممکن ہے کہ ان خرابیوں کا کچھ علاج سوچ بھی لیا جائے لیکن پھر بھی آئندہ بیس سال کے اندر مسلمان اس حقیقت کو محسوس کرنے پر مجبور رہوں گے کہ انتصادی اور سیاسی شعبہ ہائے زندگی میں ان کے لئے عورتوں کی آزادی کے متعلق اپنی رفتار ترقی تیز کرنی ناگزیر ہے۔ اگر یہ منظور نہیں ہے کہ رسم و رواج کی قربان گاہ پر قوم کا اقتدار اور قوم کی حیثیت قربان کر دی جائے۔ اور موجودہ زمانہ میں اس قسم کی قربانی کسی طرح جائز نہیں کہلا سکتی، یہ میں نے تنقید یا نکتہ چینی کے خیال سے نہیں لکھا ہے

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستانی
مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ تمام ہندوستان
کی نجات جس چیز پر منحصر ہے وہ اس
ملک کی عورتوں کی ترقی ہے

غارِ حرا کا سماں

(از جناب مولانا حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی جانشین خواجہ میر درد)

جبتک کہ میرے گریہ سے طوفاں نہ ہوا تھا
الفت میں کوئی کار نمایاں نہ ہوا تھا

دنیا جانتی ہے کہ محمد اپنی ماں کے پیٹ میں تھے جوان کے باپ دیپا میں رخصت ہوگئے چار پانچ برس کے ہونے تو ماں بیچاری بھی انہیں بسورتا چھوڑ کر سدھار گئیں آٹھ برس کی عمر ہوئی تو بوڑھے دادا بھی چپ دے گئے رہ گئے ایک چچا ابوطالب جنہوں نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور کچھ دن سے لگایا دہ بال بچوں کی وجہ سے چیونٹیوں بھرا کباب بن رہے تھے. کبھی سوکھی باسی کوسی سیبیں جوکی جوان کے نیچے کھاتے تھے وہی محمد کو کھلاتے تھے بڑپن کے چلن میں بکریوں کا چرانا چلا آتا تھا وہ یہ بھی بجالاتے تھے ابوطالب کا ریوڑ مکہ کے پہاڑوں میں سے غار حرا تے تھے دن بھر گڈریوں سے صحبت رہتی تھی کندھے پر کالی کملی ہاتھ میں ڈنگر شام کو ریوڑ لے کر ہارے وہارے گھر آئے گدڑی زمین پر بچھا کملی کا تکیہ بنا سو رہے اسی دن رات میں عمر کی پچیس منزلیں طے ہوگئیں آپ وید نہ تھے حکیم نہ تھے جو علاج کے بہانہ سے مخلوق کو لوٹتے شاعر نہ تھے جو شعر سناتے جو دل بہلاتے چرب زبان نہ تھے جو لوگوں کو باتوں میں پھسلاتے یا انہیں سبز باغ دکھاتے سیٹھ ساہوکار نہ تھے جو ہنڈی چلاتے بنج بیوپار پھیلاتے بے زر تھے بے پڑھے نادار تھے بیکاس تھے مگر نکہ تو تھے اس لئے ان کے سامنے مکہ کے سب امیر کبیر نوجوان اور پیر سر جھکاتے تھے مکہ کی شاہزادی خدیجہ نے الامین سے چاہت سے محمد کو قبول کرلیا مالدار بیوی اپنے جہیز میں عرب اور کھرب سے کر آئی اب تو ایک محمد کیا سارے بنی ہاشم کے دلدر پار ہونے چاہیئے تھے مگر انہیں تو وہی دُھن تھی بیوی کے پیسے کو اللہ کے بندہ نے آنکھ بھر کر نہ دیکھا وہی پیوند پارے کا کرتہ وہی پھٹی کملی وہی ٹوٹی جوتیاں اور مزہ کی بات یہ ہے کہ اللہ والے میاں کی صحبت نے مالدار بیوی کے دل کو دھن دولت کی طرف سے پھیر دیا خدیجہ کی آنکھوں میں روپیہ اشرفیاں سانپ بچھو دکھائی دینے لگے وہ پہلے ہی لکھ لٹ کہلاتی تھیں اور لوگ کہتے تھے مائی خدیجہ کے ہاتھ میں بدی نہیں ہے چند ہی روز میں اس اَن داتا نے اونٹ گھوڑے خچر گدھے بھیڑ بکریاں سونا چاندی سب خدا کی راہ میں لٹا دیا اور گھر میں دانت کریدنے کو تنکا نہ چھوڑا گزی گاڑھے کے کپڑے پہن لئے وہ بھی میلے کچیلے پاؤں میں جوتی تک نہ رہی مکہ کی عورتیں جب اس حال میں دیکھتیں تو منہ پھیر لیتیں اور کہتیں توبہ لوا خدا کسی عورت کی ایسی مت نہ مارے جیسی خدیجہ کی مت ماری جھوٹی دہی دہ تو ابوطالب کے یتیم کے پیچھے دیوانی ہوگئی اب بے سمال ہاتھ ڈہاسے گلیوں میں دھکے کھاتی پھرتی ہے اب بی بی خدیجہ کی عمر بچپن پچپن برس کی اور حضرت کا سن شریف چالیس سال کو پہونچ گیا خدا نے صاحب اولاد بھی بنا دیا مگر حضرت کے دل کی کلی نہ کھلی کیونکہ سات برس کی عمر سے آپ دو پردہ ایسے سیندول میں پھنس رہے تھے کہ اگر ان کو کسی پر بتاتے تو وہ انہیں بولا کہتا یا انکی بات کا یقین نہ کرتا یا جو روشنی یا بجلی یا آسمانی جوت موسیٰ نے کوہ طور پر ایک بار دیکھی تھی یہ برسوں سے روزانہ دیکھتے تھے مگر اسے دیکھ کر موسیٰ کی طرح کالوے نہ بنتے تھے غش نہ آتا تھا اونٹ بکریاں چڑے چڑیاں پتھر درخت آدمیوں کی طرح آپ کو سلام کرتے صبح کے قریب خواب دیکھتے بات منہ دھوکر سودا سلف لینے بازار جاتے تو خواب کا سماں جیوں کا تیوں آنکھوں سے دیکھ لیتے وقت بے وقت دہنے بائیں دو پیکر نورانی نظر آتے اور غائب ہو جاتے. اس واسطے آپ کو یقین ہوگیا تھا کہ میرے خواب سچے ہوتے ہیں اور پیکر نورانی کا جلوہ کچھ چیز ہے.

مگر ان باتوں کی لم آپ کی سمجھ میں نہ آتی اور دل کا اضطراب روز بروز بڑھتا جاتا تھا گھر میں گھبراہٹ زیادہ ہوتی تھی اس لئے آپ جنگل در جنگل پھرتے تھے مکہ کے پہاڑ پہاڑیوں درے: درگھاٹیوں میں چکر لگاتے تھے مگر چین کہیں نہ پاتے جی اور گھبرا تا بولا کر چلے آتے سر منہ لپیٹ کر پڑ رہتے بیوی صاحب کہتیں ابھی تمہیں کیا ہوگیا ہے اس طرح کیوں چپ چاپ رہتے ہو آپ جواب دیتے خدیجہ میں خود حیران ہوں کہ میرا طور اس قدر کیوں بے طور ہے ایک دن آپ چلتے پھرتے مکہ سے نکل گئے سامنے ایک پہاڑ دکھائی دیا اس پر چڑھ گئے جب اوپر پہونچے تو آپ نے دیکھا کہ ایک پتلی پہاڑ کی گہرائی میں جاتی ہے اور زبان حال سے یہ مضمون سناتی ہے ؎

ایں سطر باد ہا کہ بعضو انوشتہ اند ❊ احوال رفتہ ایست کہ از یا نوشتہ اند

آپ کے دل نے کہا دیکھنا چاہیئے یہ پتلیا کہاں جاتی ہے چلتے چلتے وہ رستہ زینہ کی صورت میں ہوگیا اور زینوں کے ذریعہ سے نیچے اترنے لگے اور اترتے اترتے آپ ایک غار میں پہونچ گئے جس میں اندھیرا تھا اور آفتاب کی روشنی دھندلی ہوکر برائے نام اس میں پہونچتی تھی جب اس اندھیرے میں نگاہ کام کرنے لگی تو آپ نے دیکھا پہاڑ کا جوف قدرت الٰہی سے ایک کمرہ کی صورت میں ہے کمرہ اندر سے ایسا پاک صاف ہے کہ یہ معلوم ہوتا... ہے کسی نے ابھی جھاڑا

بو ہار ہے یہ را خلوت خانہ ہے، انسان حیوان کی آواز وہاں تک پہونچ ہی نہیں سکتی دھیان کسی طرف ہٹ ہی نہیں سکتا ہے۔ روح نے کہا یہ غار نہیں یار کا شبستان ہے دلدار کا مکان ہے ملاقات کی رہیں رسمیں یہیں ادا ہونگی اسی صحت اسی جگہ کریں گے ست کوروں کی گرہیں یہیں کھلائی جائے گی ایک طرف سے صدا آئیگی بنڑے کا دل بنڑی نے موہ لیا دوسری جانب سے آواز آئیگی موتیوں میں دہا لگا بنے کا دل بنی سے۔ لاگا قریب تہا کہ غار حرا کو دیکھکر آپ شادی مرگ ہو جائیں مگر آپ نے اپنی تئیں سنبھالا اور جلدی سے باہر آئے غار سے کوئی دو سیڑہیاں اوپر آئے تھے کہ یکایک آپ کی نظر اوپر گئی تو آپ نے دیکھا سامنے مکہ اور حرم شریف اور کعبۃ اللہ ہتیلی پہ کہا الگ تہلگ دکہائی دے رہا ہے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار ۔ جب ذرا گردن اٹھائی دیکھ لی

چہڑی اور دوڑ دوڑ غار میں بیٹھے بیٹھے آئے اور سیڑہی پر کھڑے ہو کر کعبہ کی دید ہو جائے آپ غار حرا میں زیادہ نہ ٹہرے جلدی جلدی قدم اٹھا کر گہر آئے اور حضرت خدیجہ کو غار تک ساتھ لائے اور غار دکہا کر فرمایا کہ اس مقام سے بڑھکر کوئی مقام تنہائی کا نہ ملیگا میں نے ٹھان لی ہے کہ یہاں بیٹھکر چلہ کشی کروں اور خدا کی بندگی کروں تمہاری کیا رائے ہے۔

بیوی خدیجہ ۔ میاں میں نے آپ کے کام اپنے پرائے سب چہوڑ دیئے اور آپ کی خوشی سب سے بڑھکر کبھی تو میں بھلا خدا کی بندگی سے آپکو روکونگی تو یہ تو بہت مناسب ہے مگر چلہ کشی سے کیا خدا کی بندگی کچھ اچھی ہوتی ہے میں سمجھی نہیں۔

حضور ۔ جس طرح عورت بچہ جنتی ہے تو وہ بچہ قدرتی طور پر کمزور ہوتا ہے اس لئے اس کی ماں اسے چالیس دن تک اندھیرے میں لے کر بیٹھتی ہے اسکی سر پر پٹی باندھتی ہے تاکہ اس کا سر سڈول ہو جائے اسے گھٹی پلاتی ہے تاکہ پیٹ صاف ہو جائے تیل ملتی ہے تاکہ اس کے جوڑ توڑ مضبوط ہو جائیں لیپڑی کرتی ہے تاکہ پنڈہ رونگٹوں سے پاک ہو دہونی دیتی ہے تاکہ کوٹھڑی کی ہوا صاف رہے کوٹھڑی میں اندھیرا رکھتی ہے تاکہ باہر کی روشنی بچہ کے ناتوان تیور کو بگاڑ نہ دے مگر سورج ڈوبے اگتو کبھو بھی کرتی ہے یعنی اسے چراغ کی لو دکہاتی ہے تاکہ بچہ کی آنکھوں کو روشنی کی سہد ہو یہاں تک کہ چلہ ختم ہوتا ہے اور ماں اپنے بچہ کو نہلا کر اچھے کپڑے پہنا کر خود نہا دہو کر دلہن بن کر لاڈلے کو گود میں لیکر باہر آتی ہے اور ہر طرف سے مبارکباد پاتی ہے اسی طرح اہل اللہ کے دل میں ذوق شوق پیدا ہوتا ہے تو دل کا دل میں بہت ناتواں ہوتا ہے اس لئے اہل اللہ اس کی سلامتی کے لئے اسے لے کر چالیس دن تک کونہ میں بیٹھتے ہیں اور سارے جتن زچہ خانہ کے جو اوپر لکھے گئے ہیں مثل زچہ کے بن کر ذوق شوق کی سنبھال کے واسطے پورے کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کا ذوق شوق پلکھر کر چونچال اور قوی ہو جاتا ہے اور وہ اسے اپنی آغوش میں لیکر اپنے خلوت کدے سے باہر آتے ہیں اور دیکھنے والے حیران رہجاتے ہیں۔ اے خدیجہ میں بھی اب یہاں گوشہ نشینی اختیار کرنی چاہتا ہوں کیونکہ مجھے اس غار کے در و دیوار سے یار کے کاکل مشکیں کی خوشبو آتی ہے سو بہوہ میرا کشود کار یہیں سے ہوگا اس گوشہ نشینی سے یہ مراد نہیں کہ میں جوگ سادھکر یہاں رہوں گا اور اپنے بال بچوں کو اور کنبہ کو چہوڑ دوں گا بلکہ کچھ دنوں یہاں بھی ایکلے پن میں اللہ اللہ کیا کروں گا اس کی مدت کم سے کم ایک مہینہ ہوگی اور اس مہینہ بھر میں تمہیں تین چار بار میرے پاس کھانا پانی پہونچانا پڑا کریگا کبھی کبھی میں خود آکر پانی کی چھاگل اور توشہ لے آیا کروں گا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ فداک امی وابی میں اس خدمت کو دل و جان سے بجا لاؤں گی۔

(۲)

۱۲ فروری سنہ ۶۲۳ء ۸ ربیع الاول دوشنبہ

دل میں نے دیا تہا اسے کچھ سوچ کے اپنا ۔ سودا ہے کچھ ناصح ناداں نہ ہوا تہا

یہ پتہ نہیں لگتا کہ حضور نے غار حرا میں کب سے چلہ کشی شروع کی اور کے برس اس شغل میں رہے مگر یہ ضرور ہے کہ اس کام میں حضور نے ایک بڑی مدت گذار دی اہل مکہ بھی حضور کے اس شغل سے خبردار ہو گئے تھے آپ اب مکہ کے بازاروں میں بہت کم دکہائی دیتے تھے اور جب کبھی آپ شہر کے چوک میں کسی کام کے لئے چلتے پہرتے آ جاتے تو لوگ کہتے محمد امین اپنے رب پر عاشق ہو گئے ہیں۔ اسی کی یاد میں غار حرا کے اندر رہنا اختیار کیا ہے صوفیہ کہتے ہیں حضور کبھی ذکر جہر کبھی ذکر خفی کبھی ذکر قلبی کبھی روحی کرتے تھے سیکڑوں راتیں آئیں اور گئیں سیکڑوں بار سورج پورب سے نکلا اور پچہم میں غروب ہو گیا مگر مبارک تاریخ ربیع الاول کی آٹھویں فروری کی بارہویں سنہ ۔۔۔ عیسوی سے مطابق تھی اور پیر کا دن آپ غار حرا میں صوفیا کی طرح تفکر میں مستغرق تھے جو آپ نے دیکھا ایک پیکر نورانی ہاتھ میں حریر نورانی کا ایک ورق لئے آسمان سے اترا چلا آ رہا ہے اور اس کا رخ غار حرا کی ہی طرف ہے اور آناً فاناً وہ غار میں آن پہونچا اس کے آنے سے اندھیرا غار روشن ہو گیا مشک و عنبر کی خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا پیکر نورانی نے حریر کا ورق حضور والا کے ہاتھ میں دیدیا آپ نے دیکھا کہ حریر کا ورق خالی ہے کچھ اس پر لکہا نہیں ہے بالکل سادہ ہے مگر جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔

پیکر نورانی حضرت سے اقرأ

حضرت ۔ ما انا بقاری ۔ میں پڑھا نہیں ہوں۔ یہ کہکر حضرت نے چاہا کہ غار سے نکل جائیں کیونکہ آپ پر ڈر چہا گیا تہا مگر غار کا دروازہ تو پیکر نورانی نے روک رکہا تہا آپ نے نکلنا چاہا تو پیکر نورانی نے آپ کو اپنی آغوش میں لے کر زور سے بہینچا اور چہوڑ دیا۔

پیکر نورانی ۔ اقرأ ۔

حضرت. ما انا بقاریٔ

اس کہنے پر حضرت کو پھر پیکر نورانی نے آغوش میں لے کر زور سے بھینچا اور کہا اقراء

حضرت. ما انا بقاریٔ پیکر نورانی نے پھر آپ کو بھینچا.

پیکر نورانی اقرأ باسم ربک الذی ۔ مالم یعلم ۰ تک.

چوتھی بار پیکر نورانی کے بھینچنے سے حضرت کا بند بند اور جوڑ جوڑ ہل گیا تھا چار و ناچار پانچ آیتیں جو تک آپ نے پیکر نورانی کے ساتھ پڑھا اور اس کے ساتھ ہی پیکر نورانی کو غائب پایا وہی اندھیرا تھا وہی آپ تھے وہی تنہائی تھی مگر پیکر نورانی نے جو پڑھا تھا وہ یاد تھا آپ پر خوف طاری ہوا اور آپ تھر تھر کانپتے غار سے نکلکر مکہ کو چلے تین میل کاٹنے دو بھر ہو گئے خدا خدا کرکے گھر پہنچے اور وہاں سے پہونچنے پر گر کر آپ نے فرمایا.

حضرت یا خدیجہ زملونی زملونی مجھے کپڑا اوڑھا دو. مجھے کپڑا اوڑھا دو

خدیجۃ الکبریٰ کملی اوڑھا کر اوٹھی دشمنوں کی بوٹی بوٹی پڑی کانپ رہی ہے بخار میں ہلبلا رہے ہیں یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے تھوڑی دیر میں حضرت کے دل کی تھرتھری جاتی رہی تو آپ نے پیکر نورانی کے آنے اور اقرا کے پڑھانے کا حال کہہ کر اور رو کر فرمایا لقد خشیت علی نفسی اے خدیجہ اب میں نہیں بچوں گا مجھے اپنی جان کا پورا ڈر ہو گیا.

خدیجہ کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابداً واللہ آپ کو خدا کبھی رسوا نہ کرے گا کیونکہ
انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث آپ عزیزوں کو بھیجتے رہتے ہیں اور سچ بولتے
وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری ہیں اور عیالدار لوگوں کی خبرگیری کرتے ہیں
الضیف وتعین علی نوائب الحق اور بے روزگاروں کے کھانے کمانے میں امداد کرتے ہیں
مہمان کی آؤ بھگت کرتے ہیں اور دکھ سکھ میں لوگوں کے آپ کام آتے ہیں.

اور آپ گھبرائیے نہیں میں آپ کو رات کے وقت اپنے بھائی ورقہ کے پاس لے چلوں گی اور آپ سے یہ واردات انہیں سنواؤں گی کیا عجب ہے کہ ان سے اس بھید کا پتا چلے کیونکہ وہ ایک عاقل اور پڑھے لکھے آدمی ہیں اور آپ کو یہ بات بی بی خدیجہ کی بہت پسند آئی اور خلوت کے وقت آپ کو بی بی خدیجہ ورقہ کے پاس لے کر پہونچیں.

خدیجہ. ورقہ سے یا ابن عم اسمع من ابن اخیک اے میرے چچا کے بیٹے ذرا اپنے بھتیجے کی تو سنو یہ کیا کہتے ہیں.

ورقہ بن نوفل یا ابن اخی ماذا ترٰی حضرت سے بھتیجے کیا بات ہے کہو تو حضرت نے جو کچھ غار میں دیکھا تھا وہ ورقہ کو سنایا

ورقہ بن نوفل ھذا الناموس الذی یعنی یہ جبرئیل فرشتہ ہے جسے خدا نے موسیٰ
انزل اللہ علی موسیٰ یا لیتنی کنت فیھا پر اتارا تھا کاش میں اس وقت تندرست
جذعا یا لیتنی اکون حیا اذ یخرجک قومک ہوتا یا زندہ ہوتا جب آپکو آپ کی قوم نکالے گی.

حضرت. او مخرجی ھم کیا مجھے قوم نکال دے گی.

ورقہ بن نوفل نعم لم یات رجل قط ہاں آپ کو قوم نکال دے گی کیونکہ آپ کی
بمثل ما جئت بہ الا عودی شان جیسی نبوت کا دعویٰ کیا اسکے لوگ دشمن ہو گئے.

ورقہ بن نوفل کے بتانے سے آپ سمجھ گئے کہ جو روشنی بچپن سے میں دیکھتا تھا وہ نور الٰہی ہے اور پیکر نورانی جو ہر روز دکھائی دیتے تھے ایک تو یہی جبرئیل نکلا دوسرا بھی اس کے جوڑ کا فرشتہ ہے جس کا نام ابھی معلوم نہیں ہوا بی بی صاحبہ حضرت کو گھر لے آئیں اور نبوت کی مبارکباد دی.

(۳)

نہ پوچھو وہ جو ہم سے انتظار یار کی مدت ؛ وہ آنکھیں جانتی ہیں خوب جو نقشے گزرتے ہیں

حضرت کے ذوق شوق کی انتہا ہو گئی ہے غار حرا میں دل نہ لگتا تھا جی چاہتا تھا اسی طرح جبرئیل روز آئے اور یار کا پیغام لائے مگر کوئی صدا نہ آتی تھی شدت انتظار میں تین چار مہینے گذر گئے تو آپ کا دل نہایت بے تاب ہو گیا. آپ نے کہا ؎

تجھ پہ کچھ بس نہیں ہے دل پہ تو قابو اپنا ؛ پھینک دیں گے اسے ہم جسم کے پہلو اپنا

اس بدمزہ زندگی سے مر جانا اچھا ہے یہ کہہ کر آپ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور ہمک کر پہاڑ سے نیچے گرنا چاہا مگر کسی نے بازو پکڑ کر روک لیا دیکھا تو جبرئیل ہیں اور جبرئیل کہتے ہیں واہ واہ آپ نے فرمایا واہ واہ

بنا کر اپنا دیوانہ الگ بچ کر چلے جانا ؛ ترے دامن سے لپٹا ہے مجھے بدلہ گریباں کا

جبرئیل. محمد آپ بڑے جلدباز ہیں اپنی جان دیے دیتے تھے آپ خاتم المرسلین ہیں آپ محبوب رب العالمین ہیں آپ کا دو ہاتھ کا کلیجہ چاہیے آپ کو ابھی سینکڑوں مصیبتیں اٹھانی ہیں.

حضرت. یا اخی جبرئیل ؎

جی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن ؛ بیٹھا رہوں تصور جاناں کیے ہوئے

جبرئیل. یا نبی اللہ ہم حکم کے بندے ہیں جب ارشاد پاتے ہیں آ جاتے ہیں جو بات سنانی ہوتی ہے سنا جاتے ہیں مگر آپ اپنے تئیں سنبھالے رکھیے تین برس کے انتظار کی تلخی کے بعد دوسری وحی اس طرح نازل ہوئی کہ آپ کپڑے سے سر منہ ڈھانکے لیٹے تھے جو جبرئیل امین نے آکر یار کا یہ پیغام سنایا یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر الخ اس کے بعد ابواب وحی کھل گئے جبرئیل جلد جلد احکام الٰہی لانے لگے صوفیا کے مشرب میں غار حرا میں چلہ کشی سنت ہے شیخ عبدالقادر جیلانی خواجہ عثمان ہارونی خواجہ معین الدین چشتی اور اکثر حضرات نے غار حرا میں سالہا سال چلے کھینچے ہیں اور فیضیاب ہوئے ہیں کاغذوں کے رنگنے رنگوانے اور اس قسم کے مضامین لکھنے لکھوانے سے کچھ نہیں ہوتا. جب تک ہم آقائے نامدار کے قدم بہ قدم نہ چلیں.

محال است سعدی کہ راہ صفا ؛ تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

ملکِ عرب کا آفتابِ درخشاں

(از خامہ مسٹر دیوی داس گاندھی خلف اصغر مہاتما گاندھی)

اور بھرت! جب جب دنیا میں حق و صداقت مغلوب ہو جاتی ہے اور ہر طرف نا حق اور باطل کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں تو اس وقت میں اپنے آپ کو ظاہر کیا کرتا ہوں۔ خیر و نیکی کی ترقی اور شر اور بدی کے استیصال کی خاطر میں ہمیشہ وقتاً فوقتاً دنیا میں جلوہ افروزی کرتا رہا ہوں۔" گیتا

ایک عظیم الشان اور صاحب قوت سورج کی طرح پیغمبر خدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ریگستان عرب کو اپنے جلوہ سے اس وقت منور کیا کہ جب دنیائے انسانی انتہائی تاریکی میں مبتلا تھی اور جب آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ اپنا سب کام پورے طور پر انجام دے چکے تھے۔ وہ مقدس کام کہ جس سے دنیا کو ابدی فائدہ پہنچنے والے تھے دنیا کے بچے اور راسخ من اللہ ہادی بہت تھوڑے ہوئے ہیں اور باہم ان کے زمانوں میں ایک دوسرے سے بہت فرق رہا ہے اور وہ لوگ کہ جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سوانح حیات کا مطالعہ اسی احترام کے ساتھ کیا ہے کہ جس کے وہ مستحق ہیں اس بات کے ماننے پر مجبور ہیں کہ آپ سب سے بڑے ہادیوں میں سے ایک تھے آپ کی عظمت و شان میں اس وقت اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ آپ کی تصویر کھینچتے وقت ہم اس انتہائی اخلاقی و روحانی انحطاط کے پس منظر پر بھی نگاہ رکھیں جو آپ کی پیدائش کے وقت عرب میں عام تھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مہذب اور ترقی یافتہ ماحول کی پیداوار نہ تھے۔ آپ کے عہد میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس سے آپ الٰہیات کا درس لیتے۔ اس زمانہ میں مذہب الٰہی کے لئے تو عرب میں کوئی جگہ ہی نہ تھی وہ سرزمین اپنے تاریک ترین دور سے گذر رہی تھی جب خرابی اور پستی انتہائی حد تک پہنچ گئی تو اس وقت آپ رحمت باری بن کر تشریف لائے ایسی صورت میں اگر انہیں رحمۃ للعلمین کا خطاب دیا جاتا ہے تو اس میں تعجب ہی کیا ہے۔ عوام کے جذبات کے مطابق کہ جو تا قیام قیامت باقی رہیں گے اور آپ براہ راست خدا کے قاصد اور رسول ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ہستی باری تعالیٰ کی ہستی اور ذات کے اندر فنا ہو چکی تھی۔ جو لوگ کہ ہندو مذہب کے حقائق سے آشنا ہیں آپ کو اوتار کہیں گے جس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اترا ہوا۔ سچے مسلمانوں کی زبان میں آپ کا لقب پیغمبر یعنی اللہ کا قاصد ہے اور مطلب ان دونوں لفظوں کا ایک ہی ہے دونوں لفظ جذبۂ محبت و تعظیم کے اظہار کے لئے ہیں اور ایک کے بجائے دوسرا لفظ استعمال ہو سکتا ہے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تعلق کسی امیر اور دولتمند خاندان سے نہ تھا آپ کے والدین غریب لوگ تھے اور آپ کو کوئی روحانی تفوق بھی ورثہ میں نہ ملا تھا آپ کا ظہور ایک ایسے خاندان میں ہوا جسے بلحاظ ارث دنیا میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی، اور آپ کی زندگی میں میرے لئے جو حقیقت سب سے زیادہ دلکش ہے وہ یہی ہے کہ بہت سے اور عظیم المرتبت انسانوں کی طرح آپ اس طبقہ سے نکلے کہ جسے عوام کا طبقہ کہا جاتا ہے آپ کا ایک معمولی تاجر اور ایک بکریاں چرانے والے کی زندگی بسر کرنا یہ واقعہ ہمارے جذبات میں تحریک پیدا کر کے سلسلہ کی کڑی کو ایک دوسرے عظیم الشان گڈریئے کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔ جس کی محبت کے بائیس کروڑ یا اس سے بھی زیادہ دیوانے دنیا میں بستے ہیں، جو سری کرشن کے نام سے مشہور ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سب سے پہلی خوبی جس نے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا آپ کی کامل ایمانداری تھی، آپ کی اس صفت نے آپ کو قوم سے "الامین" کا قابلِ رشک خطاب دلوا دیا تھا۔ جس کے معنے ایماندار اور سچے کے ہیں، حق و صداقت پر آپ کا ایمان تھا آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا جلوہ نظر آتا ہے اور کسی حالت میں بھی آپ سچائی سے خفیف سے خفیف انحراف بھی گوارا نہ کر سکتے تھے۔ کسی نیک اور اچھے مقصد کے لئے بھی آپ حق کو چھوڑنا پسند نہ کرتے تھے اور اس کا ثبوت ہمیں غزوۂ بدر کے اس واقعہ سے ملتا ہے جو بہت مشہور ہے کہ قبائل قریش نے جو آپ کے دشمن تھے آپ کے دو آدمیوں کو پکڑ لیا تھا اور یہ وعدہ لے کر چھوڑ دیا تھا کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ شریک ہو کر قریش سے جنگ نہ کریں گے۔ بدر کی لڑائی کے موقعہ پر دشمنوں کی تعداد آپ سے بہت زیادہ تھی اور ایک آدمی کی کمی یا زیادتی بھی آپ کی جنگی طاقت پر اثر ڈال سکتی تھی، لیکن اس قدر سخت ضرورت اور ان لوگوں کی عاجزانہ درخواستوں کے باوجود آپ نے اسے گوارا نہ کیا کہ وہ اپنا عہد توڑ کر لڑائی میں آپ کا ساتھ دیں۔ اصل یہ ہے کہ مصلحت وقت کے مذہب کا آپ کی نگاہ میں ذرا سی بھی وقعت نہ تھی، اپنے جان نثاروں کو ان کی اپنی پُر جہاد تمناؤں کے پورا کرنے سے باز رکھنے میں یقیناً آپ کو سخت رنج ہوا ہوگا۔ لیکن حق کی خاطر اسے گوارا کیا گیا ہر صورت و ہر حالت ایک اخلاقی قانون کا احترام ضروری تھا خواہ اس کی وجہ سے دل کو کتنی ہی تکلیف پہنچے۔ ضرورت تھی کہ پیغمبر جس بلند اخلاقی نصب العین کی طرف قوم کو بلانا چاہتا تھا پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھاتا اور حق یہ ہے کہ آپ نے مثال پیش کرنے میں ذرا سا بھی پس و پیش نہ کیا۔ آپ کی سوانح حیات ہمیں بتاتی ہے کہ آپ نے اپنی تعلیم اور تبلیغ کا زندگی بھر اصول ہی یہ رکھا کہ جو کچھ اپنے پیروؤں کو سکھانا چاہتے تھے پہلے خود وہ سب کچھ کر کے دکھا دیا اور کبھی کسی ایسے کام کی تعلیم نہ دی جس کا عملی نمونہ خود نہ پیش کر دیا ہو

اس جگہ اس بات کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ میں آپ کی زندگی کے اور بھی چند اسی قسم کے واقعات نقل کروں کیونکہ آپ کی نسبت بہت سی بلند پایہ و مقابلی

اعتبار تصانیف موجود ہیں اور ان میں اس قسم کے واقعات بہت سے بھرے پڑے ہیں۔ آپ کے طرزِ زندگی میں اس وقت بھی کسی قسم کا کوئی فرق نہیں پڑا جبکہ آپ منصب رسالت پر مامور ہوگئے آپ نے اپنی تمام زندگی بہ سادگی اور بے تکلفی سے بسر کی، دنیا کے عیش اور زندگی کی آسائشیں اس وقت بھی آپ کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکیں۔ جب ایک سے زیادہ سلطنتوں کی دولت آپ کے قدموں پر لوٹ رہی تھی آپ کی غذا بہت ہی سادہ اور تھوڑی ہوتی تھی اور کھانا آپ صرف اس ضرورت سے کھاتے تھے کہ زندہ رہ سکیں، چٹائیاں اور بوریے آپ کا بستر تھے اور اسی طرح بدن کے کپڑے بھی بہت ہی سادہ ہوتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی سے سخت کلامی نہیں کی حتیٰ کہ جنگ کے موقعہ پر دشمنوں سے بھی آپ کا لہجہ نرم ہوتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اپنی خواہشات اور جذبات پر پورا پورا قابو حاصل تھا گیتا میں کرم یوگی کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ صفات آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں یعنی آپ اپنے ناخوش آیند فرائض کو بھی سچے ایمان اور سچی جرأت کے ساتھ انجام دیا کرتے تھے اور خواہشات یا غرور کبھی آپ کے قدم میں لغزش نہ ڈال سکتا تھا۔ کرم یوگی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے بلند ترین خیالات کو بھی عملی جامہ پہنا دے۔ اور محمد رسول اللہ ایک ایسی ہی ہستی تھے ایک خاکی انسان ہونے کے باوجود آپ مافوق الانسان تھے مسرت اور الم اور حظ و ملال جن کے اثرات کے ماتحت ہم معمولی انسانوں کی زندگیاں بسر ہوتی ہیں اور جو درحقیقت ہماری زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیتے ہیں ان سے یہ مقدس اور عظیم الشان روح کبھی متاثر نہ ہوتی تھی، آپ کی زندگی گیتا کی اس تعریف کا بالکل صحیح نمونہ تھی۔ جو پیغمبروں اور اوتاروں کی اس میں کی گئی ہے،

"وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ جہاں تمام خواہشات اس کی
طرف کو اس طرح بہتی ہیں جس طرح دریا سمندر کی طرف بہتے ہیں جو
پانی سے اگرچہ لبریز ہوتا ہے لیکن یہ دریا اس میں ذرا سا بھی تموج
نہیں پیدا کر سکتے۔ وہ ایسا نہیں ہوتا کہ خواہشات سے مغلوب
ہو کر خواہش کرنے لگے۔ جس کے تمام کام ہوا و ہوس کے
سانچے سے آزاد رہتے ہیں اور جس کے افعال کو عقل کی آنچ
تپا کر کندن بنا دیتی ہو اسی کو حکماء نے حکیم اور فرزانہ مانا ہے (گیتا)

مجھے معلوم ہے کہ آپ کے متعلق یہ خیال عام ہے کہ آپ نے رہبانیت کی تعلیم نہیں دی ہے۔ جہاں تک رہبانیت کا لفظ اپنے محدود معنی میں مستعمل ہوتا ہے یہ خیال بالکل صحیح بھی ہے لیکن یہ ناممکن تھا کہ آپ کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ قواعد و ضوابط جو انسانی زندگی کی رہنمائی کے لئے وضع کئے جائیں وہ بلند ترین اخلاقی اور مذہبی معیار کے علاوہ کسی اور چیز سے مطابقت رکھتے ہوں۔ پیغمبر صاحب غالباً اسے پسند کریں گے کہ ہم اگر غلطی بھی کریں تو زیادہ تر ضرورت احتیاط کی سمت میں کریں بہ نسبت اس کے کہ ہم بے اصولی کا اظہار کریں کچھ تیار سچے ہوئے نظام زندگی میں کسی قسم کی آزادروی کی گنجائش نہیں ہے اصول جتا

ہمیں زندگی کے حد آخر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے، وہیں انہوں نے قواعد و ضوابط کی پابندی میں ذرا سی سستی اور ذرا سی ڈھیل کو بھی دور کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے، اور اس کا ثبوت ہمیں ان تمام عبادات و فرائض میں ملتا ہے جن کا روزانہ بجا لانا آپ نے اپنے پیرووں پر فرض کیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے جیسا کہ میں سمجھا ہوں آپ کے متعلق یہ روایت کہ آپ نے ایک ایسے مکان کے اندر تشریف لے جانے سے انکار کر دیا تھا جو بہت اعلیٰ پیمانہ پر آراستہ و پیراستہ تھا۔ اس ذہنیت کی ایک واضح مثال ہے جو آپ نے پیدا کرنی چاہی تھی اور جسے پیدا کرنے میں آپ ایک بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے تھے۔ ہونا بھی یہی چاہئے تھا کہ ایک ایسی ذات کہ جس کے اخلاق و اعمال اس کے پیرووں کے اسوۂ حسنہ بننے والے تھے اپنی تمام حرکات و سکنات کے متعلق اسی حد تک محتاط اور پابند ضوابط ہوتی۔

جو لوگ کہ موجودہ حالات اور رسم و رواج میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس سے بہتر صورتیں پیدا ہو جائیں ان کے دلوں پر جس بات کا زبردست اثر پڑیگا وہ پیغمبر صاحب کا وہ بلند تخیل ہے جو آپ محنت و مزدوری کے متعلق رکھتے تھے، رسول خدا کی ان تمام کی جو ان بہت سی مثالوں میں سے جنہیں لوگوں نے بھلا دیا ہے ایک یہ ہے کہ آپ اپنے کپڑوں کی خود مرمت کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اپنے جوتوں کی بھی آپ اکثر گھر کے کام کاج میں اپنے خدمتگاروں کو مدد دیا کرتے تھے۔ اور مسجد کی تعمیر میں آپ نے مزدوروں کے ساتھ برابر کام کیا ہے کام کرنے والے مزدوروں کے ساتھ کام کرنے وقت آپ اس طرح کام کرتے تھے اور ان کے اندر اس طرح مل جاتے تھے کہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکتا تھا

بچوں سے آپ کو خاص شفقت تھی اور ان کی صحبت میں آپ بہت خوش رہتے تھے۔ وہ خوش قسمت بچے جو آپ کے زمانۂ حیات میں تھے اور جنہیں آپ کی شفقت حاصل کرنے کا فخر حاصل ہوا اپنے گھروں میں اس قدر خوش نہ رہتے تھے جتنا کہ آپ کی صحبت میں، بچوں کی صحبت میں اٹھنا بیٹھنا آپ کے لئے کوئی اتفاقی امر نہ ہوتا تھا۔ بلکہ یہ آپ کا قاعدہ اور دستور العمل تھا کہ بچوں کو تلاش کر کے ان کے ہم جلیس ہوتے اور اپنے بہترین خیالات ان کے دماغوں پر منقش کر دیتے۔ کیا تعلیم دینے کا اس سے زیادہ طبعی اور فطری طریقہ کوئی اور ہو سکتا ہے؟

پیغمبر صاحب کی زندگی کا اہم ترین پہلو کہ جس کی مخلصانہ تقلید کے آپ اپنے ان تمام پیرووں سے کہ جن کے دل آپ کے عشق سے لبریز ہیں متمنی بھی ہوں گے۔ آپ کے جذبۂ محبت و عفو تھے جو ان لوگوں کے لئے بھی عام تھے کہ جنہوں نے آپ کو ایذائیں پہنچائیں، آپ کو ضرر پہنچانے طرح طرح کی عقوبتیں دینے حتیٰ کہ آپ کو قتل کر دینے کے ایسے ایسے وسائل

اخراج پہنچ گئے تھے کہ جنہیں سنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن آپ نے ان تمام مخالفتوں کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کیا۔ اور ہمیشہ آپ کا یہ ایمان رہا کہ اس طرح تکلیفیں اٹھا کر آپ اس عظیم الشان مقصد کو پورا کرتے ہیں جو آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔ یہ خیال کہ آپ کا یہ صبر و تحمل جبن و دلیری کی کمی کی وجہ سے تھا اس لیئے رکیک اور ناقابل قبول معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ موقعوں پر باقاعدہ لڑائیوں میں جن کے لڑنے پر آپ کو مجبور کیا گیا آپ نے انتہائی شجاعت اور بہادری دکھائی ہے۔

زندگی کے ہر ایسے موقعہ پر کہ جب معمولی انسان اپنی کمزوری ظاہر کرتا ہے آپ مافوق الانسان بلندی عزم کے ساتھ اٹھے اور گم کردہ راہ عرب کو بہبود و ترقی کا راستہ دکھایا۔ یہ صحیح ہے کہ آپ ایک انسان تھے، مسلمان آپ کو ایک انسان ہی سمجھتے ہیں، اور خدا نہیں بلکہ جماعت انسان کا ایک فرد کہتے ہیں۔ واقعی آپ انسان ہی تھے۔ لیکن ہمیں یہ مزید سمجھ لینا چاہیئے کہ آپ ایک ایسے انسان تھے جیسا کہ فی الحقیقت ایک انسان کو ہونا چاہیئے۔ یا جیسا کہ خدا نے ہمیں بنانا پسند کیا تھا۔ وہ ایک ایسا انسان جیسے کہ ہم سب ہیں، تیرہ سو برس پیشتر کے اس انسان کامل کے آستانے پر آج دنیا کے مختلف گوشوں میں کروڑوں بندگان خدا کی جبینیں نیاز جھکا کرتی ہے، انسانیت کا یہ نمونۂ اکمل ایک روشن آفتاب کی طرح اس دنیا میں آیا تھا اور اپنے کروڑوں شیدائیوں کے دلوں میں ایک سورج ہی طرح ہمیشہ جلوہ گر رہے گا۔

(※)

روحانیت کا جگمگاتا تاج

کس کے سر کی زینت ہے؟ اس کا جواب آپ کو سیرت باقی پڑھنے سے ملیگا۔ یہ کتاب ہندوستان کو نقشبندی دولت سے مالا مال کرنے والی ہے۔ اور ظلمتکدۂ عالم میں نقشبندی شمع روشن کرنے والے خواجہ خواجگان نقشبند حضور غریب نواز خواجہ باقی باللہ دہلوی کی نہایت مکمل مستند اور سبق آموز سوانحعمری ہے اردو میں اس سے پیشتر کوئی مستند کتاب آپ کے حالات میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ کتاب میں دربار باقی اور مؤلف کتاب کے فوٹو بھی شامل ہیں۔ ضخامت ۱۲۵ صفحات۔ قیمت ۱۲ر۔ فہرست مضامین کتاب سیرت باقی حسب ذیل ہے:-

آغاز کلام	حضور کے خصائل و شمائل کا تذکرہ	حضور کے سلوک و معرفت کا تذکرہ	چوتھا کلمہ۔ یادداشت	حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی	حضور کے ملفوظات و ارشادات
ان کتابوں کے نام جن سے کتاب میں مدد لی گئی ہے	صبر و تحمل اور انکساری کی مثال	سلسلہ نقشبندیہ کے اعمال واشغال کا تذکرہ	پانچواں کلمہ۔ ہوش در دم	حضرت شیخ اللہ داد کے حالات	حضور کے مکتوبات
سیرت باقی	بردباری اور عیب اجتناب کی مثال	نقشبندی حضرات کا طریقہ	چھٹا کلمہ۔ سفر در وطن	حضرت شیخ حسام الدین احمد	حضرت شیخ نظام تھانیسری کے نام
چشتیہ اور نقشبندیہ کا اختلاف	رحم دلی اور شفقت کی مثالیں	ذکر کا بیان	ساتواں کلمہ۔ نظر بر قدم	حضرت خواجہ محمد خورد کے حالات	حضرت مجدد الف ثانی کے نام
نقشبندیوں کی نسبت میرا خیال	سخاوت کی مثالیں	مراقبہ کا بیان	آٹھواں کلمہ۔ خلوت در انجمن	صوفیانہ تفسیر	حضرت اللہ داد کے نام
حضور کے نسب شریف کا تذکرہ	زہد و استغنا کی مثال	شیخ کامل کی صحبت کا بیان	نواں کلمہ۔ وقوف زمانی	اعوذ کی تفسیر	حضرت شیخ تاج الدین کے نام
نسب نامہ	نیک خیالی کی مثال	کلمات قدسیہ یازدہ کا بیان	دسواں کلمہ۔ وقوف عددی	بسم اللہ کی تفسیر	حضور کے کشف و کرامات کا تذکرہ
حضور کی ولادت اور تعلیم و تربیت	حضور خواجہ کی بعض خصوصیات	پہلا کلمہ۔ یاد کرد	گیارھواں کلمہ۔ وقوف قلبی	الحمد کی تفسیر	حضور خواجہ کے وصال کا تذکرہ
حضور کی شادی خانہ آبادی کا تذکرہ	حضور خواجہ کے ہمعصر	دوسرا کلمہ۔ بازگشت	دن رات کے وظیفے	قل اعوذ برب الناس کی تفسیر	تاریخ طباعت کتاب سیرت باقی
حضور کے صاحبزادوں کا تذکرہ	حضور خواجہ کی تصانیف	تیسرا کلمہ۔ نگہداشت	حضور کے خلفاء کا تذکرہ	سورۂ فلق کی تفسیر	سیرت باقی پر ایک نظم
	حضور کے ادبی ذوق اور شاعری کا ذکر		حضرت مجدد الف ثانی	سورۂ اخلاص کی تفسیر	خاتمۂ کلام۔ قیمت ۱۲ر

قومی پلیٹ فارم پر دھواں دھار تقریریں

آپ صرف اُسی وقت کرسکتے ہیں جب آپ فن تقریر کے تمام اصولوں سے واقف ہوجائیں۔ نوجوانان قوم کے لیئے ہم نے فن تقریر پر ہندوستان میں سب سے پہلی کتاب فن خطابت شائع کی ہے جس کو پڑھ کر ایک معمولی سے معمولی سمجھ کا انسان بھی مقرر بن سکتا ہے۔ کاغذ بہت دبیز لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کی ضخامت ۱۸۰ صفحہ قیمت صرف ۸ر فہرست مضامین یہ ہے:- دیباچہ فن خطابت۔ خطابت العرب۔ خطیب کھڑے ہو کر دینا چاہیئے۔ اعتماد علی النفس۔ جوش۔ نیک نیتی۔ خطیب کیلئے رعایت معنوی کی ضرورت خطیب کیلئے وسعت نظر کی ضرورت۔ خطبہ کیلئے تیاری کی ضرورت۔ خطابت کیلئے مشق و تعلیم کی ضرورت۔ خطبہ کی ابتدا۔ خطبہ کی مقدار۔ خطبات میں اشعار و ظرافت کا ذکر۔ شاعر و خطیب اور خطیب کا شاعر ہونا ضروری نہیں۔ خطبہ کیلئے بعض قبائل کی تقسیم۔ خطیب کی عزت۔ خطیب کی کمزوریاں۔ خطبات عرب۔ مغربی خطابت۔ واقعات متعلقہ جذبۂ احساس۔ نظرافت زبان۔ لیکچر کی تیاری۔ فن خطابت پر مفید ہدایات۔ مقرر کے جسمانی اوصاف۔ مقرر بننے کی تیاریاں۔ مقرر کے لیئے اعلیٰ سوسے زائد اہم ہدایتیں قیمت ۸ر۔ منیجر رسالہ رشید دہلی

سیرۃ نبوی کی ہدایات مسلمانوں کی عملی زندگی کیلئے

حکمرانی اور محکومی دونوں حالتوں کے واسطے پاک تعلیمات

(از عزیز حسن بقائی)

سیرۃ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک درخشاں باب، آنحضرتؐ (روحی فداہ) کی وہ پاک تعلیم ہے، جس کا تعلق افراد اُمت کی عملی زندگی سے ہے۔ اور جو پاک تعلیم کہ عملی زندگی کے شعبوں، محکومی، اور حکمرانی دونوں کے لیئے، انتہائی مفید اور بغایت نفع رساں ہدایتوں کو محیط ہے، اس مقدس تعلیم کو حکمرانی کے عالم میں اگر ہم نے فراموش نہ کر دیا ہوتا، اور ہمیں بارگاہ رسالت سے جو سکھایا گیا تھا ہمارا طرز زندگی صرف وہی رہتا تو خدا کی وہ عظیم الشان نعمت جس کا نام حریت اور آزادی ہے، ہم سے واپس نہ لی جاتی اور انتہائی بلندی سے آخری پستی میں ہم گرائے نہ جاتے، اور اگر محکومی کی حالت میں ہم اُن ہدایات کے پابند ہوتے جو تعلیم نبوی کا منشا اور مقصد ہے، تو آج اسلامی آبادیاں، موجودہ بے بسی اور پریشانی اور درماندگی میں مبتلا نہ ہوتیں! اور دنیائے اسلام کی سب سے بڑی آبادی جو ہندوستان میں موجود ہے اس طرح گوناگوں مشکلات میں پھنس کے اور زچ ہو کے نہ رہ جاتی۔

اسلام، ایک کیریکٹر پیدا کرتا ہے، جو تخت سلطنت، اور مقام عزت، ہر جگہ ہستی مسلم کو کامیاب اور باوقار رکھتا ہے، مگر اس بدبختی کو کیا کیا جائے کہ "چشمۂ آب حیات" موجود ہے، مگر ہم قاصر اور محروم ہیں، وہ مصیبت کے لیئے اکسیر اعظم موجود ہے، اور دوسروں نے اُس سے فائدہ اٹھایا، لیکن ہم اُس پر اعتقاد، اور عزم راسخ کے ساتھ متوجہ نہیں ہوتے، اور علماء اور مشائخ جن کا کام عوام اُمت کی چارہ سازی تھا ہمارے زمانے میں افسوس ہے کہ اپنے "حقیقی فرض" کی طرف سے غافل ہیں۔ الّا ماشاء اللہ۔

رحمت عالم نے سب ہی کچھ بتا، اور دکھا دیا ہے

اور اپنی پاک زندگی میں دین و دنیا کے فلاح و بہبود کے ہر طریقہ پر خود عمل کر کے فلاح دارین کے دروازے ہمارے لیئے کھول دیے ہیں، اور اس کے ساتھ لاکھوں مومنین، قانتین کی ایک جماعت پیدا کر کے بتا دیا ہے کہ "اُمت مرحومہ" ایسی ہوتی ہے، اور قیامت تک مسلمان، ان مومنین کے نقش قدم پر چلکر ہی دین اور دنیا کی کامیابیاں حاصل کر سکتے ہیں، اور صاف اور علانیہ طور پر فرما دیا ہے کہ:-

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم "میرے اصحاب (تاریکی میں راہ بتانے والے آسمانی) ستاروں کی طرح ہیں کہ جو ان کے نقش قدم پر چلا، کامیاب اور ہدایت یافتہ ہوا (اور جس نے ان کی اقتدا سے انحراف کیا، دین و دنیا کی خرابیوں اور مصیبتوں کا شکار رہا)۔"

لیکن اب ہماری حالت یہ ہے کہ نہ تو آپؐ کی پاک زندگی کو اپنی عملی زندگی کے لیئے ہم نے دلیل راہ ٹھیرایا ہے، نہ آپ کی مقدس تعلیم ہمیں یاد ہے اور نہ آپ کے اصحاب کی پیروی ہمارا طرز زندگی ہے۔

ہمارے زمانہ میں مذہبی جماعتیں اور مذہبی درسگاہیں پیدا ہوئی ہیں، اور اُن کی خدمات بجائے خود نہ محض مفید بلکہ مقدم اور ضروری بھی ہیں، لیکن اعمال مذہبی کو کسی مخصوص ہیئت سے ادا کرنے، یعنی نماز میں پکار کر یا آہستہ آمین کہنے اور ہاتھ ناف پر یا سینہ پر باندھ کر نماز ادا کرنے سے زیادہ اقدم واہم، اور مفید، اور ضروری کام جو ہے، اس کی بجائے افسوس ہے کہ ہماری مذہبی جماعتیں انہیں چیزوں میں پھنس کر رہ گئی ہیں، جن کا اختلاف صحابۂ کرامؓ کے زمانہ سے چلا آتا ہے۔ اور جن اختلافی مسائل کے ہر پہلو پر دلائل شرعیہ موجود ہیں، اور اس لحاظ سے ان کے تمام پہلو شرعی ہیں نہ کہ خلاف شرع، صرف ضعف وقوت کا فرق ہے، پس ان چیزوں کو عوام اُمت کے ذوق اور پسندیدگی پر چھوڑ کر سب سے ضروری کام یہ تھا، کہ مسلمانوں کی اس متاع گمشدہ کو حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی، جس کا نام "اسلامی کیریکٹر" "اسلامی اخلاق و سیرت" ہے۔ اور جس کے فقدان نے مسلمانوں کو، بلندی سے گرا کے پستی کے اس درجہ تک پہنچا دیا ہے کہ اس کے بعد اور کیا پستی ہوگی؟

دنیا کے حقائق ثابتہ کی طرح، اور علم، اور سائنس کی ہر حقیقت کی طرح یہ ایک پوری صداقت ہے، کہ مسلمانوں نے جو تہائی صدی میں تاریخ عالم کا جو نقشہ بدل دیا، اور بکریاں چرانے والے بدوی، عالم کے سلطان بنا دیئے گئے، تو یہ صرف اُس "اسلامی کیریکٹر" ہی کا کرشمہ تھا، کہ سرور عالم روحی فداہ کے مبارک ہاتھوں نے، جس کی تعمیر کی تھی، آج اور ہمیشہ صرف یہی "اسلامی کیریکٹر" ہے، جو واحد ذریعہ مسلمانوں کی نجات اور ترقی کا ہوگا، اور صرف آقائے کائنات

کی پاک زندگی، اور اس سے حاصل ہونے والی ہدایتیں ہی ہمارے لیے "آب حیات" کا سرچشمہ ہیں، اور یہی وہ چشمۂ آب زندگی ہے جس سے ہم آزادی اور زندگی کا، اور دین و دنیا کے وقار و منزلت کا وہ مقام حاصل کرسکتے ہیں جو اُمت مرحومہ کا اصلی مقام ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یہ اُمت مسلمہ وہ بہترین اُمت ہے جو انسانی آبادی سے پیدا ہوئی۔ اور پروردگار عالم نے جسے اپنے لیے خاص کرلیا تھا، اور تمام قوموں سے اُس کو برتر و بہتر کردیا تھا۔

پس بہتر ہے کہ خدا کے آخری پیغمبر اور سب سے بڑے پیغمبر (دل و جان فدائے نامش باد) کی پاک زندگی سے، اپنی عملی زندگی میں فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہم سرگرمی اختیار کریں، اور اس بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے از بر کرلیا جائے۔ اور اس کی تکرار کی جائے اور ہر مسلمان دوسروں سے ان باتوں کا چرچا اور تذکرہ بار بار کرتا رہے۔

سیرۃ نبوی اور تحمل اور رواداری

تحمل، برداشت، اور رواداری کے فقدان نے، آج مسلمانوں کو ایسی مشکل میں مبتلا کردیا ہے، کہ اس مشکل سے اُن کی مخلصی روز بروز ایک پیچیدہ کام ہوتی جاتی ہے۔ انسان کی اصلی طاقت وہ نہیں ہے جس کا مظاہرہ مسجدوں کے سامنے باجہ روکنے (میرے بھائی اس صاف گوئی کے لیے مجھے معاف کریں) کے لیے آئے دن ہوتا رہتا ہے، یا اس قسم کے دوسرے معاملات کے لیے جنہیں ہم نے نادانی سے سمجھ رکھا ہے کہ بس عزت اسلام کا انحصار ہی ان چیزوں پر ہے، اور انہیں پر کٹ مرنا اسلام کی خدمت کا حق ادا کردیتا ہے۔ بلکہ اصلی طاقت تحمل اور برداشت اور رواداری میں مضمر ہے، اور تحمل اور رواداری سے جو قوت پیدا ہوتی ہے وہ ایسی چیز ہے کہ اگر پہاڑ اس کی راہ میں حائل ہوں تو ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں، اور دنیا کی کوئی طاقت اس **الٰہی طاقت** کا مقابلہ کر نہیں سکتی ہے۔

اور "رواداری" مجبوری کا دوسرا نام نہیں ہے، بلکہ یہ دل کی ایک کیفیت کا نام ہے، اس کا سرچشمہ محبت ہے، وہ محبت جو ذاتی غرضمندی سے پاک ہو، اور جس کا اظہار صرف دوسروں کی بھلائی کے لیے ہو، محبت ایک پیام ہے جو اپنے جواب میں محبت ہی چاہتا ہے، لیکن یہ وہ اعلیٰ محبت ہے، کہ اس کے پیام کا جواب اگر نفرت اور عداوت، مخالفت اور خصومت سے دیا جاتا ہے جب بھی وہ کمزور نہیں ہوتی، بلکہ قلب کی زیادہ گہرائی میں اترتی جاتی ہے، اور زیادہ قوت اور شدت سے نمودار ہوتی ہے۔ اس محبت اعظم، اس رواداری گیری کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں، جو ہمیں

رحمۃ للعٰلمین کی پاک زندگی میں

ملتے ہیں۔ آپ کی شانِ پاک تو ان مظاہر محبت و رواداری سے بھی کہیں ارفع و اعلیٰ ہے، اور یہ تو کچھ سبق ہیں جو قرار اُمت مرحومہ کے لیے ہیں، کہ انہیں اس نقش

قدم پر چل کر دنیا میں اپنا مقام حاصل کرنا چاہیئے، اور ہر زمانہ میں، آپ کی اُمت کا ایک برگزیدہ گروہ (طبقۂ حضرات صوفیائے کرام) موجود رہا ہے، جس نے اپنی عملی زندگی میں اس سنتِ نبوی کا حق ادا کیا ہے، کہ درحقیقت سب سے بڑی سنتِ نبوی، اخلاق و معاشرت میں آپ کا اتباع ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ "ہر کربلا" کے بعد اسلام کو اسی سنتِ نبوی کی پیروی نے زندہ کیا ہے، اور یہی وہ سب سے مشکل مقام ہے جس کی بلندی کو حاصل کرنا، ہر مومن و مسلم کی سب سے بڑی آرزو ہوسکتی ہے، اور ہونی چاہیئے۔

سیرۃ نبوی میں محبت و رواداری کے مظاہر، اور نیکی کے عوض بھلائی، اذیت رسانی کے جواب میں نفع رسانی کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے، بہتر ہے کہ اس سلسلہ کے صرف چند مشہور واقعات لکھے جائیں تاکہ برادرانِ ملت ان پر اس روشنی میں غور کریں کہ ان واقعات سے ہم اپنی عملی زندگی کے لیے کیسی عظیم الشان طاقت حاصل کرسکتے ہیں،

واقعہ طائف

ابتدائے اسلام کا زمانہ ہے، آپ طائف میں دعوت تبلیغ و پیغام حق کے لیے تشریف لے جاتے ہیں کہ وہاں لوگوں کا کسی تقریب سے ایک اجتماعِ عظیم ہے۔ آپ توحید باری کا پیام لوگوں کو پہنچاتے ہیں، لیکن قبول کرنے کی بجائے وہاں اس کا تمسخر اڑایا جاتا ہے، اور محبت کا جواب نفرت سے دیا جاتا ہے، اور بعض اوباش آپ کے پیچھے لگ جاتے ہیں، اور طائف سے مکہ تک تمام راستہ آپ پر سب و شتم اور سنگ باری کی جاتی ہے، یہاں تک کہ جسم مبارک لہولہان ہوجاتا ہے، اور مبارک نعلین خون سے بھر جاتی ہیں۔

حالت یہ ہے کہ اب اگر آپ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح یہ بددعا کریں کہ:-

رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا — اے پروردگار! روئے زمین پر منکرین بدبخت کا، بسنے والا ایک گھر بھی باقی نہ چھوڑ۔

تو اس کا آپ کو حق حاصل ہے۔ اور یہ سنتِ انبیاء کے خلاف بھی نہیں ہے، شاید اسی لیے خدا کا فرشتہ آتا ہے، اور آپ سے کہا جاتا ہے کہ آپ اس قوم کے لیے بددعا کریں، تاکہ اس کی بجائے خداوند خدا دوسری سعید و رشید قوم کو لائے، اور دنیا از سر نو آباد ہو، مگر آپ بددعا کی بجائے یہ فرماتے ہیں:-

اللھم اھد قومی فانہم لا یعلمون — میرے خدا! میری قوم کو سمجھ اور ہدایت دے کہ وہ مجھے جانتی اور پہچانتی نہیں ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اگر خدائے واحد پر ایمان نہیں لاتے تو کیا عجب ہے کہ ان کے بیٹے اور پوتے ایمان لے آئیں۔

طائف کا یہ واقعۂ مصیبت کوئی تنہا حادثہ نہیں بلکہ آپ کی تبلیغی زندگی

میں جو مصائب برسہا برس تک برابر پیش آتے رہے ہیں، قرآن کے سلسلئہ قرش ایک کڑی ہے، لیکن کسی موقعہ پر بھی "رحمت مجسم" کی شفقت و رحمت میں ذرہ پیدا نہیں ہوا، اور محبت کی وہ آگ جو اپنی قوم کے لئے آپ کے اندر موجود تھی کسی وقت میں بھی اس کے شعلے کمزور نہیں ہوئے۔ بلکہ ہر مصیبت اور قوم کی ہر مخالفت و سخت گیری، اس پاک محبت کو زیادہ گہرائی تک پہنچاتی رہی، آپ خود فرماتے ہیں کہ "خدا کی راہ" میں (مشکل ترین حالات کا مقابلہ کرنے میں) جس قدر مجھے تکلیف پہنچی ہے، شاید کسی اور پیغمبر کو اس قدر تکلیف و مصیبت اس راہ میں پیش نہیں آئی" یا یہ کہ قوم کی بہت سے کوچے میں نہ آپ کے پاک قدم کمزور ہوتے ہیں نہ اس راہ میں آپ کی سرگرمیاں کم ہوتی ہیں، اور پھر آپ کو عرب اور تمام عالم انسانیت کی اصلاح و فلاح کی ایک نئی دنیا تعمیر کر دینے میں کامیابی بھی سب سابقین سے بڑھ کر حاصل ہوتی ہے۔

کیا سیرۃ نبوی کے اس پہلو میں اُمت مرحومہ کے لئے کوئی سبق موجود ہے؟ کیا ہم حرماں نصیب، سیرۃ پاک کے ان واقعات سے اپنی عملی زندگی کو آراستہ اور کامیاب بنانے کی کوئی آرزو رکھتے ہیں؟

اسلام اس کا جواب، اُن مسلمانوں سے مانگتا ہے جو خدا کی راہ میں ایثار و فدائیت کا کوئی مخلصانہ جذبہ اپنے اندر رکھتے ہوں!

لعنت اور بددعا کرنے سے انکار

اسی سلسلہ میں بعض احادیث صحیحہ بھی ہمیں یاد رکھنی چاہئیں۔

بخاری شریف میں ہے:۔

فان لم یکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا لعانا ولا سبابا۔ کان یقول عندا

نہ تھے جناب رسول خدا صلعم فحش گو، اور نہ کسی کو، اور کسی چیز کو لعنت کرنے والے، اور نہ کسی پر سب و شتم کرنے والے، بہت ہی غصہ ہوتے تو صرف اتنا فرماتے۔ "اسے کیا ہو گیا ہے، وہ کیا کرتا ہے اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔"

اس سے بڑھ کر ایک اور حدیث سنئے، کہ آپ کو کفار اور مشرکین کے حق میں بھی بددعا کرنے سے انکار تھا،

صحیح مسلم میں ہے،

عن ابی ھریرۃ قال قیل یا رسول اللہ! ادع علی المشرکین۔ قال۔ انی لم ابعث لعانا وانما بعثت رحمۃ،

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا! یا رسول اللہؐ مشرکین پر بددعا کیجئے تاکہ وہ ہلاک ہو جائیں، اور تباہ ہو جائیں، آپؐ نے (ارشاد) فرمایا "میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں، بلکہ میں رحمت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

دوسری روایت میں ہے کہ:۔

"میں (اس لئے) نہیں بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کو خدا سے دور کر دوں بلکہ اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کو اللہ سے اور اس کی رحمت سے قریب کر دوں! (لوگوں پر) لعنت کرنی میرے حال (اور منصب) کے (سراسر) منافی ہے"

کیا، ہمارے اخلاق میں آج اپنوں کے لئے اور غیروں کے لئے اپنی گنجائش ہے کہ وہ ہمیں تکلیفیں پہنچائیں اور ہمیں انتقام کی ہر طرح قدرت حاصل ہو اور ہم کو ان کے حق میں بددعا تک گوارا نہ ہو؟

لیکن اُمت مرحومہ میں، ایک پاک گروہ ہے، جس نے بے شک اس سنتِ نبوی پر عمل کیا ہے، چنانچہ حضرت غوث اعظم سید شیخ

عبدالقادر جیلانی کی وصیت

ہے کہ ہرگز کسی شخص پر لعنت نہ بھیجی جائے، اور جو اپنے ساتھ بُرائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کی جائے

یہی اخلاق تھے، جنہوں نے قلوب میں وہ طاقتیں پیدا کر دی تھیں کہ وہ ہوں بندگان خدا صرف ایک پکار پر خدا کے رستہ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے، اور کامیاب اور فائز المرام ہوتے تھے، اور اسی اخلاقی طاقت کے فقدان نے مسلمانوں کو ہر جگہ مشکلات و مصائب میں مبتلا کر دیا ہے، جن سے نکلنے کا راستہ صرف اسی طاقت کو از سرِ نو حاصل کرنے کے سوا دوسرا نہیں ہے،

نصرانیوں نے مسجد نبوی میں اپنی نماز پڑھی

اسی سلسلہ میں ایک عظیم الشان واقعہ وہ ہے، جبکہ عیسائیوں کا ایک ڈیپوٹیشن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تھا، اور حکم ہوا تھا کہ انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا جائے،

یہ مسجد نبوی تھی، جس میں آپؐ نے اور حضرات صحابہؓ نے خدائے واحد کی عبادت اپنے طریقہ پر کی، اور جب عیسائیوں کا ارادہ اپنی نماز کا ہوا، تو انہیں اسی مسجد میں اپنی نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی گئی، اور انہوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اپنی عبادت کر لی،

سیرۃ نبوی کا صرف یہی ایک واقعہ حقیقی رواداری، اور مذاہب عالم میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کی بنیاد قائم کرنے کی عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے، کاش کہ ہم غور کریں، اور سبق اور ہدایت حاصل کریں،

صلح حدیبیہ

ان سب سے بڑھ کر اسلام کی حقیقی اسپرٹ کا مظاہرہ، صلح حدیبیہ کا مشہور واقعہ ہے،

اب وہ زمانہ ہے کہ دعوت اسلام پھیل چکی ہے اور وہ کہ جس نے

سابقین کو بشارت دی تھی، کہ میں ہی رب الارباب اور خداوند خدا ہوں، جو فاران کی وادیوں میں اپنی فوجوں کے ساتھ اپنے جلال وجبروت کو ظاہر کرنے والا ہوں"۔ فاران کی وادیوں میں اپنے جلال وجبروت کے ساتھ آچکا ہے، اور فاتحین عالم میں سب سے بڑی فاتح قوم پیدا ہوچکی ہے، جس نے چوتھائی صدی میں، دنیا کے اندر وہ انقلاب پیدا کردیا کہ تاریخ اس سے بڑھ کر عالم انسانیت کی ترقی وبہبود کے کسی انقلاب کو نہیں جانتی!

اور وہ کہ جنہیں مکہ کی گلیوں میں برسہا برس ستایا گیا تھا، جرار لشکر کے ساتھ، فاتحین کے سیلاب کے ساتھ جسے روکنے سے سمندر اور پہاڑ عاجز ہیں اب "خدا کے گھر کے" دروازہ تک پہنچ گئے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ امن وامان کے ساتھ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم کے تعمیر کردہ خانۂ خدا میں اپنا صرف ذوق عبادت پورا کریں۔ اور واپس تشریف لے جائیں، راستہ میں روکے جاتے ہیں، اور باوجودیکہ آہنی تلوار کی ایک ہی ضرب تمام مزاحمتوں کو ہمیشہ کے لئے "اس راستہ سے دور" کرسکتی ہے، اس پر تیار ہوجاتے ہیں کہ مخالفین کے ساتھ آشتی، اور امن، اور رواداری کی بنیاد پر معاملے کریں،

گفتگو ہوتی ہے، اور مخالفین کی ہر شرط قبول کرلی جاتی ہے، اور یہ ایسی شرطیں ہیں کہ حضرات صحابۂ کرام میں ہلچل مچ جاتی ہے، کہ ایسی دب کر صلح کی گئی ہے کہ کوئی فاتح بھی اتنا دب کر صلح نہیں کرسکتا۔

مگر یہی دب جانا اور مخالفین کو خوش کردینا، اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے گرم خون پر رواداری، کا ایسا ٹھنڈا پانی ڈالدیتا تھا، کہ آج بھی دنیا کی کوئی سیاست، اور کوئی عسکری اور فوجی ضابطہ، جسے گوارا نہیں کرسکتا۔ مگر یہ درحقیقت فاتح اور مفتوح کی صلح نہ تھی، بلکہ رواداری کا لاثانی مظاہرہ، اور روح اور اخلاق کی فتح عظیم تھی، اور اسی نے اشاعت اسلام کا راستہ صاف کردیا، اسی نے سخت دل مخالفین کے قلوب کو چیر ڈالا، اور ان میں، اسلام کی محبت کی شعاعیں داخل ہونے کی کھڑکیاں کھول دیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ کم سے کم مدت میں، تمام جزیرہ نمائے عرب، فاتح عظیم رحمت مجسم کے قدموں پر تھا! اور مخالفین کی یہی جماعتیں "رب الافواج" کے لشکروں سے بدل گئیں۔

سیرۃ نبوی کا واقعۂ عظیم

ایک اور سبق ہے اُس حال کے لئے، جبکہ طاقت، اور تلوار ہاتھ میں ہو، اور بیک ضربت آہنی مخالفین کے لشکر جرار معدوم کئے جاسکتے ہوں، لیکن "اختیار وقدرت" حاصل ہونے کے باوجود، انہیں معاف کردیا جائے، اور جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کردیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم

وھو ارحم الراحمین ۰

ٹھیک اسی طرح کا وہ واقعہ ہے جبکہ کائنات قلوب کا سب سے بڑا فاتح، ایک جرار فاتح لشکر کے ساتھ، اپنے وطن میں داخل ہوتا ہے، اُس وطن میں، جہاں خداوند خدا کا وہ گھر ہے، جس میں اُس کے ہر گھر سے بڑھکر اس کی تقدیس کی گئی ہے، جس گھر میں سب سے زیادہ صمیم قلب سے بھلی دعائیں اُس سے مانگی گئی ہیں، جس گھر میں سب سے زیادہ اس کی محبت کے پاک آنسو بہائے گئے ہیں، اور جس گھر کو "ابوالانبیاء" حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کے مقدس ہاتھوں کی تعمیر کا شرف حاصل ہے، اب یہ وہ وقت ہے کہ مخالفت کی ہر طاقت پامال ہوچکی ہے اور مخالفین کا ہر فرد صرف فاتحین کے رحم پر ہے، اُن فاتحین کے رحم پر، جنہیں انہیں کے ہاتھوں ہر دکھ پہنچایا گیا تھا، جنہیں اُن کے گھروں سے نکالا گیا تھا، جن سے خدا کے اُس گھر کو چھڑایا گیا تھا، جو اُن کو دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر عزیز تھا، لیکن اُس وقت قتل عام کی بجائے، جو تاریخ عالم کے ہر فاتح کا ہمیشہ دستور رہا ہے، بخشش عام کی منادی کی جاتی ہے، اور سنت یوسفی کی طرح، سنت محمدی صلوٰۃ اللہ علیہم، ایک دفعہ پھر خداوند خدا کی اس شان رحمت کو بے نقاب کرتی ہے کہ کس طرح اپنے بندوں پر، اس کی رحمت، اُس کے غضب وانتقام پر سبقت رکھتی ہے۔

منادی کی جاتی ہے، کہ "اے وہ لوگو! جنہوں نے مجھے ستایا اور دکھ دیا ہے، میں تمہیں معافی کا پیام عام دیتا ہوں، آج کے دن، میرے اور تمہارے درمیان کوئی خصومت باقی نہیں ہے، وہ خدا جس نے مجھے تمہارے لئے ہر طرح کا اختیار دیا ہے، اُسی کے نام پر میں تمہیں معاف کرتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ وہ بھی تمہیں معاف کردے!"

حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی سنت نبوی کے اتباع میں

یہ ہے، اسلام کی حقیقی اسپرٹ، یہ ہے وہ تلوار جس نے اسلام کو قلوب کی گہرائیوں تک اتارا ہے اور یہ ہے، وہ سنت نبوی، جس کا اتباع صرف اُن نفوس قدسیہ نے کیا ہے، جنہوں نے، سنت مصطفویہ کو ہی اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد قرار دیا، اور ہر زمانہ میں اسلام کی یہ حقیقی، سپرٹ اُن کی بدولت زندہ ہوتی رہی،

تاریخ اسلام، ہزاروں واقعات اور شہادتیں اس کی تائید میں پیش کرسکتی ہے، مگر میں صرف ایک واقعہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی (قدس سرہٗ) کی پاک زندگی کا پیش کرنے پر اکتفا کروں گا،

ایک شخص تھا جو حضرت "کا شدید مخالف تھا، ہمیشہ بدگوئی کرتا رہا ہمیشہ طرح طرح سے آپ کو اذیت وتکلیف پہنچاتا رہا۔ کبھی آپ کے مکان کو

آگ لگا دی، کبھی اور ستم کیئے، مگر آپ نے اور آپ کی مرضی مبارک کے مطابق آپ کے ارادتمندان جاں نثار میں سے کسی نے بھی کبھی انتقام لینا تو کیا، جواب تک نہ دیا حتیٰ کہ تذکرہ بھی اس مخالفت وخصومت کا مجلس مبارک میں نہ ہوتا تھا،

آخر ایک دن وہ وقت آگیا، کہ یہ شخص ذکر قبر کے گڑھے میں چلا گیا، آپ نے سُنا تو آپ بعض معتقدین کے ساتھ اس کی قبر پر تشریف لے گئے، فاتحہ کے بعد آپ نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی، اور فرمایا" اے میرے پروردگار! تو جانتا ہے کہ اس شخص نے مجھے برس ہا برس تک طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں لیکن میں تیری رضا، اور خوشنودی کے لیئے ہمیشہ صبر کرتا رہا، اور کبھی جواب نہ دیا، اب یہ شخص عاجزانہ اس قبر کے کونے میں پڑا ہوا ہے، میں اسے معاف کرتا ہوں اور تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو بھی میری سفید داڑھی کا لحاظ فرما، جس کے بال تیرے ہی کوچہ محبت وعشق میں سفید ہوئے ہیں کہ اور اگر تجھے اس کا کوئی فعل اس وجہ سے بُرا لگا ہو کہ میں بھی آخر تیرا بندہ ہوں تو میری اس سفید داڑھی کا واسطہ تو بھی اسے معاف کردے!

حضرتؐ کی ذات مقدس کی شان تو اس سے بھی بڑھکر ہے، اور ان مظاہر عفو ورحم کے بغیر بھی آپ کے رحیم وکریم ہونے میں شبہ نہ تھا، یہ تو صرف تفہیم ہے، جو اُن لوگوں کے لیئے ہے، جو حقیقی اسلام کو اسلام کے حقیقی وارثوں، کی زبان سے حاصل کرتے اور اس پر عمل کرتے ہوئے فلاح دین ودنیا کا آرزو رکھتے ہوں، یہی وہ حضرات ہیں، جن کی یہ تعریف ہے۔

العلماء ورثت الانبیاء — میری اُمت کے علمائے حق ہی وارث انبیاء ہیں۔

خدا ہمیں ان کے پاک قدموں کی خاک ہوجانا نصیب کرے آمین،

سیرۃ نبوی میں رحم ومعافی کا ایک سبق

صلح حدیبیہ، اور فتح مکہ کے واقعات تو سیرۃ نبوی کے وہ واقعات ہیں، جن کا تعلق تاریخ عالم کے اہم بالشان واقعات سے ہے، سیرۃ نبوی میں بے شمار واقعات ہیں، جو رحمۃ للعالمین" کے شان رحم وکرم کو مختلف صورتوں سے ظاہر کرنے والے ہیں، منجملہ اُن کے

ایک مہمان کا واقعہ ہے

کچھ غیر مسلم لوگ تھے، جو مدینہ طیبہ میں تعلقات ہموطنی کے سلسلہ میں گئے تھے، وہ آپ کے مہمان ہوئے تھے، آپ نے، ایک ایک مہمان ایک ایک صحابی کے سپرد کردیا، کہ وہ میزبانی کا حق ادا کریں، ان میں ایک شخص تھا جو نہایت درشت خو، اور بدشعار تھا، کسی نے بھی اُسے قبول نہ کیا، لیکن "اس سب سے بڑے" کو اُن کے سوا کون قبول کرسکتا تھا، جو فرماتے ہیں کہ:۔

الصالحون للّٰہ — اچھے لوگ اللہ کیلئے ہیں، اور
والطالحون لی، — بُرے میرے لیئے، :"

چنانچہ اس "بُرے مہمان" کو آپ نے اپنا مہمان رکھا، اور حجرۂ نبوی میں اسے جگہ دی گئی، رات کا کھانا، کاشانۂ نبوی سے بھیجا گیا۔ اور اُس نے اتنا زیادہ کھالیا کہ معدہ ہضم نہ کرسکا، اور یہ شاید اس لیئے کیا کہ آپ کے گھر میں کھانا نہ بچے، اور اہل بیت سب فاقہ کریں، نتیجہ یہ ہوا کہ اسہال شروع ہوگئے، اور حجرۂ نبوی کا وہ بستر جو اسے آرام کے لیئے عطا فرمایا گیا تھا۔ آلودۂ نجاست ہوتا رہا، صبح ہوئی تو اس خوف سے کہ لوگ اسے اس شرارت کی سزا دیں، بہت پہلے اٹھ کر بھاگ گیا مگر اپنی تلوار بھول گیا، آپؐ تشریف لائے تو مہمان کو نہ پایا، اور افسوس کیا کہ مہمان بغیر رخصت چلے گئے ادھر "مہمان" کو اپنی تلوار یاد آئی، اور ڈرتے ڈرتے وہ اُسے لینے کی غرض سے حجرۂ نبوی تک آیا، تو آکر ماجرا دیکھا کہ، پاکوں کے سردار، خود دست مبارک سے آلودۂ نجاست کپڑوں کو پاک وصاف کر رہے ہیں، اور مہمان کو دیکھ کر عتاب وخطاب کی بجائے آپ نے فرمایا تو یہ کہ "تم ہم سے ملے بھی نہیں، اور چلے گئے" اُس نے کہا "میری تلوار رہ گئی ہے" آپ نے تلوار اس کے حوالے کی، اور بغیر اس کے کہ مبارک چشم وابرو پر ذرہ برابر بھی کسی ناگواری کا اثر ہو، اُس کی نجاست سے کپڑوں کی پاکی وصفائی میں مشغول ہوگئے،

یہ دیکھ کر کون ہوسکتا ہے، خواہ، وہ بھی درشت خو، مہمان ہی کیوں نہ ہو کہ اس کا پتھر دل پانی پانی نہ ہوجائے، چنانچہ یہ شخص اسی وقت قدم مبارک پر گرا اور پکار اٹھا،

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ!!

سیرۃ نبوی میں معاملات کی رواداری کے واقعات

ایک یہودی قرضخواہ کا تشدد، اور آپ کا تحمل

ایک حدیث ہے، جسے میں چاہتا ہوں کہ بجنسہ نقل کردوں،

وعن علی ان یھودیا کان	حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فلاں یہودی
یقال لہ فلان حبرٌ کان	(یہ کہتا ہے ایک یہودی سے جو علمائے
لہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ	یہود سے تھا) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم دنانیر	وآلہ وسلم نے چند دینار قرض لیئے، پس
فتقاضی النبی صلی اللہ	آنحضرت پر اُس نے تقاضا کیا، کہ قرض
علیہ وسلم فقال لہ، یا	ادا کریں، آنحضرتؐ نے اُس سے فرمایا،
یھودیؐ ما عندی ما	کہ اے یہودی! میرے پاس وہ چیز (اس
اعطیک قال فانی لا افارقک	وقت) نہیں ہے، کہ میں، تیرے دینار اس
یا محمد، حتی تعطینی فقال	کے بدلے میں (یعنی تیرا قرض ادا کرنے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	کے لیئے) تجھے دوں۔ اُس یہودی نے
وسلم اذا اجلس معک فجلس	کہا، کہ (جب تک) آپ میرا قرضہ

معہ فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الظہر، والعصر والمغرب، والعشاء والغداۃ وکان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتہددونہ ویتوعدونہ. ففطن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الذی یصنعون بہ، فقالوا یا رسول اللہ یہودی یحبسک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، منعنی ربی ان اظلم معاہداً وغیرہ. فلما ترجل النہار قال الیہودی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ الخ

مجھے نہ دیجئے، میں آپ سے جدا نہیں ہونے کا، پس آپ نے اُس سے فرمایا چونکہ تو آپ مجھ سے جدا نہیں ہوتا، اور مجھے نہیں چھوڑتا، جب تک کہ میں تیرا قرضہ تجھے نہ دیدوں، لہذا میں تیرے ساتھ (اسی مقام میں) بیٹھ جاتا ہوں، اور تیرے سامنے سے میں نہیں جانے کا۔ پس آنحضرتؐ اسی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور (اسی جگہ) آپ نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح (ان پانچوں وقت کی) نماز پڑھی (یعنی ظہر سے لے کر نصف دن اس کے بعد تمام رات آپ نے وہیں بیٹھ کر گذار دی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا یہ حال تھا کہ اُس (یہودی) کو ڈراتے تھے اور خوف دلاتے تھے یہ کہ قتل کر دیں گے، یا اسے (مدینہ) سے نکال دیں گے، لیکن آنحضرت صحابہؓ کو اس سے منع فرماتے، یا ان کی طرف خفگی کی نظر سے دیکھتے تھے، پس صحابہؓ نے ارادہ کیا کہ (اس کی) معذرت کریں۔ اور صحابہؓ نے، عرض کیا کہ یا رسول اللہ، یہودی تو (آپ کو) روکے، اور (اس جگہ سے) نکلنے میں مانع ہو (اور ہم وہ دل کہاں سے لائیں کہ یہودی کے اس تشدد کو برداشت کریں) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے پروردگار نے اس سے منع فرمایا ہے کہ میں ذمی پر، اور غیر مسلموں پر ظلم کروں، (اور اس کا حق اسے دے دوں) پس جب کہ دن نکل آیا اور یہودی نے آپ کے انصاف، تحمل اور رواداری کا یہ ماجرا دیکھا، اور اسی طرح شب گذاری کے باوجود آپ میں اخلاق و تحمل کے سوا کوئی اثر ناگواری کا نہ پایا، تو اُسی وقت یہودی نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

(اس حدیث کی شرح میں محدثین نے جو لکھا ہے اُس میں سب سے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ آپ کی طرف سے صحابہؓ چاہتے ہونگے کہ قرض کو وہ ادا کر دیں۔ اور آپ نے اسے قبول نہ فرمایا ہوگا، کہ آپ کسی کے بار احسان کو بھی اپنے لیے قبول نہ فرماتے تھے)

دوسرا واقعہ

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ ہے۔ کہ ایک قرضخواہ نے اُس وقت جبکہ آپ مجمع صحابہؓ میں جلوہ افروز تھے، آپ پر ادائے قرض کا تقاضا اس شدت اور گستاخی کے ساتھ کیا کہ حضرت عمر فاروقؓ کو تاب ضبط اور یارائے تحمل باقی نہ رہا، اور اُن کی تلوار نیام سے باہر نکل آئی۔ مگر آپ نے حضرت عمر فاروقؓ پر خفگی ظاہر فرمائی، اور یہ ارشاد ہوا، "اے عمر! تم کو مناسب یہ تھا کہ مجھے مشورہ دیتے کہ قرضخواہ کے دینار جو آپ کے ذمہ ہیں، ادا کر دیجئے، اور قرضخواہ کو یہ نصیحت کرتے کہ وصولی قرض میں نرمی اور سہولت اختیار کرے"

یہ فرما کر آپ نے اُسی وقت اس قرضہ کو ادا کر دیا، اور حکم دیا کہ احساناً اس شخص کو اس کے قرض سے کچھ زیادہ دے دیا جائے"

ان واقعات کے بعد بہتر ہے کہ اُن چیزوں کے متعلق جن سے حاکم و محکوم دونوں کا وہ کیریکٹر پیدا ہوتا ہے جو تحت سلطنت اور مقام طریقت دونوں حالتوں میں انسان کو کامیاب اور فائز المرام کر دے، صحیح احادیث بجنسہ نقل کر دی جائیں۔

ظلم کی برائی

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الظلم ظلمات یوم القیامۃ (بخاری ومسلم)

ظلم قیامت کے دن ظلمتوں اور تاریکیوں کا موجب ہوگا

(یعنی قیامت کے دن تاریکیاں ہر طرف سے ظالم کو گھیر لیں گی اور قیامت کے دن جو نور کہ مومن کو نصیب ہوگا، اور ان کے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں دوڑتا ہوگا، اُس نور سے ظالم قطعاً محروم ہو جائے گا)

(۲) وعن ابی موسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیملی الظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ ثم قرأ وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ، الخ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ (انہوں نے کہا ہے) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، اور اس کی عمر دراز کر دیتا ہے، یہاں تک کہ جس وقت (اللہ اُس کے پاداش ظلم میں اُسے) پکڑ لے گا تو اُسے نہیں چھوڑے گا، اور ظالم اُس کے عذاب (دردناک) سے (کسی طرح) بھاگ نہ سکے گا۔ پھر آنحضرت نے (قرآن مجید کی یہ آیت (اپنے دعا کے) موافق پڑھی، (یعنی)

"اسی طرح سے تیرے پروردگار کا (ظالموں کی) گرفت کرنا ہوتا ہے جس طرح کہ وہ (ظالموں) کی آبادیوں کو پکڑتا (اور) انہیں اُن کے کیفر کردار کو پہنچا دیتا ہے"

۳۔ بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، کہ میری اُمت سے قیامت کے دن مفلس ترین وہ شخص ہوگا (اگرچہ دنیا میں مال و جائداد کے لحاظ سے کیسا ہی غنی رہا ہو) کہ قیامت کے دن روزے، اور نماز، اور زکوٰۃ اور طرح طرح کی مقبول عبادات اُس کے پاس ہوں گی، لیکن وہ اس حالت میں آئیگا کہ (دنیا میں) کسی کو گالی دی ہے، یا کسی پر بہتان طرازی کی ہے

اس کا مال کھا گیا ہے، یا خون ناحق کیا ہے۔ پس ظالم کی نیکیوں (اور عبادتوں) میں سے اس مظلوم کو اس کا حق دیا جائے گا (اور اگر ظالم کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور مطالبۂ مظلوم باقی رہا، تو عبادات مقبول کا سرمایہ دار ہونے کے باوجود یہ) ظالم دوزخ میں ڈالا جائے گا،

۴ - وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لتؤدن الحقوق الٰی اھلھا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن، حق داروں کے حقوق ادا کئے جائیں گے یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے، بے سینگ بکری (کو سینگ) مارنے کا بھی، بدلہ لیا جائے گا،

حضرت عمر فاروق رضؓ کا ایک قول

حضرت سلطان المشائخ سلطان نظام الدین محبوب الٰہی رحؒ سے (سیر الاولیاء میں) منقول ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ میرے عہد خلافت میں، دریائے نیل کے کنارے پر اگر (ظلماً) کسی بکری کی ٹانگ توڑی گئی ہو گی، تو میں ڈرتا ہوں کہ اس کی باز پرس مجھ سے نہ کی جائے (کہ میرے زمانۂ حکومت میں ایسا ظلم کیوں ہوا)

خلق پر شفقت

وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، مخلوق (خدا) کے لئے شفقت کرنے والے پر خدائے رحمٰن رحم و کرم فرماتا ہے، تم ان پر رحم کرو جو زمین پر ہیں تاکہ تم پر (وہ) رحم کرے، جو آسمان میں ہے،

حمایت مظلوم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، من اغاث ملھوفاً کتب اللہ لہ ثلثاً وسبعین مغفرۃ واحدۃ فیھا صلاح امرہ کلہ وثنتان وسبعون لہ درجات یوم القیامۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص کسی مظلوم کی فریاد کو پہنچے (اور حمایت مظلوم میں سرگرمی اختیار کرے) اللہ تعالیٰ اسکی تہتر مغفرتیں (فرمائے گا کہ) ان تہتر مغفرتوں میں سے ایک مغفرت (وہ) ہے کہ اس (مغفرت) میں (اس کے دنیا و آخرت کے) سب کاموں کی صلاح و فلاح (مضمر) ہے، اور بہتر مغفرتیں اس کے لئے قیامت کے دن اس کی (ترقی) درجات کی ہونگی،

حقوق ہمسایہ

(۷) وعن عائشۃ وابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال ما زال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جبرئیل مجھے حق ہمسایہ (اور اس پر احسان کرنے، اور اس سے دفع ضرر کرنے) کی (اس طرح) ہمیشہ وصیت کرتے تھے کہ میں نے گمان کیا، کہ (شاید) پڑوسی کو پڑوسی کے مال و جائداد کا وحی الٰہی سے وارث کر دیں گے۔

(۸) وعن انس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لا یدخل الجنۃ من لا یامن جارہ بوائقہ (رواہ مسلم)

حضرت انس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا، جسکا پڑوسی اسکی برائیوں سے امن میں نہ ہو،

(۹) وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، واللہ لا یؤمن، واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن، قیل من یا رسول اللہ، قال الذی لا یامن جارہ بوائقہ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، واللہ مومن نہ ہوگا، واللہ مومن نہیں ہوگا، واللہ مومن نہیں ہوگا۔ عرض کیا گیا، کہ وہ کون ہے (جو مومن نہ سمجھا جائے گا۔ اور آپ کی مراد کس شخص سے ہے) آپ نے فرمایا (وہ شخص مومن نہ ہوگا) کہ اس کا پڑوسی، اس کی برائیوں سے (محفوظ اور) مامون نہ ہو۔ بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کو روایت کیا،

اختتام

سیرۃ نبوی کے اس تذکرہ میں، جو پاک تعلیم ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی تشریح کی ضرورت نہیں ہے، دعا ہے کہ پروردگار عالم ہم مسلمانوں کے حال زار پر رحم فرمائے، اور ہمیں توفیق دے، کہ ہم اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا حق ادا کریں، اور ایک دفعہ پھر مسلمان دنیا میں عزت و منزلت کا وہ مقام حاصل کریں جو

"خیر امت"

کا حقیقی مقام ہے۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد النبی الامی وعلٰی الہ وبارک وسلم

حضرت محمدؐ صاحب کا کامیاب مشن

(از قلم جناب لالہ دیش بندھو جی ڈائرکٹر تیج اخبار دہلی)

مسلمان آنحضرتؐ کو خدا کا رسول اور پیغمبر اسلام مانتے ہیں، اور دنیا میں ان کی سب سے زیادہ عزت کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں حضرتؐ کے لئے گہری عقیدت اور سچی محبت ہے .... دن میں پانچ وقت خدا کی عبادت کرتے ہوئے ان کا نام تعظیم کے ساتھ لیتے ہیں، وہ خداوند تعالیٰ کے بعد ان کا مرتبہ دنیا میں سب سے زیادہ ارفع و بلند سمجھتے ہیں، ان کے دلوں میں اپنے نبی کا حقیقی عشق ہے۔ اور وہ ان کے نام پر ہر وقت اپنا سب کچھ قربان کرنے کو آمادہ و تیار رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں مجھ ایسے غیر معتقد شخص کا مضمون جسے بہت سی باتوں میں آنحضرتؐ کی تعلیم سے اختلاف ہے ناظرین کی دلچسپی کا باعث کیونکر بن سکتا ہے، تاہم چونکہ میں اس نیک جذبہ کی قدر کرتا ہوں جس سے متحرک ہو کر مجھے یہ مخلصانہ دعوت دی گئی ہے۔ اس لئے باوجود اس خوف کے کہ شاید ناظرین کی توقع کو میں پورا نہیں کر سکوں گا اس امید کے ساتھ قلم اٹھانے کی جرأت کرتا ہوں کہ ناظرین میرے ناچیز خیالات پر آزادانہ اسپرٹ میں غور کرنے کی تکلیف فرمائیں گے جہاں یہ واضح کر دینا بے موقع نہ ہوگا کہ میں ان معنوں میں جو پیروان اسلام نے ذہن نشین کئے ہوئے ہیں نہ حضرت محمدؐ کو خدا کا نبی مانتا ہوں اور نہ ان معنوں میں جو سناتن دھرمی بھائیوں نے سمجھ رکھے ہیں مہاراج کرشن و مہاراج رامچندر کو پرماتما کا اوتار مانتا ہوں بلکہ صحیح یا غلط میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہر دور و ہر زمانہ میں ضرورت پڑنے پر خداوند تعالیٰ دنیا کے مختلف حصوں میں وقتاً فوقتاً ایسی نیک و متبرک ہستیوں کا ظہور کرتا ہے جو اپنی خداداد قابلیت اور اعلیٰ انسانی اوصاف کے ذریعہ نوع انسان کو تاریکی کے غار سے نکال کر روشنی کی طرف پہنچاتی ہیں، اور بدی کے رستہ سے ہٹا کر نیکی کی راہ دکھاتی ہیں دنیا کے گناہوں اور برائیوں سے نجات دلا کر ان کی خراب زندگیوں کو پاک و صاف بنانے میں امداد دیتے ہیں اور اپنی اعلیٰ تعلیم و مثال سے ان کے دلوں میں خدمت خلق اور عبادت خدا کا نیک جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہیں جن جن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ انہیں خوشی سے برداشت کرتے ہیں اور ان کی زندگی کا واحد مقصد انسانی فلاح و بہبود ہوتا ہے اسی عقیدہ کے ماتحت دنیا کے سب مہاپرشوں کی عام اس کے کہ ان کی تعلیم و سرگرمیوں کا دائرہ کیا ہے سچے دل سے عزت کرتا ہوں اور انہیں کسی ایک قوم ملک و ملت یا فرقہ کی میراث نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کا مشترکہ سرمایہ سمجھتا ہوں، میں نے پیغامبر اسلام کی زندگی کا مطالعہ بھی اسی زاویۂ نگاہ سے کیا ہے اور میرے خیال میں دنیا کی عظیم ہستیوں کی زندگی سے فیضیاب ہونے کا یہی بہترین طریقہ ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انہیں کسی ایک فرقہ یا مذہب کی میراث بنانا ان کے دائرۂ عظمت کو محدود کرنا ہے جسے عام طور پر بہت کم لوگ محسوس کرتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ذاتی اوصاف و محاسن کے بغیر کوئی شخص بلند مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، مذہبی پیشواؤں، سوشل ریفارمروں اور پولیٹیکل رہنماؤں میں کچھ نہ کچھ غیر معمولی خوبیاں ضرور ہوتی ہیں جو انہیں معمولی انسانوں سے ممیز کرتی ہیں اور جن کی بدولت عامۃ الناس ان کی پرستش کرنے ہیں اور ان کی تقلید میں اپنے راہ نجات تلاش کرتے ہیں، اگر ان میں کشش آمیز خوبیاں اور اوصاف نہ ہوں تو ظاہر ہے کہ وہ کوئی بڑا کام سرانجام نہیں دے سکتے اس لئے آں حضرتؐ کے ذاتی اوصاف و محاسن کا تذکرہ کرنا بھی بے سود ہے اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ ان کی سادگی غربا پروری، خود اعتمادی، معاملہ فہمی، اور مستقل مزاجی سے کوئی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کی ذات میں یہ سب باتیں غیر معمولی طور پر نمایاں معلوم ہوتی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی باتیں ان کے مشن کو موجودہ حد تک کامیاب بنانے میں معاون ہوئیں آں حضرت کی پبلک لائف کا مطالعہ کرتے ہوئے بعض باتوں نے میری طبیعت پر خاص طور پر اثر کیا ہے۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ آنحضرت میں ریفارمروں کا جوش ہوتے ہوئے بھی یہ بڑی خوبی تھی کہ وہ سوشل اصلاحات کے میدان میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتے تھے۔ ان کی پالیسی بتدریج اصلاح کی تھی۔ وہ حتی المقدور جلدبازی میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاتے تھے،

جس کے لئے ذرا بعد

پشیمان ہونا پڑے یا جس سے اصلاح کا حقیقی مقصد ہی فوت ہو جائے مثال کے طور پر انسداد شراب نوشی ہی کو لیجئے۔ حضرت صاحب کو شراب نوشی سے سخت نفرت تھی، اور وہ اسے بہت سی برائیوں کی جڑ تصور کرتے تھے لیکن جس وقت انہوں نے اس مسئلہ کی طرف اپنی توجہ دی تو دیگر ریفارمروں کی طرح بے صبری کے ساتھ اسے اپنے پیروؤں کے لئے ایکدم حرام قرار نہیں دیا بلکہ آہستہ آہستہ اس کے انسداد کے ذرائع اختیار کئے جیسا کہ قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہے۔ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ،

اسی طرح ازدواج کے مسئلہ کا حل جو اسلام نے پیش کیا ہے اس کی تہ میں بھی فی الحقیقت یہی مصلحت کارفرما نظر آتی ہے۔ تاریخ دان اصحاب سے یہ امر

یہ پوشیدہ نہیں کہ حضرت محمدؐ صاحب کے وقت میں عرب کی حالت اس پہلو میں سخت خستہ تھی، کثرت ازدواج پر کسی قسم کی پابندی نہیں تھی۔ اس بارہ میں عرب کے نیم وحشی بدوؤں میں کوئی قاعدہ یا ضابطہ نہیں تھا۔ ان کا اخلاق صد درجہ گرا ہوا تھا وہ لوگ تہذیب و تمدن سے بالکل معرا تھے، ان کی اس زبوں حالت کو دیکھ کر حضرت صاحب نے عملی نقطۂ نگاہ سے اس مسئلہ پر غور کیا اور وہاں کے حالات کے مطابق جو حل انہیں اس وقت بہترین معلوم ہوا تجویز فرمایا۔ ان کی زندگی سے اسی قسم کی اور کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جس سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے سوشل سدھار کے میدان میں مصلحت وقت کو کبھی نظرانداز نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی زندگی کا یہ ایک ایسا پہلو ہے جس سے بہت سے سوشل ریفارمر سبق حاصل کرسکتے ہیں۔

حضرت محمدؐ صاحب کی تعلیم

حضرت محمدؐ صاحب ایک مذہبی پیشوا تھے ان کی پبلک لائف کا قریب قریب تمام حصہ اشاعت اسلام ہی میں صرف ہوا اس لیے ان کی تعلیم در اصل اسلام ہی کی تعلیم ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مسلمانوں کے سوا اور دوسرے لوگ ان کی تعلیم سے مستفید نہیں ہوسکتے عرب کے نیم وحشی بدوؤں پر انہوں نے جو جو احسانات کیے ہیں انہیں تاریخ فراموش نہیں کرسکتی۔ جو ملک اب سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے تہذیب و تمدن کے نام سے عاری تھا۔ جہاں صنعت و حرفت کا مطلق دخل نہ تھا۔ جہاں کے لوگوں کا پیشہ ہی لوٹ مار قتل و غارتگری تھا جہاں بت پرستی اور توہم پرستی کا غلبہ تھا وہ ملک آج مہذب ممالک کی صف میں کھڑا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ سب کچھ انہی کی ساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ علاوہ بریں اخوت اسلامی کی اعلیٰ مثال قائم کرکے انہوں نے دنیا میں جمہوریت کے قابل قدر جذبہ کو ترقی دیا۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس نے نہ صرف خلافت اسلامیہ کی کایا پلٹ کردی بلکہ دیگر مملکتوں پر بھی نمایاں اثر ڈالا۔ آنحضرت کا ایک اور بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے عرب سے غلامی کی انسانیت سوز رسم اٹھانے میں پیشقدمی کی، اور اسلام کے پیروؤں کو تعلیم دی کہ غلاموں کو آزاد کرنا سب سے بڑا کار ثواب ہے۔ نیز یہ کہ کوئی شخص پیدائشی غلام ہونے کے باعث امام یا خلیفہ بننے سے محروم نہیں کیا جاسکتا چنانچہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ کئی پیدائشی غلاموں نے خلیفہ کا مرتبہ حاصل کیا۔ اور اپنے نیک اعمال اور اعلیٰ اوصاف کی بدولت اپنے وقت میں اسلام کی رہبری کی۔ آج بیسویں صدی میں، جبکہ تقریباً ساری دنیا میں غلامی کا انسداد ہوگیا یہ بات ممکن ہے کہ بڑی نظر آئے لیکن اب سے چودہ سو سال پہلے کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر اگر غور کیا جائے تو ماننا پڑیگا کہ یہ کوئی چھوٹا کام نہیں تھا۔ اسی طرح کئی ایک اور کارہائے نمایاں حضرت محمد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں جن کا مفصل تذکرہ مضمون کی محدود سطور میں ممکن نہیں ہے اور نہ اس کی یہاں ضرورت ہی ہے یہاں صرف اس قدر کہدینا کافی ہے کہ حضرت محمد صاحب دنیا کی ان عظیم ترین ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی زندگی کا مشن بنی نوع انسان کو راہ راست دکھانا ہوتا ہے۔ حضرت صاحب کو اپنے مشن میں جس قدر کامیابی ہوئی وہ اس لیے اور بھی زیادہ قابل تعریف ہے کہ انہیں عرب کے ریگستان کو جہاں انسانی زندگی کے لیے ضروری ابتدائی سہولتیں بھی مہیا نہیں تھیں اپنا میدان عمل بنانا پڑا۔ اور اس نیم وحشی قوم میں کام کرنا پڑا جو تعلیم و روشنی سے بے بہرہ اور تہذیب و اخلاق سے قطعی نابلد تھی۔

مگر اس کے باوجود بھی حضرت صاحب کو غیر مسلم دنیا میں وہ عظمت و ہردلعزیزی نہیں ہے جو ہونی چاہیے تھی تو اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ اسلام کے پیروؤں نے حضرت صاحب کی زندگی اور ان کے کارناموں کا خالص مذہبی جوش اور تنگ نظری سے مطالعہ کیا ہے اور وہ حضرت صاحب کو خود جس محدود مذہبی حیثیت میں سمجھے ہیں دوسروں سے بھی انہیں ویسا ہی سمجھنے کی توقع کرتے ہیں حضرت محمدؐ صاحب کی عظمت کا راز ان کی خالص مذہبی حیثیت میں پنہاں نہیں بلکہ ان کی زندگی کے عالمگیر اصولوں اور فلاح انسانی کے متعلق ان کے اہم کارناموں میں مضمر ہے۔

میرا خیال ہے کہ اگر اسلام کے پیرو حضرت محمدؐ صاحب کی زندگی پر وسیع و آزادانہ زاویۂ نگاہ سے غور کریں اور ان کی حقیقی عظمت کو سمجھیں اور اس کی اشاعت کریں تو پیغمبر اسلام، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آج وہ بہت سے تعصبات فنا ہوسکتے ہیں جو غلط طور پر مسلمانوں کے دلوں میں نظر آتے ہیں۔

حضرت محمد صاحب کا راستہ

(ازجناب سوامی رامانند صاحب سنیاسی جانشین سوامی شردھانند آنجہانی وسکریٹری آل انڈیا دست ادھار سبھا دہلی)

دنیا میں بنی نوع انسان کے رہنما اُن کے مختلف موقعوں پر گمراہ شدہ بدکردار، تو ہم پرست لوگوں، قوموں کو راہ نیک اور خدا پرستی کی ہدایت کی ہے تاکہ مخلوق خدا سیدھے راستہ پر چل کر امن وامان کی زندگی بسر کرسکے، اور دنیا سے حرص طمع، لالچ، خود غرضی وخود بینی جن سے دنیا کی تمام جنگوں کا آغاز ہوتا ہے ان کا خاتمہ ہوسکے۔

حضرت محمد صاحب نے عرب میں جس وقت راہ ہدایت کی تلقین کرنی شروع کی، جب اہل عرب انتہائی اخلاقی، روحانی ذلالت کو پہنچ چکے تھے۔ حضرت محمد صاحب کا دنیا میں سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ عرب جیسے بداخلاق بدکردار وگمراہ شدہ تو ہم پرست لوگوں کو جو مختلف چھوٹے چھوٹے قبائل میں بٹے ہوئے تھے ان کو حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ایک مضبوط توانا، اصلاح شدہ قوم کی صورت میں دنیا کے روبرو پیش کردیا۔ جس نے ارتقاء زمانہ کی نشوونما کر دنیا کے سامنے ایک جدید واعلیٰ پایہ کی تہذیب کو پیش کیا۔ اگر حضرت محمد صاحب اہل عرب کی روحانی، اخلاقی، مادی اصلاح نہ کرتے تو یورپ آج بدستور جہالت کی تاریکی سے گھرا ہوا ہوتا یا خدا جانے اس کا کیا حشر ہوتا۔ حضرت محمد صاحب کی زندگی کا موجودہ زمانہ کے حالات سے توازن نہیں کیا جاسکتا نہ کسی دیگر بانی مذہب، قومی رہنما واہل تدبر کا۔

ہر شخص کو اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق اصلاح کرنی ہوتی ہے اور اسی طرح کے ہتھیار تلاش کرنے اور راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے، حضرت صاحب نے بھی جو کچھ کیا وہ اہل عرب کے اُس وقت کے حالات وضروریات کے مطابق کیا۔ اور ہر طرح سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے

اسلام کو سب سے بڑی نعمت جو حضرت محمد صاحب نے عطا کی وحدہٗ لاشریک خدا کی پرستش تھی، اور اسی چیز نے ابتدا میں اسلام کو حیران کن کامیابی دی۔ جوں جوں اپنے اس دُرّ سے فاصلہ اختیار کرتے گئے، توں توں اسلام زوال پذیر ہوتا گیا۔ آج اسلام کی موجودہ حالت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ مسلمان، ایک خدا اور اسکی بندگی کو چھوڑ کر کمزور انسانوں سے پیدا شدہ فروعات کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، مسلمانوں کے زندہ رہنے کا صرف واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ صرف خدائے قادر مطلق کی ذات اور اس کی محیط عالم سچائیوں پر بھروسہ کریں۔ ملک قوم وملت کی آزادی، خدا کی سچائی اور اس کی برکت ہے۔ غلامی اس کی لعنت، سچے مسلم کو آزاد بشر کی زندگی بسر کرنی چاہئے۔ کسی کا دست نگر نہیں ہونا چاہئے۔ توحید پرست اور ویدک پرست، ایک پرماتما کے اُپاسک ویدک میں کوئی فرق نہیں۔ فرق وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں ہر دو کے درمیان انسان کی پیدا کی ہوئی فروعات بیچ میں حائل ہوجاتی ہیں۔

اے پروردگار، رحیم وغفور، رب برتر، مالک کون ومکان اس بدقسمت ہندوستان میں سچے مسلم، اور سچے ویدک پیدا کر، جس سے تیری رحمت کا دوبارہ نزول اجلال ہوسکے

آمین

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

مصلح اعظم

رحمت للعالمین اور مذہبی رواداری۔ جناب چودھری سردار خانصاحب لسپرید

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کا درجہ

جناب "مغربی"

HAMEED
ARTIST
DELHI

رحمۃ للعالمین اور مذہبی رواداری

تو روشنیٔ عالم ایجاد ہو گیا
ویرانہ تیرے جلووں سے آباد ہو گیا

(از حضرت مولانا چودھری سردار خان صاحب پسرورسابق ایڈیٹر پیغام صلح)

حضرت محمدؐ کی بعثت سے پیشتر عرب خصوصاً اور دیگر قطاع عالم پر عموماً جہالت وضلالت جو گھٹا ٹوپ چھائی ہوئی تھی اسے قرآن مجید نے ان جامع الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ظہر الفساد فی البر والبحر (الروم ۳۰: ۴۱) خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا اس زمانہ کی تاریخ پر اگر نگاہ دوڑائی جائے تو قرآن کریم کے اس قول کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ ہر ملک میں لوگ حقیقت مذہب سے ناآشنا ہو چکے تھے۔ گمراہی۔ تعصب۔ جہالت۔ تنگ نظری اور ذلیل بت پرستی کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ ضروری تھا کہ ایسے برے وقت میں رحمت حق جوش میں آتی اور اس ظلمت کو دور کرنے کے لئے جو اس وقت تمام عالم پر محیط تھی ایک نور بھیجا جس نے عین ضرورت اور انتظار کے موقعہ پر دنیا کو جو اندھیرے میں ٹامکٹوئیے مار رہی تھی یہ روح پرور مژدہ سنایا:۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین (المائدہ ۵: ۱۵) (اے دنیا جہان کے لوگو!) یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (آنحضرتؐ) اور وضاحت سے بیان کرنے والی کتاب (قرآن) آ چکی ہے۔

سراج منیر

اللہ کا نور ہمیشہ ظلمت کی کمیت و شدت کے اعتبار سے نمودار ہوتا ہے جتنی ظلمت بڑھی ہوئی ہوتی ہے اتنی ہی زبردست نور کی تجلی ہوتی ہے چونکہ ظلمت عالمگیر تھی نور بھی عالمگیر نمودار ہوا۔ اس سے پہلے جس قدر انبیاء مبعوث ہوئے ان کی ہدایات مختص الوقت اور مختص القوم تھیں۔ عالمگیر مشن جنابؐ ہی کا تھا آپؐ نے دنیا کو شہادت دی کہ جس روح حق کی نوشتوں میں خبر دی گئی تھی وہ میں ہی ہوں۔ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں یہ اعلان کر دوں:

قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ (الاعراف ۷: ۱۵۸) ترجمہ (اے رسول!) کہہ دے۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

دنیا کا نور میں ہوں۔ وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا میں اللہ کی طرف اور اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا سورج ہوں۔ روشنی میں ہوں۔ جو میری طرف آئے گا وہ اندھیرے میں نہ رہیگا اور جو مجھ سے بھاگیگا وہ گھاٹے میں رہے گا۔ میں وہ روشنی لایا ہوں جو کبھی تاریکی سے مغلوب نہ ہوگی۔ اللہ نے یہ روشنی اسی لئے بھیجی ہے کہ دنیا اس کے نور سے روشن ہو۔ تیرہ درون ازل ہزار اس کے بجھانے کی کوشش کریں لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حتمی وعدہ ہے:۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (الصف ۶۱: ۹-۱۰)

ترجمہ:۔ (کم بخت) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں (کی پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا گو کافروں کو برا لگے۔ وہی (اللہ) ہے جس نے اپنا رسول (محمدؐ) ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب مذاہب پر غالب کرے۔ اگرچہ مشرک برا ہی منائیں۔

اس نور کے نمودار ہونے کے وقت ہر ایک قومی مذہب دوسرے قومی مذہب سے دست و گریبان تھا۔ ہر گروہ یہی سمجھتا تھا کہ اسی کا مذہب سچا اور اسی کا رسول من جانب اللہ ہے۔ باقی سب مذاہب اور ان کے بانی (معاذ اللہ) راندہ درگاہ ہیں اس تنگ دلی۔ عدم رواداری نے تعصب پیدا کر رکھا تھا۔ اہل مذاہب نے باہمی جنگ و جدل سے اس دنیا کو جہنم کدہ بنا رکھا تھا جب وہ عالمگیر نور فاران کی چوٹیوں سے چمکا تو اس سے ہر طرف اجالا ہو گیا۔ دنیا نے وہ نظارہ دیکھا جو اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پشتینی دشمن بھائی بھائی بن گئے۔ صدیوں کے کینے اور تعصب خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔ عدم رواداری کی جگہ رواداری نے لے لی۔ ضعف نازک کی حالت روبہ اصلاح ہو گئی۔ غلامی کے مٹنے کے سامان ہو گئے۔ بیشمار تندرست و توانا ہو گئے۔ اندھے

بھینے لگے۔ بت پرست موحد بن گئے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

روشنائی نے تیری قطرہ کو دریا کر دیا دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

نورِ الٰہیہ کی اس عالمگیر تجلی سے قلوبِ انسانی کے اندر حیرت انگیز انقلاب واقع ہوا اس کی تفصیلات میں پڑنے کا یہ موقع نہیں۔ ہاں عدم رواداری کو مٹانے اور رواداری کے پھیلانے میں جو کام اس نور نے کیا اس کی تفصیل سنیئے:۔

ربّ العالمین

اس وقت کی دنیا نے خدا کا نقشہ کچھ ایسا کھینچ رکھا تھا کہ وہ ہر قوم کا جدا جدا خدا نظر آتا تھا۔ یہود کا یہ خیال تھا کہ بنی اسرائیل ہی خدا کی برگزیدہ قوم ہیں اور عنایاتِ الٰہیہ کے صرف وہی مورد ہیں۔ مسیحی سمجھتے ہیں کہ مسیح پر ایمان لانے والے ہی خدا کے محبوب ہیں باقی سب جہنم کا کندہ ہیں۔ آریوں کا دعوٰی تھا کہ پرمیشور صرف ایک دفعہ سرشٹی کے شروع میں ان کے بزرگوں سے ہم کلام ہوا۔ اس کے بعد اس نے چپ سادھ لی۔ اسلئے مختلف اقوام و ممالک میں خدا کی ہم کلامی کا دعوے کرنے والے کبھی سچے نہیں ہو سکتے۔ اسی قسم کے تنگ خیالات اس زمانہ کی ہر قوم کے اندر موجود تھے جن سے حد درجہ کا تعصب پیدا ہو چکا تھا۔

آنحضرتؐ نے جو دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے جب دنیا کی یہ دردناک حالت دیکھی تو آپ کو سخت قلق ہوا۔ بارگاہِ خداوندی کی طرف رجوع کیا تو وہاں سے حکم ہوا کہ ان نادان لوگوں کو بتا دو کہ خدا ملکی و قومی حدود سے بالاتر ہے۔ وہ رب العالمین ہے جس طرح ہر قوم کی وہ جسمانی پرورش کرتا رہا ہے اور کرتا ہے اسی طرح ہر قوم کی روحانی پرورش اس کے ذمے ہے۔ اور ہر زمانہ میں اس نے اپنے نبی بھیج کر ہر قوم کی روحانی ربوبیت کی ہے۔ "ولکل قوم ہاد" ہر قوم کے لئے ہادی بھیجا گیا۔ ولکل امۃ رسول۔ ہر قوم کے لئے رسول مبعوث کیا گیا اس کا دامنِ فیض ہر قوم پر وسیع رہا ہے۔ وہ سب جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔ چنانچہ اب رسول کے ذریعہ بھی تمام دنیا کی روحانی پرورش کی جائے گی۔

اس ترقی یافتہ زمانہ میں یہ خیال شاید کچھ جدید معلوم نہ ہو لیکن جس زمانہ میں عرب کے امی رسولؐ نے یہ زرین اصول نوعِ انسانی کے سامنے پیش کیا تھا اس زمانہ میں یہ خیال دنیا کے لئے بالکل اچنبا تھا۔ حالت یہ تھی کہ ہر مذہب صرف خود ہی کو من جانب اللہ قرار دیتا تھا۔ دوسروں کے متعلق یا تو سرے سے خاموش تھا یا ان کی تکذیب کرتا تھا۔ رحمۃ للعالمینؐ نے دنیا کو بتایا کہ خدا کی رحمت بہت وسیع ہے۔ سب مذاہب اپنی اصلی صورت میں خدا کی طرف سے ہیں۔ اور ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ اصل صداقت موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی مذہب کے پیروؤں نے بعد میں تحریف یا ترمیم کر کے حق کے ساتھ باطل ملا دیا ہو۔ یہ ایک امر واقعہ تھا جس کا اظہار صداقت کا اظہار تھا اور جس کا اعتراف [illegible] چنانچہ توراۃ۔ انجیل اور وید مقدس وغیرہ کتب میں تحریف ہونا اب ایک ثابت شدہ امر ہے۔ جس سے اس زمانہ میں کوئی صداقت پسند شخص انکار نہیں کر سکتا۔

رواداری کی اس تعلیم نے قلوبِ انسانی پر بہت اچھا اثر کیا۔ رفتہ رفتہ قدیم تعصبات دور ہوتے گئے۔ بیگانگی گھٹتی اور یگانگت بڑھتی گئی۔ ہر قوم اس تعلیم کی صداقت کو محسوس کرنے لگی اور دوسرے مذاہب میں کسی نہ کسی حد تک صداقت کے موجود ہونے کا اعتراف کرنے لگی۔ چنانچہ اس مہذب دور میں کتب مقدسہ چاہے کچھ ہی کہتی ہوں لیکن حق پسند دنیا کے نزدیک اب یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ صداقت موجود ہے۔ یہ بیج کس کا بویا ہوا ہے۔ اسی امی رسولؐ کا جس نے سب سے پہلے دنیا کو یہ بتایا کہ خدا رب العالمین ہے۔ کسی خاص قوم کا خدا نہیں۔ نہ یہود سے اسے خاص محبت ہے نہ مجوسی سے کوئی نفرت۔ سب کا نگہبان وہی ہے۔ سب قومیں اسکی ربوبیت عامہ سے فیضیاب ہوتی رہی ہیں اور ہونگی۔ میں اسکی ربوبیت عامہ کا زندہ نشان ہوں گو میں نسلاً عرب ہوں لیکن صرف اہل عرب کی طرف مبعوث ہو کر نہیں آیا بلکہ بعثت الی الاسود والاحمر یعنی میں اسود و احمر سب کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

مذہبی دنیا پر محمد رسول اللہؐ کا یہی احسان کچھ کم نہ تھا لیکن اس سے بڑھ کر آپ نے جو احسان کیا وہ یہ ہے کہ:۔

جمیع انبیاء اور کتب سابقہ پر ایمان

پہلے انبیاء اور ان کی کتب مقدسہ کی تعلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیا۔ آپ نے یہ نہیں کہا کہ مجھ سے پہلے جتنے ہوئے وہ جھوٹے اور فریبی تھے بلکہ آپ نے فرمایا میری اور پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے عمارت بنائی اور اچھی بنائی۔ پھر اس کے گرد پھر کر دیکھا تو اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ میں وہ آخری اینٹ ہوں جس سے عمارت مکمل نظر آنے لگی اسی مثل میں آپ نے تمام انبیاء کو ایک ہی جماعت قرار دیا ہے اور وہ سب ایک ہی دین یعنی اسلام کی تکمیل کے لئے وقتاً فوقتاً مبعوث ہوئے آخری تکمیل آپ کی ذات بابرکات سے ہوئی۔ اس مثال سے جہاں یہ بتانا مقصود تھا کہ میں آخری نبی ہوں وہاں اپنے متبعین کے اندر اس بات کو بھی راسخ کرنا مدنظر تھا کہ سب انبیاء قابل تعظیم ہیں اور ان سب کا مشن ایک ہی تھا۔ آپؐ اور آپؐ کے متبعین کا اس معاملہ میں جو کچھ رویہ تھا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے:۔

امن الرسول بما انزل الیہ   ترجمہ۔ (محمد) رسول ایمان

الیہ من ربہ والمؤمنون۔ کل اٰمن باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ (البقرہ ۲: ۲۸۵)

لاتا ہے جو اسکے رب نے اسکی طرف اتارا گیا اور مومن بھی ایمان لاتے ہیں سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفرقہ نہیں کرتے (بلکہ سب کو قابل تعظیم سمجھتے ہیں)

سبحان اللہ کیا صلح کیش تعلیم ہے۔ کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ تمام گزشتہ نبیوں پر ایمان نہ لائے۔ کیا اس سے بڑھکر خلوص نیت کی مثال مذہبی دنیا میں مل سکتی ہے۔ کیا سوائے قرآن کریم کے دنیا کی کوئی مقدس کتاب ایسی رواداری کی تعلیم پیش کر سکتی ہے! ذرا غور تو کرو کہ ایک مسلمان کا قلب کتنا وسیع ہوتا ہے۔ اس کے دل میں سب بزرگوں کی محبت موجزن ہو۔ حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کے باعث موسائی ہے عیسیٰ پر یقین رکھنے کی وجہ سے عیسائی ہے۔ سری کرشن اور رامچندر جی مہاراج کی عزت و تکریم کرنے کے سبب ہندو ہے گویا مسلمان ہوناسب مذاہب کا معتقد ہونا ہے۔ کسی دوسرے مذہب کا پیرو اسلام میں آکر کچھ نہیں کھوتا بلکہ کچھ اور حاصل کرتا ہے۔ تنگ دائرہ سے نکل کر وسیع حلقے میں داخل ہو جاتا ہے۔ جہاں پہلے صرف ایک بزرگ کو مانتا تھا اسلام لاکر دنیا کے سب بزرگوں کو ماننے لگا۔ محمد رسول اللہ کی یہ تعلیم وہ تعلیم ہے جس کی نظیر مذاہب دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔

تطہیر انبیائے سابق

رواداری کے سلسلہ میں تیسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ گزشتہ انبیاء پر ان کے مخالفین نے ضد و تعصب سے اور متبعین نے جہالت و خوش عقیدگی سے یہ الزامات تراشے تھے آنحضرت نے ان ناپاک الزامات سے ان بزرگوں کی بریت کا شد و مد سے اظہار کیا۔ مثلاً اہل عرب اپنے مشرکانہ عقائد و اعمال کا سلسلہ حضرت ابراہیم سے ملاتے تھے۔ قرآن کریم نے ان الفاظ میں ان کے اس بے دلیل قول کی تردید کر دی۔ وما کان من المشرکین۔ ترجمہ:- اور (ابراہیم) مشرکوں میں سے نہ تھا۔ پھر پرانے عہدنامے میں حضرت ابراہیم کے متعلق ایک قصہ مندرج ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے تین دفعہ جھوٹ بولا۔ قرآن مجید نے اس افترا کا قلع قمع اس طرح کیا:-

واذکر فی الکتاب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا۔

ترجمہ:- اور کتاب میں ابراہیم (کا حال) بیان کر یقیناً وہ سچا (سچ بولنے والا) نبی تھا۔

حضرت اسمٰعیل کی نبوت و رسالت کے بارے میں بائبل خاموش ہے اسی لئے یہود و نصاریٰ ان کی نبوت کے قائل نہیں۔ قرآن مجید نے اس غلط خیال کی ان الفاظ میں اصلاح کی ہے:-

واذکر فی الکتاب اسمٰعیل انہ کان صادق الوعد و کان رسولا نبیا (مریم ۱۹: ۵۴)

ترجمہ:- اور کتاب میں اسمٰعیل کا (حال) بیان کر وہ وعدے کا سچا اور رسول نبی تھا۔

عہدنامہ قدیم میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کو اپنی مشرک بیویوں کی وجہ سے شرک کی طرف رغبت ہو گئی تھی۔ قرآن مجید نے وما کفر سلیمان فرماکر اس بیہودہ الزام کی تردید کر دی۔

پرانے عہدنامے میں حضرت داؤد پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اوریاہ نامی ایک سپاہی کی عورت کو زبردستی اپنے گھر میں ڈال لیا معاذ اللہ قرآن کریم نے ان کی صفائی اس طرح پیش کی ہے:-

واذکر عبدنا داؤد ذا الاید انہ اواب (سورہ ص ۳۸: ۱۷)

ترجمہ:- اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کر (جو) قوت والا تھا (اور اللہ تعالیٰ کی طرف) بار بار رجوع کرنے والا تھا۔

بعض یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ عیسائی یہ کہتے تھے کہ مسیح ابن اللہ ہے۔ قرآن مجید نے ان دونوں جماعتوں کی اس طرح تردید کی ہے:

وقالت الیہود عزیر ابن اللّٰہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللّٰہ ذالک قولھم بافواھھم یضاھئون قول الذین کفروا من قبل (سورۃ التوبہ ۹: ۳۰)

ترجمہ:- اور یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ پہلے کافروں کے قول کی نقل کرتے ہیں۔

یہ چند مثالیں صرف مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہیں ورنہ قرآن کریم میں تطہیر انبیاء کے متعلق بہت سی آیات موجود ہیں۔

قرآن مجید نے مختلف انبیاء کے متعلق جو مختلف تعریفی الفاظ استعمال کئے ہیں ان کی غرض و غایت اکثر وا...وں نے نہیں سمجھی ایسے ہی الزام کو دور کرنا ہے۔ ایسے ہی تعریفی الفاظ سے عیسائیوں کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ قرآن نے حضرت مسیح کو سب انبیاء سے افضل قرار دیا ہے حالانکہ حقیقت صرف یہ ہے کہ چونکہ حضرت مسیح پر سب سے زیادہ الزام عائد کئے گئے تھے۔ کچھ دشمنوں نے الزامات اور کچھ ماننے والوں نے بنائے اس لئے قرآن مجید نے حضرت مسیح کو ان الزامات سے پاک ٹھہرانے کے لئے جگہ جگہ ان کی فضیلت و بزرگی کا اظہار کیا گویا تعریفی کلمات سے الزامات کی صفائی مقصود تھی نہ کہ دوسرے انبیاء پر ان کی فوقیت اور غرض یہ تھا کہ آنحضرت خصوصیت سے حضرت مسیح کی بریت کا اظہار کرتے۔ کیونکہ

حضرت مسیحؑ کی زندگی ہی میں ان پر بہت سے الزامات عائد ہو چکے تھے اور انھوں نے پیشگوئی کی تھی کہ جب سچائی کی تمام راہیں بتانے والا روح حق آئیگا تو دنیا کو میرے انکار کے لئے مجرم ٹھیرائے گا۔ الغرض آنحضرتؐ نے پہلے انبیاء پر سے الزامات دور کر دئے اور ان کے روشن چہرہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور یہ وہ عظیم الشان کام ہے جس سے تمام مذاہب کی گردنیں محمد رسولؐ کے سامنے جھک جانی چاہئیں۔

دوسرے مذاہب میں نیکی کا اعتراف

پیغمبر اسلامؐ کے نزدیک اچھائی اچھائی ہے خواہ وہ کسی کے اندر پائی جائے۔ اس راہ میں مذہب و ملت کی کوئی تمیز نہیں۔ دوسرے مذاہب میں نیک لوگوں کی موجودگی کا قرآن مجید کو بھی اعتراف ہے مثلاً ایک جگہ اہل کتاب کے ذکر میں بیان کیا ہے:۔

ومن اہل الکتاب من ان تامنہ بقنطار یؤدہ الیک ج — اور اہل کتاب میں وہ شخص بھی ہے کہ اگر تو سونے مال کے ڈھیر پر امین بنائے تو وہ تجھے (دیانتداری) سے واپس کرے۔

(سورۂ آل عمران ۳ : ۷۴)

بدگوئی کی ممانعت

باہمی رواداری کو تباہ کرنے والے بعض مذاہب ہیں اور بغض و تعصب زیادہ تر بدگوئی و بدزبانی سے پیدا ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اس کا تدارک اس طرح کیا کہ اپنے متبعین کو یہ حکم دیا کہ وہ دوسرے مذاہب کے معبودان باطل کے متعلق بھی برے الفاظ کا استعمال نہ کریں

ولا الذین یدعون من دون اللہ اللہ عدوا بغیر علم (الانعام ۶ : ۱۰۹) — اور ان کو گالی نہ دو جن کو یہ کافر اللہ کے سوائے پکارتے ہیں۔ (ایسا نہ ہو) کہ وہ زیادتی کر کے بے علمی سے اللہ کو گالی دیں۔

جس زمانہ میں یہ آیت نازل ہوئی اس زمانہ میں مسلمانوں کو بہت دکھ دیا جاتا تھا۔ کفار تمسخر اڑاتے تھے۔ بدزبانی کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کا استعمال کرتے تھے ایسے نازک وقت میں صد درجہ کے تحمل کی ضرورت تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کفار کی بدکلامی کا جواب بدکلامی سے مت دو۔ اسی طرح سے صرف فساد بڑھے گا۔ مذہب کی اصل غرض صلح و آشتی پیدا کرنا ہے وہ جاتی رہے گی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اگر یہ کافر تمہارے مذہب کے متعلق بیہودہ گوئی کریں تو تم ان کے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ:۔

واذا رایت الذین یخوضون فی ایتنا فاعرض عنہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ ط — اور جب تو ان لوگوں (مخالفین) کو دیکھے جو ہماری آیتوں کے متعلق بیہودہ باتیں کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے یہاں تک کہ اس کے سوا کسی دوسری بات میں لگ جائیں۔

(الانعام ۶ : ۶۸)

کیا مساوات، وسعت دلی اور رواداری کی تعلیم ہے۔ یہ حکم نہیں دیا کہ جو لوگ تمہارے مذہب [illegible] ان سے قطع تعلق کر لو بلکہ یہ ہدایت کی کہ جب وہ [illegible] فضول گوئی کرنے لگیں تو صرف [illegible] کنارہ کشی کر لو۔ [illegible] وہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں تو ان کے پاس سے [illegible] اٹھ جاؤ۔ [illegible] کے وقت چونکہ فتنہ فساد کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اس وقت علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت کی۔ اس [illegible] کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص تبلیغ حق کے لئے تمہارے مذہب پر اعتراض کرے تو اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔ ایسی صورت کیلئے الگ ہدایت ہے۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہیں احقاق حق سے کچھ واسطہ نہیں ہوتا اور محض دل لگی کے لیے دین کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں دوسرے مقام پر جاہل کہا گیا ہے اور جن سے کنارہ کشی کرنے کے لئے ان الفاظ میں تاکید کی گئی ہے:۔

خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین۔ — عفو اختیار کر اور نیک کام کی ہدایت کر اور جاہلوں سے منہ پھیر لے

(الاعراف ۷ : ۱۹۹)

بلحاظ بحث و مناظرہ کے بارے میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وعظ و پند خوش بیانی اور خوش خلقی سے ہو۔ تبلیغ مذہب احسن طریق پر ہو۔ تلقین میں دوسروں کی بھلائی کا خیال مدنظر ہو خود پسندی کا جذبہ کار فرما نہ ہو۔ جیسا کہ اکثر تبلیغ مذہب کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ بحث و مناظرہ بھی اس ڈھنگ سے ہو کہ لڑائی اور بدگوئی تک نوبت نہ پہنچے:۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن۔ — اپنے رب کے رستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلاؤ اور ان کے ساتھ اس طریق پر بحث کرو جو نہایت عمدہ ہو۔

کیا پاک اصول ہیں۔ انہی اصولوں پر نہ چلنے کا نتیجہ ہے کہ باہمی رواداری مفقود ہو گئی ہے اور تنافر ترقی کر رہا ہے اگر سب مذاہب ان اصول پر کاربند ہو جائیں تو نفرت کے بجائے محبت پیدا ہو جائے جنگ و جدل کی جگہ صلح و آشتی لے لے۔

عملی صورتیں

متذکرہ بالا تعلیمات رواداری پیدا کرنے کے لئے اعتقادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اعتقاد کے بعد عمل شروع ہوتا ہے۔ ضروری تھا کہ اس رواداری کو عمل کے ساتھ قائم رکھنے کے لئے اعتقادی تعلیمات کے ساتھ کچھ عملی صورتیں بھی قائم کی جاتیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اس امر کا بھی التزام کیا۔

مسجد میں گرجا

اس سلسلہ میں آنحضرت صلعم کی زندگی کا سب سے زیادہ قابل ذکر واقعہ ہے جو وفد نجران کے ساتھ پیش آیا۔ نجران کے عیسائی بحث و مناظرہ کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتوار کے روز انہیں عبادت کے لیئے گرجا کی ضرورت محسوس ہوئی اور گرجا وہاں موجود نہ تھا۔ ان کی پریشانی بھانپ کر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آپ لوگ کیوں گھبراتے ہیں ہماری یہ مسجد حاضر ہے۔ شوق سے یہاں اپنے طریق پر عبادت کیجیئے۔ چنانچہ اس مسجد میں عیسائیوں نے اپنے مخصوص طریقہ پر عبادت کی۔ رواداری کی یہ عدیم النظیر مثال کچھ اس زمانہ کی نہیں بلکہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کی ہے جبکہ دنیا نے اس قسم کی رواداری آنکھ سے دیکھنا تو کجا کان سے بھی نہ سنی ہوگی۔ اس قسم کی فراخدلی جیسی کچھ باہمی رواداری پیدا کرسکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

دین میں جبر نہیں

آپ کی بعثت کے وقت دین کے معاملہ میں جبر سے کام لیا جاتا تھا آپ نے فرمایا لا اکراہ فی الدین "دین کے معاملہ میں جبر ہرگز جائز نہیں۔ جو جس کا جی چاہے دین اختیار کرے۔ آپ نے جو جنگیں کیں ان کی غرض بھی مذہبی آزادی ہی کا قیام تھی۔ قرآن شاہد ہے:-

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین للہ
(البقرہ ۲ : ۱۹۳)

اور ان (مفسد اور مذہبی آزادی کے دشمن کفار) سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لیئے ہو جائے (اس میں کسی جبر و اکراہ کو دخل نہ ہو)

غیر مذاہب کے معابد کی حفاظت

دوسرے مقام پر جہاں مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے ان کی جنگ کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے نہ صرف مساجد کی بلکہ دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کی بھی حفاظت کی جائے گی:-

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا
(الحج ۲۲ : ۴۰)

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ نہ ہٹاتا رہتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھڑیاں اور گرجے عبادتگاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔

غیر مذاہب سے ہمدردی

پھر آنحضرت صلعم نے یہ تعلیم دی کہ مسلمان کی ہمدردی بلا تفریق مذہب و ملت ہونی چاہیئے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:-

لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء وما تنفقوا من خیر فلانفسکم وما تنفقون الا ابتغاء وجه اللہ۔ وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون
(البقرہ ۲ : ۲۷۲)

ان (کفار) کی ہدایت تیرے ذمہ نہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور جو کچھ مال تم صرف کروگے وہ تمہارے اپنے ہی لیئے ہوگا اور تم خرچ نہیں کرتے سوائے اسکے کہ اللہ کی رضا چاہو اور جو کچھ تم مال خرچ کروگے وہ تمہیں پورا دیا جائیگا اور تمہیں نقصان نہیں پہنچایا جائیگا

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پیشتر بعض مسلمان بوجہ ان تکالیف کے جو ان کو کافروں سے پہنچی تھیں اپنے مشرک رشتہ داروں پر فی سبیل اللہ مال خرچ کرنا ناپسند کرتے تھے اس آیت میں انہیں بتایا گیا کہ مسلمان کی ہمدردی وسیع ہونی چاہیئے۔ اگر کافر و مشرک ہدایت قبول نہیں کرتے تو نہ کریں لیکن مسلمان کا فرض یہی ہے کہ ہر حال میں محتاج کی امداد کرے خواہ وہ مشرک ہو یا کافر گویا قرآن نے انسانی ہمدردی کے دائرہ کو تنگ نہیں کیا بلکہ اسے بلا امتیاز قوم و مذہب وسیع رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ جب قرآن کا لانے والا رحمة للعالمین بنا کر بھیجا گیا تھا تو یہ کسی طرح ممکن تھا کہ اس کی لائی ہوئی کتاب انسانی ہمدردی کے دائرہ کو مومنین تک محدود کردیتی۔

دیگر ادیان سے انصاف

انصاف کے بارے میں آنحضرت صلعم کا ارشاد یہ ہے کہ مسلمان کو کسی حالت میں بھی انصاف ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیئے اپنے ہم مذہبوں سے معاملہ ہو یا غیر مذاہب کے پیرؤوں سے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہدایت کی ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی بے انصافی نہ کرو۔ ارشاد ہوتا ہے:-

ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب
(المائدہ ۵ : ۳)

اور اگر کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تم کو مسجد الحرام سے روکا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو اور نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی اعانت کرو اور اللہ کا تقوی اختیار کرو۔ بے شک اللہ (ظلم و عدوان کی) سزا دینے میں سخت ہے۔

یہ حکم ان دشمنوں کے بارے میں ہے جنہوں نے مسلمانوں کو ہر طرح کی اذیتیں دیں ان کے مال و اسباب لوٹے۔ وطن سے بے وطن کیا۔ جب ان سے بھی انصاف کی یہ تاکید ہے تو اندازہ کرلو کہ عام طور پر غیر مذاہب سے انصاف کا برتاؤ کرنے کی کیا کچھ تاکید نہ ہوگی۔

اہل کتاب سے کھان پان اور بیاہ شادی

اسلام سے پہلے کسی مذہب نے اس فراخدلی سے کام نہیں لیا کہ

اپنے متبعین کو دیگر مذاہب کے لوگوں سے بیاہ شادی کی اجازت دے۔ یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے نہایت فراخدلی سے اس امر کی اجازت دی کہ اس کے متبعین اہل کتاب کے کھانے پانی اور بیاہ شادی کر سکتے ہیں۔ ہندو مذہب میں بیاہ شادی کی اجازت چھوڑ کھان پان کی آزادی تلاش کرنا بھی بے سود ہے۔ وہاں تو اس بیسویں صدی میں ابھی تک یہی جھگڑے پڑے ہیں کہ اچھوتوں کو کنوؤں پر چڑھنے دیا جائے یا نہیں۔ یہودی شریعت میں بھی غیر یہود سے نکاح کرنا ناروا ہے۔ چنانچہ کتاب استثنا میں لکھا ہے:۔

”نہ ان سے بیاہ کرنا۔ اس کے بیٹے کو اپنی بیٹی نہ دینا نہ اپنے بیٹے کے لیے اسکی بیٹی کو لینا کیونکہ وہ تیرے بیٹے کو میری پیروی سے پھرا دیں گے“

(استثنا ۷: ۳-۴)

حضرت مسیح اس بارے میں خاموش ہیں۔ ہاں جناب پولوس کا حکم اس بارے میں موجود ہے جو یہ ہے:۔

”تم بے ایمانوں کے ساتھ نالائق جوئے میں مت جتو“

(قرنطیون ۲ ۶: ۱۴)

اب قرآن مجید کی تعلیم ملاحظہ فرمائیے:۔

الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا آتیتموهن اجورهن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان۔ (المائدہ ۵: ۵)	آج تمہارے لیے ستھری چیزیں حلال کی گئیں۔ اور ان لوگوں کا کھانا جن کو کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور پاکدامن مومن عورتیں اور ان میں سے پاکدامن عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی جب تم ان کے مہر دے دو نکاح میں لانے والے نہ کھلی بدکاری کرنے والے اور نہ چھپی آشنائی رکھنے والے۔

یہ ہے اس تعلیم کا خلاصہ جو پیغمبر اسلام نے رواداری کے سلسلہ میں دنیا کے سامنے پیش کی۔ جس کے کان ہوں وہ سنے جس کی آنکھ ہو وہ دیکھے۔ اور جس کے پہلو میں دل ہو وہ غور کرے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا درجہ کتنا بلند کر دیا

(جناب "مغربی" کے قلم سے)

عرب اپنے ملک کی آب و ہوا اور اپنے مخصوص مزاج سے مجبور ہو کر عورت کی ذات میں اپنی سب سے بڑی مسرت و راحت محسوس کرتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے اس سے محبت کی، اتنی محبت کہ عبادت کے درجے تک پہنچ گئی۔ لیکن دوسری طرف ان کی اجتماعی زندگی کے فاسد نظام اور غارتگری کے وحشیانہ رواج نے عورت کو ان کے لئے ذلت و مصیبت کا سامان بنا دیا تھا۔ اسی لئے انہوں نے اس کی تحقیر کی۔ حتیٰ کہ اسے زندہ دفن کرنے لگے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جزیرۃ العرب میں پیدا ہوئے اور عربوں کو عورت کے معاملہ میں انہی دونوں حالتوں پر دیکھا۔ آپ نے یہ کیا کہ پہلی حالت باقی رکھی۔ محبت کرنے کا حکم دیا اور وحی الٰہی سے اسے برکت دی "ومن ایاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ!" یعنی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشان یہ ہے کہ اس نے تیرے لئے خود تم ہی میں سے تمہارے جوڑے پیدا کئے۔ تاکہ تمہیں ان میں تسکین حاصل ہو اور تمہارے مابین محبت و شفقت پیدا کر دی!

دوسری حالت کی مذمت کی، عورت کی تحقیر سے منع کیا اور اس اعلان سے اس کا درجہ بے حد بلند کر دیا کہ "عورت اپنے گھر کی ملکہ ہے اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے، اور اپنی رعیت کے لئے ذمہ دار ہے!"

مقصد نبوت

پس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا مقصد صرف توحید الٰہی نہیں بلکہ عورت کی عزت قائم کرنا بھی ہے، اور یہ واقعہ ہے کہ آپ نے عورت کو اس کے تخت عظمت پر بٹھا دیا!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے "بخدا ہم جاہلیت میں عورتوں کو بالکل بے حقیقت سمجھتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے ان کی بابت وحی نازل کی اور انہیں ان کے حقوق بخشے"۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نفس شریف، عورت کی عزت کے لئے کیونکر مستعد ہوا۔ والدین کا انتقال ہو گیا۔ آپ بہت کمسن تھے۔ ایک حبشی عورت "برکہ" نام نے پرورش کی۔ ۲۵ برس کی عمر تک آپ کی خدمت کرتی رہی۔ سب سے پہلے اپنی اس کھلائی کی مادری محبت و شفقت سے قلب ظاہر متاثر ہوا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ آپ عورت کے وجود سے واقف ہوئے اگرچہ وہ عورت ایک حبشی کنیز تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی

پھر اللہ کی مشیت ہوئی کہ محمد صلعم قریش کی سب سے زیادہ جلیل القدر خاتون کے قرب میں زندگی بسر کریں۔ چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد ہو گیا۔

محمد صلعم کی زندگی میں ایک نئے باب کا افتتاح ہوا۔ ایک دوسری حیثیت سے عورت کا تعارف ہوا۔ اب کم عمری کا وہ زمانہ گذر گیا کہ مربیہ خاکساری و انکساری سے بے لوث خدمت کرتی تھی اور آپ اس سے محبت کرتے تھے۔ آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی، اور اس خاتون کی عمر چالیس سال کی۔ آپ عنفوان شباب پر تھے۔ اور وہ بڑھاپے کی سرحد میں قدم رکھ چکی تھیں۔ گویا حکمت الٰہی نے محسوس کیا کہ اپنے شباب میں بھی آپ کو یہ ضرورت باقی ہے کہ ایک سن رسیدہ، تجربہ کار، وفادار عورت کی بارگاہ میں نگاہ پاسبانی کرتی رہے۔

نوجوان محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو کوئی دیکھتا تھا کہہ اٹھتا تھا کہ یہ کوئی بڑی ہی جلیل القدر شخصیت ہوگی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد، بیوہ تھیں، اور اپنی تجارت کے لئے کسی امین کارندے کی متلاشی۔ نوجوان محمد صلعم ہی وہ امین کارپرداز دکھائی دیئے جنہیں خاتون عرب نے اپنا مال اور دل، دونوں بیک وقت سپرد کر دیئے!

حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک دن نبی صلعم نے اپنے چچا ابو طالب سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے اجازت دیدی، اور پیچھے سے اپنی کنیز، نبعہ کو بھیجا کہ سنے دونوں میں کیا باتیں ہوتی ہیں؟

نبعہ نے لوٹ کر بیان کیا کہ میں نے عجیب بات دیکھی، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جوں ہی سنا کہ آپ تشریف لائے ہیں دروازے پر آگئیں۔ اور کہنے لگیں "مجھے امید ہے کہ جو نبی عنقریب مبعوث ہونے والا ہے وہ آپ ہی ہوں گے۔ اگر یہی ہوا تو میرا خیال رکھئے گا۔ میرا حق یاد رکھئے گا۔ خدا سے دعا کیجئے کہ آپ کو میرے لئے بھیجدے۔!" اس پر آپ نے جواب دیا "اگر وہ میں ہی ہوا تو واللہ زندگی بھر تمہارا احسان یاد رکھوں گا، اور اگر کوئی دوسرا آدمی نبی ہوا تو بھی تمہاری یہ نیکی خدا

منتج نہ ہونے دیگا۔

محمد صلعم دولتمند نہ تھے، پوری زندگی فقر و فاقہ میں بسر ہوئی تھی اب شادی کے بعد خدیجہؓ کا پورا خزانہ ہاتھ میں تھا، دولتمند ہو کر آپ نے کیا کیا؟ عیش و عشرت میں پڑ گئے؟ ہرگز نہیں، خدیجہؓ کی دولت غریبوں کے لئے وقف کر دی۔ اور خدیجہؓ کی محبت کو اللہ کی عبادت کا ذریعہ بنا لیا!

نبوت عورت کی گود میں پیدا ہوئی

یہ دیکھو! محمدؐ گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔ غار حرا میں جا بیٹھے ہیں کہ اللہ کی تسبیح و تہلیل کریں۔ اور یہ دیکھو خدیجہؓ بنت خویلد اپنے مقدس شوہر کی ہمت افزائی کر رہی ہیں، عبادت میں آسانیاں بہم پہنچا رہی ہیں، کھانا پہنچ رہی ہیں، بلکہ غار کے منہ پر کھڑی پہرہ دے رہی ہیں۔ اس حال میں کہ دل امید، ایمان، اور مستقبل پر اعتماد سے لبریز ہے!

اس طرح نبوت، حضرت خدیجہؓ کی گود میں پیدا ہوئی۔ ابوبکر، عمر، عثمان و علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو ابھی خبر بھی نہ ہوئی تھی کہ ایک عورت، خاتون قریش، خدیجہؓ بنت خویلد نور ہدایت سے مشرف ہو چکی تھیں،

خدیجہؓ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ ابوبکر صدیقؓ نے خواہش کی کہ حبیب اللہ سے رشتہ جڑ جائے۔ حضرت عائشہؓ کی شادی ہوگئی عائشہؓ صرف بیوی ہی نہیں مرید و شاگرد بھی تھیں۔

اب عورت کے بارے میں محمد صلعم کی زندگی کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ عہد طفلی، برکہؓ حبشیہ کی ممتا بھری گود میں بسر ہوتا ہے۔ جوانی میں سن رسیدہ خدیجہؓ قریشیہ اپنی محبتوں کا تحفہ پیش کرتی ہیں۔ اب عہد کہولت میں عائشہ صدیقہؓ آتی ہیں کہ نبی کے دل کو مسرور کریں۔ اور اللہ کی ہدایت کو امت تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے تمام دوروں میں عورت کا تجربہ کیا۔ طفلی میں، جوانی میں، پیری میں، آپ کے پاک جذبات حد درجہ متاثر ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ نے عورت کا پست درجہ بلند کر دیا۔ اس کی آزادی کا اعلان کر دیا، اسے مرد کے برابر کر دیا،

کیا عورت انسان ہے؟

یہ عجیب اتفاق ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں یعنی ۵۸۶ء میں "منکوں" کی مسیحی کانگریس منعقد ہوتی ہے۔ کس مقصد کے لیے؟ یہ طے کرنے کے لیے کہ آیا عورت مرد کی طرح انسان ہے؟ بڑی بحث و تکرار کے بعد کانگریس طے کر سکی کہ عورت اگرچہ انسان ہی ہے مگر صرف مرد کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے!

فرانس میں مسیحی دینی کانگریس یہ اعلان کرتی ہے۔ اور عورت کی غلامی اور زیادہ سخت ہو جاتی ہے، لیکن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا اس کے برخلاف بلند ہوتی ہے۔ آپ اعلان فرماتے ہیں کہ عورت، مرد کو مکمل کرنے والا جزو ہے:

جنت، عورت کے قدموں کے نیچے

اسی قدر نہیں بلکہ مردوں سے سوال کرتے ہیں کہ کیا تم جنت میں داخل ہونے کے لئے بیقرار نہیں ہو؟ اگر بیقرار ہو تو یقین کرو کہ "جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے!" ماں کے قدموں کے نیچے، اور ماں بھی عورت ہے، بالفعل نہ سہی، بالقوہ ہی سہی! آج تک کسی انسان نے عورت کی عزت افزائی میں کوئی ایسی بات نہیں کہی جیسی محمد صلعم نے فرمائی ہے۔

دنیا میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو عورت کو شیطان یقین کرتے ہیں۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں عورت شیطان سے بچنے کا تعویذ ہے!

اپنے ایک نوجوان صحابی، معاذ بن جبلؓ سے سوال کرتے ہیں کہ "تمہاری شادی ہو گئی ہے؟"

وہ کہتے ہیں، نہیں۔ اس پر آپ فرماتے ہیں:

"تو تم شیطان کے بھائی ہو!"

یعنی تمہیں چاہیے تھا کہ شیطان سے بچنے کے لیے کسی عورت سے شادی کر لیتے!

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کا درجہ بلند کر کے بار بار مردوں کو یقین دلایا تھا کہ آپ کی عظیم الشان حرکت دونوں صنفوں، مردوں اور عورتوں کے ہاتھوں سے عام ہوگی، عرب عورتوں نے جب دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا درجہ اس طرح بلند کر دیا ہے، تو انہوں نے اور زیادہ حقوق حاصل کر لینا چاہے۔ چنانچہ اپنی ایک کانفرنس منعقد کی اور "اسماء بنت یزید انصاریہ" کو اپنا نمائندہ بنا کر نبی صلعم کی خدمت میں اپنے مطالبوں کے ساتھ روانہ کیا۔

اسماءؓ نے آپ کو ان لفظوں میں مخاطب کیا:-

"اے رسول اللہ میں عورتوں کی قاصدہ ہوں جو یہاں نہیں آسکتی ہیں۔ وہ سب وہی کہتی ہیں جو میں کہتی ہوں"

آپ نے عورتوں کے مطالبات سننے کے بعد مسرت کا اظہار کیا: اور صحابہؓ سے فرمایا:-

"تم نے کبھی کوئی عورت دیکھی جو اس عورت کی طرح خوش اسلوبی سے اپنے دین کی بابت سوال کرتی ہو؟"

شادی کے معاملہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت پر کسی طرح کا جبر روا نہیں رکھا۔ اسے آزادی بخشی ہے کہ جس شخص سے بھی چاہے شادی کرلے، بشرطیکہ یہ شادی اس کے خاندان کے لئے توہین آمیز نہ ہو۔

بریرہ اور مغیث

"بریرہ" ایک کنیز تھی، حضرت عائشہؓ نے اُسے آزاد کر دیا اس کے شوہر کا نام "مغیث" تھا۔ بگرۂ قانون محمدی میں کنیز آزاد ہونے کے بعد اپنی سابق شادی برقرار رکھنے یا منسوخ کر دینے میں بھی آزاد ہو جاتی ہے۔ بریرہ اپنے شوہر سے خوش نہ تھی۔ آزاد ہوتے ہی اس نے اُسے چھوڑ دیا۔ لیکن مغیث اس پر فریفتہ تھا مدینہ کے بازاروں میں اس کے پیچھے روتا اور خوشامدیں کرتا پھرتا تھا مگر وہ سختی سے انکار کرتی تھی۔

نبی صلعم کو اس "ترسیجائی" کی اطلاع دی گئی۔ آپ رحمدل تھے۔ بریرہ کو طلب فرمایا اور مغیث کی بابت گفتگو کی۔

"آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟" بریرہ نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا۔

"نہیں میں صرف سفارش کر رہا ہوں" رسول اللہؐ نے جواب دیا۔

اس پر بریرہ نے کیا کہا؟ وہ کہا جو اسلام میں عورت کی آزادی کا روشن ثبوت ہے، اس نے کہا:۔

"میں اسے منظور نہیں کرسکتی!"

محمد صلعم نے یہ سنا، مگر ذرا بھی خفا نہ ہوئے۔ خفا کیونکر ہوتے؟ خود ہی تو عورتوں کو یہ آزادی بخشی تھی۔ لیکن اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:۔

"مغیث کی بریرہ سے محبت، اور بریرہ کی مغیث سے نفرت کسقدر عجیب واقعہ ہے!"

قومی معاملات میں عورتوں کی شرکت

شخصی معاملات میں آزادی کے ساتھ قومی معاملات میں شرکت کی بھی محمد صلعم نے عورت کو آزادی بخشی ہے۔ اس عہد کے اہم قومی معاملات میں ہم مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی سرگرم عمل دیکھتے ہیں۔ دعوت اسلامی کی اشاعت اور مخالفین اسلام کی مقاومت میں عورتوں نے بھی بڑا حصہ لیا تھا۔

ام عطیہ کہتی ہیں "میں مجاہدین کا کھانا پکاتی تھی۔ اُن کے خیموں کی حفاظت کرتی تھی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی، اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی۔

ام سنان کہتی ہیں "جب نبی صلعم خیبر پر تشریف لے جانے لگے تو میں نے حاضر ہو کر عرض کیا "مجھے بھی فوج کے ساتھ چلنے کی اجازت دیجئے۔ میں پھٹی ہوئی مشکیں سیوں گی، بیماروں اور زخمیوں کی تیمارداری کروں گی!"

آپ نے جواب دیا خدا کی برکت کے ساتھ چلو، اور بہت سی عورتوں نے بھی درخواست کی تھی، سب کو میں نے اجازت دے دی ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ جنگ اُحد میں میں نے ام المومنین عائشہؓ اور اپنی ماں ام سلیم کو دیکھا کہ مشکیں پیٹھ پر لادے، آستینیں چڑھائے، ازار اوپر کئے میدان میں اِدھر اُدھر دوڑتی پھرتی ہیں پیاسوں کے منہ میں پانی ڈالتی ہیں اور جب مشکیں خالی ہو جاتی ہیں دوڑ کر پھر بھر لاتی ہیں۔

حضرت رُفیدہ اسلمیہ، فوج کے ساتھ نہیں جاتی تھیں لیکن عین مسجد نبوی کے اندر انہوں نے اپنا خیمہ نصب کر رکھا تھا جس میں دوران جنگ کے زخمیوں کا علاج اور حالت امن میں بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ انصار کے سردار سعد بن مُعاذ زخمی ہو کر اسی خاتون کے خیمے میں رہتے تھے!

اسی قدر نہیں، عورتیں سیاسی اور جنگی معاملات میں بھی مداخلت کرتی تھیں۔ ایک مشرک نے آکر حضرت ام ہانی سے پناہ طلب کی، انہوں نے پناہ دیدی۔ صحابہؓ کو جب معلوم ہوا کہ دشمن دسترس میں موجود ہے اور ام ہانی نے اُسے پناہ دی ہے تو انہوں نے ایک عورت کی بات کو اہمیت نہ دینا چاہی اور دشمن کو سزا دینے پر تُل گئے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، وہ ہماری پناہ میں ہے جسے ام ہانی نے پناہ دی ہے! رسول اللہؐ نے اس طرح تسلیم کر لیا کہ عورتوں کو سیاسی و جنگی معاملات میں مداخلت کا بھی حق حاصل ہے۔

اس موقعہ پر یہ نہیں فرمایا کہ عورتوں کا کام، کھانا پکانا اور گھر کرنا ہے نہ کہ ملکی معاملات میں دخل دینا!

عورت کے اہم ترین فرائض

لیکن اس کے باوجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں عورت کے اہم ترین فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنی آرائش سے غافل نہ ہو اور خانہ داری کا بار اٹھائے رہے۔ ایک طرف آپ قریشی عورتوں پر فخر کرتے تھے جو اپنے شوہروں کا گھر ہوشیاری سے سنبھالتی اور اولاد کی تربیت میں مصروف رہتی تھیں، دوسری طرف آپ کو یہ بھی پسند تھا کہ عورت اپنی نسوانیت کو نہ بھولے، اپنی زینت کو نہ چھوڑے اور مادری فرض ادا کرنے پر مستعد رہے۔ اُس زمانہ میں عورت کے لئے ایک بڑی آرائش یہ تھی کہ اس کی ہتھیلیاں مہندی سے رنگی

ہوں اور کلائیوں میں چوڑیاں پڑی ہوں۔ آپ عورتوں سے اس کا برابر مطالبہ کیا کرتے تھے،

ام ستانؓ سے مروی ہے کہ جب میں مسلمان ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے میرے ہاتھوں میں مہندی اور چوڑیاں نہ دیکھ کر فرمایا:-
"کیا مشکل ہے اگر تم لوگ اپنے ناخن رنگ لیا کرو اور ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لیا کرو اگرچہ وہ چمڑے ہی کی کیوں نہ ہوں؟"

آپ کا ذاتی برتاؤ

محمد صلعم عورت کے مزاج سے خوب واقف تھے۔ اسی لیئے اُس سے بہت نرمی سے گفتگو کرتے اور اس کا دل بہلانے کی کوشش کرتے تھے۔ بلکہ آپ بہت سی ایسی باتیں بھی کرتے تھے جنہیں اس زمانہ میں بھی جبکہ عورتوں کی عزت افزائی کا دعویٰ کیا جا رہا ہے عجیب سمجھا جائیگا۔ مثلاً ہر سفر میں اپنی کسی نہ کسی بیوی کو ساتھ لے جاتے تھے۔ جب وہ سواری پر بیٹھنے لگتیں تو اپنا زانو جھکا دیتے تھے کہ اُس پر پیر رکھ کر اوپر چڑھ سکیں۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ دل بہلانے اور مذاق کرنے کے خیال سے میدان میں اپنی بیویوں کے ساتھ دوڑ بھی کی ہے۔ ایک مرتبہ عید کے دن خود مسجد میں حبشی کرتبیوں کو داخل کیا تھا کہ عورتیں ان کا تماشا دیکھ سکیں۔

آپ کا ایک ایرانی پڑوسی تھا۔ ایک دن اُس نے کھانے کی دعوت کی۔ مگر آپ نے دعوت مسترد کر دی، کیونکہ اس نے حضرت عائشہؓ کو مدعو نہ کیا تھا، آپ کے خیال میں یہ توہین تھی کہ شوہر مدعو کیا جائے اور بیوی کو دعوت نہ دی جائے۔

عورتوں کو مار پیٹ کرنے سے آپ نے بہت سختی سے منع فرمایا ہے کیونکہ جنس لطیف جسمانی سزا کی متحمل نہیں ہوسکتی، آپ کا ارشاد ہے "یہ کیا ہے کہ اپنی بیویوں کو دن میں مارتے ہو اور رات کو انہی خوشامد کرتے ہو، حالانکہ نہ اِس کی ضرورت ہے نہ اُس کی" لیکن اس کے مقابلہ میں ابھی کچھ زمانہ پہلے تک متمدن انگلستان کا قانون عورت کو ایسی لکڑی سے مارنے کی اجازت دیتا تھا جو انگلی برابر موٹی ہو!

آپ اپنی کھلائی "برکہ حبشیہ" کی بڑی عزت کرتے تھے اور صحابہؓ سے اکثر فرمایا کرتے تھے، میری ماں کے بعد اب یہ میری ماں ہے!"

ان سے کبھی کبھی ہنسی بھی کرتے تھے۔ ایک دن اُنہوں نے شکایت کی کہ سواری کے لیئے میرے پاس اونٹ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا!" اس پر وہ چلا اٹھیں کہ "اونٹنی کا بچہ لے کر میں کیا کروں گی! وہ میرا بوجھ کیسے اٹھا سکے گا؟" صحابہؓ ہنسنے لگے اور کہا کہ اونٹ اونٹنی ہی کا بچہ ہوتا ہے!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو پستی سے نکال کر جس بلند رتبے تک پہنچا دیا ہے اس کا حال یورپ کے مورخین پر بھی اچھی طرح آشکارا ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ متعصب مورخ تک اس کے اعتراف پر مجبور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ مستشرق "اندرہ سرویہ" اپنی کتاب "اسلام اور مسلمانوں کی عقلیت" میں لکھتا ہے۔

"محمد (صلعم) نے نہایت ہی دانشمندی سے وہ تمام اسباب جمع کیئے جنہوں نے عورت کو ان کا طرفدار بنا دیا۔ وہ عورت کا ذکر بڑے احترام سے کرتے اور اس کی حالت سدھارنے کی پوری کوشش کرتے تھے ان سے پہلے عورت اپنے متوفی شوہر اور دوسرے رشتہ داروں کی وارث نہیں تسلیم کی جاتی تھی۔ اسی قدر نہیں بلکہ عورت ایک جائداد منقولہ بھی جاتی تھی۔ اور مرنے والے کی جائداد کی تقسیم کے ساتھ اس کی بیوہ بھی رشتہ داروں میں تقسیم ہو جایا کرتی تھیں، لیکن محمد (صلعم) نے ظاہر ہو کر اس ظلم کا قلع قمع کر ڈالا، عورت کو حق وراثت بخشا اور سب کو اس کی عزت پر مجبور کر دیا"

جرمن مورخ "ڈرلیمان" لکھتا ہے "عربوں کی ترقی کا ایک بہت بڑا سبب یہ تھا کہ محمد (صلعم) نے عورت کو غلامی سے نکال کر آزاد کر دیا تھا۔ لیکن جب محمد (صلعم) کے پیروؤں نے عورت کی آزادی چھین کر اُسے از سر نو غلام بنا ڈالا تو ان کی ترقی تنزل سے بدل گئی!"

پانچ اعتراض

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت پر جو عظیم الشان احسان کیا ہے اس کی نظیر، قدیم انسانی تاریخ میں مل نہیں سکتی،

موجودہ مغربی تہذیب باوجود اپنے طول طویل دعووں کے اب تک عورت کو اتنے حقوق دینے پر تیار نہیں ہوسکی جتنے اُسے اسلام دے چکا ہے۔ مگر اس تہذیب کے دلدادہ اسلام پر اعتراض کرنے سے کبھی نہیں چوکتے۔ کہتے ہیں کہ اس نے پانچ باتوں میں عورت پر ظلم کیا ہے۔ وہ پانچ باتیں حسب ذیل ہیں،

پردہ۔ طلاق، تعدد ازدواج۔ وراثت میں آدھا حق، گواہی میں آدھا حق۔

ہم مختصر لفظوں میں ان اعتراضوں کی حقیقت کھول دیتے ہیں،

پردہ

انسان نے جب سے اجتماعی ترقی شروع کی ہے۔ اس میں مختلف امتیازات و طبقات پیدا ہو گئے ہیں۔ ارسٹوکریٹ یا امراء کا طبقہ سب سے اونچا مانا جاتا ہے اور شروع سے اس کا دستور بھی چلا آ رہا ہے کہ اپنے سے کم درجے کے لوگوں سے ملنا جلنا پسند نہیں

کرتا، بلکہ اُن سے ایک طرح کا پردہ کیا کرتا ہے۔ یہ دستور آج تک قائم ہے۔

لیکن محمد صلعم کی نبوت کو ارسٹو کریسی سے دور کا بھی لگاؤ نہ تھا یہی سبب ہے کہ آپ کا نہ کوئی دربار تھا، نہ ملاقات میں کسی طرح کی پابندیاں تھیں۔ حتیٰ کہ آپ کے گھر میں بھی ہر کس و ناکس آ جا سکتا تھا۔

یہ حالت برابر قائم رہی لیکن آپ کو بعض لوگوں سے سخت تکلیف ہوتی تھی، وہ آپ کے گھر میں آتے تھے۔ بے تکلفی سے بے پروائی سے بیٹھے باتیں کرتے رہتے تھے۔ آپ تکلیف اٹھاتے تھے مگر مروت کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کئی بار اصرار کیا کہ ان بدتمیزوں کو اس طرح آزادی سے آنے کی ممانعت کردی جائے۔ مگر آپ نے یہ رائے کبھی منظور نہ کی۔ کیونکہ آپ کو بادشاہی اور ارسٹو کریسی کے امتیازات سے نفرت تھی۔ چنانچہ لوگ بدستور آزادانہ آتے جاتے رہے۔ روز بروز ان کی تعداد بڑھتی گئی۔ اور آپ کی تکلیف و پابندی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک جب حالت ناقابل برداشت ہوگئی تو خود قرآن میں نبی (صلعم) کی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا اور لوگوں کو آپ کے گھر میں آزادانہ داخل ہونے سے منع کر دیا گیا۔ صرف یہی ایک ارسٹو کریسی امتیاز تھا جسے قبول کرنے پر حالات نے محمد صلعم کو مجبور کر دیا تھا،

آپ کو دیکھ کر دوسرے مسلمانوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کر لیا یہاں تک کہ ہر مسلمان عورت ملکہ بن گئی اور اس کا گھر درباری شاہی ہوگیا! مسلمانوں نے اپنی عورتوں کو اس طرح شاہزادیاں اور رانیاں بنا کر ان کی عزت افزائی تو ضرور کی، مگر یہ نہ سوچا کہ اس قوم کا کیا حشر ہوگا جس میں تمام عورتیں رانیاں بن جائیں۔ اور کام کرنے والی عورتیں باقی نہ رہیں!

پس مسلمانوں میں پردہ اس لئے جاری نہیں ہوا کہ عورت باندی سمجھی جاتی تھی بلکہ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عورت کی ارسٹو کریسی تسلیم کر لی گئی تھی اور اُسے ملکہ سمجھا جانے لگا تھا،

طلاق

مسئلہ طلاق کی وجہ سے "متمدن" دنیا اسلام پر بہت لے دے کر چکی ہے۔ لیکن اب یہی "متمدن" دنیا اسی "وحشیانہ" قانون پر خود بھی عمل کرنے لگی ہے،

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ زن و شو کا علاقہ کتنا ہی مقدس ہو، اُس میں غلط فہمی واقع ہو سکتی ہے۔ طبائع کا اختلاف کبھی اس درجہ ہو جاتا ہے کہ زن و شو کی محبت، نفرت سے بدل جاتی ہے اور دونوں کی زندگی ناقابل برداشت مصائب سے لبریز ہو جاتی ہے۔

ایسی صورت میں اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ طلاق کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا؟ طلاق اکثر و بیشتر خود عورت ہی کے حق میں مفید ہوتی ہے۔ اگر طلاق نہ ہوتی تو عورت ہمیشہ شریر مرد کے مظالم کا نشانہ بنی رہتی۔

لیکن طلاق کا قانون بنانے کے باوجود محمد صلعم اس کا استعمال ناپسند فرماتے ہیں۔ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسىٰ ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا "یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو بھی یہ سمجھو کہ کبھی کسی ناپسندیدہ بات میں بھی تمہارے لئے خدا کوئی بڑا فائدہ رکھ دیتا ہے!

وحی الٰہی نے عورت کا اس قدر پاس کیا ہے کہ مرد کو اپنے جذبات کے خلاف بھی عمل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ وحی کہتی ہے محض ناپسند ہونے کی وجہ سے اپنی بیوی کو نہ چھوڑو۔ کیونکہ شاید اس کے ذریعہ سے تمہیں بہت فائدہ پہنچ جائے!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق سے بچنے پر اس قدر زور دیا تھا، لیکن مسلمانوں نے آپ کے مشورے پر عمل نہ کیا اور نقصان اٹھایا کسی قانون کی برائی اس سے ثابت نہیں کی جا سکتی کہ لوگ اس کا غلط استعمال کرنے لگے ہیں، لوگوں نے تو خود فطری قوانین تک کا غلط استعمال کیا ہے۔ لیکن اس غلط استعمال کی وجہ سے وہ قانون ناقص قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

مسلمانوں نے طلاق کے بارے میں افراط کی اور بے قید و شرط اس کا استعمال کرنے لگے۔ عیسائیوں نے تفریط کی اور کسی حال میں بھی اس کا استعمال جائز نہ سمجھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں نے طویل تجربوں کے بعد اپنی غلطی محسوس کرلی۔ ترکی میں مسلمانوں نے طلاق کا دائرہ تنگ کر دیا، اور امریکہ، جرمنی، اور انگلستان میں عیسائیوں نے اس کا دائرہ وسیع کر دیا۔ اس عمل کا نتیجہ، اعتدال کی صورت میں ظاہر ہوگا اور یہی اعتدال، قانون طلاق سے محمد صلعم کے پیش نظر تھا،

نصف وراثت

یہ سچ ہے کہ محمد صلعم نے لڑکے کے مقابلہ میں لڑکی کو وراثت میں آدھا حق دیا ہے۔ لیکن انگریزی قانون تو لڑکی کو وراثت کا ذرا بھی حق نہیں دیتا۔ صرف لڑکی ہی کو نہیں، بلکہ متوفی باپ کی تمام تر دولت اس کے بڑے لڑکے کے حوالے کر دیتا ہے۔ کیونکہ اپنے باپ کے بعد اب وہی خاندان کا سردار اور اس کی روایات کا محافظ ہوگا،

اسلام نے انسانی سوسائٹی کا یہ اصول تسلیم کر لیا ہے کہ لڑکے

ہی اپنے خاندان کو برقرار رکھتے ہیں۔ لڑکیاں تو دوسرے خاندانوں میں جاکر جذب ہو جاتی ہیں۔ مگر لڑکوں کا یہ حال نہیں ہے۔ لہذا لڑکوں کی ذمہ داریاں زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں دولت کی بھی زیادہ ضرورت تھی اور اسلام نے ان کی ضرورت پوری کر دی ہے۔ لیکن لڑکیوں کو بالکل محروم نہیں کیا بلکہ انہیں آدھا حق دیا ہے کیونکہ وہ دوسرے خاندان میں جائیں گی اور اپنے شوہر کی دولت میں شریک بن جائیں گی،

پس معلوم ہوا کہ مسئلہ وراثت میں مرد یا عورت کے رتبے کا خیال پیش نظر نہیں ہے۔ بلکہ وہ سراسر ایک اجتماعی، اقتصادی معاملہ ہے جسے شریعت محمدی نے بہترین طریقے پر طے کر دیا ہے۔

حق شہادت

یہ بھی سچ ہے کہ اسلام نے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دی ہے۔ لیکن یہ اس وجہ سے نہیں کہ محمد صلعم عورت کو حقیر سمجھتے یا اُسے چھوٹا خیال کرتے تھے۔ بلکہ اس لیئے کہ عورت اپنے مزاج اور نسوانی ضرورتوں کی وجہ سے مردوں کی کشمکش کی زندگی سے بڑی حد تک دور رہتی ہے۔ اس زندگی میں دغا بازیاں عیاریاں عام ہیں۔ اور عورت کا لطیف مزاج ان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

عورت میں ایک کمزوری کا تو سب کو اعتراف کرنا ہی چاہیئے، وہ مرد کی خوشامد کا مقابلہ مشکل سے کر سکتی ہے۔ اس کے حسن کی تعریف کر دینا اسے ہمدرد بنا لینے کے لیئے کافی ہے! یہ کمزوری دراصل عورت کی فطری نیکی وطہارت کا نتیجہ ہے۔ محمد صلعم نے اسی بنا پر دو عورتوں کو ایک شہادت میں شریک کر دیا تاکہ جنس لطیف پر زیادہ بوجھ اور ذمہ داری نہ پڑے۔ پس اس معاملہ کو عورت کی تحقیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کی علت یہ ہے کہ اسلام میں عورت کی نیکی تسلیم کر لی گئی ہے۔

لیکن بعض شہادتیں ایسی ہیں جنمیں محمد صلعم نے عورت کو مرد پر فوقیت دی ہے۔ مثلاً نفاس وغیرہ نسوانی معاملات میں صرف مرد کی شہادت معتبر نہیں۔ لیکن صرف عورت کی شہادت معتبر ہوتی ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شارع نے عورت پر کس قدر اعتماد کیا ہے؟

تعدد ازدواج

اسلام پر سب سے بڑا اعتراض اسی وجہ سے کیا جاتا ہے کہ اس نے بیک وقت متعدد عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے۔ ہمیں اس کی حقیقت پر غور کرنا چاہیئے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ محمد صلعم کی شریعت کسی ایک خاص قوم کے لیئے نہیں ہے بلکہ تمام قوموں کے لیئے عام ہے، جن میں تمدن اور مزاج کا بڑا اختلاف ہے۔ محمد صلعم ہر قوم سے کہتے ہیں کہ میری وسیع و آسان شریعت میں ست وہ لے لو جو اس کے مزاج اور ماحول کی لازمی ضرورتوں کے مطابق ہے۔ اگر کوئی قوم کہتی ہے کہ میں تعدد ازدواج پسند نہیں کرتی یا اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتی تو محمد صلعم اس سے فرماتے ہیں نہایت بہتر، میری شریعت میں یہ چیز واجب نہیں ہے۔ بلکہ صرف جائز ہے۔ لیکن مثلاً افریقہ یا چین کی ایک قوم سامنے آتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے حالات ایسے ہیں کہ میں تعدد پر مجبور ہوں، مثلاً طبیعت ومزاج کی حدت کی وجہ سے یا بانجھ عورتوں کی کثرت کی وجہ سے یا عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی ہے ایسی صورت میں اس قوم کو تعدد سے منع نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا کرنا اس پر ظلم کرنا اور اُسے نافرمانی کی دعوت دینا ہے۔

پھر ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ انسانی طبیعت اکثر حالات میں تنوع پسند کرتی ہے۔ ایک قسم کا کھانا ہمیشہ کھایا نہیں جا سکتا۔ عام طور پر لوگ ایک عورت سے زیادہ طلب رکھتے ہیں، انکار کر دینا آسان ہے، مگر دنیا کا حال یہی ثابت کر رہا ہے۔ خود یورپ و امریکہ میں جہاں شادی کی بنیاد، محبت پر ہوتی ہے اکثر لوگ تعدد پر عمل کرتے ہیں، اگرچہ بے ضابطہ طور پر اور حرام طریقے سے۔

لہذا اسلام نے اگر ایسے مزاج والے انسانوں کے لیئے داعیۂ فطرت، جائز ومباح طریقے پر پوری کرنے کی اجازت دیدی ہے تو اچھا کیا ہے نہ کہ بُرا۔ یہ اچھا ہے کہ یورپ اور امریکہ کی طرح دنیا میں بداخلاقی عام ہو جائے۔ یا یہ اچھا ہے کہ ایک ضابطہ وقانون کے ماتحت تعدد ازدواج جائز کر دیا جائے ظاہر ہے کہ کوئی ذی عقل بھی پہلی صورت پسند نہیں کر سکتا۔

یہ غلط فہمی کسی کو بھی نہیں ہونی چاہیئے کہ اسلام میں تعدد فرض یا واجب ہے۔ نہیں وہ صرف مباح ہے۔ کوئی آدمی بھی اس پر مجبور نہیں کیا گیا ہے ؛

——— (؛)(؛) ———

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ

حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ءَإِلٰهٌ

مَعَ اللهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ۝ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا

وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

مبلغ اعظم

ہادیٔ برحق

جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے مبلغ اسلام

آنحضرتؐ کی تبلیغی زندگی

جناب مولانا عبدالحمید صاحب احمدی

HAMEED

ہادی برحق

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ

(از مبلغ اسلام حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے۔ ال۔ ال۔ بی۔ وکیل)

قریباً دو سو برس سے جب یورپ کی توجہ علمی مشاغل کی طرف ہوئی تو اہل مغرب کو مذہب متداولہ سے وحشت ہونے لگی۔ یہی وحشت آہستہ آہستہ اجنبیت تک پہنچکر اس صدی کے آغاز میں تبدیل بہ نفرت ہوگئی لیکن جنگ عظیم نے اچانک ہوا کا رخ پلٹ دیا۔ وہی لوگ جو مذہب و ملت سے متنفر ہوچکے تھے آج پھر اس طرف آرہے ہیں۔ لیکن جس مذہب کی طرف وہ آج جا رہے ہیں۔ نہ وہ کلیسوی مذہب ہے اور جس خدا کے وہ پرستار بن رہے ہیں نہ وہ موجودہ مسیحیت کا خدا ہے۔ یہ مذہبی اُتار چڑھاؤ ایک نہایت ہی نتیجہ خیز مطالعہ ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہب کو ان لوگوں نے اس وقت صحیح اصول زندگی سمجھکر اختیار کرنا چاہا ہے۔

میں یہاں ایک طرف متداولہ مذہب کلیسا کے وہ اصول زندگی لکھ دیتا ہوں جو اہل علم کے لئے باعث نفرت ہوئے۔ اور پھر اس کے مقابل اُن اصولوں کو لکھ دیتا ہوں جو مغربی دنیا کے نئے مذہبی خیالات کے اس وقت روح رواں ہیں۔

مسیحی اصول زندگی	جدید اصول زندگی
(۱) انسان نہایت ہی ناقص فطرت لیکر دنیا میں آتا ہے۔	(۱) قدرت کی ہر شے کی طرح انسانی فطرت بھی ہر نقص سے مبرا ہوتی ہے۔
(۲) جناب آدم کے ہبوط سے سرشت انسانی گناہ سے ملوث ہوچکی ہے۔ انسان پیدائشاً اور ورثتاً گنہگار ہے اور گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ چونکہ گناہ سے مراد قوانین الٰہیہ کا توڑنا ہے اس لئے انسان طبعاً قوانین پر چل نہیں سکتا۔	(۲) ہبوط آدم کا قصہ غلط ہے جو واقعہ آدم کے ساتھ ہوا اُسکا اثر اس کی ذات تک ہی محدود رہا۔ انسان گناہ سے پاک سرشت لیکر دنیا میں آتا ہے۔ وہ ہر قانون پر چلنے کے قابل ہے۔ وہ قانون کو توڑ کر مرتکب گناہ ہوجاتا ہے اس لئے گناہ اس کی سرشت میں نہیں۔ بلکہ گناہ اکتسابی امر ہے۔
(۳) انسان کی فطرت بحالات بالا ہر خیر و خوبی سے معرّا ہے۔	(۳) انسان میں ہر قسم کی خیر و خوبی کی استعداد ہے۔ اگر وہ صحیح اصول پر ہے تو اس کی ترقیات لامحدود ہیں (یہ اصول موجودہ ریشنلزم کی جان ہے)
(۴) جب تک انسان کی سرشت بذریعہ کفارہ مسیح پاک نہ ہوجائے اور اس طرح اس کا بوجھ کوئی دوسرا نہ اُٹھائے وہ کوئی ترقی نہیں کرسکتا۔	(۴) انسان اپنا بوجھ آپ اٹھاتا ہے۔ کسی دوسرے کی نیکی اس کے کام نہیں آسکتی۔ نہ وہ اس بار کا متحمل ہے۔
(۵) نجات یافتہ اور غیر نجات یافتہ انسانوں کی تقسیم خدا کے ہاتھ سے پیدائشاً ہوجاتی ہے جو بپتسمہ پانے والے گھروں میں پیدا ہوتے ہیں وہ قطعی نجات یافتہ ہوتے ہیں۔ دوسرے جہنمی ہوتے ہیں۔ جو کفارے پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ تقسیم ازل سے ہے۔	(۵) ہر ایک انسان خواہ کسی گھر میں پیدا ہو صحیح فطرت لے کر آتا ہے۔ اس کے آیندہ کے اعمال اُسے نجات یافتہ یا غیر نجات یافتہ بنا دیتے ہیں۔
(۶) کل دنیا و مافیہا ایک سہ منزلہ مکان کی طرح ہے۔ اوپری منزل نجات یافتہ لوگوں کے لئے ہے درمیانی منزل زمین ہے اور نچلی منزل دوزخ ہے جس میں عیسائیوں کے سوا باقی دنیا پڑیگی۔	(۶) فضائے عالم میں زمین ایک ادنیٰ سے ادنیٰ نقطے کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ جس کا نہ کوئی اوپر ہے نہ نیچے یہ اضافی الفاظ ہیں۔ موت کے بعد جو حالت ہماری ہوگی اس کے مطابق کل فضائے عالم بہشت یا دوزخ ہوجائے گی۔

میں نے یہاں چند موٹے موٹے اصول لکھ دیئے ہیں۔ امر آخری کے سوائے باقی جس قدر باتیں ہیں اُن پر ہر ایک دہریے کا بھی ایمان ہے۔ دہریت کا زور جنگ عظیم کے بعد کم ہوگیا ہے۔ لیکن علمی طبقہ نے جس خدا کو تسلیم کیا ہے وہ وہ ہے جو صحیفۂ قدرت کا خدا ہے اور جس کے صفات اور اخلاق وہ ہیں جنکو علمی مشاہدہ اور تجربہ ہمارے علم میں لایا ہے۔

الغرض یورپ کا آیندہ مذہب خدائے فطرت کی پرستش

یعنی قوانین قدرت کی اطاعت ہوگی اور اُن کے اصول زندگی مذہبًا وہ ہوں گے۔ جو کلیسہ کی مسلمہ صداقتوں کے خلاف ہو۔

اب میں قارئین پیشوا سے یہ پوچھتا ہوں کہ ان جدید اصولوں میں جن پر آج رشینلزم کا ایمان ہے وہ کون سا اصول ہے جس کی تعلیم ازلًا اسلام نے نہیں کی۔ حدیث صاف الفاظ میں کہتی ہے کہ کوئی بچہ مسلم۔ غیر مسلم۔ کسی گھر میں پیدا ہو وہ صحیح فطرت لیکر دنیا میں آتا ہے۔ ہاں وہ بعد میں مسلم (فرمانبردار قوانین الٰہیہ) یا غیر مسلم ہو جاتا ہے۔ ذیل میں اُن آیات کو لکھ دیتا ہوں جن میں ان اصولہائے جدید کی تعلیم ہوئی ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (سورۃ تین)

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا۔ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ۔ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (الروم)

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (الذٰریٰت)

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (سورۂ بنی اسرائیل)

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (سورۂ بقرہ)

مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا (بنی اسرائیل)

جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ الحدید)

ان آیات کا ماحصل یہ ہے کہ انسان ایک بہترین فطرت لیکر دنیا میں آیا ہے۔ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ لیکن اسمیں مقام سفل کی طرف بھی جانے کی استعداد موجود ہے۔ البتہ جو قوانین صحیحہ کو تسلیم کرے اور اُن پر چلے تو اس کی ترقیات لامحدود ہیں اور وہ بدی سے بچ جاتا ہے۔ انسان کی فطرت خدا کی بنائی ہوئی ہے۔ جس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ فطرت پر چلنا ہی اس کے لئے ایک صحیح دین ہے۔ فطرت میں قوانین الٰہیہ پر چلنے کی استعداد ہے۔ انسان انہیں اِسی فطرتِ اطاعت پر پیدا ہوئے ہیں۔ کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ ہر ایک انسان اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ جو کماتا ہے وہ اپنے لئے کماتا ہے جو گنواتا ہے وہ اپنے لئے گنواتا ہے۔ اس کی نیکی کا اثر یعنی اس کی نجات بہشت اور اس کی بدی کے نتائج بھی اسی کے لئے ہیں۔ اے لوگو! تم گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو اور خدا کی مغفرت کے تلے کی آجاؤ۔ اور اس جنت کو حاصل کرلو جو اپنی وسعت میں زمین و آسمان کے برابر ہے۔

مزاج کے مخدوش ہونے کے باعث میں زیادہ نہ لکھ سکا اور) نے یہ چند آیتیں یہاں لکھ دی ہیں لیکن یہ ان اصولوں کی تعیین کرتی ہیں جن سے بہت سے اور اصولہائے زندگی نکلتے ہیں۔ جن پر مغربی تمدن کا دارومدار ہے۔

تیرہ سو برس گذرے جب عین مشکلات کے وقت جو اسلام کو روئے زمین سے مٹانے کے لئے ہو رہی تھیں۔ ہم کو یہ تسلی دی جاتی ہے کہ دین حق سب ادیان پر غالب آکر رہے گا۔ بس کے اصول آخرکار دیگر ادیان کے اصول پر غالب آجائیں گے۔ مغربی دنیا گو اس وقت مسلمان نہیں۔ لیکن تعلیم اسلام کا جو عملی حصہ ہے اُسے انہوں نے اختیار کرلیا ہے۔ قرآن کریم کی پیشگوئی تو پوری ہو چکی۔ اب ہمارے ذمہ صرف اسی قدر کام باقی رہ گیا ہے کہ ہم ساکنانِ مغرب کو یہ بتلائیں کہ مذہب اُن اصولہائے زندگی کی تعلیم کرنے کے لئے آتا ہے جو اس کے تمدن و تہذیب کی تکمیل کر سکے سو وہ اصول زندگی قرآن میں موجود ہیں اور تم اُسے اختیار کر چکے ہو۔ تم عملًا مسلمان ہو۔ ہمیں اُنہیں مسلمان نہیں کرنا۔ اُن پر ایک صداقت ظاہر کرنی ہے کہ وہ درحقیقت مسلمان ہیں۔ ہاں بعض اخلاقی کمزوریاں ضرور ہیں جو ان میں موجود ہیں۔ وہ کم و بیش ہم میں بھی ہیں۔ مذہب کے صحیح علم آنے پر خود بخود دور ہو جائیں گی۔

رہا موجودہ خدائے یورپ سو یہ تو سائنس نے وہ کام کیا ہے جو آج تک نبوت حقہ نے کیا ہے۔ قرآن نے بعض اخلاق الٰہیہ کا پتہ دیا جنہیں ہم اسمائے حسنہ کہتے ہیں وہ وہی ہیں جنہیں سائنس قبول کرتی جاتی ہے یہ ایک دوسرا رنگ ہے جس میں آیت بالا (لیظہرہ علی الدین کلہ) پوری ہو رہی ہے۔ میں ایک مدت تک عیسائی مذہب کی تردید کرتا رہا۔ لیکن ۱۹۱۲ء کے بعد مجھے اس امر کی طرف رہنمائی ہوئی کہ انہدامی امور میں تو موجودہ عیسائیت کو مذہب اصنامی (پیگنزم) دکھلایا جائے اور تعمیری امور میں لیظہرہ علی الدین کلہ والی آیت کو سامنے رکھا جائے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ امر اول نے تو عیسائیت کو اپنے وطن مالوف سے جلا وطن کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور امر دوم مغربی دلوں میں اسلام کو جاگزیں کر رہی ہے۔ چنانچہ جو کامیابی ہمارے مشن کو گزشتہ دس سال میں ہوئی ہے پہلے نہیں ہوئی۔ اشاعت اسلام کے لئے کس قدر آسان رستہ خدا نے کھول دیا ہے۔ پھر اس غفلت کے کیا معنی۔ والسلام۔

اگر آپ یہ رسالہ نمبر پسند ہو اور آپ چاہتے ہوں کہ اس نذر کو جو بارگاہ رسالت پناہ میں پیش کی جا رہی ہے کوئی مفید کام سمجھتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنے دوستوں اور بزرگوں کو رسالہ پیشوا کی خریداری پر آمادہ کریں کہ پیشوا کے اس نمبر کی تعریف کرنے سے یہ بہت زیادہ بہتر ہے کہ آپ جتنے بھائیوں تک تاجدار مدینہ کا پیغام پہنچا سکتے ہوں پہنچانے میں تامل نہ کریں۔ منیجر رسالہ پیشوا دہلی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغی زندگی

(از جناب مولانا عبدالحمید صاحب مرکزی انجمن احمدیہ دہلی)

آپ تمام دنیا کی طرف رسول مبعوث ہوئے تھے

حضرت سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی زندگی اور رواداری پر جب ہم غور کرتے ہیں تو مثل دیگر باتوں کے اس بارے میں بھی حضور علیہ السلام اور دیگر ہادیان و پیشوایان مذاہب میں ایسا بین فرق نظر آتا ہے جو آپ کو ان تمام پر فضیلت اور امتیاز بخشتا ہے۔ ابتدا میں بباعث دور دراز مسافتوں اور دشوار گذار راستوں کے ایک قوم دوسری قوم کے حالات سے بالکل بے خبر تھی، ایسے زمانوں میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے تقاضا فرمایا کہ ہر ایک قوم کیلئے جدا جدا رسولؑ بھیجے جائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور پھر جب نوع انسان نے دنیا کی آبادی میں ترقی کی اور ملاقات کے لئے راہ کھل گئی اور ایسے سامان میسر آگئے کہ سفر آسان ہو گئے . . . .

. . . . اور

اس بات کا علم ہو گیا کہ فلاں فلاں حصۂ زمین پر نوع انسان رہتے ہیں، اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ان سب کو پھر دوبارہ ایک قوم کی طرح بنا دیا جائے اور بعد تفرقہ کے پھر ان کو جمع کیا جائے، تب فضلے تمام ملکوں کیلئے ایک ہی رسول اور ایک کتاب بھیجی، اور اس کتاب میں حکم فرمایا کہ جس جس زمانہ میں یہ کتاب مختلف ممالک میں پہنچے ان کا فرض ہوگا کہ ان کو قبول کریں اور اس پر ایمان لائیں، حضور علیہ السلام سے پہلے جتنے رسول، اور قرآن شریف سے پہلے جتنی کتابیں آئیں، وہ صرف ایک ایک قوم کے لئے تھیں، دوسری قوموں سے ان کو کچھ واسطہ اور تعلق نہ تھا، مگر اب زمانہ کیلئے ایسے سامان میسر آگئے جو مختلف قوموں کو وحدت کا رنگ بخشتے جاتے ہیں، ملاقات کی راہیں ایسی سہل ہو گئی ہیں کہ برسوں کی راہیں چند دنوں میں طے ہو سکتی ہیں اور پیغام رسانی کے لئے وہ سبیلیں پیدا ہو گئی ہیں کہ جو خبریں دور دراز ملکوں سے ایک برس میں بھی نہیں آسکتی تھیں وہ اب ایک ساعت میں آسکتی ہیں، اور وہ قرآن شریف ہی ہے جس نے کھلے طور پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے آیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے،

قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاہ	یعنی تمام لوگوں کو کہدے کہ میں تم سب کیلئے رسول ہو کر آیا ہوں

اور پھر فرماتا ہے :-

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔	یعنی میں نے تمام عالموں کے لئے تجھے رحمت کر کے بھیجا ہے،

اور پھر فرماتا ہے :-

لیکون للعٰلمین نذیرا	یعنی ہم نے اس لئے بھیجا ہے کہ تمام دنیا کو ڈراوے۔

اسی طرح قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا۔ اسی لئے فرمایا:-

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔	یعنی آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور میں اسلام کو تمہارا دین مقرر کر کے خوش ہوا۔

لیکن قرآن شریف سے پہلے دنیا کی کسی الہامی کتاب اور کسی رسولؑ نے یہ دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہر ایک نے اپنی رسالت کو اپنی قوم تک ہی محدود رکھا یہاں تک کہ جس نبی کو عیسائیوں نے خدا قرار دیا اس کے منہ سے بھی یہی نکلا کہ "میں اسرائیل کی بھیڑوں کے سوا اور کسی طرف نہیں بھیجا گیا"

اور زمانہ کے حالات نے بھی گواہی دی کہ قرآن شریف کا یہ دعویٰ تبلیغ عام کا عین موقعہ پر ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت تبلیغ عام کا دروازہ کھل گیا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے بعد نزول اس آیت کے کہ :-

قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۔

دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی طرف دعوت اسلام کے خط لکھے تھے، لیکن کسی اور نبی نے غیر قوموں کے بادشاہوں کی طرف دعوت دین کے ہرگز خط نہیں لکھے۔ کیونکہ وہ دوسری قوموں کی دعوت کے لئے مامور نہ تھے، اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو حضور علیہ السلام کو دوسرے تمام انبیاء سے ممتاز کرتی ہے۔

تبلیغ اشاعت کے ساتھ مصائب کا آغاز

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر حکم نازل ہوا کہ :-

بلغ ما انزل الیک	یعنی جو آپ پر نازل ہوا ہے، وہ لوگوں تک پہنچا دیں،

جھگڑوں کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے بزرگوں کا احترام نہیں کرتے، اور خیال کرتے ہیں کہ سوائے ہمارے باقی لوگ ازل سے خدا کے دروازہ سے دھتکارے ہوئے ہیں، ان خیالات کی موجودگی میں دلوں میں ہرگز کبھی محبت پیدا نہیں ہو سکتی، اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کشت وخون تک نوبت پہنچتی ہے، حضرت رسول کریم صلعم نے ان جھگڑوں کا اعلان کرکے کہ "ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر" بالکل دروازہ بند کردیا ہے، یعنی کوئی قوم بھی ایسی نہیں جس میں خدا تعالیٰ کے نبی نہ گذرے ہوں، اس اعلان کے ذریعہ سے سب اقوام کے نبیوں کے تقدس کو قبول کر لیا گیا ہے، اور خدا کی عام رحمت کو کسی خاص خاندان تک محدود نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ کہ وہ منافرت جو دائرہ ہدایت کے محدود کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے اس ارشاد کو مدنظر رکھنے والے کے دل سے دور ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سب مذاہب خدا کے قائم کئے ہوئے ہیں، پس اُن سے بغض اور ان کا قطعی انکار خود خدا کے فضل کا انکار ہے۔

کسی کی قابل عزت چیز کو بُرا نہ کہو

دوسری وجہ لڑائی جھگڑوں کی یہ ہوتی ہے کہ انسان کسی قوم کے بزرگوں کو تو بُرا بھلا نہیں کہتا لیکن اس کے اصول کو بُرا کہتا ہے۔ رسول کریم صلعم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل سے بھی روکا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم — یعنی وہ چیزیں جنہیں دوسرے مذہب والے عزت کی نظر سے دیکھتے ہوں، جیسے بت وغیرہ اُن کو بھی گالیاں مت دو، کہ وہ پھر بدلے میں خدا کو گالیاں دیں گے کیونکہ وہ اس خدا کو جانتے نہیں "

یہ کتنی اعلیٰ تعلیم ہے کہ دوسرے مذاہب کے جو بزرگ سچے تھے ان کے متعلق تو فرمایا کہ انہیں مان لو، اور جو چیزیں سچی نہیں ان کے متعلق کہدیا کہ انہیں بُرا نہ کہو۔

ہر مذہب میں خوبی

تیسری بات لڑائی فساد پیدا کرنے والی یہ ہوتی ہے کہ ایک مذہب والا دوسرے مذہب کی خوبیوں کو نہیں مانتا، رسول کریم صلعم کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے فرمایا:-

وقالت الیہود لیست النصاریٰ علیٰ شیء وقالت النصاریٰ لیست الیہود علیٰ شیء۔ — یعنی یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ میں کوئی خوبی نہیں، اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود میں کوئی خوبی نہیں، حالانکہ دونوں کتاب الٰہی "پڑھتے ہیں" یعنی جب کتاب الٰہی پڑھتے ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ

ہر ایک چیز میں خواہ وہ کتنی ہی بری کیوں نہ ہو خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور جب کوئی چیز کسی فائدہ کی نہ رہے تو وہ مٹا دی جاتی ہے۔ پس آپ نے یہ تعلیم دی کہ دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف کرو

غیر مسلموں کی عبادت کا احترام

ایک دفعہ کچھ عیسائی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسجد میں بیٹھ کر حضور سے بحث کرتے رہے۔ حتیٰ کہ انکی عبادت کا وقت ہو گیا اور وہ عبادت کے لئے مسجد سے باہر جانے لگے تو رسول کریم صلعم نے انہیں فرمایا کہ یہاں ہی عبادت کر لو چنانچہ انہوں نے مسجد میں اپنے طریق پر عبادت کی اور آپ بیٹھے دیکھتے رہے۔

غیروں کے اعلیٰ اخلاق کا احترام

ایک جنگ میں حاتم طائی کی لڑکی اور اس کا قبیلہ گرفتار ہو کر آئے۔ اس لڑکی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا باپ بڑا سخی آدمی تھا دکھیوں کی مدد کرتا تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ ننگوں کو کپڑے پہناتا تھا۔ یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرتا تھا پس آپ ہم کو رہا کر دیں اور عرب کے قبیلوں کو ہم پر نہ ہنسوائیں، آپ نے منظور فرمایا کہ تیرا باپ نیک خصلت رکھتا تھا اور خدا بھی اچھے اخلاق کو دوست رکھتا ہے پس جاؤ تم کو رہا کیا "

اعلیٰ اخلاق کی چند مثالیں

(۱) حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ چند یہودی آپ کے پاس آئے اور (بجائے السلام علیکم کے) السام علیکم کہا (یعنی تم پر موت آئے) میں اُن کا مطلب سمجھ گئی، اور میں نے کہا علیکم السام واللعنۃ (یعنی تم پر موت اور لعنت ہو) تو آپ نے فرمایا۔ ٹھہرو عائشہ اللہ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے اور سختی کو پسند نہیں رکھتا میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ ان یہودیوں نے کیا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں سُنا تھا اور میں نے جواب میں کہدیا تھا علیکم (تم پر) اپنی طرف سے بُرے الفاظ کو دُہرانے کی کیا ضرورت تھی (بخاری)

(۲) انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی مسجد میں آکر پیشاب کرنے لگا۔ لوگ اُسے مارنے کو دوڑے۔ آپ نے انہیں روکا، اور فرمایا اس کا پیشاب بند مت کرو، اسے پیشاب کر لینے دو، جب وہ فارغ ہوا تو آپ نے پانی کا ڈول منگا کر اس جگہ بہا دیا اور اس کو نرمی سے سمجھایا کہ:-

"مسجدیں خدا کی عبادت کرنے کی جگہ ہیں، یہاں پیشاب کرنا اور کوڑا کرکٹ ڈالنا منع ہے"

ہزار در ہزار، درود اور سلام اس عالی مرتبہ نبی پر جس نے حق کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے انتہائی تکلیفیں اٹھائیں، اور مصیبتیں جھیلیں، اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خیر خواہی میں اپنی جان تک کی پروا نہ کی۔

صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اہلِ مکہ کا منصوبہ قتل اور آپ کی ہجرت

سچ چھپا نہیں رہتا۔ آپ کی تعلیم کی خبریں باہر مشہور ہونی شروع ہوئیں۔ یثرب (جسے اب مدینہ کہتے ہیں) نامی ایک شہر کے لوگ حج کے لئے مکہ آئے تو آپ سے بھی ملے۔ آپ نے اُن کو اسلام کی تعلیم دی، جس سے اُن کے دلوں پر گہرا اثر ہوا، اور انہوں نے واپس جاکر اپنے شہر کے لوگوں سے ذکر کیا، اور ستر آدمی دوسرے سال تحقیق کے لئے آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ آپ اُن کے شہر میں چلے چلیں، مگر آپ نے اُس وقت اُن کی بات پر عمل کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ہاں وعدہ کیا کہ جب ہجرت کا موقعہ ہوگا تو آپ مدینہ تشریف لائیں گے۔ اہلِ مکہ نے جب دیکھا کہ آپ کی تعلیم باہر پھیلنی شروع ہوئی ہے تو انہوں نے ایک رات ہر قبیلہ میں سے ایک ایک آدمی چن کر آپ کے قتل کرنے کا منصوبہ کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے خبر دیدی۔ اور آپ اُس رات مکہ سے نکل کر حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ جہاں کے لوگوں پر اسلام کی تعلیم کا ایسا اثر ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں قریباً سب مدینہ کے لوگ اسلام لے آئے اور آپ کو انہوں نے بادشاہ بنالیا۔ اور اس طرح وہ کوسنے کا تھپڑ جسے اُس کے شہر کے معماروں نے رد کر دیا تھا مدینہ کی حکومت کا تاج بنا۔

فتح مکہ

اہلِ مکہ نے جب دیکھا کہ مدینہ میں آپ کو اپنی تعلیم کے عام طور سے پھیلانے کا موقعہ مل گیا ہے تو انہوں نے مدینہ پر متواتر چڑھائیاں شروع کیں۔ مگر ان لشکر کشیوں کا نتیجہ بھی اُن کے حق میں بُرا نکلا۔ اور گو بڑی بڑی تیاریوں کے بعد انہوں نے حملے کئے اور مسلمان ہر تعداد میں اُن سے بہت کم تھے مگر پھر بھی غیر معمولی طور پر خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی، اور وہ مکہ جہاں سے آپ کو بے سروسامانی کی حالت میں نکالا گیا تھا، وہاں آپ فاتحانہ حیثیت میں بطور بادشاہ داخل ہوئے تو مکہ کے لوگ کانپ رہے تھے کہ اب نہ معلوم ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا، مدینہ کے لوگ جنہوں نے خود ان تکلیفوں کو نہ دیکھا تھا جو آپ کو اور صحابہؓ کو دی گئیں تھیں۔ مگر دوسروں سے سُنا تھا وہ اُن تکالیف کا خیال کرکے مکہ والوں کے خلاف جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ مگر جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو سب لوگوں کو جمع کرکے یہ اعلان کیا کہ:-

اے لوگو! آج میں اُن سب قصوروں کو جو تم نے میرے حق میں کئے ہیں معاف کرتا ہوں۔ تم کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی، اور نہ تم سے کوئی بدلہ لیا جائے گا۔

یہ ہے عفو کی بے نظیر مثال کہ درندوں جیسے ظالم دشمنوں پر قابو پاکر پھر انہیں معاف کر دیا، حسن اخلاق کی تلوار نے ان کے دلوں کو ایسا گھائل کر دیا کہ ہمیشہ کے لئے ان کی گردنیں اسلام کے آگے جھک گئیں۔

اسلام راستی کی تلوار کے ساتھ پھیلا، نہ کہ لوہے کی تلوار کے ساتھ

خیر البشر کا مختصر خاکہ جو اوپر کی چند سطور میں دکھایا گیا ہے، اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس طرح وہ ننھا سا بیج جو حضور علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے بویا گیا تھا ایک عظیم الشان درخت بن گیا، اور رفتہ رفتہ اس کی شاخیں اطراف واکناف عالم میں پہنچ گئیں، اور ایک دنیا ان کے نیچے بسیرا کرنے لگی۔ تعلق باللہ، روحانیت، اخلاق فاضلہ کے ساتھ اسلام کی تعلیم کو ساتھ لے کر جاں نثاران وفدایان اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے، اور ایک عالم کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کر دیا، یہ مت خیال کرو کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، کیونکہ اسلام نے کبھی تلوار سے ابتدا نہیں کی، بھلا جو پاک کتاب بانگ دہل یہ اعلان کرتی ہے کہ:-

لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں جبر جائز نہیں،

وہ کب اس بات کی اجازت دے سکتی ہے کہ مذہب کی اشاعت تلوار کے ذریعے کی جاوے، پھر خود حضور علیہ السلام کا اُسوۂ حسنہ ظاہر کر رہا ہے کہ تیرہ سال تک مکہ میں سخت سے سخت دردناک مظالم اور مصائب برداشت کئے ہیں لیکن تلوار نہیں اٹھائی، یہاں تک کہ اتمام حجت کی غرض سے اپنا عزیز وطن چھوڑ دیا، اور ہجرت کرکے مدینے چلے گئے۔ لیکن جب ظالموں نے وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا اور حق کو تلوار کے زور سے مٹانا چاہا، تب آپ نے اُن کے مقابلہ پر تلوار اٹھائی، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان جنگوں میں ہی آپ کو ایسے اعلیٰ اخلاق دکھانے کا موقعہ ملا، جو بغیر جنگوں کے مخفی رہتے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے ظالم دشمنوں پر فتح دی اور آپ نے اُن کو معاف کر دیا۔ آپ کو اُس نے بادشاہت دی، اور آپ نے اس بادشاہت میں بھی غربت سے گذارہ کرکے اور سب مال حاجتمندوں میں تقسیم کرکے اس بات کو ثابت کر دیا کہ سچا رحم کرنے والا اور عفو کرنے والا وہی ہے جسے طاقت ملے اور رحم کرے اور سچا سخی وہی ہے جسے دولت ملے اور وہ تقسیم کر دے۔

چونکہ حضور علیہ السلام کی مخاطب کوئی خاص قوم نہ تھی بلکہ ساری دنیا کی قومیں اور تمام مذاہب اور تمام ممالک آپ کے مخاطب تھے۔ اس لئے ان تمام غیر مذاہب اور غیر قوموں سے رواداری کے متعلق بھی آپ نے جو تعلیم دی ہے اُس کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے مذہب نے پیش نہیں کیا۔ چنانچہ اختصار کے ساتھ چند باتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں

ہر قوم کے بزرگوں کا ادب

سب سے پہلی بات جو حضور نے سکھلائی وہ ہر قوم کے بزرگوں کا ادب واحترام ہے، غور سے دیکھا جائے تو بہت سی لڑائیوں، اور

اور یہ کہ آپ دنیا کو خدا کی طرف بلائیں، اور بدی کو دنیا سے مٹائیں، اور شرک کو دور کریں، اور نیکی و تقویٰ کو قائم کریں، تو ایک دم دنیا آپ کے لیئے بدل گئی، وہ لوگ جو پہلے محبت کرتے تھے نفرت کرنے لگے، اور جو عزت کرتے تھے حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے، جو تعریف کرتے تھے مذمت کرنے لگے، اور جو پہلے آرام پہنچاتے تھے تکلیف دینے لگے، اور اس وقت صرف چار آدمی تھے جن کو آپ سے بہت زیادہ موقعہ ملاقات کا ملتا تھا آپ پر ایمان لے آئے، یعنی حضرت خدیجہؓ آپ کی بیوی حضرت علیؓ آپ کے چچا زاد بھائی، اور زیدؓ آپ کے آزاد کردہ غلام، اور حضرت ابوبکرؓ آپ کے دوست، اور ان سب کے ایمان لانے کی دلیل اس وقت یہ تھی کہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے، سچائی کا قبول کرنا آسان کام نہیں، جونہی آپ نے اسلام کی تبلیغ شروع کی، مصائب کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا، مکہ کے لوگ جن کا گذارہ ہی بتوں کے معبدوں کی حفاظت اور مجاوری پر تھا وہ کب اس تعلیم کو برداشت کر سکتے تھے کہ ایک خدا کی پرستش کی تعلیم دی جائے، جو لوگ ایمان لے آئے تھے ان پر نہایت سختیاں ہونے لگیں، بھائی نے بھائی کو چھوڑ دیا اور باپ نے بچوں کو نکال دیا، آقاؤں نے نوکروں کو دکھ دینا شروع کیا۔ غلاموں کو لوہے کی زرہیں پہنا دیتے اور ان کو سورج کے سامنے کھڑا کر دیتے تھے۔ بعض کی ٹانگوں میں رسیاں ڈالکر ان کو زمین پر گھسیٹتے تھے، اور بعض دفعہ لوہے کی سیخیں گرم کر کے ان سے جسم جلاتے تھے، اور بعض دفعہ سوئیوں سے ان کے جسم کو اس طرح چھیدتے تھے جس طرح کہ کپڑا سیتے ہیں، خود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ لوگ دکھ دیتے تھے اور گالیاں دیتے تھے، بعض دفعہ نماز میں آپ سجدہ کرتے تو سر پر اوجھڑی ڈال دیتے، کبھی سر پر راکھ پھینک دیتے۔ ایک دفعہ آپ سجدہ میں تھے کہ ایک شخص آپ کی گردن پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا اور دیر تک آپ کو دبائے رکھا۔ ایک اور موقعہ پر آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر گلا گھونٹنا شروع کر دیا، مگر باوجود ان مخالفتوں کے آپ تبلیغ میں لگے رہتے، اور ذرہ برابر پرواہ نہ کرتے، جہاں بھی لوگ بیٹھے ہوتے آپ وہاں جاکر ان کو تبلیغ کرتے۔

آپ کے خلاف اہل مکہ کی کوششیں

جب اہل مکہ نے دیکھا کہ باوجود ان سب مصائب اور دکھوں کے آپ اشاعت دین سے نہیں رکتے تو انہوں نے آپ کے چچا ابوطالبؓ سے درخواست کی کہ آپ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں کہ وہ بتوں کی پرستش سے لوگوں کو نہ روکا کرے، اور جو کچھ چاہے کہے، چنانچہ آپ کے چچا نے آپ کو بلا کر کہا کہ مکہ کے رؤسا ایسا کہتے ہیں کیا آپ ان کو خوش نہیں کر سکتے؟ حضرت رسول کریم صلعم نے جواب دیا کہ اے چچا! آپ کے مجھ پر بہت احسان ہیں مگر میں آپ کے لیئے اپنے خدا کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر آپ کو لوگوں کی مخالفت کا خوف ہے تو آپ مجھ سے الگ ہو جائیں، مگر میں اس صداقت کو جو مجھے خدا سے ملی ہے ضرور پیش کروں گا۔

اہل مکہ کا یہ حربہ بیکار گیا، تو انہوں نے ایک رئیس کو اپنے میں سے چنا اور اس کی معرفت آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ کی غرض یہ ہے کہ آپ کو عزت مل جائے تو ہم سب شہر والے آپ کو معزز قرار دیتے ہیں، اگر مال کی خواہش ہے تو ہم سب اپنے مالوں کا ایک ایک حصہ الگ کر کے آپ کو دیدیتے ہیں، اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنانے کے لیئے تیار ہیں، اگر شادی کی خواہش ہے تو جس عورت سے آپ چاہیں آپ کی شادی کر دی جائیگی مگر آپ اپنے دین کی تبلیغ نہ کریں، جس وقت وفد نے یہ پیغام آپ کو دیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ:-

"دیکھو اگر سورج کو میرے ایک طرف اور چاند کو دوسری طرف لاکر کھڑا کر دو، تب بھی میں اس تعلیم کو نہیں چھوڑوں گا"

وہ بد باطن لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے دنیا کمانے کی خاطر یہ جال بچھایا تھا وہ خدارا غور کریں کہ اگر اس میں ذرہ بھر بھی صداقت تھی تو بھلا آپ کے لیئے اس سے بہتر موقعہ دنیا جمع کرنے کا اور کون سا ہو سکتا تھا کہ سرداران مکہ، مال و دولت اور حکومت سب کچھ آپ کو دینے کے لیئے رضامند تھے۔ لیکن آپ نے نہایت حقارت کے ساتھ اسے ٹھکرا دیا، اور آخر وقت تک حق کی اشاعت اور دین کی تبلیغ کو نہ چھوڑا۔

اہل طائف کو پیغام حق اور ان کا سلوک

اہل مکہ کی بے پروائی کو دیکھ کر آپ نے عرب کے دوسرے شہروں کی طرف توجہ کی، اور طائف جو کہ مکہ سے [illegible] میل کے فاصلہ پر ایک پرانا شہر ہے وہاں کے لوگوں کو تبلیغ حق کی طرف دعوت دینے کے لیئے تشریف لے گئے، ان لوگوں نے جب خدا کا کلام سنا تو وہ مکہ والوں سے بھی زیادہ ظالم ثابت ہوئے، پہلے انہوں نے گالیاں دیں، پھر کہا کہ شہر سے نکل جاؤ، اور جب آپ واپس آرہے تھے تو بدمعاشوں اور لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا، پتھر پر پتھر چاروں طرف سے آپ پر پڑتے تھے، اور کتے پیچھے دوڑتے تھے یہاں تک کہ سر سے پاؤں تک آپ خون سے تر بتر ہو گئے، مگر اس وقت بھی ان ظالموں کی نسبت جو خیالات آپ کی زبان پر جاری تھے وہ یہ تھے کہ آپ خون اپنے جسم سے پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ:-

"اے خدا یہ کچھ یہ کر رہے ہیں، اچھا سمجھ کر کر رہے ہیں، اور ان کو معلوم نہیں کہ میں کون ہوں، اس لیئے تو ان پر ناراض نہ ہو اور ان پر عذاب نازل نہ کر بلکہ ان کو سچائی کے قبول کرنے کی توفیق دے"

کیا اس سے بڑھ کر انسانی ہمدردی کی مثال کہیں ہو سکتی ہے؟

- - - - - - - - - - - -

فلا يستطيعون ردها ولا هم ينظرون ۝ ولقد استهزئ

پس نہ سکیں گے اسے پھیر دینا اور نہ وہ ڈھیل دیے جائیں گے اور البتہ تحقیق ٹھٹھا کیا گیا تھا

پھر نہ اس کے ہٹانے کی ان کو قدرت ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی اور آپ سے پہلے جو

برسل من قبلك فحاق بالذين سخروا منهم ما كانوا به

ساتھ پیغمبروں کے پہلے تجھ سے پس گھیر لیا ان لوگوں کو کہ ٹھٹھا کرتے تھے ان میں سے وہ چیز کہ تھے ساتھ

پیغمبر ہو گذرے ہیں ان کے ساتھ بھی (کفار کی طرف سے) تمسخر کیا گیا تھا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان پر وہ عذاب واقع ہو گیا جسکے

يستهزءون ۝ قل من يكلؤكم بالليل والنهار من الرحمن

اس کے ٹھٹھا کرتے کہہ کون نگہبانی کرتا ہے تمہاری رات اور دن رحمن سے

ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے (البتہ یہی ان سے کہدیجئے) کہ وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں رحمن کے عذاب سے تمہاری حفاظت

بل هم عن ذكر ربهم معرضون ۝ ام لهم الهة تمنعهم من

بلکہ وہ یاد پروردگار اپنی سے منہ پھیرنے والے ہیں کیا واسطے ان کے معبود ہیں کہ منع کرتے ہیں ان کو ہمارے

کرتا ہو۔ بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے روگرداں (ہی) ہیں کیا ان کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ (عذاب) سے بچا لیں

تذکرہ جمیل رسالہ پیشوا دہلی

تفسیر صفحہ ۱۰۸ ف میں لکھا ہے کہ ... بلا بتہ ان کی قیامت آئے گی کہ معلوم ہو جائے گی کہ ... سوال کیا کرتے تھے کہ قیامت آئے گی تو اسے ہمارے نبی ... کہ قیامت جب ... اچانک آئے گی ... ف اور وہ حمد کے معبود اپنے پجاریوں کو عذاب سے کیا بچائیں گے خود ان کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان پر مصیبت پڑے تو نہ آپ اپنی مدد کے قابل اور نہ کسی دوسرے کی مدد کر سکیں تو ایسے مجبور کیا معبود ہو سکتے ہیں یا دوسرے جملہ کا یہ مطلب ہے کہ وہ ہمارے مقابلہ میں محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ۱۲ منہ ؎

*

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

فیلڈ مارشل

غزوہ بدر اور مستشرقین

جناب مولانا سید اشفاق حسین حقانی اے بی ٹی

امی سپہ سالار کی اصلاحات جنگ

جناب مولانا سید اشفاق حسین صاحب بی اے بی ٹی

HAMEED

غزوہ بدر اور مستشرقین

(از جناب مولانا سید اشفاق حسین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی)

مستشرقین کی بلند آہنگی

مستشرقین یورپ نے نہایت بلند آہنگی سے اس راگ کو الاپا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی جذبہ انتقام کے ماتحت قریش کے ساتھ جارحانہ چھیڑ چھاڑ اور ان کے تجارتی قافلوں کی لوٹ مار کی ایک مسلسل داستان ہے۔ چنانچہ غزوۂ بدر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس لئے کہ اس کا اصل مقصد قریش کے اُس کاروان تجارت کو لوٹنا تھا جو ابوسفیان کی قیادت میں ملک شام سے واپس آرہا تھا۔ چنانچہ سر ولیم میور اپنی مشہور تالیف "لائف آف محمد" میں لکھتا ہے۔

سر ولیم میور

محمد (صلعم) کے قیام مدینہ کے پہلے چھ مہینے نہایت امن و امان سے گزرے اس لئے کہ نہ تو کسی بیرونی دشمن کا اندیشہ تھا اور نہ ہی مدینہ میں اُنکے خلاف مجالس بغض و عناد ہوا کرتی تھیں۔ اہل مکہ کے جذبات انتقام سرد پڑ چکے تھے۔ کیونکہ وہ شخص جس نے اُن میں افتراق ڈالا تھا اور جس نے مذہب کا ایک نیا فتنہ اُٹھایا تھا مع اپنے تمام پیرووں کے وہاں سے جا چکا تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں اہل مکہ سکون و طمانیت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اُن کی معاشرتی زندگی جو پہلے کل صدمات تھی اب گہوارہ عافیت بن چکی تھی لیکن محمد (صلعم) کے خیالات ہجرت کے بعد سے پُر امن نہ تھے قریش کے خلاف جذبات انتقام اُن کے دل پر مشتعل تھے اور وہ موافق حالات کے منتظر۔ لیکن یہ حالات اُنکو فوراً ہی میسر نہ آ سکتے تھے۔ اس لئے کہ انصار سے محض یہ معاہدہ تھا کہ وہ دفاعی جنگوں میں رسول کا ساتھ دیں گے جارحانہ کارروائیوں میں نہیں۔ اس قبیلہ کے خلاف جس نے انہیں وطن سے نکالا تھا انتقامی جارحانہ لڑائیوں میں صف آرا ہونے پر انصار کو آمادہ کرنا وقت چاہتا تھا۔ خود مہاجرین اتنے قلیل التعداد میں تھے کہ وہ آمادۂ پیکار نہ ہو سکتے تھے وہ ابھی اپنے اہل و عیال کے لئے رہنے کے ٹھکانے بنانے اور وسائل معاش مہیا کرنے میں مصروف تھے۔

(لائف آف محمد۔ نیا اڈیشن صفحہ ۲۰۳)

واشنگٹن ارونگ

اب ہم محمدؐ کی زندگی کے ایک اہم باب پر آتے ہیں ابتک وہ محض ترغیب سے پیرو حاصل کرتے رہے اور قریش کے تشدد کو صبر و شکر برداشت کرتے رہے یعنی ہمارے آقا حضرت مسیح (علیہ السلام) کے اس اصول پر کاربند رہے اور اپنے پیرووں کو اسی کی تلقین کرتے رہے "اگر وہ تیرے گال پر طمانچہ لگائے تو دوسرا بھی آگے کردے"۔ مدینہ میں آکر عیسائیت کے اس آسمانی اصول سے منحرف ہوگئے اور اپنے مذہب میں انہوں نے انسانی کمزوری کا کھوٹ ملا ہی لیا۔ اُن کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا اُن کی فطرت ایک مسلسل قوت برداشت سے ابا کرتی تھی جس کی وہ اب تک تلقین کرتے رہے تھے۔ تیرہ سالہ مصائب و آلام کی زندگی کا اجر سوائے اس کے کچھ نہ ملا کہ اُن کا قبیلہ جلا وطن ہوا۔ نکبت و افلاس میں گھر گیا وہ اب بھی اسکو برداشت کرتے رہتے اگر اچانک خلاف امید اُنکو انتقام کی سہولتیں میسر نہ آجاتیں۔ (لائف آف محمد ص۱۰۱)

ریورنڈ کینن سیل

مدینہ میں مہاجرین کی سکونت نے نبی (صلعم) کو اپنے مصیبت زدہ پیرووں کی گذشتہ آلام و مصائب بھری زندگی کی یاد دلائی۔ قبائل عرب کے باہمی جدال و قتال کی وجہ سے تجارتی کارروانوں پر دست درازی کرنا ڈکیتی کا مترادف نہ سمجھا جاتا تھا اس لئے نبی کا انکے طرزِ عمل کو محض لوٹ مار سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اہل مکہ تجارتی قافلے بھیجا کرتے تھے محمد (صلعم) کو مال و زر کی ضرورت تھی اس کے حصول کا آسان طریقہ یہی تھا کہ کاروان تجارت کو روک لیا کریں۔ رسول کے حکم مطابق جو ابتدائی سریئے ہوئے اُنکی ایک ممکن وجہ یہی ہے۔ بعد ازاں جبکہ اہل مکہ کو معلوم ہو گیا کہ اُن کی تجارت خطرہ میں پڑ گئی ہے اور انہوں نے اس خطرہ سے بچنے کی عملی کارروائی کی تو بعض مرتبہ رسول کی جنگیں مدافعانہ بھی ہوتی تھیں عرب میں ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلہ کے کاروان تجارت پر حملہ کرنا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی محمد اب خود ایک عربی سردار کی حیثیت اختیار کر چکے تھے اس لئے اگر انہوں نے ایسا کیا تو کوئی غیر معمولی بات نہ ہوئی ہر سردار ایسا ہی کرتا۔ یہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ مسلمانوں نے اسلحہ کے استعمال میں پیشقدمی کی اہل مکہ نے نہیں کی۔ (لائف آف محمد صفحہ ۱۰۹ - ۱۰۸)

ریورنڈ فرائرجے ایل منسزلیس

پادری صاحب موصوف منگلور (مدراس) میں مبلغانہ زندگی بسر کرچکے ہیں اور اپنی تالیف "لائف اینڈ دی ریلیجن آف محمد" پر جسکو [illegible] ہے سرورق پر تحریر فرماتے ہیں۔

"غور سے پڑھو۔ خوب سمجھو مردانہ وار عزم کرو اور مردانہ وار میدان عمل میں قدم بڑھاؤ۔"

اس کے بعد مسلمانان ہند کو دوستانہ مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں

میرے برادران وطن ہندی مسلمانو! میرا ارادہ ہرگز نہیں کہ رسول اسلام کی توہین کروں یا اُن کے مذہب کو برا کہکر تمہارے جذبات کو ٹھیس لگاؤں میرا واحد مقصد ان صفحات کے لکھنے سے یہ ہے کہ آپ کے ذہن نشین کر دوں کہ جو پیشوا آپ لوگوں نے پیروی کے لئے اور جو مذہب نجات اُخروی کے لئے اختیار کیا ہے وہ دونوں غیر محفوظ ہیں۔

اپنی اسی تالیف کے صفحہ ۵۰ پر رقمطراز ہیں۔

جنگجو سرشت کو مذہب کی ترغیب اور لوٹ مار کی تحریص نے مشتعل کیا اور محمدؐ نے ایک الہام تراشا تاکہ کافروں سے جدال و قتال کرنے کا حیلہ ملے۔

لنکا میں جو ہے وہ باون گز کا۔ تمام مستشرقین کا اِلّا ماشاءاللہ یہی حال ہے اور اُن سے امید بھی اس کے علاوہ نہیں کیجا سکتی۔ اس لئے کہ ان میں سے اکثر مشنری ہیں جنکا کام ہی اس دنیا میں اسلام کی برائی کرنا اور شارع اسلام پر نت نئے بہتان باندھ کر عیسائیت کے بازار گرم کرنے کی سعی لاحاصل کرنا ہے۔ میں نے صرف چند کے اقوال نقل کئے ہیں وقس علیٰ ہٰذا۔

حضور کی مدنی زندگی مکی زندگی سے کہیں زیادہ اندیشناک تھی

اب ہم ان بیانات کو صداقت کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ یہ خیال کہ مدینہ میں آکر مسلمانوں کو امن وسکون حاصل ہوگیا تھا سرتاپا لغو اور مہمل ہے اس لئے کہ واقعات اس کے سرتاسر خلاف ہیں۔ مکہ میں صرف ایک قوم قریش برسر اقتدار تھی اُن سب کا مذہب ایک تھا یعنی بت پرستی لیکن اس کے برخلاف مدینہ مختلف اقوام اور ادیان کا مسکن وملاذ تھا۔ بت پرست بھی تھے۔ یہودی بھی اور عیسائی بھی۔

یہودی رسول خدا کے جانی دشمن تھے

یہودیوں کے متعدد زبردست قبیلے یہاں آباد تھے۔ بنو نضیر۔ بنو قینقاع۔ بنو قریظہ وغیرہم اُن کے جداگانہ مضبوط قلعے تھے اور چونکہ تجارت تمام و کمال انہی کے ہاتھ میں تھی۔ اس لئے یہ نہایت متمول اور ذی اثر تھے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بشارت کی بنا پر یہودی نبی موعود کے سخت بےچینی سے منتظر تھے اُنکو قوی امید تھی کہ بنی اسمٰعیل میں پیدا ہونے والا نبی یہود کے قومی ادبار کو دور کرے گا: انکی گذشتہ شان وشوکت اور حکومت وسلطنت کا از سرنو احیا ہوگا شام کے اخراج کے بعد سے تو اُن کی ذلت ومسکنت حد سے تجاوز کرچکی تھی اس لئے وہ اور بھی رسول موعود کے لئے چشم براہ بیٹھے تھے اب کہ اُنکی دیرینہ امیدوں کے پورا ہونے کا وقت آیا تو اُن کی مسرت بے اندازہ تھی لیکن سیاہ بختی اور بدباطنی اُن کا ساتھ کب چھوڑتی تھی جب اُنہوں نے دیکھا کہ یہ تو مسیح (علیہ السلام) کو سچا ٹھہراتا ہے۔ اس کی تعلیم کو قابل قبول قرار دیتا ہے اور مسیح پر ایمان لانے کو جزو لازم بتاتا ہے تو وہ شارع اسلام کے بدترین دشمن ہوگئے اور اُنھوں نے خون آشام کینہ پروریوں اور ریشہ دوانیوں سے پیغمبر خدا کو دم لینے کی فرصت نہ دی۔

عیسائی بھی دشمن اسلام تھے

اب ان عیسائیوں کو لیجئے جن کے پیغمبر کے اظہار صداقت پر یہودی حضور سرور دو عالم کے خون کے پیاسے ہوگئے۔ وہ بھی ایک نبی کے منتظر تھے اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سب سے آخری وعظ میں فارقلیط یا تسلی دینے والے کی بعثت کی خبر سنائی تھی (انجیل یوحنا ابواب ۱۴ و ۱۶) اور وہ اس خوشی میں مگن تھے کہ اب وہ نبی آکر یہود سے اُن کے مظالم کا بدلہ لیگا۔ عیسائیوں کو جلال بخشیگا مسیح کی صداقت ظاہر کریگا۔ لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ یہ نبی اُن کے من گھڑت مسائل تثلیث ابنیت، رہبانیت کی تکذیب کرتا ہے تو وہ بھی رسول عربیؐ کے خون کے پیاسے ہوگئے۔

منافقین اسلام کے بدترین دشمن تھے

ان دو خون آشام جماعتوں کے علاوہ ایک تیسرا فرقہ بھی قابل ذکر ہے اس لئے کہ وہ ان دونوں سے زیادہ خطرناک تھا۔ مدینہ میں ایک شخص عبداللہ بن اُبی نامی نہایت ممتاز اور ذی اثر فرد تھا اوس اور خزرج کے قبائل پر اسکا زبردست اقتدار تھا۔ یہ سب کے سب اسکو اپنا بادشاہ تسلیم کرکے اس کی تاجپوشی کرنا ہی چاہتے تھے کہ حضور سرور کائنات کی تشریف آوری سے شہر کا رنگ ہی بدل گیا۔ انصار کا جانثارانہ جوش اور دیگر اہالیان شہر کا رجحان اس شخص کی امیدوں کو ملیامیٹ کرنے والا ثابت ہوا۔ لازماً یہ حضور کا سخت ترین دشمن ہوگیا۔ چونکہ نہایت مکار اور چالباز تھا اس لئے برملا مخالفت سے مصلحتاً کترا گیا اور اپنے زبردست گروہ کے ساتھ بظاہر مسلمان ہوگیا۔ یہ جماعت جس نے منافقین کا نام پایا۔ میٹھی چھری بنکر اندر ہی اندر اپنا کام کرنے لگی

اور اسلام کی وہ پروہ جڑیں کاٹتی رہی

قریش کے جذبات انتقام ہجرت کے بعد اور زیادہ مشتعل ہوگئے

اس سے قبل ہجرت حبشہ پر قریش نے مسلمانوں کا پیچھا سمندر پار تک کیا تھا اور نجاشی سے مسلمانوں کو حوالہ کر دینے کی درخواست کی تھی لیکن نجاشی کی سلیم فطرت نے اسے گوارا نہ کیا۔ تعجب ہے کہ مستشرقین کی عقلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ اہل مکہ مسلمانوں کے مدینہ چلے جانے پر کیسے چپ بیٹھ سکتے تھے۔ ایک اور امر بھی قابل غور ہے کہ حضور سرور دو عالم خود مکہ میں تشریف فرما تھے اور صرف چند مسلمان حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے۔ لیکن مدینہ میں خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر گئے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس وقت قریش کے جذبات انتقام سرد ہو جاتے اور اسلام کو مٹا دینے کا جنون اُن کے سر سے اُتر جاتا۔ بلکہ اصلیت یہ ہے کہ قریش کے ہر فرد کے دل میں کانٹا کھٹک رہا تھا کہ کہیں مدینہ میں شجر اسلام کی جڑیں مضبوط نہ ہو جائیں اس لئے ہر ایک شخص اس کے استیصال پر تلا ہوا تھا۔

ولید بن مغیرہ کا اندیشہ بستر مرگ پر

چنانچہ ہجرت کے پہلے ہی سال ولید بن مغیرہ جو عداوت میں ابوجہل کا بھی چچا تھا مرتے وقت زار و قطار رونے لگا سرداران قریش اس کے پاس موجود تھے ابوجہل نے کہا "چچا آپ موت سے اتنا کیوں ڈر گئے ہیں،، کینہ ور متکبر ولید نے جواب دیا کہ مجھے موت کا خوف نہیں اگر غم ہے تو یہ ہے کہ کہیں ابن کبشہ (رسول خدا) کا دین نہ پھیل جائے اور مکہ اُسی کا ہو جائے۔ ابوسفیان جو اس وقت وہاں موجود تھا بولا "ولید غم نہ کر میں ضامن ہوتا ہوں کہ اس دین کو ہرگز نہ پھیلنے دوں گا۔ اب مستشرقین ذرا دل میں انصاف کو جگہ دیکر دیکھیں کہ جب کفار قریش کے یہ خونخوار ارادے ہوں مرتے دم تک اسلام کا کانٹا ہی دل میں کھٹکتا ہے تو کون عقل کا اندھا یہ کہہ سکتا ہے کہ اہل مکہ کے جذبات انتقام فنا ہو چکے تھے۔

قرآن پاک نے اس حقیقت کو بے نقاب کیا ہے کہ قریش اپنے مظالم اور جدال و قتال سے باز آنے والے نہ تھے۔ "ولا یزالون یقاتلونکم حتیٰ یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ یعنی اہل مکہ تم سے برابر جنگ و جدل کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ تمہیں تمہارے دین (اسلام) سے پھیر دیں۔

واقعات شاہد ہیں کہ قریش نے اس سے برافروختہ ہو کر یثرب پر حملہ آور ہونے کی سوچی اُنہوں نے پہلے تو عبد اللہ بن اُبی بن سلول سرگروہ منافقین کو ایک نہایت سازشی خط لکھا کہ وہ اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکیں۔ —

مسلمانوں کے خلاف پہلی سازش

"تم نے ہمارے شخص کو ٹھہرالیا ہے لازم ہے کہ تم اُسے قتل کر دو یا اس کو وہاں سے نکال دو ورنہ ہم نے قسم کھالی ہے کہ سب ملکر تم پر حملہ کریں گے تمہارے نوجوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قابض ہو جائیں گے"

اس خط کے موصول ہونے پر عبد اللہ اور اس کے رفقاء نے حضورؐ سے جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب آنحضرتؐ کو یہ خبر ہوئی تو آپ اس مجلس میں تشریف لے گئے جو آمادۂ پیکار تھا۔ اور فرمایا کہ قریش نے تم سے ایسی چال چلی ہے کہ اگر تم اُن کے دم میں آگئے تو بہت نقصان اُٹھاؤ گے۔ اس لئے کہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائیوں اور قرابت داروں کو قتل کرو گے۔ لیکن اگر قریش سے لڑنا پڑا تو غیروں سے مقابلہ ہوگا۔

قریش کی دوسری سازش

نبی خدا کی یہ تقریر اس مجمع کے لیے تسکین ہوئی کہ تمام مجمع منتشر ہوگیا اِدھر سے ناامید ہو کر اہل مکہ نے یہودیوں سے ساز باز شروع کی اور جب اُن کی یہ سازش کامیاب ہوگئی تو اُنہوں نے حضورؐ سے کہلا بھیجا کہ اس پر نہ پھولنا کہ ہم بچکر مدینہ چلے آئے ہیں ہم پہنچ کر تمہیں تباہ اور برباد کر دیں گے۔

پہلا حملہ بھی کر دیا

یہ صرف الفاظ نہ تھے بلکہ اس کے بعد فوراً اُنہوں نے جارحانہ چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی۔ ربیع الاول ۲ھ کا ذکر ہے کہ سرداران قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر الفہری یثرب پہنچا اور مدینے والوں کے مویشی جو باہر میدان میں چر رہے تھے لوٹ کر لے گیا۔

ان حالات کی موجودگی میں حضور کو ہر وقت اندیشہ لگا رہتا تھا کہ اہل مکہ کی طرف سے حملہ ہوا ہی چاہتا ہے۔ چند احادیث قدسی ہمارے بیان کی تائید کرتی ہیں۔

(۱) رسولِ خدا جب مدینہ میں آئے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے۔

(۲) آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ آج کوئی اچھا پہرہ دار ہوتا۔

(۳) آپؐ جب مدینہ میں تشریف لائے اور انصار نے پناہ دی تو تمام عرب ایک ساتھ لڑنے کو آمادہ ہوگیا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین صبح تک ہتھیار باندھے سوتے تھے۔

مدینہ کی فضا اس قدر ہولناک اور حالات اسقدر تشویشناک تھے کہ حضورؐ اور آپ کے ولدادوں کو ایک لمحہ بھی سکون حاصل نہ تھا اور ہمارے مستشرقین الاپ رہے ہیں کہ مدینہ میں آکر رسول کو امن و سکون اور انتقام کی مہلتیں میسر آگئیں تھیں۔ ع۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حضورؐ کی مدبرانہ تدابیر

آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو ایسے برسر ہمسایوں کے درمیان پھنسا ہوا پاکر اور کفار قریش کے حملہ کا اندیشہ کرکے کمال تدبر سے امن و امان قائم رکھنے کی غرض سے اور مدینہ کو مامون رکھنے کے لئے ایک معاہدہ جمہوری اصول پر ترتیب دیا تاکہ نسل اور مذہب کا اختلاف قومیت کی وحدت میں ختم ہو جائے اور سب کو تہذیب تمدن میں ایک دوسرے کو مدد ملتی رہے۔ حضورؐ نے یہ معاہدہ گرد و نواح کے قبائل سے بھی کیا۔ اس معاہدہ کا ملخص یہ ہے۔

بین الاقوامی معاہدے

یہ تحریر ہے محمدؐ نبی اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے درمیان جو قریش یا یثرب کے باشندے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو کار ہائے جنگ میں ان کے شریک ہیں۔ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے بنی عوف کے یہودی اور مسلمان ایک قوم ہیں۔ جو ان معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا مسلمان ان کی امداد کریں گے۔ مسلمانوں کے تعلقات اپنی معاہد قوموں کے ساتھ خیر خواہی نیز اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل ہوں گے۔ یہودیوں کی دوست قومیں یہودیوں کی مسلمانوں سے حقوق کے طالب ہوں گے۔ کوئی شخص اپنے معاہدہ کے ساتھ مخالفانہ کاروائی نہ کرے گا۔ مظلوم کی امداد اور نصرت کی جائے گی۔ مدینہ کے اندر کشت و خون کرنا اس معاہدہ کی رو سے سب اقوام پر حرام ہوگا۔ ہمسائے بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائیں گے۔ اس معاہدہ کنندہ قوموں کے اندر اگر کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے اور فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور اس کے رسول محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سمجھا جاوے گا۔

کہاں ہیں وہ مستشرقین آئیں اور آنکھوں پر سے تعصب کی پٹی اتار کر دیکھیں کہ رحمۃ للعالمین تلوار چلانے نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لئے آیا تھا۔

اس سے حضورؐ کے دو مقصد تھے

(۱) جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی ہے اور خلق خدا کے خون سے زمین رنگین رہتی ہے اس کا انسداد کلی طور پر ہو جائے۔

(۲) قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکیں گے۔

غزوہ ابوا یا ودّان

اس مبارک ارادہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے پہلے سال ماہ صفر میں ودّان تک تشریف لے گئے۔ ودّان مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ ابوا یہاں سے آٹھ میل باقی رہ جاتا ہے۔ یہاں قبیلہ بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناف سے معاہدہ کیا۔ اس پر عمرو بن مخشی الضمری کے دستخط تھے۔ معاہدہ یہ تھا۔

یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو ضمرہ کے لئے ان لوگوں کا جان و مال محفوظ رہیگا اور جو شخص ان پر حملہ کرے گا اس کے مقابلہ میں ان کی مدد کی جائے گی بجز اس صورت کے کہ یہ لوگ مذہبی لڑائی لڑیں اور پیغمبر جب انکو مدد کے لئے بلائیں گے تو یہ آئیں گے۔

ذی العشیرہ

اسی سن میں بماہ جمادی الاخری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی العشیرہ تشریف لے گئے یہ مقام ینبوع اور مدینہ کے درمیان ہے اور بنو مدلج سے معاہدہ فرما کر تشریف لائے۔

اس مبارک ارادہ کی تکمیل کے لئے اگر کافی وقت مل جاتا تو دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ رحمت للعالمین متی باب نمبر ۱۵ وریس نمبر ۳۴ قول مسیح "مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" کے بالکل برعکس امن پھیلانے آئے تھے۔

سریہ نخلہ

جمادی الثانی کی آخری تاریخوں میں آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن جحش کے ہمراہ مہاجرین میں دس بارہ آدمی ساتھ کرکے نخلہ کی طرف روانہ کیا اور ایک پرچہ بطور ہدایات نہایت خفیہ طور پر ابی کعب سے لکھوا کر محمدؐ نے انکو دیا اور تاکید کی کہ جب تک تم دو روز کی منزل طے نہ کر جاؤ اسے کھول کر نہ دیکھنا۔ رقعہ یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امابعد خدا کے نام اور اس کی برکت سے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ برابر چلے جائیو۔ یہاں تک کہ نخلہ پہنچے وہاں پہنچکر قریش کے ارادوں سے ہمیں خبر کیجو۔ اگر کوئی شخص بخوشی تمہارے ساتھ آجائے تو ساتھ لینا ورنہ جبر نہ کرنا۔

قریش کے قافلوں کی دیکھ بھال

یہ تحریر جو متفق علیہ ہے ظاہر کرتی ہے کہ حضورؐ کے ابتدائی سریوں یا غزوات کے کیا دو مقصد ہوتے تھے۔

(۱) قریش جن سے ہر وقت اندیشہ لگا رہتا تھا انکی نقل و حرکات کا پتہ رکھنا۔

(۲) مکہ سے جو قافلہ نکلتا تھا یا احتمال ہوتا تھا کہ شاید اس کے ساتھ ان مسلمانوں میں سے جو بہ مجبوری ہجرت نہ کر سکے تھے اور موقعہ

پاکر مدینہ چلا آنا چاہتے تھے اس قافلہ کے ساتھ ہوا اور اس کی مخلصی ہو سکے۔ چنانچہ اسی طرح حضرت نے جو سریہ نخلہ سے پہلے رابغ کیطرف ارسال فرمایا تھا مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان جو دل سے مسلمان تھے اور قافلہ قریش کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے موقع پاکر مسلمانوں کے ساتھ مل گئے اور بعافیت مدینہ آگئے۔

مسلمانوں کی یہ جماعت نخلہ میں پہنچکر قریش کے ارادوں سے خبردار ہونے کے لئے ٹھہری۔ رجب کی پہلی تاریخ کو ایک قریشی قافلہ وہاں آن پہنچا کرز بن جابر الفہری کے ہاتھوں مویشیوں کے لٹ جانے سے برافروختہ ہونے کی بناء پر اس قافلہ کو دیکھکر جوش انتقام میں نبی کا فرمان بھول گئے اور اس پر حملہ کر دیا۔ سردار قافلہ عمرو بن الحضرمی مقتول ہوا۔ مال غنیمت اور قیدیوں کو لیکر دربار نبوی میں باریاب ہوئے تو بروئے عدالت پر شکن پڑ گئے۔ فرمایا میں نے تمہیں لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ خود حضور نے عمرو بن الحضرمی کا خونبہا ادا فرمایا۔ کفار قریش اور یہودیوں نے اس سریہ کے متعلق حضور کو یوں بدنام کرنا شروع کیا کہ محمد نے حرام مہینے میں جنگ کی اجازت دی۔

جدال وقتال پر اظہار ناراضگی

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت نے مسلمانوں پر خلاف منشاء کارروائی کرنے پر اظہار ناراضگی فرمایا۔ اس لئے کہ "امن پھیلانے والے" کی شان ارفع کے یہی شایاں تھا۔ ورنہ مسلمانوں نے کوئی زیادتی نہیں کی تھی۔ کیونکہ جب دو قوموں میں اعلان جنگ ہو جاتا ہے تو ہر فریق کو اپنے مفید مطلب کارروائی کرنے کا حق ہے خصوصاً اس حالت میں جبکہ فریق مخالف پیش دستی بھی کر چکا ہو۔

غزوہ بدر کی اصلی وجہ

عربوں کی یہ قومی خصلت ہے کہ جب کسی قبیلہ کا آدمی مقتول ہو جائے تو مقتول کا قبیلہ اور اس کے تمام حلیف قبائل قاتل کے قبیلہ کے خلاف آمادہ پیکار ہو جاتے ہیں۔ تاریخ عرب کی ہنگامہ خیز لڑائیاں اسی جذبہ کی ایک مسلسل تاریخ ہیں۔ عمرو بن حضرمی کے قتل نے تمام مکہ میں آگ لگا دی اور عروہ بن زبیر کے قول کے مطابق یہی قتل وہ اہم واقعہ ہے جس نے غزوہ بدر اور دیگر وہ تمام لڑائیاں برپا کیں جو حضور سرور دو عالم اور مشرکین عرب کے درمیان وقوع پذیر ہوئیں۔

اسی اثنا میں یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام سے مع چالیس آدمیوں کے ساتھ بہت سامال و اسباب لئے ہوئے واپس آ رہا تھا۔ اور

صورت حال اسوقت یہ تھی کہ چھوٹی چھوٹی متعدد لڑائیاں ہو چکنے کی وجہ سے دونوں فریق ایک دوسرے سے پرحذر رہتے تھے ان حالات میں عموماً غلط خبریں پھیل جایا کرتی ہیں۔ شام میں ہی غلط خبر ابوسفیان کو مشہور ہوکر معلوم ہو چکی تھی کہ مسلمان قافلہ پر حملہ آور ہونے کی فکر میں ہیں۔ ابوسفیان نے وہیں سے مکہ کو آدمی دوڑا دیا۔ ابوسفیان کا فرستادہ ضمضم بن عمرو غفاری بے تحاشہ اونٹ کو بھگاتا ہوا کعبہ کے کھلے صحن میں داخل ہوا۔ یہ اونٹ پر الٹا سوار تھا۔ اونٹ سے اتر کر دوزانو ہو گیا۔ اونٹ کے کجاوہ کو الگ پھینک دیا۔ اونٹ کے کان کاٹ ڈالے ناک چھید کر زخمی کر دی اور اپنی قمیص پارہ پارہ کر دی اور مہیب آواز میں چلا چلا کر کہا۔ اے گروہ قریش اللطیمہ اللطیمہ تمہارے مال ابوسفیان کے ساتھ ہیں اور محمد صلعم ان کے لوٹنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ تمام شہر مکہ میں ایک آگ سی لگ گئی ابوجہل نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تمام کفار مکہ کو برانگیختہ کر دیا کہ وہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیں کہ یہ خدشہ ہی نکل جائے۔

قریش کے قطعی فیصلہ جنگ کا یقین

ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخوار فوج لیکر ابوجہل آگے بڑھا جس قافلہ کی حفاظت کا بہانہ کرکے یہ فوج مجتمع ہوئی تھی وہ بخیریت مکہ پہنچ چکا تھا مگر ابوجہل مدینہ کی طرف پیشقدمی کرتا چلا گیا۔ اب مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ یہ چڑھائی مسلمانوں کی ہی تباہی کے لئے کی جا رہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بارثانی مشورہ فرمایا تو انصار کی طرف سے سعد بن معاذ نے عرض کیا میں انصار کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضور کے ساتھ ہیں۔ مال کا جو حصہ حضور ہم سے لیں گے ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اس سے جو حضور ہمارے پاس چھوڑیں گے جو حکم ہوگا ہم اس کی تعمیل کریں گے اگر سمندر میں بھی گھس جانے کا حکم ہوگا تو ہم اس سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ مقداد نے کہا یا رسول اللہ ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ کی طرح کہدیں اذهب انت فذلك فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون ہم حضور کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے۔

جہاد کا پہلا حکم

اب وہ وقت آگیا تھا کہ یا تو لڑیں یا مثل بکریوں کی طرح ذبح ہو جائیں

اور توحید کی منادی کرنے والا ایک بھی اس سطح زمین پر باقی نہ رہے اس حالت میں اذن الٰہی ہوا کہ اب مدافعت کی جائے۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا

جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے کیونکہ اُن پر ظلم ہوا اور خدا اُن کی مدد پر بلا شک قادر ہے یہ لوگ اپنے وطن سے بلاوجہ صرف اس لئے نکالے گئے کہ اُنہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا اگر بعض کو بعض سے اللہ پاک دفع نہ کرتا تب ضرور عیسائیوں کے گرجا۔ یہودیوں کے معابد ترساؤں کے مندر اور مسلمانوں کی مساجد جنمیں ذکر الٰہی ہوتا ہے گرا دی جائیں۔

تین وجوہ جن سے قتال کی اجازت ملی

اس آیت پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو صرف تین وجوہ سے قتال کی اجازت دی گئی ہے۔

پہلی وجہ

ظالم حملہ آوروں کو حفاظت خود اختیاری کے طور پر دفع کرنا

دوسری وجہ

اختلاف مذہب کی بناء پر انکو وطن سے بے وطن کیا گیا۔ املاک سے بیدخل کیا گیا۔ اور تیرہ سال تک شدید سے شدید ظلم اُن پر توڑے گئے اب مدافعت کی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ توحید دنیا سے فنا ہو جائے۔

تیسری وجہ

یہ اجازت مسلمانوں کو ذاتی قومی اور مذہبی فوائد کی بناء پر نہیں ملی بلکہ اس وجہ سے اُنہیں اس بے سروسامانی کی حالت میں لڑنے کا حکم ملا کہ دیگر مذاہب کے معابد بھی محفوظ رہیں۔

مسلمانوں کی بے سروسامانی فریق مخالف کے مقابلہ میں

ایک طرف مکہ کے تمام آزمودہ کار جنگجو سردار ایک ہزار کی تعداد میں شامل ہیں۔ سات سو اونٹ اور سو گھوڑے ہیں۔ سوار تو سوار پیادے بھی سب زرہ پوش ہتھیاروں سے آراستہ ہیں۔ ایک ہی قبیلہ کے بھائی بند اور مقابلہ ہے تین سو تیرہ مظلوموں سے جن کو نہ سواری میسر ہے نہ سامان حرب۔ صرف تین گھوڑے ہیں اور ستر اونٹ ہیں۔ کل فوج میں صرف تین زرہ ہیں۔

غزوہ بدر کے متعلق قرآن پاک کی شہادت

اس قلیل التعداد اور بے سروسامان فوج میں سے فطری طور پر بعض خوفزدہ ہیں کہ بالکل طرح اس خونخوار دشمن کا مقابلہ ہوگا اور خیال ظاہر کرتے ہیں کہ قریش کے کاروان تجارت کا قصد زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ ایسی جرار فوج کی طرف کوچ کرنا گویا خود موت کے منہ میں جانا ہے۔ لیکن خاتم النبیین اسی لشکر خونخوار کا ارادہ کرتا ہے۔ قافلہ تجارت کا نہیں اس لئے کہ اس کا مطمع نظر دنیوی کامیابی یا زر و مال نہ تھا بلکہ وہ محض توحید کی نشر و اشاعت کے لئے اور کفر و شرک کی جڑیں کاٹنے کے لئے مبعوث ہوا تھا خود کلام پاک میں نہایت صریح الفاظ میں اس صورت حالات کو بیان کیا گیا ہے

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المؤمنین لکارھون یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکة تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین

جس طرح تجھکو تیرے رب نے حق پر گھر سے نکالا گو مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو بُرا جانتا تھا اور یہ لوگ حق ظاہر ہونے کے بعد تجھ سے حق بات پر جھگڑا کرتے تھے گویا کہ وہ موت کی طرف چلائے جا رہے ہیں اور وہ اُسے بالمشافہ دیکھ رہے ہیں اور خدا تم سے یہ وعدہ کرتا تھا کہ دو جماعتوں میں ایک جماعت تمہارے لئے ہوگی اور تم یہ چاہتے تھے کہ بغیر شوکت والا گروہ تمہارے لئے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو حق کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

دنیا کی معتبر ترین کتاب کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حضور سرور دو عالم مدینہ میں ہی تھے کہ صحابہ میں اختلاف رائے ہوا بعض کا خیال تھا کہ قافلہ تجارت کی طرف کوچ کریں۔ معمولی عقل سے بھی اگر ہمارے مستشرقین کام لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ کاروان تجارت کے ساتھ صرف تیس چالیس آدمی تھے اور حضور کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تین سو تیرہ کوئی خوف کی بات نہ تھی۔ بلکہ چند نفوس اس فوج جرار سے گھبراتے تھے جو ابوجہل کی فتنہ انگیزیوں اور ابوسفیان کے فرستادہ کی نفیر عام سے جمع ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہو رہی تھی یہ واقعات مظہر ہیں۔ مدینہ میں ہی ارادہ تھا کہ کوچ لشکر قریش سے مٹھ بھیڑ کے لئے کیا جائے اور آمادگی جنگ تجارتی قافلہ پر چھاپہ مارنے کے لئے نہ تھی۔

ابن ہشام میں مسطور ہے کہ حضور نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔ قافلہ شام سے آ رہا تھا جو مدینہ سے جانب شمال واقع ہے اور مکہ جانب جنوب اگر قافلہ پر دھاوا کرنا تھا

تو مدینے سے مغرب کی سمت کوچ ہوتا نہ کہ جنوب کا۔ یہ خلاف قیاس بات ہے کہ کاروان تجارت شام سے آرہا ہے اور آپ مکہ کی طرف بڑھیں اگر یہ مان لیں کہ مکہ کی طرف اسی مقصد سے پیشقدمی کی جارہی تھی تو بھی یہ بات عقل میں نہیں آتی اس لئے کہ قافلہ کو مکہ سے بہت دور شام کی طرف ہی گھیر لینا زیادہ انسب اور محفوظ تھا۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ

جب ہم مدینہ میں آئے تو وہاں ہمیں کھانے کو پھل ملے جو ہمیں راس نہ آئے اس لئے ہم بیمار ہوگئے۔ حضور بدر کے متعلق پوچھا کرتے تھے جب ہم کو خبر ملی کہ مشرکین آرہے ہیں تو رسول خدا بدر کی طرف چلے بدر ایک کنوئیں کا نام ہے اور ہم وہاں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے۔

جو صریح طور پر ظاہر کرتی ہے کہ مقصد اندفاع قریش تھا نہ کہ مزاحمت کاروان تجارت سے۔

شکی طبیعتوں کی طرف سے ایک شبہ اور کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ مدینہ سے نکلنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ مدینہ میں ہی بیٹھکر مدافعت کی جاسکتی تھی۔ ہر معاملہ فہم شخص جو جنگی ضروریات سے کما حقہ واقف ہو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر قریش کا یہ جم غفیر مدینہ کی دیواروں تک پہنچ جاتا تو انکو روکنا ناممکن ہوجاتا۔ انصار کی تعداد بھی کافی نہ تھی۔ نیز مدینہ میں ایسے گروہ تھے جو خطرناک ثابت ہوسکتے تھے۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ مدینہ کے باہر ہی صفیں آراستہ ہوں

اُمی سپہ سالارؐ کی اِصلاحاتِ جنگ

(از جناب مولانا سید اشفاق حسین صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر نوبہار ہائی اسکول)

سلاطین کی امتحان گاہ

سلاطین کی عالی ظرفی اور رحم و رافت اور نصفت و عدالت کی بہترین امتحان گاہ میدان جنگ ہے۔ بڑے بڑے عدل گستر اور رحمدل بادشاہ آزادی و مساوات کی علمبردار حکومتیں اور تہذیب و شائستگی کے لیے چوڑے دعوے کرنے والی سلطنتیں بھی میدان کارزار میں یہ نقاب ڈال دیتی ہیں۔ آج جبکہ تہذیب کا آفتاب خط نصف النہار پر تپایا جاتا ہے اور ظاہر بینوں کی آنکھوں خیرہ کئے ہوئے ہے یہ سوال خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اقوام متمدنہ نے جنگ میں کیا اصلاحات کی ہیں؟ اگر جنگ عظیم کو پیش نظر رکھیں جو مہذب اقوام عالم کی جنگ تھی تو کہنا پڑے گا کہ آج کل کی جنگیں زیادہ ہولناک و تباہ کن ہیں۔ سائنس کی تمام ترقیاں مخلوق خدا کو روئے زمین سے مٹا دینے کے کام میں لائی گئیں۔ آج کل پر ہی کیا منحصر ہے مالک روئے زمین اور اقوام عالم کی جنگی تواریخ کے اوراق الٹ جائیے اُن کے مرقعے ظلم و ستم۔ سفاکی و غارتگری۔ بیدردی اور قساوت قلبی کی بدترین تصاویر سے آراستہ ملیں گے لیکن عرب کے امی نبی اور نبیٔ رحمت کا اعجاز دیکھئے کہ جنگ بھی رحمت اور عبادت بن گئی۔

جنگ کا مقصد

تاجدار مدینہ کے لئے جنگ کا مقصد ہی جُدا گانہ تھا۔ حضورؐ کے غزوات کی تہ میں "جوع ارضی" نہ تھی جو کہ مہذب سے مہذب سلطنت کی جنگوں کا مقصد واحد ہوتی ہے چنانچہ مشہور انگریز مستشرق ایڈورڈ براؤن نہایت صفائی کے ساتھ اپنے ہم قوم حکمرانوں کی اس "جوع ارضی" پر کف افسوس ملتا ہوا رقمطراز ہے:۔

"اہل یورپ جو کہ بزعم خود تمام تہذیب کے اجارہ دار تہا سمجھتے ہیں کہ گویا انہیں خدائی پروانہ مل گیا ہے کہ وہ تمام دنیا کو نہ صرف اپنے سیاسی مسائل ماننے پر مجبور کریں بلکہ اپنے اخلاقی اور فلسفیانہ نظریئے بھی زبردستی ان کے دل و دماغ میں ٹھونس دیں۔ ہر سال اسلامی ریاستوں کی تعداد گھٹتی چلی جا رہی ہے اور جو چند باقی ہیں جیسے فارس۔ ٹرکی۔ عرب وغیرہ بھی ان کے دست مداخلت سے بچی نہیں۔ گو کچھ ان کا بھی قصور ہے لیکن یورپ والوں کی جوع ارضی اہل مشرق کی لاپرواہی کے ساتھ ملکر ان کے فوری استیصال کا موجب بن رہی ہے"

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اُخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔

جن سے لوگ لڑتے ہیں اُن کو اجازت دی جاتی ہے لڑنے کی اس لیے کہ ان پر ظلم ہوا اور خدا انکی مدد پر قادر ہے۔ وہ لوگ اپنے وطن سے محض یہ کہنے پر نکالے گئے کہ انہوں نے اپنے رب کو مان لیا اور اگر بعض کو بعض سے خدا دفع کراتا تو ضرور عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے معابد، پارسیوں کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں ذکر خدا ہوتا ہے گرا دی جاتیں۔

اس آیہ شریفہ میں جنگ کا مقصد ظالموں کی مدافعت اور جملہ مذاہب کی آزادی کو برقرار رکھنا ہے۔

فتنہ و فساد کو رفع کرنا

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ — لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے دوسرا مقصد حضورؐ کی جنگوں کا یہ تھا کہ فتنہ و فساد برپا نہ ہوں لوگ امن و امان سے زندگیاں بسر کریں۔

امر معروف و نہی منکر

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔

وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو زمین پر قابض کر دیں تو وہ نماز کے پابند ہوں گے اور زکوٰۃ دینگے اچھی باتوں کا حکم کریں گے اور بری باتوں سے روکیں گے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر اسلام کے واسطے فتح اور زمین پر قبضہ حاصل کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ وہ مال و دولت یا حکومت و سلطنت سے متمتع ہوں بلکہ غرض یہ ہے کہ خلق خدا میں اچھی باتیں پھیلائیں اور ان کو برے کاموں سے روکیں۔

جنگ کا مقصد مال غنیمت نہ تھا

مفتوح کا مال و اسباب جو بعد از فتح فاتح کو ملے غنیمت کہلاتا ہے۔ بعثت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت غنیمت محبوب ترین شے تھی جنگجوں کے واسطے۔ لیکن حضورؐ کی پاک تعلیم کی وجہ سے وہ دل سے اتر گئی اور مقصد جنگ صرف اعلائے کلمۃ الحق رہ گیا۔

سالار اعظمؐ نے ذہنیت بدل دی

ایک شخص نے حضور سرور عالمؐ سے پوچھا کہ ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد

مدافعت اور جملہ مذاہب عالم کی آزادی قائم رکھنا مقصد جنگ ٹھہرا

کرنا چاہتا ہے لیکن کچھ دنیوی فائدہ بھی اُس کے پیش نظر ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو کچھ ثواب نہیں ملے گا۔ چونکہ مال غنیمت کی محبت رگ رگ میں بسی ہوئی تھی لوگوں کو یہ قول حضور کا عجیب معلوم ہوا کہ اکثر کو یقین نہ آیا پھر سائل کو بھیجا حضورؐ نے پھر وہی جواب دیا حتیٰ کہ تین مرتبہ سائل کو یہی جواب ملا۔

ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی شخص غنیمت کے لئے کوئی نام کے لئے کوئی اظہار شجاعت کے لئے جہاد کرتا ہے کس کا جہاد خدا کی راہ میں سمجھا جائے گا حضورؐ نے فرمایا جو شخص محض اس لئے لڑتا ہے کہ خدا کا بول بالا ہو۔

صحیح مسلم میں ہے کہ جو غازی خدا کی راہ میں لڑتا ہے اور مال غنیمت لیتا ہے وہ آخرت کے ثواب کا دو تہائی حصہ اسی دنیا میں وصول کر لیتا ہے۔ عقبیٰ میں اس کا حصہ صرف ایک تہائی رہ جاتا ہے اگر مال غنیمت قطعی نہ ملے تو اس کو آخرت میں پورا اجر ملے گا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس غزوہ تبوک میں شریک ہونے کے لئے سامان نہ تھا۔ مدینہ میں آواز دیتے پھرے کہ کوئی ہے جو ایسے شخص کو سواری دے کہ جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آئے گا وہ اس میں برابر کا شریک ہوگا ایک انصاری نے سواری اور زاد راہ کی کفالت کا وعدہ کیا۔ مہم میں ان کو کئی اونٹ ہاتھ آئے۔ انہی میں سب کے سب اونٹ وہ اپنے کفیل کے پاس لے گئے اور کہا کہ اپنا حصہ لے لیجئے۔ وہ بولے یہ تمہیں رکھو میرا شرکت سے کچھ اور مقصد تھا۔ یعنی میرا مطلب متاع دنیوی نہیں بلکہ ثواب آخرت تھا۔

قرآن پاک کی شہادت

خود قرآن پاک میں شوق غنیمت کو قابل ملامت ٹھیرایا ہے اور اس کو متاع دنیوی سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ جنگ احد کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی

منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ — تم میں سے بعض دنیا کا اور بعض آخرت کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے

یریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ — تم متاع دنیا کا ارادہ رکھتے ہو اور خدا آخرت کا۔

دوران جنگ میں دشمن کے مال کی لوٹ

دوران جنگ میں غنیم کی جائداد اور مال کو لوٹ لینا عام رواج ہے خصوصاً جبکہ رسد دوران جنگ میں ختم ہو جائے اور کھانے پینے کا انتظام نہ ہو سکے۔ حضور سرور دو عالم نے اس کی سختی سے مخالفت فرمائی ہے۔

ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی مہم میں صحابہ کرام کسی حد درجہ کی تنگ حالی میں مبتلا ہو گئے اس حالت میں بکریوں کا ریوڑ نظر آیا سب ٹوٹ پڑے اور بکریاں لوٹ لیں حضورؐ کو جب یہ خبر ہوئی تو موقع پر تشریف لائے۔ گوشت پک رہا تھا دست مبارک میں کمان تھی آپ ایک سرے سے ہانڈیاں الٹتے ہوئے چلے گئے اور فرمایا لوٹ کا مال مردار گوشت سے بہتر نہیں۔

جنگ خیبر میں لوگوں نے یہودیوں کے جانور اور پھل لوٹ لئے حضورؐ سخت ناراض ہوئے اور صحابہ کو جمع کر کے فرمایا

"خدا نے تمہارے واسطے یہ جائز نہیں کیا کہ اہل کتاب کے گھروں میں اُن کی عورتوں کو مارو اور اُن کے پھل کھا جاؤ"

غنیم کی آمد و رفت کے لئے سہولت

عام طریقہ تھا کہ جب کسی قوم پر حملہ ہوتا تو اہل فوج چاروں طرف دور دور پھیل جاتے جس کی وجہ سے راستے بند ہو جاتے۔ آمد و رفت دشوار ہو جاتی راہ گیروں کے مال و متاع خطرہ میں پڑ جاتا۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے بھی ایسا کیا آپ نے منادی کرا دی کہ جو شخص ایسا کرے گا اس کا جہاد قابل قبول نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے دوسروں کے پڑاؤ پر جا کر ان کو تنگ کیا اور لوٹ مار شروع کر دی آپ نے ایک شخص سے منادی کرا دی کہ وہ شخص جو دوسروں کو گھروں میں تنگ کرے یا لوٹ کرے اس کا جہاد قابل قبول نہیں۔

ایک مرتبہ حضورؐ نے یہ حکم کیا کہ پڑاؤ ڈالتے وقت لوگ پھیل نہ جایا کریں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس طرح سمٹ کر پڑاؤ ڈالتے تھے کہ اگر چادر تان دی جاتی تو لوگ اس کے نیچے سما جاتے۔

قبل از بعثت اسیران جنگ کو قتل کر دیتے تھے

لوٹ مار کے علاوہ دوران جنگ میں وہ وہ وحشیانہ افعال سرزد ہوتے تھے کہ انسانیت کو شرم آتی تھی کہ یہ درندگی اور سفاکی انسان میں پائی جائے چنانچہ اسیران جنگ کو بے دریغ قتل کر دیتے تھے۔

صغیر سن بچوں کو بھی موت کے گھاٹ اتارنا

اسیران جنگ میں اگر کمسن بچے بھی ہو سکتے تھے تو انہیں بھی قتل کر دیا جاتا تھا یا جلا دیا جاتا تھا۔ انہیں نشانہ بنا کر تیروں سے اڑا دیتے تھے۔ ورحس اور غبرا کی لڑائیوں میں قیس نے بنو ذبیان کے پاس اپنے بچے بطور ضمانت رکھے حذیفہ جو رئیس قبیلہ تھا ان بچوں کو میدان میں کھڑا کر کے تیر اندازی شروع کر دی اور جب اتفاقاً ان میں سے کوئی بھی نہ مرا تو اگلے روز پھر یہ وحشیانہ چاندماری شروع کر دی۔

عورتوں کو بھی ہلاک کر ڈالتے تھے

دوران جنگ کی شوق ستم آرائی اور فتح کے وحشیانہ جوش میں عورتوں کو بھی قتل کر دیتے تھے۔ جلا دیتے تھے۔ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر ڈالتے تھے چنانچہ بنو تمیم پر جب حملہ ہوا تو وہ سب کے سب بھاگ گئے ایک بڑھیا رہ گئی اس کو گرفتار کر کے زندہ آگ میں جھونک دیا گیا۔ اتفاقاً ایک سوار

بھی ادھر نکلا اس سے پوچھا گیا کہ وہ کیوں آیا اُس نے کہا میں نئی وردسے بہرکا ہوں دھواں اٹھتے دیکھا تو خیال ہوا کہ شاید کہانا ہوا اُس کو بھی آگ میں ڈال دیا گیا؛

مُثلہ کرتے تھے

ایکنہایت بیدردانہ اور وحشیانہ طریق اسیران جنگ کو قتل کرنے کا یہ تھا کہ ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیتے تھے تاکہ تڑپ تڑپ کر جان دیدیں۔ حضور آقائے دوجہاں کے ایک غلام کو عرینہ کے لوگ پکڑ کرلے گئے۔ ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے پھر ان کی آنکھوں اور زبان میں کانٹے چبھوئے یہانتک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ ہندہ نے جنگ احد میں حضرت حمزہ کے اعضا کاٹ کر ان کا ہار بنا کر گلے میں پہنا اور کلیجہ چبالیا۔

حضور نے عورتوں اور بچوں کا قتل قطعی بند کرادیا

حضور کا دستور تھا کہ جب کسی مہم پر فوج بھیجی جاتی تھی تو سردار فوج کو خاص طور سے تاکید کردی جاتی تھی کہ کسی کہن سال کو۔ یا کسی بچے کو۔ یا کسن لڑکے کو یا عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ نوکروں اور خادموں کو بھی قتل کرنے کی ممانعت فرماتے تھے۔

اسیران جنگ کے ساتھ سلوک

اسیران جنگ کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا کرتے تھے حروب صلیبیہ کے زمانہ میں جب علامہ ابن جبیر سسلی میں سے گذرے تو مسلمان اسیرانِ جنگ کی قابل رحم حالت دیکھکر تڑپ اٹھے چنانچہ لکھتے ہیں کہ منجملہ ان دردانگیز حالات کے جو ان شہروں میں نظر آئے اسیران اسلام ہیں جو بیڑیاں پہنے ہوئے سخت محنت کرتے نظر آتے ہیں حتیٰ کہ مسلمان عورتیں اپنی پنڈلیوں میں لوہے کے موٹے موٹے کڑے پہنے ایسی سخت محنت کرتی ہیں کہ دیکھکر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

سبحان اللہ ذہنیت کا کیا فرق ہے کہ حضور کے غلامان غلام سلطان صلاح الدین ایوبی صلیبی لڑائیوں میں بھی ان ہی بے درد اور سفاک عیسائیوں کو جب ان کی رسد ختم ہو جاتی ہے تو میووں اور پھلوں کی بوریاں کی بوریاں بھجواتا ہے کہ تازہ دم ہو کر لڑیں کمزور دشمن سے لڑنا یا اُن کی سقیم حالت سے فائدہ اٹھانا شایان اسلام کی شان کے خلاف ہے۔

ایک اور موقعہ پر یہی سلطان اپنے جنگی حریف کو اپنا گھوڑا پیش کرتا ہے کہ اس پر سوار ہو کر لڑے اس لئے کہ اس کا گھوڑا جنگ میں کام آچکا تھا۔

اب اندازہ لگائیے کہ اس رحمت للعالمین کا اسیران جنگ سے کیا سلوک ہوگا جس کے ادنیٰ غلام ایسی عدیم النظیر مثالیں پیش کریں۔

حضور کا حسن سلوک اسیران جنگ سے

جنگ بدر کے قیدیوں کو حضور نے دو دو چار چار کرکے صحابہ کو تقسیم کردیئے اور ارشاد ہوا کہ آرام کے ساتھ رکھے جائیں صحابہ نے اُن کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر بسر کرتے تھے۔ ان میں سے ایک قیدی کا بیان ہے کہ مجھکو جن انصاریوں نے اپنے گھر میں رکھا جب کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھدیتے اور خود کھجوریں کھاتے مجھکو شرم آتی اور میں روٹی اُن کے ہاتھ میں دیدیتا لیکن باصرار مجھے ہی واپس کردیتے۔

بنی قیدیوں میں ایک شاعر تھا جو عام مجمعوں میں حضور کے خلاف تقریر کیا کرتا تھا حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ اس کے دو دانت نیچے کے اکھڑوا دیجئے کہ پھر اچھا نہ بول سکے حضورؐ نے فرمایا اگر میں اس کے عضو بگاڑوں گا تو خدا میرے بھی اسی طرح اعضا بگاڑے گا۔

اسیران جنگ کے پاس کپڑے نہ تھے حضورؐ نے سب کو کپڑے دلوائے۔

غزوہ حنین میں چھ ہزار قیدی ایک ایک کرکے چھوڑ دیئے اور ان کے پہننے کے واسطے چھ ہزار جوڑے مصری کپڑے کے عنایت فرمائے۔

حاتم طائی کی بیٹی جب گرفتار ہو کر آئی تو آپ نے کمال عزت و حرمت سے رکھا اور فرمایا کہ کوئی تمہارے شہر کا آجائے تو تمہیں اس کے ساتھ رخصت کردوں اس کو اور اس کے خاندان کے تمام قیدیوں کو رہا فرمادیا۔

دوران جنگ میں معاہدہ کا پاس

لڑائیوں میں عہد کی پابندی مطلق نہ کی جاتی تھی جنگ معونہ میں کفار نے ہی کیا کہ قول و قرار کرکے مسلمانوں کو ساتھ لے گئے لیکن راستہ میں قتل کرڈالا۔ لیکن حضور کا اسوۂ حسنہ یہ تھا کہ ہر حال میں عہد کی پابندی کی جاتی تھی۔

حضرت حذیفہ مجبوری ہجرت نہ کرسکے جنگ بدر سے قبل وہ مکہ سے روانہ ہوئے کفار نے گرفتار کرلیا اور کہا کہ مدینہ جاکر تم ہمارے مقابلہ میں جدال و قتال کروگے انہوں نے کہا نہیں کفار نے عہد لے کر چھوڑ دیا جب یہ پہونچے تو حضورؐ مصروف جنگ تھے انہوں نے بھی جہاد کی سعادت اخروی کے لئے اجازت طلب کی لیکن آنحضرت نے کہا معاہدہ کو برقرار رکھو۔

صلح حدیبیہ میں ابو جندل پا بہ زنجیر اور سخت زخمی آئے اور زبان حال سے قریش کے ظلم و ستم کی فریاد کی لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ قریش سے معاہدہ ہوچکا ہے کہ کوئی مسلمان اگر مکہ سے بھاگ آئے گا تو ہم واپس کردیں گے۔

قاصد کا قتل

اسلام سے قبل قاصدوں کو بھی قتل کردیا کرتے تھے صلح حدیبیہ سے پہلے حضورؐ نے قریش کے پاس جو قاصد بھیجا اسے قریش نے قتل کرنا چاہا۔ لیکن باہر والوں نے بچالیا۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ قاصد کبھی قتل نہ کیا جائے۔

مسیلمہ نے قاصد بھیجا جس نے شان نبوت میں سخت گستاخی کی لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ تو قتل کا مستوجب ہے لیکن ہم قاصدوں کو نہیں مارتے اسی روز سے یہ عام قاعدہ بن گیا۔

کیا دنیا کسی ایسے ہی کو پیش کرسکتی ہے جس نے باوجود امی ہونے کے ایسی اعلیٰ تعلیم پیش کی ہو ٭

فخر کائنات کے مزارِ مبارک پر محبت اور عقیدت کے پھولوں کی چادر

مدینۃ الرسول سے خطاب

(از جناب پروفیسر محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی)

اے مدینے، خوابگاہ حضرت ختمی مآب / سو رہا ہے یہ تری آغوش میں کون آفتاب
تیرے دل کو مسرت سے آشنا کس نے کیا / ذرے ذرے کو ترے وحدت نگر بنا آیا
کانپ اٹھتا ہے دل یہ جوش جب کرتا ہوں تصور / اللہ اللہ تیری پہلی عظمتوں کا دورِ دور
نغمۂ وحدت ہر اک مرغ ہوا گاتا ہوا / پرچمِ توحید دیواروں پہ لہراتا ہوا
عالم بالا پہ ہوتے تھے ملائک سجدہ ریز / گونجتی تھی جب فضا میں تیری آواز اذاں
نورِ عرفاں سے ترا ہر ذرہ ہم آغوش ہے / چپے چپے میں ترے روحانیت کا جوش ہے
جلوۂ نقش قدم نے کر دیا سورج کو ماند / سرزمیں پر تری یہ کس نے لگائے چاند
یوں ہے تو دنیا میں جیسے دیدۂ عرفاں میں نور / پیکر گیتی میں ہے یا اک تجلی زار دل
ہے ترا عارض سے ہر ذرہ ہے اب تک جلوہ زار / نکہت گیسو سے ہر جادہ ہے اب تک مشکبار
نغمۂ توحید سے لبریز تیرا ساز ہے / طائر قدس آشیاں ہیم ترا دمساز ہے

تھی یہ حسرت دل میں اس دنیا سے جب منہ موڑتے
اے مدینے! تیرے فرش خاک پر دم توڑتے

مساوات نبوی

(نتیجہ فکر جناب مولانا شباب صاحب بدایونی)

کرکے ہجرت ہوئے جس وقت مدینے میں مقیم
شاہ دین سید کونین رسول مختار

بسکہ تھی بندگی خالق کل پیش نظر
پڑ گئی فکر کہ اللہ کا گھر ہو تیار

تھا وہاں کوئی نہ معمار نہ کوئی مزدور
اس طرف چند مہاجر تھے ادھر کچھ انصار

سن کے ارشاد مبارک وہ نفوس قدسی
سب کے سب کس کے کمر ہو گئے فوراً تیار

کوئی مشکیزوں میں لانے لگا پانی بھر کر
کوئی گارے کے لئے کرتا تھا تیار تغار

کوئی اینٹیں، کوئی پتھر، کوئی مٹی لاتا
کوئی اس فکر میں جلدی سے اٹھائیں دیوار

بسکہ مصروف تھے وہ کام میں اپنے اس طرح
ایک کو دوسرے سے جیسے نہ ہو کچھ سروکار

اتفاقاً کہیں نظر پڑی جو اٹھیں لوگوں کی
دیکھا تو آتے ہیں لادے ہوئے پتھر سرکار

اک طرف چہرہ پرنور پہ چھائی ہوئی دھول
اک طرف سینۂ اقدس پہ اٹا گرد و غبار

عرض کرنے لگے انصار و مہاجر مل کر
ہم تصدق گئے اے فخر زماں عرش وقار

یہ شرف اپنے غلاموں کے لئے رہنے دیں
ہم جو موجود ہیں آرام سے بیٹھیں سرکار

سن چکے جب شہ کونین یہ خدام کی عرض
ہنس کے فرمایا کہ بے جا ہے تمہارا اصرار

ہوں تمہاری طرح اک میں بھی خدا کا بندہ
مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے زنہار

یہ مساوات تھی جس سے بڑھی شان اسلام
اس مساوات نے بخشا تھا ہمیں عز و وقار

اب نہ وہ ہم ہیں نہ وہ شان مساوات ہے اب
الغرض ہم سے اب آنے لگی اسلام کو عار

اشرف انبیاء رسول اللہؐ

(جناب مولانا احمد عبد الحلیم صاحب)

قلعۂ جہل ڈھا دیا کس نے / سارا عالم جگا دیا کس نے
کس نے ڈالی ہے علم کی بنیاد / درِ تہذیب وا کیا کس نے
جہل و ظلمت سے تھا جہاں تاریک / اس کو روشن بنا دیا کس نے
یہ مساوات کس نے قائم کی / سبق حریت دیا کس نے
کس نے قائم کئے حقوق نساء / ان کو انساں بنا دیا کس نے
بے کسوں کی سپر بنا تھا کون / ظلم ظالم مٹا دیا کس نے
کون والی بنا یتیموں کا / حق بیوہ دلا دیا کس نے
راہ گم کردہ حقیقت کو / جادۂ حق دکھا دیا کس نے
بچھڑے بندوں کو اپنے خالق سے / پھر دوبارہ ملا دیا کس نے
قہر عالم گداز خالق سے / بن کے رحمت بچا دیا کس نے
اپنے اوصاف قدسیہ میں حلیم / سب کو عاجز بنا دیا کس نے

آں حبیب خدا رسول اللہ
اشرف انبیاء رسول اللہ

گیسوئے محمدؐ

(از ممتاز الشعرا جناب منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی)

آیا ہے نظر قامت دلجوئے محمدؐ　　اے صل علیٰ عارض نیکوئے محمدؐ
جب شوق نے کھینچا طرف کوئے محمدؐ　　بیتاب نگاہیں جو بڑھیں سوئے محمدؐ
دل لوٹ گیا دیکھتے ہی روئے محمدؐ

بے ساختہ اک نور خدا کا نظر آیا　　بجلی ہو تجلی جس سے وہ جلوا نظر آیا
حیران تھا دل میں یہ مجھے کیا نظر آیا　　اللہ کی قدرت کا تماشہ نظر آیا
دیکھا جو کبھی آئینہ روئے محمدؐ

اس نور کے جلوہ کی کہاں تاب کوئی لائے　　جس نور سے خورشید جہاں تاب بھی شرمائے
موسیٰ کی طرح سارے زمانہ کو غش آئے　　بجلی کی طرح برق تجلی بھی تڑپ جائے
بے پردہ اگر ہو رخ نیکوئے محمدؐ

لائی ہیں نگاہیں یہ خبر آج کدھر کی　　ہر سمت نظر آتی ہے تنویر سحر کی
ظاہر ہوا جب دیدۂ باطن سے نظر کی　　خورشید کا جلوہ نہ تجلی ہے قمر کی
پھیلی ہوئی ہے روشنی روئے محمدؐ

الفت ہے جسے دل سے شہ دوسرا کی　　تصویر ہے سامنے اعجاز نما کی
جاگے ابھی تقدیر نہ ہو بخت کا شاکی　　مل جائے اُسے دولت دیدار خدا کی
جو خواب میں دیکھے رخ نیکوئے محمدؐ

اک ذرہ ہے کیا ہو سکے اس نور کا ہمسر　　ہو لاکھ اگر اوج پہ ہے اس کا مقدر
اس رنگ بدلنے سے یہ ظاہر ہے سراسر　　ہر ماہ میں گھٹ بڑھ کے فلک پر سر انور
ابروئے محمدؐ ہے کبھی روئے محمدؐ

نقشہ یہ ان کا ہے کہ ہے کعبہ کا نقشہ　　ہر ایک کو ہوتا ہے یہی دیکھ کے دھوکا
صنعت ہے وہ معنی ہیں کہ مشکل ہے سمجھنا　　استاد ازل نے غزل حسن میں لکھا
کیا مطلع برجستہ ہے ابروئے محمدؐ

جب یاد کبھی آتا ہے وہ چاند سا چہرہ　　ہے مد نظر دیکھنا جس نور کا جلوا
ہو جاتا ہے دھوکہ دم نظارہ کچھ ایسا　　کہتا ہوں قرین مہ نو دیکھ کے تارا
یہ چشم محمدؐ ہے وہ ابروئے محمدؐ

وہ نور ہے ہو جائے جسے اس کا نظارا　　کافر بھی اگر ہو تو کرے عشق گوارا
نہ برق تبسم ہے نہ آتش نہ شرارا　　کہتا ہوں قرین مہ نو دیکھ کے تارا
یہ چشم محمدؐ ہے وہ ہے ابروئے محمدؐ

رہتا ہوں میں لو سرور عالم سے لگائے　　بیٹھا ہوں مدینہ کی طرف ہاتھ اٹھائے
کیا کعبہ و قبلہ مری نظروں میں سمائے　　زاہد ہی سر اپنا طرف قبلہ جھکائے
عاشق ہوں مرا کعبہ ہے ابروئے محمدؐ

آتا ہے کبھی کثرت عصیاں سے جو رونا　　اور خون جگر رنگ سے دامن کو بھگونا
امید کی کشتی کو نہ پانی میں ڈبونا　　کہتی ہے گنہگاروں سے مایوس نہ ہونا
صدقے ترے اے چشم سخنگوئے محمدؐ

تقدیر کے سب پیچ ابھی دور ہوں بالکل　　سلجھی نظر آنے لگے بس صورت کاکل
جا تار ہے دم بھر میں وہ سب دور تسلسل　　مست جائے ہمیشہ کو پریشانی سنبل
پڑ جائے اگر سایۂ گیسوئے محمدؐ

ہو جائے گنہگاروں کو تب ابھی ایسا　　ہر اک کی زباں پر ہو کلام شہ والا
سچ کہتا ہوں فرق ایسی سر ہو تہ تیغ　　نہ جانے قیامت ہیں سیہ کاروں کا پردا
کھل جائے اگر دامن گیسوئے محمدؐ

نالہ کرے بلبل نہ بہائے کبھی آنسو　　گر سونگھ لے اس کے گل رخسار کی خوشبو
نظاروں میں یہ آپ کی نہ سمائی کوئی گلرو　　قمری نہ پھرے باغ میں کرتی ہوئی کو کو
گر دیکھ لے سرو قد دلجوئے محمدؐ

حاصل ہے نہیں سے مری آنکھوں کو طراوت　　ان پھولوں سے ہوتی ہے غنچہ دل کو فرحت
ہر فصل بہاری ہے بہشت میں زینت　　پژمردہ ہوں یارب نہ گل داغ محبت
ان پھولوں سے آتی ہے مجھے بوئے محبت

یوں شوق ہے آتی ہے ابھی باغ میں بو سے　　اور کچھ بھی غرض کچھ بھی نہ گلشن کی پھبن سے
الفت نہ کبھی چھوٹتی ہو اپنے وطن سے　　بلبل کو محبت کبھی ہوتی نہ چمن سے
پھولوں میں نہ بس جاتی اگر بوئے محمدؐ

ہر وقت زباں پر ہے مری کلمہ سرور　　اللہ نے کیا ہے مجھے مداح پیمبر
سب امتی ہیں لوٹ مری طرز بیاں پر　　وہ بلبل خوش لہجہ ہوں نغمے مرے سنکر
جھوما کئے برسوں شجر کوئے محمدؐ

پھر دل میں اٹھا دلولۂ سیر مدینہ　　پھر اٹھنے لگا مشغلۂ سیر مدینہ
پھر بڑھ چلا یہ حوصلہ سیر مدینہ　　زور کشش سلسلۂ سیر مدینہ
کھینچے لئے جاتا ہے مجھے سوئے محمدؐ

بن جائیگا گنجینۂ راحت مرا سینہ　　ہاتھ آئے گا بے دولت پنہاں کا دفینہ
دریائے معاصی سے نکل آیا سفینہ　　زور کشش سلسلۂ سیر مدینہ
کھینچے لئے جاتا ہے مجھے سوئے محمدؐ

حضرت کی یہ اعجاز نمائی ہوئی ایسی　　مشہور دو عالم میں ہے تا مہر بماہی
دو ٹکڑے قمر کے کئے انگلی جو اٹھائی　　ڈوبی ہوئی کیا زور قوی خورشید نکالی
اللہ رے تیر دستی بازوئے محمدؐ

منظور ہے آنکھوں کو مدینہ کا نظارا　　اس عشق سے ہو جائے گا جنت بھی گوارا
رونق کو بصد شوق ہے مرنا بھی گوارا　　رضوان جو دم مرگ ذرا بھی ہو اشارا
اتراتی ہوئی جان چلے سوئے محمدؐ

شفاعت تہنیت خواں پھر رہی ہے ہفت کشور میں

(جناب مولانا عبدالواحد صاحب فاضل ادب بدایونی)

چمن ہے غرق عشرت فصل ہے بحرین میں ہیں نہاتی ہیں بہاریں آجکل عطر گل ترمیں
شفیع المذنبیں آئے نظر جب بزم محشر میں قیامت کی تمناؤں نے بر پا انقلاب مضطر میں
بنا دولہ محمدؐ سر پہ ہے سہرا ہدایت کا شفاعت تہنیت خواں پھر رہی ہے ہفت کشور میں
ودجنت ہو وا غالی ہے دوزخ عام ہو بخشش اسیران محبت کے مزے ہیں بزم محشر میں
دہائی یا رسول اللہ اغثنی یا نبی اللہ تمہارا نام لیوا مسلم بیکس ہے چکر میں
زمانہ بر سر بے داد ہے امداد فرماؤ ہوا ہے مسلم آزاری کا سودا آج ہر سر میں
نہ اپنوں میں محبت ہے نہ غیروں میں مروت ہے بصیبت داستاں ذلت ہی ذلت ہے مقدر میں

قدم پر رحمت عالم کے سر ہے ہاتھ میں دامن
گنہگاروں کی واحد بن پڑی میدان محشر میں

مدینے میں

(از جناب توقیر احسنی صاحب رامپوری منشی کامل)

مقیم ہیں شہ ہر دو سرا مدینے میں اسی سبب سے ہے فضل خدا مدینے میں
خراب ہند میں یارب نہ میری مٹی ہو یہ التجا ہے کہ آئے قضا مدینے میں
نہ کیوں مراد ہو پوری ہر ایک سائل کی نہیں ہے جود و سخا کے سوا مدینے میں
حساب حشر سے حاصل ہوئی نجات اسکو گنہگار اگر مر گیا مدینے میں
ہمیشہ فکر نہیں رہتی ہے ساری ہستی کی اگرچہ رہتے ہیں مشکل کشا مدینے میں
خدا کی رحمت کامل کا مستحق ہوگا جو تھوڑی دیر بھی جا کر رہا مدینے میں

ارادہ کر کے عرب کا نکل چکا توقیر
ملے گا تم کو وہ مکہ میں یا مدینے میں

درس اخلاق

(از جناب مولانا باسط صاحب بسوانی)

ایک یہ واقعہ پیش آیا تھا باسط اک بار اک مسلماں میں یہودی میں ہوئی کچھ تکرار
بحث ہوتے ہوئے اس بات کی نوبت پہنچی دل کے جذبات کا مسلم نے کیا یوں اظہار
جس نے بخشا ہے محمدؐ سا رسول افضل میرا اس خالق اکبر کی قسم یہ ہے مدار
سن کے یہ بات یہودی نے بھی اسطرح کہا ہاں قسم کہانے سے مجکو بھی نہیں ہے انکار
میں بھی اس خالق یکتا کی قسم کہتا ہوں جس نے موسیٰ کو رسالت کا دیا عز و وقار
بڑھ کے مسلم نے یہودی کے طمانچہ مارا سن کے موسیٰؑ کا تفوق ہوا اتنا بیزار
روبرو سید ابرار کے جب ذکر ہوا ناخوشی کا کیا محبوب خدا نے اظہار

ایک جاہل جو کہے اس کو سنو صبر سے تم
اور کسی پر نہ کرو جبر و تشدد زنہار

اور میں زباں سے نام محمد لیا کروں

(از جناب مولانا حاجی محمود حسن صاحب اسرائیلی محمود سابق رکن لولڈت ہمدرد دہلی)

میخانۂ الست کی صہبا پیا کروں اور جان تمد ساقی بطحا کیا کروں
پیدا جبیں شوق سے کچھ نقش پا کروں یوں چشم انتظار کو تسکیں دیا کروں
اور میں زباں سے نام محمدؐ لیا کروں

دل نے حریم ناز کے پردے اٹھا دیئے آنکھوں نے اس کے نور کے جلوے دکھا دیئے
الفت نے ہجر و وصل کے نکتے سمجھا دیئے اے دلنواز دل ہی میں اب تیری جا کروں
اور میں زباں سے نام محمدؐ لیا کروں

واللہ فضول ہے اگر اصنام کا ہے دل تیرا اگر نہیں ہے تو کس کام کا ہے دل
اک لوتھڑا ہے گوشت کا او نام کا ہے دل یہ دل تو اس لئے ہے کہ تجھ پر فدا کروں
اور میں زباں سے نام محمد لیا کروں

دل کو دو نیم کر دے تری چشم نیم باز قدموں ہی میں ترے رہے میرا سر نیاز
کہو لے سراد جو دو فنا و بقا کے راز مرمر کے شوق وصل میں تیرے جیا کروں
اور میں زبان سے نام محمدؐ لیا کروں

اس قلب بے قرار کا تو ہی ہے قرار ہو تیرے شوق دید میں یہ چشم انتظار
ہر لحظہ تیرا ذکر ہو محبوب کردگار دن کی بدا میں دامن شب کو سیا کروں
اور میں زباں سے نام محمدؐ لیا کروں

اے عالم سخاوت و رحمت کے بادشاہ محمود بے نوا پہ ہو الطاف کی نگاہ
یہ دل کی آرزو ہے کہ آنکھیں ہوں فرش راہ پلکوں سے تیرے روضے میں جھاڑو دیا کروں
اور میں زباں سے نام محمدؐ لیا کروں

بیکسوں کی سننے والے آج تو سن لے مری

(از جناب مولوی محمد کامل صاحب جونپوری بی اے)

رحمت للعالمین اے سرور دنیا و دیں
آج ہے ناگفتہ بہ حالت ترے اسلام کی
اس طرف بھی اک نگاہ لطف اے بحر کرم
ورنہ نذر آب کشتی دین کی ہو جائے گی
دم میں جا پہونچے قدم فرش زمیں سے عرش پر
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی دلیل سروری
پیچھے پیچھے آپ کے چلتے تھے حضرت جبرئیل
آپ کی کیا بات ہے اللہ اکبر اے نبیؐ
میں اٹھاؤں التجا کا ہاتھ تیرے سامنے
بیکسوں کی سننے والے آج تو سن لے مری
عرصۂ محشر میں جب کامل گریزاں آئے گا
آپ کی چشم کرم شاہ امم ہو جائے گی

اسلام کی تعلیم

(ازجناب لالہ امرت لال صاحب بیکسؔ ہمزدی)

اے مسلماں قابل توقیر ہے تیرا رسول — جس کی ہستی پر تری ملت کو فخر و ناز ہے
کھل چکے ہیں تیرے گلشن میں گل توحید سے — نکہتیں جن کی گویا آپ پہ پرواز ہے
کردیا اسلامیوں کو ہمسر عرش بریں — واقعی یہ ہادیٔ اسلام کا اعجاز ہے
ایک امی اور عالمگیر انداز بیان — کیوں نہ مانیں ہم کہ یہ اللہ کی آواز ہے
مست کر دیتے ہیں اس کے نغمہائے دلنواز — اللہ اللہ کس قدر یہ کیف پرور ساز ہے
وحشیوں میں جس نے اک روح تمدن پھونک دی — واہ کیا اسلام کی تعلیم کا اعجاز ہے
ہے تری باتوں سے اے بیکسؔ صداقت آشکار
تو یقیناً مذہب اسلام کا ہمراز ہے

دیدار محمدؐ

(ازجناب احمد صاحب تمکینؔ جالندھری رکن ادارہ ملت لاہور)

کس شان کی سرکار ہے سرکار محمدؐ — دربار گہربار ہے دربار محمدؐ
عالم میں ضیا پاش ہیں انوار محمدؐ — ہر دل ہے زمانے میں طلبگار محمدؐ
ہر آنکھ کو خواہش ہے دیدار محمدؐ

کیا شان ہے شاہنشہ لولاک کی عالی — دنیا کا بھی مولا ہے وہ عقبیٰ کا بھی والی
ہاں ہاں مرے سرکار کی ہے سرکار نرالی — بدبخت ہے وہ جو ہو یہاں فیض سے خالی
دربار گہربار ہے دربار محمدؐ

خورشید بھی تاباں ترے جلوے سے قمر بھی — پُر نور فضا بھی ہے تو دامان سحر بھی
روشن ترے جلوے سے ہیں آنکھیں بھی نظر بھی — ہم بھی ترے مشتاق ہیں رکھیو تو ادھر بھی
صدقے ترے اے نور ضیا بار محمدؐ

غنچے نہیں ان لوگوں کی نظروں میں سماتے — گل لاکھ ہوں خوش رنگ نہیں وہ ہمیں بھاتے
رنگ رخ لالہ سے وہ کب داغ ہیں کھاتے — گلشن کی طرف وہ تو نہیں آنکھ اٹھاتے
رکھتے ہیں جو عشق گل رخسار محمدؐ

عارف بھی وہی اور وہی مقبول زمن ہیں — عالم میں وہی اور وہی مخدوم جہاں ہیں
وہ کون سے ہیں بھید کہ جو ان سے نہاں ہیں — اسرار خفی ان پہ خدائی کے عیاں ہیں
جو لوگ کہ ہیں محرم اسرار محمدؐ

دارا ہو کہ جمشید ہو قیصر ہو کہ خاقاں — ہر شاہ گدا اس پہ ہے سو جان سے قرباں
ہر دل کی تمنا ہے وہ ہر جان کا ارماں — دیکھو جسے آتا ہے نظر اس کا وہ خواہاں
مطلوب خلائق ہے طلبگار محمدؐ

وہ منزل صد حسن ہے وہ کوہ صفا ہے — وہ طور ہے عارف کی نگاہوں میں سما ہے
وہ جام جہاں بیں ہے وہ کونین نما ہے — سچ یہ ہے کہ وہ جلوہ گہ نور خدا ہے
جس دل پہ ضیا بار ہیں انوار محمدؐ

یہ چارۂ غم دافع صد رنج و بلا ہے — ہر درد کا درماں ہے یہ ہر دکھ کی دوا ہے
یہ ظل ہما سایۂ طوبیٰ سے سوا ہے — پھر اور کسی چیز کی پروا اسے کیا ہے
مل جائے جسے سایۂ دیوار محمدؐ

اب اپنی یہ دل سے شب و روز دعا ہے — جب تک گل خوش رنگ کی بو روح فزا ہے
جب تک چمن دہر میں بلبل کی صدا ہے — جب تک کہ یہ بہاریں ہیں یہی دور صبا ہے
سرسبز رہے دہر میں گلزار محمدؐ

ہے زر کی خواہش نہ مجھے زر کی تمنا — نے لعل کی حاجت ہے نہ گوہر کی تمنا
جنت کی تمنا ہے نہ کوثر کی تمنا — ہے تمکینؔ کے دیدۂ مضطر کی تمنا
مل جائے اسے دولت دیدار محمدؐ

انوار محمدؐ

(ازجناب ہاشمی دستہ پیشا صاحب فدائی لسے)

بیرنگی فطرت سے بلبل بے حال نہ ہو گلزاروں میں
یکرنگی کا ہے شوق اگر جا دیکھ حرا کے غاروں میں
جو ذات احد اور احمدؐ میں ہے راز عیاں وہ میم سے ہے
اور میم نشان تسلیم کا ہے مشہور نماز گزاروں میں
کیا شان تجمل ظاہر تھی واللہ انوار محمدؐ سے
وہ عرب و عجم غاشیہ بر مخصوص ہیں جو سرداروں میں
وہ نور مجسم عالم میں کس طرح نہ ہوتا بے سایہ
موجود ہے جبکہ وصف یہی ہر بزم کے شعلہ کاروں میں
گیسوئے دراز محمدؐ کی نسبت کا ناز ہے دونوں کو
سنبل کو ادھر گلزاروں میں عنبر کو ادھر بازاروں میں
خورشید سخائے احمدؐ کی وسعت کی مساحت کرتا ہے
کونین گر کھنچ سکتے ہیں کب اشعر کی پرکاروں میں
تشبیہ اسے کیا چاند سے دیں جو اتنا غیر معین ہے
اعجاز سے جس کو خنجر سے دو نیم کیا تھا تاروں میں
عالم میں غریب نواز کوئی ہوگا نہ ہوا ہے حضرتؐ سا
زر صدقہ ایماں کرنے میں ممتاز تھے وہ زرداروں میں
یکجا تھے عفو و شجاعت کیا موجود وجود طیب میں
تھا ان کو خاص شرف حاصل خلقت بھر کے شہکاروں میں
کیا داد شجاعت دی اللہ کمسانوں کے پیکاروں میں
کیا عفو کو جلوہ ریز کیا تلواروں کی جھنکاروں میں
گو بعد زمانہ حائل تھا اس پر بھی پھر مدینہ نے
امت سے کاہن ہندی کا کر ڈالا ذکر اشاروں میں
انسانی جنس کی خاطر یہ آئین جہاں میں عام کیا
مشرک ہے روا جو فرق رکھے اس ذات خدا کے پیاروں میں
دنیا کو فدا یہ نعت تری ڈنکے کی چوٹ سناتی ہے
سینہ ہو جس کا آئینہ بندہ ہے وہ فرد ہزاروں میں

محمدؐ کو ادھر مانو - ادھر اللہ کو جانو

(از جناب منشی مہمی نرائن صاحب سخا بی اے سابق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پونہ)

ترا مداح ہوں مجھ پر نظر یوں ہو تو بہتر ہے | اب اعدا پہ نبی مجھکو ظفر یوں ہو تو بہتر ہے
نبی کا عشق ہو دردِ جگر یوں ہو تو بہتر ہے | خدا کا فضل اپنا چارہ گر یوں ہو تو بہتر ہے
سنائے جائیں جو عشاق احمد کہتے جاتے ہیں | اگر دنیا میں نازل اب ضرر یوں ہو تو بہتر ہے
نہیں ہے دین و دنیا میں نہیں کچھ دین و دنیا میں | بشر گر بندۂ خیر البشر یوں ہو تو بہتر ہے
محمدؐ کو ادھر مانو۔ ادھر اللہ کو جانو | ادھر یوں ہو تو بہتر ہے ادھر یوں ہو تو بہتر ہے
سنا آئے مری نعت اور مرا انعام ہے آئے | صبا تیرا مدینہ میں گذر یوں ہو تو بہتر ہے
نظر انسان کی ہر دم نبی کے نقش پا پر ہو | سفر یوں ہو تو بہتر ہے حضر یوں ہو تو بہتر ہے
یہ وہ ہے گیا جو روتے روتے ہجر احمد میں | جو میری قبر پہ تم نوحہ گر یوں ہو تو بہتر ہے
نبی کا بحر رحمت جوش سے خود آئے اس میں | مرا اشک رواں رشک گہر یوں ہو تو بہتر ہے
کلام حق ہو تفسیر احدیث پاک توضیحاً | یہ بزم وصف احمد رات بھر یوں ہو تو بہتر ہے
یہ داغ عشق احمد اک سند کافی ہے محشر تک | ہماری طرح کوئی بے خطر یوں ہو تو بہتر ہے
کبھی ہو یاد کاکل اور کبھی یاد رخ احمدؐ | بسر عشاق کی شام و سحر یوں ہو تو بہتر ہے
رضا تسلیم ہے لیکن محمدؐ تیرے میں ان کا | مری فریاد میں یارب اثر یوں ہو تو بہتر ہے
ادب سیکھو کرو سر ہر قدم پر شوق کے سجدے | حرم والو مدینے کا سفر یوں ہو تو بہتر ہے
خدا کے عشق میں انسان خاک ہو جل کر | محمد مصطفٰے کی خاک در یوں ہو تو بہتر ہے
الٰہی ہوں یہ سرد آہیں مدینے کی ہواؤں میں | ترے محبوب کو میری خبر یوں ہو تو بہتر ہے
محمدؐ دل میں مرے دل میں محمدؐ میری آنکھوں میں | خدا کا نور یعنی سر بسر یوں ہو تو بہتر ہے
خدا کی بندگی یہ ہے کہ دل عشق احمدؐ ہو | خدا کا عشق کیا کہنا مگر یوں ہو تو بہتر ہے

محمدؐ نور ایماں ہیں انہیں دل میں جگہ دیجے
سخا ایمان دل میں جلوہ گر یوں ہو تو بہتر ہے

گنبد خضرا

(از پروفیسر محمد دین صاحب تاثیر ایم اے)

شب معراج پردہ اُٹھ گیا روئے حقیقت کا
رہا باقی نہ کوئی تفرقہ غیب و شہادت کا
وہ جو کر دیں وہ جو کہہ دیں وہی کچھ عین قدرت ہے
نہ میں قائل خوارق کا نہ میں قائل کرامت کا

چلا ہے کاروانِ شوق آ پہنچا وہ آ پہنچا
وہ ہریالی افق وہ گنبدِ خضرا ہے حضرت کا
سنبھل اے چشم تر اے آہ مہلت دے کہ کچھ لیں
بڑی مشکل سے ہاتھ آیا ہے موقع آج خلوت کا

باقی کہیں رہ جائے نہ ارمان مدینہ

(از ہز ایکسیلنسی یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر صدر اعظم حیدرآباد دکن)

بلوائیں مجھے شاہ جو سلطان مدینہ | جاتے ہی میں ہو جاؤں گا قربان مدینہ
روکیں گے نہ دربار میں جانے کیلئے شاہ تو | پہچانتے ہیں سب مجھے دربان مدینہ
لے جاؤں گا میں ساتھ فقط عشق محمدؐ | تحفہ ہے میرے پاس یہ شایان مدینہ
کھولے در جنت کو یہی کہتا ہے رضواں | بے خوف چلے جائیں غلامان مدینہ
اللہ دکھا دے تو مجھے روضۂ اقدس | باقی کہیں رہ جائے نہ ارمان مدینہ
کیوں میری شفاعت میں بھلا دیر لگیگی | کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطان مدینہ

کافر ہوں کہ مومن ہوں خدا جانے میں کیا ہوں
پر بندہ ہوں ان کا جو ہیں سلطان مدینہ

ذرا اپنا کوچہ دکھا - یا محمدؐ

(از جناب چودھری دلو رام صاحب کوثری رئیس نانڈری ضلع حصار)

مدینے میں مجھ کو بلا یا محمدؐ | ذرا اپنا کوچہ دکھا۔ یا محمدؐ
نہیں بادشاہوں کی کچھ مجھکو پروا | ترے در کا ہوں میں گدا یا محمدؐ
میں تیرا اپنا ہوں مرا تو ہی بن جا | مرا کون ہے دوسرا یا محمدؐ
تمہاری بدولت خدا مجھ کو بخشے | ہو مقبول میری دعا یا محمدؐ

ترا کوثری رہتا ہے ہندوؤں میں
ہے ظلمت میں آب بقا یا محمدؐ

اپنی رحمت سے بلا لیں اب تو روضے پر مجھے

(از جناب پنڈت برہمو دیال صاحب عاشق لکھنوی)

بادشاہ دوسرا ہے کون کوئی بھی نہیں | شافع روز جزا ہے کون کوئی بھی نہیں
صدر بزم انبیا ہے کون کوئی بھی نہیں | اور محبوب خدا ہے کون کوئی بھی نہیں

میرے آقا کے علاوہ میرے حضرت کے سوا

رات دن تڑپا رہی ہے وحشت دل دیکھیے | تنگ آیا ہوں مٹا سکے رُخ پر نور ہے
قلب پر ہیں حسرت و ارماں کے حملے ہو رہے | اپنی رحمت سے بلا لیں اب تو روضے پر مجھے

داغ فرقت بھی ہیں دل میں درد الفت کے سوا

عبد اللہ کا لال

(از جناب پنڈت گنیش لال صاحب خستہ دہلوی)

ناز ہے اہل عرب کو ہی نہ تیری ذات پر | حشر تک تجھ پر کرے گا فخر سارا ایشیا
امن کا چشمہ بہایا خشک ریگستان میں | آفریں عصمت سراپا آفریں صد آفریں
علم کا شربت پلایا جس نے اپنے شیر میں | کون ہے جو نام تیرا اے حلیمہ دے بھلا

فرد تنہا اک عرب کا بن رہا عبد الصنم
ایک عبد اللہ تھا جس کے گھر ہوا نور خدا

۷۸۶

شذرات

(عزیز حسن بقائی)

جشن میلاد

۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۸ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء کا دن ایسا مبارک اور مسعود دن ہے کہ اس روز اس نیلگوں آسمان کے نیچے اور اس وسیع خطۂ ارضی پر اس ذات قدسی آپ کا ظہور ہوا جس کے انتظار میں چرخ کہن سال کروڑ ہا سال سے منتظر تھا۔ آسمان کے تارے اور زمین کے ذرات اس یوم مسعود اور جان نواز صبح کے واسطے۔ آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ و یوسفؑ، موسیٰؑ اور مسیحؑ، کرشنؑ، اور گوتمؑ کا ظہور ہوا تھا، اور ہاں ہاں یہی وہ مبارک روز تھا جس میں ایوانِ کسریٰ سرنگوں ہوا، آتشکدۂ فارس بجھا، دریائے ساوہ خشک ہوا، صنم خانوں کے بت اوندھے گرے، چمنستانِ توحید میں بہار آئی، آفتابِ ہدایت کی شعاعیں چاردانگ عالم میں پھیل گئیں۔ انسانی اخلاق کا آئینہ چمک اٹھا۔ کیونکہ فخرِ کائنات، جگر گوشۂ آمنہؓ، عبداللہؓ کا یتیم، بیوہ خدیجہؓ کا دولہا، یتیموں کا مولا، غلاموں کو آزادی کے جھنڈے کے نیچے جمع کرنے والا، گورے اور کالے کا امتیاز مٹانے والا، عزم و استقلال کا کوہ وقار، حریت و آزادی کا علمبردار، شہنشاہ کونین عالم قدس سے تشریف فرمائے عزت و جلال ہوئے۔ اللھم صلی علی محمد و علیٰ آل محمد۔

تعجب ہے کہ یہ یوم مسعود، یہ مبارک تاریخ، یہ مقدس دن آئے اور یوں ہی گذر جائے، اور مسلمانوں کو خبر بھی نہ ہو کہ آج کے دن کائنات کا ظہور ہوا، اور آج ہی کے روز اقوام عالم کو کان الناس امۃ واحدۃ کا پرحکمت پیغام دے کر نفسی بتوں کو توڑا گیا۔ اور آج ہی کا دن ہے جس میں اگر ملت مرحومہ کے بکھرے ہوئے موتیوں کو پرو دیا جائے تو ایک تسبیح بن سکتی ہے۔ اور اگر یہ بدبخت غلام کسی ایک مرکز پر باوجود شدید اختلاف عقائد کے میری رائے میں جمع ہو سکتے ہیں تو وہ صرف مرکز یوم ولادت اور ذکر فخر کائنات ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ مذہب کے نام پر دنیا کمانے والے "دین دار" اور دنیا کے نام سے اپنی دوکانیں چلانے والے زعمار عید میلاد کا جشن مناتے۔ اور ذکر فخر کائنات سے علاوہ خیر و برکت کے تنظیم ملت کے پروگرام کو عملی جامہ پہناتے، مگر ہوتا کیا ہے کہ غریب مسلمان اپنے آقا اور مولا کے ذکر سے اپنے دلوں میں عشق رسولؐ کے جذبہ کو تازہ کرتے ہیں۔ اور علماء کرام ذکر ولادت اور قیام تعظیمی کی "بدعت" پر لاکھوں محبانِ رسولؐ کو اپنے زعم باطل میں اسلام کی آغوش سے جدا کرکے مصر کے گڑھے میں پھینک کر رسولؐ پاک کو صدمہ پہنچاتے ہیں۔ اور اس طرح اس ذات قدسی کی توہین کرکے افتراق بین المسلمین کا راستہ پیدا کرکے مسلمانوں کو تباہی کے غار میں اپنے حلوے مانڈے کے لئے دھکیل دیتے ہیں حالانکہ ان کی یہ حرکت منشائے سرکار کے خلاف ہے

ایک دوسری جماعت جاہل، غیر متشرع مولود خوانوں کی ہوتی ہے جو چرس کے دم لگا کر، اور بھنگ کے پیالے پی کر اور بعض بدبخت تو شراب کے گلاس چڑھا کر، سُر تال سے گا گا کر ایسے جھوٹ افترا باندھتے ہیں، اور نہایت فحش ناک اور من گھڑت قصوں کو بیان کرکے اس کا نام میلاد رکھتے ہیں جس میں سیرت رسول پاک کے عملی پہلوؤں کو قطعی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یہ بدمعاش مولود خواں کفر ساز مولویوں کی طرح قطعی قابل ملامت ہیں، اور ایسے میلاد خوانوں سے میلاد پڑھوانے سے بجائے خیر و برکت کے خدا کا قہر نازل ہوتا ہے۔

ہونا کیا چاہیئے؟

میرے خیال میں جشن میلاد کا پروگرام یہ ہونا چاہیئے کہ ہر شہر و قصبہ میں مجلس میلاد قائم کی جائے اور اس کمیٹی کی طرف سے ایک مہینہ پہلے سے پوسٹروں اور اشتہارات کے ذریعہ مسلمانوں کو اس مبارک تقریب کی اہمیت جتائی جائے، اور غیر مسلموں کو حکمت کے ساتھ بزم میلاد میں شرکت پر آمادہ کیا جائے اور گیارہ ربیع الاول شریف کی شام کو بذریعہ پوسٹر اور منادی اعلان کر دیا جائے کہ تمام مسلمان کل صبح ۴ بجے اچھے کپڑے پہنکر اور خوشبو لگا کر اور چھوٹے چھوٹے سبز جھنڈے لیکر درود شریف پڑھتے ہوئے شہر یا قصبہ کی جامع مسجد میں جمع ہوں۔ اور دو رکعت نماز نفل پڑھ کر حضور سرور کائنات پر سب مسلمان درود شریف پڑھیں حتیٰ کہ صبح کی نماز کا وقت ہو جائے نماز صبح سے فارغ ہو کر امام صاحب ایک بہت بڑا سبز جھنڈا بلند کریں اور نہایت تضرع اور زاری کے ساتھ یہ دعا مانگیں۔

دعا

ظالم و مظلوم، حاکم، محکوم، راعی اور رعایا کے خدا، غلاموں کے درد اور دکھ کی بپتا سننے والے آقا ہمارے دلوں کو تسلی اور تسکین دے۔ گورے اور کالے، غلام اور آقا، فرمانبردار اور نافرمان، کافر

اور مسلمان، متقی اور گنہگار انسانوں کو اپنی آغوش رحمت میں لینے والے غفور الرحیم آج جبکہ غلامی اور مظلومی کے ساتھ نفاق اور خود پرستی کی لعنت ہم پر مسلط ہو گئی ہے، اور ہم اپنی ترقی اور تنظیم سے مایوس ہو گئے ہیں تو لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین کا حکم دینے والے مجیب داتا، اپنے ذلیل اور ناکارہ بندوں کو صبر و استقلال کی لازوال دولت سے مالا مال کر دے۔

اے آسمانوں اور زمینوں کے خالق، اے بحر و بر اور خشکی اور تری کے مالک، رات کی تاریکی اور تنہائی کے سناٹے میں نظر آنے والے مولا، پہاڑوں کی بلندیوں اور سمندروں کی روانی پر تخت فرمانروائی بچھانے والے شہنشاہ، بجلی کی کڑک اور بارش کی گرج میں پنہاں ہونے والے آقا، ہمیں وقت خوش، چشم تر اور سکون قلب عطا فرما تاکہ ہم زمین کے وسیع خطے پر عزت و آرام کی زندگی کے بقیہ دن گذار سکیں۔

آدم کو خلافت کا فخر بخشنے والے مولا، خلیل کے لیے نمرودی آتشکدہ کو گلزار بنانے والے قادر مطلق، نوح کو طوفان کی ہلاکت باریوں سے بچانے والے عاجز نواز قدوس، ایوب کو صبر کی لازوال دولت عطا فرمانے والے آقا، یونس کو مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکالنے والے رب توانا، زکریا کو آرزو سے چیر دینے والے پاک بے نیاز، بطن مریم سے اپنی پاک نشانی ظاہر کرنے والے یفعل اللہ ما یشاء ویختار، عیسیٰ کو صلیب کی لعنت سے بچانے والے قادر و توانا، فرعون کو نیل کی موجوں کے حوالے کرنے والے جبار، کرشن کی بنسری میں سمانے والے پرماتما، کنس کے ظالمانہ تخت کو الٹنے والے جگدیش، گوتم کو نروان دکھانے والے بھگوان، رام کو بن باس میں ثابت قدم رکھنے والے جوتی سروپ، یوسف کی زندان اور کنعان میں حفاظت کرنے والے بھگوان، ناکارہ و نامراد ہستیوں کو لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کی نوید لطف پرور سنانے والے داتا، ہم سیہ بختوں کو اپنے در سے خالی ہاتھ نہ بھیج کہ اب ہماری ذلتوں کی انتہا ہو گئی ہے۔

رب کعبہ! صدقہ عبداللہ کے یتیم، آمنہ کے لال، خدیجہ کے دولہا، فاطمہ کے بابا، اور حسن حسین کے نانا کا، مسلمانوں میں پھر وہی تنظیم اور عملی قوت پیدا کر، جس کی وجہ سے وہ دنیا کے ایک تہائی حصہ پر قابض ہو گئے تھے۔

ابراہیم و محمد کے خدا! مسلمانوں کو پھر وہی راہ ہدایت دکھا کہ یہ اپنے بھولے ہوئے رستہ آزادی اقوام عالم پر چلیں، اور اس وقت تک دم نہ لیں، جب تک دنیا کی تمام غلام قومیں پیدائشی آزادی سے ہمکنار نہ ہو جائیں۔

عاجز نواز قدوس! تیری محبوب صداقت کا نام دنیا سے مٹنے والی ہے اور سچائی اور حق پرستی جو ایک پیغمبرانہ عمل ہے، وہ معدوم ہو گئی ہے اس لیے اپنے محبوب پاک کی پیشین گوئی کے مطابق جلد سے جلد حضرت امام مہدی کو ظاہر فرما کہ دنیا ضلالت و گمراہی میں گھر گئی ہے، اور حاکمانہ گھمنڈ اور محکومانہ مظلومی انتہا کو پہنچ گئی ہے، اور تیرے بیکس نام لیواؤں پر صرف اس جرم میں کہ وہ تیری توحید کی منادی کرتے ہیں، ایسے ایسے روح فرسا مظالم تہذیب و تمدن کے نام سے ہو رہے ہیں کہ انسانیت تھرا اٹھی ہے، بارالہا تیری غیرت کب جوش میں آئے گی۔

خداوندا، اٹلی اور سپانیہ کے مریم پرست جو انسانیت سوز مظالم تیرے حبیب پاک کا کلمہ پڑھنے والوں پر توڑ رہے ہیں وہ قوت برداشت سے باہر ہو گئے ہیں، پھر کیا تیری رحمت جوش میں نہ آئے گی؟ اور تیری مخفی نصرت فرمائیاں، اور تیرا غیبی ہاتھ اسلام کے ان غیور فرزندوں کی اعانت کے لیے نہ بڑھے گا، جن کو طرابلس میں صرف اس جرم میں ہوائی جہازوں سے گرا دیا گیا کہ وہ مسلمان تھے، اور اپنے مقدس وطن پر اٹلی کے کفار کی جابرانہ حکومت پسند نہیں کرتے تھے۔

غریبوں اور کمزوروں کے آقا! ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان ایثار فی سبیل اللہ اور اعتماد علی النفس اور توکل خدا کی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ خداوندا ان کو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت فرما۔ اور ان میں وہ قوت عمل پیدا کر کہ یہ اپنے اس وطن کو اغیار کی غلامی سے آزاد کرا لیں جس پر یہ سات سو سال حکومت کر چکے ہیں۔

بارالہا! مسلمانوں کو ذوق تنظیم عطا ہو، ان کو فضول خرچیوں، اور مشرکانہ مراسم، اور عیش پسندی سے نجات ہو، ان میں مجاہدانہ عزم پیدا ہو اور یہ اس تیرہ و تار ہند میں اسوۂ رسول کی پیروی کرتے ہوئے تجارت و آزادی کے میدان میں اپنی ہمسایہ قوم سے آگے بڑھ جائیں، اور صحیح معنوں میں تیرے محبوب کے نقش قدم پر چل کر دین اور دنیا میں سرخرو ہو جائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ ربنا تقبل منا انت انت السمیع العلیم ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا۔ ربنا لا تحملنا ما لا طاقت لنا بہ۔ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

اس کے بعد درود شریف کا ورد کرتے ہوئے اس بڑے جھنڈے کو لیکر بصورت جلوس سارے شہر کا گشت کریں، اور خوش الحان، پابند شرع مولود خواں حضور سرور کائنات کی حیات مبارکہ کے وہ اہم واقعات جو غیر مسلم اقوام کے ساتھ رواداری، اور درگذر، اور انصاف پسندی کے گذرے ہوں بصورت نظم سنا کر آقا کے نامدار کی زندگی سے غیر مسلم اقوام کو آگاہ کریں، اور جب جلوس اپنا مقررہ رستہ پورا کرلے تو نہایت ادب

رواداری کے ساتھ مسلمانوں کو منتشر ہو جانا چاہیے اور گھروں میں پہونچ کر غربا اور مساکین کو فاتحہ دے کر کھانا کھلانا چاہیے۔ اور بکثرت خیرات کرنی چاہیے۔ اور پھر چار بجے شام کو علیحدہ جلسے کرنے چاہئیں اور ان میں سمجھدار علما اور غیر مسلم لیکچراروں کو حضورؐ کی مبارک زندگی پر تقریریں کرنے کے لئے مدعو کرنا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ اس جلسہ میں ہندو، عیسائی، اچھوت، جینی، پارسی، یہودی غرضکہ تمام غیر مسلم اقوام شریک ہوں اور حضورؐ کی سیرت اور کیرکٹر کے واقعات سنا کر ایک اچھا اثر قبول کریں۔ جو یقیناً اس ہنگامی اور نفرت کے زمانہ میں ملک اور قوم کی سب سے بڑی خدمت ہے کہ اگر صحیح معنوں میں میرے مولا کی زندگی سے ہندوستان کے تمام غیر مسلموں کو روشناس کرا دیا جائے تو اسلام کے خلاف جو نفرت اور عداوت اسلام کے بدترین دشمنوں کے دلوں میں جاگزیں ہے وہ ایک منٹ میں کافور ہو جائے۔

شکریہ

فرمان رسالت پناہ کے مطابق (من لم یشکر الناس ومن لم یشکر اللہ) دلی شکریہ کے مستحق ہیں میرے وہ قلمی دوست جنہوں نے میری درخواست پر تذکرہ جمیل کی تیاری میں میرا ہاتھ بٹایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر جناب مولانا مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی اے دہلوی۔ جناب مولانا حاجی محمود حسن صاحب اسرائیلی۔ شری [illegible] لالہ سندر لال صاحب [illegible] شریمتی کملا دیوی صاحبہ۔ جناب مولانا محمد عمر صاحب۔ جناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب محقق السنہ۔ جناب مولانا لطیف الدین صاحب۔ جناب مولانا حکیم مسعود الرحمن خان صاحب جناب مولانا انتظام اللہ صاحب صدیقی۔ جناب مولانا شبیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر و رکن کونسل آف اسٹیٹ جناب ملک عبدالقیوم صاحب بیرسٹر و سابق ایڈیٹر مسلم [illegible] حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب۔ جناب مولانا عبدالماجد صاحب جناب مولانا ماہر القادری صاحب جناب قاری سرفراز حسین صاحب عزمی (علیگ) مسٹر ساہنی ایڈیٹر ہندوستان ٹائمز جناب مولانا حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی۔ مسٹر [illegible] صاحب گاندھی۔ جناب لالہ دیش بندھو صاحب ایڈیٹر تیج جناب سوامی رامانند صاحب سنیاسی۔ جناب چودھری سردار خاں صاحب پسروری۔ جناب مغزلی۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے مبلغ اسلام۔ جناب مولوی عبدالمجید صاحب احمدی جناب مولانا سید اسحاق حسین صاحب بی اے بی ٹی۔ علامہ دہر جناب پنڈت امرناتھ صاحب ساحر بی اے۔ جناب پروفیسر حامد حسن صاحب قادری۔ جناب مولانا حفیظ صاحب جالندھری جناب پروفیسر محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی۔ جناب مولانا [illegible] صاحب بدایونی جناب مولانا احمد عبدالحلیم صاحب۔ جناب منشی پیارے لال صاحب رونق۔ جناب عبدالواحد صاحب عثمانی۔ جناب توقیر احسن صاحب زبیری۔ جناب ماسٹر [illegible] علی صاحب بسوانی۔ جناب مولوی محمد کامل صاحب جونپوری بی اے۔ جناب لالہ مرت لال صاحب بیکس جھنڈوی۔ جناب لالہ مہرچند صاحب قیس جالندھری۔ جناب منشی [illegible] صاحب فدا بی اے۔ جناب منشی لچھمی نرائن صاحب سخا۔ جناب پروفیسر [illegible] صاحب تاثیر ایم اے۔ ہز ایکسیلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر۔ جناب چودھری دلورام صاحب کوثری۔ جناب پنڈت [illegible] دیال صاحب عاشق۔ جناب پنڈت گنیشی لال صاحب خستہ

حضرات میری قلمی اعانت نہ کرتے تو میرے لئے پیشوا کے رسول نمبر کا مرتب کرنا ناممکن تھا۔

خدائے ارض و سما ان تمام عشاق رسالت کو جزائے خیر دے اور ان کی دلی مرادیں بر لائے جنہوں نے سیرت رسول پاک کے مختلف گوشوں کو ضرورت وقت کے مطابق نمایاں کیا اور بخصوص وہ تمام ہندو اور آریہ بھائی جن کے دینی نظم و نثر کے پاکیزہ خیالات سے رسول نمبر میں چار چاند لگ گئے ہیں مسلمان قوم کے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے آقا و مولا کی سیرت پاک سے تعلق محبت و عقیدت کا اظہار کیا کہ یہ وقت کی ایک اہم ترین ضرورت تھی۔ اور جس سے ہندوستان میں بہت جلد وہ عظیم الشان اور کامل اتحاد پیدا ہوگا اور ہر دو اقوام کو ایک دوسرے کے بزرگوں کی تعظیم کا عملی درس ملے گا۔

کچھ اپنی نسبت

ہر سال کی سنت کے خلاف اس سال پیشوا کا رسول نمبر ایک مہینہ کی چھٹی لے کر حاضر ہوا۔ سال گذشتہ کے مقابلہ میں اس سال آپ کی خدمت میں پورے بارہ پرچے چندہ کا ایک پیسہ بڑھائے بغیر پہونچیں گے اور اگر توفیق الہی شامل رہی تو حسب وعدہ ستمبر کا پرچہ افسانہ نمبر ہوگا جس میں ادب لطیف کے بہترین انشاپردازوں کے بہترین نمونے اور دنیا کی ہر زبان کے افسانے جمع کئے جائیں گے اور بے شمار رنگین تصاویر کے لئے بلاک بننے کے لئے دیدیئے گئے ہیں ضخامت بھی انشاء اللہ رسول نمبر سے کم نہ ہوگی۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ۱۹۳۱ء میں آپکی خدمت میں دو خاص نمبر قدر و ضخامت سے ڈبل سے بھی زیادہ ضخامت کے پیش کئے جائیں گے جن میں ہر ایک خاص پرچہ کی کم سے کم قیمت اگر ایک روپیہ بھی رکھی جائے تو دو روپے تو ان خاص نمبروں کے ہوگئے اور اس طرح آپ کا وہ سالانہ چندہ جو دو روپے کی صورت میں آپ دفتر پیشوا کو دیتے ہیں۔ وصول ہو گئے بعد دس پرچے جن میں ہر پرچہ ستر صفحے کی ضخامت کا معمولی ہوتا ہے آپکی خدمت میں اور مفت پہونچے پھر آپ بتایئے کہ کیا یہ سودا نقصان کا ہے؟ اور کیا آپ ہندوستان کے کسی ایسے مذہبی یا ادبی پرچہ کو پیش کر سکتے ہیں جو ان خوبیوں کا حامل ہو اور آٹھ سال سے شائع ہوتا ہو اور ہر سال بھر میں دو گرانڈیل خاص نمبر بغیر کسی قیمت کے آپکی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

خود ستائی کے گناہ سے بچنے کے لئے سیرت رسولؐ کی اس انسائیکلوپیڈیا پر میں خود کوئی تبصرہ نہیں کرتا۔ اور یہ کام قارئین کرام کے حسن ذوق اور نظر انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ بہترین مضمون تذکرہ جمیل کے لئے انتہائی کاوش سے حاصل کرکے اس رسالہ میں جمع کر دیئے ہیں اور اس طرح مسلم و غیر مسلم شعرا کا بہترین کلام منتخب کرکے [illegible] اور میرے ان ناچیز کوششوں کی یہ عرق ریزی دربار رسالت میں مقبول ہو جائے۔ جنہوں نے میری درخواست پر پیشوا کے لئے جدید خریدار فراہم کئے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر [illegible] پیشوا کے سرپرستوں کے ہمت افزا خطوط مجھے نہ ملتے۔ اور سرکار رسالت کے یہ غریب غلام پیشوا کے لئے جدید خریدار فراہم نہ کرتے تو مجھ سیہ کار اور [illegible] کے لئے یہ ناممکن تھا کہ سیرت رسولؐ کی یہ انسائیکلوپیڈیا [illegible] رسول نمبر سے خریدار فراہم کئے یا جواب اپنے دوستوں کو خریداری پر

[illegible]

آمادہ کریں خدا ان کی ہمتوں میں برکت عطا فرمائے اور ایسے نیک کاموں کی مزید توفیق ہو۔ آمین۔

اب ذرا قصہ درد بھی سن لیجیے۔ سال گزشتہ کے رسول نمبر کا بجٹ پانچ ہزار روپے سے زائد کا تھا۔ اور اس کا خمیازہ مجھے یہ بھگتنا پڑا کہ ایک ہزار کے قریب سال گزشتہ کا رسول نمبر ابھی تک دفتر میں موجود ہے۔ سال گزشتہ رسول نمبر کی ناکامی نے میری کمر ہمت توڑ دی تھی کیونکہ کئی ہزار کا قرضہ محض سال گزشتہ کے رسول نمبر کی وجہ سے میرے ذمہ ہو گیا تھا جو اس وقت تک ادا نہ ہو سکا اور اس پورے سال میں کتابوں کی تجارت بہت ہی خراب حالت میں رہی۔ اور اگر خداوند قدوس کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میرے لئے مالی مشکلات سے عہدہ برآ ہونا مشکل تھا۔ چنانچہ مجبور ہو کر پیشوا فائن آرٹ پریس کی مشین اور ٹائپ فروخت کر کے کام چلایا۔ اور اس رسول نمبر کی تیاری کے لئے تین ہزار روپیہ مزید قرض لینا پڑا۔ جب جا کر یہ شاندار تذکرہ جمیل آپ کی خدمت میں پیش کر سکا

کس قدر تکلیف ہوتی ہے اس تخیل سے کہ حضرت نپولین کی سیرت یورپ کی چالیس زبانوں میں شائع ہو کر دو لاکھ بک چکی ہے۔ اور ہندو اپنے قومی ہیروز کے جنم دن کو جب مناتے ہیں تو شیواجی اور رانا پرتاپ یا سوامی شردھانند وغیرہ جیسے مشاہیر کی یاد میں شائع ہونے والے اخبارات کے مخصوص نمبر کئی لاکھ ایک دن میں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح ہر دور کے نوجوان ہندوؤں تک مذکورہ ہیروز کے حالات پہونچ کر انہیں ایک نئی زندگی پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں

اگر تقدیر ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمان جس کا رہبر وہ ہستی ہے کہ کائنات کے پیدا کرنیوالے کے بعد اگر کسی پر ناز کرتے ہیں تو وہ حضور سید دو عالم (روحی فداہ) کی ذات گرامی ہے جس کے متعلق قرآن حکیم میں ہے کہ [illegible] من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اس ذات گرامی کی یاد اور اس مقدس ہستی کے حیرت انگیز کارناموں کو شائع کرنے کے جرم (نعوذ باللہ) میں مجھے سالہا سال سے خسارہ ہوتا ہے۔ اور پیشوا کا رسول نمبر پانچ ہزار بھی شائع نہیں ہوتا۔ تو پھر کیا میں یہ سمجھ لوں کہ مسلمان اپنی تیرہ بختی سے اپنی اس شاندار تاریخ کو فراموش کر رہے ہیں جو ان کو ذات رسول پاک کے متعلق ہے اور کیا مسلمان اتنے بے غیرت ہو گئے ہیں کہ وہ ایسے رسالوں کو غیر ضروری سمجھتے ہیں جس میں ان کے آقا اور مولا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تذکرہ ہو اور کیا نعوذ باللہ ان کے دلوں میں مدینہ والے محبوب کی اتنی عزت نہیں جتنی نپولین بوناپارٹ کی اور ہندو سوامی دیانند، شیواجی، رانا پرتاپ یا سوامی شردھانند وغیرہ ہیروز کی کرتے ہیں۔ خدا کرے میرا یہ خیال غلط ہو اور یقیناً رسول نمبروں کی ناکامی کی وجہ سوائے قارئین پیشوا کے تساہل اور غفلت کے کچھ نہیں۔ لہذا اگر یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ابھی عشق رسالت پناہ کی کوئی چنگاری سلگ رہی ہے تو خدا کے لئے اٹھ کھڑے ہو اور مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اس وسیع آسمان کے نیچے بسنے والی قوموں کے ہر فرد تک اپنے آقا و مولا (بابی فداک امی وابی) کی تعلیم اور اس ذات گرامی کا مقدس تذکرہ جس نے امت کیلئے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں اور ایک مکمل اسوۂ حسنہ چھوڑا۔ اس کے نام کا جھنڈا بلند کرنے کے واسطے کھڑے ہو جاؤ۔ اور قسم کھا لو کہ جب تک حضور فخر دو عالم کی سیرت پاک کو ہر انسان کے کانوں تک نہ پہنچا دیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے پیشوا کے نئے خریدار بنائے جائیں۔ تاکہ اس سال کا سب سے بہتر میلاد نامہ (پیشوا کا رسول نمبر) آئندہ ماہ ربیع الاول شریف کو ہر مسلم و غیر مسلم کے ہاتھوں میں پہونچ جائے۔ جو اس حکمت کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے کہ جو ناواقف یا بدنہاد لوگ دنیا میں اسلام کو خونخوار اور [illegible] کی حیثیت میں پیش کر کے نوجوان مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اسلام سے بدگمان کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ان کو بہت جلد پبلک سے علیحدہ اور ان کا منہ توڑ جواب دیا جائے کہ اس بد باطن گروہ کا سارا مصنوعی جال تار تار ہو جائے۔ اور ناواقفوں کو معلوم ہو جائے کہ حضور کی [illegible] رواداری اور عفو و درگذر اور صبر و برداشت کی عملی تعلیم دنیا کے کسی رہنما نے نہیں دی۔ امسال کا یہ تذکرہ جمیل اسی نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے آقا و مولا کی زندگی کے ان اہم گوشوں کو بطور مثال غیر مسلم اقوام کے سامنے پیش کر سکیں۔ پس اگر چاہتے ہو کہ تذکرہ جمیل سے تبلیغ کا کام لو تو پیشوا کا یہ رسول نمبر غیر مسلموں میں مفت تقسیم کرو۔ اگر یہ چاہتے ہو کہ دنیا پر یہ ثابت کیا جائے کہ گاندھی جی کی تعلیم عدم تشدد کس ہادی عالم کی تعلیم سے ماخوذ ہے تو پیشوا کے نئے خریدار بناؤ۔

پیشوا کا ارزاں ایڈیشن

غریبوں کے آقا و مولا کی غریب امت کے تنگدستوں کے لئے پیشوا کا ایک ارزاں ایڈیشن بھی شائع کیا جا رہا ہے جس کی قیمت سالانہ ایک روپیہ ہے۔ صرف کاغذ ہے۔ ضخامت اور مضامین وہی ہیں اور اسی ایک روپیہ سالانہ میں یہ شاندار رسول نمبر اور بہترین تصویری افسانہ نمبر بھی سالانہ خریداروں کو ملیگا۔ جو لوگ ارزاں ایڈیشن کا صرف رسول نمبر خریدنا چاہیں ان سے آٹھ آنے قیمت لیجائیگی۔ آپ ارزاں ایڈیشن کے خریدار پیدا کر کے بھی میلاد رسول کا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

پیشوا کا رعایتی اعلان

اس مقصد کو سامنے رکھ کر حسب معمول کیا گیا ہے کہ پیشوا پر جو قرض کا بار ہو گیا ہے وہ کتابوں کی فروخت سے ہلکا ہو جائے کیونکہ تجارت کتب ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے پیشوا کے نقصانات کی تلافی ہو سکتی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ میں کوئی سرمایہ دار نہیں ہوں اور نہ پیشوا کو کانگریس یا حکومت یا اس کے کارکنوں سے کوئی امداد ملتی ہے۔ آفتاب ہدایت ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ مطابق [illegible] جولائی ۱۹۳۲ء کو ہند کے [illegible] طلوع ہوا تھا۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ دفتر پیشوا نے اپنی مطبوعات پر اور دہلی میں جو کتابیں بھی دستیاب ہو سکیں ان پر رعایتی اعلان کر کے پیشوا کے قرض کی ادائیگی کے لئے اس مبارک دن کا انتخاب کیا ہے جس کے لئے کائنات کا ظہور ہوا اور کیا تعجب ہے کہ اس یوم مقدس کی برکت سے پیشوا کو اس قرض سے نجات مل جائے جس نے اسکی کمر دوہری کر دی ہے۔

طبیہ کالج دہلی کا بورڈ آف ٹرسٹیز

افسوس ہے کہ طبیہ کالج کے بورڈ آف ٹرسٹیز نے ابھی تک کالج اور ہندوستانی دواخانہ اور اس کے شعبہ دواسازی کی خرابیوں کے متعلق توجہ نہیں فرمائی۔ حالانکہ ہندوستانی دواخانہ کا شعبہ دواسازی بہت اصلاح کا محتاج ہے۔ اور چونکہ اس شعبہ کا نفع ایک ریاست سے کسی طرح کم نہیں ہے جس کا مفاد تنہا ایک شخصیت سے وابستہ ہو گیا ہے۔ دواخانہ و کالج میں ایک نہایت اہم سازشی جماعت کار فرما ہے جس کا قلع قمع کرنا کالج کے مفاد کے لئے ضروری ہے۔

مجھے پوری ذمہ داری کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ بعض ٹرسٹی صاحبان میر انوار احمد مہتمم دواسازی ہندوستانی دواخانہ کے مقروض اور زیر بار احسان ہیں جن میں سے اکثر کے گھروں پر [illegible] جواہر مقوی، شربت مفرح، کشتہ طلا وغیرہ جیسی قیمتی ادویات اس لئے بلا قیمت پہونچ جاتی ہیں کہ ان کے منہ دواسازی کے معاملہ میں بند رہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ جو نفع تنہا میر انوار احمد صاحب کی جیب میں جاتا ہے وہ کالج کے مفاد کے لئے کیوں نہ محفوظ کر دیا جائے۔

کہا جاتا ہے کہ میر صاحب کو روغن [illegible] تیار کر کے پانچ ہزار روپے [illegible]۔ اگر یہ سچ ہے تو کیا اس آدمی کا طبیہ کالج مستحق نہیں ہے؟ جس سے ہزارہا طالبان علم بھی پاس ہو جانے کے بعد اگر کالج اور ہمدرد دواخانہ کے خلاف [illegible] ہمیں ان کا حقیقی معنوں میں کالج [illegible]

ہمیں پیشوا کا [illegible] کہ بورڈ آف ٹرسٹیز کا فرض ہے کہ وہ ہندوستانی دواخانہ اور اس کے شعبہ دواسازی کے متعلق فوراً ٹرسٹیوں کا ایک کمیشن مقرر کرے۔ جو میر صاحب کے [illegible] نہیں [illegible]

قابل شوہر و بیوی

جو

عورت کی فطرت کو اچھی طرح سمجھ لے اور جو مباشرت اور بوس و کنار کے صحیح طریقے جانتا ہو ازدواجی زندگی کی تلخ زہر دوریوں کو سمجھتا ہو وہ

شب عروسی

(سہ رنگی تصویر)

قیمت ایک روپیہ

پڑھ لینے کے بعد [illegible] اور [illegible] کو خانگی زندگی میں جنت کا لطف [illegible] نوجوانوں کے لئے [illegible] ازدواج پر [illegible] کتاب [illegible] [illegible] کی کتابوں کی [illegible] نہایت کثیر مال [illegible] لکھی گئی ہے [illegible] کی تمام تازہ ترین [illegible] ازدواجی زندگی کی اہم [illegible] [illegible] مباشرت کے اوقات [illegible] استقرار حمل کی کیفیت [illegible] کے طریقے [illegible] زمانہ حمل کے متعلق ضروری ہدایات وضع حمل کے [illegible] شادی شدہ عورت و مرد کو ضرورت ہے نہایت خوبی و صفائی کے ساتھ بیان کی گئی ہے علاوہ بریں اس میں ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کے [illegible] طریقے درج ہیں [illegible] حاصل نہیں کر سکتے کتاب کی عبارت اس قدر پرلطف اور دلچسپ ہے کہ ایک مرتبہ شروع کر کے جب تک ختم نہ ہو جائے آپ کتاب [illegible] [illegible] اخلاقی پیرایہ میں جنسی معلومات پر بہترین کتاب آج تک ہندوستان میں اس سے پہلے شائع نہیں ہوئی۔ ضخامت ۱۶۰ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک

فہرست مضامین کتاب شب عروسی

ملنے کا پتہ: منیجر اورینٹل بک ڈپو پوسٹ بکس نمبر ۱۰۵ دہلی



پھولوں کی سیج پر حسن کی رعنائیاں دیکھنے سے پہلے مجسم ناز کے تمام پوشیدہ راز سے واقف ہو جائیے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب آپ شب عروسی کا دوسرا حصہ عورت پڑھیں

اس کتاب میں یورپ اور امریکہ کی بہترین صنفی کتابوں کا عطر کھینچ لیا گیا ہے۔ عورت نسوانی زندگی کا مکمل فوٹو ہے عورت کے پوشیدہ اعضائے جسم، عورت کی فطرت، عورت کی زینت، عورت کے باغ حسن کی خوشہ چینی خوشگوار عورت کی زندگی ... پوشیدہ باتیں ... یہ کتاب حقیقتاً عورتوں کی انسائیکلوپیڈیا ہے اس کتاب کو پڑھ کر آپ بہت سی کوکشاستروں سے بے نیاز ہو جائیں گے اس کتاب میں ... پیدا کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں اس کتاب میں دو سو کے قریب رنگین اور فوٹو بلاک کی تصویریں ہیں۔ علاوہ کتابت چھپائی ... ضخامت ... صفحات ... قیمت ...

فہرست تصاویر فوٹو بلاک
ہر ایک حسب ذیل ہے رنگین تصاویر فوٹو بلاک کی ہیں

(۱) فرانس کی حسین ترین دوشیزہ
(۲) دوشیزۂ کشمیر
(۳) عراق کی عورت
(۴) برہما کی عورت
(۵) نیوزی لینڈ کی عورت
(۶) ہانگ کانگ کی عورت
(۷) حبشی عورت
(۸) مصر کی عورت
(۹) لیتھونیا کی عورت
(۱۰) ہنگریا کی عورت
(۱۱) مڈغاسکر کی عورت
(۱۲) منگولیا کی عورت
(۱۳) تیونس کی عورت
(۱۴) دالمشیا کی عورت
(۱۵) سیام کی عورت
(۱۶) فارس کی عورت
(۱۷) الجیریا کی عورت
(۱۸) نیوگنی کی عورت
(۱۹) گرین لینڈ کی عورت
(۲۰) روما کی عورت
(۲۱) عرب مشرف بہ اسلام کی عورت
(۲۲) سماٹرا کی عورت
(۲۳) پنجاب کی عورت
(۲۴) ... کی عورت
(۲۵) ... کی عورت
(۲۶) ملایا کی عورت
(۲۷) پرتگال کی عورت
(۲۸) ناگاساکی کی عورت
(۲۹) رباط کی عورت
(۳۰) عرب کی عورت
(۳۱) اسپین کی عورت
(۳۲) ہنگری کی عورت
(۳۳) شام کی عورت
(۳۴) لیک ٹن سٹینا کی عورت
(۳۵) ناروے کی عورت
(۳۶) دمشق کی عورت
(۳۷) سپین کی عورت
(۳۸) لیپ لینڈ کی عورت
(۳۹) فلپائن کی عورت
(۴۰) برطانیہ کی عورت
(۴۱) یوگنڈا کی عورت
(۴۲) فرانس کی رقاصہ
(۴۳) انگریز خواتین ساحل سمندر پر
(۴۴) ترکی رقاصہ
(۴۵) بجلی کی شعاعوں سے غسل
(۴۶) لندن میں مقابلۂ حسن
(۴۷) ہندوستان کی رقاصہ
(۴۸) مصری رقص
(۴۹) ہندوستانی رقص
(۵۰) ... کی پہلی ملکہ
(۵۱) سالومی
(۵۲) ...
تورسیم رقص
(۵۳) دوشیزۂ دبستان
(۵۴) ریاست میسور کی عورت
(۵۵) ترکی عورت ... میں
(۵۶) کوہستانی عورت
(۵۷) لمبے بالوں والی عورت
(۵۸) نو بیاہی
(۵۹) عالم تنہا
(۶۰) سرمست شباب
(۶۱) حسن بے پناہ

فہرست قلمی تصاویر
زلف پریشاں کے نمونے ... تصاویر
عورت اپنے گھر میں ... تصویریں
عورت کے ساتھ لباس ... تصویریں
ہندوستانی ورزش ... تصویریں
عورت کی عمر کا تجسس ... تصویریں
عورت کی ذہنیت ... تصویریں
مغربی فیشن کی عورت ... تصویریں
مغربی ورزش ... تصویریں

فہرست مضامین
ان تصویروں کے متعلق تاریخی معلومات
اعادہ تصویر دیباچہ
عورت کیا ہے؟
عورت کی تربیت
عورت کتنی بڑی ہے
مغربی عورت
عورت کی مجلسی شاعری

عورت کیسے مرد کو پسند کرتی ہے
عورت کی ذمہ داریاں
کوکشاستروں میں کیا ہوتا ہے
سنسکرت کا کوک شاستر

پہلا باب
طلسم زندگی عورت کی زبردست
طاقت عورت کی پیچیدہ زندگی
طلسمی ساز کو چھیڑنے کی ضرورت
عورت دنیا کی بہشت زار ہے
قومی ترقی کا انحصار عورت پر
سوسائٹی کی تنظیم کا مدار
دنیا نے ... کا مکمل نمونہ
کمال زندگی کی مسرت آگینی
مسئلہ حیات پر نقش اولین
تربیت اولاد کا مقدم فرض
بادۂ شفقت کا خمار
عورت کی پیشانی کا جھومر
محبت شعاری کا نقش اولین
خوش مزاجی کا طلسمی تعویذ
خوش مزاجی سب سے بڑی نعمت ہے
ناکام ازدواجی زندگی
ایثار و قربانی کی زندہ صورت
تعلیم میں فرحت و انبساط
خوبصورت چہرہ پر حیا کی نقاب
شادی جو دراصل ایک ترکیب ہے
اخلاقی تربیت کے مدارج

دوسرا باب
انسانی زندگی کا سانچہ
موسیقی محبت کی دشمن
عورت کی معصومیت
مرد عورت کی خواہش اپنے کو ...
عورت کے کلیاں میں ترقی
علامت کتاب کی تالیف کا مقصد
کوکشاستر کی چار عورتیں
فحش کتابوں کی اشاعت
عورت کی جاذبیت
عورت کی صحت علامت
عورت کی تعداد فطرت
عورت کے قد و قامت ... کا تاج
عورت دنیا کی بہترین دولت ہے
مشرقی ملوث کی ضرورت
عورت کو قابو میں لانے کی کہانیاں
جاذبیت اور دلکشی کا نمونہ عورت ہے
جذبۂ محبت کی بیداری
حسن و جمال کی آخری دلکشی
محبت اور زندگی کے چلتے نوشتے
خانہ بربادی کا ایک منظر
کامیابی کے گلشن پر ... کاہی
شادی محبت پر بھاری ہے
ایک مشہور اسٹر کا ...

بچی شرم اور مہربانی شرم
قبل از وقت علاقی نشوونما
عورتوں کی لہنگا پوشی
فرسن ... میں ... شہرا ہے
... شایستہ ... داغ
زخموں کے لئے مرہم کا فوری
نظام زندگی کا انحصار
لڑکیوں کے لئے ورزش
ورزش کے لئے بہترین زمانہ
روزانہ غسل کی عادت
نہالی منہ کی بے خبری

تیسرا باب
مجسمہ دوشیزہ ... شباب میں
عہد شباب کی ہمرکاریاں ... شباب
... سیاہ ... حسن سے چار
خارجی چیزوں سے لطف اندوزی
عاقبت اندیشی کا فرض شمع حسن
فانوس کامیاب زندگی

چوتھا باب
جرم کشی سی مسلسل کا قصہ
اظہار محبت و حفظ نفسانی
عشق لغوانی سے ... نصیحت
جنس مخالف کی ہم آغوشی
معراب جمال کی ...

اس کتاب میں ... ہیں ... سے لطف اندوزی کے ... جو بھی ... ہے جس میں ... کامل ... قیمت ...

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ پیشوا دہلی





شباب جاودانی کی جستجو ہو تو لذت شباب یعنی ایرانی کوکشاستر کا مطالعہ کیجئے [illegible] آپ کو معلوم ہوگا کہ شباب کو عرصہ دراز تک کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں عورت کے حرکات کیا ہیں حسن کی ملکہ سے کس طرح لطف اندوز ہونا چاہیے [illegible] شباب [illegible] اگر عورت اور مرد اگر [illegible] اپنی خواہش پوری کرے تو کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں [illegible] طبیبوں کے سینکڑوں سہل الحصول [illegible] مجربات [illegible] لذت شباب [illegible] کا راز پوشیدہ ہے صفحات قریب دو سو صفحات [illegible] قیمت صرف ایک روپیہ [illegible] کتاب کی فہرست مضامین حسب ذیل ہے۔

فہرست تصاویر [illegible]

پہلا باب [illegible]

دوسرا باب [illegible]

چھٹا باب [illegible]

ساتواں باب [illegible]

چودھواں باب [illegible]

[illegible]

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ [illegible] دہلی



شب نامچہ عروسی



ہر کتاب میں حیات تازہ ... رنگین طریقہ پر ... کے تمام ... کے ساتھ بیان کئے ہیں ... اردو ... [illegible] ... ہندوستانی گھروں ... شادی ... کتاب ... ہندوستان ... [illegible] ... قیمت صرف ایک روپیہ ... فہرست مضامین کتاب شب نامچہ عروسی حسب ذیل ہے۔

فہرست تصاویر

شب عروسی کا نقشہ ... شب تاریخ عروسی گھونگٹ کی تیاری — شب عروسی کی تیاری — [illegible]

مقدمہ

[illegible]

باب ۱

قفس میں پرواز ... کی حسرت — [illegible]

باب ۲

[illegible]

باب ۳

[illegible]

باب ۴

[illegible]

باب ۵

[illegible]

باب ۶

[illegible]

باب ۷

[illegible]

باب ۸

[illegible]

باب ۹

[illegible]

باب ۱۰

[illegible]

باب ۱۱

[illegible]

باب ۱۲

[illegible]

باب ۱۳

[illegible]

باب ۱۴

[illegible]

ملنے کا پتہ — منیجر رسالہ پیشوا دہلی

عورت کی شباب آفرین لذت

اس وقت حاصل ہوسکتی ہے جبکہ تم اس کے حسن و جمال کے خزانہ کو محفوظ رکھنے کا راز سمجھ لو اولاد کی کثرت سے نہ صرف عورت کے باغ جمال پر خزاں چھا جاتی ہے۔ بلکہ غریب والدین کے لئے ان کی پرورش سوہان روح ثابت ہوتی ہے اور انسان ازدواجی زندگی کی سچی مسرتوں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتا ہے۔

برتھ کنٹرول

ایک حیرت انگیز طلسمی کتاب ہے جس کو پڑھنے کے بعد تمہارے سامنے زندگی کی ایک بہت بڑی حقیقت بے نقاب ہو جائے گی تم کو معلوم ہو جائیگا کہ اولاد کی پیدائش کو روک کر زندگی کی بہار لوٹنے کا سچا اور شباب افزا طریقہ کیا ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اولاد کی پیدائش بالکل تمہارے اختیار میں ہو جائے گی جب چاہو گے اولاد ہوگی اور جب چاہو گے اولاد نہ ہوگی یہ لطف یہ ہے کہ اس حیرت انگیز کتاب کی مدد سے تم حسب خواہش بیٹا یا بیٹی پیدا کر سکتے ہو۔ برتھ کنٹرول یورپ اور امریکہ کی بہترین کتابوں کا جوہر ہے اور سالہا سال کے تجربات۔ علاوہ کے بعد یہ نئی شائع کی گئی ہے اگر تم نے یہ کتاب نہ دیکھی تو تم شادی کی سچی لذت سے ہرگز واقف نہیں ہو سکتے۔ کتاب کو خوبصورت بلاک تصاویر نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ضخامت ۵ صفحے۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ

مختصر فہرست مضامین چند ابواب برتھ کنٹرول حسب ذیل ہے:-

فہرست تصاویر
حسن سجدۂ عشق کے انتظار میں
نخل محبت کا پہلا ثمر
حسن خوابیدہ کی پہلی انگڑائی
رقص دل مستانہ
شمع حسن فانوس حجاب سے باہر
حسن معانیہ کی ایک جھلک
مخمور شباب
جنس شباب بازار حسن میں

دوسرا باب

مواصلت کا صحیح مقصد
عشق کی نیاز مندیاں
نباتات میں رنگ عاشقی
موسم شباب کی مستانہ ہوائیں
مواصلت کا قدرتی جذبہ
لطف اندوزیوں کا مقصد
حصول لذت یا افزائش نسل
مذکورہ بالا خیالات کی تردید
عالم حیوانات اور عالم بشریت کا نازک فرق
عورت کو بہر صورت حمل
مشاہدات قدرت کی تکذیب
مواصلت کے پردہ میں اظہار محبت

تیسرا باب

نخل مواصلت کی بے ثمری
نہال لطف اندوزی کا ثمرہ
بارآوری کا مرکز
حمل روکنے کا مقصد نہیں نامکمل
استقرار حمل کی جگہ انسانی زندگی کی تخلیق

حمل روکنے کی چار صورتیں
حریم حسن اور انسانی زندگی کا پہلا نقش
نہال رعنائی بے ثمری
عیش و نشاط کی ناجائز حدود
گلستان عیش میں دست درازیاں
بغیر گل چینی کے نخل تمنا کی بارآوری
احتیاط کا تقاضہ
ایام ماہواری کا خاموش اشارہ
محبوبہ کے جذبات میں ارتعاش
محبوبہ کے سرد جذبات
مواصلت سے محبوبہ کی بے چینی
عالم بے خبری کی مواصلت
گلشن شباب کی جبری گل چینی
مواصلت کے دوران میں طرفین کی حسرت
مواصلت میں محبوبہ کا تجاہل عارفانہ
صنفی سرد مہری کے نقصانات
استقرار حمل روکنے کے نسوانی طریقے
آلۂ عیش اور رحم کا عدم اتصال
جوہر زندگانی کے چند منتشر قطرے
پرستار حسن کی آغوش میں تڑپ
ایام رضاعت میں استقرار حمل
میری اسٹوپس کا نظریہ
زمانہ رضاعت کی لطف اندوزیاں

چوتھا باب

سرد خرامان اور صحت بارآوری
ایک الہام جو برتھ کنٹرول کے

کے ممکن طریقے۔
حریم حسن کی آستانہ بوسی
مادہ منویہ کا ایوان حسن سے باہر اخراج۔
حریم حسن کے دامن میں جوہر زندگانی
جوہر زندگانی کے بجائے شبنم جیسے
گرمی عیش کی عدم تکمیل
محبوبہ کے ہاتھ میں سرد بالا کا گلاس
ڈاکٹر فوکاک کی شہادت
پرستار حسن دامن عصمت میں
لطف اندوزیوں کی غیر معینہ مدت
حبس دوام اور لطف اندوزیوں کی
طرح گزریں۔
فن کریزی کی ترویج
امریکہ کا روئینڈا کا موتی
لطف اندوزی کی گھڑیوں کو طول دینے کے طریقے۔
ماہرین صنفیات کے تجربے

پانچواں باب

برتھ کنٹرول کے غیر کیمیاوی طریقے
برتھ کنٹرول کے صحیح قدرتی طریقے
آلۂ عیش کا باریک غلاف
فرنچ لیدر کے فوائد
آلۂ عیش کی عدم استواری
فرنچ لیدر اور آستانۂ جمال
فرنچ لیدر سے طبی نقصانات

برتھ کنٹرول کا مقصد جب ناکامی
فرنچ لیدر کی دوسری قسم
فرنچ لیدر اور لطف اندوزیوں میں خلل۔
فرنچ لیدر کے استعمال کی تاکید
سرچشمۂ حسن کے قابل آلات
آستانۂ حسن کا غلاف
لطف اندوزیوں میں اشتراک عمل
زم ربڑ کی گولیاں
آستانۂ حسن کی کشادگی
آستانۂ حسن کی اسپرنگ
واسلین بولان
ایوان جمال اور اسپنج
پیسیری
پیسیریوں کی مختلف قسمیں
پیسیری کی ماہیت
پیسیریوں کی دو خاص قسمیں
اسپنج کا استعمال
استعمال کا طریقہ۔
اسپنج کا فائدہ
اسپنج کا نقص

تیرہواں باب

گلشن شباب کی آرائش
خون کی صفائی
رنگین شباب کا محافظ
آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے

نرگس چشم کی سحر آفرینی
رخسار تاباں کی گلگونی۔
رنگ نکھارنے کے لئے بہترین فیس کریم۔
روئے تاباں کی شادابی
حسن عشوہ بیز کی زیبائش
ماہ عارض کے داغ
دوسرا قدرتی طریقہ
تیسرا آسان طریقہ
چوتھا مجرب طریقہ
زلف مشکیں کی درازی
گھونگھر والے بال
بالوں کی خشکی
پنجۂ مرجان کی خوشنمائی
غسل کے لئے حسن پرور لوشن
غنچۂ دہن کی عطر بیزی
لاجواب فرانسیسی نسخہ
دردندان کی ضیا پاشی
دانتوں کا مشام پرور ولایتی منجن
دانتوں کی استواری
بہترین فرنچ منجن
نرگس نیم مست کی سحر طرازی۔
روح پرور فرانسیسی لنوار۔
آواز میں دلکشی
مغربی گلشن کے چند پھول
کتاب کے تیرہ باب ایسے مضامین سے بھرے ہوئے ہیں قیمت صرف عہ
جلدی طلب کیجئے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا

ملنے کا پتہ:- مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

شاہی کوک شاستر

اگر شباب کا اصلی لطف حاصل کرنا چاہتے ہو تو شاہی کوک شاستر پڑھو جس میں عورتوں کے اقسام اور حالات کے متعلق ضروری معلومات درج ہے۔ اور عورتوں کے حسن وجمال کو دوبالا کرنے والی اور ان کے مخصوص اعضا کو تمام عمر کے لئے تازگی بخشنے والی مجرب دوائیں اور عمر کے آخری حصہ تک خوبصورت اور جوان رکھنے کی وہ تدابیر اور علاج درج کئے گئے ہیں۔ جو صدیوں سے نایاب تھے۔ شاہی کوک شاستر پڑھنے کے بعد یہ راز معلوم ہو جائیگا کہ ایک مرد کیونکر بلا یار عورت پر قابو پاسکتا ہے اگر حسن و شباب کا مرقع اصلی حالت میں رکھنا ہے تو ان عجیب غریب طلسمی اور نادر و نایاب نسخوں کا استعمال کیجئے جو سب کے سب تیر بہدف ہیں۔ اور عرصہ کے ایک عالم باہ سلطان ترکی کے لئے فراہم کئے گئے۔ اور جن سے اب سے پہلے صرف امرا اور سلاطین ہی مستفید ہو سکتے تھے۔ اور ان شاہی نسخوں اور مباشرت کیلئے شاہی ہدایات تک کسی کی رسائی ناممکن تھی۔ شاہی کوک شاستر مشہور ترکی کوک شاستر رجوع الشیخ کا ترجمہ ہے جس کو بصرف کثیر اردو کا لباس پہنایا گیا ہے۔ ترجمہ عربی کے ایک علامہ اور طبیب کے ذاتی نے کیا ہے جس میں سلاست زبان کے ساتھ ترجمہ کے وقت اصل مطلب کو فوت نہیں ہونے دیا۔ کتاب کی ضخامت تقریباً ڈہائی سو صفحات ہے۔ اعلیٰ درجہ کی کتابت وطباعت ہے۔ کاغذ سفید چکنا لگایا گیا ہے اور قیمت سنکر آپ حیرت میں رہ جائیں گے کہ باوجود ان خوبیوں کے صرف ڈیڑھ روپیہ ہے۔ ؁ مختصر فہرست مضامین شاہی کوک شاستر حصہ اول

مختصر فہرست مضامین حصہ دوم

غرضکہ یہ پوری کتاب ابتدا ہی سے شوق افزا اور دلکش اور عجیب عقلیات مضامین سے بھرا پڑا ہے اور اسقدر کام کی باتیں اور کام کے نسخے اس میں موجود ہیں کہ کوئی دوسری کتاب اس کے مقابلہ کی نہیں قیمت ہر دو حصہ عہ ملنے کا پتہ۔ مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

محبت کے پیغام

یہ شراب محبت میں ڈوبی ہوئی کتاب ان دلچسپ اور محبت سے لبریز خطوط کا گلدستہ سکھاتی ہے جو پچے عاشق شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو عالم محبت میں لکھا جاتی ہے ہر خط ایک ناول کی طرح دلچسپ ہے اور ہر جملہ میں محبت کی داستان پوشیدہ ہے۔ کتاب چند دلفریب اور ہلاک کی دیدہ زیب تصاویر بھی ہیں۔ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت عہ

کیا بد مزاج بیوی سے نالاں ہو

اگر آپ کی عورت بیوقوف تندمزاج کے جھگڑوں سے گھر جہنم کا نمونہ بن رہا ہو تو فوراً **میاں بیوی کی باتیں** خرید کر اپنی بدمزاج بیوی کے حوالے کر دیجئے اسمیں تین سو سے زائد دلچسپ چٹکلے درج ہیں کہ آپ کی بیوی کے پیٹ میں ہنستے ہنستے بل پڑ جائیں گے اس کی خوفناک تیوریاں گلشن زعفران بن جائیں گی وہ دن بھر خوش وخرم رہے گی اور آپ کو ہنسائے گی۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت نفیس۔ ضخامت ۸۰ صفحات۔ بلیک وکمال کی رنگین تصویر۔ قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

جوانی و کیف آور لٹریچر

دولہا دلہن

یہ کتاب نئے شادی شدہ نوجوانوں کو اپنی بیویوں سے حقیقی لذت حاصل کرنا سکھائیگی اور ناتجربہ کاروں کو ناتجربہ کاری سے جو نقصانات پہنچ جاتے ہیں ان سے بچائے گی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مواصلت میں غیر معمولی لذت پیدا ہو جائے گی۔ باغ حسن کی گلچینی کا سلیقہ آجائے گا اس کتاب کی مجرب اور عملی تدابیر معلوم ہونے کے بعد تمام عمر مسک اور مقوی اور دوسری فضول دواؤں کی ضرورت نہ ہوگی۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے بھی مشورہ کی حاجت نہ رہے گی۔ یہ اسلوب میں لاجواب اور مہذب کتاب ہے۔ اس کتاب کے دو سو کے قریب مضامین ہیں جن میں سے چند درج کیے جاتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔ عہ

مختصر فہرست مضامین دولہا دلہن

عیش و نشاط

اس کتاب میں شادی شدہ حضرات کے لئے وہ تجارب ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد تمتین لطف و کیف۔ تندرستی۔ تندرست اولاد خوبصورت اولاد۔ لائق اولاد۔ عورت کی محبت اور شادی کی لذتیں چند دن کے مطالعہ کے بعد حاصل کی جا سکتی ہیں۔ مصنف کا دعوی ہے کہ اس سے بہتر کتاب آج تک کسی مشرقی زبان میں بھی شائع نہیں ہوئی۔ اس کتاب میں پونے دو سو کے قریب مضامین ہیں جن میں سے چند مضامین کی فہرست درج کی جاتی ہے
قیمت ایک روپیہ عہ

مختصر فہرست مضامین عیش و نشاط

مرد عورت

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مرد اپنی بیوی کی تمنا کو نہایت خوبی کے ساتھ پورا کر سکیں گے آخر عمر تک زوجین تندرست رہیں گے اس کتاب میں عورت کے منفی تعلق کے وہ تجارب ہیں جن سے شاید اسی سال کے بوڑھے بھی ناواقف ہیں۔ اس کتاب کے ڈیڑھ سو کے قریب مضامین ہیں ان میں سے کچھ فہرست میں درج کئے جاتے ہیں قیمت ایک روپیہ۔

مختصر فہرست مضامین مرد عورت

میاں بیوی

یہ کتاب دراصل بے تکلف احباب کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں زن و شوہر کے تمام تعلقات پر بحث کی گئی ہے اور ان تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جنہیں لوگ اپنی بے وقوفی سے خلاف تہذیب سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کا پڑھنے والا اپنی بیوی سے ایک محبوبہ کی طرح لطف حاصل کر سکتا ہے
قیمت ایک روپیہ

فہرست ابواب میاں بیوی

عورت سے لطف

حاصل کرنے کے لئے **دوشیزہ** کو مطالعہ میں دیجئے یہ وہ کتاب ہے جس میں شب عروسی سے لے کر آخر عمر تک کی تمام کیفیات اور عورت کے جذبات درج ہیں یہ کتاب صدہا مغربی مشرقی اور غیر مطبوعہ کتابوں کا عطر ہے یہ وہ کتاب ہے جس میں ڈیڑھ سو کے قریب فوٹو بلاک اور سادہ تصاویر ہیں تمام دنیا کی عورتوں کے نہایت لاجواب فوٹو ہیں اور عورتوں کے تمام جسمانی حصوں کی مفید اور کارآمد تصاویر ہیں اردو میں آج تک ایسی مکمل کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ کو وہ تجارب ہو جائینگے جن کا سالہا سال میں ہونا ناممکن ہے آپ عورت کی صورت دیکھ کر اس کی فطرت سے واقف ہو جائیں گے آپ اس کے تمام جذبات سے بھی آگاہ ہو جائیں گے اور بالکمال بن جائینگے آپ کی بیوی کو آپ پر بہ لحاظ ارفدا ہوگی۔ اسمیں مواصلت۔ لباس۔ حفظان صحت۔ تندرستی و معاشرت۔ بچوں کی پرورش۔ عورتوں کے حسن کو برقرار رکھنا غرضکہ وہ سب کچھ ہے جو آپ چاہتے ہیں۔
قیمت فی جلد مشارع ہے تین روپیہ۔ للعہ

ملنے کا پتہ:- منیجر رسالہ مشیر ادبی دہلی

خلوت صحیحہ

نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر کے صحیح مواصلت کے طریقوں کا لب لباب ہے اس میں، فرائض نسل اور بقائے صحت کے نئے نئے طریقے بتائے گئے ہیں جن سے نوجوانوں کی آگاہی بہت ہی ضروری ہے۔ علی الخصوص ان حالات میں کہ طرفین ناواقف ہوں۔ کتاب میں ممالک غیر خصوصاً جنوبی ممالک کے ... ایسے مواصلت کا انکشاف کیا ہے اور یہ بھی بتلایا ہے کہ کون کون سے طریقے کو لذت یاب ہیں لیکن ان کی مضرتیں جوانی کے بعد کیا کیا رنگ لاتی ہیں۔

کتاب جہاں سائنٹفک طریقہ سے مواصلت کو لذت یاب بنانے کے طریقے بتلاتی ہے وہاں بعض ایسے گر بھی بتاتی ہے جن سے آسانی لذت کے چند منٹ زندگی کا ماحصل بن جاتے ہیں۔

قیمت صرف ۱۰ رعایتی ہر

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ پیشوا دہلی

عہد شباب

اس کتاب کا دوسرا نام کورٹ شپ ہے۔ کورٹ شپ میں کیا ہوتا ہے وہ تمام باتیں اس کتاب کے ذریعہ بغیر کورٹ شپ کے حاصل ہو جاتی ہیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے کی عادات سے واقف ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی حرکتوں سے لطف اندوز ہونے کے سامان فراہم کرتے ہیں مرد عورت کے بشرے اور اس کی حرکات سے معلوم کر لیتا ہے کہ یہ عورت مواصلت کے کن کن ڈھنگوں سے مطمئن اور لذت یاب ہوگی۔ اور وہ کیا کیا طریقے ہیں جو انہیں زندگی کو لطف و سرور سے دوچار کرائیں گے۔ اس کتاب میں اس قسم کے چند علاج ہیں چند گر ہیں چند نسخے ہیں اور باقی صرف زبانی بے خرچ ہے اور ایسے مجرب اصول ہیں کہ آدمی رات کی رات میں اپنی دلربا کو مسرور و شاد کام دیکھ کر اپنی زندگی پر کیف بنا لیتا ہے۔

قیمت صرف ایک روپیہ۔ رعایتی ۸ر

پتہ۔ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

قانون مواصلت

دنیائے کیف و نشاط کا ایک خاموش رہنما کتاب ہے کہ نام کتاب کے کام کا اندازہ لگائیے جوانی اور شادی کا مسرت بھرا دور کو سرسبز کرنے کی تدبیریں تندرستی قائم رکھنے کے اصول اور ضعیفی کو جوانی سے بدلنے والے قوانین اور اقتصادیات ... قیمت عہ مختصر فہرست مضامین ملاحظہ ہو۔

شادی کی ضرورت و اہمیت شادی کی ضرورت۔ شادی کس عمر میں ہونی چاہیئے۔ ناموزوں نکاح زوجین کے اختلاف کا اثر۔ موروثی امراض کا علاج۔ دنیا کی بہترین لذت عورت پر شادی کا اثر زندگی پر تجرد و تاہل کا اثر۔ میاں بیوی کی محبت آمیز تعلقات نا عاقبت اندیشی کے نتائج۔ میاں بیوی کی آرام گاہ۔ زن و مرد کے ...... اعضائے تناسل ، مباشرت پر ماہرین کے خیالات۔ بہ وہ لگا مت۔ ختنہ بکارت۔ بکارت شکنی عضو خاص پر عمل جراحی ختنہ صحت عضو اور استقرار حمل کی بہترین صورت ہدایات مواصلت حمل کے متعلق معلومات۔

قیمت رعایتی نصف عہ ملنے کا پتہ۔ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

خلوتکدہ کی دلچسپ باتیں

مہذب پیرایہ میں دولہا دلہن کے لئے دستور العمل تیار کیا ہے جس میں ایک شوخ و طرار دلہن کی آپ بیتی شب زفاف کا پر کیف سماں اچھوتے پھول کی مہک۔ کچھ خوف کچھ شرم کچھ ہراس۔ کچھ گدگداہٹ، دولہا میاں کی ہیبت۔ باغبان عشرت کی گل چینی بے صبری کے جذبات۔ بیتابی کے مظاہر بے بسی کے آنسو۔ بے کسی کے پسینے۔ دامن عصمت کے تار ہائے نازک کو ٹھیس۔ آبگینوں سے سنگ باری ایک ایک دم توڑ جانکنی اور جان لیوا اور لطف یہ کہ یہ بھولا بھالی ایک دلہن کا جو ایک ناتجربہ کار سہیلی کے نام آٹھ خطوں کی صورت میں ہے اور لکھنے والی کی تصویر بھی اس میں موجود ہے جس سے شرارت بھی ٹپکتی ہے اور شوخی بھی تصویر ہفت رنگ ہے کتاب کا نام "دلہن کی ڈائری" ہے بہت اچھی کتاب ہے اس کے مطالعہ سے لڑکیوں کو ایک تجربہ حاصل ہو سکتا ہے اب اس کی قیمت بھی نصف ہو گئی ہے یعنی قیمت صرف دس آنے ۱۰ر

ملنے کا پتہ:۔ حمیدیہ پریس دہلی

لذت نکاح

ہر شادی شدہ کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس میں شادی شدہ نوجوانوں کی زندگی کے راز پوشیدہ ہیں جن سے واقف ہو کر میاں بیوی عیش و راحت کی زندگی بسر کر سکیں گے اور شادی حقیقی معنوں میں خانہ آبادی ہوگی اس لئے اس کتاب میں زندگی کا لطف اٹھانے کی تدابیر بھی ہیں اور عورت پر قابو پانے کی ہدایات بھی اس کتاب کے سربستہ رازوں میں زندگی کی سچی مسرتیں پوشیدہ ہیں۔

یہی وہ کتاب ہے جس نے پچھلے دو سال میں ہزار ہا نوجوانوں کو غلط کاری کے راستہ سے ہٹا کر ازدواجی زندگی کی پر کیف مواصلت سے روشناس کرایا۔ اور دنیا کے تمام ... حقیقی لذت صرف اسی جوڑے کی مواصلت میں ہے جو ایک دوسرے کے لئے مخصوص ہو۔ ضخامت ۱۷۶ صفحہ۔

قیمت نصف صرف دس آنے

ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

نوجوان شوہروں کی کہانی نو عروسان شباب کی زبانی

دلہنوں کی کانفرنس رجسٹرڈ

دلہنوں کے ان پوشیدہ و لطیف جذبات کو رنگین پیرائے میں تحریر کیا گیا ہے جو ازدواجی زندگی کی نئی راتوں اور نئے دنوں سے پیدا ہوتے ہیں شوہر اور بیوی کے تعلقات و رابطہ محبت کی داستان باہمی طرز عمل کے خوشگوار و ناخوشگوار نتائج۔ موجودہ معاشرت زمانہ اور ضرورت کے مطابق قیمتی ہدایات لڑکیوں کو انکی نئی زندگی کے متعلق مفید اور ضروری مشورے میاں بیوی کو ہم مذاق بننے کے لئے ضروری رائے اور ازدواجی زندگی کے تمام متعلقات پر نہایت گہری بحث کی گئی ہے نیز دلچسپ و رنگین پیرائے میں کاغذی کانفرنس منعقد کر کے نئی دلہنوں کی زبانی ان تمام تجربات کی تکمیل کو ضروری کر دیا ہے جس کی ہر شخص کو ضرورت ہے جو اپنی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے قیمت عہ، رنگین فوٹو بلاک کی تصویریں جس میں ایک سہ رنگی بھی ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ پیشوا دہلی



مولویوں سے بے نیاز ہو جائیے ضخیم مذہبی کتابوں کی ورق گردانی بیکار ہے حضرت امام اعظمؒ کی زبردست اور عظیم الشان فقہ تمام و کمال آپ کو

اسلامی تعلیم

میں ملیگی اس ایک کتاب کے مطالعہ سے آپ خود فقیہ بن سکتے ہیں پیدائش سے لیکر موت تک انسانی زندگی کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو اس کتاب میں موجود نہ ہو کتاب عقائد اسلامی کی سچی تصویر اور فقہ حنفیہ کا مکمل نصاب ہے اگر اسے مذہب اسلام کی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بجا ہے اس کتاب کا مطالعہ کئے بغیر کوئی مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان نہیں بن سکتا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ یہ کتاب خود پڑھے اپنی بیوی کو پڑھائے اور اپنے بچوں کو پڑھائے [illegible] اسلامی زندگی کا مکمل رہبر ہے اسلامی تعلیم کے متعلق دعوے سے کہا جاسکتا ہے کہ مذہب اسلام کی اتنی مکمل انسائیکلوپیڈیا آج تک دنیا کی کسی زبان میں [illegible] ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے جو ایک مسلمان کو اپنی زندگی میں پیش آسکتے ہیں۔

اس کتاب کے مصنف حضرت العلامہ مولانا سید محمود صاحب مفتی [illegible] تقریب حدیث فقہ علم الکلام اور فتاوے کی مستند کتابیں [illegible] سال کی محنت میں لکھا ہے ہر اسلامی ضرورت کے سوال کا جواب اسلامی تعلیم میں موجود ہے ضخامت قریباً پانسو صفحات [illegible] کاغذ

قیمت مجلد چرمی تین روپے (عـہ) مجلد پارچہ ڈھائی روپے (عـہ) فہرست مضامین پڑھیے اور اندازہ کیجئے [illegible]

کتاب العقائد

عقائد کی تعریف عقائد کو کلام کیوں کہتے ہیں کلام کی تاریخ

فلسفہ کو کلام میں آمیز کرنا۔

سائنس اور علم الکلام

اقسام عقائد ضروریہ

خدا کا ثبوت اس کی ذات صفات

[illegible]

کتاب الطہارت

[illegible]

REGD NO. L. 2059
JULY 1931 THE ILLUSTRATED MONTHLY PESHWA DELHI ESTABLISHED 1925

کتاب الصلوٰۃ

کتاب الصوم

کتاب الزکوٰۃ

کتاب الحج

کتاب الجنائز

کتاب النکاح

کتاب الطلاق

کتاب الحقوق

کتاب اللباس

کتاب الاشربہ والاطعمہ

نرخنامہ

کتاب چھپ لینے کے بعد تمام اہلکم ... دیکھنے کا ... دلچسپ اور ... ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو اس کا خریدنا لازمی ہے۔

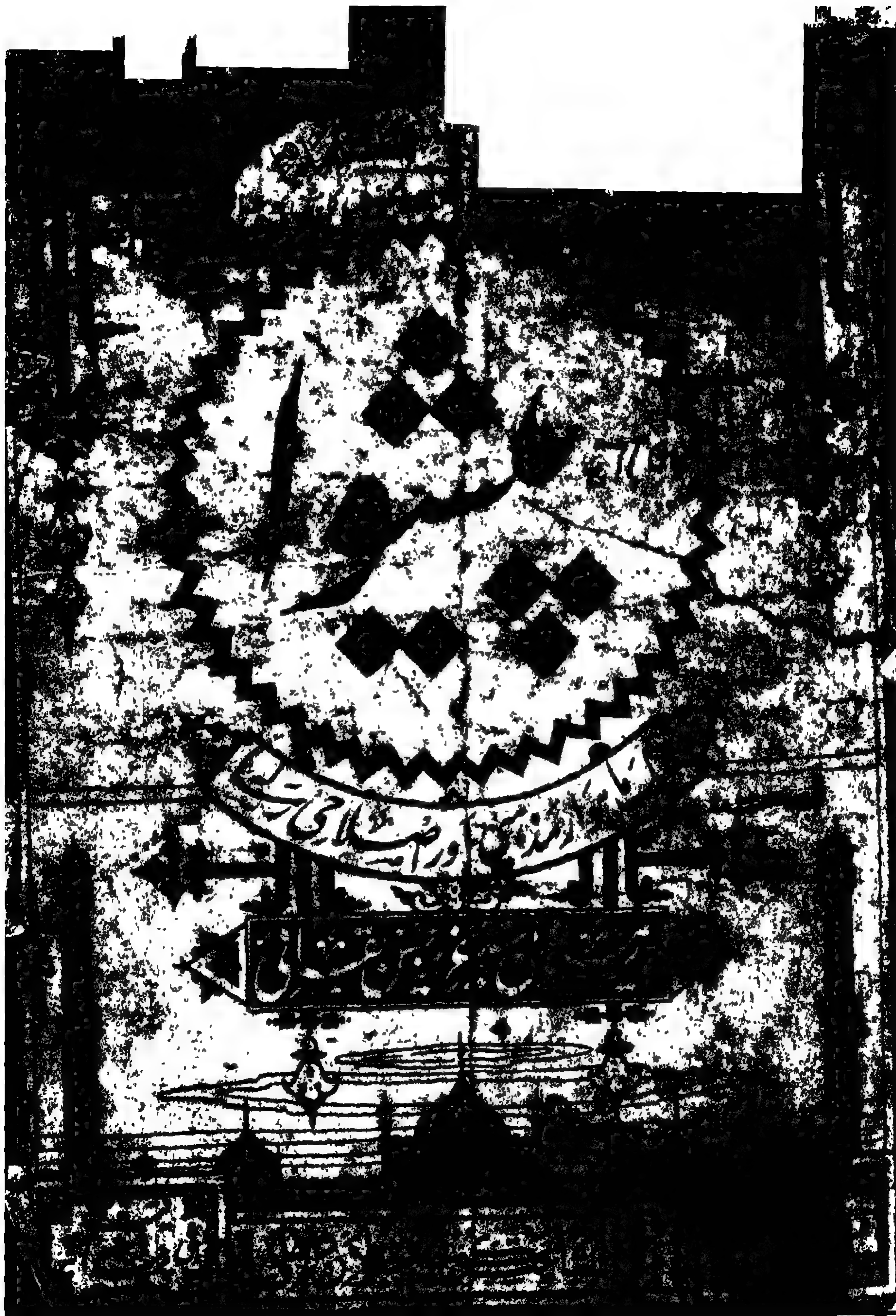
ضخامت قریباً ... صفحات

قیمت مجلد جری نہایت خوشنما تین روپے

مجلد ۱ روپیہ ۱۲ آنے

غیر مجلد (۱۲)

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ پیشوا دہلی



لذت شباب

شباب جادو اثر کی جگہ تو لذت شباب یعنی ہمارا ای کوک شاستر کا مطالعہ کیجئے جس کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو گا کہ شباب کو عرصہ دراز تک کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں عورت کے محاسن کیا ہیں حسن کی ملکہ سے کس طرح لطف اندوز ہونا چاہیے اگر شباب کس طرح دھندلا ہو تو آپ شباب کی مدھ بھری ہوئی زندگی کس طرح بسر کر سکتے ہیں عورت کو عورت سے اور مرد کو مرد سے اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے [illegible] لذت شباب میں [illegible] شباب کو حیات تازہ بخشنے کے لئے [illegible] اردو [illegible] [illegible] لذت شباب کے مطالعہ [illegible] شباب جادو اثر [illegible] صفحات قریباً [illegible] صفحات۔ نہایت بہترین [illegible] قیمت صرف ایک روپیہ [illegible] فہرست مضامین حسب ذیل ہے۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر اورنٹیل بک ڈپو دہلی

رسول نمبر پیشوا

اسلامیہ دار الاشاعت دہلی

(کا)

ایک ماہوار مذہبی اصلاحی ادبی میگزین

ہر انگریزی مہینہ کے پہلے ہفتہ [illegible] چیلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

تصاویر (۱) امریکہ کی ایک شہسوار خاتون (۲) پشکر (اجمیر شریف) [illegible] کی ایک صحت عمل جمیل (۴) مصنوعی جل تعص کی جدید مشین (۵) پشکر کا دوسرا رخ (۶) پشکر کا قیمہ منظر (۷) [illegible] (برلن) (۸) تاج محل (آگرہ) کا اندرونی سماں (۹) تاج محل کا بیرونی نظارہ (۱۰) کوہ منصوری کی ایک برف پوش چوٹی (۱۱) [illegible] (۱۲) [illegible]

ضروری گذارشات (۱) ہر قسم کے شکایتی خطوط کے لئے نمبر خریداری ضرور لکھئے جو تیہ کی چٹ پر داہنی جانب چھپا ہوا ہے۔ بغیر نمبر خریداری کسی شکایت کی تعمیل نہیں ہوتی۔ (۲) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ بھیجئے ورنہ دفتر جواب نہیں دے گا۔ (۳) تبدیلی پتہ کیلئے ہمیشہ انگریزی مہینہ کی پندرہ تاریخ کو دفتر کو معہ نمبر خریداری کے لکھئے۔ بغیر نمبر خریداری کے تعمیل نہ ہوگی۔ (۴) اگر پرچہ انگریزی مہینہ کے پہلے ہفتہ کو نہ پہنچے تو فوراً شکایتی خط اپنے صوبہ کے پوسٹ ماسٹر جنرل کے نام لکھئے۔ شکایتی خط رجسٹر کرانے کی ضرورت نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی دفتر سے پرچہ دوبارہ طلب کیجئے۔ (۵) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع اگر [illegible] مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک نہ پہونچی تو پرچہ بھیجنے کی کوئی ذمہ داری دفتر پر نہیں۔ (۶) سالانہ چندہ میں کسی حالت میں بھی رعایت نہیں کی جاتی (۷) چھ مہینہ کیلئے سالانہ سلسلہ [illegible]

(عزیز حسن بقائی ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر نے تجلی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ پیشوا کوچہ چیلان دہلی سے شائع کیا)

پیشوا

جلد ۷ نمبر ۹

۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ ہجری

۸ اگست ۱۹۳۱ء

شذرات

(از عزیز حسن بقائی)

تذکرہ جمیل کی واپسیاں

جن بھائیوں کی میعاد خریداری جون کے مہینہ میں ختم ہو گئی تھی ان کو [illegible] اطلاعی کارڈ معہ نمبر خریداری کے بھیج دیئے گئے کہ آپ کی میعاد خریداری ختم ہو گئی۔ یا تو یکم جولائی تک منی آرڈر بھیج دیجئے۔ ورنہ حسب دستور آئندہ آپ کی خاموشی کو رضامندی سمجھ کر رسالہ بذریعہ وی پی کر دیا جائے گا۔ اور اگر آئندہ خریداری منظور نہ ہو تو براہ لطف و کرم ایک کارڈ کے ذریعہ یکم جولائی تک مطلع فرما دیجئے کہ دفتر آپ کی خدمت میں وی پی نہ بھیجے اور نقصان سے محفوظ رہے۔ ان اطلاعی کارڈوں پر غریب پیشوا کا ایک سو روپے کے قریب خرچ ہوا مگر افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت پر جتنا بھی افسوس کریں کم ہے کہ اس وقت تک چھ سو پچاس وی پی واپس آئے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس سال چھ سو پچاس خریدار کم ہو گئے۔ اور دفتر کو بعض خریدار حضرات کی مہربانی سے ایک سو روپیہ کا نقصان ہوا۔ یہ کثیر رقم اگر ڈاک خانہ میں نہ جاتی اور کسی نیک کام میں صرف ہو جاتی تو بھیجنے اور وی پی واپس کرنے والوں کو دونوں کو ثواب ہوتا۔ مگر ان وی پی واپس کرنے والوں نے بالقصد مجھے اتنا نقصان پہنچا کر مسلمانوں کی اخلاقی حالت کی کوئی اچھی مثال قائم نہیں کی۔ اور نہ میری ان کی کوئی عداوت تھی جو انہوں نے دفتر پیشوا کو برباد کرنے کے لئے اپنی "اسلام دوستی" کا ثبوت دیا۔

میں ان حضرات کے اسمائے گرامی سے قارئین کرام کو روشناس کرانا نہیں چاہتا جن میں سے ہر ایک کی گردن پر پیشوا کو قتل کرنے کے ارتکاب کی ذمہ داری ہے۔

ایسی حالت میں کہ رسالہ کے چھ سو پچاس وی پی واپس ہوئے ہیں جس کے معنی یہ ہوئے کہ صرف اس مہینہ میں پیشوا کے چھ سو پچاس خریدار کم ہو گئے۔ میرے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ میں قدیم خریداروں ہی سے اپیل کروں کہ وہ پیشوا کو موت اور زندگی کی کشمکش سے نجات دلانے کے لئے پہلے سے زیادہ مستعدی کے ساتھ پیشوا کے لئے جدید خریدار فراہم کر کے کاغذ کے اس ڈھیر کو ٹھکانے لگائیں جو وی پی واپس کرنے والے بھائیوں کی "اسلامی ہمدردی" سے دفتر پیشوا میں لگا ہوا ہے۔ یعنی اگر وی پی واپس کرنے والے بھائی پہلے سے اپنی عدم خریداری کی اطلاع دے دیتے تو جو پرچے ان کے نام کا چھپا ہے۔ وہ نہ چھپتا اور ساتھ ہی ایک کثیر رقم بچ جاتی۔ مگر ایسی حالت میں کہ ان فرض ناشناس برادران یوسف نے اطلاع دیئے بغیر وی پی واپس کر دیئے اور رسالہ کے پرچوں کی تعداد میں دفتر میں موجود ہے۔ میں پیشوا کے ہمدرد بھائیوں سے پرزور درخواست کرتا ہوں کہ وہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے نئے خریداروں سے اس کمی کو پورا کر کے پیشوا کو موت کے منہ

ہو جانے سے بچالیں، کیونکہ نہ اب میرے پاس پیشوا پریس کی مشینیں ہیں جن کو بیچ کر اس نقصان کی تلافی کر دوں گا، اور نہ میرے پاس نقد روپیہ ہے جو قرض خواہوں کو ادا کر دوں۔

خوب یاد رہے کہ اس سال کا رسول نمبر شائع کرنے کے سلسلہ میں میں نے جولائی کے مہینہ [illegible] تین ہزار روپیہ قرض لیا تھا اور مجھے پوری طرح یقین تھا کہ ذریعہ مکتبہ [illegible] وصولی سے یہ تمام قرضہ اتر جائے گا۔ مگر قدرت عزوجل کی مرضی یہی تھی کہ میرے ارادوں کی تکمیل نہ ہو، اس لئے خلاف توقع رعایتی اعلان سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اور ۱۲ ربیع الاول کو صرف معدودے چند [illegible] کے آرڈر پہنچے جو بہت ہی ناکافی تھے۔ ان تمام حالات کو میں نے آپ کی خدمت میں اس لئے پیش کر دیا ہے کہ آپ کو ان مشکلات کا صحیح اندازہ ہو سکے جو آج کل دفتر پیشوا کو پیش آ رہی ہیں اور اگر آپ نے مردانہ ہمت سے کام لے کر پیشوا کے لئے خریدار فراہم کر دیئے تو پیارا پیشوا موت کے چنگل سے بچ جانا یقینی ہے ورنہ آپ جانیں اور آپ کا محبوب پرچہ۔ اور اگر میری بدقسمتی سے اب بھی آپ میں اپنے پرچہ کو زندہ رکھنے کے لئے کوئی حرکت پیدا نہ ہوئی تو سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ پیشوا کو ایک لمیٹڈ کمپنی کے حوالہ کر دیا جائے اور میں اس کے لئے قطعی تیار ہوں کہ جس کاروبار پر میں نے اپنی آخری پونجی لگا دی ہو اور محنت بھی قربان کر دی ہو اس کو میں آپ کے نفع کے لئے قوم کے حوالہ کر دوں تاکہ میں آئندہ نفع نقصان کی ذمہ داریوں سے محفوظ ہو جاؤں، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ پیشوا اپنی موجودہ پالیسی پر زندہ رہے۔ اور اگر حقیقتاً میرا نفس مجھے دھوکہ دے رہا ہے اور پیشوا ملک و ملت کی کوئی مفید خدمت انجام نہیں دے رہا تو پھر پیشوا کو کل کی بجائے آج دفن کر دیجئے کہ جس پرچہ کی اسلام اور قوم اور وطن کو ضرورت نہ ہو اس کے زندہ رکھنے سے فائدہ کیا؟

میں اپنے تمام دوستوں اور بزرگوں اور ہمدردوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو اس کساد بازاری کے سمندر میں غوطے کھانے کے لئے اکیلا نہ چھوڑ دیں۔ اور پیشوا کو اپنا ذاتی پرچہ سمجھ کر اس کی اچھی بری حالت میں شریک ہوں اور مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں۔ میں ایسے تمام خطوط کو بڑی خوشی کے ساتھ پڑھوں گا جو پیشوا کو زیادہ بہتر بنانے اور زندہ رکھنے کے واسطے مفید ثابت ہو۔

خوب غور فرمائیے کہ اس ایک ہفتہ میں آپ کو کم از کم خریدار فراہم کرنے ہیں [illegible] کی تعداد [illegible] جو رسول نمبر چھپا ہوا دفتر میں ہے اس کے سب خریدار ہو جائیں۔ [illegible] اور ضرور [illegible] یہ توقع ہرگز نہ رکھئے کہ میں پیشوا کے نقصانات کو ایک سرمایہ دار پبلشر کی طرح برداشت کئے جاؤں گا۔ میں تو اپنی حیثیت ایک اجیر سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ جتنا آپ دیں گے اتنی ہی آپ کی مزدوری کروں گا اور آپ یقین کیجئے کہ میں اپنی اسی حیثیت میں خوش ہوں۔

بہر حال پھر عرض کرتا ہوں کہ جس قدر جلدی ممکن ہو سکے پیشوا کے جدید

خرید [illegible] دفتر پیشوا سے کتابیں اور کلام اللہ طلب فرمائیے تاکہ پیشوا پر جو قرض رسول نمبر شائع کرنے کی وجہ سے ہو گیا ہے اس سے دفتر پیشوا کو نجات مل جائے۔ [illegible] کتب [illegible] جو منافع ہوتا ہے وہ پیشوا کے نقصان پر خرچ ہوتا ہے۔

تاجدار بہاولپور زندہ باد

اعلیٰ حضرت تاجدار بہاولپور نے انتہائی رعایا نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے کساد بازاری کے عالم میں پچاس فیصدی لگان کی معافی اور بقایا کی وصولی کو سر دست ملتوی کر کے غریب کسانوں کو موت کے منہ میں جانے سے بچا لیا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

بہاولپور کے اس شاہی اعلان سے [illegible] اور بھوپال اور کشمیر اور بیکانیر اور پٹیالہ کو سبق لینا چاہیے۔ جو اپنی بے کس اور بے زبان رعایا کی چیخ پکار پر بھی مالیہ میں کمی نہیں کرتے۔

دھول پور میں ہندی

بیان کیا جاتا ہے کہ [illegible] دھول پور کے حکم سے دھولپور کی سرکاری زبان ہندی قرار دی گئی۔ اور غریب اردو کو جلا وطن کر دیا گیا۔

اردو کی ریاست دھولپور سے جلاوطنی مسلمانوں کی معاشرت، ان کی تاریخ، ان کے تمدن اور ان کے مذہبی لٹریچر کی جلاوطنی ہے۔ جس کے نتائج دھولپور کے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو بھگتنے پڑیں گے۔ تعجب ہے کہ مسلمانان دھولپور نے اس حکم کو کس طرح ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیا۔

ضرورت ہے کہ [illegible] ہندو ریاستوں کے مسلمان باشندوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے کوئی موثر قدم اٹھایا جائے کہ یہ دنیا زندہ انسانوں کے رہنے کی جگہ ہے۔

محشرستان کشمیر

جس طرح یہ مسلمہ امر ہے کہ کشمیر کی [illegible] فیصدی آبادی مسلمان ہے اسی طرح یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کشمیری مسلمان جس بدتر حالت میں ہے اس کی مثال ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کی محکوم اقوام میں تلاش کرنے سے نہیں ملتی۔ آہ بدبخت کشمیری مسلمان تیری حالت پر [illegible] بھی سینہ کوبی میں مصروف ہیں۔ اس پر لطف یہ ہے کہ مسلمانان کشمیر کی یہ زبوں حالی اس والی ریاست کے عہد میں ہے جو اپنا مذہب انصاف بتاتا ہے اور جو برٹش ہندوستان کے لئے فیڈرل آئین کا حامی ہے۔ اور جس کے مورث اعلیٰ نے محض چند [illegible] کے عوض اس جنت نظیر کو خرید لیا تھا جو اب مسلمانوں کے لئے دوزخ ہے۔ نہیں معلوم اس وقت تک اس انصاف کدہ کی کیا حالت ہوگی جب تک ہز ہائینس نے اپنے نئے مذہب انصاف کی نمائش نہ کی ہوگی۔

بہرحال واقعات یہ بتلاتے ہیں کہ جب مسلمانان کشمیر صرف اس جرم میں کہ وہ ریاست کے [illegible] وفادار رعایا ہیں اور بدقسمتی سے مسلمان ہیں [illegible] ختم کر دیا گیا اور انسانیت کے ابتدائی حقوق سے بھی محروم کر دیا گیا تو انہوں نے [illegible] حکومت طلب کرنا چاہا جب ریاست میں نمائندہ اسمبلی کے قیام اور تحریر و تقریر کی آزادی

اور مخصوصاً علیہ کی معافی اور مسلم اخبارات کے متعلق احکام منسوخ کی واپسی وغیرہ جیسے مسلم کش اور غیر آئینی احکام کی تنسیخ کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ اس مہاسبھائی ہندو پالیسی کو جو ہر طرح سے مسلمانوں کو اکثریت میں ہونے کے باوجود اس ماتحتی میں دیکھنا چاہتا ہے۔ او. ان قوم پرست مہاسبھائی اخبارات نے جو انگریزی حکومت سے مکمل آزادی حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کے لئے قید و بند کی تکلیفیں سہیں اور داروسن کی زینت آئی مگر جب مسلمانان کشمیر نے ان مطالبات سے بہت ہی کم درجے کا مطالبہ حکومت کشمیر سے کیا تو اس مطالبہ حق کی مخالفت صرف اس لئے مہاسبھائی شتر مرغ ہو ا کہ یہ مطالبہ کرنے والے مسلمان ہیں اور مگر [redacted]

واقعہ یہ ہے کہ کشمیر کے مردہ مسلمانوں کو بیدار کرنے میں ان مہاسبھائی اخبارات کا بڑا حصہ ہے جنہوں نے مسلمانان کشمیر کے مطالبات کی مخالفت میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنی قوم پرستی اور حریت پسندی کی لاج رکھ لی۔ اور مسلمانان کشمیر کو بے چینی اور بے خبری کے طعنے دے کر مجبور کیا کہ وہ اپنی حیت ملی کا ایک مظاہرہ کریں۔

چنانچہ ۱۳ جولائی کو اس کا نتیجہ حکومت کشمیر اور اس کے حامی مہاسبھائیوں نے دیکھ لیا ہوگا کہ اس راکھ کے ڈھیر کے نیچے کچھ چنگاریاں ابھی ایسی ہیں جن سے تحلیلی شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور کشمیری مسلمان ابھی اتنا بے حس نہیں ہوا ہے جتنا کے سفلہ دشمنوں نے سمجھ رکھا ہے۔

واقعات اس طرح بیان کئے جاتے ہیں کہ ایک غریب الوطن مسلمان کو اس جرم میں گرفتار کیا گیا کہ اس نے بیکس کشمیری مسلمان کو درس خود داری دیا تھا اس مظلوم پردیسی سے اظہار ہمدردی کے لئے مسلمان جمع ہوئے۔ اور انہوں نے مجسٹریٹ سے درخواست کی کہ وہ حکومت کشمیر کے کرگوں کے پراپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں بلکہ اس غریب الدیار مسلمان کے ساتھ انصاف کرے جس کو وہ سب کے سب بیگناہ سمجھتے تھے مجسٹریٹ انصاف کا وعدہ کرکے جیل میں داخل ہوا۔ (جہاں مقدمہ ہو رہا تھا) پھر ۱۳ جولائی سے چند روز پہلے ایک دھمکی آمیز اعلان مہاراجہ کشمیر کے نام سے شائع ہو چکا تھا اور مہاسبھائی ہندو عمال ریاست نے مسلمانوں کو کچلنے کے لئے پوری تیاری کر لی تھی یہاں تک کہ مجمع کو خلاف قانون قرار دینے بغیر اور مجمع کو منتشر ہونے کا حکم دینے سے پہلے اور مجمع کو کسی اور ذریعے (مثلاً لاٹھی چارج) سے منتشر کرنے کا اعلان کئے بغیر یکلخت ۲۰ راونڈ گولیوں کی بارش کر دی گئی جس سے ریاست کشمیر کے نیم سرکاری بیان کے مطابق دس مسلمان شہید ہوئے حالانکہ دوسرے ذرائع سے شہداء کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے) اور صد ہا بے کس مسلمان جو تماشائی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے تھے شدید مجروح ہوئے جن کو ریاست کے تمدن وحشی نوع انسان کے اعمال نے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کی آغوش میں سونے کے لئے سڑک پر چھوڑ دیا۔ اور جب ان مظلوم زخمیوں کو اس ریاست کے سرکاری شفاخانے میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی جس کے فرمانروا کا مذہب انصاف ہے اور جس کی رعایا میں پچانوے فیصدی مسلمان ہیں اور جن کا خون انہ مسلمانوں ہی کے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے بھرا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ ان زخمیوں کو داخل نہیں کیا گیا جس کا ایک ایک اینٹ مسلمانوں کے پیسے سے بچی گئی ہے پھر اس سفاکانہ قتل عام کو جائز قرار دینے کے لئے نہایت مکروہ سے پراپیگنڈا یہ کیا گیا کہ مسلمانوں نے اس بلوہ کے لئے پہلے سے سازش کر رکھی تھی اس دعوے کے ثبوت میں یہ الزام بے کس مسلمانان کشمیر پر تراشا گیا کہ انہوں نے جیل سے محلات شاہی تک تار کا سلسلہ مسدود کر دیا تھا اور پہلے سے یہ کہ یہ مزعومہ سازشی گروہ جیل پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے ساتھ اسلحہ جنگ بھی لے کر آیا ہے اور اس کے ساتھ دیگر اسلحہ بھی تھے جن میں نہ کہیں مشین گنوں کا نام لیا جاتا ہے اور نہ ریوالوروں اور بندوقوں کا ذکر ہے۔ اور نہ کہیں دھار دار اسلحہ کسی حملہ آور کے پاس سے برآمد ہوتے ہیں اور نہ کوئی تحریر سازش کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے مگر مظلوموں کا خون چھپانے کے لئے نہایت ابلیسانہ طریقہ سے اس خون ناحق کا بار مسلمانوں پر پھینکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور اس سے زیادہ اس مکروہ پراپیگنڈے پر ملامت اور کیا ہو گی کہ مہاسبھائی اخبارات ایک طرف یہ لکھتے ہیں کہ تار کاٹ ڈالے گئے اور دوسری طرف یہی لکھتے ہیں کہ بلوہ شروع ہوتے ہی جیل سے ٹیلیفون دیا گیا اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس فوراً مسلح پولیس کی کمک لے کر پہنچ گیا۔ اور پولیس کے کسی ملازم کو ایک ادنیٰ خراش آئے بغیر یہ مسلح بغاوت جس کے لئے بقول مہاسبھائی اخبارات پہلے سے تیاری کر لی گئی تھی فرو ہو گئی۔

بے چینی کے اسباب

ضرورت تھی کہ ہز ہائی نس مہاراجہ کشمیر متعصب پنڈتوں کے پراپیگنڈے اور مہاسبھائی عمال ریاست کی جھوٹی مخبری سے متاثر ہوئے بغیر اس عام بے چینی کے اسباب تلاش کرتے اگر ان کا مذہب انصاف ہوتا تو ریاست کے مہاسبھائی حکام و افسروں کو جن کلام اللہ کے مجرم کے ساتھ یہ توہیر دانی انصاف نہ کرتے کہ ملزم کو صرف پنشن پر برخاست کرتے۔ اور اس مسلمان سپاہی کو جس نے مہاراجہ بہادر کی حکومت کے خلاف کوئی سازش نہیں کی تھی اور جس نے مہاراجہ کے مذہب کی کوئی توہین نہیں کی تھی اور جس نے نہایت بے حمیتی سے کلام الہٰی کی توہین اپنی زندگی میں برداشت کر لی تھی۔ اور جس پر صرف یہ بے حقیقت الزام تھا کہ وہ اس واقعہ کو عام مسلمانوں کے علم میں لایا تھا اور یہ اس کا سب سے بڑا اور ناقابل معافی جرم یہ تھا کہ وہ مسلمان تھا اور حکومت کشمیر کا سرکاری مذہب ہندو تھا۔

اگر ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر شورش سے پہلے اس مزعومہ مزاج پرسی سے جواب طلب کرتے جس نے کم سے کم زیادہ غریب ان کی مسلمان رعایا کی عبادت کو (خطبہ بھی عبادت ہے) روکا تھا تو یقیناً وہ دینے والی کا سے مسلمان رعایائے کشمیر کبھی انصاف سے مایوس ہو کر انصاف کا مطالبہ کرنے کے لئے جمع نہ ہوتی۔

اگر ہز ہائی نس کا مذہب انصاف ہوتا تو آج حکومت میں اور اس کے دفاتر میں اس قوم کا بھی کچھ حصہ ہوتا جو کشمیر میں پچانوے فیصدی آباد ہے۔ اور جس کے محاصل کی آمدنی سے مہاراجہ صاحب یورپ میں بادشاہوں سے زیادہ مدبرانہ ا[illegible]

پر خرچ کر دیتے ہیں۔ مگر ریاست کی بے کس آبادی کی فلاح کے لئے ایک [illegible] نہیں۔

اگر مہاراجہ صاحب کا مذہب انصاف ہے تو ان کا فرض ہے کہ [illegible] مسلمانوں کو گرفتار کرنے سے پہلے ان کے مطالبات پورے کر دیتے کہ دنیا میں اب ان حکمرانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جو اس حریت کے دور میں زار روس کے جانشین بننا چاہتے ہیں اور حالات سے اپنی آنکھیں بند کر کے زار کی طرح جبر و استبداد سے حکومت کرنا چاہتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ مسئلہ کشمیر پر جداگانہ اور کانگریسی مسلمان متحد ہو کر بیٹھ کر غریب مسلمانوں کو تباہی سے بچانے کے لئے میدان عمل میں آئیں۔ اور جب تک ریاست کے تمام حقوق مسلمانان کشمیر کو حاصل نہ ہوں۔ اور کامل مذہبی آزادی حاصل نہ ہو اس وقت تک پر امن ستیہ گرہ کی تحریک جاری رہنی چاہئے تاکہ کشمیر کے مورچہ کو نمونہ بنا کر دوسری ان تمام ہندو ریاستوں کو چیلنج کیا جائے جنہوں نے اپنی مسلمان رعایا کو [illegible] کیا ہے [illegible] کیا وہ خلافت کمیٹی جو سات سمندر پار کے مسلمانوں کی محبت کے مارے [illegible] مسلمانوں سے چندہ لیکر اٹھی ہے اس امر پر [illegible] ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ کشمیر میں مسلمانوں پر [illegible] ہے۔

حیدر آباد میں یورپین نوآبادی

[illegible] میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ [illegible] ہندوستانی ریاستوں کی زرخیز زمین پر متوجہ ہوئے ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے ریاست حیدر آباد پر ان کی نظر عنایت مبذول ہوئی ہے اور وہاں نوآبادی قائم کرنے کے لئے حیدر آباد کے ان انگریز حکام کا اثر استعمال کیا جائے گا جو سلسلہ ملازمت مقیم ہیں۔

[illegible] امید ہے کہ جب منظوری کے لئے کاغذات اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش ہوں گے تو اعلیٰ حضرت ملکی مفاد کے لئے اس مستقل سنگین خطرہ کو جو دولت آصفیہ کی آزادی کے لئے ایک برہنہ تلوار ثابت ہوگا حیدر آباد کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں گے۔

آستانہ عالیہ خلافت کا عرس

[illegible] کے آخری ہفتہ میں دہلی کی زرخیز سرزمین پر سلسلہ عالیہ خلافت [illegible] مختلف جماعتوں کے ناموں سے مولانا شوکت علی صاحب نے اپنے ہوا خواہوں کو جمع کیا تھا۔ مگر تھے یہ سب خلافتی لڈو کے چیلے۔ ان سب جلسوں کا گرو تو ایک ہی تھا۔ مگر لیبل جدا گانہ تھے لیکن سب کے ایک ہی تھے۔ اگرچہ بجانے والے علیحدہ علیحدہ۔ اگرچہ آستانہ عالیہ کے صدر نشین جناب معظم حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قبلہ بدایونی تھے جو اس زمانہ میں خلافت کو قائم کرنا چاہتے ہیں جس کو غازی مصطفیٰ کمال پاشا [illegible] کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور جس نے [illegible] ترکوں کو توپ کے منہ پر سانس لینے کا موقع دیا۔ [illegible] ترکوں کا خون [illegible] مسلمانوں پر حضرت مولانا کا بڑا کرم ہوگا اگر وہ خلافت کی اس سرد لاش کو جیسا کہ [illegible] کے ذریعہ کہہ کر اس کی بجانے مسلم قوم کے مفاد کے لئے اس بے جان لاش کو [illegible] کے لئے

دفن کر دیں کہ جس جماعت نے سوائے ہندو دشمن بادی کے کوئی عملی کام نہ کیا ہو تو اس کے نام کے ذلیل مقاصد۔ اور پھر جو جماعت کبھی سرفروشوں کی تھی آج بھی سروں کا مجموعہ ہے۔ اور جو جماعت کل تک آزادی کامل کے لئے مصروف جہاد تھی آج اس بے روح جسم کے نام سے اسلام ہندوستان میں شرمندہ ہے کیونکہ جماعت آج اسلام کے سب سے بڑے پروگرام آزادی کی راہ میں سب سے بڑا روڑا ہے۔

اور افسوس ہے کہ خلافت کا طوق لعنت اسلام کے نام سے پوری مسلم قوم کے گلے میں ذاتی اغراض، ذاتی جوڑ توڑ، ذاتی مفاد، ذاتی وجاہتوں کے لئے ڈال دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھلا ایسے اسلام سے مسلم نوجوانوں میں بیزاری کی تحریک پیدا ہو رہی ہے کیونکہ اس بیسویں صدی میں کوئی شریف اور غیرت دار قوم غلام رہنے کے لئے تیار نہیں۔ اور ہر وہ مذہب ختم ہو جائے گا جو غلامی کی تعلیم دے۔

کپورتھلہ کے بیدار مغز دیوان

پنجاب کی ریاستوں میں کپورتھلہ سب سے پہلی ریاست ہے جس نے بے زبان کاشتکاروں کا ۲۵ فی صدی مالیہ معاف کر دیا گیا۔

اگرچہ ریاست کی آمدنی پر اس اعلان سے کافی اثر پڑا مگر تمام ریاست میں خان بہادر میاں عبدالحمید صاحب سی آئی ای دیوان ریاست کی اس تدبر کی تعریف ہو رہی ہے کہ میاں صاحب نے اس اعلان سے کپورتھلہ کے بے زبان کسان کو تباہی سے بچا لیا۔

میاں صاحب اپنی اعلیٰ قابلیت اور تدبر اور فرض شناسی اور دیانت داری اور ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب سے انتہائی وفاداری کی وجہ سے نہ صرف ریاست میں بلکہ برٹش انڈیا کے اعلیٰ حکومت کی نظروں میں بہت وقعت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سال گذشتہ میاں صاحب بنکوں کی تحقیقاتی کمیٹی کے ممبر مقرر ہوئے۔ اور اس سال لیگ آف نیشنز میں ہندوستانی ریاستوں کی نمائندگی کے لئے ہز ایکسیلینسی وائسرائے نے آپ کو منتخب کیا۔ جو یقیناً ایک صحیح شخصیت کا انتخاب ہے۔

امید ہے کہ میاں صاحب لیگ آف نیشنز کے اجلاس میں اپنے تدبر کے غیر فانی نقوش چھوڑیں گے۔

توہین خاتم الانبیاء کا لا متناہی سلسلہ

نہیں معلوم وہ کونسی منحوس گھڑی تھی جس میں حضور سرور کائنات کی توہین کا سلسلہ جنبشوں نے شروع کیا تھا کہ باوجود کئی پروانے شمع رسالت پر نثار ہو گئے۔ مگر یہ لوگ ذہنیت ابھی تک دنیا سے ناپید نہیں ہوئی۔ چنانچہ جاوا سے پرشیا کے ایک رفیق مولانا عبدالغنی صاحب لکھتے ہیں کہ ہندوستان کی طرح یہاں بھی بیرسیا کی ایک چینی اخبار نے حضور سرور کائنات کی ذات گرامی پر نہایت ناپاک حملے کئے۔ جس سے جاوا کے مسلمانوں میں بے حد جوش پھیل گیا۔ چنانچہ ۹ جون کو جاوی مسلمانوں نے ایک زبردست مظاہرہ کیا جس سے متاثر ہو کر اس چینی اخبار نویس نے فوراً معافی مانگ لی۔ اگرچہ وہ آریہ سماجی دلال اگرچہ مسلمانوں کا جوش اس معافی سے کچھ ٹھنڈا پڑ گیا ہے مگر حالات ابھی تک اطمینان بخش نہیں ہیں۔ میری رائے میں جاوا کے تمام غیرت مند مسلمانوں کو نبی محترم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اس واقعہ چینی کو معاف کر دینا چاہئے

جس نے مسلمانوں کے مجمع عام میں اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

(۲) اس سے زیادہ المناک واقعہ یہ ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے کورس میں اسلامی تاریخ کے نام سے ایک ایسی کتاب شامل کر لی گئی ہے جس کے مترجم پٹنہ کی مشہور لائبریری کے بانی خان بہادر مولانا خدا بخش صاحب کے صاحبزادے صلاح الدین ہیں اور اس رسوائے عالم کتاب کو پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کرانے کا فخر کسی ہندو یا آریہ یا عیسائی ممبر کو نہیں۔ بلکہ ایک نام نہاد مسلمان کو ہے جو پنجاب کے لیڈران کرام میں [illegible] شہرت رکھتے ہیں۔

اس خرافات اور گندگی کی پوٹ میں ایسے جھوٹے اور گندے الزامات اس ذات قدسی پر لگائے گئے ہیں جن کو کوئی شریف انسان سننا بھی گوارا نہیں کر سکتا یہاں تک کہ یہ سب کچھ اس پنجاب میں ہو رہا ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی ۵۶ فیصدی ہے اور اس سے زیادہ تعجب اس حکومت پر ہے جس نے اس شدید ایجی ٹیشن کے باوجود ابھی تک اس رسوائے عالم کتاب کو ضبط نہیں کیا۔

مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان علم کے مسلمانوں اور عمل کے رہنماؤں سے کھل کر معاشری مقاطعہ ضرور کریں جنہوں نے چالیس کروڑ مسلمانوں کے آقا اور مولا کی توہین میں بالواسطہ یا بلاواسطہ حصہ لیا ہو اور اس وقت تک نہایت [illegible] مگر پُرامن ایجی ٹیشن جاری رکھیں جب تک حکومت ہند اس کتاب کی ضبطی کا اعلان نہ کر دے۔ تعجب ہوتا ہے کہ راجپال کی رسوائے عالم کتاب کے سلسلہ میں جو ایجی ٹیشن ہوا تھا حکومت نے کس طرح اس کو اتنی جلدی فراموش کر دیا۔

فرید پور کانفرنس کا بم

[illegible] ہندوستان کے لئے ہندو مسلم مسئلہ سے زیادہ شاید ہی کوئی مسئلہ اتنا اہم ہوگا جس پر گذشتہ چوتھائی صدی سے اکابرین وطن نے غور کیا۔ اور باوجود انتہائی کوشش کے وہ اس کو حل نہ کر سکے۔

قارئین کرام کو یاد ہوگا میں نے جون کے پرچہ میں لکھا تھا کہ ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال کی طلبیدہ کانفرنس کا جو اجلاس شملہ میں ہوگا اس میں کامیابی نہ ہوگی چنانچہ وہی ہوا اور جو ڈاکٹر انصاری صاحب اور مولانا شوکت علی صاحب شملہ میں ایسے عناصر موجود تھے جو اتحاد بین المسلمین میں حارج ہوئے اور یکایک حکومت ہند کے سرمائی مرکز میں اتحاد پسندوں کے راستہ میں حائل ہوئیں۔ اور مولانا شوکت علی کی سعی کے باوجود مسلم ٹوڈی کانفرنس کے زعمائے کسی کے منشاء سے مفاہمت کی تمام تجاویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ۲۰ جون کو ڈاکٹر انصاری صاحب نے فرید پور (بنگال) کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے جو خطبہ پڑھا وہ ٹوڈیاں کرام اور ان کے پس پردہ معاونین عظام کے نزدیک کا سلسلہ پر نگیم سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے اس خطبہ میں ان تمام تجاویز کو سوائے انتخاب جداگانہ کے تسلیم کر لیا تھا جو مسٹر جناح کے چودہ نکات کے نام سے مشہور ہیں اور جن پر سوائے حکومت پرستوں کے ہر آزاد خیال مسلمان متفق ہو سکتا ہے۔ اس کانفرنس میں حسب ذیل تجاویز پاس کی گئیں ہیں جن کو تفریق پسندوں

سرکاری ملازمین (انقلاب) بھی مفاہمت تسلیم کرنے کے لئے تیار رہے

(۱) بالغوں کو حق رائے دہی کے ساتھ مخلوط انتخابات ملک کے آئندہ آئین میں بنیاد کی بنا قرار دیے جائیں (۲) جن اقلیتوں کی تعداد ۲۵ فی صدی سے کم ہو ان کے لئے فیڈرل اور صوبائی کونسلوں میں نشستیں آبادی کی بنا پر مخصوص کی جائیں۔ اور انہیں زائد نشستوں کیلئے مقابلہ کرنے کا حق حاصل ہو۔ فیڈرل لیجسلیچر میں مسلمانوں کی نمائندگی ایک تہائی ہو۔ جن صوبوں میں مسلمانوں کی آبادی ۲۵ فی صدی سے کم ہے ان میں ان کے لئے آبادی کے لحاظ سے نشستیں مخصوص کی جائیں مگر انہیں ایڈیشنل نشستوں کے لئے مقابلہ کرنے کا حق ہوگا۔ اگر دوسری اقلیتوں کو مراعات دی جاسکیں تو مسلمانوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جائے اور جو موجودہ مراعات برقرار ہیں۔ اگر بالغوں کو حق رائے دہی نہ دیا جائے تو پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کے لئے نشستیں مخصوص کر دی جائیں اس کا مطلب ہے کہ مسلم اکثریت اقلیت میں تبدیل نہ ہو جائے۔ (۳) تمام ملازمتیں پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ دی جاسکیں اور اس کے لئے قابلیت کو معیار قرار دیا جائے۔ مگر خاص کسی فرقہ کی حق تلفی نہیں ہونی چاہئے اور اس کے مناسب حصہ سے اسے محروم نہیں کیا جانا چاہئے (۴) فیڈرل اور صوبائی کونسلوں میں مسلم مفاد کو ایک [illegible] پر تسلیم کیا جائے (۵) سندھ کو ایک علیحدہ صوبہ بنایا جائے (۶) صوبہ سرحد اور بلوچستان کو اسی قسم کا نظام حکومت دیا جائے جیسا کہ برطانوی ہند کے دوسرے صوبوں کو۔ (۷) ملک کا آئندہ آئین فیڈرل ہو۔

کوئی ایسی تجویز منظور نہیں کی جائے گی جو مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دے یا مسلم اقلیت کو ایک مخالف اکثریت کے رحم پر بغیر ضروری تحفظات کے چھوڑ دے۔ کیونکہ نہ یہ انصاف ہے اور نہ ہی معقول پالیسی۔

پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں کی اکثریت کبھی اقلیت میں تبدیل نہیں کی جا سکتی۔ یو۔پی اور بہار کے مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ ہندو اکثریت جو سلوک ان کے ساتھ روا رکھے گی۔ وہ اس سلوک سے خراب نہ ہوگا۔ جو ہندو اقلیت ان صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے روا رکھے جانے کی توقع کرتی ہے۔

جس طرح مسلمان ٹوڈیاں کرام نے فرید پور کانفرنس کے خطبہ کے [illegible] اسی طرح مہاسبھائی ہندوؤں نے جو قوم پروری کا چولا پہن کر دنیا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں فرید پور کی تجاویز کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ اس کے بعد ۱۲ جولائی کو بمبئی میں انڈین نیشنل کانگریس کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں حسب ذیل فارمولا ہندو مسلم مسئلہ کے حل کے لئے پاس کیا گیا۔

فرقہ وارانہ حل کے لئے کانگریس کی تجاویز

۱ (۱) دستور اساسی میں بنیادی حقوق کے متعلق جو دفعہ ہوگی اس میں مختلف ملتوں کے لئے ان کے کلچر، زبان، رسم الخط، تعلیم، مذہبی عقائد، مذہبی اعمال اور مذہبی اوقاف کی حفاظت کی ضمانت بھی موجود ہوگی۔

(ب) دستور اساسی میں پرسنل لاء کی حفاظت کے لئے مخصوص دفعہ داخل کی جائیگی۔

(ج) مختلف صوبوں میں اقلیتوں کے سیاسی اور دیگر حقوق کی حفاظت وفاقی

حکومت کا کام ہوگی اور اس کے دائرہ اختیارات میں داخل رہے گی۔

۲۔ حق رائے دہی تمام بالغ مردوں اور عورتوں کو دیا جائے گا۔

(نوٹ) مجلس عاملہ کراچی کی قرار داد کے مطابق حق رائے دہی بالغان کی پابندی اور حق رائے دہی کی کسی تبدیلی قبول نہیں کر سکتی۔ لیکن بہر حال ان فکروں کی بنا پر جو بعض حلقوں میں پیدا ہو گئیں مجلس عاملہ اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتی ہے کہ ہر صورت میں حق رائے دہی یکساں اور اس قدر وسیع ہوگا کہ فہرست انتخاب کنندگان میں ہر فرقہ کی آبادی کا تناسب آ جائے۔

۳۔ (۱) ہندوستان کے آئندہ دستور اساسی میں نیابت کی بنیاد مخلوط انتخاب پر ہوگی۔

(ب) ہندوؤں کے لئے سندھ میں، مسلمانوں کے لئے آسام میں، سکھوں کے لئے پنجاب اور صوبہ سرحد میں، اور دوسرے ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے ہر اس صوبہ میں جہاں ان کی آبادی ۲۵ فیصدی سے کم ہے، وفاقی اور مرکزی مجالس مقننہ کے اندر نشستیں آبادی کی بنیاد پر محفوظ ہوں گی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو مقابلہ کر کے زائد نشستیں حاصل کرنے کا بھی حق ہوگا۔

۴۔ ملازمتوں پر تقرر ایک غیر جانبدار پبلک سروس کمیشن کی طرف سے کیا جائیگا جو لیاقت کا کم سے کم معیار مقرر کرے گا۔ اور پبلک ملازمین کی قابلیت کو ملحوظ رکھے گا اور اس اصول کا لحاظ بھی رکھے گا کہ تمام قوموں کو ملک کی پبلک ملازمتوں میں منصفانہ حصہ لینے کا موقع حاصل رہے۔

(۵) وفاقی اور صوبجاتی وزارتوں کی ترتیب میں اقلیتوں کے مفاد کو رواج کے ذریعہ تسلیم کر لینا چاہئے۔

(۶) صوبہ سرحد اور بلوچستان کو وہی طرز حکومت حاصل ہوگا جو دوسرے صوبوں میں رائج کیا جائے گا۔

(۷) سندھ کو علیحدہ صوبہ بنا دیا جائے گا بشرطیکہ باشندگان سندھ ایک علیحدہ صوبہ کا مالی بار برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔

(۸) ملک کا آئندہ دستور اساسی وفاقی ہوگا اور اختیارات غیر مصرحہ وفاقی اجزاء کو حاصل ہوں گے۔ الا یہ کہ مزید غور و خوض کے بعد یہ صورت ہندوستان کے بہترین مفاد کے منافی ثابت نہ ہو۔

اس کے ساتھ ہی کانگریس کی مجلس عاملہ نے اس فارمولا کے بعد بھی معاملات ... کہلا دیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ بہ خود غلط مسلم ٹوڈی کانفرنس کے نیم سرکاری ارکان کے دماغ میں جو یہ بھس بھرا ہوا ہے کہ انہیں سے جو تجاویز بعض عمال حکومت کے مشورے سے پاس کی ہیں، وہ وحی اور الہام کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لئے اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی۔ یہ خبط اکین کانگریس کے دماغ میں نہیں سمایا ہے۔ اور وہ کسی ایسی مناسب ترمیم کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نظر آتے ہیں، جس سے فرقہ وارانہ مسئلہ حل ہو سکے۔

لہذا جمعیتہ علماء ہند اور مسلم نیشنلسٹ پارٹی کے ارکان کا فرض ہے کہ وہ کانگریس کے فارمولا میں مناسب ترمیم کر کے مسلم ٹوڈی کانفرنس اور ہندو ٹوڈی سبھا کو ایک

ناقابل انکار شکست دیں۔ تاکہ کانگریس سے جو شبہ مسلمانوں کو پیدا ہو گیا ہے، وہ ان کے جائز حقوق کے تحفظ کا اعلان ہوتے ہی دور ہو جائے۔

باقی مسلمان ٹوڈیان کرام کا راضی ہونا۔ سو یہ کانگریس کے بس کی بات ہے اور نہ قوم پرور مسلمانوں کے بس اس کا کوئی علاج ہے۔ یہ لوگ تو اس وقت تک ہندو مسلمانوں کی مفاہمت پر راضی نہیں ہو سکتے جب تک لندن کے پس پردہ رہنے والے ان آقا جان کو اس پروپیگنڈا کے لئے روپیہ دیتے ہیں۔ اپنے نمک حلال غلاموں کے سر پر جادو کا ڈنڈا نہ پھیریں یہ کسی طرح ہندو مسلمانوں میں سمجھوتہ ہونے دیں گے۔

ایک نوجوان ادیب کی وفات

افسوسناک اطلاع آئی ہے کہ مولوی لطیف صاحب ایم اے سابق ایڈیٹر رسالہ ادبی دنیا اور اخبار ریاست کا بعارضہ سل و دق کشمیر میں جولائی کے آخری ہفتہ میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم ایک غیر معمولی دل و دماغ کے نوجوان ادیب تھے۔ اور اگر وہ زندہ رہتے تو ادب لطیف اور تاریخ اسلام کے ایک انقلابی پروگرام کی تکمیل میں مصروف ہوتے جس کا بار تذکرہ مجھ سے آ کر کیا تھا۔ خدائے عزوجل ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

بہرے کانوں والے ٹرسٹی

یادش بخیر! دہلی کے طبیہ کالج کے غفلت شعار ٹرسٹی کیا ایسے بہرے کانوں کے واقع ہوئے ہیں کہ متعدد مرتبہ کالج کے مالیہ کی تباہی اور ہندوستانی دواخانہ کے محکمہ دواسازی کی خرابیوں پر توجہ دلانے اور اس پبلک ٹرسٹ کی بربادی کی پروقت اطلاع ہونے کے باوجود آج تک کوئی توجہ ان "فرض شناس" ٹرسٹیوں نے نہیں فرمائی جو اس عظیم الشان درسگاہ کے امین ہیں۔ اور جن پر بہت زیادہ ذمہ داری اس ٹرسٹ کو تباہی سے بچانے کی ہے۔

بورڈ آف ٹرسٹیز کا تقریباً دس ہزار روپیہ دوست پروری کی بھینٹ چڑھ کر اس سیرت مسیح الملک پر برباد کر دیا گیا جس کا ایک صفحہ بھی تقریباً تین سال گزرنے کے باوجود ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ اور جس کے مرتب کرنے والے کو ڈھائی سو روپیہ ماہوار کئی سال سے اس لئے ذکر یہ دیا گیا کہ وہ ڈاکٹر انصاری صاحب اور سر محمد یعقوب اور رضا علی صاحب کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اگر کالج کا یہ شہری کمیت نہ ملتا تو قاضی صاحب کو پچاس روپے ماہوار کی ملازمت ملنی بھی مشکل تھی۔ اور یہی قاضی صاحب جو اپنی گوناگوں شہرتوں کے اعتبار سے ہرگز اس قابل نہ تھے کہ طبیہ کالج جیسی اسلامی یونیورسٹی کے ماتحت جوائنٹ سکریٹری کے ذمہ دارانہ عہدہ پر مقرر ہوتے۔ مگر ایک زبردست سازش کے ماتحت محض اس لئے یہ جوائنٹ سکریٹری بن گئے کہ ڈاکٹر انصاری صاحب کا قلم لیکر میر انوار احمد صاحب سابق استاد اور حکیم ندوی ملازم بورڈ آف ٹرسٹیز نے سکریٹری صاحب کو مغالطہ دیا۔ بیرونی دنیا کو شاید معلوم نہ ہو کہ قاضی صاحب کے تقرر کے لئے سازش کیوں کی گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ کالج کے تعلیم کے لئے ہندوستانی دواخانہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس ریڑھ کی ہڈی

کی روح میر انوار احمد صاحب دواساز ہیں جن سے معاہدہ ہے کہ وہ ہندوستانی دواخانہ کے علاوہ کسی دوسرے دواخانہ کا کام نہیں کریں گے۔ اور دوائیں اپنے اصلی اجزاء کے ساتھ قدیم طریقہ دواسازی و کشتہ سازی کے مطابق بنائیں گے مگر کیا حقیقتاً ایسا ہوتا ہے؟ یہ ایک سوال ہے جو غفلت شعار ٹرسٹیوں سے گذشتہ ہفتہ سے کیا جا رہا ہے؟ مگر کوئی مطمئن کن جواب آج تک نہیں دیا جا سکا۔ حالانکہ ٹرسٹیوں کے علم میں ہے کہ ہندوستانی دواخانہ کی مخصوص دوائیں بہت کم داموں پر دہلی اور بنگال میں مہرات سیح الملک کے نام سے فروخت ہو رہی ہیں۔ اور اس کے باوجود محض اس متعدد مسالے پر اب طلب نہیں کیا جاتا کہ تقریباً بیس ہزار روپیہ ماہوار دواخانہ سے خالص نفع اٹھانے والے اس دواساز کا دستر خوان وسیع ہے اور اس کا سنہری ہاتھ اکثر ٹرسٹیوں کی مشکل کشائی کرتا رہتا ہے۔ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ پبلک ٹرسٹ کے ساتھ دیانت داری ہے!

میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر کوئی غیر جانبدار کمیشن آزادانہ تحقیقات کرے تو یقیناً یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ میر انوار احمد صاحب کی کشتہ سازی قدیم فن کشتہ سازی سے بالکل جداگانہ ہے اور کالج اور اسلامی کالج کے خلاف جو سازشیں کی جاتی ہیں ان کا مرکز بھی اسی "فرشتہ خصلت" دواساز کا گھر ہے جو اپنی شاہی آمدنی کو قائم رکھنے کے لئے کالج کے اہم عہدوں کو اپنے قبضہ میں رکھنا ضروری سمجھتا ہے۔ اور دوران تحقیقات میں اراکین کمیشن کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حکیم جمیل خاں صاحب کے دوا خانہ کا دواساز کون ہے؟ اور ہندوستانی دواخانہ کے اس نئے حریف کو عالم وجود میں لانے والے کون کون سے بھی گھر نتے ہیں؟

میں آئندہ اشاعت میں اس مسئلہ پر پبلک مفاد کے لئے زیادہ تفصیل سے لکھوں گا۔ اور مختلف گوشوں پر روشنی ڈال کر بتاؤں گا کہ شریف خانی خاندان میں تفرقہ بازی کا باعث کون ذات شریف ہیں۔ اور حکیم جمیل میاں کو اس حالت تک پہنچانے میں کس کا ہاتھ ہے؟ اور میر انوار احمد صاحب کا وجود کالج اور ہندوستانی دواخانہ اور شریف خانی خاندان کے لئے کس قدر خطرناک ثابت ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض اہم دستاویزات کے فوٹو بھی پیش کر سکوں گا۔ وباللہ التوفیق۔

قصر لوڈیت میں زلزلہ

جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ حکومت ڈاکٹر انصاری صاحب اور سر علی امام صاحب کو قوم پرور مسلمانوں کا نمائندہ مقرر کر رہی ہے۔ اسی وقت سے است لوڈ دی میں صف ماتم بچھ گئی ہے اور ایوان لوڈیت میں زلزلہ آگیا۔ کیونکہ ملوکیت اور تعہد زادیت کا جو ہیولا ان زبردستی کے نمائندگان قوم نے تیار کیا ہے وہ قوم پرور کے ایک ہی چپت سے ہباءً منثوراً ہو جائے گا۔ جس طبقہ کے پاس دلائل کی کمی ہوا کرتی ہے وہ ایسی چھچھوری حرکتوں پر اتر آتا ہے کہ اگر فریق مخالف (قوم پرور مسلمان) آئے تو ہم گول میز کانفرنس میں نہیں جائیں گے۔

حکومت کانگریس، مسلمان سبھی تو جانتے ہیں کہ ان حکومت پرستوں کی دھمکی کیا معنی رکھتی ہے۔ اور اگر لارڈ ولنگڈن پر سول سروس کا زور نہ چلا تو یقیناً قوم پرور مسلمان کاسہ لیسوں کی چھاتی پر مونگ دلنے کے لئے گول میز کانفرنس میں شریک ہوں گے۔ اور دنیا دیکھے گی کہ گول میز کانفرنس کے بائیکاٹ کی دھمکیاں دینے والے رزولیوشن پاس کرنے کے بعد سیدھے کعبہ مقصود کی طرف رواں ہوں گے۔

تذکرہ جمیل کی ترتیب کی مقبولیت

پیشوا کا رسول نمبر ۱۹۳۱ء سے شائع ہو رہا ہے۔ اور اس مقالہ کا نامہ ترتیب کا دوام تذکرہ ہے۔ خاص نے بھی بے حد پسند کیا حتی کہ قدیم اسلوب پر معاصرین کرام نے اپنی دقیانوسی روش کو ترک کر کے پیشوا کے بعد نگاہ کرم سیرت رسول کی اشاعت کے متعلق بے قبول کر لیا۔ چنانچہ آپ دیکھیے کہ قدیم کتب سادہ سے حضور سرور دو جہاں کی بعثت کے متعلق پیشین گوئیاں اور شرفائے ہند وادعیان اہل قلم سے نظم و نثر مضامین حاصل کرنا سیرت رسول پاک کے ان اہم اذکار اور گوشوں پر سیر حاصل بحث کرنے کے لئے فاضل ترین اور روشن خیال مسلمان اہل قلم کو دعوت دینا جو ابھی تک نمایاں نہیں کئے گئے تھے ایک ایسی نئی شاہراہ ہے جس پر سلگزشتہ سے بعض معاصرین بھی گامزن ہو رہے ہیں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ سیرت رسول کی اشاعت کے لئے جو جدید اسلوب پیشوا نے پیش کیے ان کو ان معاصرین کرام نے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ قبول کر لیا جن کے دماغ تھے اس سے پہلے اس نئے طریقہ پر غور نہیں کیا تھا۔ ایک مخلص دوست نے کیا ہی سچ کہا ہے کہ

"ایجاد ہمارا حصہ ہے۔ تقلید دوسروں کے لئے چھوڑو"

اگر کسی بھائی کو اس کے ماننے میں تامل ہو تو ۱۹۳۱ء سے پہلے کے رسول نمبروں کو یکے نظر دیکھ جائیں۔ اور پھر خود ہی فیصلہ کریں کہ پیشوا کا یہ دعوی کس حد تک صحیح ہے۔

خدائے قدوس کی نعمت فرمائیاں اگر شامل حال رہیں تو پیشوا کا فسانہ نمبر بھی دنیائے فسانہ نویسی میں ایک زبردست انقلابی پروگرام پیش کرے گا۔

تشدد کا نیا دور

افسوس ہے کہ بعض ناعاقبت اندیش نوجوانوں کی سرگرمیاں ابھی ختم نہیں ہوئیں جو ملک کی آزادی کو عدم تشدد پر یقین نہیں رکھتے۔ انہیں نوجوانوں نے حال ہی میں اگر زبیتی اڈیشن جج (میں) بنگال پر بڑا الوار سے حملہ کیا۔ افسوس ہے کہ ایسی زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور مسٹر ... کا مقدمہ ہے کہ گورنر صاحب بچ گئے۔

ان قاتلانہ حملوں کی مذمت ملک کے ہر طبقہ میں کی جا رہی ہے۔ اور امید ہے کہ جلد ہی حقیقت ہو ناعاقبت اندیش گروہ اپنی نقصان دہ سرگرمیوں کو بند کر دے گا۔ جو آزادی وطن کے لئے سم قاتل ہے۔

نادار فنڈ کا اجرا

مولانا عبد الکریم صاحب کے ... آباد کی طرف کے پانچ روپیوں سے پیشوا کا نادار فنڈ کا اجرا کیا جا رہا ہے۔ اور فنڈ بھی جو رقم پیشوا کی امداد میں آئے گی وہ اسی نادار فنڈ میں جمع کی جائیں گی۔

صورت یہ ہے کہ پانچ صاحب کے ایسے پڑھے لکھے ناموں کے نام خریداران پیشوا پیشوا کا اندراں اڈیشن اپنے مستحقین کو پڑھ کر سنانے کا صحیفہ عطا کریں۔ علاوہ دوسری قسم کے کے روپیوں سے پانچ ایسے نادار ناموں کے نام پیشوا کا اندراں اڈیشن ایک سال کے لئے جاری کر دیا جائے۔ صدقہ اور خیرات کے روپے اس نیک کام میں صرف کئے جا سکتے ہیں۔

وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کی دانشمندی

خدا کا شکر ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحب نے نہایت دانشمندی سے کام لیکر صلاح الدین کی ترتیب کی ہوئی گندی تاریخ اسلام کو اپنے اختیارات خصوصی سے پنجاب یونیورسٹی کے نصاب تعلیم سے خارج کر دیا۔

مسلمانان ہندوستان ہز ایکسلنسی وائسرائے اور گورنر پنجاب سے متوقع ہیں کہ وہ بہت جلد اس ملعون کتاب اور اس کے مصنف کو ضبط کر کے مسلمانوں کے بے چین دلوں کو مطمئن کریں گے۔ آخر قانون و ضوابط و تعزیرات ہند کس مرض کی دوا ہے!

ہندو پریس کی مکروہ ترین ذہنیت

نہیں معلوم اس بدبخت ملک کے دن کب پھریں گے۔ ہندو پریس اپنی گندہ ذہنیت تبدیل کرے۔ لاہور کے ہندو کالج کا انگریزی پرچہ فرزندان اسلام کو چیلنج کر کے ٹریبیون ڈاکٹر ... بہت بھلائی پرچہ اس بدبختی پریس کی حمایت کرتی ہے جو غزنوی کا کہنا ہے جس طرح گرگ کشی کے انسداد کے لئے ... اور جو دو ہر کی سب سے بڑی خدمت عقل سے سمجھ لیا گیا ہے نتیجے اور دیکھیں ... مسلمان ... کشمیر گولیاں چلائے اور اپنی سفاکی اور وحشت کے لحاظ سے ... ہم ... پنجاب ٹریبیون جیسے ... اعتماد کے میدان میں ... جس طرح سومنات کے مندر پر حملہ کی خبر ... ہندو اخبارات میں ... ہو گیا تھا ... اس قسم کی انصاف پسند ... جو کبھی ... تھی۔

خارجی آرڈی نینس کے نئے شکار

افسوس ہے کہ معاصر زمیندار کے دوسرے ایڈیٹر اور معاصر افغانستان (فارسی) کے ایڈیٹر اور اخبار جمیل کے ایڈیٹر خارجی آرڈی نینس کے تحت گرفتار کر لئے گئے چونکہ یہ مقدمات عدالت کے سامنے ہیں اس لئے کوئی رائے زنی نہیں کی جا سکتی۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں ہندوستان کے تمام جرنلسٹوں سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا انہوں نے اس پر غور کیا ہے کہ ایسے سیاہ قانون کی موجودگی میں آزادانہ طریقے سے وہ اپنے فرائض کہاں تک انجام دے سکتے ہیں؟ اور کیا انہوں نے اس سیاہ قانون کو منسوخ کرانے کے لئے کوئی موثر قدم اٹھایا ہے اور کیا اس غلام ہندوستان میں اخبار نویسوں کی کوئی انجمن ہے جو ان کی مصیبت کے وقت کام آئے؟

ہز ہولی نس ملا طاہر سیف الدین کو تازہ شکست

ناظرین کرام کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ پیشوائے بوہرہ نے اپنے معتقدین کو ایسے جال میں پھانس رکھا ہے جس سے وہ کبھی نہیں نکل سکتے۔ یعنی پیشوا صاحب محض اپنے رانڈوں کی پرورش کے لئے اسلام کی اہم خدمت سے قطع نظر کئے ہوئے ہیں۔ تبلیغ ایک ایسا فرض ہے جس کو ہر مسلمان منفرداً بھی ادا کر سکتا ہے اس کا جائز حق ہوگا نہ کہ پیشوا صاحب جو لاکھوں مسلمانوں کی جان و مال کے مالک بنے بیٹھے ہیں اس شعائر اسلامی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے خدائے قادر و توانا کو تو انہیں جواب دینا ہی پڑیگا لیکن خدا کے بندے بھی ان سے اس کا جواب طلب کر سکتے ہیں۔

اپنے ذاتی آمدنی قائم رکھنے کے لئے انہوں نے یہ نیا مذہبی عقیدہ کو بھی پوشیدہ رکھا ہے حالانکہ اسلام اس کی کہیں تعلیم نہیں دیتا کہ راہ حق کی تعلیم کو نظر خلق سے چھپایا جائے۔ قدامت پسند کم علم بوہرے اپنے پرانے عقائد پر قائم ہیں اور پیشوا صاحب کو دینی و دنیوی امور میں کا مطلق سمجھتے ہیں۔ میں اس وقت مختصر طور پر بوہروں کے بعض عقائد پر روشنی ڈالوں گا۔ پہلی فرصت میں مفصل عقائد و اعمال پر تبصرہ کروں گا جس میں وہ عظیم الشان و کثیر التعداد مظالم پیش کروں گا جو اس قوم کے باہمی اختلافات و نزاعات کی بسیط تاریخ ہوگی۔

بوہرے شیعہ اسمٰعیلی ہیں اور گو یہ آغاخانیوں اور ان میں نفاق و شقاق صدیوں سے چلا آتا ہے لیکن اکثر عقائد میں متفق ہیں بلکہ موازنہ کیا جائے تو بیشتر میں اتفاق پایا جائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ صورت عادات میں فرق ہو گیا ہو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عام مسلمین کی طرح بوہرے مسئلہ تناسخ میں اختلاف رکھتے ہیں۔ تناسخ کا مسئلہ ہندوؤں کے ان کا اصل سرمایہ نسلی اعتقاد ہے قرین قیاس نہیں لیکن ہاں یہی اعتقاد ہے مسلمانوں میں پیدا ہوا ان میں کوئی واسطہ نہیں تناسخ پر شد و مد سے مباحثے ہو چکے اور ہندوؤں کو ہمیشہ اسلام کے براہین قاطعہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا بوہروں کی کم علمی اس کا سبب معلوم ہوتی ہے کہ ہندوؤں کے عقیدہ پر اب تک قائم ہیں اور وہ برابر اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔

عام شیعوں کی طرح بوہرے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امام تسلیم کرتے ہیں اور اپنے آپ کو شیعہ فرقہ میں داخل سمجھتے ہیں۔ شیعوں کی اذان کی نمازوں میں ہی نہیں ہو سلسلہ امامت بوہروں کے سلسلہ میں سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام سے شروع کیا جاتا ہے اور سیدنا حضرت امام جعفر صادق کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت اسمٰعیل کو امام جانتے ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم کو جو جعفر صادق کے فرزند اصغر تھے امام اولاد کے بطن سے بتاتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ امام کی والدہ کو نجیب اور پاکیزہ ہونا چاہیئے۔ بوہرے چاند دیکھکر روزہ نہیں رکھتے بلکہ ایک دن قبل سے رکھ لیتے ہیں لیکن اسمٰعیلیہ فرقہ والے ہی کرتے ہیں۔ اور بوہرے ماہ رمضان کو عید مناتے ہیں جو اسلام کے کسی فرقہ میں بھی جائز نہیں کہ عید سے ایک دن پہلے عید کر لی جائے۔

عام مسلمانوں کے خلاف بوہروں کے قبرستان، ان کی مساجد ان کے مدرسے الگ الگ ہیں۔ دفن و کفن کے طریقے شادی بیاہ کی رسمیں سب مختلف ہوتی ہیں۔

پیشوائے بوہرہ اپنے آپ کو نائب امام اور داعی المطلق کہتے ہیں۔ اور اپنے بیان کے مطابق وہ روزانہ یا حسب ضرورت امام زمان سے شرف تکلم حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے بیان کے مطابق امام غائب ہر زمانہ میں موجود رہتا ہے اسی کی رہنمائی سے نجات کے کام انجام پاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اسی آڑ میں غریب اور ناواقف بوہروں سے پیشوا صاحب کو رشوت حاصل ہے اور مختلف صورتوں سے اپنا حق وصول کرتے ہیں۔ شادی بیاہ، موت زیست تعمیر خواہ قومی ہو خواہ ذاتی اس کے افتتاح وغیرہ کے موقع پر پیش قرار رقوم حاصل کی جاتی ہیں۔

[illegible] صاحب کے بزرگوں یا ان کے پیشرو پیشواؤں کی قبروں پر بھیجنے پہنچتا ہے اور لوگ جیسے یہ اپنی زبان میں غلط کہتے ہیں تھے ہیں "زائرین" قیمتی چیزیں اور روپیہ اس میں ڈالتے ہیں۔ ہر قومی عمارت پیشوا صاحب کے نام پر وقف ہوتی ہے۔ اس میں مسجدیں، جماعت خانے، مدارس، پل، خیرات خانے، ہسپتال وغیرہ تمام چیزیں شامل ہیں۔ اور ان میں سے ہر چیز سینکڑوں کی تعداد میں پہنچ چکی ہے۔

ہمیں اس وقت اس پر بحث نہیں کرنی چاہئے کہ یہ عقائد جمہور اسلام کے عقائد سے کہاں تک مطابق ہیں۔ اور ان عقائد کو تسلیم کرنے کے بعد بوہروں کا اسلام سے کس حد تک تعلق رہ جاتا ہے۔ ہمیں تو یہ ظاہر کرنا ہے کہ کروڑ ہا روپے کے اوقاف پر جو عامۃ المسلمین کی ملکیت ہیں ملا صاحب نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ اور اگر کوئی نوجوان بوہرہ بوہروں کے اس سولہویں صدی کے خلاف دم بھی مارتا ہے تو اس کا اسلام بند ہو جاتا ہے۔ اور فوراً سوشل بائیکاٹ کر دیا جاتا ہے اور اس سوشل بائیکاٹ میں ایسی عبرتناک سزائیں دی جاتی ہیں کہ انسانیت اس دور مدنیت میں ماتم کناں ہوتی ہے۔ اپنے مخالفین کے گڑے ہوئے مردوں کی ہڈیاں قبروں میں سے نکلوا دینا کسی مذہب میں بھی جائز نہیں کہا جاتا۔ ضرورت تھی کہ بوہروں کے اس زار ازم کا خاتمہ کرنے کے لئے کوئی جماعت میدان میں آتی چنانچہ خدا کا شکر ہے کہ نوجوان بوہروں میں ایک عام بیداری ملا صاحب کے اس جبر و استبداد کے خلاف پیدا ہو چکی ہے۔ اور وہ اپنے حقوق کے لئے برطانوی عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹا رہے ہیں چنانچہ اسی قسم کے ایک مقدمہ کا برہان پور کے سب آرڈینیٹ جج اور منصف مزاج جج نے مدعیوں کے حق میں فیصلہ کیا ہے جن کا دعویٰ یہ ہے۔

"ہم ملا طاہر سیف الدین کو بحیثیت داعی مطلق نہیں مانتے کیونکہ ان کے دادا پر نص نہیں ہوئی۔ اس لئے ملا صاحب کے دادا سے لے کر موجودہ ملا صاحب تک کوئی بھی داعی برحق نہیں۔ اور اس کے باوجود ہم داؤدی بوہرے ہیں۔ اور اسی حیثیت سے تمام بوہرہ اوقاف میں ہمارے حقوق ہیں جن کو رستے سے ملا صاحب یا ان کے عامل ہمیں نہیں روک سکتے"۔

عدالت نے مدعیوں کے دعوے کو بڑی حد تک تسلیم کر کے ملا صاحب کے خلاف فیصلہ کیا ہے جس سے ملا پسندوں میں صف ماتم بچھ گئی ہے۔ اور حریت پسند داؤدی بوہرے اس حق پرستانہ فیصلہ پر پھولے نہیں سماتے۔

ملا صاحب کی "اسلام دوستی" کا ایک تازہ کارنامہ یہ ہے کہ کئی کروڑ روپے کے سرمایہ سے مسلمانوں کے نام سے ایک کمپنی ملا صاحب کی سرپرستی میں قائم کی جا رہی ہے جو مانچسٹر اور لنکا شائر کی مردہ تجارت کو ہندوستان میں زندہ کرنے کا "نیک کام" اس کساد بازاری کے عالم میں کرے گی۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی مفلس قوم کو آج جتنی کفایت شعاری اور سادہ زندگی کی ضرورت ہے اس کے لئے کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں مگر مسلمانوں کے یہ گمکردہ راہ خود رو رہنما اپنے فرنگی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے بدیسی تجارت کو فروغ دینا بھی ضروریات اسلام میں سے سمجھتے ہیں چاہے مسلمان صنعت پیشہ تباہ ہو جائیں چاہے مسلمانوں کی افلاس زدہ قوم برباد ہو۔ مگر لنکا شائر اور مانچسٹر کا دامن سیم و زر سے بھر جائے کہ شاید اسی ذریعہ سے ملا صاحب کا مقصد بر آنا ممکن ہو جائے۔

جسم قومیت کے بغلی گھونسے

افسوس ہے کہ لیڈران کرام کی آغوش میں پہنچ گئے۔ "احرار" انہیں معلوم اب ان کا نام کیا ہو گا) چلے گئے۔ وہ احرار کانفرنس کے نام سے جب ایک جلسہ زیر صدارت جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کر چکے الا یہ نہ پوچھئے کہ اس جلسہ میں کیا ہوا۔ وہی ہوا جو حکومت کے نمائندے چاہتے تھے اور وہی ہوا جس سے نہ ہندوؤں کو فائدہ پہنچے گا نہ مسلمانوں کو۔ بلکہ صرف برطانوی حکومت کو فائدہ اٹھانے گی۔ وہی ہوا جس کے خلاف ان نام نہاد احرار نے برسوں جہاد کیا اور آہ کہ مسلم قوم کی بدقسمتی سے یہ فریب دہندگان حریت پیلا پھٹی استبداد پسند وں کی آغوش میں چلے گئے

احرار کانفرنس کی تجاویز میں اور پنجاب کے مسلمان ٹوڈیوں کی تجاویز میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ مگر تاہم یہ کانفرنس اگر نہ ہوتی تو اچھا تھا اور اگر پنجاب کی سرزمین میں اس کانفرنس کا ہونا ضروری تھا تو پھر مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور ان کی پارٹی کو احرار کے بجائے کسی نام زنگی کا فور کے نام کو بٹہ نہ لگانا چاہیے تھا۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کانفرنس پنجاب میں ہرگز نہ ہوتی اگر ٹوڈی اور دیگر فرقہ پرست بھائی اور وطن کی ندیں والے "قوم پرست" ماسٹر تارا سنگھ تار بازی اور سنہ ولیوش بازی سے پنجاب کے مسلمانوں کی اکثریت کو تباہ کرنے کی کردہ کوشش نہ کرتے۔

بہر حال قوم پرور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جسم قومیت کے اس بغلی گھونسے سے متفکر نہ ہوں۔ اور جس قدر جلدی ممکن ہو سکے اس زہر کے تریاق کے لئے میدان میں آئیں کہ حقیقتاً ان کی ہی کمزوری سے آج مسلمانوں کی سیاست کی اجارہ داری غلط لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ اس زہر کا تریاق یہ نہیں ہے کہ ان سرفروش مجاہدین وطن کو تحریک آزادی کا مخالف بنایا جائے۔ بلکہ ان گمکردہ راہوں کو دلائل کی روشنی میں اس آزادی کا راستہ دکھایا جائے جس کے لئے انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور کانگریس پر زور دیا جائے کہ وہ ڈاکٹر انصاری کے (ہدایت) فارمولا کو تسلیم کر کے تمام ہندوستانی انگریز پرستوں کو ایک غیر فانی شکست دے۔

شہدائے کشمیر

ہمارا یہ شہدائے کشمیر کے خون ناحق نے مردہ مسلمانوں میں زندگی اور قوت عمل کی ایک نئی لہر پیدا کر دی اور ۱۴ جولائی کو تمام ہندوستان میں قوم نے جس جوش سے مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے زیر صدارت جناب مولانا بشیر احمد صاحب خلیفہ قادیان مرکزی جماعت قائم کی ہے جو مسئلہ کشمیر کے متعلق انتہائی کوشش سے کام کرے گی۔ اور جس نے شہدائے کشمیر کا دن منانے کے لئے ۱۴ اگست سنہ ۱۹۳۱ء کی تاریخ مقرر کی ہے۔ اور تمام جماعت کے لئے ایک ہی تقریر اور نمائندہ مسلمانان کشمیر کی خدمتیں پیش کرنے

وہ پتھر جو پہاڑ بن گیا

(از جناب مولانا عبدالمجید صاحب قریشی مدیر ایمان)

ایک امریکن فلاسفر کہتا ہے کہ اس سطح خاک پر جب کوئی انقلاب کرنیوالا انسان پیدا ہوتا ہے تو تمام کائنات انسانیت میں کہرام مچ جاتا ہے زمین کانپتی ہے پہاڑ لرزتے ہیں چرند اور پرند فریاد کرتے ہیں۔ نجوم و حجر تڑپنے لگتے ہیں اور فرش خاک سے لیکر قصر فلک تک دنیا کے تمام اجزا میں ایک شدید گھبراہٹ اور بے چینی پھیل جاتی ہے اس لئے کہ اس ایک شخص کا ظہور صرف ایک انسان کی پیدائش نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ایک پوری دنیا کی موت اور ایک پوری کائنات کی ولادت وابستہ ہوتی ہے وہ اپنے ساتھ دنیائے قدیم کی موت کا پیغام لاتا ہے اور دنیائے جدید کو نمایاں ہونے کا حکم دیتا ہے۔

حضرت دانیال کی پیش گوئی

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور اسی قسم کے انقلابات حسنہ کا پیش خیمہ تھا۔ انبیائے گذشتہ نہایت شدومد سے آپ کے ظہور کی منادی کر رہے تھے۔ اور انہوں نے آنحضرت کے ظہور سے صدہا سال پہلے آپ کے متعلق بے شمار عبارتیں اپنے صحیفوں میں لکھی تھیں جب حضور پیدا ہوئے تو نادم نے انہیں پڑھ دیا اور انگلی اٹھا کر کہا" یہ وہی ہے"۔

کتاب دانیال کے دوسرے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ بیت المقدس پر چار سلطنتیں یکے بعد دیگرے قابض ہوں گی (۱) بخت نصر کی سلطنت۔ (۲) بخت نصر کے بعد ایرانیوں کی سلطنت (۳) ایرانیوں کے بعد یونانیوں کی سلطنت (۴) یونانیوں کے بعد رومیوں کی سلطنت۔

حضرت دانیال لکھتے ہیں کہ رومیوں کی سلطنت پر ایک قدرتی اور غیر متوقع طور پر پیدا ہو جانے والی سلطنت" حملہ آور ہوگی اور اس کو مغلوب کر سکیگی۔ اس آخری سلطنت کو حضرت دانیال نے پتھر سے تشبیہ دی ہے اور اس عجیب وغریب پتھر کے یہ اوصاف بیان کئے ہیں۔

"یہاں تک کہ ایک پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ اسے کاٹکر نکالے۔ خود بخود نکلا جو اس مورت کے پاؤں پر لگا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اور لوہا مٹی۔ تانبہ۔ چاندی۔ سونا جن سے وہ مورت بنی ہوئی تھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور تابستانی کھلیان کے بھوسے کی مانند ہو گئے اور ہوا انہیں اڑا لے گئی یہاں تک کہ ان کا پتہ نہ ملا۔ اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو مارا۔ ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین کو بھر دیا۔"

حرف بحرف تصدیق

اس پیشین گوئی میں رومیوں پر غالب آنے والی سلطنت کو ایک عجیب الخواص پتھر سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس کے چند اوصاف بیان کئے گئے ہیں:-

(۱) پتھر کسی انسانی ہاتھ کی مدد کے بغیر خود بخود نکلے گا۔

(۲) اس پتھر کی ضرب سے رومی فرمانروائی کا بت پاش پاش ہو جائیگا اور اس کے ذرے ہوا اڑا لے جائے گی۔

(۳) یہ پتھر مورت کو مار کر پہاڑ بنے گا۔ اور تمام زمین کو بھر دے گا۔

یہ تینوں امور نہایت ہی عمدگی اور صفائی سے تحریک اسلام پر چسپاں ہوتے ہیں۔ اسلام کے سوا کسی دوسری تحریک یا مذہب کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ پتھر کسی انسانی ہاتھ کی مدد کے بغیر خود بخود نکلا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا ایک مسلم واقعہ ہے۔ نزول قرآن کے پہلے دن جبکہ فرشتہ الہی نے آپ کو "اقرأ" کا حکم دیا تو آپ نے تین دفعہ ما انا بقاری کے الفاظ سے اپنے" ان پڑھ" ہونے کا عذر فرمایا۔ آپ کے امی ہونے کی تصدیق کتاب یسعیاہ کے اٹھائیسویں باب کی ایک آیت سے ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے۔ "ان پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھ"

اب رہا دوسرا قول کہ "پتھر کی ضرب سے رومی فرمانروائی کا بت پاش پاش ہو گیا۔ اور اسے ہوا اڑا لے گئی"۔ ان الفاظ میں رومی سلطنت کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت یورپ اور ایشیا کے بہت بڑے بڑے قطعات پر رومی سلطنت مسلط تھی اور لطف یہ ہے کہ ظہور اسلام کے ساتھ ہی ہرقل قیصر روم کو از خود یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب اس کی سلطنت برباد ہونے والی ہے۔ رومی بادشاہ کو خود پہلے سے اپنی حکومت کی تباہی کا علم تھا۔ چنانچہ سنہ ہجری کا ذکر ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو قبول اسلام کی دعوت ارسال فرمائی تو زوال حکومت کا نقشہ قیصر کی آنکھوں کے سامنے کھنچ گیا اس نے قریش کے ایک بڑے قافلے کو دربار میں بلا کر آنحضرت صلعم کے حالات کی تحقیق و تصدیق کی۔ اور آخر میں ابوسفیان سے کہا۔

" نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتلائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ ابوسفیان! اگر تم نے اس نبی کے سچ سچ حالات بیان کئے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ پر جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں ضرور

...غرق ہو جائے گا"

لیکن قیصر روم کے ان الفاظ کی تکمیل ۱۵ ہجری کی قسمت میں رقم تھی جب رومی فوجیں یرموک کے میدان میں اپنے ۰ ہزار لاشے چھوڑ کر بھاگ نکلیں اور قیصر کو جب اس شکست کی اطلاع پہنچی تو اس نے اسی وقت قسطنطنیہ کی تیاری شروع کر دی۔ اور جب وہ بیت المقدس سے نکلا تو شام کی طرف رخ کر کے کہنے لگا "الوداع اے شام"۔ لیکن رومی سلطنت کی آخری جائے پناہ یعنی (قسطنطنیہ) بھی چند روزہ مہمان ثابت ہوئی اور آخر وہ دن بھی آ گیا۔ جبکہ رومی سلطنت "پرزے پرزے ہو کر اڑ گئی" کے الفاظ صادق آئے۔ آج صدیوں سے کرۂ ارض پر رومی سلطنت کا کوئی اثر و نشان موجود نہیں ہے۔

حضرت دانیال کی پیشین گوئی کا تیسرا حصہ "پتھر مورت کو مار کر پہاڑ ہو گیا اور تمام زمین کو بھر دیا" پہلے دو حصوں سے بھی زیادہ واضح ہے۔ رومیوں کی شکست کے بعد اسلامی سلطنت پر نصرت و فیروز مندی کی جو جو کیفیتیں گذریں انہوں نے اس پتھر کو پہاڑ نہیں بلکہ آسمان بنا دیا اور اس وسیع دنیا کا ایک ایک گوشہ توحید و رسالت کی اقبال مندیوں سے معمور ہو گیا۔

حجر اسود کا واقعہ

حضرت دانیال نے ظہور اسلام کو ایک خود بخود نکلنے والے پتھر سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ اس پیشین گوئی کا حجر اسود کے واقعہ سے مقابلہ کریں تو معلوم ہو گا کہ یہ پتھر والی تشبیہ کس قدر حقیقی ہے؟

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال کی تھی کہ قریش نے خانہ کعبہ کی مرمت اور تعمیر شروع کی جب حجر اسود کے قائم کرنے کا موقع آیا تو اس میں سخت اختلاف ہو گیا کیونکہ ہر ایک شخص اس پتھر کو اپنے ہاتھ سے رکھنا چاہتا تھا چار دن کے جھگڑے کے بعد یہ طے پایا کہ کل جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے گا۔ سب اس کے فیصلے پر عمل کریں دوسرے دن سب لوگ منتظر تھے کہ اتفاقاً آنحضرتؐ تشریف لے آئے حضرتؐ کو دیکھنا تھا کہ "ھذا الامین رضیناہ" کے نعرے لگ گئے امین آ گیا ہم اس کے فیصلہ پر بسر و چشم رضامند ہیں۔

آنحضرتؐ نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے آنحضرتؐ نے ایک چادر بچھائی اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا ہر ایک قبیلے کے سردار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے جہاں قائم کرنا تھا۔ آنحضرتؐ نے پھر اسے اٹھا کر راہ طواف کے سرے پر لگا دیا۔

غور کرو کہ قدرت نے حضرت دانیال کے موعودہ پتھر کو کس طرح خود بخود آنحضرتؐ کے ہاتھوں سے حرم کی عمارت میں نصب کرایا؟ اور لطف یہ ہے کہ یہ واقعہ آپ کے منصب نبوت پر فائز ہونے سے ۵ سال پیشتر کا ہے۔

عاتکہ کا عجیب و غریب خواب

اس عجیب و غریب پتھر کے متعلق ابھی ایک اور نہایت ہی زبردست شہادت کا ذکر کرنا باقی ہے۔

عین اس رات جس کی صبح کو ابوجہل کی فوجیں میدان بدر کی طرف روانہ ہو رہی تھیں عبدالمطلب کی بیٹی نے حسب ذیل خواب دیکھا۔

"ایک شتر سوار مکہ میں سوار ہوا اور با آواز بلند تین دفعہ پکارا "اے کفار قریش جلد قتل ہونے کے لئے آؤ" اس کے بعد وہ مسجد الحرام کی طرف آیا۔ اور خانہ کعبہ پر چڑھ کر انہی الفاظ کو دہرانے لگا۔ پھر کوہ ابو قبیس پر چڑھا اور وہی اعلان کیا اس کے بعد اس نے ایک پتھر اٹھایا اور ابو قبیس کی چوٹی سے زمین کی طرف پھینکا۔ عاتکہ بیان کرتی ہے میں نے دیکھا کہ وہ پتھر زمین پر پہنچنے سے پہلے تمام مکہ کی سرزمین پر پھیل گیا ہے"

ابوجہل میدان بدر کی طرف روانہ ہو رہا تھا کہ اسے عاتکہ کے خواب کی اطلاع ملی جب بہت سے لوگ اس خواب سے متاثر ہو گئے تو وہ کہنے لگا "تعجب ہے اولاد عبدالمطلب پر کہ یہ لوگ اپنے مردوں کی نبوت پر تو رضامند نہیں ہوتے۔ مگر عورتوں کی نبوت پر رضامند ہو جاتے ہیں" اس کے بعد میدان بدر میں قریش کے ساتھ جو کچھ گذری اور "عاتکہ کے پتھر" نے حجرۂ خواب سے نکل کر میدان جنگ میں سرداران مکہ کے سر و سینہ کو جس طرح توڑا اس کی پوری کیفیت ناظرین کرام کو معلوم ہے۔

جناب مسیحؑ کی بشارت

یہ تاریخی پتھر صرف حضرت دانیال کی پیشین گوئی تک ہی محدود نہیں ذرا چند قدم اور آگے بڑھیے حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کی شقاوت اور سرکشی پر وعظ فرما رہے تھے کہ خداوند پاک بنی اسرائیل سے نبوت و امامت کی خلعت چھین کر دوسروں کو پہنائے گا۔ اسی دوران میں آپ فرماتے ہیں:-

"اب باغ کا مالک باغبانوں کو ہلاک کر دے گا۔ اور باغ دوسروں کو دے دے گا۔ انہوں نے یہ سن کر کہا۔ خدا ایسا نہ کرے۔ اس نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ پھر یہ کیا لکھا ہے "جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ جو کوئی اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا"

یہ آخری چیز جو جناب مسیح علیہ السلام نے فرمائی ایک مسلمان کے لئے آج بھی زندگی کا فرض ہے۔ بے شک اس گئے گزرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کی کیفیت ایک ایسے ہی پتھر سے مشابہ ہے کہ جو ان پر گرتا ہے۔ چور چور ہو جاتا ہے۔ اور جس پر وہ ضرب لگاتے ہیں چور چور کر دیتے ہیں۔ اور وہ زمانہ دور نہیں جبکہ مسیحی حکومتوں پر جناب مسیح علیہ السلام کے اپنے ہی الفاظ صادق آئیں گے اور وہ اسلام کی اسی چٹان سے ٹکرا کر چور چور ہو جائیں گی جس کی ضرب نے آج سے تیرہ سو برس پیشتر رومی اور ایرانی حکومتوں کو چشم زدن میں برباد کر دیا تھا۔ ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

رسول اعظم (صلعم) سے محبت

(از جناب ملا رموزی صاحب بھوپالی)

محبت ایک ایسا مستقل اور بے خود جذبہ ہے جس کے لئے حدود و اصول کا طے کیا جانا محال سی بات ہے محبت کی بے شمار اقسام میں سے صرف سرکار عرب و عجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرامی مراتب ذات کے ساتھ جو محبت ہو اس کی عظمت و برگزیدگی اس کی توقیر و سربلندی کائنات عالم کی ہر چیز سے زیادہ، جواب و بے مثال ہونی چاہیئے اور اسی لئے خدائے عرش و فرش نے بھی ایسی محبت کرنے والے کے مراتب و درجات کو دوسرے تمام مدارج سے بلند و برتر فرمایا ہے پھر یہ بھی ثابت ہے کہ کسی سے محبت کی جاتی ہے ضروری نہیں ہے کہ اس کی کسی خاص چیز یا کسی مخصوص حرکت تک ہی محبت محدود رہے اور اگر ایسا ہو بھی تب بھی محبت کے لئے محبوب کے جزو و کل سے محبت کا ہو جانا ایک مسلم حقیقت ہے اس لئے ہونا چاہئے کہ رسول گرامی جاہ علیہ السلام کی ہر چیز سے محبت ہو۔

مگر بدقسمتی سے ہندوستان کے مسلمانوں میں جب سے مثل یا نہ کرنے والی تعلیم آئی اس وقت سے خصوصیت کے ساتھ نپولین، واشنگٹن، ملٹن اور شیکسپیر وغیرہ کو کامل طور پر پہچان لینے کا ذوق تو قابل فخر کام قرار پایا اور دین و دنیا کی اس سب سے بلند پایہ و بلند منزلت ہستی کو پہچان لینے کے لئے "دینیات" کے نام سے صرف ایک گھنٹہ ایسا مقرر کر دیا گیا کہ اس میں نماز کے لئے قل ہو اللہ شریف بھی حفظ یاد کر لو اور اسی میں اس عظیم القدر ہستی کی سیرۃ بھی پہچان لو۔ پھر اسکولوں میں اس جلیل القدر ذات کو سمجھانے والے شخص کو اگرچہ "ہیڈ مولوی" کا مخلص دے دیا گیا مگر ان ہیڈ مولویوں کو اگر ذہنی پست اور فکری بلندی کے لحاظ سے جانچا جائے تو کہنا پڑے گا کہ ؂

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

یعنی یہ اسکولوں اور کالجوں کے "ہیڈ مولوی" چونکہ خود اسکولوں اور کالجوں ہی کی عربی فارسی سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے ان کے ذوق اور علم کا معاملہ ان کے اخلاف پر اتنا ہی اثر ڈالتا ہے کہ خود بھی عربی ملازمت کے لئے پڑھی ہے اس لئے طلبہ کو بھی جو کچھ پڑھاؤ اسی انداز سے پڑھاؤ کہ وہ پاس ہو جائیں" پھر سمجھ لیجئے کہ ایسے مراد آبادی لوگوں کی تعلیم و تربیت سے "حب رسول" کا مقصد کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد مرتبہ ہے اساتذۂ قدیم یعنی "بڑے مولوی صاحب" کی قسم کے لوگوں کا، سو یہ طبقہ بھی اس مقصد یعنی تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اس درجہ بے کار لغو اور مہمل ثابت ہو رہے کہ جواب نہیں۔ دور کیوں جائیے ہی دیکھ لیجئے کہ انہوں نے "حب رسول" کا جو مطلب سمجھایا ہے وہی تو آج کل "محفل میلاد" ثبت ہوا ہے یعنی آج کل کی بکیر ہے کار جو اقل میلاد گویا حب رسول کی تازی نشانی ہیں حالانکہ ان محافل میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا اکثر حصہ اس قابل ہے کہ اسے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایسی با وقار اور بلند تر ہستی سے نسبت دینا بھی گناہ ہے مگر یہ "بیمار" خود طبقہ "میلاد خواں" خوش رہتا ہے کہ محفل میلاد تو منعقد کرا دی اور عقیدت کیشان رسول بھی مطمئن ہو جاتے ہیں کہ میلاد شریف کی محفل تو منعقد کر دی" اور ان شیرینی بھی تو تقسیم کی تھی۔

پھر ایک وہ طبقہ عاشقان رسول کا جو حضور کے اعمال و خواص و طبلے اور سارنگی کی تھاپ کے ذریعہ سنکر ہی حب رسولؐ کی سعادت کرتا ہے وہ اس کے اندر حب رسول کی یاد تازہ ہی نہیں ہوتی۔

ایک وہ گروہ ہے جو ایک خاص الخاص وضع کی عبا قبا اور دستار و عمامے کی مخصوص بندش ہی کو حب رسول اور پیروی رسول سمجھے بیٹھا ہے اس کے اعلیٰ تجربات کی رو سے یہ ہے کہ نماز تک غسل، حجامت، مسواک، عطر، تسبیح، اور انگوٹھا ساعین قاف حلق سے ادا کرنا ہی حب رسول اور سنت رسول قرار پا گئے ہیں۔

ایک گروہ وہ ہے جو رسول گرامی علیہ الصلوٰۃ کی ذات گرامی جناب کو چھوڑ کر صرف محرم میں "اہل بیت کے غم" میں عورتوں کی طرح رو دینے ہی کو حب رسول قرار دے چکا ہے میرے خیال میں یہ رسول گرامی مرتبت علیہ افضل الصلوٰۃ کی محبت کے مظاہر اور طریقوں میں بس ۔ اتنے ہی طریقے ہیں جو ہندوستانی مسلمانوں میں موجود رہتے ہیں

اب اس میں تو شک نہیں کہ حضور رسول اعظم علیہ السلام کی محبت کی نسبت سے جو کام بھی کیا جائے وہ ہزاران ہزار عزتوں کا مستحق ہے لیکن سوال صرف یہ ہے کہ ایک ایسے نبی کے ساتھ کسی چیز کا منسوب کیا جانا جس کے وقار و مرتبے کو دنیا کی ایک بزرگی اور بلندی بھی نہ پا سکتی ہو اظہار محبت میں کس اہتمام کی ضرورت ہے! پس اگر اس سوال کی اہمیت کو ملحوظ رکھا جائے تو قدرتاً مذکورہ بالا طریقوں میں بعض طریقے یقیناً قابل اصلاح نظر آئیں گے از آں جملہ ہر قسم کے اظہار محبت میں نبی عالی جاہ علیہ السلام کے رتبۂ رفیع کا لحاظ از بس کہ جزو لازم ہے طریق محبت کا، چنانچہ اگر خدا ذوق دے تو اس مرتبہ کو پہچانا جا سکتا ہے اور پھر ویسا ہی اہتمام بھی کیا جا سکتا ہے مثلاً ایک اخبار میں

سرکار عالی مقام صلی اللہ علیہ وسلم کے گرامی منزلت اقوال نقل کئے جاتے ہیں اور اس کا عنوان مستقل ہے "ہمارے نبی کی باتیں" کیا شک ہے کہ عنوان وضع کرنے والے نے اس عنوان میں رسول اعظم علیہ السلام سے اپنی حد سے گزری ہوئی شیفتگی اور ارادت کا ثبوت دیا ہے مگر میرے ذوق پر یہ عنوان اس لئے گراں ہے کہ اردو میں ہمارے اور پیارے کے الفاظ بالخصوص بچوں کے لئے صرف کئے جاتے ہیں اور ایک سمانوں سے اونچی منزلت والے اور باوقار رسول کے ساتھ ایسے الفاظ بھی امناسب نہیں تو موزوں بھی نہیں پھر جس بزرگ ترہستی کی عظمت اس اہتمام کو چاہتی ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ اظہار محبت کے لئے بہت سوچ کر چلنا پڑے گا۔

دوسرا سوال اظہار محبت میں اصلیت اور عمل کا ہے یعنی جن حضرات نے یہ سمجھ لیا ہے اور جن کی تعداد سب سے زیادہ ہے کہ سال میں چند مخصوص مواقع پر حضور گرامی مرتبت علیہ السلام کے ساتھ اظہار محبت کرکے ایک محبوب و محسن فرض سے سبکدوش ہو جائے میرے خیال میں ایسے تمام حضرات پر رسم کا اثر غالب ہے اور وہ صحیح معنی کی محبت کا ثواب حاصل کرنے میں گو کامیاب ضرور رہیں گے مگر اس حیثیت سے کبھی نہیں جو تعلیمات اسلامی نے پیش کی ہے مثلاً یوم ولادت باسعادت پر چند مراسم کا ادا کرنا اور پھر سال بھر حضور گرامی علیہ السلام کی مبارک و مسعود زندگی کی پیروی اور احکام سے دور اور غافل رہنا یقیناً ایک بے معنی سی بات ہے گو اجر سے خالی نہیں۔

کس درجہ بے عقلی بے وقوفی حماقت اور جہالت ہے کہ جن باتوں کو رسول گرامی جاہ پسند فرمائیں جن پر عامل ہوں اور جن کے لئے حکم صادر فرمائیں انہیں تو بکلفت ترک کر دیا جائے اور جن کے لئے حضورؐ نے کوئی تاکید نہ فرمائی ہو اس پر اس شدت سے عمل ہو گویا لازمۂ محبت ہے تو یہ اور خلاصۂ حب رسول ہے تو یہ مثلاً آج جو یہ ۹۹ فی صدی اسکول زادے اور کالج خوردے "رسول اکرم علیہ السلام کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور حضورؐ سے نسبت والی رسوم اور محافل میں خود کو سب سے پیش پیش ظاہر کرتے ہیں ذرا ان سے دریافت کیجئے کہ رسول اکرم علیہ السلام کا سب سے محبوب تر فعل نماز آپ کے نزدیک کیا ہے اور کیوں ہے جواب صاف مل جائے گا کہ یا اسکول میں "غیر حاضری" اور سیدھا مولوی صاحب کی سرکار ڈانٹ سے "کبھی کبھی پڑھتے ہیں یا "دینیات" کے پرچہ میں نمبر حاصل کرنے کے لئے بالخصوص مالدار۔ ذی اثر اور ہوش مند طبقہ تو اس اہم فرض سے یوں غافل ہے گویا نعوذ باللہ نہ اس کے متعلق ان سے عاقبت میں مواخذہ ہوگا نہ رسول گرامی علیہ السلام ترک صلوٰۃ سے ناراض ہوں گے ترک صلوٰۃ میں جب مردوں کا یہ حال ہے تو ان کی عورتوں کو ان سے اصولاً شہر بمبئی تک آگے بڑھنا چاہیئے تھا چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے مگر پر لطف بات یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی ۹۹ فی صدی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی رسوم و تقریبات میں بڑی مستعد اور سرگرم نظر آتی ہیں وہ اہل بیت و ازواج مطہرات سے بھی محبت کرنے میں سب سے آگے رہتی ہیں مگر نہ انہیں خبر نہ ان کے مثل پاس شوہروں کو خبر کہ جب تک کہ وہ نماز کو پانچ وقت پوری پابندی سے نہ پڑھیں گی ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی محبت قبول نہ ہوگی اس بدنصیبی اور بدبختی کی جگہ تو ملاحظہ ہو کہ قرآن محترم تو یعنی خدا تو حکم دیتا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کام کی نقل کرو اور آپ کی زندگی کی پیروی کرو اور رسول محترم علیہ السلام سے محبت کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ ان کا ہر کام رسول گرامی علیہ السلام کے کام سے مخالف ہے مگر یہ انگریزی کانونی کے بنے ہوئے مسلمان پھر بھی سمجھتے ہیں کہ ہم رسول پاکؐ کی کسی ایک چیز سے بھی رسمی محبت کرکے کامیاب ہو سکتے ہیں اور یہ خیال محض اس لئے ہے کہ اول تو وہ خود علوم اسلام سے بے خبر ہیں ادھر ملا کے خود ملاؤں نے بعض ایسے مسائل گھڑ لئے ہیں کہ توبہ بہتر۔

مثلاً یہ کہنا کہ سال میں ایک مرتبہ حضور گرامیؐ کے نام پر محفل میلاد منعقد کرنا بغیر نماز و احکام اسلام کی تعمیل کے نجات و بخشش کے لئے کافی ہے کس درجہ نیلام شدہ عقل والوں کا کام ہے!

یہی حال دوسرے معاملات میں ہے رشتہ داری اور محلہ والوں کے حقوق کا فقدان اسکینوں کا مسلمانوں کے ساتھ عدم اتفاق سود خواری شراب خواری عیاشی قماربازی دغابازی منافقت وغیرہ غرض جملہ مکروہات و ممنوعات شرعی کے اختیار کر لینے پر بھی یہ خیال حد سے سوا غلط اور لغو ہے کہ بس محض رسمی محبت سے ہم رسول اقدس علیہ السلام کو خوش کر سکتے ہیں۔

خدا مسلمانوں کو علوم اسلام کے سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق دے کہ یہی ہے ایک طریقہ رسول اعظم علیہ السلام سے محبت کا اللہ بس باقی ہوس

اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

(نوشتہ جناب قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری مصنف رحمۃ للعالمین)

ہمارے سید و آقا خواجہ ہر دو سرا کا مقدس نام "محمد" ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ نام قدرت الٰہیہ کی طرف سے خود آیت عظیم ہے کہ اس اسم کا مسمی بالضرور امام الانبیاء اور سرتاج کائنات و ما فیہا ہے۔

جملہ انبیاء اللہ پر ہمارا ایمان ہے اور جن انبیاء عظام کے اسماء گرامی بالخصوص بصراحت معلوم ہو چکے ہیں ان سب کے لئے ہمارے دلیں ادب تام و احترام موجود ہے۔

مگر یہاں مناسبت مقام سے غور طلب امر یہ ہے کہ کیا کسی دوسرے نبی اللہ کا نام بھی صرف نام ہونے کی شان میں اپنے مسمی کی عظمت اسی جلال سے بیان کرتا ہے یا نہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام وہ نبی ہیں کہ ان جیسا کوئی نبی، بنی اسرائیل میں پیدا نہیں ہوا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وہ رسول ہیں جن کے بعد نبوت کا دروازہ آل یعقوب پر بند کیا گیا۔ باایں ہمہ ہر دو اسماء کے معانی پر غور کرو۔

اسم موسیٰ کے معنی ہیں "پانی سے نکالا ہوا" حضور کا یہ نام آل فرعون نے اس مناسبت سے رکھا تھا کہ حضور کا صندوق دریائے نیل میں سے بہتا ہوا نکالا گیا تھا۔

اسم عیسیٰ کے معنی ہیں "سرخ رنگ" حضور کا یہ نام والدہ مکرمہ نے اس لئے رکھا کہ پیدائش کے وقت حضور کا جسمانی رنگ سرخ تھا۔ پس ظاہر ہے کہ ایک نام تاریخی واقعہ کو اور دوسرا نام نوزائیدہ کی رنگت کو نمایاں کرتا ہے۔ مگر ان ناموں سے یہ توقع کرنا کہ کسی فضیلت روحانی کا اظہار بھی ان سے ہوتا ہے غلط ہے۔

سرورِ کائنات کے مقدس اسم کے معنی کا ذکر کرنے سے پیشتر چند دیگر بزرگواروں کے اسماء پر توجہ دلانا ضروری ہے۔ ان اسماء کو "ارہاص نبوت" قرار دینا صحیح ہوگا۔ حضور کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ ہے۔ والدہ مکرمہ کا نام آمنہ ہے۔ حضور کی دایہ (انا) کا نام حلیمہ ہے۔

یعنی حضور ہی ایسے مقدس ہیں جن کا پیکر اطہر عبدیت کے خون سے بنا۔ جنہوں نے امن کے بطن میں مراتب وجود کو مکمل فرمایا۔ جن کی حلم و بردباری کے شیر سے تربیت ہوئی۔

کیا ایسے اسماء کا اجتماع محض اتفاقی ہے؟ نہیں بلکہ قدرت اس مولود مسعود کی شانِ رفیع کی آئینہ داری فرما رہی ہے اور بتلا رہی ہے کہ جس بچے کے چند عنصری میں ایسے فضائل کی جامعیت نمودار ہو، ضرور ہے کہ وہ بچہ بحقیقت محمد ہو۔ اسم محمد کی ترکیب لفظی و معنوی پر غور کرو۔ یہ "حمد"، "تحمید" سے بنایا گیا ہے۔ ترکیب صرفی بتلا رہی ہے کہ یہ وزن تعظیم کے لئے ہے اور اس وزن کا صیغہ اپنی معانی پر اضعاف کثیرہ حاوی ہوتا ہے۔ اب اصل مادہ حمد (ح - م - د) پر غور کرو، عربی زبان میں محاسن و صفات کی دو اقسام ہیں۔ جلالی و جمالی۔ اور جب ان ہر دو صفات کی جامعیت مطلوب ہو تب اس کے لئے صیغہ واحد "حمد" ہے۔ فقرہ "الحمد للہ" اسی لئے اللہ تعالیٰ کی بہترین ثنا کے لئے خاص ہو گیا ہے کہ حمد میں صفات جمالی و جلالی کا مجموعہ حاصل ہو جاتا ہے اور اس مجموعہ کا بلک ایسی ہونا ہمارے مالک رفیع الدرجات کی شان خدایانہ کا مظہر ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اسم "محمد" حمد سے بنا ہے۔ اور اس کے لغوی معنی ہیں، وہ شخص جس کی حمد نہایت کثرت و تضاعف کے ساتھ کی گئی ہو۔ اب غور کرو کہ لغوی معنی کی تحت میں ایک پیشگوئی بھی شامل ہے اور عالم الغیب والشہادۃ کی جانب سے جملہ عالم و اہل عالم پر یہ آشکار کیا گیا ہے کہ اس اسم کے مسمی کی مدح و ثنا دنیا میں سب سے بڑھ کر سب سے زیادہ توالی و تواتر کے ساتھ کی جائے گی۔

وہ کون ہے جس کا مقدس نام آج کروڑوں اشخاص کی زبانوں پر جاری اور قلوب میں ساری ہے۔ وہ کون ہے جس کے مقدس نام کی نوبت شام از مساجد کے بلند ترین میناروں سے سامعہ نواز ہے۔

وہ کون ہے، جس کی سیرت اک انسانی زندگی کے ہر لمحہ و ہر ساعت میں اور ہر درجہ اور ہر مقام پر رہنما ہے۔

وہ کون ہے جو اپنے افعال پر محمود ہے، اور اپنی تعلیم سے محمود ہے۔

وہ کون ہے، جس کی رفعت فرش سے عرش تک پھیلی ہوئی ہے۔
وہ کون ہے، جس کی تعلیم کی وسعت بر و بحر پر چھائی ہوئی ہے۔
(۱) بیشک وہ "محمد" ہے اسم بھی محمد ہے اور مسمی بھی محمد ہے۔
حمد کو اس کی ذات ہمایونی سے نسبت خاص ہے۔

اسی کی مقام شفاعت کا نام "مقام محمود" ہے۔ اور اسی کی امت "حَمّادُون" کے لقب سے روشناس ہے۔ اسی کی لائی ہوئی کتاب کا الحمد للہ رب العٰلمین سے افتتاح ہوتا ہے۔

ہاں اسی کا نام " احمد " ہے ۔ یہ بھی اسی سرچشمہ " حمد " سے نکلا ہے دونوں نام اپنے منبع و ماخذ کے اعتبار سے اتحاد تام رکھتے ہیں با ایں ہمہ ہر ایک کے ساتھ ساتھ لوازم و برکات خاص سے مختص بھی ہیں ۔

وہ " محمد " ہے اور اسی لیے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا ثنا گستر و مدح خواں ہے

(۲) وہ احمد ہے ، اور اسی لیے اس نے بارش کے قطرات سے اور ریگ کے ذرات سے بڑھ کر اپنے مالک ، اپنے خالق ، اپنے رزاق ، اپنے ہادی ، اپنے متعلی کی حمد و ثنا پھیلائی ہے ۔

ہاں وہ محمد ہے ، اور کل دنیا اس کی مدّاح ہے ۔

وہ احمد ہے ، اور وہ کل دنیا سے بڑھ کر اپنے رب کا حامد ہے ۔

ترا محمود حمد زمیں خواند و زمان	احمد بشد محمود ذات ربانی
فزوں تراز تو کسے را نہ مدح گفتہ بلا	برتر از تو کسے گفت حمد سبحانی

محمد احمد

حسّان بن ثابت المؤید بروح القدس رضی اللہ عنہ کس خوبی سے فرماتے ہیں ۔

وشق لہ من اسمہ لیجلہ ؛ فذو العرش محمود وھذا محمد

ہاں وہ پیارا ہے ۔ اسی نے دشمن و دوست سب سے پیار کیا ہے

وہ حبیب ہے ۔ اور اسی نے محبت کو تاج اکمال سے مزین فرمایا ہے ۔

وہ محبوب ہے ۔ مگر محبین سے بے نیاز ہے ۔

وہ مطلوب ہے ۔ مگر طالبین سے کوئی احتیاج نہیں رکھتا ۔

وہ متبوع ہے ۔ اور اس کی تبعیت دوسرے کو مطاع بنا دیتی ہے ۔

وہ مطاع ہے ۔ اور اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت کہلاتی ہے

وہ نبی ہے ۔ اور اس کی قیادت نے ہزاراں ہزار عجب کو چشم بصیرت سے جگا دیا ہے ۔

(۳) وہ رسول ہے ۔ اور اسی کی رسالت نے نوعِ بشر کو اتمام نعمت اور اکمال دین اور رضوان رحمٰن کے انعامات سے ممتاز فرما دیا ہے ۔

(۴) وہ عبد ہے ۔ اور اسی کی عبودیت نے عبودیت کو اورنگ خلافت پر متمکن کر دیا ہے ۔

(۵) وہ معلم ہے اور اسی کی تعلیم نے مسیح علیہ السلام کی نا تمام صداقت اور ظاہر نا کردہ راستبازی کو شائع کرا دیا ہے ۔

اس نے اپنی درس گاہِ قدس کے دروازے کھول رکھے ہیں ۔ اس نے اپنی تعلیم پر کوئی فیس نہیں مقرر کی ہے ۔ وہ رموزات و تمثیلات میں تعلیم نہیں دیتا ہے ۔ اس نے اپنے اور ارشد تلامذہ کے درمیان اشارات خاص نہیں تجویز کیے ہیں ۔ اس کے اولستان پر یعلمکم مالم تکونوا تعلمون کا کتبہ لگا ہوا ہے ۔ اس کے پاک دروس کا آغاز ان کے جاننے پہچاننے علوم اور معارف کے انجام سے ہوتا ہے ۔

(۶) وہ امین ہے ۔ اس کا یہی نام یو حا رسول کے مکاشفات میں بتایا گیا اور اس کا یہی نام قریش کی زبان پر جاری ہوا ۔ اسی نام سے جبریل کا اختصاص و وقار نمایاں ہے ۔ اور اسی نام سے حضور کا وحی آسمانی کا امانت ہونا ظاہر ہے ۔ اسی معنی کی طرف حدیث مسلم عن ابی سعید میں موجب کیا گئی ہے کعب بن اشرف کا شعر ہے ؎

امین محبت للعباد مسوّم ؛ بخاتم رب قاھر للخواتم

(۷) وہ اُمّی ہے اور ام القریٰ کی عزت و وقعت اسی نسبت قدسیہ سے ہے

وہ امی ہے ۔ اور ولید سعید کی طرح جملہ افعال و اقوال میں معصوم ہے

وہ امی ہے اور اس کی تعلیم حروف تہجی یا نقوش مرئیہ کی محتاج مند نہیں ۔

(۸) وہ برہان ہے قرآن مجید میں قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فرمایا گیا ہے اور امام سفیان بن عیینہ نے اس کی تفسیر میں برہان آنحضور ہی کو فرمایا ہے ۔

ہاں وہ برہان ہے اور حضور کا وجود گرامی حجت اللہ ہے ۔

وہ برہان ہے ، اور حضور کی ذاتِ ہمایوں دلیل نیر و واضح ہے

(۹) وہ بشر ہے اور اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ کے تاج سے متوج ہے آدم علیہ السلام کے لیے ابو البشر ہونا اسی لیے صد گونہ افتخار کا موجب ہے کہ حضور بشر ہیں ۔

ہاں وہ بشر ہے اور حضور کا حسن ظاہر و جمال اطہر اہل لغت کو اس معنی لغوی کی تفہیم دیتا ہے ۔

(۱۰) وہ بشیر ہے ۔ اور اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا کے خطاب سے مخاطب ہے ۔

وہ مبشر بھی ہے ۔ اور مسیح علیہ السلام کی نبوت کا مقصد حضور ہی کی بشارت کا پہنچا دینا ہے ۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۔ وہ بشارت رساں بھی ہے اور اہل ایمان و ایقان کے لیے ہزار در ہزار بشارت کا اعلام فرمانے والا ہے ۔

(۱۱) وہ بینہ ہے ۔ وہ خود آیاتِ باہرہ اور علامات واضحہ ۔ اور دلائل حقہ کا مجموعہ ہے ۔ اس کا وجود سراپا صداقت ہے اور اس کا پیکر سراپا حقانیت ہے ۔ یہی بینہ اہل کتاب اور مشرکین کی ظلمات کو دور کر دینے والا تاریکیوں کو اٹھا دینے والا ، عالم تیرہ و تار میں اجالا پھیلا دینے والا ہے " آفتاب آمد دلیل آفتاب " کی مثال حضور ہی پر صادق آتی ہے ۔

(۱۲) وہ حبیب اللہ ہے اور اس تقرب کا مالک ہے جس کا ذکر حدیث صحیح میں بندہ عابد و ساجد کے لیے ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے

فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به ولسانه الذی ینطق به (الحدیث)

(۱۳) وہ حلیم ہے۔ حلیم، حلم بالضم سے بنا ہے اور یہ لفظ وفور دانش اور کمال عقل پر دال ہے۔ حلیم، حلم بالکسر سے بھی ہے۔ وہ صاحب تحمل برداشت کرنے والا۔ پتھر کھانے والا اور دعا برسانے والا۔ گالیاں سننے والا اور دعائیں کرنے والا۔ حضورؐ کا یہ اسم گرامی بھی قبل از نبوت مشہور عام تھا، سیدنا ابوطالب فرماتے ہیں ؎

حلیم رشید، عادل، غیر طائش
یوالی الٰهاً لیس عنه بغافل

(۱۴) وہ خازن ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے انا الخازن اضع حیث امرت۔ ہاں وہ خزینہ دار الٰہی ہے گنجور رحمانی ہے، عطایائے سبحانی کی تقسیم اسی کے دست سے ہوتی ہے۔ مہر اسی ید مبارک کا خاصہ ہے۔

(۱۵) وہ خلیل الرحمٰن ہے۔ اہل عرب کے نزدیک محبت کے دس مراتب ہیں۔ (۱) علاقہ۔ دل کا ذرا سا لگاؤ (۲) ارادہ۔ وہ میلان جو علاقہ کے بعد ممدود رہو (۳) صبابہ۔ لغت میں صبا، بہنا، پانی کا نشیبی زمین پر بہ نکلنا ہے اور اس جگہ بے اختیاری شوق کا نام ہے (۴) غرام۔ غرم قرض یا تاوان کو کہتے ہیں اور یہاں اس محبت کا نام ہے جو قرض ہو کر چمٹ جاتی اور کسی وقت علیحدہ ہی نہیں ہوتی (۵) وداد خلوص محبت اور مغز محبت کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام بھی ودود بتلایا ہے (۶) شغف۔ شغاف پردۂ دل۔ اور شغف وہ محبت جو تہ دل تک جا پہنچے (۷) عشق۔ یہ عشقہ سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک بیل ہوتی ہے زرد رنگ کی جس درخت سے لپٹ جاتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے اور عشق کی تاثیر بھی عاشق کے حق میں یہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس حالت سے استعاذہ فرمایا کرتے (۸) التتیم۔ انکسار اور عجز تام کو کہتے ہیں۔ یتیم کا نام یتیم بھی اسی لئے ہوا کہ وہ انکسار اور عجز تام کا مورد ہوتا ہے (۹) التعبد۔ جب کہ محب جملہ دعاوی تمکین ... و عزت سے دست بردار ہو کر سارے دل و جان سے دوسرے کا غلام بن جائے (۱۰) خلت جبکہ دل وسوسۂ غیر سے اور عقل تعقل غیر سے اور نیت و عزم تعمد و تشوق غیر سے کلیتہً خالی ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ کی تکمیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمائی ہے۔

مشہور عوام یہ ہے کہ درجہ خلت حضرت ابراہیمؑ کے لئے ہے اور وہ خلیل الرحمٰن ہیں اور درجہ محبت سیدنا محمد رسول اللہ کے لئے ہے۔ اور وہ حبیب اللہ ہیں۔ لیکن یہ قول مشہور غلط ہے۔ کیونکہ دو احادیث صحیحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیل الرحمٰن ہونا بھی ظاہر فرمایا گیا ہے۔

(۱) اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا

(۲) لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اَھْلِ الْاَرْضِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ صَاحِبُکُمْ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ۔

(۱۶) وہ خطیب الانبیاء ہے۔ حدیث الشفاعۃ میں ہے کنت امام النبیین وخطیبھم (الف) خطیب خطب سے ہے۔ خطب کے معنی فصاحت زبان ہیں اور خطیب وہ ہے جو صاحب فصاحت و بلاغت ہو۔ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی صفت فصاحت کا ذکر فرمایا ہے۔ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ۔ اور حدیث بالا میں ہے کہ جملہ انبیاء کے مقدس ترین گروہ میں یہ شرف حضور ہی کے لئے خاص ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ سادہ، صاف الفاظ، شستہ ترکیب، مختصر عبارات میں ایسے معانی عالیہ کو بھر دینا جو عمیق بھی ہوں اور دقیق بھی داخل کمال فصاحت ہے۔ اور حضورؐ کا خطیب الانبیاء ہونا اسی اعتبار سے ہے۔

(ب) خطیب، خطابت سے ہے اور اس سے مراد امر و نواہی اور مواعظ و امثال کا بیان کرنے والا ہے۔

(ج) خطب کے معنی وہ شے بھی ہیں جس میں الوان و الوان شامل ہوں اور خطیب وہ ہے جو جملہ انواع کلام اور اسالیب خطاب کا ماہر ہو۔

(۱۷) وہ خافض ہے۔ یہ نام قرآن مجید کی آیت ذیل سے مستنبط ہے۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝

طیور کو دیکھو وہ اپنے انڈوں کو، اپنے بچوں کو کیسی محبت۔ کیسے پیار، کیسی ہوشیاری اور کیسی نگہداشت سے اپنے پروں کے نیچے رکھ کر ان کی تربیت کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و پیار اور نگہداشت و حفاظت کا سلوک اس مثال سے بھی بڑھ کر تھا۔

(۱۸) وہ خیرۃ اللہ ہے۔ خیرۃ کو علماء لغت نے کسرہ خا ... دو صورت روایت کیا ہے۔ اس اسم کے معنی یہ ہیں کہ حضور خیر الناس ہیں۔ خیر البریۃ، افعال خیر میں افضل و اکثر ہیں۔

(۱۹) وہ داعی الی اللہ ہے۔ کسی شخص کی طرف سے کسی کو دعوت دینے کا حق اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ اذن یافتہ بھی ہو۔ دنیا میں دیکھو۔ اگر کسی کا ملازم کسی کو دعوت طعام دے آئے۔ مہمان صاحب خانہ کے ہاں پہنچیں اور تب میزبان کو اور مہمان کو پتہ لگے کہ نہ کسی نے بلایا اور نہ کوئی بلایا گیا۔ تب فریقین کو کس قدر ندامت اور رنج کا احساس ہوگا۔ اور دعوت دینے والا کس قدر ذلیل اور جانبین کی طرف سے ہدف ملامت سمجھا جائیگا۔

۱۹۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کا اسم داعیاً الی اللہ تجویز کیا۔ تو کلام پاک میں اس کے ساتھ باذنہٖ بھی شامل فرما دیا اور اہل عالم پر ظاہر کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار یہی دیا گیا ہے کہ سب کو اپنے گھر کا مہمان بنائیں، اور تقریب رضوان کی دعوت دیں۔ یہ اسم حضور کے اسمائے خاصہ میں سے ہے۔

(۲۰) وہ رحمت ہے اور آیت قرآنیہ میں حضور کو رحمۃ للعالمین بھی فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود کو ربّ العالمین فرمایا اور قرآن حکیم کو ذکر للعالمین فرمایا کعبہ کو مبارکا وھدی للعالمین۔ کشتی نوح اور مریم و مسیح کو آیۃ للعالمین بتایا۔ مگر رحمۃ للعالمین صرف حضور کو فرمایا ہے۔ رحمتی وسعت کل شیء کے ارشاد کو پیش نظر رکھو اور دیکھو کہ رحمۃ للعالمین کے خطاب میں کتنی وسعت، کتنی برکت، کتنا فیض موجود ہے۔ حضور کی رحمت کا فیضان اہل ایمان کو بھی پہنچا جو دنیا میں حکمراں بنے اور آخرت میں مغفرت و رضوان کے مستحق ٹھہرے۔ منکرین اور اہل خسران کو بھی پہنچا۔ جو برکت دعائے مصطفوی عذاب دنیوی غرق و حرق اور ہلاکت و دمار سے مامون کیے گئے۔

عورتوں، بچوں، یتیموں، راہگیروں، مسافروں، اسیروں، غلاموں، لونڈیوں، رعایا و برایا، طبقہ امراء و گروہ حکم فرما کو بھی پہنچا۔ جن کی راحت و آسائش۔ اور حقوق و فرائض کے متعلق حضور نے مستحکم، قیمتی، صحیح، متین ضابطے، دستور اساسی اور اصول مدنی و سیاسی وضع فرمائے۔ اور ان سب پر اپنی حیات طیبہ میں خود بھی عمل فرماتے رہے اور جملہ امم محفوظہ کو بھی پابند عمل فرمایا۔

حضور کی رحمت کا فیض حیوانوں اور مراکب و مواشی کو بھی پہنچا جن کے ذبیحہ و شکار کے قواعد اور تغذیہ و تربیت کے متعلق احکام نافذ فرمائے گئے۔

حضور کی رحمت کا فیض شوارع و طرق اور مشارب و موارد کو بھی پہنچا۔ جن کو پُرامن اور صاف و پاکیزہ رکھنے، نیز نجاس و ارجاس و قاذورات سے پاک رکھنے کے قواعد مرتب فرمائے گئے۔ الغرض اس رحمت سے نہ کوئی کشتنی و گردن زدنی عدو محروم رہا اور نہ کوئی ذبیحہ شدنی ان سے مہجور کیا گیا۔

لہٰذا حضور کا سراپا رحمت ہونا اور بہمہ وجوہ رحمۃ للعالمین ہونا مسلم و ثابت ہے۔

(۲۱) روح الحق ہے۔ اس خطاب کا استعمال سب سے پہلے مسیح علیہ السلام نے اپنی اس آخری تقریر میں فرمایا جو انہوں نے دنیا چھوڑنے سے پیشتر اپنے خلفاء کے سامنے فرمائی تھی (دیکھو یوحنا ۱۶ باب ۷ تا ۱۱ و ۱۶ اور س)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اناجیل اربعہ میں عام طور پر صرف روح القدس کا استعمال فرمایا گیا ہے اور اس سے وہ ملکوتی قوت و شخصیت مراد ہے جسے اہل اسلام جبرئیل کہتے ہیں اور جسے مسیحی صاحبان اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اقنوم اور ارکان تثلیث میں سے ایک رکن بتاتے ہیں۔ اور باایں ہمہ اس کی ہستی کے متعلق ذرا بھی عرفان نہیں رکھتے۔

صرف یہی ایک مقام ہے جس میں اسم روح الحق کا استعمال ہوا۔ جس کے کام اور اس کی شان اور اس کی علامات کا اعلام کیا گیا۔ وہ روح الحق ہے اور سب ہی صداقت کی تعلیم دینا اس کا خاصہ ہے۔ وہ روح الحق ہے اور زندگی بخش کلام اس کے منہ میں ہے۔ وہ روح الحق ہے اور قلوب مردہ کو حیات روحانی کا عطا کرنا اس کے فرائض میں سے ہے۔ اس کی تعلیم ظاہر کو پاک اور باطن کو طاہر، دماغ کو روشن، اور قلب کو منور کرنے والی ہے۔

(۲۲) وہ سیّد ہے اور سیادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے ؎

شہ کہ خلعت سیادت ز ازل داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہ سیّد ہے اور سید کہلانے سے بے نیاز ہے۔ وہ سید ہے اور اپنے سیّد (اللہ تعالیٰ) کا عبد کہلانے پر زیادہ خوش ہوتا ہے۔ وہ سید ہے اور ابناء رسول الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ (ترمذی عن ابی سعید و صحیح) کے خطابات صحیحہ سے معزز ہیں۔

وہ سید ہے۔ اور اس کے وزرا بھی اسی اعزاز سے مشرف ہیں۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکرؓ وعمرؓ ھذان سیدا کھول الجنۃ من الاولین والاخرین الا النبیین والمرسلین۔ (رواہ الترمذی)

وہ سید ہے اور اس کے حلقہ نشین بھی اسی نام گرامی سے روشناس ہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی سواری دیکھ کر حضور نے انصار سے فرمایا تھا۔ قوموا الی سیدکم۔

(۲۳) وہ سید وُلد آدم ہے۔ وُلد جمع ہے ولد کی۔ اس خطاب سے حضور کا سید اولاد آدم علیہ السلام ہونا آشکار ہے۔ ظاہر ہے کہ ولد آدم کے دائرہ میں ہر ایک بشر ہر ایک انسان ہر ایک آدم زاد داخل ہے۔ جملہ اولین و آخرین اسی جملہ میں شامل ہیں۔ لیکن کیا کوئی وجہ التباس موجود ہے کہ خود آدم علیہ السلام بھی اسی میں معدود ہیں یا نہیں۔ شک کی ضرورت نہیں دوسری صحیح حدیث میں آدم ومن دونہ تحت لوائی موجود ہے اور یہ دونوں احادیث بصر افروز و بصیرت افزا ہیں۔

(۲۴) وہ شارع ہے۔ شریعت بیان کرنا آسان بات نہیں

علیہ السلام صاحب شریعت ہیں اور اُن کے بعد بنی اسرائیل میں دو ہزار سال تک کوئی بھی صاحب شریعت نہ نکلا۔

بزرگوار مسیح نے بھی فرمادیا "یہ مت سمجھو کہ میں توراۃ کو منسوخ کرنے آیا بلکہ میں تو اُسے مضبوط کرنے آیا ہوں۔"

ہنود میں منو جی مشرع ہوئے ہیں۔ جنہوں نے سمرتی پیش کی ہے میں دنیا کی تمام قانون ساز کونسلوں اور ضوابط و قواعد مرتب کرنے والی حکومتوں سے درخواست کروں گا کہ وہ ان ہر سہ شریعتوں کو پرکھیں۔ اور ملاحظہ کریں کہ ان میں سے کونسی شریعت زیادہ مکمل، زیادہ مفصل جزئیات پر حاوی کلیات پر مشتمل، ضروریات انسانی پر محتوی اور تمدن کی حامی ہے۔ بس ایک بات پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

جب شرائع موجودہ عالم کی جانچ بہ تمثال ان اصول پر کی جائیگی تو شریعت محمدیہ کی فوقیت اور حضور خداوالی والی کا تفوق خود بخود آشکار اور واضح ہو جائیگا۔

(۲۵) وہ **شافع** ہے۔ شفاعت کے معنی لوگوں نے کیا سمجھے؟ کسی نے کہا شفیع وہ ہے جو اپنے اختیار و اقتدار سے غفران ذنوب فرماتا ہے اس عقیدہ کے موجد عیسائی ہیں۔ یہ لوگ شفیع بمعنی غفور استعمال کرتے ہیں۔ لیکن خود لفظ شفیع اس معنی کا متحمل نہیں۔ کسی نے شفاعت کو بیجا دباؤ بتایا اور اس کے وجود کا انکار ہی کیا۔ اسلامی شفاعت دو اصول کے ساتھ ساتھ ہے (۱) مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ۔ جسے اللہ اذن دے (۲) وَقَالَ صَوَابًا۔ جو ٹھیک ٹھیک بات بیان کرے، ہر دو اصول بالا شفاعت اسلامی کو ہر دو فریق کے افراط و تفریط سے الگ کر دینے والے شفاعت کو معقول اور قابل تسلیم بنا دینے والے ہیں۔ ہاں حضورؐ ہی صاحب مقام محمود ہیں اور حضورؐ ہی شفاعت کبریٰ کی خصوصیت سے ممتاز ہیں۔

(۲۶) وہ **شاہد** ہے۔ اچھا شاہد اور گواہ وہ ہے جس کی شہادت واقعات صحیحہ کو کتمان سے بروز میں لے آئے۔ جس کی شہادت بے خبروں کو با خبر اور بے علموں کو باعلم اور غائبین کو مثل حاضر بنا دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں۔ اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت جملہ عالم کے سامنے حضور ہی نے ادا فرمائی ہے۔ اور اپنی شہادت سے رب العالمین کے لئے استحقاق الوہیت و معبودیت ثابت کیا ہے۔ عبادت و استعانت لغیر اللہ کے مسئلہ میں سینکڑوں مذاہب سرگرداں و حیران و پریشان تھے حضور ہی کی شہادت نے ان حقائق مخفیہ کو آشکار کیا۔ حضور ہی نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت ادا کی۔ رسالت و نبوت کے خصائص وحی ربانی کی حقیقت۔ اعمال کا روح سے تعلق، جزا و سزا کا اعمال پر ترتب۔ شریعت کی ضرورت اور شرائع الٰہیہ و نوامیس حکمیہ کا

استحکام یہ سب حضورؐ ہی کی شہادت سے ہوا۔ اللہ اکبر۔ شاہد کیسی زبردست شہادت اور واقعی صداقت کے ساتھ کھڑا ہوا ہے کہ داوری گاہ عالم میں شہادت کے لئے اکیلا آیا، اور اپنی واپسی سے پیشتر ہزار در ہزار بندگان الٰہ کو اس شہادت پر قائم بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے سامنے اُن کو بھی شاہد بنا گیا۔ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کی سند عطا فرمائی۔

(۲۷) وہ **صاحب** ہے۔ صاحب کے معنی ساتھ رہنے والا ہیں مسیح علیہ السلام نے حضورؐ کا نشان انہی الفاظ میں دیا ہے کہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس سے حضورؐ کی نبوت ابدیہ ثابت ہے جو زمانہ کے ساتھ ساتھ اس وقت تک رہے گی جب تک کہ خود یہ نوع باقی ہے منکرین مکہ بھی حضورؐ کو صاحب قریش کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ لفظ خواہ کیسی ہی نیت سے وضع کیا تھا لیکن قدرت الٰہیہ نے اسے پاک ترین معنی میں استعمال کیا اور وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ فرمادیا۔ انبیاء علیہم السلام میں ایسے بزرگوار بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اُمت عاصی کے مفسدات و فساد و بدعات کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا۔ اور ان کو چھوڑ کر خود ان سے علیحدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقامت و صبر کی مدح و ثنا کا اظہار فرماتا ہوا ظاہر کرتا ہے کہ اس نبی کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ یہ نافرمانوں کی اصلاح سے مایوس نہیں ہوتا۔ ان کو اپنے دربار سے دور نہیں کرتا۔ خود ان سے علیحدگی کو پسند نہیں فرماتا۔ وہ صابر ہے۔ اور اس کا صبر صرف اسی کی نعمت و شفقت پر منحصر ہے۔ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اسے اپنا صاحب کہتے ہو تو کیا نہیں خود اس کا صحابی بننا موجب شرف و عزت بنا جائیگا۔

(۲۸) **صادع** ہے۔ اُس نے عرب جیسے خونخوار وحشی خونریز بت پرستوں کو صاف صاف سنادیا۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ تم بھی اور تمہارے معبود بھی جہنم کا ایندھن بنائے جاؤ گے وہ صادع ہے جس نے یہودی قوم کو، جو تجارت کے مالک واحد ہونے کی وجہ سے تمام عرب پر چھائے ہوئے تھے اور جن کے سود در سود کی زنجیریں ہر ایک امیر و غریب کی گردن میں پڑی ہوئی تھیں، نیز عیسائیوں کو جن کی حکومتیں شام و مصر و یمن اور ایشیائے کوچک و یورپ میں پھیلی ہوئی تھیں صاف صاف لفظوں میں یہ سنا دیا تھا۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (المائدہ ۹ رکوع ۱۰)

اے یہودیو! اے عیسائیو! تم تو سچائی کے کسی درجہ پر نہیں ہو جب تک کہ تم (۱) توراۃ اور (۲) انجیل اور (۳) خدا کے اس کلام پر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے قائم نہ ہو جاؤ۔

ہاں صادق وہ ہے جو اپنے کلمہ پڑھنے والوں کو بھی فرما دیتا ہے قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا ۵ (سورہ جن) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نقصان یا بہبودی کا مالک نہیں۔ قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحدا ۵ (جن) کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ سے اور کوئی پناہ نہ دے سکے گا اور میں تو اس کے سوا اور کسی کو اپنا سہارا بھی نہیں پاتا۔

(۲۹) وہ صادق ہے۔ منازل روحانی میں صدق کا درجہ نہایت اعلیٰ ہے۔ صدق ہی روح اعمال ہے اور صدق ہی معیار احوال۔ صدق ہی وہ دروازہ ہے جو دربار ذوالجلال تک پہنچاتا ہے صدق ہی بنیاد دین ہے اور صدق ہی کی چوب پر یقین کا خیمہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ صدق ہی ہے جس کا سوال خلیل رب العالمین نے فرمایا تھا۔ واجعل لی لسان صدق فی الآخرین ۵

صدق ہی ہے جس کی مجلس دربار شاہی کے قرب میں منعقد ہوتی ہے۔ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی صادق ہیں۔ اور حضور کا یہی نام یوحنا کو مکاشفات میں بتایا گیا۔ حضور ہی صادق ہیں اپنی قوم میں اور اپنے وطن میں اور اطراف واکناف میں حضور اسی نام سے قبل از نبوت روشناس ہوئے الذی جاء بالصدق (وہ جو صدق کو لے کر آیا) حضور ہی ہیں اس کے متبعین صدیقیت و محدثیت کے مراتب پر فائز ہوئے۔

(۳۰) وہ مصدوق ہے۔ اس کے صدق پر زمین و آسمان گواہ ہیں۔ اس کے صدق کی شہادت میں یہود تر زبان ہیں۔ عیسائیوں کے قسیسان اور احبار، یہودیوں کے ائمہ اور ربیون اس کی صداقت کے کلمہ خواں ہیں لات ومنات وعزیٰ کے پجاری اپنے اپنے کذب وبطلان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق وحقانیت کے معترف ہیں۔ زبور اور امثال۔ ذی الکفل یا دانیال۔ یسعیاہ ویرمیا حبقوق وحزقی ایل حجی وملاکی زکریا ویحییٰ کے صحیفے اس کے صدق وحقانیت کے بیان سے مملو ہیں۔ عباس بن مرداس جو عیسائیوں کے مشہور لشپ تھے رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ مدحیہ میں فرماتے ہیں۔

فآمنت باللہ الذی انا عبدہ
وخالفت من امسی یرید المہالکا
ووجہت وجہی نحو مکۃ قاصدا
وبایعت بین الاخشبین المبارکا
نبی اتانا بعد عیسیٰ بناطق
من الحق فیہ الفصل منہ کذالکا

(۳۱) وہ طٰہٰ ہے۔ وہ زہرۃ الحیٰوۃ الدنیا سے دور ہے وہ نعمتہائے باقیہ سے پرورش یافتہ ہے وہ و رضی اللہ فرقہ کی سند اللہ تعالیٰ سے کر آیا ہے۔ اس کی راحت، اس کی آسائش، اس کی خوشنودی، اس کی رضا کا رب العالمین خود نگران ہے۔

(۳۲) وہ طیب ہے۔ اس کی اصل، اس کی نسل، اس کی ازواج، اس کی ذریت، اس کا پیکر، اس کا عنصر ارجاس انجاس وعیوب ونقائص قبائح اور رذائل سے پاک ہے۔ وہ زکی ہے وہ طاہر ہے۔ طیبون اس کے ثناگستر ہیں اور قدوسی اس پر درود خواں حسان بن ثابت فرماتے ہیں۔

صلی الا لہ ومن یحف بعرشہ
والطیبون علی المبارک احمد

(۳۳) وہ طاہر ہے۔ وہ حسب ونسب میں عالی ہے آباء اولین جو اسی نور کے حامل تھے سفاح سے پاک رہے اور عمود نسب جملہ بزرگان محترمین اغیار کی غلامی سے آزاد۔

وہ طاہر بھی ہے، اور مطہر بھی۔ اسی نے طہارت کی تعلیم دی اور اسی نے طہارت ظاہری وباطنی سے اپنے متبعین کو پاک ٹھہرایا۔ اسی کی تعلیم نے فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المتطہرین کی جماعت کو قائم فرمایا۔ اور اسی کے احکام وافعال کی غایت تطہرھم وتزکیھم کو ٹھہرایا ہے۔

(۳۴) وہ عبداللہ ہے عبودیت ہی کمال انسانیت ہے اور عبودیت کی تکمیل منازل نبوت ہی میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس جگہ کسی نبی اللہ کا ذکر پیار اور محبت اور قبولیت کے لہجہ میں فرماتا ہے تو اس جگہ لفظ عبد کا اضافہ فرماتا ہے۔

واذکر عبدنا داؤد ذا الاید (ص)
واذکر عبدنا ایوب (ص)
ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا (مریم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت وہ شجرہ طیبہ ہے جس کے ثمرات عالیہ نہایت شیریں ہیں۔

(الف) تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ
نزول قرآن کا سبب عبودیت کاملہ ہے۔
(ب) الیس اللہ بکاف عبدہ (زمر)
کفایت الٰہیہ کا سبب عبودیت ہے۔
(ج) سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا (بنی اسرائیل)
معراج عبودیت کا ثمرہ ہے۔
(د) فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ (نجم)
خطابات عالیہ کا شرف عبودیت پر عطا ہوا ہے

یہ سچ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے بھی صدیقۂ مریم کی گود میں انی عبداللہ کہا تھا۔

اور حضور کو بھی آیت و انه لما قام عبد اللہ (سورۂ [illegible]) میں عبد اللہ فرمایا گیا ہے۔ لیکن ہر دو مقامات پر تفاوت دیکھ کا نور اپنی اپنی ضیا میں لمعہ افگن ہے۔ انی عبد اللہ حضرت مسیح کا اپنا قول ہے۔ ہنوز نقل اس کا سمیت میں ساہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود رب العالمین نے "عبداللہ" فرمایا۔ اور حضور کی قیام پر عبادت اور قیام پر دعوت کا تذکرہ بھی ساتھ ہی ساتھ موجود ہے۔

ہاں وہ عبداللہ ہے اور اس کی عبودیت کا شاہد خود معبود برحق ہے وہ عبداللہ ہے اور دعوت عبودیت میں وہ سب سے زیادہ کامیاب ہے۔ وہ عبداللہ ہے اور اس نے کلمہ توحید میں اپنے مبارک و محبوب اسم کے ساتھ عبدہ و رسولہ کو جزو لاینفک بنا دیا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص کلمۂ شہادت پڑھنا چاہے اور وہ اسم اللہ کے ساتھ وحدہ لا شریک لہ اور اسم محمد کے ساتھ عبدہ و رسولہ نہ پڑھے،

"اے مالک میں بھی اس مقام پر کلمۂ شہادت کو دہراتا ہوں اور تیرے خزانۂ رحمت میں بطور امانت سپرد کرتا ہوں۔

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔ رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد (صلعم) نبيا و بالقرآن اماما۔

(۳۵) وہ عفو ہے۔ عفو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ میں سے بھی جملہ صفات نبوی اللہ تعالیٰ ہی کی صفات کے ظلال ہیں اور حضور کے جملہ محاسن عطیات الٰہی ہی کے مظاہر ہیں۔

(۱) کوہ تنعیم کے اسّی اعدائے دین کو جنہوں نے حضور کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مصروف نماز دیکھ کر قاتلانہ حملہ کر دیا تھا۔ معاف کر دینے والا رہی ہے۔

(۲) زینب بنت الحارث بن سلام خیبری کو جو مسموم گوشت کا ہدیہ لے کر آئی۔ اقبال جرم کے بعد معاف کر دینے والا رہی ہے۔

(۳) سرداران قریش کو جنہوں نے ۱۳ سال تک اشاعت اسلام کو روکا، اور اسلام میں داخل ہونے والوں کو مشق ستم اور ہدف تیر و نیزہ فرمایا، مغلوب کر لیئے جانے کے بعد معاف کر دینے والا وہی ہے۔

(۴) ابن سلول رئیس المنافقین اور اس کی جماعت اہل نفاق کے بار بار معاف کرنے والا اور ان کی ناجائز حرکات سے درگزر کرنے والا وہی ہے۔

(۵) جنگ حنین کے چھ ہزار قیدیوں کو ایک زبانی درخواست پر آزاد کر دینے والا وہی ہے۔ حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

عفو عن الزلات يقبل عذرهم
فان احسنوا فالله بالخير اجود

دنیا کی تاریخ ہے کہ وہ ہر گز اس کے نظائر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(۳۶) وہ فاتح ہے۔ اگر فتح کے معنی کشور کشائی و ملک گیری ہیں تو یقیناً حضور کی سیرت پاک میں اس کے نمونے بہت کم ہیں گے۔ حضور کے مشہور غزوات جیسی لڑائی میں ہوئی، بدر، احد، احزاب، خیبر اور حنین ہیں ان پانچ میں سے فاتحانہ تعرض خیبر پر کیا گیا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ وہاں کی اراضیات پر انہی غیر آزما یہودیوں کا قبضہ قائم رکھا گیا۔ اور ان سے صرف حق مالکانہ کا فیصلہ کر لیا گیا تھا باقی چار مقامات کی بابت۔ سو کہ احد اور احزاب کی جنگ خود مسلمانوں کی اپنی زمین پر ہوئی ہے۔ اور بدر و حنین میں فتح کے بعد بھی کوئی علاقہ شامل خالصہ نہ ہوا تھا۔

بوجوہات بالا ضروری ہے کہ اسم فاتح کے معنی پر غور کیا جائے قرآن مجید میں سورۂ انا فتحنا موجود ہے اور اسی میں حضور کی فتح مبین اور نصر عزیز کا اعلان فرمایا گیا ہے۔ وہ فتح صرف اسی ایک استحقاق حاصل کرنے کا نام ہے کہ آئندہ تبلیغ اسلام میں قریش مداخلت نہ کریں گے۔

ہاں حضور فاتح ہیں کہ حضور نے اپنی تعلیم سے تاریک دلوں کے سینے کھول دیئے، اسرار روحانی واضح کر دیئے۔ صراط مستقیم پر چلنے والوں کے سامنے جو موانع موجود تھے ان کو دور فرما دیا، حریت عطا فرمائی، اور آزادی دین کے حقوق سے سب کو سرفراز فرمایا۔ عمان کا حکمران اکیدر کا بادشاہ، حبشہ کا تاجور، یمن کا فرمانروا۔ شام کا حاکم تھا اپنے اپنے مقامات پر مقیم اور اپنے اپنے ممالک پر متصرف اور اورنگ نشین رہے لیکن ان کے دل و دماغ کو اس حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کر لیا ہے۔ اور اب ان کو فدوی با اخلاص کہلانے میں وہ مزہ ملتا ہے جو شاہ گردوں جناب کہلانے میں نصیب نہ تھا۔

وہ دلوں کا فاتح ہے۔ وہ قلوب پر قبضہ کرنے والا ہے۔ وہ روح رواں کی روح و رواں ہے۔ اور تاب و تواں کی جان ہے۔

(۳۷) وہ قاسم ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے انا قاسم و الله معطی۔ دینے والا تو اللہ ہے۔ اور تقسیم کر دینے والا میں ہوں۔ حضور نے کن کن فیوض و برکات کو عام کیا اور کن کن تجلیات قدسیات کو بصیرت افروز بنایا کن کن آلاء و نعم سے دنیا کو متمتع کیا۔ اور کن کن عطایا سے اہل دین کو ممتاز بنایا۔

اس مرتب کو گرشتہ علوم اور تشنۂ حقائق نہ حضور ہی کے

تقسیم سے سیراب و سیراب بنایا جن نعمتوں کے گنجینۂ دار اہل زرتشت تھے اور آل اسرائیل تھے اور جن پر قیاد کے عشاری گنگا جمنا پر قبضہ کرنے والے تھے ان جملہ حرامن دو قائق کو حضور نے نکالا اور عرب پر تقسیم کر دیا۔ وہ عرب جو اب تک ریگ بیابان اور سنگلاخ وادی کے سوا اور کسی شے کے مالک نہ تھے انہی لوگوں سے اپنی عطیات کا حصہ دار ہر ایک انسان کو بنایا۔ انہی نے ہر ایک صادر و وارد کو اپنے دسترخوان پر بٹھلایا۔ انہی نے سائلین و ابنائے سبیل کے لیے مشرق سے مغرب تک لنگر جاری کیے۔ پیٹ بھر کر کھلایا۔ برابر کا بٹھایا۔ طیوں کو اپنا کیا۔ دو دشمنوں کو بھائی سے لگایا۔ اور اس طرح پر تمام دنیا دو خوار کرم مصطفےٰ ہے۔ دور جمیلہ اہل عالم نمک خوار احمد مجتبیٰ ہے ورنہ یہ حقائق یہ معارف دنیا کو کہاں نصیب تھے۔

(۴۸) وہ مصطفےٰ ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اسما مبارکہ میں سے ہے۔ حتیٰ کہ اسم مصطفےٰ اب حضور کے لئے بطور علم مستعمل ہے۔ اور دوسرے کے لیے نہیں۔ آیاتِ قرآنیہ سے واضح ہے کہ آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ و موسیٰ علیہ السلام خصوصیت سے وہ بزرگوار ہیں جن کے لیے لفظ اصطفیٰ کا اطلاق ہوا ہے۔ اور اصطفیٰ کا سبب یا ذریعہ کلام الٰہی اور وحی ربانی کا نزول تھا۔ یہ وجوہ امتیاز بدرجہ اتم واکمل وجود باجود نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔ کتاب استثنار کے باب ۱۸ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص وجہ ترجیح یہی فرمائی گئی ہے کہ اس کے منہ میں اللہ کا کلام ہوگا۔ وحی کا نزول اور اس کا تسلسل، تنزیل اور تکمیل کی کیفیت جو کچھ قرآن مجید میں پائی جاتی ہے وہ اور کسی دوسری کتاب میں نہیں۔ لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ برگزیدہ و چیدہ ہستی ٹھہرے جن کا نام مصطفےٰ ہو۔ اور جن کا مصطفےٰ ہر ایک مقدس کے اصطفاء سے برتر و اعلیٰ ہو۔

قرآن مجید میں ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آل عمران علی العٰلمین ۵ (آل عمران) فرمایا گیا ہے۔ آل ابراہیم میں سیدنا ابراہیم خود اور حضور کی آل بر دو شامل ہیں۔ اور اس اسلوب کلام کے اختیار کرنے کی وجہ یہی ہے کہ آل ابراہیم کا اصطفیٰ حضور ہی کی شمولیت پر مبنی ہے۔

(۴۹) وہ مطاع ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی ذات سبحانی ہے جس کی اطاعت مقصود بالذات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت کرنے والوں کی شناخت کے لیے یہ معیار مقرر کر دیتا ہے۔ کہ انبیاء الٰہی کی اطاعت کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے سمجھے جائیں اور اطاعت انبیاء سے گریز کرنے والے ہی اطاعت ربانی سے گریز کرنے والے قرار دیئے جائیں۔ اس اصول کو اللہ تعالیٰ نے بطور قانون حکم ظاہر فرمایا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔

اصولی حکم کے بعد ذات مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خصوصیت سے فرما دیا۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ رسول کی جس نے اطاعت کی تو اس نے بالضرور اللہ ہی کی اطاعت کی۔

بعد ازاں فرمایا۔

اِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا

اس کی اطاعت کرو تو ہدایت یاب بن جاؤ گے

قرآن مجید میں مطاع ثم امین حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفت میں فرمایا ہے۔ اور سورہ تحریم میں وجبریل وصالح المؤمنون والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظھیر نازل کیا گیا ہے مطلب یہ ہوا کہ وہ مطاع آسمانی اور امین وحی ربانی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگاروں میں اسی طرح داخل ہیں جیسے دیگر ملائکہ اور جملہ مومنین بھی اسی صفت میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ شرکت کلیہ رکھتے ہیں۔ ہر دو آیات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑھ کر مطاع ہونا واضح فرما دیا۔

لہٰذا اب کوئی نبی یا مرسل کوئی ملک یا حامل وحی، کوئی پیر و مرشد کوئی امام، کوئی شہید یعنی مخلوق الٰہی میں سے کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو سیدنا مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو چھوڑ کر باعث ہدایت و قرب ربانی بن سکتی ہو۔

حدیث پاک ولو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی اسی راز کی کاشف ہے۔ اہل ہر ایک کلمہ خوان اسلام کا دین و ایمان یہی ہے کہ قرب الٰہی اور رضوان سبحانی اور مغفرت و نجات کا ذریعہ خالق اور مخلوق کے درمیان صرف ایک ہے اور وہ اطاعت محمدی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اگر آج کوئی شخص سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کا مدعی بن کر حضور کی اطاعت سے اظہار استغنا کرے تو وہ مغفرت و نجات سے دور ہے اور قرب و رضوان کے منازل عالیہ سے مہجور۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی مطاع ہیں اور حضور ہی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ائمہ دین اور اصحاب کرام کے مدارج و مناصب اس لیے دیگر مخلوق سے برتر و عالی ہیں کہ یہ بزرگوار حضور کی اطاعت میں مستحکم اور کامل تر ہیں۔

محمد عربی کا بروئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او
مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز در پئے مصطفےٰ

(۵۰) وہ ماحی ہے۔ صحیحین کی متفق علیہ حدیث پاک ہے۔ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا۔ ان لی خمسۃ اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی یوم القیامۃ وانا العاقب الذی لیس بعدہ نبی

حضور ماحی ہیں، کفر و ضلالت کو محو کرنے والے شرک اور ماسوا پرستی کو مٹا دینے والے۔ حجاب اکرم و نفس کو اٹھا دینے والے۔ کفران و خذلان کے غاروں کو بھر دینے والے طغیان و عصیان کی بلند بلند چوٹیوں کو پیوند خاک کر دینے والے حضور ہی ہیں۔ جنہوں نے عرب کے تین سو ساٹھ بتوں کو جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا حکم سنا کر ان کو منہ کے بل گرا دیا۔ حضور ہی ہیں جن نے اطلاقات کے بعد نصاریٰ نے سیدہ مریم کو الٰہ و خدا کہنے سے اجتناب کیا۔ حضور ہی ہیں جن کی تعلیم نے مانی و زرتشت کی ناپاک تعلیم ستاروں کو نجات دی۔ حضور ہی ہیں جن کی ہدایات نے وام مارکیونی۔ جبر زندیقوں جیسے فحش پسند فرقوں کا بیڑہ غرقاب کیا۔ حضور ہی ہیں جنہوں نے معصوم بچیوں کو پیوند خاک ہونے سے اور ناکردہ گناہ دلہنوں کو زندہ تندرا آتش بنائے جانے سے بچایا۔ حضور ہی ہیں جنہوں نے خمر و قمار کو رجس و پلید بتایا حضور ہی ہیں جنہوں نے ہر ایک ایسی چیز کو جو صحت انسانی کا دشمن تھا ظاہر کیا۔ الغرض مفاسد و رذائل کو مٹانا مکارم و اخلاق کو محو کرنا حضور ہی کی پاک اور طیب تعلیمات کا خاصہ ہے۔ لہذا حضور کا ماحی ہونا مسلم ہے،

(۴۱) وہ حاشر ہے۔ قیامت کے دن مرقد پاک اور آرام گاہ سے سب سے پہلے سر اٹھانے والا۔ احیائے موتی کی کیفیت کا ملاحظہ کرنے والا منادی رب العباد کی ندا پر سب سے پہلے لبیک پکارنے والا۔ عذر خواہی امت کی سب سے پہلے چارہ گری فرمانے والا۔ حضور ہی ہیں

(۴۲) وہ عاقب ہے۔ سب سے پیچھے آنے والا۔ جملہ انبیاء کی اقتدا کو جمع کرنے والا، عدیم النظیر، عدیم المثال، تا آغاز نبوت کا انجام اور انجام رسالت کا اتمام۔

(۴۳) وہ نور ہے۔ اسی کے دین پر چلنے والا فھو علی نور من ربہ (زمر ع ۲) کے نورانی خلعت سے ممتاز ہے۔ اسی کی لائی ہوئی کتاب کو نور بتایا گیا ہے۔ واتبعوا النور الذی انزل معہ (اعراف ع) اس نور کا اتباع کرو جو اس پر نازل کیا گیا ہے۔

اسی کا مبارک نام سورۂ مائدہ میں نور بتایا گیا ہے۔

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

خازن و معالم میں نور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات بتایا ہے حضور ہی وضوح امر اور تبیین نبوت میں نور ہیں۔ اور حضور ہی کی تعلیم تنویر قلوب کے لئے نور ہے،

حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے ذیل پر غور کرو، اور دیکھو کہ مجیب الدعوات سے روزانہ کس شے کا سوال ہے۔ اور کیا ذات سبحانی کسی کا سوال رد بھی فرماتی ہے۔

اللھم اجعل فی قلبی نورا و	الٰہی میرے قلب میں نور ہو میری آنکھ
فی بصری نورا وفی سمعی	میں نور میرے کانوں میں نور۔ میرے
نورا وعن یمینی نورا و	داہنے نور۔ میرے بائیں نور۔ میرے
عن یساری نورا وفوقی	اوپر نور۔ میرے نیچے نور۔ میرے آگے
نورا وتحتی نورا وامامی	نور میرے پیچھے نور۔ نور کو میرا بنا۔
نورا وخلفی نورا واجعل	میری زبان میں نور ہو۔ میرے خون میں
لی نورا وفی لسانی نورا و	نور ہو۔ میرے پٹھوں میں نور ہو۔ میرے
وفی دمی نورا وفی عصبی	بالوں میں نور ہو۔ میرے جسم
نورا وفی شعری نورا و	پر نور ہو۔ یا اللہ مجھے نور عطا فرما
فی بشری نورا اللھم اعطنی	یا اللہ میرے نور کو بڑھا۔
نورا اللھم اعظم لی نورا	یا اللہ مجھے نور
اللھم اجعلنی نورا۔	ہی بنا۔

کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ قصیدہ بانت سعاد میں کہتے ہیں

ان الرسول لنور یستضاء بہ

(۴۴) وہ مدثر ہے۔ تدثر کے معنی ہیں طائر کا اپنے گھونسلے کو درست کر لینا۔ گویا تمام عالم حضور کے علو مراتب کے مقابلہ میں ایک گھونسلے کی حیثیت رکھتا ہے اور حضور کا اس آشیانہ کا درست و محکم بنا دینا اہل عالم کی ضروریات مادی و اخلاقی و روحانی کو مکمل فرما دینا ہے تکمیل انزار اور تکبیر و تہلیل ربانی اور تطہیر خلائق از علائق مادی و طبعی کی تدابیر سے فرمائی گئی ہے رجز و رجس کو دور فرما کر طہارت ظاہری و باطنی سے اہل عالم کو مطہر بنا دینا ہی مدثر کا کام ہے۔

(۴۵) وہ مزمل ہے۔ اس کی آنکھیں دنیائے تیرہ و تاریک کے بدنما چہرہ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کے کان عالم زور کے کذب و بہتان کو نہیں سن سکتے۔ وہ ہمیشہ غار حرا کے خلوت کدہ میں چلا جاتا ہے اس کی پاک فطرت کے مطابق تجلیات قدسیہ کو اس کے سامنے کھول دیا جاتا ہے۔ ملکوت اعلیٰ کے مظاہر کو ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ کلام الٰہی اس پر نازل ہو جاتا ہے۔ اس وقت ترتیب اور تبتل کا راز آشکار کر دیا جاتا ہے۔

جو لوگ ظلمتکدۂ آفرینش سے بیزار ہوئے۔ اکثر انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ دانشمند بودھا۔ مرتاض دیوجانس۔ رشی وید بیاس وغیرہم نے ہوا آسمان تاریخ کے روشن کواکب ہیں اسی روش کو پسند فرمایا۔

ہزاروں تپسی اور سنگ نے نیک نیتی سے رہبانیت ہی کو اس دنیا سے ... ادے چھوٹنے کی اعلیٰ تدبیر سمجھا۔ ہزاروں سادھو درویش اسی ریاضت میں اپنی زندگی پر کھیل گئے۔

قدرت ربانیہ نے نبی کا نسخہ اسی فرسل کو بتایا۔ وہ فوراً کثیر ہو جاتا ہے۔ اس کا سارا دن مخلوق کی رہنمائی اور عقدہ کشائی میں پورا ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری رات اپنے مالک کے سامنے معروضات کے پیش کرنے میں گزر جاتی ہے۔ اس کی انذار و بشارت بعض کے سامنے فرعونوں سک پیام کو قریب کر دیتی ہے اور بعض کو ہلاکت و تباہی کے بحر احمر سے بخیر و سلامت گذر جانے کے لیے دلیل راہ بنجاتی ہے۔ ہاں وہ فرسل ہے۔ وہ فرعونیوں کے لیے موسیٰ جیسا شکوہ اور ایمانیوں کے لیے عیسیٰ جیسا یقین اور مذموم عاقبت والوں کے لیے
هدى محمد لے کر آیا ہے

(۴۶) وہ مشہود ہے۔ امام قرطبی کا بیان ہے کہ "انبیاء علیہم السلام شاہد ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشہود ہیں۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمودہ درست ہے۔ سیدنا یعقوب، موسیٰ و داؤد و سلیمان و شعیاہ و دانیال و یرمیاہ و حبقوق و یوحنا و مسیح علیہم الصلوٰت والسلام نے حضور کی شہادت ادا کی ہے۔ حضور کے خیر مقدم کی اطلاعیں دی ہیں۔ حضور کا حلیہ۔ حضور کا مقام ولادت و ہجرت۔ حضور پر کلام اللہ کا نزول، حضور کی پاک تعلیم اور راستبازی کا سلسلہ دروس پاک کا ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا حضور انبیاء علیہم السلام کی زبان پر ... مشہور ہیں۔

کارلائل، سرولیم میور، واشنگٹن، جان ڈیون پورٹ، ایڈورڈ گبن، جیسے بیباک آزاد خیال بھی حضور کی نیک نفسی، خیر خواہی خلائق، بے لوث زندگانی، پاک ترین حیات، پاک ترین مقصود کے لیے پاک ترین تدابیر کے عمل میں لانے کے مدحت طراز اور توصیف نگار ہیں۔

ہاں وہ زمین و آسمان جس میں روزانہ اس کی علو بیت رسالت کی شاہانہ نوبت اوقات خمسہ میں بلند آوازہ سے حضور کا مشہود ہونا تسلیم کر رہے ہیں۔

(۴۷) وہ رؤف اور رحیم ہے۔ ہر دو اسماء یقیناً اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنے میں سے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے کلام میں حضور کا۔

بالمؤمنين رؤوف رحيم

ہونا مسلم ہے۔ اختصار نگار کے لیے یہی سند کافی ہے۔

(۴۸) وہ مذکر ہے۔ رات کی تاریکی میں جبکہ قافلہ بھی آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے۔ وہ آگے بڑھتا ہے۔ خشک پتھروں کی اوٹ اور ریت کے بستر پر لیٹنے والوں کی تذکیر فرماتا ہے۔ اور وہی مبارک نام جس کی تذکیر فرمائی گئی سننے والوں کی دل و زبان پر بطور ذکر ... ہو جاتا ہے۔

وہ مخالفین کی مجلسوں، سالانہ منڈیوں، گھڑدوڑ میلوں ... جاتا ہے۔ اور یا ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا کی تذکیر فرماتا ہے۔

وہ پہاڑ پر جاتا ہے پتھر کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پاک نام غافلوں کی جماعت تک پہنچاتا ہے۔ وہ میدانِ جنگ میں نرغۂ اعدا میں گھرا ... اس کا بازو، اس کا سر، اس کے زیر دنداں سنگ باری سے مجروح ... لیکن وہ اس حالت میں بھی تذکیر فرماتا ہے۔ وہ بستر پر پڑا ہوا ہے۔ چودہ دن سے شدید تپ ایک منٹ کے لیے بدن سے الگ نہیں ہوئی۔ درد سر بھی ہے۔ ضعف و ناتوانی کا غلبہ ہے۔ لیکن وہ تذکیر میں مشغول ہے وہ وصایا و نصائح سے امت کے مستقبل کی فکر فرما رہا ہے۔ اور اللہ کا پاک نام تلقین کر رہا ہے۔ وہی ذکر ہے اور تذکیر ہی پر ختم ہے ...

(۴۹) وہ مبارک ہے۔ لفظ برکت برک البعیر سے ماخوذ ہے ... کا جم کر بیٹھ جانا اس لفظ کا مفہوم لغوی ہے۔ برکت میں استقرار و دوام کے معانی بھی شامل ہیں۔ وہ مبارک ہے۔ اسی کا دین ہمیشہ تک رہنے والا ہے۔ اسی کی شریعت نسخ سے مبرا ہے۔ وہی تاقیام قیامت سب کا ہادی ہے۔ اسلام جہاں پہنچ گیا جم گیا۔ سب ملک اسی کے ہیں۔ وہ ہر جگہ کو اپنا وطن سمجھتا ہے۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے حضور کے لیے اس اسم کا استعمال کیا ہے ؎

صلى الإله ومن يحف بعرشه
والطيبون على المبارك احمد

سیدنا عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے جو راہب نصرانی تھے اپنے نعتیہ قصیدہ میں کہا ہے ؎

وجهت وجهي نحو مكة قاصدا
وبايعت بين الاخشبين المباركا

(۵۰) وہ مہاجر ہے۔ قرآن مجید مہاجرین و انصار کے فضائل و مدائح سے مملو ہے۔ مہاجرین کو انصار پر فضیلت خاص اور امتیاز خاص ہے۔ مہاجرین وہی ہیں جنہوں نے حضور کی اتباعت کو پورا کیا۔ گھر بار، خویش و تبار، وطن و دیار کو ترک کر دیا۔ مگر حضور کا ساتھ نہ چھوڑا۔ مہاجرین کی ہجرت حضور ہی کی ہجرت سے مقبول بارگاہ ہوئی۔ حضور مہاجر ہیں جیسا کہ سیدنا ابراہیم و لوط و اسمٰعیل و موسیٰ و ہارون و داؤد علیہم السلام بھی مہاجر تھے۔

(۵۱) وہ ہادی ہے۔ ہدایت کے دو مفہوم ہیں۔ کسی کے دل میں ایمان ڈال دینا۔ آیت ذیل میں اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔

انک لا تھدی من احببت — تو ہدایت نہیں دے سکتا اسے جسے

ولکن اللہ یھدی من یشاء — تو پسند کرتا ہے۔ لیکن اللہ ہدایت

دیتا ہے جسکو بھی وہ چاہے۔

(ب) کسی کو ایمان و یقین کی طرف بلانا اور اپنی دعوت کی حقانیت کو دلائل و براہین روحانی یا عقلی سے اور اپنے افعال حمیدہ و اقوال حکیمہ سے مستحکم کرنا بلا شائبہ حرص یا ورلا ایسز شی طمع و العیاذ باللہ طبر فرائی و یک سکالی کے فرض ادا کرنا اس مفہوم کی تکمیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات پر ہوتی ہے اور آیت ذیل میں اسی معنی کو بیان فرمایا گیا۔

وانک لتھدی الی صراط مستقیم

تو بالضرور سیدھی راہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت اور دعوت الی الحق کے جملہ بہترین طریقوں کو جمع فرما دیا تھا۔ کشادہ روئی، نرم خوئی، خلق عظیم ایسی صفات تھے کہ دشمن بھی حضور کو دیکھ کر اپنی دشمنی بھول جاتا تھا شیریں کلامی، فصیح بیانی۔ ایسی کہ جو لفظ زبان مبارک سے نکلتا۔ سامع کے قلب میں اترتا جاتا تھا۔

دلائل و براہین کے وارد کرنے میں حضور نے منطقیوں اور فلسفیوں کی ژولیدہ تقریروں اور مغلق الفاظ اور التزام خصم وغیرہ جملہ مسالک ترک کر دیئے تھے۔ حضور کے دلائل انفسی اور آفاقی ہوتے تھے۔ انسان کے سامنے خود اسی کی فطرت کو پیش کر دینا یا انسان کے ماحول کو انسان کے لیے دلیل راہ بنا دینا حضور کا مبارک شیوہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور پر ان قوانین فطرت کو کھول دیا تھا جن پر عوالم کی آفرینش ہوئی ہے۔ لہٰذا حضور کے دلائل بھی براہ راست فطرت انسانی اور خلقت بشری کو متوجہ و بیدار اور مخاطب کرنے والے ہوتے تھے۔

عملاً حضور نوع انسان کے لیے ایک مکمل نمونہ تھے کہ حضور کے افعال حضور کے اقوال کے مصدق ہوتے تھے۔ اور حضور کے اقوال حضور کے افعال کا معیار تھے۔ اس ظاہر و باطن کے توافق اور افعال و اقوال کے تطابق نے حضور کو نوع بشر کا سچا ہادی بنا دیا تھا۔ ضرار بن الخطاب الفہری نے فتح مکہ کے دن حضور کے سامنے ایک قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

یا نبی الھدی الیک لجا حی ٭ قریش ولات حین لجاء

نابغہ جعدی کا شعر ہے ؎

اتیت رسول اللہ اذا جاء بالھدی ٭ ویتلو کتابا کالمجرة نیرا

(۵۲) وہ لیس ہے۔ وہ سید ہے وہ سید الناس ہے وہ سید البشر ہے۔ علی الاطلاق کا مصدق اس کی علامت اس کی امتیازی سب پر ثابت ہو چکی ہے خواہ اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں۔ قرون ماضیہ میں بعض اقوام کے لیے بعد دیگرے تین تین نبی بھیجے گئے۔ اور وہ صرف ایک لشکر علیہ کو

جنت تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ یہ سید وہ ہے جو اکیلا ہی بیشتروں اور ہزاروں کو ظلمات سے نکالنے اور نور میں پہنچانے کا سبب نہیں۔ وہ کبھی عرب سے باہر نہیں گیا۔ مگر اس کی تبلیغ نے دنیا کے ہر ایک براعظم پر قبضہ کر لیا۔ وہی اندھوں کے لیے بینائی ہے اور وہی بیناؤں کے لیے روشنائی۔ دلوں پر گرے ہوئے پردوں کو ہٹا دینے والا۔ بہرے کانوں تک صدائے حق پہنچا دینے والا اسرائیلیوں اور اسماعیلیوں کی منافرت دور کرنے والا عرب اور عجم کو ایک کر دینے والا۔ وہ حجاز کا سید اور بطحا کا مولیٰ ہے۔ اموبہ عباسیہ۔ فاطمیہ۔ رشیدیہ۔ مغول اور ترک، افریقی و مراکشی، الجزائری و حجازی اگرچہ اپنی اپنی فرمان روائی حکمرانی میں اپنے آپ کو لاثانی سمجھتے ہیں ایک سلطنت دوسری سلطنت کی ہیبت و شوکت سے انکاری ہے۔ لیکن حضور کی کفش برداری کو ہر ایک تاجدار اپنا افتخار سمجھتا ہے۔ حضور کے دربار میں خاک پر جگہ مل جانے کو تخت و اورنگ کی نشست سے بہتر جانتا ہے۔ درحقیقت حضور ہی سید ہیں اور حضور ہی سرور عالم۔

(۵۳) وہ خاتم النبیین ہے۔ آیت قرآنیہ میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس آیت میں کیسی بڑی طاقت موجود ہے۔ طبائع انسانی پر اسکو کتنی قدرت حاصل ہے۔ اس آیت سے پیشتر بنی اسرائیل میں سینکڑوں اور ہزاروں کو نبی تسلیم کیا گیا، ہندوؤں میں کروڑوں اشخاص کو دیوتا مانا گیا۔ چین و ایران میں بھی سروش یزدانی کا نزول اور ملکوتی جمال کی تجلیات ہزاروں پر اترتی رہیں مگر اس آیت کا اثر تھا کہ تمام مذاہب اور جملہ ممالک اور جمیع اقوام کے علم و خیال اور دل و دماغ سے وجود نبوت اور اس کے دعوے کے اظہار کا تصور و تخیل ہی اٹھ گیا یعنی اپنے اپنے گھروں میں بھی نبوت کے دروازہ نزول پر قفل ڈال دیا تھا اور ہر ایک مذہب نے اپنے طریق عمل سے صحت مضمون آیت پر صاد کر دیا۔

دیکھئے اسے کہتے ہیں نصرت ربانی اور اسے کہتے ہیں کلام ربانی جس کے نزول کے بعد منکرین نے بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیئے اور مخالفین نے بھی اس مسئلہ پر باہمی اتفاق پیش کر دیا۔ نظامی گنجوی فرماتے ہیں ؎

نبوت را توئی آں نامہ در مشت ٭ کہ از تعظیم دارد مہر بر پشت

عباس بن مرداس السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

یا خاتم النبیاء انک مرسل ٭ بالحق کل ھدی السبیل ھداکا

اب میں اس مضمون کو جو اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اسم مبارک احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداد (۵۳) پر ختم کرتا ہوں انشاء اللہ پھر کبھی اسے اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداد (۹۲) تک وسعت دی جائیگی اور معانی و لطائف میں بھی ذرا وسعت و زینت سے کام لیا جائیگا۔ اور پھر بھی یہی ہوگا کہ اس اعتراف کو مکرر کرو دہرانا ہوگا ؎

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ٭ گلچیں تو از تنگی داماں گلہ دارد

ظہور قدسی

(از جناب مولوی محمد اسلم صاحب جرنلسٹ)

دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھو، کہ اس بزم فانی میں ہزاروں نامور ایسے ہو گذرے ہیں جن کے نام کا ڈنکا ایک زمانہ میں بجتا رہا، اور جن کے کارناموں نے ان کے وطن کی تاریخ کو چار چاند لگا دیئے۔

لیکن دور زمانہ نے گردش لی اور ادھر یا ادھر ہستی کے ان ناموروں کے کارنامے صرف افسانے ہو کر رہ گئے۔ ہر ملک کو قدرت کاملہ نے ایک نہ ایک وقت میں کوئی "ایسی شخصیت" عطا کی، جس نے اپنی مختصری زندگی کے دوران میں اس سرزمین کی کایا پلٹ دی۔ کسی سرزمین کو بڑے بڑے نامی گرامی جنگجو سردار عطا ہوئے، کسی کو بڑے نام والے تاجدار ملے کسی سرزمین کو نبی اور رسول عطا ہوئے۔ لیکن ان سب کی تگ و دو صرف اپنے ہی ملک اور اپنی ہی قوم تک محدود رہی۔ بہت ہوا تو دس بیس ملک زیر نگین ہو گئے۔ یا اگر لوگوں نے ان کے عقائد کی پیروی شروع کر دی، لیکن جب اجل نے ان کو اس بزم فانی سے رخصت ہونے کا ساتھ ہی ایک نیا نظام اور نیا آئین اسی ملک میں نظر آنے لگا۔

لیکن ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو تمام دنیا کے لئے راہ بر بنا کر بھیجا گیا ہو، انسانی فطرت تغیر پسند ہے، اور تنا بجڑا ادل ہے کہ "من و تو" جیسی فطرت سے بھی بھٹکتا گیا، لیکن قدرت نے جو انسان کو ایک مدت سے ایک دائمی آئین اور ایک عالمگیر مذہب کے لئے تیار کر رہی تھی، اس کے ان فطرتی تغیرات کی اصلاح کے لئے گلستان دہر میں ایک ایسا پھول کھلایا جس کی خوشبو سے تمام دنیا مہک اٹھی۔ جس کی لطافت نے ہر ایک کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ جس کی نزاکت اور خوبصورتی نے ہر ایک کو اپنا دیوانہ بنا ڈالا۔ جس کی دل آویزی اور نفاست نے ہر ایک دل میں محبت کی کسک پیدا کر دی۔ قدرت کا یہ اعجاز کیا تھا؟

ظہور قدسی!

یہ وہی ظہور قدسی تھا جس کی آمد آمد کی خبر ہر مذہب و ملت کے پیشوا اپنے اپنے وقتوں میں، اپنے اپنے لوگوں کو دیتے رہے، یہ وہی ظہور قدسی تھا جس کی اطاعت کی وصیت ہر نبی اور ہر ایک رسول اپنی امت کو کرتا چلا گیا۔ یہ وہی ظہور قدسی تھا جس نے ایک ایسے ملک کو جہاں کے رہنے والے، بسنے والے جنگلی درندوں سے بھی زیادہ خونخوار تھے اور اخلاقاً ایسے گرے ہوئے تھے کہ انہیں انسان کہتے ہوئے بھی زبان شرماتی تھی، دنیا جہان کے لئے باعث رشک بنا دیا، اور انہی وحشی لوگوں کو دنیا بھر کے لوگوں کا معلم بنا دیا۔ اور اہل عرب جن کی وحشت و بربریت کے قصے مشہور عالم تھے "اعرابی والا گوہر" کے خطاب سے سرفراز ہو گئے۔

یہ ظہور قدسی کیا تھا؟ تاریخ عالم کا ایک عظیم الشان اعجاز تھا، اور اس کا ہر فعل ایک معجزہ تھا۔ اور عشق والوں کی زبان میں اس کا دوسرا نام

محمد عربی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔

قریباً قریباً سب ہی انبیاء کو خالق اکبر نے کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ لوگ راہ پر آ جائیں۔ اور توحید باری تعالیٰ کے قائل ہوں لیکن حضور اقدس کی ہر بات ایک معجزہ تھی، یا بالفاظ دیگر یہ ذات اقدس دراصل سراپا معجزہ تھی، اور اس کا سب سے بڑا معجزہ وہ کتاب پاک ہے جس پر ہم غلامان رسول ہاشمی کا ایمان ہے۔

"نبوت" اس عظیم الشان طاقت کا نام ہے جو خدا کے حکم سے ایسی باتیں ظہور میں آتی ہیں کہ دیکھنے والے مبہوت ہو جاتے ہیں، اور سر تسلیم خم کرتے ہی بن پڑتی ہے۔ جسے یہ نعمت اور طاقت عطا ہوتی ہے، وہ پلک جھپکنے میں اس فرش خاکی سے عالم بالا پر جا پہنچتا ہے، اور وہاں کے اسرار سے آگاہ ہو کر دل و سینہ کو منور کرتا ہے، اس کی ایک لاٹھی کی ضرب سے بحر ذخار پھٹ جاتا ہے۔ اس کے اشارے پر اس عالم فانی کو شب کی تاریکی میں چمکانے والے اور منور کرنے والا چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اس کے ہاتھوں میں وہ برکت ہوتی ہے کہ سوکھے ٹکڑے سے سینکڑوں کا پیٹ بھر دیتے ہیں، اس کی مبارک انگلیوں سے تشنہ لبوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی کی سوتیں پھوٹ نکلتی ہیں، اس کی معمولی توجہ سے بے سولہ کے بیمار صحت پا لیتے ہیں۔ اور زبان کی ایک خفیف جنبش سے مردے جی اٹھتے ہیں، وہ خاک کی مٹھی بھر کر جب دشمنوں کی طرف پھینکتا ہے تو دشمنوں کی فوج کا نظام درہم برہم کر دیتا ہے۔

یہ سب قوتیں خالق اکبر نے اپنے محبوب کو عطا کر رکھی تھیں ...

آنحضور کو صرف عرب بلکہ تمام عالم کی راہ نمائی کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔

خدا کے محبوب کی زندگی بھی ایک عجیب زندگی تھی، بھرا پرا گھرانا تھا، زندگی تھی، دنیا میں آتے ہی یتیمی نصیب ہوئی، آٹھ دن کے ہوئے تو دایہ کی سپرد، بی بی حلیمہؓ آپ کو پرورش کے لئے لے گئیں، چار سال تک بی بی نے سینہ سے لگا کر پرورش کیا۔ پھر دو سال ماں کی محبت بھری آغوش میں رہے۔ جب سن شریف چھ سال کا ہوا تو سینے سے لگا کر رکھنے والی ماں بھی رخصت ہو گئی۔ اب دادا جان کی نگرانی شروع ہوئی۔ آٹھ برس دس دن کے ہوئے تو انہوں نے بھی اس دار فانی سے منہ موڑا۔ اور حقیقی چچا نے پرورش کا ذمہ لیا۔ جب جوان ہوئے تو فکر معاش کا خیال پیدا ہوا۔ اور تجارت کی طرف توجہ فرمائی، اس سلسلہ میں حضرت خدیجہؓ جیسی غیور اور صاحب اقتدار بیوہ سے شادی ہوگئی۔

جوانی ہی میں آپ کے اوصاف حمیدہ کا عرب کے کونے کونے میں چرچا ہونے لگا۔ اور لوگ آپ کو ادب کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ چالیس سال کی عمر تک اپنے اہل وطن کی ایسی خدمت کی کہ لوگ ادب سے آپ کا نام نہیں پکارتے تھے۔ بلکہ "صادق" اور "امین" کہہ کر خطاب کرتے تھے۔

لیکن جب نبوت کا اعلان فرمایا تو بھڑوں کے چھتے کی طرح قوم کی قوم کی مخالفت اور ایذا رسانی پر اتر آئی اور پھر جو جو گستاخیاں ابولہب اور [illegible] ان لوگوں نے کیں وہ کوئی چھپی بات نہیں۔

لیکن آخر حق باطل پر غالب آیا۔ تاریکی اور گمراہی کے بادل چھٹ گئے۔ اور توحید پرستی کا چاند اس تجلی اور شان سے چمکنے لگا کہ عرب کیا تمام دنیا میں اجالا ہو گیا۔

فرزندان توحید آپ پر فدا ہونے لگے آنکھ کے اشارے پر چلنے لگے۔ مال و دولت کیا جان عزیز تک آپ پر قربان کر دیتے تھے۔ ابوسفیان جو حقیقی چچا کا بیٹا تھا اکثر حضور کی شان میں ہجو کہتا تھا لیکن ایک وقت وہ بھی آیا کہ یہی ابوسفیان جنگ حنین کے میدان میں حضور سرور عالم صلعم کی اکیلا رکاب تھامے نظر آتا ہے۔

وہی طفیلؓ جو کبھی کانوں میں روئی بھرے مکہ کی گلی کوچوں میں پھرا کرتا تھا کہ کہیں "محمدؐ" کی آواز کان میں نہ آسکے، اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں دیوانہ ہو کر اسی مکہ معظمہ کی گلی کوچوں میں "محمد محمد" پکارتا پھرتا ہے۔

وہی فضالہؓ جو جنگ احد میں کفار کے رسالہ کا افسر تھا اور اس کے سوال پر ایمان لانے والوں کا قتل اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد نادم اور تائب ہو کر جب دربار رسالتمآب میں حاضر ہوتا ہے تو خود اپنے [illegible] کو اپنے ہاتھوں سے گراتا ہے۔

وہی بلالؓ حبشی جو بت پرستوں کے زر خرید غلام تھے ایک وقت وہ آتا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسا جری مسلمان انہیں "سیدنا سیدنا" کہہ کر پکارتا ہے۔

لیکن کیوں؟ یہ سب کرشمہ حضور کی پاک تعلیم کا تھا جو آہستہ آہستہ دلوں کو تسخیر کر رہی تھی، محبت، اخوت، رحم، حلم اور بخشش ایک مبارک صورت میں دیکھنے والوں کے سامنے جلوہ نما تھی۔ جو اس پیکر نور کو دیکھتا تھا وہی مسحور ہو جاتا تھا، محبت اور اطاعت کا ایک دریا بہہ رہا تھا اور سب اس میں ڈوبنا سعادت سمجھتے تھے۔

اسی پاک تعلیم کا معجزہ تھا کہ جان کے لاگو جانیں نثار کرنے لگے، رنگ و نسل کا اختلاف، زبانوں کا اختلاف، قومیت کا اختلاف، امارت اور غربت کا امتیاز سب جاتا رہا، اور ہر سمت سے توحید کی صدا نکلنے لگی اور اسلام کا پرچم قیصر و کسریٰ کے بام و در پر لہرانے لگا۔

کاش ہم لوگ بھی جو اب صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں اور اسلامی غیرت اور حمیت سے کام لیں کہ شفاعت کے حقدار بنیں ؎

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
(حالیؔ)

حیات النبی

(جناب مولانا مظفر قریشی صاحب بی اے دہلوی)

عرب کے برگزیدہ خاندان قریش میں مکہ میں ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ جلوس نوشیروانی مطابق ۵۷۱ء حضور کریم کا مولود مسعود ہوا۔ آپ بطن آمنہ سے ہو پیدا۔ دعائے خلیل اور نوید مسیحا نے دنیا میں اس وقت بجا عجیب و غریب واقعات ظاہر ہوئے گویا اعلان عام تھا دنیا کے حقانی مصلح اور ربانی مجدد کی پیدایش کا۔ ہوئے محو عالم سے تمام ظلمت کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت۔ عرب میں آپ کی پیدایش کے سال بہت خوش حالی ہوئی اس وقت نہ صرف عرب بلکہ تمام اقطاع عالم پر جہالت توہم و بت پرستی اور بربریت کی حد سے سلط تھی۔ لیا عقل و دین سے نہ کچھ کام انہوں نے۔ کیا دین برحق کو بدنام انہوں نے! اس وقت سے زیادہ کبھی ایک مصلح کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی پیدایش نبوی ایک احسان عظیم تھا کائنات پر۔ حضور شکم مادر ہی میں تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ پیدایش کے چھ سال بعد والدہ بھی آغوش محبت سے محروم کر گئیں اور آپ کی پرورش چچا عبدالمطلب کے ہاں شروع ہوئی۔ آپ کی ظاہری تعلیم کی طرف کسی نے توجہ نہ کی اس لئے امی رہے کیونکہ علم لدنی حاصل کرنا تھا جب حضور جوان ہوئے آپ کی پاکیزگی اور عصمت شعاری نے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا کیونکہ اس زمانہ میں نوجوان کی جو اوباش فطرت ہوتی تھی آپ اس سے بالکل منزہ تھے۔ اخلاق پسندیدہ تھے ہر ایک آپ کو "امین" کے لقب سے پکارتا تھا۔ ۲۵ سال کی عمر میں آنحضرت نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا۔ ۴۰ سال کی عمر تک رسول کریم کی زندگی میں قابل ذکر امور یہ ہیں کہ آپ عبادت و ریاضت مراقبہ و مکاشفہ کی زندگی بسر کرتے رہے غار حرا میں جاکر تزکیہ نفس فرماتے تھے چالیسویں سال "کیا چاند نے کہیں غار حرا سے" یعنی آپ کو خلعت پیغمبری سے سرفراز کیا گیا۔ یہاں سے آپ کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔ ابتدا میں آپ کی تعلیم حق پوشیدہ رہی پھر علانیہ دعوت اسلام دی جس پر سخت اضطراب پھیلا۔ آپ نے اور آپ کے رفقا نے سخت مصائب برداشت کئے مگر تعلیم جاری رکھی۔ ایذا رسانی اور ترغیبات کے سب وار حضور اور حضور کی جماعت پر صرف کر دیئے گئے مگر ہوا اپنی جگہ سے متزلزل نہ ہوئے۔ رسول کریم اور اصحاب جب آلام و مصائب سہتے سہتے بہت فکر مند ہوئے تو رسول اللہ کے ایما سے مسلمانوں کی ایک جماعت حبشہ میں ہجرت کر گئی (۵ نبوت)۔ ۶ نبوت میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ اسلام لائے جس سے اسلام کی قوت بڑی عسکری طاقت میں ایک زبردست تحریک ہوئی۔ حبشہ کی ہجرت [illegible] کے لوگوں نے مسلمانوں پر مظالم عام اور شدید کر دیئے۔ ۱۰ نبوت میں حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ ۱۳ نبوت میں ہجرت مدینہ ہوئی جو اسلام کا حقیقی آغاز فتح تھا۔ اسلامی کلنڈر بھی اس سال سے شروع ہوتا ہے۔ بہرکیف سخت جسمانی مشکلات و جانفشانیوں کے بعد مدینہ (یثرب) پہنچے وہاں آپ کی تعلیمات سننے کے لئے لوگ شوق سے بڑھے اور اسلام کی ظاہری شان بڑھنے لگی۔ ۱ ہجری میں آپ نے ابو ایوب انصاری کے گھر میں اقامت اختیار فرمائی اور جہاں آپ کا ناقہ خود بخود بیٹھ گیا تھا وہاں مسجد نبوی کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ مدینہ میں یہود سے مناظرہ ہوا اور اکثر لوگ اسلام لائے۔ اذان فرض ہوئی اور آپ نے سب سے پہلا عام خطبہ دیا۔

مسلمانوں نے ۱۳ برس مکہ میں عدم تشدد سے کام لیا تھا مدینہ میں انکی قوت اور جماعت میں بے انتہا اضافہ ہو گیا تھا اس لئے ان کی عسکری قوتوں کو جنبش ہوئی اور جہاد اسلام کی ابتدا ہوئی۔ مکہ والوں نے مسلمانوں کو ستانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا چنانچہ اس سال انہوں نے مدینہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں نے حفاظت کے لئے بدر کی پہلی لڑائی لڑی جس میں مخالف بھاگ گئے۔ پھر دوسری بدر کی لڑائی ہوئی جس میں حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا (رمضان ۲ھ) ایک جماعت کثیر پر رسول اللہ کو زبردست فتح حاصل ہوئی اس کے بعد رسول اللہ کی زندگی زیادہ تر جہاد میں بسر ہوئی کیونکہ کفار مسلمانوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے ۲ھ میں غزوہ بنی سلیم وغیرہ مشہور ہیں جن سے اسلام کی فتوحات کا آغاز ہوتا ہے ۳ھ میں جنگ احد ہوئی۔ ربیع الاول ۴ھ میں غزوہ بنی نضیر ہوا ذیقعدہ میں بدر کا تیسرا معرکہ ہوا۔ ابوسفیان [illegible] بھاگ گیا۔ ذیقعدہ ۵ھ میں جنگ خندق یا غزوہ احزاب ہوئی جو یہود کی کارستانی تھی۔ ذیقعدہ ۶ھ میں واقعہ حدیبیہ ہوا مسلمانوں نے حج کی تیاری کی اور صلح ہوئی جسے خدا نے "فتح مبین" سے تعبیر کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ نے مصر، روم ایران اور حبشہ کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی۔ خیبر کے یہودیوں کے ساتھ ایک زبردست مجادلہ ہوا حضرت علیؓ نے قلعہ قموص سر کیا اور خیبر فتح ہوا (۷ھ) جمادی الاول ۸ھ میں جنگ موتہ اور شوال میں جنگ حنین ہوئی۔ غزوہ طائف میں لات کا بڑا بت ٹوٹا لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے شروع ہو گئے اور اسلام نے بہت ترقی کی۔ غزوہ تبوک (۹ھ) آخری غزوہ ہے جس میں آنحضرتؐ نے بنفس نفیس شرکت کی تھی۔

...میں نصاریٰ سے نجران کے ساتھ آنحضرت کا مباحثہ و مباہلہ ہوا۔ مگر بعینہٖ ایمان دلانے ۔ سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع ہوا۔ آپ نے آخری خطبہ یا عورتوں کے حقوق اور تبلیغ اسلام کی ہدایت کی عرفہ کے دن تجہ تمام ساون ذیل سورت کی آیت اتری اور اس کے ۸۰ دن کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔

شمائل نبوی کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ بے انتہا سادہ مزاج، ہمدرد و مہربان، متین اور عفو و تکسد کرنے والے انسان تھے خوشبو بہت پسند فرماتے تھے۔ عقل بہت تیز اور گفتار شیریں تھی۔ اخلاق پاکیزہ تھے معاملہ کرنے میں پیش دستی فرماتے تھے غربا اور کمزوروں کے حقوق کے زبردست حامی تھے۔ تمام عمر تعمیری کاموں میں صرف کر دی ایک طرف محاربہ و مجادلہ سے مسلمانوں کی حفاظت کی دوسری طرف عالم انسانیت کے لئے ایسا اسوۂ حسنہ اور تعلیمات کا ایک انبار چھوڑا جس پر عمل کرنے سے انسانیت کبھی گمراہ نہیں ہوسکتی صرف آپ کا یہی احسان عالم انسانیت پر کیا کم ہے کہ "قرآن" جیسا نوشتہ ہمیں دے گئے!

رسول کریم کی زندگی ہر پہلو سے مکمل ہے۔ مصلح، مقنن، محقق جرنیل، خطیب، سیاست دان جملہ اوصاف کے حامل تھے زندگی کا کوئی شعبہ اور پہلو ایسی نہیں ہے جس میں آپ نے دنیا کے لئے ایک قابل عمل زندگی بسر کرنے کا نمونہ نہ پیش کر دیا ہو!

عصمتی دسترخوان کے دوسرے حصے

انگریزی اور جرمنی کھانے	ترکی اور عربی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	
کشمیری اور مدراسی کھانے	گجراتی اور پنجابی کھانے	حیدرآبادی اور رامپوری کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے	
بھوپالی اور سندھی کھانے	نمکین کھانے	لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے	
غریبوں اور امیروں کے کھانے	بڈھوں اور بچوں کے کھانے	سیکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بہترین کتاب۔		

قیمت صرف دو روپیہ ۲

عصمتی دسترخوان

(حصہ اول) جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور بیان بالکل درست۔ ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تجربہ کار عورتوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق بھی نہایت ضروری ہدایات درج کی گئی ہیں ایک ایک چیز کی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی اس دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

کبابوں کی ترکیبیں			پڈنگ کی ترکیبیں	
ران کے کباب	کباب بیضہ مرغ	تاش کباب	انجیر پڈنگ	بیگم پڈنگ
آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب	انڈہ پڈنگ	گیہوں کی پڈنگ
کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب	بیبی پڈنگ	تلنگی بھری پڈنگ
نان کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب	جلیبیوں کی پڈنگ	کھجور پڈنگ
چولی کے کباب	مرغ کے چٹ پٹے کباب	اوجھڑی کے کباب	میوہ دار پڈنگ	جھلہ پڈنگ
بیسن کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے	کشمش پڈنگ	اناس پڈنگ
پسے کے کباب	دہی کے کباب	کباب	بادامی پڈنگ	اسی طرح بیماروں کے لئے

چند منتخب چیزوں کی فہرست سے اسی سے کتاب کا اندازہ کیجئے چاول سالنے اور میٹھے سوئیاں، کھیر، فیرنی سالنے اور ترکاری کے سالن، چٹنی، مربے، جیلی بسکٹ کیک، دالیں، مٹھائیاں حلوے چٹنیاں، مربے اچار، سموسے، بھنے، پوری، پکوڑیاں، پاپڑ، روٹی، غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی ڈھائی سو ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن ترکیبیں یہ کتاب ہر شریف گھرانے میں ہونی چاہیئے۔ ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ سینکڑوں خطوط اس کی تعریف کے آچکے ہیں۔ قیمت صرف دو روپے ۲

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل امور خانہ داری سیکھ لیں ... ہر بچی اور ایک کنواری بچی کو جو کچھ جاننا چاہیئے عمل طریقے سے اس سے واقف ہو جائے سوا سو کھانوں کی بہت صحیح ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں بہر حال یہ کہ کھانا پکانے کے متعلق نہایت ہی کارآمد ہدایتیں لکھی گئی ہیں۔ جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں۔ عصمتی ہنڈکلیا کے مضامین بہت اچھا مفید ہیں قیمت ۸ آنہ

ناشتہ وہ بہترین چیزیں کے کھانے جو قبل صبح اور تیسرے پہر کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب جس میں چار گرم، شربت، لسی، فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، توسٹ، کڑاہی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر حصہ کے مختلف قسم کے ناشتوں کی ترکیبیں کہ اس کتاب کی موجودگی میں جب حصہ کا ناشتہ چاہیں بنا سکتے ہیں۔ اسی طرح مطلب کی چیز ہم ناشتہ میں پیش کر سکتے ہیں قیمت ۸ آنہ

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کی صحت کے لئے کس قسم کی غذا دینی چاہیئے کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی لکھے ہیں جو قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کار ماؤں کے لکھے ہوئے ہیں۔ قیمت ۸ آنہ۔

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بیکار مضامین بھی ہیں بہت ہی مفید و قابل قدر ہیں۔ مختصر قیمت ۸ آنہ

ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

خدا کا مبشر

بشری شکل میں

(از جناب مولانا ضیاء القادری صاحب بدایونی)

انا ارسلنٰک شاھداً و مبشراً و نذیراً

(اے نبی بے شک ہم نے تم کو بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ الاحزاب)

دنیا جس گلکدۂ سدا بہار کا نام ہے اُس کی آرائش و زیبائش کے لئے باغبان ازل نے اپنی صنعت قدرت سے وہ بوقلمونی جس کو کہیں لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کی رنگ طرازیاں عطا کی گئیں کہیں لقد کرمنا بنی آدم کی گلکاریوں سے نشو و نما دی گئی گلشن ایجاد کی یہ چمن بندیاں دراصل انسانی شرافت و وقار کا ایک خوشنما منظر بنائی گئی تھیں۔ مخلوقات میں بے شمار جنس و نوع موجود ہیں مگر جہان رنگ و بو کی نزہت کا مدار فقط انسان کے دم قدم سے ہے۔

انسان ہی چمن کائنات کا وہ گل اول ہے جس کی قلم منوز نصب نہیں ہوئی تھی کہ عالم ملکوت سے طغرائے مخالفت بلند ہوا قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء اور فطرت انسانی پر فتنہ طرازی اور ہنگامہ آرائی کا الزام عائد کر دیا گیا۔ انسان ہی عالم موجودات کا وہ وجود ہے کہ ابھی بستر خاک سے روح کو جذب کرکے سر اٹھایا ہے اور ابھی ایک شعلہ اندوہ ہستی کو اپنے خلاف نقل و نقش پایا ہے مگر ہمیشہ معرفت کا ہاتھ اس کے سر پر رہا۔ اور فطری قوتیں اس کی ترقی میں معاون رہیں اس نے جلد جلد ترقی کی شاہراہوں کی سیر شروع کی معلومات اور مشاہدات میں اس کی وسعت نظر بے پایاں ثابت ہوئی۔ اُس نے عبد و معبود کے تعلقات پر روشنی ڈالی۔ اُس نے حکومت و جہانبانی کی بنیادیں قائم کیں۔ اُس نے تہذیب و تمدن کے اصول بنائے۔ اُس نے سیاست و معاش کے قوانین اختراع کئے۔ غرض بساط عالم پر حضرت انسان ہی کا دور دورہ نظر آنے لگا۔ اُن کے اقتدار نے تمام مخلوقات و موجودات کو اپنی سیادت میں لے لیا۔

ان کی ہستی دنیا کی ہستی ان کی بستی دنیا کی بستی کہلانے لگی ہزاروں بستیاں ان کے دم قدم سے آباد ہوئیں ہزاروں قومیں ان کے نام سے موسوم ہوئیں۔

ابتدائے آفرینش میں فرشتوں نے جو نظریہ حضرت انسان کے متعلق قائم کیا تھا کہ ان سے فتنہ و فساد کا شیوع ہوگا بد اعمالی و گمراہی ان کا طرۂ امتیاز ہوگا اس کے آثار بھی ہر قرن اور ہر دور میں ظاہر ہوتے رہے۔ یہ خاک کے پتلے جب فروتنی و انکسار سے غافل ہو کر مادی قوتوں کے بل پر آپے سے باہر ہوئے۔ سرکشی و فساد گمراہی و ضلالت کا طوفان ان کے سروں پر امنڈ آیا۔ وہاں ان کی نفس پرستی نے جب ان کو بہیمیت و بربریت کی طرف مائل کیا ساتھ ساتھ قدرت نے بھی رشد و ہدایت کے اسنے ہی ذرائع عام طور پر ان کے لئے جاری رکھے۔ ہر قوم میں ہر قبیلے میں ہر قریہ میں۔ ہر شہر میں۔ ہر نسل میں ہر ملک میں نبی و رسول۔ ہادی و رہنما انہیں قوموں میں سے مبعوث ہوتے رہے۔

ہوائے نفس نے انسان کو ہمیشہ باطل پرستی اور دہریت کی طرف دکھیلا نشۂ کبر و نخوت نے آدمی کو خدائی کا دعویدار بنایا۔ امارت و حکومت نے اُس کو خونریزی و خونخواری کا خوگر کیا۔ عقل سلیم و قوت روحانی کے فقدان نے ظلم و بیداد کا مشتاق کیا۔ جب انسانی گروہ میں خباثت و لؤم کی کثرت ہوئی اسی وقت اس گروہ میں سے خدا نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم کسی کو رسالت و نبوت کے لئے مخصوص و منتخب فرمایا۔

یہ سلسلہ وقتی و مقامی ضروریات کے لحاظ سے ہر ملک و قوم کے حسب حال برابر جاری رہا۔ رسل و انبیا کی جماعت تعداد و شمار کے احاطے سے باہر ہے۔ کوئی رسول کسی قبیلے کے لئے کوئی کسی قوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا کسی نبی کا حلقۂ اثر کسی ملک تک اور کسی کا کسی بر اعظم تک وسعت پذیر ہوتا تھا ہر رسول و نبی کے احکام و قوانین موجودہ ضروریات پر حاوی ہوتے تھے جس حد تک عالم انسانی تنزل و ارتقا سے گزرتا جاتا تھا تبلیغ و اشاعت احکام نبوت و رسالت کی اتنی ہی وسعت و ہمہ گیری ہوتی جاتی تھی۔ قرآن عظیم میں بعض انبیائے کرام کے حالات اور ان کے اسمائے گرامی کا تذکرہ موجود ہے اس مقدس طبقہ میں بعض کو صحف و کتب سماوی سے مخصوص طور پر سرفرازی بخشی گئی اس ضمن میں زبور۔ توریت و انجیل غیر محفوظ طریقہ کے ساتھ اب تک عظمت و جلال الٰہی کی شاہد ہیں۔

انبیائے سابقین کے احکام و صحائف قرون ماضیہ کے ساتھ ساتھ منسوخ و محو ہوتے رہے قدرت الٰہیہ نے باوجود تعظیم و تقدیس صحائف آسمانی کی بقا و حفاظت یا صاحب کتاب کی شریعت کے استقلال و استمرار کی ذمہ داری نہیں لی۔ یہی وجہ ہے کہ کتب قدیم میں تحریف اور احکام شریعت سابقہ میں ترمیم و

... ہی تھا کہ اصل وجوہر کا وجود قریب قریب مفقود ہو گیا رسولان کرام کی بعثت کا منشا محض ہدایت خلق و تبلیغ وحدانیت الہیہ ہی نہیں تھا بلکہ اس سلسلہ میں مخلوق الہیہ کی ترقی بہ تدریج مقصود ہوتی تھی۔

ہمیشہ اقوام عالم ترقی و تنزل۔ ہدایت و ضلالت کے دور سے ہم آغوش ہوتی رہیں تاریخی بصیرت رکھنے والے نظر رکھتے ہیں کہ ہر قوم اپنے ہادی و نبی کے اتباع میں سرفراز اور عدم اتباع کے سبب ہلاکت میں غرق ہو کر پست و گمنام ہوتی ہے۔

انبیاء و مرسلین کی حیات ظاہری ختم ہونے کے بعد ہر نبی کی عظمت و نبوت متبعین کے حالات کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہی۔ جب تک متبعین ہدایت پر رہے احکام نبوت پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ مائدہ کرتا گیا احکام دین تحریف اور عقائد و اعمال میں حدوث ہو گیا۔

حضرت مسیح کے بعد ساڑھے پانچ سو سال کے عرصہ میں دنیا نے ان تمام ذرائع رشد و ہدایت کو فراموش کر دیا جو اس سچے ہادی نے دیا کو بتائے تھے۔ اوہام و معاصی، شرک و باطل پرستی، کفر و الحاد کا اندھیرا چھا گیا۔ ان ظلمت تاریکی اس عام ضلالت کو دور کرنے کے لئے ایک مکمل نظام ایک مستحکم دستور العمل کی ضرورت تھی۔ ایک عالمگیر قانون جو زمانہ کی تمام ضروریات تمام ترقیات تمام معلومات تمام اختراعات و ایجادات پر غلبہ رکھتا ہو۔ قدرت کو نافذ کرنا تھا۔ اس کے لیے ایک ایسے عظیم المرتبت وجود کی کو یہ امانت سپرد ہونی چاہیئے تھی جو انسانی گرد سے خود بیگانہ ہو اور نہایت انسانی اس کے شرف کمالات سے متاثر ہو کر اس کو اپنے سے بیگانہ تصور کرے جیسا کہ ابھی ایک دور ماضی میں عزیز و عیسیٰ کو ابن اللہ قرار دیا گیا تھا۔ اس لئے تمام دنیا اور دنیا والوں۔ تمام عالم و عالمین کی ہدایت کے لئے اس ذات کو نامزد فرمایا جس کا تذکرہ آدم و نوح و ... کی خبر ہر ہادی سابق کی زبان پر آیا جس کا آخری ترانہ حضرت عیسیٰ نے ان الفاظ میں سنایا۔

و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

میں خوشخبری دینے والا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہے

بہت ممکن تھا کہ ضعیف فطرت انسان جس نے نمرود و فرعون کو خدا تسلیم کر لیا جس نے پتھروں کو معبود قرار دے لیا جس نے خود تراشیدہ بتوں کے سامنے سر عبودیت جھکا دیا جس نے درختوں۔ جانوروں کی پرستش کو ملت و مذہب بنا لیا۔ ایسے عظیم الوجاہت ایسے انسان کامل ایسے اشرف و اکمل وجود کو جس کی ہر صفت اور کمالات کمالیہ کا منظر اہل نظر کے سامنے ہر وقت پیش کرتی ہو۔ جس کی جنبش انگشت سے کامل چاند دو ٹکڑے جس کی گردش ابرو سے ڈوبا ہوا سورج فی الفور مغرب سے برآمد ہو سکتا ہو جس کی رسالت کی گواہی سوکھی ہوئی لکڑیاں

ٹوٹے ہوئے پتھر طلبا تیکی کے ساتھ دیتے ہوں۔ درخت جس کے نام پر اپنے مستقر کو چھوڑ دیتے ہوں۔ جن جس کے مخالفوں کو زندہ درگور کے مصداق بنا تی ہو پانی جس کی انگلیوں سے چشمے بن بن کر بہتا ہو۔ بجائے انسان کے اور کچھ کہنا شروع کر دیتا۔ اس لئے قدرت نے فقط عبدیت کا بھی خاص اہتمام کیا۔ اور عظمت بشری و تقریب نبوت کو بھی بڑی بڑی دوامی ترقیوں کے ساتھ محفوظ کیا۔ انسان جہاں کمزوری اعتقاد کے باعث دوسری مادی چیزوں کا پرستار بن جاتا ہے۔ وہاں اس کے برعکس مادی قوتوں سے بلند رعب و دبدبہ کا مجسمہ بھی ہو جاتا ہے۔ ان منزلوں میں اس کے محدود و قوت ذہن کے سامنے دنیا کی ہر بڑی سے بڑی شخصیت والے بالا قوت ایسی نظر آتی ہے وہ بریت کی منزلیں سے اس کہیں اگلا مرحلے ہے۔ اس کی بولتی ہوئی تصویر دل تو سمجھا و دیگر نیست کی نہر گہرائیوں سے فارغ نہیں ہوتی اور اگر مادی ترقی کسی وقت مائل ہوتی ہو تو زیادہ سے زیادہ دوسرے برگزیدہ ہادیان انام کو اپنی شکل کہہ دیا۔ صورت ثانیہ بھی چونکہ بارگاہ صوت میں مقبول ہے مدہ تھی اس لئے اس کے سدباب کو قدرت نے اپنے لئے مخصوص کیا اور قرآن پاک میں مالک عزوجل نے کہیں اپنے محبوب مبشر اعظم کی شان میں یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ہم نے مثل دیگر انسانوں کے تمہیں بھی ایک انسان بنا کر بھیجا ہے بلکہ نہایت وضاحت کے ساتھ اس مبشر کائنات کے خصوصی اوصاف مشاندار الفاظ میں بیان فرمائے۔

ذیل میں قرآن عظیم کی وہ چند آیات جن میں ہادی سر ... تاجدار حجاز روحی فداہ کو بشیر و نذیر کے اوصاف کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے درج کی جاتی ہیں۔

پارہ	سورۃ	آیت	ترجمہ
الم	بقرہ	و بشر الذین امنوا و عملوا الصلحت	آپ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے خوشخبری سنا دیجئے
"	"	انا ارسلنک بالحق بشیرا و نذیرا۔	ہم نے آپ کو دین حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔
سیقول	"	فبعث اللہ النبیین مبشرین	پھر اللہ نے انبیاء کو مبعوث کیا خوشخبری
"	"	و منذرین و بشر المومنین	سنانے والے اور ڈرانے والے اور خوشخبری سنا دیجئے ایمان داروں کو
لا یحب اللہ	النساء	رسلا مبشرین و منذرین	ان سب کو خوشخبری دینے والا اور خوف دلانے والا پیغمبر بنا کر بھیجا۔
لا یحب اللہ	المائدہ	فقد جاءکم بشیر و نذیر	بیشک تمہارے پاس خوشخبری دینے والے اور خوف دلانے والے آ چکے ہیں۔
ولو اننا	الانعام	وما نرسل المرسلین الا	ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجتے

مبشرین ومنذرین — ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں۔

وقال الذین الفرقان — وما ارسلنٰک الا مبشرا ونذیرا — اور ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے کہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں۔

ومن لقیت الاحزاب — یا ایہا النبی انا ارسلنٰک شاہدا — اے نبی بیشک ہم نے آپ کو ایسا رسول بنا کر
ومبشرا ونذیرا وداعیا — بھیجا کہ آپ گواہ ہوں گے۔ خوشخبری
الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا — سنانے والے ڈرانے والے اور دعوت
وبشر المومنین۔ — دینے والے اللہ کی طرف اس کے حکم سے
روشن چراغ اور مومنین کو بشارت دیجئے۔

سبا — وما ارسلنٰک الا کافۃ — اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں
للناس بشیرا ونذیرا — کے لئے خوشخبری سانے والا اور ڈرانے والا

فاطر — انا ارسلنٰک بالحق بشیرا — ہم نے آپ کو حق دے کر خوشخبری سنانے والا
ونذیرا۔ — اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

ومالی الزمر — وانابوا الی اللہ لہم البشریٰ — اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ
فبشر عباد۔ — ہیں مستحق بشارت ہیں سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دیجئے

حٰم الفتح — انا ارسلنٰک شاہدا — ہم نے آپ کو گواہی دینے والا خوشخبری دینے
ومبشرا ونذیرا۔ — والا۔ ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

قد سمع الصف — نصر من اللہ وفتح قریب — اللہ کی طرف سے امداد اور جلد فتحیابی
وبشر المومنین — کی اور مومنین کو خوشخبری پہونچا دیجئے

یہ چند آیات محض تازگی ایمان کے لئے تبرکاً تحریر کی گئی ہیں ان میں جو آیات عمومی طور پر دیگر انبیاء کرام کے لئے ہیں ان کو مطالعہ کیجئے اور جو آیات خاص طور پر دنیا کے اس مبشر اعظم کے لئے ہیں جو دنیا کی ہر آئندہ ترقی کے لئے شمع ہدایت و سراج منیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تلاوت کیجئے تو معلوم ہوگا۔ وہ انسان کامل شرف اختصاص میں کس درجہ بلند پایہ رکھتا ہے انسانی ادراکات انسانی طبائع۔ انسانی ذرائع معلومات کتنے ہی وسیع ہو جائیں لیکن اس شاہد اس بشیر و نذیر اس سراج منیر کی حقیقت بشری تک رسائی محال ہے۔ وہ سموع وقدوس خدا جس نے آپ کو یہ خلعت صورت بشری میں عطا فرمائی۔ ہی آپ کی حقیقت بشری سے واقف ہو سکتا ہے۔ ذات واجب کے سوا آپ کے مراتب عالیہ کا ادراک نہ انسان کو ہوا نہ کسی فرشتہ مقرب کو نہ کسی نبی مرسل کو۔ چنانچہ خود حضورؐ نے وقتاً فوقتاً اس کے متعلق فیصلہ فرمایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ثانی اثنین اذھما فی الغار کی دولت اتصال سے مالا مال بھی ہے اور (والذین معہ) یعنی شرف معیت سے بھی سرفراز ہیں مگر جب بار بار جمال جہاں آرا کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو ایک تبسم آمیز انداز تکلم سے متنبہ کر دیئے جاتے ہیں کہ اے ابوبکر کیا تم ہماری شان جمال کا تبصرہ کر رہے ہو حالانکہ ہماری حقیقت کو سوائے ہمارے رب کے کوئی نہیں پہچان سکتا

صدیقہ عفیفہ محبوبہ خاص رضی اللہ عنہا اس وقت جبکہ سرکار بے نیاز کی خلوت ناز میں سرگرم ناز و نیاز ہوتے ہیں پہونچ جاتی ہیں ساعتیں صرف ہو جاتی ہیں نظر التفات نہیں اٹھتی تھبرا کر دست بستہ بیٹھی ہیں دریافت کیا جاتا ہے کون عرض کرتی ہیں عائشہؓ ارشاد ہوتا ہے کون عائشہ۔ گزارش کرتی ہیں ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی فرمایا جاتا ہے کون ابوبکر صدیق۔ یہ سہم کر کہتی ہیں ابو قحافہ کا بیٹا یہاں تک کہ عائشہ لرزہ براندام ہو جاتی ہیں۔ ہمت قاصر ہو جاتی ہے۔ نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کیا مقام ہے

چنانچہ حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ میرے رب کے ساتھ میرا خاص وقت ومقام ہوتا ہے جہاں نہ کسی انسان کا دخل نہ کسی ملک مقرب کا گزر نہ کسی نبی اور مرسل کی رسائی۔

وہ بدوی عرب جن کی اوہام پرستی کا یہ عالم تھا کہ کعبہ میں روزانہ پرستش کے لئے سال بھر کے حساب سے تین سو ساٹھ بت بنا کر رکھ لئے تھے اب اگرچہ للکہ تزکیہ نفس کی نعمت لازوال سے سرفراز ہو چکے ہیں مگر اب بھی ذرا ذرا سی بات پر (واللہ ورسولہ اعلم) بکتے ہیں معجزات وخوارق عادات کے مشاہدہ سے متاثر ہو کر حضور کی ذات والا صفات کو بھی خدا کے ساتھ شریک نہ کر دیتے اس لئے جب گروہ قریش یا دیگر مشتاقیان حق نے مسلسل معجزات نمائی پر اصرار کیا تو آپ کو بارگاہ عزت سے تعلیم ہوئی کہ اے محبوب آپ کہدیجئے کہ میں بھی مثل تمہارے ایک بشر ہوں۔ چنانچہ یہودیوں نے جب مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تم کلام اللہ میں پڑھتے ہو ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی — اور جو کوئی دیا گیا حکمت تو بیشک دیا گیا
خیرا کثیرا۔ — خیر کثیر کے ساتھ۔

تمہارے ہادی (محمد) اور واحنا لہم خدا۔ کو گمان ہے کہ ان کو حکمت دی گئی ہے تو ان کو بہت زیادہ علم ہوا۔ اور دوبارہ تم پڑھتے ہو اسی کلام اللہ میں
وما اوتیتم من العلم الا قلیلا — اور نہیں دیئے گئے تم علم مگر تھوڑا۔

تو یہ دونوں باتیں کیونکر جمع ہو سکتی ہیں۔ اس سلسلہ میں سورہ کہف کی آخری آیات قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی نازل ہوئیں۔ اور اسی میں یہ آیت بھی نازل ہوئی قل انما انا بشر مثلکم کہدو اے محمد کہ سوا اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں مثل تمہارے) میں کلمات الٰہی پر محیط ہونے کا دعویدار نہیں ہوں مجھ پر تو جبرئیل کی وساطت کی یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ یہ جواب یہودیوں کے لئے تھا۔ ایک مرتبہ اور جب ابوجہل عتبہ شیبہ وغیرہ جماعت اہل قریش نے جلسہ کیا میں نے اور عرض کیا اعجاز نمائی پر اصرار کیا کسی نے کہا کہ مکہ کے گرد سے پہاڑ ہٹا دو۔ کسی نے کہا عراق میں جیسی نہریں ہیں ایسی نہریں عرب میں بہا دو۔ کسی نے کہا کہ اپنے خدا سے کہو کہ وہ تمہاری تصدیق کے لئے ملائکہ کو بھیجے اور تمہیں چاندی سونے کے پہاڑ دے کہ تمہیں فقر و فاقہ سے نجات ہو۔ بلکہ عبداللہ بن امیہ

قریش نے یہاں تک کہا کہ اے محمد ہم تو اس وقت بھی ایمان نہیں لائیں گے کہ تم سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جاؤ اور وہاں سے ہمارے نام ایک ایک خط اپنی تصدیق رسالت کا لکھوا کر لاؤ۔ اس تمام گفتگو پر جب آپ کو جواب کی فکر لاحق ہوئی وحی نازل ہوئی۔ ارشاد ہوا۔

قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا ۝ کہہ دو پاک ہے میرا رب کیا ہوں میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں بھیجا ہوا۔

یعنی خدائے پاک ان تمام باتوں سے پاک ہے جو تم کہہ رہے ہو کس کی یہ مجال ہے کہ اس کی قدرت میں دخل دے اور تمہاری خواہشات کو پورا کرنے میں تو ایک رسول ہوں اس کا فرستادہ ہوں ایک انسان ہوں اس کے سوا کوئی نہیں ہوں جو تمہاری لایعنی باتوں سے اپنے عزم و استقلال میں کمی کا اثر لوں۔

آقا کا اپنے غلاموں کی دلدہی کے لئے یہ کہنا کہ میں بھی تمہاری طرح ایک شخص ہوں بادشاہ کا اپنی رعیت میں یہ کہہ دینا کہ میں بھی شخص تمہاری ایک فرد قوم ہوں یقیناً حق بجانب اور صحیح ہے لیکن غلاموں کا یہ آواز کہ آقا شخص ہمارے ایک غلام ہے رعیت کی یہ زبان درازی کہ بادشاہ شخص ہمارے ایک فرد رعیت ہے بے شک بے شک کفران نعمت اور چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

باوجود اس کے کہ کفار و یہود وغیرہ کی بکواس کے بند کرنے اور معاندین و مشرکین کی بے ہودہ گوئی کے رد کرنے کے لئے قدرت نے اپنے حبیب عالم محبوب کو تلقین فرمایا کہ آپ یہ کہہ کر کہ جس طرح خاک کے پتلے یہ انسان ہیں میں بھی بشر ہوں ان بیہودہ گو دشمنوں کی زبانیں گنگ کر دیجئے یہ کہیں گوارا نہ فرمایا کہ کسی گروہ کسی جمعیت کو اشارۃً کنایۃً اجازت دی ہو کہ وہ بھی یہ حوصلہ کر سکے کہ اس ذات والا کو اپنی مثل تصور کر سکے۔

بلکہ قرآن مبارک میں مختلف مواقع پر امم سابقین کے تذکرات میں یہ درس موجود ہے کہ جس جماعت نے انبیا کرام کو اپنی مثل قرار دیا ان کا انجام کیا ہوا۔

سورہ ابراہیم میں تیرھویں پارہ میں تلاوت کیجئے:۔

قالوا ان انتم الا بشر مثلنا بولے وہ لوگ کہ نہیں تم مگر مثل ہمارے ہی

عدنان اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تیس قرن گزرے اس دوران میں جو رسول تشریف لائے اور انہوں نے قوموں کو ہدایت کی نافرمان قوموں نے اپنے انبیا کی توہین کی اور ان کو مثل اپنے آدمی کہنا شروع کیا اور ان سے اس اقرار پر کہ

قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلكم کہا ان سے ان کے رسولوں نے کہ نہیں ہیں ہم مگر آدمی مثل تمہارے۔

یہاں تک کہ نافرمان اور مخالف تھا جس نے ان انبیا کی تکذیب کی تھی

زبان بندی کی ان کو دیس نکالا دیا ان غیرہ سر دہن ان گستاخ اور شریر لوگوں کا انجام یہ ہوا کہ

فاوحی الیهم ربهم لنهلكن الظلمين تو وحی کی ان رسولوں کی طرف ان کے رب نے اور قسم کہا کہ ضرور ہلاک کر دیں گے ہم ان ظالمین کو

اس کا وعدہ پورا ہوا رسولوں کو اپنی طرح انسان کہنے والے ہمیشہ کے لئے قعر جہنم میں ڈال دیئے گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جب تبلیغ اسلام اور دعوت حق شروع کی تو گمراہ و سرکش عاند قوم نے ان لوگوں سے جو مائل بہ دین فطرت ہو سکتے تھے کہنا شروع کیا

ما هذا الا بشر مثلكم نہیں ہے یہ شخص مگر مثل تمہارے ہی۔

دنیا نے دیکھا کہ وہ لوگ جو نوح کو مثل اپنے آدمی تصور کرتے تھے اور اس خیال سے دعوت اسلام و توحید الٰہی کی تکذیب پر قائم رہے طوفان عظیم کی نذر ہو گئے اور ان کی تواریخ نے ان کو مثال کر چھوڑا۔

قوم عاد یا ثمود نے بھی یہ کہہ کر حضرت ہود یا حضرت صالح کی مخالفت کی تھی کہ یہ بھی مثل ہمارے کھاتے ہیں پیتے ہیں پھرتے ہیں ہماری طرح ضروریات زندگی میں احتیاج رکھتے ہیں اگر یہ رسول یا پیغمبر ہوتے تو انہیں فرشتوں کے اوصاف پائے جاتے۔

وقال الملا من قومه الذين كفروا وكذبوا بلقاء الاخرة واترفنهم في الحيوة الدنيا ما هذا الا بشر مثلكم اور کہا سرداروں نے کہ کافر تھے اس رسول کی قوم میں سے جو جھٹلاتے تھے قیامت کا دیکھنا اور عیش دی ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں نہیں ہے یہ رسول مگر انسان مثل تمہارے

آج عاد و ثمود کا وجود بھی دنیا میں نہیں یہ رسولوں کو اپنی مثل سمجھنے والے کرہ ارض کے کسی طبقہ پر موجود نہیں اور عذاب الٰہی کی زد میں آ کر تباہ و برباد ہوئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جلالت شان اور معجزات دیکھ کر بھی بدبخت فرعون نے یہی آوازے کسنا شروع کئے کہ ہم ایسے رسولوں پر ایمان نہیں لائیں گے جو صفات بشری میں ہماری طرح ہیں جیسے ہم انسان ہیں ویسے حضرت موسیٰ و ہارون ہیں۔ قبطیوں کی یہ بیہودہ بکیاں فقالوا انؤمن لبشرين مثلنا پھر کہا انہوں نے کیا ایمان لائیں ہم دو آدمیوں پر جو ہماری مثل ہیں۔ فرعون اور اس کی قوم کی یہ ترانیاں کہ موسیٰ ہماری طرح ایک آدمی ہیں آخر ان کی ہلاکت کا سامان بنیں دریائے نیل کی وہی موجیں جو موسیٰ کو امن و امان کے ساتھ صحت و سلامتی کے کنارہ تک پہونچا آئیں فرعون اور اس کے گمراہ متبعین کے لئے گرداب ہلاکت بن گئیں

حضرت شعیب علیہ السلام کو بھی ان کی گم کردہ راہ قوم نے مثل اپنے بشر سمجھ کر درجہ رسالت سے گرانے کی سعی کی اور تبلیغ کرتے ہوئے ان کے متعلق کہنا شروع کیا ...

فہانت الا بشر مثلنا اور نہیں ہے تو مگر دو مثل ہمارے قدرت نے ان مدعیوں و دہنوں کو ابدی ذلتوں کے ساتھ صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

قرآن عظیم کی یہ تمثیلات حقیقتاً ایک منظاہرہ عبرت ایک درس ادب ہے ان افراد کے لئے جو دنیائے بشر اعظم کے اقتدار و احترام سے ناآشنا ہیں یا باوجود علم و ادراک کے اپنے بے حقیقت شخص کو نمایاں کرنے کے لئے اپنے ہادی کی شان سے اعراض کرتے ہوئے بشر خشلکم کے ترانے الاپنے لگتے ہیں۔ بے روگ حسن کا واہمہ جن کا جنون خدا نخواستہ ایک لمحے لئے بھی اس طرف منتقل ہوتا ہو کہ خدا کا فرستادہ رسول خاتم النبیین محمد الرسول السعر مثل ہمارے ایک بشر ہے یقیناً ایمان کی حدود سے آشنا ہی دور ہے جتنا خدا کی نعمت سے کفران نعمت کرنے والا۔ ایسا شخص ایسے افراد ایسے گروہ اسی پاداش کے مستحق ہیں جو معاندین نوح و ہود و صالح موسیٰ و شعیب علیہم السلام کے لئے منتقم حقیقی نے قرآن میں ظاہر فرمائیں۔

ہمارے لئے جو آداب خدائے پاک نے قرآن کے ذریعے اپنے شاہد حقیقی اپنے بشیر و نذیر محبوب کے تعظیم و تلقین فرمائے ہیں وہ مکمل ہدایت ہیں جس بارگاہ میں منہ کھول کر بات کرنا اتنی عظیم تر گستاخی ہو کہ تمام عبادات تمام اعمال خیر تمام نیکیاں اکارت و برباد ہو جائیں وہاں ایک غلام کا کیا حوصلہ کہ آقائے کائنات سے بشر خشلکم کا انتساب کر سکے۔

نسبت خود بسگت کردم بس منفعلم ؛ زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

ہمیں تو اپنے ہادی اپنے مولیٰ کی رفعت ذکر سے غرض رکھنا چاہیئے جو ہمیں جنت کی بشارت دے جو ہمیں مغفرت کی خوشخبری سنائے اس کی بارگاہ عرش منزل میں یہی کہ ارض کرنا چاہیئے۔

جب آپ نے انا بشر خشلکم کہا۔ انسان کو احترام سے قابل بنا دیا

یایہا النبی انا ارسلناک شاہدا و

مبشرا و نذیرا

آقائے مدنیہ اور محبت وطن

(از جناب مولانا مولوی محمد اسد صاحب ... مدیر ... خادم لاہور)

آپ کا ارشاد ہے کہ آقائے مدنیہ نبی الحرمین شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو محبت اپنے وطن کے ساتھ تھی اس پر اپنی حقیر معلومات قلمبند کردوں۔ "محبت وطن" آج کل دنیا میں جس چیز کا نام ہے اس کی ادنیٰ نسبت بھی حضور رحمۃ للعالمین کی طرف میں سمجھتا ہوں کہ کفر ہے، اس لئے کہ یورپ کی تنگ دلیوں اور تعصبات نے وطنیت اور الفت وطن کا جو مطلب سمجھ رکھا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک جرمن ہر لمحہ اور ہر حالت میں جرمن ہوتا ہے اور وہ سب سے پہلے ایک جرمن ہے اس کے بعد کچھ اور، نیز جرمن قوم کے تمدن، تہذیب، حقوق، مراعات خصوصی اور سیاسی و تجارتی منفعتیں کا لحاظ اس پر ہر حالت میں ہر چیز سے زیادہ مقدم ہے۔ حال میں یورپ کی جو قیامت انگیز جنگ عظیم ہوئی تھی حقیقت میں اسی وطنیت کے جذبہ کا مہلک ترین مظاہرہ تھا جس میں ایک قوم اپنے قومی تفوق کو تسلیم کرانے اور ایک وطن اور جماعت والے دوسرے اوطان والوں کو اس لئے تیسر پامال کردینا چاہتے تھے کہ وہ دوسرے "ہم" میں سے نہیں ہیں اور آج بھی یورپ کے ارباب سیاست میں جو ہولناک رسہ کشی ہو رہی ہے اور ہر لمحہ عالمگیر جنگ کا جو خطرہ دنیا کو رہتا ہے وہ اسی جنون وطنیت کا کرشمہ ہے۔ پس خدارا اس چیز کو عالمگیر پیغمبر میں نہ تلاش فرمائیں جو رب العالمین کا وہ چہیتا قاصد تھا جس کو سب کے پروردگار نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اور جس کے دامان رحمت میں امریکہ و یورپ، سویڈن اور افریقہ اسی طرح تھے جس طرح حجاز، یمن و شام تھے اور وہ جس طرح عرب کی تباہ ترین قوم کی فلاح و رفاہ کا سامان کرتا تھا اسی طرح قطب شمالی کے آخری حدود پر بسنے والے انسانوں بلکہ مخلوقات کی راحت کا سامان کیا کرتا تھا۔

سب جانتے ہیں کہ ہمارے سرکار سے پہلے جس قدر انبیاء و رسل دنیا میں تشریف لائے بلا استثناء ان میں سے ہر ایک کا دائرہ عمل اور حلقہ پیغمبری ایک جماعت، خاندان، وطن اور زیادہ سے زیادہ ایک ملک کے لئے مخصوص تھا۔ آج عیسائی مبلغین ہندوستان کی گلیوں میں کھڑے ہو کر ہندوستانیوں کو آسمانی بادشاہت میں آنے اور یسوع مسیح کے خدائی کے اعتراف کی دعوت فرمایا کرتے ہیں لیکن کیا خود جناب ابن مریم بھی ہم کو اپنے دامن میں سمیٹنے کو تیار ہیں؟ کلا والذی بعث الرسل۔ انجیل کی صریح و غیر مبہم آیات اور مسیح ناصری کے ارشادات بتاتے ہیں کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی منتشر بکریوں کو یکجا کرنے یا بنو اسرائیل کے وطن قومی کے فلاح کے لئے تشریف لائے تھے۔ یہودیت کے قاصد ہندوستان اور دنیا کے دوسرے گوشوں میں خواب موسیٰ کے گن گاتے پھرتے ہیں اور ان کی غلامی کی دعوت دیتے ہیں لیکن خود جناب کلیم اللہ ایک جگہ نہیں بیسیوں بار ارشاد فرما چکے ہیں کہ ان کی بعثت آوری کا مقصد صرف بنو اسرائیل کو غلامی سے نجات دلانا اور ان کے وطن کو فرعون کے پنجہ استبداد سے نجات دلانا ہے۔ اسی طرح ہندو اور آریہ دھرم سیوک ملکانوں، جاہل مسلمانوں، یا قوم عیسائیوں اور لامذہبوں کی زبانوں سے وید مقدس کے اشلوک دہروانا چاہتے ہیں لیکن وید اور اس کے پرچارکوں نے تاریخ کی اس دراز مدت میں پہلے کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ہم دنیا بھر کے لئے امرت اور آب حیات لائے ہیں بلکہ وید کا دروازہ تو ان غریب بیچارے اچھوتوں پر بھی بند ہے جو گو کہ ہندوستان میں پیدا ہوئے لیکن بدبختی سے ان کا تعلق بلند ذاتوں اور اعلیٰ جنموں سے نہیں۔ بہرحال دنیا کے تمام مذاہب اور علمبرداران مذہب کا تعلق محدود ہے اور مخصوص وطن و جماعت کی محبت و خدمت ہی ان کا واحد فرض تھا۔ اس لئے دوسرے نبیوں کے ارشادات میں اگر آپ کو وطنیت کی بو محسوس آئے اور ان کو ایک مخصوص وطن کی محبت سے سرشار پائیں تو جائے تعجب نہیں لیکن وہ رسول جو گوروں، کالوں، اچھے بروں اور عرب و عجم سب کی طرف بھیجا گیا ہے اس کے یہاں وطنیت اور محبت وطن کا شائبہ بھی ہونا ناممکن ہے اور اگر یہ کہنا صحیح ہے کہ سورج کو صرف ہندوستان سے تعلق ہے، چاند کی روشنی صرف یورپ کے لئے ہے، آسمان صرف افریقہ پر سایہ افگن ہے اور بارش کے قطرے صرف سلہٹ اور جاپان کے لئے ہیں تو بے شک یہ کہنا صحیح ہے کہ مدنیہ کا تعلق خصوصی صرف حرمین شریفین یا حجاز مقدس یا پاک خطہ عرب کے ساتھ تھا۔

لیکن دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ ہمارے پیغمبر نے گھڑی گھڑی اس حقیقت کا اعلان فرمایا ہے کہ ان کا دائرہ رحمت کسی وطن و ملک کے ساتھ مخصوص نہیں اور کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جس کے ساتھ خصوصی تعلق راہنمائی ہمارے حضور کا ہو اور خود قرآن و صاحب قرآن نے حضور کے متعلق صاف صاف لفظوں میں متعدد مقامات میں اظہار فرما دیا ہے کہ حضرت سب کے لئے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ آپ کے عالمگیر حلقہ نبوت کی طرف یوں اشارہ کیا جاتا ہے

وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا۔ — ہم نے کسی جماعت اور ملک کے لئے آپ کو نہیں بھیجا بلکہ آپ پوری انسانی مخلوق کے لئے بشیر و مبشر بنا کر بھیجے گئے

پھر اس کی مزید تشریح یوں کی ہے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین آپ کا دامن رحمت دوسرے نبیوں اور ولیوں کی طرح تنگ نہیں ہے آپ سب عالموں کے لئے سراپا رحمت ہیں۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ہر ایسی چیز کو جو غیر خدا ہے اصطلاح قرآن میں "عالم" کہا جاتا ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ جن و ملک آسمان و زمین عرش و کرسی جاندار و بے جان حیوانات اور انسان میں ہر ایک کو ہمارے حضور کی شامل ہے پس آپ کا تعلق رحمت و محبت و اعانت کسی خاص ملک اور وطن کے ساتھ کیسے زیادہ قوی ہو سکتا ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ جس طرح بعض قطعات زمین اپنی مقدس سرزمین اور امتیازی شانوں کی وجہ سے جناب رب العالمین کی بارگاہ بے نیاز میں ایک شان تقریب و پذیرائی رکھتے ہیں اسی طرح مکہ معظمہ اور اس سے زیادہ مدینہ منورہ حضور نبی الرحمۃ کو دل و جان کے برابر عزیز تھا۔ خدا کے لئے کوئی مکان نہیں آسمان و زمین کے ہر حصے کو اس خلاق دو جہاں سے یکساں تعلق ہے لیکن مسجد اقصےٰ اس اعتبار سے سب پر بازی لے جاتی ہے کہ خدائے قدوس نے نہ صرف اس کو بلکہ اس کے گرد و پیش پر برکتوں کے بادل برسائے ہیں۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ پاک ہے وہ خدا جو لے گیا اپنے مخصوص بندے کو رات کے ایک مختصر حصہ میں مسجد حرام سے اس مسجد اقصیٰ کی طرف جس کے اطراف اور گرد و پیش کے دامنوں کو ہم نے برکتوں کے لعل و جواہر سے بھر دیا ہے۔

اسی طرح عرش کی امتیازی شان یوں نمایاں کی گئی ہے۔

الرحمٰن علی العرش استوی جو سب رحمان عرش پر چھایا ہوا اور براجمان ہے

اسی طرح صفا و مروہ کو اپنے مخصوص شعائر اور کعبہ کو لامکان والے نے اپنا گھر و مکان بنا دیا ہے پس اسی نقطۂ نظر سے ہمارے نبی کو بھی اپنے وطن ولادت اور وطن ہجرت کے ساتھ بھی خاص محبت تھی اور صرف اسی اعتبار سے حضور کو بھی ایک مقدس محب وطن کہا جا سکتا ہے۔

مکہ معظمہ جو آپ کا خاندانی وطن، مولد اور مرکز نبوت تھا آپ کو کتنا محبوب تھا اس کے لئے اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ جو شدائد اور جاں گداز مصائب آپ نے یہاں کی گھاٹیوں، گلیوں اور میدان کے حرم میں برداشت کئے یقیناً دنیا میں کسی نبی نے نہیں برداشت کئے لیکن آپ نے اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک فرمان الٰہی نے آپ کو اس کے ترک پر مجبور نہیں کر دیا لیکن چھوڑتے وقت آپ کے قلب مبارک پر جدائی کے جو شدید اثرات تھے اگر ان کا اندازہ کرنا ہے تو ترمذی اور ابن ماجہ کی زبان سے حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراء کی یہ نقل سنو۔

رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقفا علی الحزورۃ فقال والله انک لخیر ارض الله و احب ارض الی الله ولولا انی اخرجت منک ما خرجت — یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ معظمہ کے ایک ٹیلے پر کھڑے ہوئے ایک بار یہ ارشاد فرماتے سنا خدا کی قسم تو اللہ کی زمین میں سب سے بہتر اور اللہ کو زمین کے تمام ٹکڑوں سے زیادہ پیارا ہے اور اگر میں یہاں سے بے کس اور مجبور کر کے نکالا نہ جاتا تو واللہ میں تجھ سے کبھی جدا نہ ہوتا۔

حضور کے ہم وطن اور چچازاد بھائی جناب ابن عباس اس سے بھی زیادہ واضح لفظوں میں حضور کے غم ہجر وطن اور محبت وطن کی یہ داستان سناتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمکۃ ما اطیبک من بلد و احبک الی ولولا ان قومی اخرجونی منک ما سکنت غیرک۔ — ایک بار حضور نے مکہ کی طرف خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے شہر تو کتنا پیارا اور پاک ہے اور مجھ کو کس قدر زیادہ محبوب ہے اگر میری قوم مجھ کو یہاں سے نکال نہ دیتی تو میں تجھے چھوڑ کر کہیں بھی اور نہ آباد ہوتا۔

وطن کی محبت کے حقیقی معنی اہل وطن کی محبت کے ہیں آپ سے پہلے جتنے نبیوں کو ان کے ابنائے وطن نے ستایا ہے انہوں نے ان کے لئے بددعا بھی کی ہے اور ان سے انتقام بھی لیا ہے لیکن عین اس عالم میں جبکہ حضور کے ابنائے وطن نے آپ کے دندان مبارک شہید، پیشانی مبارک زخمی کر دی اور آپ کے گھٹنے لہولہان کر دیئے تھے اور آپ کے سامنے آپ کے سب سے زیادہ پیارے چچا سیدنا حمزہؓ کا لاشہ پڑا ہوا تھا جن کو مثلہ کر کے آپ ہی کے ارباب وطن میں سے بعض شقیوں نے ان کا کلیجہ چبا کر تھوکا تھا اور حضرت کا دل جلانے کے لئے زہرخند کر رہے تھے عالم اعلیٰ میں کہرام تھا فرشتے سینہ چاک تھے اور عرش الٰہی حرکت میں تھا جبریل امین عذاب الٰہی لے کر آئے اور ان بدبخت ابنائے وطن پر عذاب لانے کی اجازت مانگتے ہیں تو احد کے پہاڑوں کا ایک ایک سنگ ریزہ اور خونین دشمنوں کے جسم کا ایک ایک رواں شہادت دے گا کہ اس عالم میں بھی، ہی قوم کی محبت اور ارباب وطن کی خصوصیت کا اس طرح اظہار فرمایا گیا

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون یعنی اے میرے چاہنے والے پروردگار یہ بے سمجھ اور بھولے میرے ہم وطن و ہم قوم ہیں اگر ان کو معلوم ہوتا کہ میں ان سے کتنی محبت کرتا ہوں تو یہ ایسی سنگدلیاں نہ کرتے۔

وہ ظالم اور بے رحم ہستیاں تھم نہ چکے جو حضور کے ابنائے وطن نے کی تھیں یہاں تک کہ خدا کے فضل سے وہ مبارک دن آتا ہے کہ حضور ہزاروں جاں نثاروں اور سرمستان بادۂ ولائے محمدی کی ایک پرجوش جماعت کے ساتھ اسی وطن میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوتے ہیں جس کی ایک ایک کا ایک ایک ذرہ کل آپ کے خون کا پیاسا تھا اور جہاں کے سنگدل رہنے والوں نے نہ صرف مکہ کی گلیاں آپ پر تنگ کر دی تھیں بلکہ مدینہ میں بھی چین سے بیٹھنا مشکل کر دیا تھا حوشیوں، قاتلوں، ڈاکوؤں اے ارباب وطن

سے ساتھ جو کچھ بھی آپ کرتے کر تھا لیکن محبان وطن سے آج تک [illegible]
قدس اور رحمت ہمارا پیغام کبھی سنا ہوگا جاؤ تم سب آزاد ہو اور تم سے
کوئی بدلہ بدکرداریوں اور جور و کشاکشیوں کا کوئی انتقام نہ لیا جائے گا!
پاک مدینہ منورہ جو مدینہ اور مبارک شہر [illegible] کر [illegible] عرض کیا
جا چکا ہے آپ شہنشاہ مدنی کو شاید مکہ معظمہ سے بھی زیادہ محبوب تھا جہاں پہنچے
ہی ابتدائے ہجرت کا قدم قدم پر اظہار ہونے لگا حضرات صحابہ اپنا وطن چھوڑ کر
مدینہ آئے تھے تبدیلی آب و ہوا اور مختلف ہونے [illegible] کے حضرتوں پر کافی
اثر ڈالا صحابہ بیمار ہونے لگے کافروں میں تکلیفیں بجلے لگیں بہت لگے اب ہم
کو انتظام کی ضرورت نہیں مدینہ کی زمین ان لوگوں کو خود ہی کہلا بھیجے گی
جناب ابوبکر بھی شاید بخار میں مبتلا ہیں کبھی [illegible] عائشہ اپنے والد کی علالت
سے مضطرب ہو کر دافع البلا و الوبا رسول رحمت کی خدمت میں حاضر ہو کر
عام مہاجرین کی صحت کی خرابی اور اپنے والد محترم کے مبتلائے بخار ہونے کا
ذکر کرتی ہیں۔ ام المومنین دو دل پوری طرح سنا بھی نہیں چکی ہیں کہ حضرت
کے دست رحمت آسمان کی طرف اٹھتے ہیں اور آپ اپنے [illegible] بنانے والے
سے گڑگڑا کر عرض کرتے ہیں۔

اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ	[illegible] جس طرح تو نے مکہ کو ہمارا محبوب بنایا!
او اشد و صححھا و بارک لنا فی صاعھا	تو اسی طرح مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے بلکہ
و مدھا و انقل حماھا	اس سے بھی زیادہ پیارا بنا دے اور یہاں کی آب و ہوا [illegible]

اور سامان خور و نوش میں [illegible] یہاں کی آب و ہوا درست کر دے اور برکت و تندرستی
پیدا کر دے اور یہاں کی بیماریاں اور بخار دوسری جگہ منتقل کر دے۔"

یقیناً حضور کی دعا قبول ہوئی اور مدینہ کیا در اقتصادی برکتوں سے
مالا مال ہو گیا کہ ساتھ حضرت کو اور حضور کی وطن۔ سینہ علم اسلامی کے بچے
بچے کو دنیا کے تمام ملکوں سے زیادہ پیارا اور عزیز ہو گیا ہے

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است	اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است
در دل مسلم مقام مصطفیٰ است	آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

ایک بار ایک عجیب انداز و شوق سے پروردگار عالم سے عرض کرتے
ہیں مکہ کو تیرے خلیل ابراہیم نے بنایا اور آباد کیا اور مدینہ کی یہ سب چہل
پہل میرے دم سے ہے اس لئے اس کی آبادی و سرسبزی کا میں سب سے
زیادہ طالب ہوں۔

کان الناس اذا راوا اول الثمر جاؤا	لوگ جب باغ کا پہلا پھل دیکھتے تو سب سے
بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا	پہلے حضور ہی کی خدمت میں لاتے۔ جب
اخذہ قال اللھم بارک لنا فی ثمرنا	آنحضرت اس پھل کو ہاتھ میں لیکر
و بارک لنا فی مدینتنا و بارک لنا فی	فرماتے اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت
صاعنا و بارک لنا فی مدنا اللھم	دے اے اللہ ہمارے مدینہ میں برکت عطا
ان ابراھیم عبدک و خلیلک و	[illegible] اور ہمارے پیمانوں میں برکت

نبیک و انی عبدک و نبیک و	اے پروردگار ابراہیم تیرے خلیل تیرے
انہ دعاک لمکۃ و انا ادعوک	بندے اور تیرے نبی تھے انہوں نے تجھ سے
للمدینۃ مثل ما دعاک لمکۃ	مکہ کے لئے عرض کیا تھا اور میں بھی تجھ سے

[illegible] اسی طرح مدینہ کے لئے برکتوں کی [illegible]

حضور کی برکتوں کا مخزن ہو سکنے کی وجہ سے مدینہ منورہ کا دنیا کے تمام
خطوں سے اشرف ہونا اور مسلمانوں کے لئے ہر مقام سے زیادہ مفید اور مظہر
برکت ہونا اور حضور کا مدینہ کے ساتھ تعلق خصوصی ہونا بالکل صاف لفظوں
میں سننا ہو تو جناب سفیان بن زہیر کی زبان سے آقائے مدینہ کا یہ ارشاد سنو

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے
یقول یفتح الیمن فیاتی قوم یبسون	کہ عنقریب یمن فتح ہوگا تو ایک قوم نکل کر وہاں جا بسے
فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم	گی اور اپنے گھر والوں اور لونڈی غلاموں
والمدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون	کو مدینہ سے وہاں لیجائے گی لیکن مدینہ
ویفتح الشام فیاتی قوم یبسون	ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ سمجھیں۔ اسی طرح جب
باھلیھم ومن اطاعھم والمدینۃ	شام فتح ہوگا تو لوگ اہل و عیال کے ساتھ شام
خیر لھم لو کانوا یعلمون ویفتح	کی طرف یہاں سے منتقل ہو جائیں گے لیکن یہ چل
العراق فیاتی قوم یبسون فیتحملون	مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اسی طرح عراق کے
باھلیھم ومن اطاعھم والمدینۃ	فتح ہونے پر [illegible] اہل و عیال
خیر لھم لو کانوا یعلمون۔	[illegible] آپ [illegible] لیکن بہتر یہی

ان کے لئے مدینہ ہے، کاش اگر ان کو عقل ہو اور سمجھیں!

ان چند ارشادات سے ناظرین نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ حضور کو اپنا وطن
ہجرت کس قدر زیادہ محبوب تھا [illegible] کس طرح دل سے
چاہتے تھے کہ اس کی شان مرکزیت باقی رہے [illegible] کو دنیا کے ہر خطہ
سے زیادہ محبوب رکھیں تو اپنے خلوص [illegible] ہر [illegible] کریں

مدینہ ہمارا وطن ہو الٰہی	مری [illegible] یہیں ہو اور تن ہو الٰہی
مدینہ میں لاشہ پڑا ہو ہمارا	مدینہ [illegible] کفن ہو الٰہی

"مجھکو فرشتہ کہنا آسان ہی انسان کہنے سے"

(از حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قادری البدایونی صدر مرکزی خلافت کمیٹی)

مدینہ کے امی تاجدار کہ کے سادہ و حسن عرصہ دراز کے عادات و سراپا پر
جب کبھی مشتاق دیدہ دل نے ارمان بھری نگاہوں سے عاشقانہ طواف کیا ہے اور شیدائیانہ انداز سے والہانہ غور و فکر کا کام لیا ہے۔ ذوق نظارہ کی فرصت نکالی ہے۔ بیخودانہ دیکھ جمال کی حیرانی ہے یا محققانہ نظر کی نذر گزرانی ہے تو ایسا کچھ دیکھا ہے اور وہ مزا لوٹا ہے کہ بے اختیار دل نے صدا دی ہے —

جمال روئے تراہرکہ دید حیراں شد • چہ صورتیست ترا لا الٰہ الا اللہ

یہ اسے دیکھکر کہا جسے "تت" دشمنوں نے کڑے تیوروں سے دیکھکر دوستوں نے زیارت کے میٹھے اشاروں سے کام لیکر۔ مخالفوں نے جانچ کر موافقوں نے سر جھکا کر اقرار دیا تھا — "مبداؤں میں دیکھکر شہادت ادا کی تھی" مسجدوں میں جٹائی پر بیٹھا دیکھکر سجدۂ تصدیق کیا تھا" ویرانوں میں اکیلے دو کیلے ملے دن پر جلوہ آرا پاکر ریگستانوں میں کنکریوں پر سوتا ہوا، پیٹ پر لپٹا ہوا، عبید و مساجد کو غلام بناتے، غلاموں کو آزاد کرتے۔ خدائی جلال اُبھارتے، اُترتے خطبہ فرماتے وعظ دیتے۔ ہدایت کرتے، یتیموں کو گود میں لیے بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے، مظلوموں کو تسلی دیتے آپ فاقہ کرکے بھوکوں کو کھلاتے، دشمنوں کو پیار کرتے دوستوں کو نوازتے دنیا نے آسمانی امتیاز تواضع کا علم زیب تن کئے، پھٹی پرانی گدڑی پہنے تخت اسقوی پر ... دلوں کی شاہی کرتے۔ عالم نے اسے دیکھکر پکارا تھا — "ادب بچار کر ... ہر دو کون ..."

شاہوں نے اسکے ایلچیوں نے اسیروں نے اس کے دربار میں حاضری دی۔ سدم شام کے سفیروں ایلچیوں نے کو اس کی کچی مسجد کی ٹوٹی چٹائی کے قریب بیٹھا پایا کام کرتے ... اور سب نے اس ... جلال سے لرز کر یہی آواز بلند کی —"

دشمنان توحید و مخالفین وطن نے اسے آزما کر اپنی تلواریں خوف سے پھینک کر اس کی جنبش ابرو سے ... اس کی آواز روح اعجاز سنکر اس کے اشاروں پر درختوں، پتھروں، بتوں، جانوروں کو کلمۂ شہادت پڑھتا دیکھکر اقرار کیا —"

طفیل شامی نے اسے باب اسلام کے قریب مسکراتا دیکھکر یہی کہا تھا —"

عبداللہ بن سلام نے مجلس مناظرہ میں اس امی "ماں" امی مگر صاحب علم لدنی وعالم غیب نبی سے شکست کھا کر تیر نگاہ و اداسے گھائل ہوکر دشمن سے دوست بنکر یہی صدا دی تھی —"

اول المسلمین سید العاشقین صدیق اکبرؓ اسی کی تصدیق سے صدیق ہوئے اور حبشہ کے لئے رفیق بنے اور افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق کے لقب سے مشرف ہوئے مگر یہی کہتے جے اور یہی کہتے ہوئے حبیب میں پہونچے تھے —

شیر آل عمر فاروقؓ اسی کی کنفیہ چتون کا شکار ہوکر دشمن سے دوست قاتل سے شہید عشق ہوکر کنت عبداً وخادماً کا اعلان کرکے یہی کہتے رہے —

ابو الحیا ذوالنورین عثمان غنیؓ عمر بھر یہی کہا اور یہی کہتے ہوئے دنیا سے کہلواتے دنیا سے گئے اور سرخرو گئے تھے —

خاتم الخلافۃ باب العلوم الشرعیہ علی کائنات نے بچپن سے جوانی اور جوانی سے تا شہادت اسی کے کمالات کی تصویر بنکر یہی کہا اور یہی دنیا سے کہلوایا تھا —

ابو ہریرہؓ جابرؓ انسؓ سعدؓ سعیدؓ نے ما رأیت شیئاً احسن منہ کے نغمہ میں یہی کہا اور حق کہا تھا —"

حسانؓ مداح حبیب کے اس ترانے میں

خلقت مبرأ من کل عیب • کانک قد خلقت کما تشاء

یہی نے تھی اور صاف صاف یہی اقرار کو نج رہا تھا —"

ابو طالب چچا تھے ظاہری پرورش کنندہ تھے، بڑے تھے مگر حیرت و تعجب سے سکتے یہی ستے "—" اور یہ کہتے تھے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ • ثمال الیتامیٰ عصمۃ للاارامل

تمام اہلبیت آئمہ شہداء اولیا اصفیا، علما یہی کہتے رہے اور یہی کہتے گئے —"

عرب کے وحشیوں نے حرکت بصرانیوں نے ایران کے آتش پرستوں نے مصر کے قبطیوں نے افریقہ کے سیاہ وطن نے ہند کے بت پرستوں نے ... انگلستان کے صلیبیوں نے مجبور ہو ہوکر یہی اقرار کیا ہے —"

دنیا کے یتیموں نے اس کی تصدیق کی زمانہ کی بیواؤں نے اس کی تائید کی غریبوں مسکینوں نے فسطوبی للغرباء اور اللہم احینی مسکینا سنکر دل شاد ہوکر کہا اور یہی کہا۔

اسی کے ہاتھ میں سنگریزوں نے آکر یہی تسبیح پڑھی اس کی انگلی کے اشارے سے چاند نے شق ہوکر شاہد عریاں ہوکر یہی جلوہ دکھایا اور زبان حال سے یہی کہا تھا —

چھپے سورج نے اس کے اشارے سے بال باندھے غلام کی طرح مڑکر پلٹکر طلوع کرکے اس کے روشن چہرہ کی بلائیں لیکر یہی کہا تھا —"

توریت، انجیل، زبور صحف سابقین و کتب سماویہ نے محمدؐ نتو کالبشر کا رنگ نکھر کردہ دیکر بشارتیں سنکر بے شک یہی کہا تھا —"

قرآن نے اس کو نور برہان کہکر اس کی قسمیں کھا کر اس کو کائنات سے ممتاز کرکے اس کو تلمیح اکمل الکل انسانوں سے بالا و برتر بتاکر اس کے فعل کو اپنا فعل ٹھہرا کر مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ اس کے قول کو اس کی زبان کو اپنا قول اپنی زبان بتاکر وما ینطق عن الہویٰ ان ھو الا وحی یوحی اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت بتاکر من یطع اللہ والرسول اس کی محبت کو اپنی محبوبیت کا شرف دیکر قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ صاف صاف یہی سنایا اور یہی سبق پڑھایا — جبرئیل نے اس کے دربار کا ... میکائیل نے اس کے رکاب

رسول اکرمؐ اور اصلاحات جنگ

(از جناب مولانا حکیم ڈاکٹر ابوالظفر سید علی صاحب کوثر چاندپوری)

جنگ و جدال، قتل و خونریزی۔ بلاشبہ وحشت و بربریت کے بدترین مظاہرے ہیں لیکن ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں، نیزہ و شمشیر کا استعمال جب محض نفس کو خوش کرنے کی غرض سے جذبۂ انتقام یا جلب منفعت کے لئے کیا جاتا ہے تو دنیا کی کوئی چیز اس کی برابر نفرت انگیز نہیں ہے لیکن اگر جب ہم اپنے دست و بازو کو صرف اس لیے سونپ دیں کہ ظالم کے مقابلہ میں مظلوم، قوی کے سامنے کمزور، جابر و مستبد ہستی کے آگے بیکس و لاچار انسان کے حقوق محفوظ ہو جائیں۔ ظالم کے ہاتھ کی چمکدار تلوار مظلوم کے سرخ خون سے جبر و تعدی کی پیاس نہ بجھا سکے۔ قوی اور طاقتور قوم کے مضبوط چنگل کمزور اور بے دست و پا جماعت کے حلقوم میں پیوست نہ ہو سکیں۔ ایک استبداد پسند انسان کسی مجبور آدمی پر اپنی ستم کی طاقت صرف نہ کر سکے، تو پھر اسے دنیا کی بہترین نعمتوں میں شمار کیا جانے لگا۔

اسلام پر سب سے بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ اس نے اپنے فرزندوں کو تلوار چلانی سکھائی، اس نے تیر و کمان کا ذوق اپنے متبعین کے دلوں میں پیدا کیا، اس نے نوک سنان اور سر خار تیر سے انسانی قلوب کو برمایا لیکن یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ اس کا مقصد کیا تھا اسلام نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی کہ جانداروں پر مظالم کیے جائیں۔ سینوں کو تیروں کا ہدف اور قلوب کو نیزوں کا آماجگاہ بنایا جائے وہ صاف الفاظ میں کہتا ہے

اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا (حج) جن لوگوں سے لڑائی کرتے ہیں ان کو اس بنا پر لڑنے کی اجازت دی گئی کہ ان پر ظلم کیا گیا۔

جس زمانہ میں آفتاب رسالت طلوع ہوا ہے اور اس کی روشنی فاران کی چوٹی سے پھیلنی شروع ہوئی ہے اس وقت کی عام حالت یہ تھی کہ مظلوم ظالم کے ہاتھوں پریشان تھے۔ مجبور کی زندگی جابر کے جور و جبر سے تلخ اور مکدر ہو رہی تھی ملک میں ہمیشہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی تھی۔ یہاں سلگتی رہتی تھیں جن سے امن و سکون کا دامن جلتا جاتا تھا اس وقت کی ضروریات کا اقتضا یہی تھا کہ مظلوم کو ظالم کی تلوار سے بچانے کے لئے بہ شمشیر دست اور تیغ بکف میدان میں نکل آنا چاہیے لیکن اس کی بھی صرف مشروط طور پر اجازت دی گئی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

قَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ اور ان سے اس حد تک لڑو کہ فتنہ (انفال)

باقی نہ رہے۔

گویا فرزندان اسلام کا نعرۂ جہاد صرف فتنہ و فساد کی آگ بجھانے کے لیے بلند ہوتا تھا اس میں تبلیغ مذہب یا جذبۂ انتقام کو کوئی دخل نہ تھا۔ تبلیغ مذہب کے سلسلہ میں رسول پاکؐ نے لڑائی کو پسند نہیں فرمایا اکثر اوقات آپ جماعت مبلغین کو لڑائی سے احتراز کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا اور تین آدمیوں کی جمعیت ساتھ کی تو آپ نے ان سے فرمایا الغرض دعوت اسلام مقصود ہے۔ زمین کو خون سے لالہ زار بنانے کی حاجت نہیں لیکن حضرت خالدؓ نے باوجود اس ارشاد کے بھی تلوار سے کام لیا، آنحضرتؐ نے سنا تو آپ کھڑے ہو گئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے فرمایا اے خدا خالدؓ نے جو کچھ کیا میں اس سے بری ہوں۔ آپ نے تین دفعہ یہی الفاظ ادا کیے پھر حضرت علیؓ کو بھیجا آپ نے ایک ایک بچہ کا یہاں تک کہ کتوں کا بھی خون بہا ادا کیا اور اس پر مزید رقم دی۔

کیا یہ واقعہ ان لوگوں کی دریدہ دہنی کا معقول اور مسکت جواب نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے افسوس ہے کہ اس وقت یہ عنوان زیر قلم نہیں ہے ورنہ اور واقعات بھی اس نوع کے لکھے جاتے اور بتایا جاتا کہ یہ الزام کس قدر لغو و بے معنی اور کتنا بے بنیاد ہے اگر زندگی مستعار نے وفا کی تو آئندہ سال رسول نمبر میں اس بحث پر سیر حاصل بحث کی جائے گی۔

بہرحال یہ واقعہ ہے کہ مسلمان اشاعت اسلام کی نیت یا جذبۂ انتقام سے مجبور ہو کر نہ لڑتے تھے نہ لڑائی سے ان کا منشا یہ ہوتا تھا کہ مفتوحہ ممالک بڑھائے جائیں اور مال و زر سمیٹا جائے بلکہ ان کے لڑنے کی محض یہ وجہ ہوتی تھی کہ لوگوں کو عبادت و ریاضت، فقراء کی دستگیری و امداد پر آمادہ کریں ایسی باتوں کی اشاعت ہو برائیوں کا وجود باقی نہ رہے لہٰذا ظالموں کو مظلوموں کے ستانے کا موقع نہ ملے تاہم اس سلسلہ میں غیر ذمہ دار اشخاص کی طرف سے بعض اوقات زیادتی کا احتمال تھا بلکہ کبھی عملاً زیادتی ہو بھی جاتی تھی اس لیے ہماری افواج کے سپہ سالار اعظم اور دنیا کے سب سے بڑے انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ضوابط اور اصول مقرر فرما دیئے تاکہ یہ مقدس تحریک اس پاک جدید

آلودہ اور ملوث نہ ہو۔

عرب کا آئین جنگ

اس زمانے میں عرب کا آئین جنگ یہ تھا کہ جو سامنے آئے اسے مار دو عام اس سے کہ وہ بوڑھا ہو یا بچہ، مرد ہو یا عورت، بیمار ہو یا تندرست کسی معاہدے کے پابند نہ رہو۔ کسی کی مال و جان اور کسی کے دل کو دل نہ سمجھو۔

چنانچہ عرب میں جب اسیران جنگ کو قتل کیا جاتا تھا تو کمسن بچوں اور معصوم عورتوں کو بھی بخشا نہیں جاتا تھا اکثر آگ کی نذر کر دیے جاتے تھے۔ بے خبری کے عالم میں دشمن پر حملہ کرنا ممنوع نہ تھا بلکہ اچھا سمجھا جاتا تھا۔ دوران جنگ میں جو سامنے آتا تھا اس کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا تھا بچوں کے کلیجے تیروں سے چھید دیے جاتے تھے ہاتھ پاؤں کاٹ کر رقص بسمل کا تماشہ دیکھا جاتا تھا۔ انسانی کھوپڑیوں سے پیالہ و جام اور ساغر و سبو کا کام لیا جاتا تھا اور منت مانی جاتی تھی کہ دشمن پر قابو ملا تو اسکی کھوپڑی میں شراب پئیں گے۔ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر کے سفاکی و بے دردی کے ساتھ انسانیت سوز نمونے دکھائے جاتے تھے۔

عرب کے ایک بادشاہ عمرو بن ہند کا بھائی جو تمیم کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو اس نے منت مانی کہ ایک کے بدلے سو آدمیوں کو قتل کرے گا۔ اور بنو تمیم پر حملہ آور ہوا تو بنو تمیم اس کے حملے کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے صرف ایک ناتوان اور عمر رسیدہ بڑھیا رہ گئی جس کا نام حمراء تھا اسکو پکڑ کر آگ میں جلا دیا گیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر ایک سوار اعمار نامی نو وارد آ نکلا۔ عمرو نے پوچھا تو کیوں آیا۔ اس نے کہا کئی دن کا بھوکا ہوں دھوئیں کو دیکھ کر سمجھا کہ کھانا ہوگا عمرو نے اسکو بھی آگ میں ڈال دینے کا حکم دیا۔ اس قسم کے اور بہت سے خونی واقعات ہیں جن سے تاریخ کے صفحات اب تک رنگین ہیں اگر سب کو فرداً فرداً لکھا جائے تو یقیناً ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ مختصر یہ ہے کہ قتل و غارت گری، جدال و قتال، اس کا خاص مشغلہ تھا جس کو کبھی جذبہ انتقام کو فرو کرنے کی غرض سے اور کبھی محض شکم پروری کے لیے اختیار کیا جاتا تھا۔ چونکہ لڑائی کا یہ طریقہ اعتدال و رواداری، ہمدردی و محبت انسانیت و تہذیب سے قطعاً عاری تھا رسول پاک نے اسکو بالکل بدل دیا۔

بچوں اور عورتوں کے قتل کی ممانعت

آپ نے بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور بیماروں کا قتل بالکل ممنوع قرار دیا۔ آپ نہایت سختی سے اس کے خلاف ہدایت فرماتے تھے چنانچہ جب کوئی فوج کسی مہم پر روانہ ہوتی تھی تو اس کے سردار کو خاص طور پر یہ حکم دیا جاتا تھا کہ کسی کمسن سال، بچے اور عورت کو ہرگز قتل نہ کیا جائے جب لڑائی کے موقع پر کسی عورت کی لاش آپ کو نظر آئی تو آپ نے مسلمانوں کو اس فعل سے باز رہنے کی نہایت سختی سے ہدایت فرمائی۔

پابندی عہد

اوقات جنگ میں قول و قرار کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ جنگ موتہ میں کفار نے مسلمانوں کو اپنے مکر و فریب میں مبتلا کر کے قتل کیا یا وہ عہد و پیمان کر کے مسلمانوں کو ساتھ لے گئے اور گھر سے جا کر قتل کر دیا۔ مگر رسول پاک نے مسلمانوں کو بڑی تاکید فرمائی کہ اپنے "عہد و پیمان" کی پابندی کرو قول و قسم کو فراموش نہ کرو مسلمانوں نے اپنے قائد اعظم کے ان ارشادات کی دل و جان سے تعمیل کی اور سخت سے سخت خطرات کے وقت بھی اپنے قول و قرار سے نہیں پھرے۔

رسول اکرم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور بہت سے صحابہ مجبوریوں کے باعث مکہ میں مقیم رہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان بھی مکہ میں رہ گئے۔ جنگ بدر سے قبل وہ مکہ سے روانہ ہوئے کفار نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور کہا کہ تم مدینہ جا کر ہم سے لڑو گے انہوں نے کہا ہم صرف تبدیل سکونت کرتے ہیں۔ کفار نے وعدہ لے کر ان کو رہا کر دیا۔ جب یہ مقام بدر میں رسول اللہ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے کفار سے لڑنے کی اجازت مانگی آنحضرت نے فرمایا تم عہد کر چکے ہو تمہارا جنگ میں شریک ہونا پاسداری عہد کے قطعاً خلاف ہے۔

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اور ہادی اسلام نے اپنے متبعین کو پابندی عہد کے کس قدر زریں سبق دیے ہیں۔

مال غنیمت

سب سے مرغوب چیز جو انسان کو لڑائی کے میدان میں کھینچ کر لاتی تھی وہ مال غنیمت کی تمنا تھی اگرچہ عہد اسلام میں بھی یہ رسم عرصہ تک جاری رہی لیکن شارع اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کو اس سے باز رہنے کی تاکید فرمائی

ایک انصاری روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول پاک کے ساتھ سفر میں تھے بھوک نے جب ہم کو بہت پریشان کیا تو ہم بکریاں لوٹ لائے اور ذبح کر کے گوشت پکنے کو چڑھا دیا۔ آنحضرت کو اطلاع ہوئی تو آپ تشریف لائے آپ کے دست مبارک میں کمان تھی آپ نے ہانڈیاں الٹ دیں اور فرمایا۔ "لوٹ کی چیز مردہ سے بڑھ کر حلال نہیں"

خیبر کی لڑائی میں بعض نو مسلم مسلمان یہودیوں کے جانور اور پھل لوٹ لائے آنحضرت کی اس پر بہت خشمناک ہوئے آپ نے صحابہ کو جمع کر کے فرمایا۔ "خدا نے تم لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں کیا کہ اہل کتاب کے گھروں میں گھس جاؤ اور نہ ان کی عورتوں کو مارنا ان کے پھل کھانا جائز ہے ایسی حالت میں کہ وہ تم کو وہ چیز ادا کریں جو ان پر فرض ہے۔"

ایک صحابی نے رسول اکرم سے دریافت کیا کہ ایک شخص مال غنیمت کی تمنا

میں جہاد سمجھا جاتا ہے آپ نے فرمایا اسکو کچھ ثواب نہ ملیگا یہ جواب انھوں نے لوگوں سے بیان کیا تو کسی کو یقین نہ آیا اسلئے کہا کہ تم آنحضرت کا مطلب نہیں سمجھے پھر دریافت کرو۔ انھوں نے مکرر پوچھا تو یہی جواب ملا لوگوں کو اب بھی باور نہ آیا۔ انھوں نے تیسری بار آنحضرت سے دریافت کیا تو بھی آپ نے یہی کہا کہ کچھ ثواب نہ ملیگا" ——— اصل میں اہل عرب کو مال غنیمت بہت زیادہ عزیز تھا بعض حضرات کسی کافر کے مسلمان ہونے پر محض اسی وجہ سے آزردہ ہو جاتے تھے کہ اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے غنیمت ہاتھ نہ آتی تھی۔ اسی بنا پر رسول پاک نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ غنیمت کے لالچ سے لڑنے گئے ان کو کچھ ثواب نہ ملیگا۔ کیونکہ ثواب تو ان مسلمانوں کا حصہ تھا جو لوگوں کو مصائب اور مظالم سے بچانے کی نیت سے جنگ کرتے تھے۔

انتقام کا سدباب

عرب میں جب کسی قبیلہ کا آدمی کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تھا تو مقتول کا قبیلہ اس کے انتقام کو فرض خیال کرتا تھا اور سینکڑوں برس کی مدت گزر جانے پر بھی انتقام کا یہ جذبہ اس کی نسل میں باقی رہتا تھا جس کی گرمی دل کو ٹھنڈا نہ رہنے دیتی تھی اگرچہ اس عرصہ میں قاتل اور اس کے خاندان کا نام و نشان نہ رہتا تھا لیکن جب تک قبیلہ کا ایک شخص قتل نہیں کیا جاتا تھا اسوقت تک انتقام کی یہ آگ سرد نہ ہوتی تھی۔ عرب میں اسکو ثار کہتے تھے یہی ثار کا عقیدہ تھا جس نے ریگستان عرب کے ذرے ذرے کو خون کا پیاسا بنا دیا تھا ایک معمولی قتل پر ہزاروں برس تک کیلئے سلسلۂ جنگ قائم ہو جاتا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اس طریقہ کے خلاف اعلان فرمایا اور اپنے قبیلہ کا خون معاف کر دیا۔ پیغمبر اسلام کا یہ ایثار اس قدر عظیم الشان تھا اور اتنی اصلاح اپنے اندر رکھتا تھا کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس عقیدہ کا ابطال ہو جانے پر کس قدر خونریزی میں بہت حد تک کمی ہو گئی۔ اور یہ سب کچھ صرف اس لئے کہ پیغمبر اسلام بے ضرورت لڑائی کو پسند نہ فرماتے تھے صرف غرباء و مساکین کی امداد مظلوموں کی اعانت، کمزوروں کی دستگیری کے لئے لڑائی کا حکم دیتے تھے اور یہ وہ چیز ہے جس کو آج بھی صرف جائز بلکہ ضروری سمجھا جاتا ہے اور جب تک دنیا قائم ہے یہ ضرورت جنگ بھی باقی رہے گی۔

ان کے علاوہ سلسلۂ جنگ میں اور جس قدر مظالم ہوتے تھے مثلاً آگ میں جلانا ہاتھ پیر کاٹنا آپ نے ان کو بالکل بند کر دیا اور سچ یہی ہے کہ جو ہستی دونوں عالم کیلئے امن و سکون کا پیام لے کر آئی تھی اور جسکو رحمۃ للعالمین کہا جاتا ہے وہ ان مظالم کو کیونکر برداشت کر سکتی تھی۔

رسول اکرم (صلعم) کی تعلیم اخلاق

(از جناب قاضی مشتاق حسین صاحب قریشی ایم اے پروفیسر مشن کالج دہلی)

علم اخلاق میں مقصدِ زندگی کا تعین اس قدر اہم ہے کہ اس کے بغیر اعمال کے حسن و قبح پر بحث محال ہے اور اسی اساسی مسئلہ پر علماء میں شدید اختلاف ہے۔ اگر یقین و صحت کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ انسان کا نصب العین زندگی کیا ہونا چاہیئے تو پھر اعمال کے متعلق بحث اس نہج پر ہو سکتی ہے کہ جو عمل نصب العین کا معاون و ممد ہو وہ اچھا ہے، جو مخالف و مضر ہو وہ برا ہے۔ لیکن مقصدِ زندگی کے متعلق کسی حتمی نتیجہ پر پہنچنا دشوار ہے اور اسی وجہ سے فلسفی انتہائی جانکاہی کے باوجود کسی متفقہ فیصلہ تک نہیں پہنچ سکے۔

اخلاق پر فلاسفہ کا اثر کسی زمانہ میں زیادہ عمیق نہیں ہوا۔ انہوں نے بسا اوقات خود بھی اپنی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ بعض نے کیا تو لوگوں نے انہیں چشمِ تحیر سے دیکھا اور پیروی نہیں کی۔ اگر کسی نے پیرو بھی پیدا کئے تو وہ بھی کبھی خواص کے دائرے سے باہر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فلسفہ عقل کی بنیاد پر قائم ہے اور عمل کا دار و مدار زیادہ تر دماغ پر نہیں بلکہ قلب پر ہے۔ یہی سبب ہے کہ مذہبی پیشواؤں اور انبیاء کے اچھے خیال اور جادو اثر تقریروں نے قوموں کی ذہنیت قلیل سے قلیل مدت میں تبدیل کر دی اور فلسفہ کی ضخیم کتابوں نے بھی کوئی بڑا انقلاب پیدا نہیں کیا۔

لیکن نصب العین زندگی کے متعلق اختلافات دنیا کے مقتدر مذہبی پیشواؤں میں بھی موجود ہے۔ حضرت مسیح اس کے قائل ہیں کہ انسان دنیا کو چھوڑ دے اور اپنی روح کو ترقی دینے میں مصروف رہے۔ مہاتما بدھ ترکِ نفس کو موت کے درجہ تک پہنچا دینا عین نجات سمجھتے ہیں اور سری کرشن جی مہاراج گیتا میں فلسفۂ عمل کا درس دیتے ہیں۔ اگر ان مقتدر پیشواؤں کے خیالات کا تجزیہ کیا جائے تو ان میں تضاد صاف نظر آتا ہے۔ متلاشیِ حق ان الجھنوں میں پڑ کر حیران ہو جاتا ہے کہ اگر دنیا اس قدر بری ہے تو پھر خدا نے انسان کو دنیا میں پیدا کیوں کیا، اور اگر زندگی کا مقصد وحید یہی ہے کہ کس طرح اس سے نجات حاصل کر لی جائے تو خدا نے انسان کو زندگی کی مصیبت میں کیوں مبتلا کیا، اور اگر زندگی سراسر جد و جہد ہی ہے تو اس میں روحانیت، تسکین یا دلی اور دماغی نشو و نما کا سامان کیونکر مہیا ہو سکتا ہے؟ ان شبہات کے باوجود یہ تعلیمات جن خوبیوں کی حامل ہیں، ان سے انکار نہیں ہو سکتا۔ نہ زندگی محض دنیا میں [illegible] کا نام ہے، نہ صرف زندہ رہنے کا، اور نہ صرف دنیوی مشکلات کے خلاف جد و جہد کا۔ دنیا میں انہماک اگر روحانیت سے غافل کر دے تو پھر روحانی پستی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اگر انسان زندگی کو ہی اپنا مقصد بنا لے تو وہ اعلیٰ روحانیت جو بسا اوقات زندگی قربان کرنے سے حاصل ہوتی ہے نصیب نہ ہو اور اگر اس دنیا کی جد و جہد سے یکسر کنارہ کشی اختیار کر لی جائے تو انسان انسان نہیں بن سکتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ تمام مقاصد اپنی اپنی جگہ پر نہایت ارفع ہیں لیکن یہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ انسان کی زندگی کا واحد نصب العین بن سکیں اور ہر موقعہ و محل پر اس کی رہنمائی کر سکیں۔ اخلاق مکمل اس وقت ہوتا ہے جب انسان زندگی کے ہر شعبہ میں کامیابی کا اہل ہو اور اس کی زندگی ہر طرح سے کامل ہو۔ یہ صورت کسی ایسے نصب العین کو پیش نظر رکھ کر ممکن نہیں ہے جو یک طرفہ یا غیر مکمل ہو، بلکہ زندگی کی تکمیل کے لئے تمام وسائل جمع کرنے کی ضرورت ہے اور یہ ایسے ہی نصب العین کے تعین سے ممکن ہے جو انسان کے جسمانی، دماغی اور روحانی قویٰ کی پرورش کو پیش نظر رکھ کر مقرر کیا جائے۔ پھر اس کی بھی ضرورت ہے کہ ان اجزاء کے تناسب میں کامل احتیاط کو کام میں لایا جائے، اس لئے کہ اخلاق کا حسن ان شعبوں کے تناسب کا اسی قدر محتاج ہے جس قدر جسمانی حسن تناسبِ اعضا کا۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ایسے متلاشیِ حق کی حیثیت سے جو ہر خوبی کا مداح ہے اور جہاں بھی اسے کوئی ارفع و اعلیٰ تعلیم نظر آئے اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے، میں یہ کامل وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ تناسب قرآن کے صفحات اور احادیث کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتا۔ ایک سچا مسلمان عابد شب زندہ دار بھی ہوتا ہے اور عالم باعمل بھی، وہ مساجد کے حجروں میں چلہ کشی بھی کرتا ہے اور میدان جہاد میں تلوار سے کردار و شجاعت بھی دیتا ہے۔ رقت قلب کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ کسی کی مصیبت دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا اور سختی کا محل و موقعہ بھی اتنا سمجھتا ہے کہ خدا کے دشمن کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

اس کا سبب کیا ہے؟ قرآن کا سچا پیرو بیک وقت متضاد جذبات کا حامل کیوں ہوتا ہے؟ اور ان متضاد جذبات کا وہ صحیح مواقع پر کیونکر اظہار کرتا ہے؟ ان سوالات کا جواب اگر درکار ہو تو جنابِ رسالت مآب صلعم کی تعلیم کا مطالعہ کرو اور تم کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ صرف ایک نصب العین پیش کرتی ہے اور وہ نصب العین کوئی

یک طرفہ جزدی یا خاص نصب العین نہیں ہے بلکہ زندگی کی کامل نشو ونما اور تکمیل ہے سادگی اور خوبصورتی کے ساتھ اعلیٰ ترین اصول زندگی کو بہترین تناسب کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے اور یہ ارشاد ہوا ہے کہ یہ تکمیل مقصد زندگی ہے جس دن تمام اجزا کی ترکیب صحیح سے موقع کامل ہوگیا تو حضرت نے خود ارشاد فرمایا کہ
الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم۔ تمہارے شاہراہ دین تیار ہوگئی اسے کامل نعمتی۔
ہوا اور بہت ہی یادداشت کی ہو سکتی ہے
میرے ایک انگریز دوست نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا کہ "اسلام کن خوبیوں کا حامل ہے؟" مجھے معلوم تھا کہ میرے دوست کو لمبی طویل تقریر سننے کی نہ فرصت تھی نہ خواہش لہٰذا میں نے ایک لمحہ کے تامل کے بعد اسے جواب دیا کہ "اسلام اگر خشت و آہک سے مرکب ہوتا تو وہ تاج محل یا جامع مسجد دہلی کی طرح ہوتا جس میں انتہائی سادگی انتہائی تناسب انتہائی حسن استواری اور رفعت کے ساتھ مرکب ہیں!" میرا دوست خاموش ہوگیا لیکن مجھے اب تک اپنے اس بے ساختہ جواب کا لطف آتا ہے اور میں اس پر جس قدر غور کرتا ہوں اسی قدر اس کی صداقت و بلاغت سے محظوظ ہوتا ہوں۔ آقائے نامدار (صلعم) نے اپنا سب سے بڑا معجزہ قرآن بتایا ہے اس کے معنی سمجھنے میں ہم مسلمان کسی حد تک غلطی کرتے ہیں لاریب قرآن کا پیرایہ یعنی اس کی زبان و الفاظ میں قدرت الٰہی کی کامل صناعی جلوہ فرما ہے لیکن اس سے بھی زیادہ قرآن کی تعلیم حیرت انگیز ہے جس سادگی کے ساتھ دنیوی اور دینوی زندگی کے اعلیٰ ترین اصول کامل تناسب کے ساتھ قرآن میں موجود ہیں کسی اور جگہ میسر نہیں،

سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ جب دوسرے مذاہب کے علما اپنے مذہبی تعصبات کو بھول کر کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے نشہ میں سرشار ہیں حالانکہ ان سے زیادہ کوئی شخص متحیر نہ ہوگا اگر ان پر براہین سے واضح کر دیا جائے کہ وہ اپنے مذہب کا دامن چھوڑ کر بالحقیقت اسلام کی تعلیم سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔ دنیا کی تمام آزاد تحقیقات اسلام کی تائید کرتی ہے لیکن ہم مسلمان اس قدر نااہل ہیں کہ ہم نہ خود اس تعلیم سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں نہ دوسروں تک اسے پہونچانے کی فکر کی سعی کرتے ہیں ؛

یارسول اللہ انظر حالنا

دنیا میں کون ایسا بدنصیب مسلمان ہے جو گنبد خضرا میں سونے والے محبوب مدنی کی دستگیری و امداد سے محروم رہنا چاہے اگر آپ بھی دستگیری رسول کی پیاری شان دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم سے پیغمبری دعائیں طلب فرمائیے۔ اس کتاب میں وہ تمام مستند دعائیں درج ہیں جو حضور سرور کائنات نے مختلف مقاصد کے لئے مختلف موقعوں پر ارشاد فرمائے یہ کتاب صحاح ستہ کا لب لباب ہے۔ محض اس خیال سے کہ کوئی مسلمان اپنے مدنی تاجدار کے سرچشمہ فیض سے محروم نہ رہے اس کا ہدیہ بہت کم رکھا ہے۔ یعنی صرف ۸ ر

بگڑی ہوئی قسمت بنگئی

دنیا کے سہارے ٹوٹ چکے تھے کوئی مونس دیا ور نظر نہ آتا تھا کام بن بن کر بگڑ جاتے تھے لیکن جب خاصان خدا کا توسل ڈھونڈا تو بگڑی ہوئی بن گئی خدانخواستہ اگر آپ بھی پریشان ہیں فکر معاش میں سرگرداں ہیں دشمنوں کی یورش ہے۔ کوئی پیارا عزیز گم ہے تو

عملیات باقی

ملاحظہ فرمائیے اس میں ہندوستان کے مشہور بزرگ حضرت مجدد الف ثانی کے پیر و مرشد حضرت خواجہ خواجگان خواجہ باقی باللہ نقشبندی رضی اللہ عنہ کے وہ مجرب اعمال و وظائف درج ہیں جن کی مدد سے آپ کی ہر دلی مراد پوری ہوگی۔ یہ کتاب نہایت کوشش سے بصرف کثیر شائع ہوئی ہے کتابت و طباعت و کاغذ اعلیٰ درجہ کا قیمت ۹ ر

مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے

یہ وہ حیرت انگیز علمی کتاب ہے کہ اس کو پڑھ کر آپ کی آنکھوں کے سامنے سے بہت بڑا پردہ اٹھا جائے گا اور آپ موت کے تمام رازوں سے واقف ہو جائیں گے یہ کتاب تمام روحانی تحقیقاتوں کا عطر ہے اور صدہا مشرقی و مغربی فلاسفروں کے طویل تجربات کا نتیجہ ہے اس کتاب کے پڑھنے کے بعد پھر آپ کو یہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ "مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے" قیمت بارہ آنے

جسم قرآنی کی روح

سورۂ فاتحہ ہے جب تک آپ اس کے رموز و نکات کو اچھی طرح نہ سمجھ لیں اس وقت تک آپ کو کلام پاک کا صحیح علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی خیال سے ہم نے سورۂ پاک کی مکمل تفسیر روح المعانی کے نام سے شائع کی ہے اس میں دنیائے اسلام کے مشہور مایۂ ناز عالم حضرت علامہ شیخ محمد عبدہ مصری کے بصیرت افروز خیالات سے استفادہ کیا گیا ہے کسی مسلمان کا گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیئے لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت بارہ آنے عمر

تفسیر سورہ یسین

سورۂ یسین کلام الٰہی کا قلب ہے اس میں فصاحت و بلاغت کے دریا لہرا رہے ہیں اگر خدانخواستہ آپ کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ آپ پورے کلام اللہ کی تفسیر سے اپنے دل و دماغ کو روشن کر سکیں تو کم از کم کلام الٰہی کے قلب کی کیفیات سے تو لطف اندوز ہونے کی کوشش فرمائیے یہ تفسیر جامعیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے حسن بیان دلوانے مطالب میں اپنا جواب نہیں رکھتی زبان اس قدر سلیس کہ بچہ بھی سمجھ لے عبارات سورۂ یسین کے پڑھنے کے طریقے بھی اس میں درج ہیں قیمت صرف آٹھ آنے ۸ ر

کون سا پیغمبر ساری دنیا کا ہادی ہو سکتا ہے

(از جناب مولوی سید ممتاز علی صاحب مدیر اعلیٰ رسالہ تہذیب نسواں)

آج کل تبلیغ کا شوق دنیا کے ہر مذہب کے لوگوں میں پیدا ہوتا اور ترقی کرتا جا رہا ہے۔ اور تمام مذاہب کے مبلغ اس امر میں کوشاں ہیں کہ اپنے اپنے مذہبی پیشوا کو کل عالم کے لئے بہترین ہادی ثابت کریں اور ساری دنیا کو اس کا حلقہ بگوش بنا لیں۔ اس سلسلے میں بعض اوقات اس امر پر بھی بحث ہونے لگتی ہے کہ کیا ہر مذہب کے لوگوں کو اس امر کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اپنے عقائد کی تبلیغ کریں؟ عام طور پر مبلغ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں مذہب والے تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ تو پھر ہم کیوں نہ کریں۔ اور تبلیغ کی تخصیص کسی خاص مذہب سے کیوں ہو لیکن وہ ایک بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اس بارے میں خود ان کے مذہب کا ارشاد کیا ہے اور ان کے پیشوا خود اپنے اقوال کی رو سے کسی خاص جماعت یا قوم کے ہادی ثابت ہوتے ہیں یا کل عالم کے۔

ہم اس موقع پر مناظرہ کی سی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے صرف چند نہایت سیدھی سادی باتیں لکھنا چاہتے ہیں جس سے مختلف مذاہب کے ہادیوں کا مقصد ظاہر ہو جائے۔

دنیا کے بڑے نامور اور اولو العزم انبیا میں سے چار سب سے زیادہ مشہور ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان میں سے حضرت ابراہیمؑ کو تو علیحدہ کر دینا چاہئے۔ دو وجہ سے اول تو اس لئے کہ ان کی کوئی شریعت خاص دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اور دوسرے اس لئے کہ اہل کتاب کا کوئی فرقہ ان کی طرف منسوب نہیں۔ ان کا جو دین ہے وہ باقی تین پیغمبروں کے ادیان کے ضمن میں ہی موجود ہے۔ باقی تین پیغمبروں میں سے سب سے پہلے حضرت موسیٰ ہیں۔ توریت اور دوسرے آسمانی صحیفوں میں واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو قبطیوں کے پنجے سے نجات دینے کے لئے مبعوث ہوئے۔ اسی مقصد اعظم میں انہوں نے اپنی ساری عمر صرف کر دی۔ اور اپنی نگاہ عزم کو بنی اسرائیل کی حدود سے کبھی باہر نہ جانے دیا۔ وہ بنی اسرائیل کو تمام دنیا سے برتر اور برگزیدہ جانتے تھے۔ اور اپنی نبوت کو ان ہی سے مخصوص رکھنے میں شاید اپنی بڑی بزرگی سمجھتے تھے۔

اگر ان کے قوانین یعنی احکام توریت کا مطالعہ کیا جائے اور جو طریق عمل حضرت موسیٰؑ نے اختیار کیا وہی طریق آج کل کے یہودی بھی اختیار کریں تو انہیں تبلیغ سے کچھ سروکار نہ ہونا چاہئے۔ اور ان کے ربیوں کو اپنی تبلیغی سرگرمیاں صرف اپنی ہی قوم کے گمراہ لوگوں کو ہدایت کرنے تک محدود رکھنی چاہئیں۔ جب خود ان کے ہادی کو بنی اسرائیل کے سوا دوسرے لوگوں سے کچھ سروکار نہیں رہا۔ اور انہوں نے اپنی سرگرمیاں صرف بنی اسرائیل کی ہدایت تک محدود رکھنی مناسب سمجھیں۔ تو اب ان کے اقوال اور اسوہ کے خلاف ان کی ہدایت کو دوسرے مذاہب اور دوسری اقوام کے لوگوں کے لئے بھی ضروری قرار دینا اور انہیں اپنے دائرے میں شامل کرنے کی خواہ مخواہ کوشش کرنا خود ان کے اپنے صحیفوں کی رو سے مذہبی انحراف ہے۔

حضرت موسیٰ کے بعد حضرت مسیح مبعوث ہوئے۔ یہ نبی کوئی شریعت جدید نہیں لائے بلکہ انہوں نے صرف اسی امر سے تعلق رکھا۔ کہ جو لوگ پرانی شریعت سے گمراہ ہو گئے تھے۔ انہیں راہ راست پر لائیں۔ اور ان کے لئے مشعل ہدایت بنیں۔ انہوں نے بھی اپنے وعظ و تذکیر کا دائرہ بنی اسرائیل تک ہی محدود رکھا۔ بلکہ اس باب میں خاص تشدد سے کام لیا۔ چنانچہ متی کی انجیل باب ۵ آیت ۲۴ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب ایک کنعانی عورت نے حضرت مسیح کی خدمت میں اپنی بیمار بیٹی کو شفا دینے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ "میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"۔

اور یہاں تک ہی نہیں بلکہ اپنے حواریوں کو تاکید سے فرمایا بھی کہ "غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا"۔ متی باب ۱۰ آیت ۵

ان حالات میں اگر مسیحی لوگ حضرت مسیح کے ارشادات پر عمل کرتے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو موجب ثواب سمجھتے ہیں تو انہیں بھی غیر قوموں میں تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا دائرہ بنی اسرائیل تک ہی محدود رکھنا چاہئے۔

ایسا کرنے سے ایک تو وہ حضرت مسیح کے سچے پیرو سمجھے جائیں گے اور دوسرے دیگر مذاہب کے پیروؤں کی دل آزاری تک نوبت نہ پہنچے گی۔

قوم ہنود کے بارے میں مجھے تفصیلی علم ان کے احکام کا نہیں ہے لیکن اتنا معلوم ہے کہ وید کے حقائق برہمن اور کھتری کے سوا کسی کو سننے کا حق نہیں ہے اور اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرے تو دھرم شاستر میں

اس کے لئے نہایت سخت سزائیں تجویز کی گئی ہیں یہاں تک کہ برہمن اور کھتری ہونا اکتسابی اور اختیاری امر نہیں ہے اور ہندو لفظ نظر سے دنیا کی باقی سب اقوام شودر ہیں جنہیں وید نہیں سنانا چاہیے۔ ایسی حالت میں ہندوؤں کا تبلیغ کرنا خود ان کے اپنے مذہب کی رو سے ناجائز اور شدید ترین جرم ہے۔

اب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات یعنی احکام اسلام اور طریق عمل پر نظر ڈالنی چاہیئے اللہ تعالیٰ نے سورہ سبا آیت ۲۸ میں فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے کو دنیا کی تمام خلقت کی طرف خوشخبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ پھر دوسری جگہ سورہ انبیاء میں فرمایا "ہم نے تجھ کو سارے جہان والوں کے لئے موجب رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ جناب پیغمبر صلعم کا یہ درجہ و منصب اس قدر مشہور ہے کہ آپ کے لقبوں میں رحمۃ للعالمین نہایت مشہور لقب ہو چکا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کے احکام اول روز سے کسی خاص ملک یا قوم کے لئے محدود نہیں بلکہ یہ مذہب بلا تخصیص تمام دنیا کو اپنے دائرے میں شامل کرنے کی غرض سے آیا ہے اور تمام بڑے پیغمبروں میں صرف پیغمبر اسلام صلعم ہی ایسے ہیں جنہوں نے تمام دنیا کا ہادی ہونے کا دعویٰ کیا اور ایک ایسا مذہب پیش کیا جو کسی ایک ملک یا قوم کو نہیں بلکہ سارے عالم کو اپنے آغوش میں لینے کا ظرف و صلاحیت رکھتا ہے۔

یہ تو ہوا حکم الٰہی۔ اب آپ کا طریق عمل ملاحظہ فرمایئے اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف ملکوں اور قوموں میں تبلیغ خالص اسلامی چیز ہے۔ اسلام ہی نے اسے شروع کیا۔ اور مذہب کی رو سے صرف اسلام ہی کو اس پر عمل کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے دوسرے ہادیوں کی طرح اپنی تبلیغ قریش یا صرف عربی نژاد لوگوں کے لئے جن کے درمیان آپ آئے تھے محدود نہیں رکھی۔ آپ کے مبلغ آپ کی زندگی ہی میں حبش میں گئے۔ اور آپ نے کئی بادشاہوں کے نام فرمان تبلیغ روانہ فرمائے۔ اور اس وقت سے یہ اسلام کی تبلیغ آج کے دن تک جاری ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

دریائے رحمت کی ایک موج

(از جناب مولانا عبد الماجد صاحب قریشی مدیر ایمان)

حضورؐ ہر قسم کا کام اپنے ہاتھ سے کرتے یعنی دوسروں سے خدمت نہ لیتے۔ مویشیوں کو چارہ ڈالتے، بکریاں دوہتے۔ کپڑے دھوتے، اُن میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے، جوتے کا ٹانکہ لیتے، گھر میں جھاڑو دے لیتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت آپ مٹی کھودتے تھے، اور مزدور ہوتے تھے، خادم کے کام کاج میں مدد دیتے، بازار سے اپنی اور دوسروں کی چیزیں خریدتے اور خود ہی اٹھا لاتے۔

آپ نے ایک یہودی کو اپنا مہمان بنایا، کھانا کھلایا۔ اپنی چادر دی اور اپنے حجرے میں سلا دیا۔ یہودی کو زیادہ کھا جانے کے باعث اسہال شروع ہو گئے، اُس نے ہر چیز کو آلودہ کر دیا، اور خود راتوں رات بھاگ گیا مگر جلد بازی سے اپنی تلوار وہیں چھوڑ گیا۔ جب تلوار واپس لینے کے لئے واپس لوٹا تو دیکھا کہ سید المرسلین اس کی کثافت کو اپنے ہاتھوں سے بیٹھے صاف کر رہے تھے۔

مدینہ میں ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا، آپ بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔

ایک دن حضورؐ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا، درست فرمانے لگے تو ایک صحابی نے کہا میں درست کرتا ہوں، فرمایا یہ شخص پسندی مجھے پسند نہیں۔

ایک سفر میں صحابہ کرام نے کھانا پکانے کا انتظام کیا، جب کام تقسیم ہو گیا تو حضورؐ جنگل کی طرف لکڑیاں لانے کے لئے چل دیئے، صحابہ نے روکا تو فرمایا، مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم سے اپنے آپ کو ممتاز کروں۔

غزوہ بدر کے موقعہ پر سواریاں کم تھیں، تین تین آدمیوں کے حصے میں ایک ایک اونٹ آیا، حضورؐ نے بھی اپنے ساتھ دو آدمی شامل کر لئے، ان دونوں نے عرض کیا حضورؐ آپ سوار ہیں ہم پیادہ پا چلتے ہیں، فرمایا نہ تم مجھ سے زیادہ پیادہ پا چل سکتے ہو اور نہ میں تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں۔

ایک دن حضورؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، اس وقت ہاتھ میں ایک پتلی سی چھڑی تھی، آپ نے ایک شخص کو ہٹایا اور اتفاق سے لکڑی کا سرا اس شخص کے منہ کو لگ گیا اور خراش سی آ گئی، حضورؐ نے اسی وقت فرمایا مجھ سے انتقام لے لو۔

جس وقت حضورؐ ایک لاکھ ۴۰ ہزار مسلمانوں کے ساتھ آخری حج سے واپس تشریف لائے اگرچہ یہ دن اسلام کی عظمت و شوکت کا آخری دن تھا، مگر اس دن حضورؐ جس اونٹ پر سوار تھے اس کا پالان ایک روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔ اور آپ کے آزاد کردہ غلام زید کا فرزند اسامہ آپ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھا۔

جس وقت آپ کو اس دنیا میں آخری رات آئی، گھر میں تیل نہ تھا، حضرت عائشہؓ نے پڑوسن سے تیل مانگ کر جلایا تھا۔ اور زرہ مبارک چند سیر جو کے عوض ایک یہودی کے ہاں گرو تھی۔

ایک غریب آدمی مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا تو آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، یہ شخص آدھی رات کے قریب فوت ہوا، اور اسی وقت دفن کر دیا گیا، صبح کے وقت حضورؐ کو اطلاع ہوئی تو بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا، پھر اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ ادا کی۔

حضرت فاطمہؓ چکی پیستی تھیں، مشکیزہ اٹھاتی تھیں، ایک دن وہ مسجد میں تشریف لے گئیں اور ایک خادمہ کے لئے عرض کیا، فرمایا تھا! بابا ابھی تک بدر کے یتیموں اور صفہ کے غریبوں کے انتظام سے فارغ نہیں ہو۔

ایک یہودی ساہوکار نے مقررہ عہد سے تین دن پہلے قرض کا تقاضہ کیا، آپ کی چادر چھین لی، کپڑے کھینچے، زبان درازی کی، اس پر حضرت عمرؓ بھی تیز ہو گئے، فرمایا، عمرؓ! یہ طرز عمل پسندیدہ نہیں، تمہیں زیبا ہے کہ مجھے ادائیگی کی اور مدعی کو حسن تقاضا کی تلقین کرتے، پھر آپ نے یہودی کا قرضہ ادا کیا اور حضرت عمرؓ کی تلخی کے عوض اصل قرضہ سے ڈیوڑھی غلہ زیادہ دیا۔

ایک شخص حضورؐ کے پاس آیا اور حضورؐ کی ہیبت سے لرز گیا، فرمایا کچھ پروا نہ کر، میں اُسی غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔

سواد بن عمرؓ نے ایک روز رنگین کپڑا پہنا، آپ نے چھڑی کی نوک سے ان کے شکم کو چوکا دیا، سوادؓ نے کہا، میں انتقام لوں گا، حضورؐ نے فوراً اپنا شکم مبارک برہنہ کر دیا کہ میں حاضر ہوں۔

جنگ بدر کے دن حضرت عباسؓ آپ کے چچا قید ہو گئے، جنگ کے خیال سے رات کو سب کی مشکیں باندھی گئیں، عباسؓ کراہنے لگے اور حضورؐ بھی بے چین ہو گئے، حضورؐ کی تکلیف کا احساس کر کے صحابہؓ نے از خود عباسؓ کی مشکیں ڈھیلی کر دیں۔

جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا، یہ مناسب نہیں ہے، سب قیدیوں

تذکرۂ انبیاءؑ

(از جناب منشی انتظام اللہ صاحب شہابی مدیر دائرۂ صحافت قریش)

حضرت آدمؑ۔ واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ — اور جس وقت تیرے رب نے ملائکہ سے کہا میں زمین میں ایک اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

ولقد خلقنٰکم ثم صورنٰکم ثم قلنا للملئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکٰفرین — اور ہم نے تم (آدمؑ) کو پیدا کیا پھر تمہاری شکل بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدمؑ کو سجدہ تعظیمی کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں نہ تھا وہ منکر ہو گیا۔

وقلنا یاٰدم اسکن انت وزوجک الجنۃ وکلا منھا رغدا حیث شئتما ولا تقربا ھٰذہ الشجرۃ فتکونا من الظٰلمین ۰ فازلھما الشیطٰن عنھا فاخرجھما مما کانا فیہ وقلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین ۰ فتلقیٰ اٰدم من ربہ کلمٰت فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم۔ (بقرہ) — ہم نے کہا آدمؑ تو اور تیری بی بی جنت میں رہو اور دونوں فراغت کے ساتھ جہاں چاہو اس میں کھاؤ پیو مگر اس درخت کے پاس مت جانا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے پھر شیطان نے دونوں کو پھسلا کر وہاں سے ہٹا دیا اور جس مرتبے میں تھے اس میں سے نکلوا چھوڑا اور ہم نے حکم دیا کہ تم سب اتر جاؤ ایک دوسرے کا دشمن اور تم کو ایک مدت تک زمین میں رہنا ہوگا وہاں کے برتنے اٹھانا ہے پھر آدمؑ نے اپنے مالک سے چند باتیں سیکھ لیں اور خدا تعالیٰ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ بیشک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

حضرت ادریسؑ۔ واذکر فی الکتٰب ادریس انہ کان صدیقا نبیا ۰ ورفعنٰہ مکانا علیا (مریم) — اور قرآن میں ادریسؑ کا ذکر کر وہ بڑا سچا تھا اور نبی تھا اور ہم نے اس کو اونچی جگہ اٹھا لیا۔

حضرت نوحؑ۔ وقوم نوح من قبل انھم کانوا قوما فٰسقین۔ — اور پہلے ہم نوحؑ کی قوم کو بیشک وہ نافرمان لوگ تھے۔

ولقد ارسلنا نوحا الیٰ قومہ انی لکم نذیر مبین ۰ ان لا تعبدوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم (ہود) — اور بیشک ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس نے کہا میں تم کو صاف صاف ڈرانے والا ہوں کہ خدا کے سوا اور کسی کو نہ پوجو کیونکہ میں ڈرتا ہوں تم کو تکلیف کے دن عذاب کا۔

کذبت قبلھم قوم نوح فکذبوا عبدنا وقالوا مجنون وازدجر ۰ فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر (القمر) — ان سے پہلے قوم نوحؑ نے ہمارے بندے (نوحؑ) کو جھٹلایا اور کہنے لگے یہ دیوانہ ہے اس کو ڈانٹا آخر اس نے اپنے مالک کو پکارا (ان کے مقابلے) عاجز ہوں اب تو ہی ان سے (میرا) بدلہ لے۔

ویصنع الفلک (ہود) — اور وہ (یعنی نوحؑ) کشتی بنانے لگے۔

حتیٰ اذا جاء امرنا وفار التنور (ہود) — یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور نے جوش کیا۔

ففتحنا ابواب السماء بماء منھمر ۰ وفجرنا الارض عیونا فالتقی الماء علیٰ امر قد قدر (القمر) — ہم نے موسلا دھار مینہ سے آسمان کے دروازے کھول دیئے زمین کے سوتے جاری کر دیئے آخر جو مقدار مقرر ہو چکا تھا اسی کے مطابق آسمان و زمین کے پانی مل گئے۔

وقال ارکبوا فیھا (ہود) — (نوحؑ نے مومنین سے کہا) اس کشتی پر بیٹھ جاؤ۔

فانجینٰہ واھلہ من الکرب العظیم ونصرنٰہ من القوم الذین کذبوا باٰیٰتنا انھم کانوا قوم سوء فاغرقنٰھم اجمعین (الانبیاء) — پس اس کو اور اس کے ساتھ والوں کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی اور ان لوگوں کے مقابلے میں جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا نوحؑ کی مدد کی بیشک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے سب کو ڈبو دیا۔

وقیل یٰارض ابلعی ماءک ویٰسماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعدا للقوم الظٰلمین۔ (ہود) — اور حکم دیا گیا اے زمین اپنا پانی چوس لے اور اے آسمان کھل جا اور پانی اتر گیا اور کام پورا ہو گیا اور کشتی جودی (پہاڑ) پر جا ٹھہری اور حکم ہوا کہ بے انصاف لوگ دھتکار دئے گئے۔

حضرت ہودؑ۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح — اور (اے قوم عاد) یاد کر جب اس نے تم کو قوم نوحؑ کے بعد خلیفہ بنایا۔

ارم ذات العماد — جو ستونوں (یعنی اونچے قدوں والے) تھے۔

والیٰ عاد اخاھم ھودا قال یٰقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ افلا تتقون — قوم عاد میں ہم نے انہی کے بھائی ہودؑ کو بھیجا انہوں نے ان سے کہا کہ لوگو خدا کی پرستش کرو اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں۔

اذ انذر قومہ بالاحقاف واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ — جب انہوں (ہودؑ) نے احقاف (نزد حضرموت) میں اپنی قوم کو ڈرایا اور رہے عاد سو وہ بڑے زناٹے کی تند آندھی سے ہلاک کئے گئے۔

حضرت صالحؑ۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد — (اے ثمود) یاد کرو عاد کے بعد اللہ نے تم کو ان کا خلیفہ بنایا۔

وثمود الذین جابوا الصخر بالواد (فجر) — اور ثمود جنہوں نے وادی القریٰ (کے علاقے) میں پہاڑ تراشے تھے۔

وکانوا ینحتون من الجبال بیوتا اٰمنین (حجر) — اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے تاکہ امن کے ساتھ رہیں۔

والی ثمود اخاھم صالحًا — (قوم) ثمود میں ہم نے ان ہی کے بھائی صالح کو (پیغمبر) بنا کر بھیجا۔

قال یا قوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ۔ — (صالح) نے کہا کہ تم خدا کی عبادت کرو اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

قد جاءتکم بینۃ من ربکم ھٰذہ ناقۃ اللہ لکم اٰیۃ۔ — تمہارے پروردگار کی واضح نشانی تمہارے پاس آ چکی ہے یہ خدا کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے۔

کذبت ثمود بالنذر (قمر) — ثمود کی قوم نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔

فاخذتھم الرجفۃ فاصبحوا فی دارھم جاثمین (اعراف) — پس ان (ثمود) کو زلزلہ نے آ پکڑا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

حضرت ابراہیمؑ۔ واذکر فی الکتٰب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا (مریم) — اور (اے پیغمبر) قرآن میں ابراہیمؑ کا ذکر کرو وہ بڑا سچا نبی تھا۔

وابراھیم اذ قال لقومہ اعبدوا اللہ واتقوہ ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (العنکبوت) — اور ابراہیم کو (بھی بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اگر تم سمجھو تو یہ (ایمان لانا) تمہارے لئے بہتر ہے۔

فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ فانجٰہ اللہ من النار۔ — پھر ابراہیمؑ کی قوم نے (ان باتوں کا) کچھ جواب تو دیا نہیں کہ اس کو مار ڈالو یا جلا دو سو لاؤ اس کو آگ میں ڈال دیا اللہ تعالےٰ نے اس کو آگ سے بچا دیا۔

وارادوا بہ کیدا فجعلنٰھم الاخسرین ونجینٰہ ولوطا الی الارض التی بٰرکنا فیھا للعٰلمین۔ — انہوں نے ابراہیمؑ کو ستانا چاہا ہم نے انہی کو تباہ کیا اور ہم نے ابراہیمؑ اور لوطؑ کو نجات دیکر اس سرزمین (کنعان) میں پہنچایا جس میں ہم نے سارے جہان کے لئے برکت رکھی ہے۔

حضرت اسمٰعیلؑ واذکر فی الکتٰب اسمٰعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا (مریم) — اور قرآن میں اسمٰعیلؑ کا ذکر کرو وہ وعدہ کا سچا اور اللہ کا بھیجا ہوا اس کا پیغام سنانے والا تھا۔

حضرت اسحاقؑ وحضرت یعقوبؑ

ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب وکلا جعلنا نبیا (مریم) — اور ہم نے (ابراہیمؑ کو) اسحاقؑ اور یعقوبؑ (پوتا) دیا اور ہر ایک کو ہم نے پیغمبر بنایا۔

حضرت یوسفؑ۔ وکذٰلک مکنا لیوسف فی الارض (یوسف) — اور ہم نے اس طرح سے (مصر کے) ملک میں یوسف کو جما دیا۔

واتبعت ملۃ اٰبآءی ابراھیم واسحٰق ویعقوب ما کان لنا ان نشرک باللہ من شیء ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولٰکن اکثر الناس لا یشکرون (یوسف) — حضرت یوسفؑ نے فرمایا اور میں اپنے باپ دادوں ابراہیمؑ اسحاقؑ یعقوبؑ کے طریقے پر چلتا ہوں ہمارا یہ کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کریں یہ (ایمان اور توحید) اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر آدمی (اس بڑے فضل کا) شکر نہیں کرتے

حضرت ایوبؑ۔ واذکر عبدنا ایوب — اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو

حضرت شعیبؑ۔ والی مدین اخاھم شعیبا (اعراف) — اور ہم نے مدین (از قسم قبیلہ) والوں کی طرف شعیبؑ کو بھیجا جو ان کا بھائی تھا۔

حضرت موسیٰ وحضرت ہارونؑ۔

ثم بعثنا من بعدھم موسٰی وھٰرون الی فرعون وملائہ باٰیٰتنا فاستکبروا وکانوا قوما مجرمین (یونس) — پھر ان (پیغمبروں کے) بعد ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیاں دیکر بھیجا وہ اکڑ بیٹھے اور وہ نافرمان لوگ تھے۔

حضرت داؤدؑ۔ ولقد اٰتینا داؤد منا فضلا۔ — اور ہم نے داؤد کو بزرگی دے رکھی تھی۔

حضرت سلیمانؑ۔ وورث سلیمٰن داؤد — اور سلیمانؑ داؤدؑ کا وارث ہوا۔

حضرت یونسؑ۔ وان یونس لمن المرسلین — اور بیشک یونسؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے۔

حضرت الیاسؑ وان الیاس لمن المرسلین — اور بیشک الیاسؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے۔

حضرت ذوالکفلؑ۔ وذا الکفل کل من الصٰبرین۔ — اور ذوالکفل سب صبر کرنے والوں میں سے تھے۔

حضرت زکریاؑ وحضرت یحییٰؑ یا زکریا انا نبشرک بغلٰم اسمہ یحیٰی۔ — اے زکریا ہم تجھ کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں اس کا نام یحییٰؑ ہوگا۔

حضرت عیسیٰؑ وقفینا علیٰ اٰثارھم بعیسی ابن مریم مصدقا لما بین یدیہ (المائدہ) — پھر بعد کو ہم نے ان ہی پیغمبروں کے قدم بقدم مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا

واذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد — اور جب عیسیٰؑ نے جو مریم کا بیٹا تھا بنی اسرائیل سے کہا میں اللہ کا بھیجا ہوا تمہارے پاس آیا ہوں مجھ سے پہلے جو توریت اتر چکی ہے اس کو سچ بتاتا ہوں اور تم کو ایک پیغمبر کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا

حضرت محمد رسول اللہؐ۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ — محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر اللہ کے رسول اور سلسلہ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں۔

یتیم کی جیت

(از جناب مولانا حاجی عبدالماجد صاحب بی اے دریابادی)

جیسے دلفریب [illegible] آنے کے جو گنبد دار [illegible] انہیں بچہ دکھلا دیتا ہے، جو حکمت اور حکمت والے نے ان کی ہدایت کی تشنگی پیدا کرنے کے لئے اور سب سے بڑھ کر اپنی بے مثل قدرت و حکمت کا بے مثال مظاہرہ کرانے کے لئے انتخاب اس یکہ و تنہا کا کیا تھا جو شہزادوں کی طرح نہیں پالا پوسا جا رہا ہے اور جس کی بچپن میں [illegible] کی تربیتیں ہوں ایک بے یار و مددگار یتیم بچہ جس کی ولادت سے پہلے ہی اس کے باپ کو اٹھا لیا گیا تھا، عرب کی سرزمین پر نمودار ہوتا ہے اور اسے حکم ملتا ہے کہ اپنے خاندان اور اپنے قبیلے ہی کو نہیں سارے ملک کو بلکہ نہیں سارے عالم کو اصلاح یکسر بدل جائے۔ جتنے بڑے دماغ تھے جیسے اپنے تدبر و ہنر و دانائی پر نازاں تھا انہوں نے [illegible] لگائے جنہیں فصاحت و شیریں بیانی کا دعویٰ تھا انہوں نے تالیاں بجائیں، جنہیں اکل کی بدقسمتی سے انہیں [illegible] صورتوں کی طرح اپنی رسمی شاعری پر فخر تھا انہوں نے آوازے کسے، کہا کہ بے سر و پا باتیں ہیں [illegible] اور قوت والے تب وہ تن تن کر اور اکڑ اکڑ کر میدان میں نکل آئے۔

مقابلہ زر اور ضعف کے درمیان تھا — جیسے دنیا زور اور قوت سے تعبیر کرتی ہے اور جیسے دنیا عشرت و مال و دولت کی کنجی سمجھتی ہے — ایک طرف سامان کی فراوانی دوسری طرف بے سرو سامانی، ادھر صاحبانِ سازو سامان اور تنہائی کی عبادتیں، یہاں ریاست و سرداری و اہلِ عاقبت اس طرف جاہ و تجمل، اس طرف فقر و توکل، جو کمزور دنیا کی نظروں میں بے یار و مددگار تھا اس پر خوب جی بھر کے ٹھٹھے لگائے گئے۔ اور جو شان کے اونچے اور بڑے والے تھے انہوں نے پکار پکار کر کہا کہ دیکھنا اور دیکھنا اس تخیل کو دیکھنا کہ جسے ثابت جوہر کا نصیب نہیں وہ محلوں کے خواب دیکھتا ہے اور جو اپنی بےبسی اور بےکسی کے دور کرنے پر قادر نہیں وہ دنیا کو راہِ ہدایت دکھانے کا دعویٰ اور خلق کو جادۂ اصلاح پر لانے کا حوصلہ کر رہا ہے! — یہ سب کرشمے وہ دکھا رہا تھا جس نے مٹھی بھر کنکریوں کے ذریعے سے پاش پاش کر دیا تھا جس نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی خوراک بنا دیا تھا، اور جو آج بھی لارڈ کچنر اور لارڈ [illegible] کو دم کے دم میں ڈبو دیتا اور جلا اور مار دیتا ہے اور ذرہ بیکراں کی آن میں ملتا اور ہلاک کرتا رہتا ہے؛

قدرت اور حکمت کا تازہ مظاہرہ یوں ہوتا ہے کہ خدائے واحد کے اس اکیلے [illegible] اکلوتا اور لاڈلا بچہ اس کی آنکھوں کے سامنے جان دیتا ہے اور وہ جو دشمن کی بھی تکلیف کو دیکھ کر تڑپ جاتا تھا اس کا ننھا اور بے دم لختِ جگر اسی کے آغوشِ شفقت میں دم توڑ رہا ہے۔ اللہ اللہ کیا شانِ بے نیازی اور کیا علوِ حکمت ازلی ہے کہ باغیوں اور سرکشوں کی اولاد در اولاد اور اولاد پھل پھول رہی ہے اور جو پیغمبر رب کا علم جینے والا ہے اسے اس نعمت سے بھی محروم کیا جاتا ہے! اس کے پاس نہ دولت تھی نہ حکومت، نہ اس کی کوئی بڑی جائیداد تھی۔ اس کے معتقدین کا کوئی وسیع حلقہ ہر طرف سے مخالفت کا ہجوم، ہر سعیِ اصلاح میں ناکامی، ہر دعوتِ حق میں بے اثری

غرض ہر دنیوی نعمت سے محرومی نے یتیم کو پہلے ہی سے ظاہر ہی ہو رہے تھے، یہ آخری نعمت تھی اب یہ بھی چھین لی گئی! ایسے موقع پر کیا بات تھی کہ اس نے وہ بات قائم کی جو امیروں اور بے صبروں نے ہمیشہ کہی ہے۔ وہ ہنسی وہ مسکراہٹ وہ خوشی سے جیل [illegible] عاص بن وائل مشرکوں کا ایک سردار ہے اور ہنا بجا رہا تھا کہ ایک دیوانہ تھا اس نے چیک لیا، وہ طعنہ دے کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم چھوڑ جیسی ہو گئی، کل نسل ختم ہو گئی اور ان کے بعد ان کے کام کو چلانے والا کوئی باقی رہا نہ ان کے نام کا لینے والا بچا۔ ہمارے دیوتاؤں سے بے ادبی کرنے کا یہ انجام ہوا! جو ہونی کو صرف گوشت و پوست کا مجموعہ سمجھا تھا اور اس نظر میں شاید معذور بھی تھے کوئی کس طرح دکھا دیتا کہ جسم عنصری کا لفافہ اپنے اندر کس طرح روحِ مطہر کو ڈھانپے اور چھپائے ہوئے ہے! بہرحال غیرتِ حق نے اس طعن کو سنا اور اب اس میں حرکت ہوئی آواز آتی ہے اور وہ اٹھ آتی ہے جہاں نہ الفاظ لگے رہے نہ حروف کا پتہ اگر یہ بے خبر اور بے بصیرت غافل اور جاہل تیرے اوپر طعنہ زن ہیں ان بدبختوں کو کیا خبر کہ ہم نے تجھے خیرِ کثیر عطا کی ہے، بھلائیوں کے خزانے

انا اعطینک الکوثر وہ خزانے عطا کر رکھے ہیں ساری اچھائیوں کے، ساری خوبیوں، ساری محبوبیوں کا مالک تجھے بنا رکھا ہے، تیرے لئے کس چیز کی کمی ہو سکتی ہے دنیا میں بھی اور عقبیٰ میں بھی، تجھے دینے والے تم ہوں اس کی دولت کا اندازہ کون کر سکتا ہے، تجھے بخشنے والے تم ہوں اس کی نعمت اندوزیاں کسی کے شمار میں آ سکتی ہیں، تجھے مہربان ہم ہوں اس کے جاہ و جلال اس کے عز و کمال اس کے حسن و جمال اس کے ملک و منال اور اس کے اوجِ اقبال کا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات ہے!۔

دینے والا تو یہ کہہ کر اور دیا گیا، بہت اور بہت ہی بہت، کوثر اس کوثر کی تشریح کون کرے اور کن الفاظ سے کرے، ارباب شرح و تفسیر نے سب نے اپنے اپنے مذاق کی پیروی کی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کوثر سے مراد جنت کی نہرِ کوثر اور میدانِ حشر کا حوض کوثر ہے اور کسی نے لکھا ہے کہ دوسرے انبیاء پر جو فضیلت و سربلندی دی گئی ہے وہ اس سے مراد ہے۔ بےشک یہ سب کچھ مراد ہوگا لیکن الفاظ کے مفہوم کی وسعت کو دیکھو اور کوئی بتائے اور کیوں نہ اسے اس میں شامل اور مینار ہوں کا حامل رہے دیکھئے جو بخشنے والے اور عطا کرنے والے کی شان یکتائی کے شایان ہیں! اللہ اکبر! جن نعمتوں، جن بخششوں کو وہ بے تکلف اور بے اندازہ بخشنے والا خود بہت اور بہت ہی بہت فرمائے ان کے مقدار کی پیمائش کے لئے انسان بے چارہ کوئی پیمانہ کہاں سے لائے، اہلِ سنت نے بہت اچھا کیا، پیر لے سے کوثر کی شرح مختلف طور پر اور متعدد پیرایوں سے کی لیکن بالآخر یہی کہتے بنا کہ

ہ قال ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر و قتادہ نزلت فی العاص بن وائل۔ (ابن کثیر)

ہوالابتر من الخیر؎ | وہ ان سب بھلائیوں پر شامل ہے جو شمار میں ہی نہیں آسکتیں
... اب ... کا ... ہے ... ہے کہ تیری نسل
ختم ہو رہی اور تیرا سلسلہ منقطع ہو رہا ہے تیری نسل بھی کبھی ختم ہونے والی اور تیرا سلسلہ کبھی
بھی قطع ہونے والا ہے ... باطل ... زندہ رہیں گے لیکن ... کچھ ...
آفتاب و ماہتاب دیکھیں گے کہ تیری نسل قائم اور تیرا سلسلہ دائم ہے۔ بادشاہتیں بنیں گی
اور بگڑیں گی، حکومتیں قائم ہوں گی اور مٹیں گی، شہر بسیں گے اور اجڑیں گے، قومیں ابھریں گی
اور فنا ہوں گی لیکن تیرا نام ... اور ... قائم ... اور قیامت تک ...
دنیا میں تیرے نام کی وہ دھوم ہوگی جو آج تک کسی کی نہ ہوئی ... زیادہ ہوگی، اونچے اونچے
مناروں سے تیرا نام ہمارے نام کے ساتھ پکارا جائے گا۔ دشت و جبل، صحرا و دریا، بحر و بر،
شہروں اور دیہاتوں، آبادیوں اور ویرانوں، سمندروں اور پہاڑوں، وادیوں اور
گھاٹیوں میں سب جگہ تیرے نام کی منادی ہوگی۔ حجاز، عراق، یمن و شام، حبش و مصر،
ایران و توران، بخارا و ہندوستان، چین و افغانستان، روس و جاپان، جرمنی و انگلستان،
فرانس و امریکہ، دنیا کا گوشہ گوشہ اور ساری دنیا جہان کا چپہ چپہ تیرے نام کی پکار سے
گونجے گا۔ ذرہ ذرہ تیرے نام کی عظمت کی گواہی دے گا اور تیرا نام ان کانوں تک پہنچے گا
جو سوا تیرے اور دوسرے کسی کے نام سے آشنا نہیں ہوں گے۔ آج ... تو ... ... گا۔
یہ حقیر ہے کل ... بلند کیا جائے گا۔ کل تیری ہی عزت ہوگی اور ... ہوگی جب سب کی
عزتیں پامال ... ہوگی ... سے تجھے ...
وہ بھی ... ... گے۔ ... تیری ...
کروڑوں اور اربوں کی تعداد میں اور اس سے بھی کہیں زیادہ انسان کے شمار و اعداد میں
نہ آسکنے والی تعداد میں قیامت تک ایسی پیدا کردیں گے جو تجھے اپنے والدین سے کہیں بڑھ کر
عزیز و محبوب و اکرم ... رکھے گی جو اپنی نجات تیری رضا جوئی پر موقوف سمجھے گی جس کی
ورد زبان اٹھتے بیٹھتے تیرا ہی نام اور تیرا ہی کلمہ رہے گا۔ تیرے نام ... گنتی اور
بے شمار ... پڑھا جائے گا اور تیرے نام کی تسبیحیں صبح اور شام، دوپہر اور سہ پہر
آدھی رات اور پچھلے پہر، دن اور رات کے ہر لمحہ میں پڑھی جاتی رہیں گی۔ تیرے نام کا وہ
ادب اور وہ احترام ہوگا جو کسی لڑکے نے اپنے باپ کا نہ کیا، نہ آئندہ کرے گا۔
ہم نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت بخشی ہے، بعضوں کے مرتبے بلند کئے ہیں، بعضوں کو سرداریاں
عطا کی ہیں لیکن یہ مرتبہ جو تجھے عطا ہوا ہے وہ بس تیرے ہی ساتھ مخصوص ہے۔ تیرے
منہ سے نکلے ہوئے بول ایک ایک کرکے جمع کیے جائیں گے اور اس شغف و اہتمام،
تحقیق و استناد کے ساتھ جمع کیے جائیں گے کہ ان کی کوئی نظیر دنیا کی کوئی تاریخ،
کوئی تذکرہ، کوئی ملفوظ، کوئی سوانح عمری نہ پیش کرسکے گی۔ تیری سیرت اور تیری زندگی
اس تفصیل و جامعیت کے ساتھ دنیا کے حافظہ میں محفوظ رکھی جائے گی جس کی مثال
نہ کسی بادشاہ کشور کشا کی سیرت میں ملے گی نہ کسی نبی و ولی کے تذکرہ میں۔ تیرے اٹھنے
بیٹھنے، چلنے پھرنے، بولنے چالنے، سونے جاگنے، کھانے پینے سب کا ایک ایک جزئیہ
محفوظ رکھا جائے گا۔ ... اور ... اپنی نجات تیرے ہی نقش قدم
پر چلنے سے وابستہ سمجھیں گے۔ بیسیوں اور سینکڑوں کتابیں تیرے ملفوظات اور تیرے

معمولات پر تالیف کی جائیں گی اور ہزارہا ہزار ان کی شرحیں تیار ہوں گی۔ اور خود
تیری ذات تو بڑی چیز ہے، جنہوں نے تجھے کبھی دیکھا بلکہ جنہوں نے تیرے دیکھنے
والوں کو دیکھا انہیں بھی زندہ رکھا جائے گا، انہیں بھی تابندہ سرمدی کیا جائے گا
ان کی سیرتیں بھی تاریخ کے نگارخانہ میں من و عن محفوظ رکھی جائیں گی۔ دنیا بڑے
سے بڑے فلسفیوں کو، بڑے سے بڑے شاعروں کو، بڑے سے بڑے بادشاہوں کو
بھول جائے گی لیکن بھول نہ سکے گی تو اس ان پڑھ اور فاقہ مست بدوی کو
جس کی خصوصیت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ تیرے دیدار جمال سے مشرف ہوا ہے۔
دارا و سکندر، چنگیز و جولیس سیزر، نپولین، ...، جالینوس و بقراط، فیثاغورث
و سقراط، ارسطو و افلاطون، ہیومر اور شیکسپیئر اپنے علم و عمل کے بڑے بڑے
کارنامے، اپنی دانش پژوہیوں اور اپنی عقلمندیوں کی بڑی بڑی یادگاریں تیرے
نزدیک دنیا کے لئے چھوڑ جائیں گے، ان سب کی یاد رفتہ رفتہ بھلا دی جائے گی، یہ سارے
نقش دیکھتے دیکھتے مٹ جائیں گے اور لوح دہر پر نقش قائم رہے گا تو تیرا اور تیرے
غلاموں کا اور تیرے غلاموں کے غلاموں کا!

تو ان پڑھ ہے اور حروف و کتابت سے ناآشنا لیکن تیری عظمت کی گواہی دینے
والے وہ ہوں گے جنہیں ناز اپنے علم و فضل پر اور دعوے اپنے کمال فن کا ہوگا۔
کتنے لوگ تیرے اقوال و ملفوظات کی جمع و تحقیق اور ان کی شرح و تفسیر میں اپنی
اپنی عمریں بسر کردیں گے۔ اور بخاری و مسلم، ابن حجر و ابن جوزی کی طرح محدثین
کے گروہ کے گروہ ... ہونا اپنے لئے باعث فخر سمجھیں گے۔ ایک گروہ تیرے بتائے ہوئے
احکام کی جانچ پڑتال اور ان سے استنباط جزئیات کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر دیگا
اور ابوحنیفہ و شافعی، محمد و ابو یوسف، نخعی و مزنی کے مثل ائمہ تفقہ کو اپنے
لئے باعث سعادت خیال کرے گا۔ ایک جماعت تیری باطنی تعلیمات کی دلدادہ
ہو کر راہ سلوک و مجاہدہ پر پڑ جائے گی اور کتنے ہی جنید و شبلی، جیلانی و اجمیری تیرے
ہی مشعل سے اپنے اپنے چراغ نسلاً بعد نسل جلاتے رہیں گے۔

رودکی و سعدی، حافظ و ...، اکبر و اقبال اپنے شاعرانہ کمالات کو تیری غلامی
پر نثار کردیں گے۔ ابو حامد غزالی اور ولی اللہ دہلوی اپنی سربلندی تیرے ہی تعلیمات
کے حقائق و اسرار کی تشریح و ترجمانی میں سمجھیں گے۔ اور رازی و طوسی، فارابی
و ابن سینا کو عقل ... کے طوفان میں اگر پناہ کہیں ملے گی تو تیرے ہی دامن کے سایہ
میں۔ حدیث، اصول حدیث، رجال، فقہ، اصول فقہ، سلوک، تصوف، کلام کتنے ہی
فن مخصوص تیرے ہی سلسلہ کی خدمت کے لئے عالم وجود میں آئیں گے اور
علوم و فنون کے کتنے ہی علمبردار ہر ملک اور ہر قوم اور ہر زمانہ میں اپنی تحقیق و
کاوش کو تیری ہی خدمت کے لئے وقف رکھیں گے! ہرقل اور کسریٰ اور ... بادشاہ
اور تیرے دین کے دشمنوں کے پایۂ تخت ہوں گے لیکن تیرا نام ہمارے نام کے
ساتھ ان شہروں میں بھی ہر روز اور ہر روز پانچ پانچ وقت بلند ہوتا رہے گا اور
ہمارے عطائے کوثر کی شہادت ہم پہنچاتا رہے گا!

یہ سب کچھ اس ... والی دنیا میں ہوگا اور ہوتا رہے گا اور اس عالم ناسوت والے

؎ قال ابن عباس و مجاهد و سعید بن جبیر و قتادة نزلت فی العاص بن وائل (ابن کثیر)

یہ مادی آنکھوں سے برابر دیکھتے رہیں گے' باقی جو کچھ اس عالم کے خاتمہ کے بعد جاوداں عرصہ محبت کے بعد ہوگا اُس شے ہم جو رنگ کے لئے تو حق شناخت زدوں سے مخفی ہے اس کی ادنیٰ سا ذریعہ بھی باقی نہیں رہا ہے۔ قرآن نے بہت سے اندر جو گہری حقیقتیں منکشف ہو رہی ہیں اور شقاوت کری ولد کے جو عوض علوّ و بعثت کی خبروں کی قدر و قیمت کا اندازہ تو اُسی وقت ہوگا جب یہ حقیقتیں پردہ غیب سے نکل کر شہود میں آجلیں گی' اور افسوس ہے کہ اس وقت کی حسرتیں' اور ندامتیں' پشیمانیاں اور پریشانیاں' پھر اُن کے کام نہ آئیں گی' لیکن اس مادی دنیا میں' جو کچھ مشاہدہ میں آنے والا ہے' اور ان کذبین کے چھپتے ہی ہی پیش آنے والا ہے اس کے ظہور کے لئے تو زیادہ انتظار کی ضرورت نہیں' جلد اور بہت جلد ہوگا وہ آنکھوں سے چلتے ہوئے' اور سب کو نظر آ جانے کو ہے کہ ایک و ناؤ صلبی کے عوض میں بے شمار و بے حساب اولاد معنوی تجھ دے کر تیرے نام کو جگا کر تیرے کام کو پھیلا کر' عطائے کوثر کا مشاہدہ اسی دنیا میں یکبر کرا دیا جاتا ہے۔

عوض دینے والا وہ جس کا نہ کوئی ثانی نہ کوئی شریک' نہ کوئی مثال نہ کوئی عدیل' اور دیا گیا وہ' جو نہ پہلے کسی پانے والے کو ملا تھا' اور نہ آئندہ کسی خوش نصیب کے نصیب میں آنے کو' لیکن لینے والا بھی کون تھا؟ وہ وہی جو اس لطف و کرم' جود و عطا' فضل و بخشش سے بھول ہیں آ کر غفلت میں پڑ جائے' اور اپنے تعلق باللہ کو ذرا بھی ادھر ہٹنے دے' اس کی طبع سلیم کا یہ فطری تقاضا تھا اور حسن ہی کے مطابق اُسے حکم بھی ملتا ہے کہ وہ برابر دینے پر در دگار۔

فصل لربک وانحر' کی یاد میں لگا رہے' اس کے لئے نماز پڑھتا رہے اور قربانی کرتا رہے۔ الفاظ میں تصریح صرف دو عبادتوں کی آتی ہے ایک نماز' دوسری قربانی' لیکن یہی دو عبادتیں خلاصہ ہیں ساری عبادات کا۔ حقوق اللہ کی ادائی کی ساری صورتوں کی جامع نماز ہے' اور حقوق العباد کا لبِ لباب قربانی میں آ گیا۔ اور رسولؐ کو یہ ہدایت کر کے امت کے لئے بھی یہ اشارہ کر دیا گیا کہ جب فضل و کرم کی بارش ہونے لگے تو ادائے شکر کا بہترین طریق یہی ہے کہ ادائے حقوق الٰہی و ادائے حقوق عباد میں اور زیادہ توجہ و التفات شروع کر دیا جائے' نہ یہ کہ ان کی طرف سے غفلت برتی جانے لگے۔

سرچشمہ حق و صداقت کی پیش گوئی کے ایک حصہ کو پورا ہوتے' دوست و دشمن سب سارا ہے تیرہ سو سال سے دیکھتے چلے آ رہے ہیں' لیکن دوسرا جزو بھی اپنی سچائی میں کچھ کم حیرت انگیز اور کچھ کم اثر انداز نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے' اور عین اس وقت کہ جوش مخالفت' اور مخالفوں کے اقتدار و قوت کا شباب پر ہے دھڑک اور بلا جھجک ارشاد ہوتا ہے کہ

ان شانئک هو الابتر| بے نام و نشان رہ جانے والے تیرے ہی دشمن ہیں! آج ان کو یہ طعنوں کو اپنی کثرت آل و اولاد پر غرہ ہے' اپنی اقبال مندی' بامراد کامرانی کا دعویٰ ہے' اپنے بیٹے پوتے پر ناز ہے' تیری اولاد کی وفات پر طعنہ زن ہیں کہ تو بے نام و نشان رہ گیا' بے نام و نشان رہ جانے والا تو نہیں' بلکہ یہ خود ہیں' بے سلسلہ رہ جانے والا تیرا کام نہیں' خود ان کا کام ہے' مٹ جانے والا نام تیرا نہیں' ان کا نام ہے' بجھ جانے والی روشنی تیری نہیں' ان کی ہے' اور جن کی اولاد صلبی و معنوی نیست و نابود ہو کر رہے گی' وہ تو نہیں' یہ خود ہیں' یہ مٹ جائیں گے' ان کی اولاد برباد کر دی جائے گی' ان کے گھر تاراج کر کے رکھ دیئے جائیں گے' ان کی نسلیں خاک میں ملا دی جائیں گی' یہ نامور ہی کے پیچھے ہیں' انہیں گمنام اور بے نشان کر دیا جائے گا' تاریخ ان کے نام پر لعنت بھیجے گی' اور اپنا سینہ ان کے ذکر سے جو ان کے شرف سے خالی کر لے گی۔ ان کا نام لینے والا' ان کا نام پر فاتحہ پڑھنے والا۔

دنیا نے چند ہی روز کے بعد کیا نقشہ دیکھا؟ اس سارھے تیرہ سو برس کی مدت میں کیا دیکھتی چلی آ رہی ہے؟ ابوجہل کی قبر کا کہیں نام و نشان ہے؟ ابولہب کے مزار کی کوئی آج تک تلاش کر سکتا ہے؟ عاص بن وائل کی اولاد آج دنیا کے کسی شہر میں آباد ہے؟ امیہ بن خلف کے کارناموں کی داد آج تاریخ کے کون سے طلبہ دے رہے ہیں؟ ولید بن مغیرہ کے فضائل و مناقب کا چرچا آج کسی کی زبان پر ہے؟ عقبہ کی اولاد آج دنیا کے کسی گوشہ میں آباد ہے؟ روسائے قریش کی ریاست' اور سلاطین مکہ کی سرداری کی کہیں گرد بھی باقی ہے؟ روئے زمین پر کوئی بھی خاندان ایسا ہے جو اپنا شجرہ نسب ان ذلیلوں اور طاغیوں سے جوڑتا ہو؟

انہیں بھی جو رہنے' ان کے بعد سے اس وقت تک کے صدیوں کے طویل عرصہ میں زمانہ کا جائزہ لے ڈالیے' ہر ملک اور ہر دور کی تاریخ کو دیکھ ڈالیے کوئی ہے جس نے دشمنی کی اس کا کیا انجام ہوا؟ کسی کی قسمت میں عزت و نامور ی آئی؟ جس کی مدح اللہ نے کی' جسے اللہ نے "مرح بناگیا" کہنے بھلا اس کو جو بھی بچا خود اس کو گرا' جو اس سے لڑا' پاش پاش کر دیا گیا' جس نے اس سے گستاخی کی جرأت کی' اُسے پامال کر دیا گیا۔ جسے لاولدی کا طعنہ دیا گیا تھا' دنیا دیکھ رہی ہے اور ہزار ڈیڑھ ہزار سال سے دیکھتی چلی آ رہی ہے کہ وہی سب سے زیادہ وسیع العیال اور کثیر الاولاد ہے' جس کی بے کسی و گمنامی پر ہنسی اڑائی گئی تھی' وہی ناموروں کا سردار اور شہرت والوں کا سرتاج ہے' جس کے نام کو مردہ سمجھا گیا تھا اس کے نام پر درود و سلام ہی اسی کا قول باعث نجات' اور اُسی کا نام اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ بلند و ممتاز!

جیتے اور مار کر جیتے' وہ تنہا اس اور جبل' راجپال اور کالی چرن' اور ان جیسے ہزاروں اور لاکھوں بدبخت' مل کر اور اکٹھے ہو کر بھی' اس عزت و نامور ی کو حاصل کر سکتے ہیں؟ اور اپنے نام کو اور اپنے کام کو مردہ ہونے سے بچا سکتے ہیں؟

پیشوا کے رسول نمبر پر علمائے قوم اور ایڈیٹران اخبارات کی رائیں

ریاستوں کے مشہور قوم پرست اخبار ریاست کی رائے :-

دہلی کے مشہور ادبی مجلہ پیشوا نے حسب معمول امسال بھی اپنا رسول نمبر بہت اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے گزشتہ چھ برسوں کے اندر پیشوا اپنے رسول نمبروں کی اشاعت میں ہمیشہ تمام رسائل سے بازی لے گیا ہے ہمیں مسرت ہے کہ معاصر پیشوا نے اس سال بھی اپنے اس امتیاز کو بدستور قائم رکھا۔ تازہ رسول نمبر میں ہندو مسلم انشا پردازوں کے بعض بہترین مضامین نظم و نثر درج ہیں اس سال کے رسول نمبر میں ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ حضرت پیغمبر صاحب کی مذہبی حیثیت پر صرف سے زیادہ زور دینے کی بجائے آپ کی سیرت و تعلیمات کے مختلف پہلوؤں کو ضروریات زمانہ کے مطابق نئے خیالات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح رسول نمبر کا دائرہ فوائد زیادہ وسیع ہو گیا ہے اور مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم احباب بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں مضامین میں جس اتحاد پسندی و رواداری کی جھلک نظر آتی ہے وہ ملک کے لیے مبارک فال ہے ہم نقاقی صاحب کو اس پر مبارکباد دیتے ہیں۔ رسول نمبر کی ضخامت ۱۰۰ صفحات کے قریب ہے معنوی محاسن کے علاوہ نو نو بلاک کی رنگین تصاویر رسول نمبر کی ظاہری زیب و زینت میں اضافہ کر رہی ہیں۔ ٹائٹل شاندار اور خوشنما ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود پیغمبر صاحب کی اس لالف کی قیمت صرف ۸ر ہے اور پر لطف یہ ہے کہ "پیشوا" کا چندہ سالانہ صرف عا ہے اور اسی چندہ میں ناظرین کو ہر سال اپنا شاندار رسول نمبر بھی دیتا ہے "

بمبئی کے مشہور اخبار طاقت کی رائے :-

دہلی کے مشہور رسالہ پیشوا نے "تذکرہ جمیل" کے نام سے ایک شاندار اور دلفریب "رسول نمبر" شائع کیا ہے۔ میں نے خود اس نمبر کو پڑھا ہے اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ ضخیم اور شاندار رسول نمبر آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔ اگر آپ سیرت رسول سے پورے طور پر واقف ہونا چاہتے ہیں اور عید میلاد النبی کی محفلوں میں صحیح اور مستند روایات پڑھنا چاہتے ہیں تو "رسالہ پیشوا دہلی کا رسول نمبر" منگائیے۔

جناب مولانا حاجی عبدالماجد صاحب بی اے دریا آبادی مدیر صدق ارشاد فرماتے ہیں :-

رسالہ پیشوا کئی سال سے اپنا رسول نمبر ماہ ربیع الاول میں آب و تاب سے شائع کرتا رہتا ہے چنانچہ اب کے بھی اس کا یہ خاص نمبر ۱۹۰ صفحے زائد ضخامت کے ساتھ اسی شان سے شائع ہوا ہے حضرت کے مختلف شئون سے متعلق مختلف ابواب ہیں اور ہر باب میں متعدد مضامین ہیں منظومات ان کے علاوہ مضمون نگاروں میں حسب معمول بعض غیر مسلموں کے بھی نام ہیں یہ حضرات

ظاہر ہے کہ اسلامی عقیدہ کی ترجمانی نہیں کر سکتے تاہم جو کچھ ان کے قلم سے نکلا ہے وہی بہت غنیمت ہے۔ رسالہ کا یہ نمبر بحیثیت مجموعی خاصہ دلکش و مفید ہے اور اس کا نام تذکرہ جمیل کچھ بے جا نہیں۔ ٹائٹل خوشنما ہے اور متعدد مقامات کے نقشے خوشنمائی میں اضافہ کر رہے ہیں ؛

جناب مولانا مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی اے دہلوی اسسٹنٹ ہوم سکریٹری دولت آصفیہ :-

آپ کا رسول نمبر ملا۔ بڑی محنت سے مضمون جمع کئے ہیں۔ خدا آپ کی محنت ٹھکانے لگائے

حضرت العلامہ سید محمود صاحب مفتی اعلیٰ ریاست مانا ودر ارشاد فرماتے ہیں :- مکرمی ! السلام علیکم۔

خلاف معمول پیشوا کا رسول نمبر وصول ہوا۔ ماشا اللہ حسب سابق اس مرتبہ کا نمبر بھی قابل داد ہے باوجود مالی مشکلات کے ایسا شاندار نمبر شائع کرنا صرف آپ ہی کی اولوالعزمی اور ہمت ہے۔ دلی دعا ہے کہ آئندہ بھی آپ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوں۔

جمعیۃ علماء ہند کا اخبار الجمعیۃ لکھتا ہے کہ :-

تذکرہ جمیل دہلی کے مشہور و معروف ماہوار رسالہ پیشوا نے ہر سال ربیع الاول کے مبارک مہینے میں ایک رسول نمبر شائع کرنے کا التزام کر لیا ہے جس کو جناب سید عزیز حسن صاحب نقاقی مدیر پیشوا نہایت اہتمام و انتظام کے ساتھ مرتب فرماتے ہیں اور اس کی طباعت و کتابت پر کافی سرمایہ صرف کر کے سال کا بہترین نمبر بناتے ہیں چنانچہ گذشتہ دو تین سال کے عرصہ میں پیشوا کے تذکرہ جمیل کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ ہمارے خیال میں کسی ماہوار رسالہ کے رسول نمبر کو آج تک حاصل نہیں ہو سکی۔ امسال کا تذکرہ جمیل ہمارے پیش نظر موجود ہے اور ہم اس کی صوری و معنوی خوبیوں کو دیکھنے کے بعد اپنے آپ کو اس امر پر مجبور پاتے ہیں کہ ناظرین کرام سے اس نمبر کی خریداری کے لئے پرزور سفارش کریں۔ تذکرہ جمیل کا حجم ۲۰ × ۳۰ سائز پر ۲۰۰ صفحات ہے ٹائٹل نہایت عمدہ ہے جو متعدد رنگوں میں چھاپا گیا ہے۔ کاغذ سفید اور کتابت بہترین ہے متعدد مقامات کے نظارہ نو فوٹو بلاک شائع کئے گئے ہیں

(۱) مکہ معظمہ (۲) جبل عرفات (۳) جبل ثور۔ (۴) غار حرا (۵) چاہ زمزم (۶) حجرے (۷) سید حضرت فاطمہ کا گھر (۸) جبل احد (۹) مسجد قبا کا بیرونی منظر (۱۰) مشہد گاہ دندان مبارک (۱۱) قبۃ الصخرا (۱۲) پورا شہر مدینہ (۱۳) مقام معجزہ شق القمر (۱۴) شہدائے احد کے مزارات (۱۵) باب السلام (۱۶) باب الرحمۃ (۱۷) مسجد قبا کا بیرونی حصہ۔ (۱۸) گنبد خضرا کا اندرونی حصہ۔

ان کے علاوہ مشہور شعرا کی ۲۰ بہترین نظمیں اور فاضل مصنفین کے ۲۰ بلند پایہ مضامین اس تذکرہ میں درج کئے گئے ہیں۔ یہ تمام نظمیں اور مضامین حمد و نعت کے علاوہ اسلام کی تعلیمات اور اس کے محاسن سے از اول تا آخر بھرے ہوئے ہیں۔ ربیع الاول کے مہینے میں ان مضامین کا خود پڑھنا اور دوسرے مسلمانوں کو پڑھ کر سنانا یقیناً حصول ثواب کا موجب اور اچھی فرض تبلیغ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ میلاد شریف کی بعض مروجہ غیر صحیح کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ کہیں زیادہ بہتر اور افضل ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے اس مضمون کو پڑھا جائے جو "فضل الخلق" کے عنوان سے تذکرہ جمیل میں شائع ہوا ہے اور جس میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو دریا بکوزہ میں پیش کیا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے مضمون کے علاوہ اور بھی بہت سے مضامین اس نمبر میں اس قابل ہیں کہ مسلمان ان کا مطالعہ کرے سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی تذکرہ جمیل کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ اس میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے مضامین بھی شائع ہوئے ہیں جن میں دنیا کے پیغمبر اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا ہر طرح اعتراف کیا گیا ہے۔ مضامین نثر کے بعض عنوانات حسب ذیل ہیں۔ صاحب قرآن کا ذکر قرآن میں۔ انسان کامل۔ سرور کائنات، بعثت انبیا میں مصلح اعظم۔ جبل اعظم۔ خلیفۃ ارض اعظم۔

باوجود اس نمبر کی گوناگوں خوبیوں کے اس کی قیمت جناب نقانی صاحب نے صرف ایک روپیہ رکھی ہے تاکہ ہر مسلمان بآسانی منگا سکے۔ رسالہ پیشوا کے مستقل خریداروں کو تذکرہ جمیل بغیر کسی قیمت کے دیا جاتا ہے اور پیشوا کا سالانہ چندہ عہ ہے اگر کوئی صاحب اس نمبر سے خریداری قبول فرمانا چاہیں تو وہ دو روپیہ میں تذکرہ جمیل بھی حاصل کر سکتے ہیں اور ایک سال تک پیشوا کے خریدار بھی رہ سکتے ہیں۔

جناب مولانا عظیم بیگ صاحب چغتائی بی اے وکیل ارشاد فرماتے ہیں

مکرمی۔ سلام مسنون۔ پیشوا کا خاص نمبر یعنی تذکرہ جمیل واقعی اسم بامسمیٰ ہے آپ کو آپ کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ایسا مفید اور دلچسپ نمبر آپ نے مجھ ناچیز کو عنایت فرمایا۔ میں نے اس کو احتیاط سے رکھ لیا ہے۔

جناب مولوی عبد الکریم صاحب معتمد انجمن فیض عام سکندر آباد دکن سے لکھتے ہیں کہ

مکرمی نقانی صاحب۔ السلام علیکم۔ پیشوا کا رسول نمبر ابھی تک کو سپرد میں ملا۔ ہفتہ کا روز تھا پیر دوسرا دن [illegible] اس لئے آج بذریعہ منی آرڈر پانچ روپیہ روانہ کر رہا ہوں اس کو پیشوا کے قرضہ کی ادا میں قبول فرمایئے۔ اگر آپ اس طریقہ سے یہ رقم قبول فرمانا نہیں چاہتے تو مطلع فرمایئے تاکہ میں اور طریقہ اختیار کروں یا آپ کے پاس سے کتب خرید لوں۔

میں صرف دفتروں کے اعراب میں ہوں۔ اتنا وقت نہیں ملتا کہ دوست احباب کی خدمات میں حاضر ہو کر پیشوا کی خریداری کے لئے عرض کروں اس لئے اپنی جیب سے (الفقد بسکال) مذکورہ رقم کرتا ہوں۔

الحمد اللہ تم کا رسول نمبر لحاظ سیرت پہلے کے تمام رسول نمبروں سے اعلیٰ ہے گو ظاہری صورت کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے بصد شکریہ جواب لکھ دیا کہ میں مولویوں اور پیروں کی طرح صفت کی نذریں نہیں لیا کرتا آپ ان روپیوں کی کتابیں خرید کے یا پیر یا مہاتما اور مسلمانوں کے نام اس ان ایڈیشن جاری کر دیں۔ عزیز حسن بقائی۔

فرنگی محل کا پیغام

حضرت مولانا صبغۃ اللہ صاحب شہید مدیر خادم الحرمین ارشاد فرماتے ہیں

اخی الجلیل والفاضل العدیل دام فضلہ

سیرت نبوی کا مبارک و باعظمت گلدستہ ملا شکر گزار ہوں۔ باعث جان بخش اور سرمایہ افتخار ہے۔ پیشوا کی عظمت ایک زمانہ سے میرے قلب میں ہے لیکن اس مقدس مجموعہ نے اس کی اور اس کے باعظمت مدیر کی عظمت میں دو چند اضافہ کر دیا ہے۔ خدا آپ کو برکت دے۔ صاحب سیرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا صلہ [?] دل آزما جذبات میرے خیال میں رشتہ ارضی و اولی حضرت پیاس شکریہ کے مستحق تو آپ ہی ہیں لیکن اس کے ساتھ اس ذخیرہ کے تمام نامور اہل قلم بھی ہر مسلم ہند کے دلی امتنان کے سزاوار ہیں۔ حصہ نظم میں جناب فرحت، مہاراجہ شاد، جناب سندیلوی، پروفیسر حامد حسن، حضرت عزیز، پنڈت برج دیال، پنڈت گنیشی لال صاحبان کے کلام کی لذت انشاء اللہ ہر سنی فراموش نہ ہوگی۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

اعلیٰ مضامین میں برادر محترم بشیر بھائی صاحب۔ ملک عبد القیوم صاحب، مولانا کفایت اللہ صاحب۔ مولانا عبد الماجد صاحب۔ لالہ دیش بندھو صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ سید اشفاق حسین صاحب۔ عزیزی مولانا لطیف الدین اور شریمتی کملا دیوی صاحبہ کے قیمتی مضامین کی جتنی داد دی جائے کم ہے۔ مولانا فرقی صاحب اور خود جناب والا کے مضمون کی اہمیت بھی ہم مسلمان سمجھ سکیں گے اگر ہم میں احساس مذہبی مردہ نہیں ہو گیا ہے اور ہمارے دل شاہد ہیں کہ [illegible] ہماری حالت میں تو ہم اس مبارک مجموعہ کو آنکھوں سے لگا کے دل میں [illegible] اس کی زندگی اور ترقی میں خاص کوشش کریں گے۔ آج سیرت نبوی کے بیان کے لئے حیدرآباد دکن روانہ ہو رہا ہوں انشاء اللہ اس تذکرہ جمیل سے کافی استفادہ کروں گا۔ والسلام

قوم پرور ہندوؤں کا اخبار ریاست لکھتا ہے کہ:

دہلی کے مشہور و معروف ماہوار رسالہ پیشوا نے امسال بھی حسب معمول رسول نمبر "تذکرہ جمیل" کے نام سے شائع کیا ہے۔ پیشوا گذشتہ چھ سال سے اپنا رسول نمبر شائع کر رہا ہے اور ہر نمبر پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔ رسول نمبر میں ملک کے مشہور ہندو مسلم اہل قلم اصحاب کے بلند پایہ مضامین نظم و نثر خاص اہتمام سے درج کئے گئے ہیں۔ ایک لحاظ سے پیشوا کا نیا رسول نمبر دیگر تمام اخبارات و رسائل کے رسول نمبروں سے مختلف ہے۔ اس میں پیغمبر اسلام کی تعلیمات کو نمایاں کیا گیا ہے جس سے ہندو مسلمان یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ رسول نمبر کی لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ اور ٹائٹل دیدہ زیب ہے۔ حجم دو سو صفحات کے قریب ہے اور متعدد تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت تذکرہ کی صرف ایک روپیہ ہے اور دو روپیہ دے کر سالانہ خریدار

جب ضرف دامن کر منت دیا جاتا ہے

... کانی اخبار الخلیل کی رائے :۔

پیشوا دہلی کا ایک مشہور مذہبی و علمی رسالہ ہے جسے ہمارے فاضل دوست جناب سید عزیز حسن صاحب بقائی ہرماہ بڑے شان و اہتمام کے ساتھ مرتب کرکے شائع کرتے ہیں۔ اس دفعہ آپ نے اس کا ایک خاص نمبر رسول نمبر کے نام سے شائع کیا ہے۔ اور یہ خاص قابل قدر ہے۔ رسالہ دو سو صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں جا بجا اماکن مقدسہ کے دلفریب اور مقدس فوٹو دیئے گئے ہیں۔ سیرت رسول کریم اور حضرت سرور کائنات کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر نہایت مفید جامع اور بصیرت افروز مضامین لکھے گئے ہیں۔ اور نامور اہل قلم حضرات کے بہترین خیالات اس میں مجتمع نظر آتے ہیں۔ جناب مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کا مضمون بہت بلند پایہ مضمون ہے۔ ہم ایسے اعلیٰ اور مفید شاندار نمبر کی ترتیب پر فاضل صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں اور قارئین کرام سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اسے ضرور منگا کر مطالعہ کریں

جناب مولانا اختر صاحب قریشی حیدرآباد سے لکھتے ہیں:۔

محترم بندہ نواز کرمفرما تسلیم "تذکرہ جمیل" و پیشوا رسول نمبر وصول ہوا جس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے "تذکرہ جمیل" حقیقی ایک نایاب اور لاجواب مضامین نظم و نثر کا مجموعہ ہے۔ آپ کی محنت لائق تحسین اور کاوشیں قابل صد ہزار آفرین ہیں۔ ربیع الاول جیسے ماہ مبارک کے لیے آپ نے جو نادر تحفہ بھیجا ہے حیران ہوں کہ کس زبان سے شکریہ ادا کروں "رسول نمبر" کیا ہے گویا سیرت رسالت کی انسائیکلوپیڈیا ہے خدا کرے کہ آپ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں اور پیشوا جو اپنی طرز کا واحد اسلامی ارگن ہے آپ کے دست مبارک سرسبزی اور شادابی کے ساتھ اپنی عمر کی لاکھوں منزلیں طے کرے۔

جماعت قادیان کے آرگن اخبار الفضل کی رائے :۔

رسالہ پیشوا دہلی نے اس سال بھی اپنا رسول نمبر حسب معمول نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر نظم و نثر کے اعلیٰ مضامین پر مشتمل ہے۔ بلند پایہ مضامین کے ساتھ ظاہری خوشنمائی کا بھی پورا پورا انتظام کیا گیا ہے۔ مقامات مقدسہ کے دس فوٹو رسالہ کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ ہم اس کامیاب کوشش پر سید عزیز حسن صاحب بقائی مدیر رسالہ کو مبارکباد دیتے اور شیدایان رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے گزارش کرتے ہیں کہ اس تذکرہ جمیل سے بہرہ اندوز ہوں۔ ایک سو صفحے زائد مضامین کے رسالہ کی قیمت صرف ۸ ہے۔

مشہور جداگانی روزنامہ سیاست کی رائے۔

ماہوار رسالہ پیشوا دہلی کا رسول نمبر ہمارے پاس بغرض ریویو موصول ہوا ہے رسالہ ظاہری اور باطنی محاسن کی وجہ سے بے نظیر ہے شیدایان حضور سرور کائنات مفخر موجودات رسول مقبول صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے لئے بے نظیر تحفہ ہے۔ جو ملک کے چیدہ چیدہ ادبائے عظام اور شعرائے کرام کے مضامین نظم و نثر کے گلہائے بوقلموں سے مزین و آراستہ ہے۔ جا بجا مسلم اور غیر مسلم اصحاب نے اپنے گلہائے عقیدت حضور کے قدموں پر نچھاور کئے ہیں۔ غرضکہ رسالہ ہر لحاظ سے قابل دید اور لائق مطالعہ ہے۔ بنابریں ہمیں یہ سنکر بھی مسرت حاصل ہوئی کہ پیشوا کا ارزاں ایڈیشن بھی شائع کیا جا رہا ہے جس کی قیمت ایک روپیہ ہے اور رسول نمبر سے خریدار ہونے والے حضرات کو ستمبر میں ایک افسانہ نمبر بھی مفت دیا جائے گا۔ جو رسول نمبر کے برابر ضخیم ہوگا۔ ارزاں ایڈیشن کے خریداروں کو بھی رسول نمبر اور افسانہ نمبر مفت ملے گا۔ تنہا رسول نمبر کی قیمت اعلیٰ ایڈیشن کی ایک روپیہ ہے اور ارزاں ایڈیشن کی آٹھ آنے۔

اخبار روزنامچہ میں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب ارشاد فرماتے ہیں

رسالہ پیشوا دہلی نے اس سال بھی نہایت عمدہ رسول نمبر شائع کیا ہے جس میں عکسی تصاویر بھی ہیں۔ تمام ہندوستان میں رسالہ پیشوا کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کوشش کرکے غیر مسلم مضمون نگاروں کے مضامین جمع کرتا ہے۔ اور مقامات مقدسہ کی عکسی تصاویر بھی شائع کرتا ہے۔

اس نمبر میں بعض مضامین نہایت ہی عمدہ اور مفید ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ میں اس سال علالت اور کمزوری کی وجہ سے کسی پرچہ کے لئے مضمون نہیں لکھ سکا۔

مشہور رسالہ مولوی کی رائے :۔

رسالہ مولوی کی طرح رسالہ پیشوا کا بھی ہر سال رسول نمبر نکلتا ہے اور گذشتہ سال کی طرح اس دفعہ بھی نہایت شاندار شکل و صورت کے ساتھ پیشوا کا رسول نمبر نکلا ہے مگر گذشتہ سال کی نسبت فرق صرف اس قدر ہے کہ گذشتہ سال دو ماہ کا مجموعی پرچہ نکلا تھا اس سے ضخیم تھا اور اس دفعہ ایک ہی ماہ کا نکلا ہے اور ۲۰۰ صفحات پر مشتمل یعنی اپنی معمولی ضخامت سے اب بھی بہت زیادہ صفحات کا اس نمبر کے لئے خاص طور پر اضافہ کیا گیا ہے۔ کاغذ اور طباعت وغیرہ سب بہترین قسم کا ہے اور مضامین کی ترتیب و تہذیب بھی نہایت اچھی ہے متعدد ابواب قائم کرکے ان کے ماتحت مختلف عنوانوں کے مضامین کو مرتب شکل میں پیش کیا گیا ہے جس سے ایک خاص حسن ترتیب پیدا ہو گئی ہے تصاویر اس دفعہ کم ہیں مگر پھر بھی کافی ہیں طباعت رنگین بھی ہے اور چکدار سیاہ بھی۔

بہر حال تو ظاہری شکل و صورت کا ہے اب مختصر حال مضامین کا سنئے نظم و نثر کے دونوں حصے اچھے اچھے مضامین سے مزین و آراستہ ہیں خصوصاً نظم کا حصہ بہت اچھا ہے حالانکہ نعتیہ کلام مشکل سے اچھا دستیاب ہوتا ہے مگر پیشوا کے حصہ میں جو نظمیں آئی ہیں وہ بہت عمدہ ہیں خصوصاً منظور حسین صاحب قادری۔ محمود صاحب اسرائیلی۔ سندر لال صاحب حیدر کی نظمیں بہت خوب اور بہت اچھی ہیں ان کے اندر کیفیت بھی ہے اور شعریت بھی ہے۔

مضامین سب کے سب نہایت اچھے بلند پایہ اور اپنی اپنی نوعیت میں امتیازی شان رکھتے ہیں مثلاً کملا دیوی صاحبہ بیبی کا مضمون حیات سرمدی سوچیں کے عنوان کا مضمون جذبات پریم و محبت کے لحاظ سے بہت خوب ہے۔ فخر کائنات کے عنوان سے مولوی مسعود الرحمن ندوی صاحب کا مضمون بہت اچھا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ مضامین میں بھرتی کا کوئی مضمون نہیں ہے۔ قیمت فی پرچہ ۸ ہے



مردہ روحوں سے ملاقات

بیسویں صدی کی حیرت انگیز ایجاد

بچھڑے ہوئے عزیزوں پیاروں اور رشتہ داروں سے بات چیت کرنا سربمہر لفافوں کی عبارت پڑھنا آنے والی مصیبت سے قبل از وقت آگاہ ہو جانا، روزگار کی مشکل کو حل کرنا مقفل صندوق کی اشیاء بتانا صحت اور لاعلاج امراض کے تیر بہدف نسخہ جات غیب سے معلوم کرنا گمشدہ اشخاص کا پتہ لگانا بے موسم کے پھل منگوانا اور معشوق کو زیر کر لینا اس جدید امریکن آلہ ارواح یعنی میڈیا ڈی اسپرٹس

Media de Spiritse

کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ بہت تھوڑے باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے جلد منگائیے ورنہ انتظار کرنا پڑے گا۔

قیمت فی آلہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔ محصول ڈاک چھ آنے

امریکن آکلٹ ہاؤس۔ پوسٹ بکس ۴۹ لاہور

تارا ہیر آئل

حضرات ناظرین۔ اگر آپ اپنے دماغ کو ہر وقت تر و تازہ اور معطر رکھنا چاہتے ہیں۔ اور دماغی امراض سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی آپ ہمارے تارا ہیر آئل کا استعمال شروع کر دیجئے۔ یہ وہ مشہور ہیر آئل ہے جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے رسائل اور اخبارات نے ریویو کئے ہیں۔ اور ملک کے شعرا اور لیڈروں نے پسند فرما کر سرٹیفکیٹ عطا فرمائے ہیں۔ اس تیل کے خاص فوائد حسب ذیل ہیں:۔

ضعف دماغ کو دور کر کے قوی کرتا ہے آنکھوں کی جلن اور گرمی دور کر کے طراوت پیدا کرتا ہے گرتے ہوئے بالوں کی جڑوں کو مضبوط کر کے لانبا اور گھنا کرتا ہے درد سر کو پاس نہیں آنے دیتا۔ بالوں کو قبل از وقت سفید ہونے سے روکتا ہے۔ خوشبو بے حد دل کش و دوست ہے غسل کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ علاوہ محصول۔ تین شیشی کی قیمت دو روپے بارہ آنے۔

شربت اکسیر النساء

یہ عرق جنگلی جڑی بوٹیوں سے تیار کیا گیا ہے جو کہ عورتوں کی جملہ زنانی شکایتوں کو دور کرتا ہے ایام کا تکلیف سے ہونا۔ بجائے خون کے سیاہ سیاہ ٹکڑے آنا۔ ابھرنا سر میں درد آنکھوں میں جلن۔ ہاتھ پیروں میں سوزش ہونا بھوک کا نہ لگنا۔ روز بروز لاغری کا بڑھنا۔ نطفہ کا نہ ٹھہر پانا غرض یہ کہ یہ دوا رحم کی کل خرابیوں کو دور کر کے عورتوں کو نئی زندگی بخش دیتا ہے۔ اور رحم کو اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیتا ہے اس عرق نے بہت سے بے اولادوں کو اولاد والا بنا دیا ہے۔ خدا نے اس عرق میں عجیب و غریب اثر بخشا ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے بارہ آنے۔ علاوہ محصول۔

طلائے مشکی

یہ طلاء چھپا ہوا شاہ ہے نہ بد بیدا کرتا ہے مردہ رگوں میں دوبارہ زندگی پیدا کر کے نامرد کو مرد بنا تا ہے۔ جلوق کے لئے بے حد مفید ہے۔

قیمت فی شیشی دو روپے آٹھ آنے

جریان و احتلام کا علمی علاج

معجون مجمم ــ اور ــ حبوب شباب

اگر آپ مرض جریان و احتلام کے ہاتھوں عاجز آگئے ہوں۔ اور آپ نے سینکڑوں حکیموں اور ڈاکٹروں کا علاج کیا مگر سوائے روپے کی بربادی کے صحت نہ ہوئی ہو تو آپ خدا پر بھروسہ کر کے ایک بار ہمارے بنائے ہوئے ان دونوں دواؤں کا استعمال کر کے دیکھئے۔ جریان کیسے ہی کہنہ کیوں نہ ہو۔ روزانہ احتلام ہوتا ہو یا دوسرے تیسرے یا ہفتہ میں۔ تصاویر عاشقانہ ناول کے مطالعہ سے دو چار قطرے کا نکلنا قوت امساک کا غائب ہو جانا وغیرہ کو بالکل دور کر کے طاقت پیدا کرتی ہے نامرد کو مرد مرد کو جوانمرد بنا دیتی ہے چالیس خوراک معجون مجمم اور ۲۰ عدد حبوب شباب جو کہ چالیس روز کے لئے کافی ہیں قیمت چھ روپے بارہ آنے۔ علاوہ محصول

فہرست دیگر ادویات ایک خط لکھ کر مفت منگائیے

ملنے کا پتہ:۔ فیصل اینڈ کمپنی ۲۵۵ بلیلیس روڈ P ۱ ڈاک خانہ ہوڑہ (کلکتہ)

اصلی شاہی دوائیں

دہلی ہمیشہ سے ہندو اور مسلمان حکمرانوں کی راجدھانی رہی ہے یہی وجہ ہے کہ ویدک اور یونانی طبیبوں کا بھی مرکز دہلی ہے اسی دہلی میں شاہی طبیبوں کے پاس شاہی کتب خانہ بھی ہے جس میں وہ نادر الوجود نسخے معہ تحقیقاتوں کے محفوظ ہیں جو صرف بادشاہوں اور امیروں کے لیے بنائے جاتے تھے اور جو عوام کی دسترس سے باہر تھے ذیل میں ان طبیبوں کی وہ دوائیں درج کی جاتی ہیں جن کے نسخے دہلی کے ایک ایسے زندہ طبیب کے تجویز کردہ ہیں جو آج دہلی میں دیسی طب کی اعلیٰ مسند پر رونق افروز ہیں اور جن کے کتب خانہ میں شاہان اودھ اور شاہان دہلی کے پانسو سالہ صدری مجربات نایاب بیاضوں اور قلمی کتابوں کا ایک اہم ذخیرہ ہے اور خود اس طبیب اعظم کا پچاس سالہ تجربہ بھی ان نسخوں کے ساتھ ہے جو دہلی میں مشرقی طب کی سب سے بڑی مسند پر رونق افروز ہیں اس لیے پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ شاہی دوائیں پیش کی جاتی ہیں

اکسیر مرواریدی

سونے کے ورق اور بیش قیمت موتیوں اور یاقوت اور مشک و عنبر وغیرہ جیسے قیمتی اجزا سے تیار کی گئی ہے مردانہ طاقتوں کے لئے اکسیر ہے دماغی کام کرنے والے اور کمزور انسانوں کے واسطے حقیقتاً اکسیر ہے حلق سے اترتے ہی بجلی کی طرح اپنا اثر دکھاتی ہے کمزور طاقتور ہو جاتے ہیں اور تندرستوں سے ضبط کرنا مشکل ہو گیا ہے بھوک خوب لگتی ہے معدہ و جگر کی اصلاح کرتی ہے جسم میں تازہ خون کی پیدائش سے زیادہ طاقت اور توانائی آجاتی ہے چہرہ کا رنگ گلاب کی پتی کی مانند ہو جاتا ہے مرغن سے مرغن غذا منٹوں میں ہضم ہو جاتی ہے ایک ماشہ خوراک ہے اور ایک تندرست آدمی کے لئے ایک تولہ اکسیر مرواریدی کا استعمال کافی ہے ایک سال تک دماغی اور اعصابی پٹھوں کا جیسے بجلی ہی خوراک۔ دل کو فرحت دماغ کو تقویت ہوتی ہے کمزور اور بیماروں کو دو تولہ استعمال کرنی چاہئے ایک تولہ کی قیمت پانچ روپے دو تولہ کی قیمت نو روپے ایک تولہ اور تین ماشہ سے کم روانہ نہ ہوگی۔

طلائے نایاب

جب کسی قوم کا تمدن انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو عیش کے سامان بڑھتے ہیں اور جوانی کی قوتوں کو قائم رکھنے کے لئے اکسیری دوائیں ایجاد کی جاتی ہیں چنانچہ دہلی اور لکھنؤ کے شاہی درباروں میں طبیب کے اس مخصوص شعبہ یعنی فن عیش کے ایسے باکمل ماہر جمع ہو گئے تھے جن کے کارناموں نے حیرت میں ڈال دیا ہے طلائے نایاب انہیں شاہی اطبا کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ طلائے نایاب تجربہ سے واقعی بے مثل ثابت ہوا ہے پہلے ہی روز اس قدر قوت پیدا کرتا ہے کہ ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور اس کی تشریح اس مختصر اشتہار میں دشوار ہے جوانی کی غلط کاریوں اور بے عنوانیوں سے جو اندوہناک نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کو دور کر کے جوان کامل کی طاقت و خوبی پیدا کرتا ہے۔ پرچہ ترکیب استعمال ساتھ ہوگا قیمت فی شیشی جو ایک مریض کے لئے کافی ہے دو روپے آٹھ آنے

حلوائے زعفرانی

ایک لذیذ اور قوت بخش غذا ہی نہیں بلکہ درحقیقت ایک بے مثل بیش بہا دوا ہے یہ حلوا عورت اور مرد دونوں کو استعمال کرایا جاتا ہے جس سے اولاد کی خوشی نصیب ہوتی ہے جن عورتوں کے بچے مسان یا اور کسی مرض میں ضائع ہو جاتے تھے ان کو یہ حلوا کھلایا گیا اور ان کے ساتھ ان کے شوہروں کو بھی تو پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ حلوا زعفرانی کے سرورانہ استعمال کے بعد میاں بیوی کی مقاربت اکثر استقرار حمل کا موجب ہوتی ہے اور بچہ اور بچہ خوب تندرست و توانا پیدا ہوتا ہے۔ سیلان رحم کی شکایت کے لئے بے مثل چیز ہے اس کے علاوہ اس حلوہ کو بطور ناشتہ استعمال کرنے سے جسم کی بدلی ہوئی اور ضائع ہو جانے والی قوتوں کا بدلہ نصیب ہوتا ہے عورتوں کی جملہ رحمی شکایات اور مردوں کی قوت باہ کے لئے اکسیر ہے حلوائے زعفرانی استعمال کرنے کے بعد ہمیشہ ناممکن ہو جاتی ہے یہ حلوا نامردوں کے علاوہ ہر قسم کی سستی اور کمزوری کے لئے بے حد مفید ہے قیمت فی پونڈ پانچ روپے۔ نصف پونڈ سے کم روانہ نہ ہوگا بعد ازاں تعریفی خطوط اس حلوا کی تعریف میں آ چکے ہیں۔

اکسیر جریان

کیسا ہی سخت جریان ہو معجون جریان کا استعمال کیجئے جریان کافور ہو جائیگا درد کے مارے کمر پھٹی جا رہی ہو سر میں درد رہتا ہو۔ کام پر جی نہ لگتا ہو آنکھوں کے نیچے اندھیرا آ جاتا ہو پنڈلیوں میں اور گھٹنوں میں درد رہتا ہو تو معجون جریان کا ایک ہفتہ کا استعمال ان تمام امراض کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ قوت مردمی کی بحالی کے لئے قوت رجولیت کے لیے رقت و سرعت کے لیے بے مثل چیز ہے جو قیمتی اجزا سے تیار کی جاتی ہے مادہ منویہ کو گاڑھا کرتی ہے تین ماشہ کی خوراک ہے ایک مریض کے لئے تین تولہ کافی ہے ایک تولہ کی قیمت ایک روپیہ ہے اور ایک تولہ سے کم نہیں روانہ کی جاتی۔
محصول ڈاک ہر ایک کا بذمہ خریدار

حب ممسک

ہندوستان کے یونانی ویدک اور ڈاکٹری دواخانوں میں لطف کے لمحات کو دیر تک قائم رکھنے کی جتنی چیزیں ہیں ان میں سے اکثر مجھے معلوم ہیں مگر ہر ایک میں کوئی نہ کوئی جز و نشیلی دوا کا بھی ہوتا ہے جس کا اثر آخر میں برا ہوتا ہے حب ممسک بالکل بے ضرر ہے اور نشیلی اشیاء سے پاک ہے اور بے حد مقوی ہے حب ممسک خوشی اور لطف کے عالم کو دیر تک قائم رکھنے میں جواب نہیں رکھتی اور یقین کیجئے کہ یہ باعث مسرت و لذت ثابت ہوتی ہے حب ممسک کے استعمال سے وقتی فائدہ کے ساتھ ساتھ ایک دیرپا اور مستقل فائدہ بھی ہوتا ہے اور بعد از فراغت کسی قسم کی کمزوری نہیں ہوتی۔ عورت اور مرد دونوں کو استعمال کرنی چاہئیں۔ پرچہ ترکیب استعمال ساتھ ہوگا۔
قیمت فی درجن تین روپے آٹھ آنے

ہیضہ شروع ہونے سے پہلے

آپ ایک شیشی رتن دھارا کی منگا لیجئے۔ جو اس برسات کے موسم میں ہیضہ اور دوسرے موسمی امراض کے لئے اکسیر ہے رتن دھارا ایک بے مثل مرکب سیال ہے جس کا ہر قطرہ آب حیات ہے۔ ڈیڑھ سو امراض کے لئے صرف رتن دھارا کے چند قطرے کافی ہیں۔ جہاں ایک شیشی جاتی ہے وہاں حکیموں اور ڈاکٹروں کی پوچھ نہیں رہتی کیونکہ ہر ایک جنسی بیماری اور ہر قسم کے درد اور ہیضہ کے مریضوں پر جادو کی طرح اثر کرتی ہے۔ اور ایک شیشی سینکڑوں مریضوں کے لئے کافی ہوتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں ایک روپیہ۔ پرچہ ترکیب استعمال ساتھ ہوگا۔

ملنے کا پتہ:- مینیجر اصلی ہندوستانی دواگھر دہلی